سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
دیوتا
نواں حصّہ

دیوتا

فرہاد علی تیمور

وہ دونوں دروازے کے پاس باباکے بالکل مقابل کھڑی تھیں۔ ان کے اور باباکے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ چند لمحے بعد انھوں نے آنکھیں کھول کر ان دونوں کو دیکھا تو سونیا اور مرجانہ کو یوں لگا جیسے ان آنکھوں کی کمان سے کوئی نادیدہ تیر نکل کر سیدھا ان کے دلوں میں پیوست ہو گیا ہو۔ وہ جہاں کھڑی تھیں وہیں کھڑی رہ گئیں۔ ان کے ہاتھوں سے اپنی چھوٹ کر گر گئی۔ خود انھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے باباکی نظریں انھیں سہارا دیے ہوئے ہوں۔ اگر بابا فرید واسطی نے آنکھیں بند کر لیں تو وہ دونوں بھی کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑیں گی۔

میں نے سونیا اور مرجانہ کے دماغوں میں باری باری جھانک کر دیکھا۔ وہاں باباکی آواز گونج رہی تھی۔ جبکہ باباکے ہونٹ بند تھے۔ زبان چپ تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں بول رہے تھے: "ہوں، تم دونوں فرہاد کو بھی ساتھ لائی ہو؟"

وہ دونوں چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگیں۔ جیسے میں ان کے پاس ہی کہیں موجود ہوں۔

"وہ آس پاس نہیں، اس وقت سونیا کے دماغ میں ہے۔"

میں جاوید کے ہاں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ کہا۔ "بابا! السلام علیکم۔"

بابا نے سلام کا جواب دے کر مجھے حکم دیا ہے "یہاں سے چلے جاؤ۔ آئندہ کبھی میری اجازت کے بغیر نہ آنا۔"

میں دوسرے ہی لمحے دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہو گیا تھا۔ اس وقت میرا جسم پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے اور گردن کو چھو کر دیکھا، پسینہ ہی پسینہ تھا۔ پتا نہیں ان کی شخصیت میں کیسا رعب اور دبدبہ تھا۔ ان کی سوچ میں کیسی گمبھیرتا تھی کہ مجھ جیسا سنگدل اور مضبوط عزائم رکھنے والا پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ اب وہاں دوبارہ جانے کی مجھ میں جرأت نہیں تھی۔ نہ ہی یہ پوچھنے کا حوصلہ تھا کہ انھوں نے مجھے اپنے دروازے سے نامراد کیوں لوٹا دیا؟ کیا وہ مجھے اپنی قدم بوسی کے قابل نہیں سمجھتے؟

میں بہت دیر تک اسی طرح بستر پر بیٹھا اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کرتا رہا پھر میں سائی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا: "کیا میں اپنی سانس روک لوں؟"

میں نے کہا: "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔"

وہ فوراً ہی سنبھل کر بولی: "پریشان ہوں تمھارے دشمن۔ کہو میں تمھارے لیے کیا کروں۔ ابھی میرے آدمی تمھارے چاروں طرف ڈھال بن کر پہنچ جائیں گے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں ابھی سونیا اور مرجانہ کے دماغوں میں تھا۔ وہ باباکے پاس پہنچ چکی ہیں۔ جب وہ دروازے پر پہنچیں تو بابا نے حکم دیا کہ میں چلا جاؤں اور آئندہ کبھی ان کی اجازت کے بغیر وہاں

جانے کی جرأت نہ کروں۔"

سامی نے کہا: "میں نے تمھیں پہلے ہی بتایا تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ تم کیوں گئے تھے؟"

"تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ وہ دوسروں کے دماغ میں بھی اجنبی سوچ کو محسوس کر کے اُسے پہچان لیتے ہیں۔"

وہ کیا جانتے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ اُس کے بارے میں ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اشارتاً کہا تھا کہ وہ دنیا کے بہت سے علوم حاصل کر چکے ہیں۔ پتا نہیں کتنے علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ انھوں نے کبھی ہمارے دماغوں میں پہنچ کر اس طرح بات نہیں کی۔ شاید تمھاری وجہ سے انھوں نے ایسا کیا ہے۔"

"سامی! مجھے یوں لگ رہا ہے۔ جیسے میں کوئی حقیر سا آدمی ہوں جسے دروازے سے دھتکار دیا گیا ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم تو وہ خوش نصیب انسان ہو جس پر بابا اس قدر مہربان ہیں۔ انھوں نے مجھ جیسی اعلیٰ بی بی کی خدمات تمھارے لیے وقف کر دی ہیں۔"

"پھر انھوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟"

"تم خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ کسی بزرگ کے آستانے یا بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے سے پہلے اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ تم بغیر اجازت وہاں گئے تھے۔ وہ تم سے ہر طرح برتر ہیں۔ وہ تمھیں سبق سکھانے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر ان کی بات کا بُرا مانو گے تو یہ بُری بات ہو گی۔"

میں چپ رہا۔ سامی نے پوچھا: "خاموش کیوں ہو؟ رسونتی کا کیا حال ہے؟"

میں نے مختصر الفاظ میں رسونتی کے متعلق بتایا۔ وہ یہ سُن کر خوش ہو گئی کہ میں اسے لے کر پیرس آ رہا ہوں۔ میں نے کہا: "میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔"

"کیا میں بہلا کر تمھارا موڈ درست کر دوں؟"

"کیسے بہلاؤ گی؟"

"اچھی اچھی باتیں کر کے۔"

"اچھی اچھی باتیں کرنے کے لیے نانیاں، دادیاں کافی ہیں۔ تم رومانی گفتگو کر سکو تو شاید میرا دل بہل جائے۔"

"آ گئے اپنی لائن پر۔ موقع سے فائدہ اٹھانا خوب جانتے ہو۔ موڈ خراب ہونے کا بہانہ کر کے میرے دل میں محبت کا شعلہ بھڑکانا چاہتے ہو۔ میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں۔ تمھارے فریب میں نہیں آؤں گی۔"

"بھئی محبت سے باتیں تو کر سکتی ہو۔ میں تمھیں کوئی فریب نہیں دے رہا ہوں۔"

"پیار محبت کی باتیں نہیں ہوں گی۔ باقی جو چاہو باتیں کرو۔"

"چلو، دوسری باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی چیزیں بنائی ہیں وہ سب انسانوں کے استعمال کے لیے بنائی ہیں۔ کیوں درست ہے نا؟"

"بالکل درست ہے۔ صرف اعلیٰ بی بی کو تمھارے لیے ناقابلِ استعمال بنایا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تم خواہ مخواہ اپنے اوپر بات لے لیتی ہو۔ میں دوسری بات کر رہا تھا۔ اچھا۔ دیکھو۔ تمھاری تمام مصروفیات اور تمام خدمات میرے لیے وقف ہیں۔ بولو ہیں کہ نہیں؟"

"ضرور ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمھارے لیے اوڑھنا بچھونا بن جاؤں۔ آگے بولو۔"

میں نے بے بسی سے پوچھا: "میرا بیٹا پارس کیسا ہے؟"

"خدا کا شکر ہے۔ تمھیں بیٹے کا خیال تو آیا۔ وہ خیریت سے ہے اور اس وقت جمیلہ کی گود میں ہے۔"

"جب میرا بیٹا بیس بائیس برس کا کڑیل جوان ہو گا اور محبت کو سمجھنے لگے گا تب میں اس سے کہوں گا بیٹے! اپنی سامی آنٹی سے کہو، میری محبت کی قدر کریں اور میری ہو جائیں۔"

"اس وقت پارس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی جس رفتار سے تم عشق پر عشق کرتے چلے جا رہے ہو۔ وہ رفتار بیس برس کے عرصے میں تمھیں پچھاڑ ڈالے گی۔ تم اس قابل نہیں رہو گے کہ بستر سے بھی اٹھ سکو۔ اس وقت میں خود ہی تمھارے پاس آ جاؤں گی۔"

میں ایک سرد آہ بھر کر اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ وہ بہت ذہین، بڑی چالاک تھی۔ میرے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتی تھی۔ ماہرِ نفسیات تھی۔ بھلا میری باتوں میں کیسے آ جاتی؟ اسے اپنی دھڑکنوں سے لگانے کے لیے کوئی ایسی تدبیر سوچنے کی ضرورت تھی جو اسے کشاں کشاں میری طرف لے آتی۔

میں سوچنے لگا لیکن سہولت سے سوچنے کا موقع کہاں ملتا ہے۔ اچانک ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ مکان کے بیرونی دروازے کے دوسری طرف کوئی تہمینہ کو سونیا کہہ کر آوازیں دے رہا تھا۔ میں فوراً ہی اٹھا اور کمرے سے نکل کر صحن میں آ گیا۔ اسی وقت جاوید بھی آ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا باہر نوجوان لڑکوں اور لڑکیاں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لڑکیاں اس سے پوچھنے لگیں: "سونیا کہاں ہے؟ سونیا کہاں ہے؟"

ایک لڑکا جو سامنے کھڑا تھا، اچھا صحت مند اور قد آور تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا: "اسے کہاں چھپایا ہے۔ باہر نکالو۔"

میں نے کہا: "ذرا ہوش میں رہ کر بات کرو۔ اسے چھپانے کی کیا ضرورت ہے وہ خود یہاں آئی ہے۔ اگر تمھاری کوئی دشمنی

ہے تو یہاں آ کر آرام سے بات کرو۔"

اسی وقت تہمینہ کچن سے نکل کر صحن میں آ گئی اور اس نوجوان کو دیکھ کر بولی: "اے رومیو کے بچے! تم میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں بھی پہنچ گئے؟"

"میں تو تمھارے لیے جہنم میں بھی پہنچ سکتا ہوں۔"

تہمینہ نے میرے قریب آ کر میرے بازو پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "یہ فرہاد علی تیمور ہیں۔ تمھارا کچومر نکال کر رکھ دیں گے۔ میں کہتی تھی نا میرا ایک آئیڈیل ہے، دیکھ لو، میرے آئیڈیل کو۔"

رومیو کا نام کچھ اور ہو گا۔ بہرحال اس رومیو نے مجھے سر سے پاؤں تک حقارت سے دیکھا جیسے میں کوئی چیونٹی ہوں جسے وہ ابھی مسل ڈالے گا۔ اس نے مسکرا کر تہمینہ سے کہا: "دیکھو! تمھیں یاد ہے۔ تم نے کہا تھا 'میں تمھارے آئیڈیل کو شکست دے کر اس سے تمھیں جیت لوں گا تو تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ گی۔'"

تہمینہ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور گردن اکڑا کر ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا: "ہاں ہاں، مجھے یاد ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں فرہاد سے کہوں کہ یہ تم پر ہاتھ اٹھائیں تم گھر جا کر اپنی ماں سے دودھ بخشوا آؤ۔"

وہ غصّے سے دہاڑ کر بولا: "تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔"

میں نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا: "میری بات سن لو۔ یہ غریبوں اور شریفوں کا محلہ ہے۔ یہاں لڑنے جھگڑنے کی باتیں نہ کرو۔ میں تم دونوں کی باتیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، چلو کہیں دور کسی میدان میں جا کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔"

تمام لڑکے اور لڑکیاں خوشی سے چیخ چیخ کر کہنے لگے: "ہاں ہاں، گراؤنڈ چلو وہیں فیصلہ ہو گا۔"

جاوید نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ ریحانہ اور بھابی اندر کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی تھیں۔ میں نے تہمینہ سے کہا: "چلو باہر نکلو میں ابھی آتا ہوں۔"

تہمینہ دونوں ہاتھ پونچھتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے جاوید، ریحانہ اور بھابی سے کہا: "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بچے ہیں۔ میں انھیں بے وقوف بنا کر واپس چلا جاؤں گا پھر خیال خوانی کے ذریعے جاوید سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں جانے لگا تو ریحانہ نے آگے بڑھ کر کہا: "بھائی جان! آپ اچانک ہی جا رہے ہیں۔ آپ سے جی بھر کر باتیں بھی نہ ہوئیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "تمھارے بھائی جان کے پاس ٹیلی پیتھی کا ذریعہ ہے۔ خوب جی بھر کر باتیں کرنا۔ میں تمھیں موقع دوں گا۔"

میں گھر سے باہر آ گیا۔ وہ تمام لڑکے لڑکیاں میرا انتظار کر رہے تھے محلّے میں بھیڑ لگ گئی تھی۔ تہمینہ نے اپنی موٹر سائیکل اپنے ایک کلاس فیلو کو دے دی اور میری کار کی اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ ہم سب وہاں سے ایک قافلے کی صورت میں روانہ ہو گئے۔

میں راستہ نہیں جانتا تھا۔ تہمینہ مجھے بتاتی رہی اور یہ سمجھاتی رہی کہ زیادہ لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔ اس چھوکرے کو لفٹ نہ دینا۔ بڑا رومیو بنتا ہے اور اپنے کو بروس لی بھی کہتا ہے۔ بس ایک ہاتھ میں اسے چاروں شانے چت کر دینا۔ میری دھاک بیٹھ جائے گی۔ جگہ جگہ میری شہرت ہو گی کہ فرہاد نے میرے لیے فائٹ کی ہے اور رومیو سے مجھے جیت لیا ہے۔ واہ، کیا مزا آئے گا۔"

میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہا تھا تھوڑی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ بول رہی ہے اور میں صرف سُن رہا ہوں۔ اس نے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں ہو؟"

پیدا ہونے کے بعد سے اب تک تم نے کسی کو بولنے کا موقع دیا ہے؟"

"بھئی، تمھارے بولنے کے لیے آخر ہے کیا؟ تمھیں تو صرف دو ہاتھ مارنا ہیں۔ مرد ہاتھ چلاتا ہے۔ عورت زبان چلاتی ہے دونوں اپنی اپنی جگہ اچھے لگتے ہیں۔"

یہی تو مشکل ہے کہ مجھے لڑنا نہیں آتا۔"

تہمینہ نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ بولی: "کیوں بے وقوف بناتے ہو۔ میں نے پڑھا بھی ہے اور سُنا بھی ہے۔ منصور کہہ رہا تھا تم بہت اچھے فائٹر ہو۔"

منصور نے غلط کہا تھا۔ فائٹر سونیا ہے اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے لڑتا ہوں۔ اب اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے رومیو کو شکست دوں گا تو یہ بے عزتی کی بات ہوئی نا؟ مردانگی تو نہیں ہوئی؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ اے، فرہاد علی تیمور اور ایک چھوکرے سے شکست کھا جائے۔ تمھیں تو ڈوب مرنا چاہیے۔"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر ڈرائیو کرتے ہوئے کہا: "میں کہاں آ کر پھنس گیا۔ میں نے کتنی مشکلوں سے اپنا رعب اور دبدبہ قائم کیا تھا۔ ساری دنیا مجھے جانے کیا کیا کہتی تھی۔ کوئی مجھے جن سمجھتا تھا، کوئی مجھے دیو اور دیوتا سمجھنے لگا تھا۔ بڑے بڑے شہ زور اور خطرناک قسم کے قاتل، بدمعاش دور ہی سے کترا جاتے تھے۔ کوئی میرا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ آج اگر مقابلے کی نوبت آ جائے گی اور میں شکست کھا جاؤں گا تو میری کیسی بے عزتی ہو گی۔ ہر طرف اس کا چرچا ہو گا۔ پھر لوگ مجھے چیونٹی کی طرح مسل دیں گے۔ آہ، میں کیا کروں؟"

"تم بن رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اس قدر کمزور ہو۔ تمھارے

مقابلے میں وہ چھوکرا ہے؟"
"کیسی باتیں کررہی ہو۔ اس کا قد تقریباً میرے برابر ہے۔ کچھ کم ہوگا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ڈیل ڈول میں اچھا خاصا ہے عمر کم ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ طاقت تو اس کے بدن میں ہوگی، نادان چھوکرے کو، اس چیلنج کو ختم کرنے کا بس ایک ہی راستہ ہے۔ تم میری ایک بات مان لو۔"

"کیسی بات؟"

"یہی کہ وہ تمھیں چاہتا ہے۔ تم بھی اسے چاہو۔ قاضی صاحب پوچھیں تو کہہ دینا قبول ہے۔"

"میں اس کا اور قاضی کا منہ نوچ لوں گی۔"

"ایسے کسی کو تو اپنی زندگی میں پسند کروگی؟"

"وہ تو کرلیا، میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔"

"بے بی تہمینہ! نادان لڑکیوں جیسی باتیں نہ کرو۔ میں اور طرح کا آدمی ہوں۔ شام کو ایک شاخ پر بسیرا کرتا ہوں۔ صبح کو پھر سے اُڑ جاتا ہوں۔ آگے پرواز کرتے کرتے پھر شام ہوتی ہے تو جانے کس درخت پر کس شاخ پر بسیرا کرنے کا موقع ملے۔ تم مجھے ایک بار چاہو گی تو زندگی کے ہر سانس میں پچھتاؤ گی۔"

جو عورت دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے وہ زندگی میں کبھی نہیں پچھتاتی۔ سونیا بیس سال تم سے دور ... کبھی پچھتاتی رہی ہو تو مجھے بتاؤ۔ زیادہ سے زیادہ اس نے شکایتیں کی ہوں گی لیکن تمھاری محبت سے باز نہیں آئی ہوگی۔"

سونیا کی بات اور ہے۔"

"جو محبت کی مثالیں قائم کردیتے ہیں۔ اُن کی بات کچھ اور ہوتی ہے۔ ایک دن میری بات بھی کچھ اور ہوگی۔"

میں اس کی باتوں سے پریشان ہوگیا لیکن کوئی جواب نہ دے سکا۔ ہم ریس گراؤنڈ میں پہنچ گئے تھے۔ ایک حصے میں سارے لڑکے لڑکیاں جمع ہوگئے تھے۔ موٹر سائیکل اور کاروں کو ایک جگہ پارک کرکے انھوں نے چاروں طرف پھیل کر درمیان میں ایسی جگہ بنادی تھی جیسے وہاں کوئی زبردست تماشہ ہونے والا ہو۔

رومیو اپنی موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کرنے کے بعد میدان میں اتر کر اپنی آستینیں چڑھا رہا تھا۔ سب لوگ تین تال کی تالیاں رک رک کر بجا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے "لیٹ اَس سی، ہُو از دی وِنر آف اے پراؤڈ بیوٹی۔ ہم دیکھیں گے مغرور حُسن کا فاتح کون ہے۔"

میں نے کار سے اتر کر دوسری طرف کا دروازہ تہمینہ کے لیے کھولا۔ وہ باہر آئی۔ اس کی ریشمی زلفیں ہوا میں لہرا رہی تھیں۔ بڑی بڑی سیاہ غزالی آنکھیں مجھ سے پوچھ رہی تھیں۔ کیا میری عزت نہیں رکھو گے؟ اس وقت چاروں طرف لڑکیاں اور لڑکے شور مچا رہے تھے۔ ایک ایک دو دو فقروں میں، جیسے تہمینہ کے حُسن کے قصیدے سُنا رہے تھے۔ اس کے حُسن، اس کے اسٹائل، اسکے مغرورانہ انداز، اس کی خوش لباسی اور اس کی بے نیازی پر ہر سال کالج کے لڑکے اسے جونت نئے خطابات دیا کرتے تھے۔ ان خطابات کا تذکرہ کررہے تھے۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ تہمینہ اپنے پورے حلقے میں خاصی مشہور تھی۔

میں رومیو کی طرف بڑھا۔ تہمینہ نے میرا بازو تھام کر کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے جان بوجھ کر رومیو سے ہار مان جاؤ گے لیکن ایک بات میں بھی کہتی ہوں۔ اگر میں نے تمھیں ہارا تو تمھارے ساتھ اپنی زندگی بھی ہار جاؤں گی۔ یقین نہ ہو تو کسی بھی وقت، کسی بھی لمحے میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ لینا میں اپنے ارادے کی بہت پکی اور ضدی ہوں۔ اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

میں نے اسے سنجیدگی سے دیکھا اور میدان میں اتر گیا۔ میرے میدان میں آتے ہی اور زور زور سے تین تال پر تالیاں بجنے لگیں۔ میں نے رومیو کے سامنے پہنچ کر کہا "میں عمر میں تمھارے بھائی کے جیسا ہوں۔ تجربے میں باپ کے برابر ہوں۔ اس لیے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں، اس چیز کو پسند کرو اور حاصل کرو جو تمھیں حاصل ہوسکتی ہے۔ جو تم سے دور بھاگے، اسے طاقت کے غرور میں کبھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

اس نے گرج کر کہا "ایک پتے کی بات مجھ سے بھی سُن لو۔ دولت دماغ سے حاصل ہوتی ہے، عورت قوتِ بازو سے۔ جو ایسا نہیں کرسکتے وہ نصیحتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ میرے ہاتھوں تمھیں اپنی موت نظر آرہی ہے تو میں تمھیں بھاگنے کا موقع دیتا ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

"بیٹے! میں لڑنا نہیں چاہتا۔ تم سے لڑنا میرے لیے شرم کی بات ہے۔ بڑی مشکل میں ہوں۔ تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔"

"فکر نہ کرو، میں تمھیں ہاتھ اٹھانے پر مجبور کردوں گا۔"

اس نے اچانک پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں بچ گیا۔ چاروں طرف سے ایک لمبی ہُو کی آواز سنائی دی۔

اب وہ میرے چاروں طرف پینترے بدل رہا تھا۔ لیکن میں جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ مجھے اس کے ساتھ چاروں طرف گھوم کر پینترے بدلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھ رہا تھا کہ وہ کب اور کدھر سے حملہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے حملہ کیا تو اسے پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں پھر بچ گیا تھا اور ایک طرف آرام سے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دور کھڑی ہوئی تہمینہ کو دیکھا۔ وہ اچھل اچھل کر زور زور سے تالیاں بجا رہی تھی۔

رومیو کی کھوپڑی گرم ہوگئی۔ یقیناً غصے میں آنے کی بات تھی۔ وہ تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر جدھر سے پاتا تھا حملہ کرنے

کے لیے دوڑ کر آتا تھا مگر اس کی ہر کوشش ناکام ہورہی تھی۔ کبھی ہاتھ چلاتا تھا کبھی فلائنگ کِک مارتا تھا۔ اور فضا میں اچھل کر خود ہی زمین پر چاروں شانے چت ہوجاتا تھا۔ اب تو چاروں طرف سے تالیوں کا شور بلند ہو رہا تھا وہ اپنی شکست کے احساس سے غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلسل دیوانہ وار حملوں کے باعث بُری طرح ہانپنے لگا اور ایک طرف کھڑے ہوکر غصے سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر لڑکے اور لڑکیوں کو شور مچانے سے منع کیا اور بلند آواز سے کہا "میں نے اب تک اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اس لیے کہ میں اسے مارتا، اس پر ہاتھ اٹھانا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ یہ مجھ سے بہت چھوٹا ہے۔ ایک ناتجربے کار بچہ ہے۔ شرط یہ تھی کہ تہمینہ کو کون جیت کر لے جائے گا! ایسی نادان شرطیں بچے ہی لگایا کرتے ہیں ورنہ ایک نوجوان لڑکی کو جیتنے کے لیے میدان جیتنے کی نہیں، دل جیتنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تمھارا یہ رومیو تہمینہ کا دل جیت سکے گا یا نہیں۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن اس نے مجھے ایک ہاتھ بھی مار دیا تو یہ مجھے جیت لے گا اور میں اپنی شکست تسلیم کرلوں گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے اچانک مجھ پر حملہ کردیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں باتوں میں لگا ہوا ہوں لیکن یہ حملہ اسے بہت ہی مہنگا پڑا۔ کیونکہ اس بار وہ اس ریلنگ سے بُری طرح ٹکرا گیا تھا۔ جس کے دوسری طرف گھوڑے دوڑتے تھے۔ اس کے حلق سے بڑی ہی دلخراش چیخ نکلی تھی۔ وہ زمین پر گر کے بُری طرح لوٹنے لگا۔ اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ اس کے چند ساتھی دوڑ کر اس کے پاس پہنچے تو اس نے غصے سے ہاتھ پاؤں جھٹکتے ہوئے انھیں دور دھکا دیا۔ وہ بہت ہی ضدی اور غصہ ور تھا کسی نہ کسی طرح اٹھ کر کھڑا ہوگیا لیکن بُری طرح ڈگمگا رہا تھا۔ دونوں پاؤں پر اچھی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ گرتا پڑتا اپنی موٹر سائیکل کے پاس گیا اور جب دوبارہ میرے پاس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا چاقو تھا۔ تمام لڑکے اور لڑکیاں ہائے کہہ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر سبھی "شیم شیم" کے آوازے کسنے لگے۔ لیکن اس کے دماغ میں گرمی چڑھ گئی تھی جنون سوار ہوگیا تھا۔ وہ کسی طرح مجھے ختم کردینا چاہتا تھا۔

میں نے کہا "میں اب بھی تمھیں سمجھا رہا ہوں تم میرے خلاف یہ چاقو استعمال نہیں کرسکو گے۔ بزرگوں کی باتیں مان لیا کرو۔ کبھی اپنی جوانی، اپنی طاقت کو بھول جایا کرو۔ ہمیشہ طاقت کے نشے میں رہو گے تو ساری عمر اسی طرح ذلیل ہوتے رہو گے۔"

باتوں کے دوران اس نے مجھے غافل سمجھ کر پھر حملہ کردیا لیکن ناکامی اس کا مقدر تھی۔ وہ بار بار حملے کرتا تھا اور منہ کی کھا کر گر پڑتا تھا۔ ایک بار وہ زمین پر گرا تو اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ اس کا چاقو اس کے بازو میں پیوست ہوگیا تھا۔

کئی لڑکے دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اس کے ہاتھ سے چاقو چھین لیا۔ دوسرا اس کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ میں ایک طرف کھڑا تھا۔ اچانک ہی تہمینہ دوڑتے ہوئے آکر میرے گلے کا ہار بن گئی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنی بیباکی کا مظاہرہ کرے گی۔ مجھے یوں لگا جیسے ریشم پتھر سے لگ کر اپنی ملائمیت کا ذکر چھیڑ رہا ہو اور پھول اچانک کانٹے کی نوک پر آکر کہہ رہا ہو میں تو کانٹوں کے بستر پر ہی کھلا کرتا ہوں۔ پھر میں ہڑبڑا کر اس سے الگ ہوگیا۔ کئی لڑکیاں، لڑکے ہمارے آس پاس تالیاں بجا رہے تھے۔ میں اپنی کار کی طرف بڑھا تو وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ لڑنا نہیں جانتے؟"

"تم نے دیکھا، میں نے لڑائی لڑی تھی؟ وہ خود ہی لڑتا رہا اور خود ہی شکست کھا گیا۔"

میں اپنی کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر پاس والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کیا؟ تم اپنی موٹر سائیکل پر جاؤ۔"

میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ موٹر سائیکل میرا ایک فرینڈ لے آئے گا۔"

میں چاہوں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں یہاں سے اٹھا کر

موٹر سائیکل کی سیٹ پر پہنچا سکتا ہوں، بہتر ہے تم خود ہی چلی جاؤ۔"

"میں مانتی ہوں تم بہت کچھ کر سکتے ہو لیکن کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا دل پھیر سکتے ہو؟"

اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ مجھے کل یہاں سے چلے جانا تھا۔ کل تک میں اسے باآسانی ٹال سکتا تھا۔ میری دوستی جو رنگ لاتی ہے، میں اس رنگ میں اسے رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنی موٹر سائیکل کے قریب پہنچ گئی تو میں اپنی کار اسٹارٹ کر کے روانہ ہو گیا۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ اس نے دور جاتی ہوئی کار کو دیکھا تو موٹر سائیکل پر سوار ہو کر اسے اسٹارٹ کرنے لگی لیکن وہ اسٹارٹ نہ ہو سکی۔ میں نے اس کے دماغ کو بہکا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کا طریقہ اس کے ذہن سے نکال دیا تھا۔ اس نے جھنجلا کر کہا: "میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم میرے دماغ میں موجود ہو اور مجھے تعاقب سے باز رکھنے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے ہو۔"

"تم بہت سمجھ دار ہو۔ میرے پیچھے آنے کے بجائے اپنے دوستوں کے ساتھ چلی جاؤ۔ خدا تمھیں خوش رکھے۔ خدا حافظ۔"

میں نے جاوید سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا: "بھائی جان! آپ کی سوچ اپنے دماغ میں محسوس کر کے عجیب سا لگ رہا ہے۔ یہ آپ ہی بول رہے ہیں نا؟"

"ہاں، میں ہی بول رہا ہوں۔ تم کل اپنا بین الاقوامی پاسپورٹ بنوا لو۔ میں اس سلسلے میں سعید صاحب سے بات کر لوں گا۔ تمھیں جلد ہی برما جانا ہو گا۔ وہاں رنگون میں میری بہت سی دولت اور جائداد منجمد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے حاصل کر کے کوئی کاروبار شروع کر دو۔ وہ تمام سرمایہ تمھارے اور ریحانہ کے لیے ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں اتنا بڑا احسان نہیں اٹھا سکوں گا۔"

"بھائی بھائی پر احسان نہیں کرتا۔ اس کے کام آتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں اپنی محنت سے کمانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم میری دولت اور جائداد کے نگراں بن جاؤ۔ اس کام کے عوض میں تمھارے لیے جو معاوضہ مقرر کروں اسے قبول کر لینا لیکن تمھیں ہر حال میں رنگون جانا ہے۔ اس کے لیے ابھی سے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ۔"

میں ہسپتال پہنچا تو معلوم ہوا ڈاکٹر فاروقی کی بیگم میرے فرضی پارس کو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔ میں نے ڈاکٹر وسیم درانی سے پوچھا۔ "آپ نے انھیں کیوں لے جانے دیا؟"

ڈاکٹر نے کہا: "وہ بڑے اعتماد کے لوگ ہیں۔ وہ آپ کے بیٹے کی پوری نگرانی کریں گے۔ اس کی حفاظت کریں گے۔ انھوں نے اس کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ یہاں آپ نے اسے آیا کے حوالے کیا تھا۔ آیا کسی وقت بھی آپ کے دشمنوں کی چال میں آسکتی تھی۔ ہم بہت پریشان تھے۔ اس بچے کی حفاظت ہمارے لیے ایک پرابلم بن گئی تھی۔"

میں ڈاکٹر وسیم درانی کی اس مجبوری کا احساس کر کے خاموش ہو گیا اور کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر فاروقی کے مینٹل ہسپتال جا پہنچا۔ ہسپتال کے پیچھے ہی ان کا ایک بنگلہ تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو تہمینہ برآمدے میں کرسی پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "میں جانتی تھی آپ یہاں ضرور تشریف لائیں گے۔ آپ کے صاحبزادے میرے پاس ہیں۔ میں سونیا سے کسی طرح بھی چالاکی میں کم نہیں ہوں۔ میں نے امی سے ضد کی تھی کہ وہ کسی طرح پارس کو یہاں لے آئیں۔ ہم اس کی پرورش اور نگرانی کریں گے۔"

میں ایک کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا: "بھئی، میں ہار گیا، تم جیت گئیں۔ کہاں ہے میرا بیٹا؟"

تھوڑی دیر بعد اس کی امی پارس کو گود میں لے کر آگئیں اور اسے میری گود میں دے دیا۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ وہ ڈھیر ساری دعائیں دینے لگیں۔ انھوں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "بیٹا! رات ہو چلی ہے۔ ابھی کھانے کا وقت ہو جائے گا۔ اب ہم تمھیں کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دیں گے۔"

"آنٹی! یہ آپ کی صاحبزادی جانتی ہیں کہ میں نے شام کے پانچ بجے کھانا کھایا ہے۔ اتنی جلدی دوبارہ تو نہیں کھا سکتا۔"

تہمینہ نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ رات کے گیارہ بجے کھائیں گے مگر جب تک کھانا نہیں کھائیں گے یہاں سے نہیں جا سکیں گے۔"

اس کی والدہ نے کہا: "بیٹی تم جاؤ اور ان کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لے آؤ۔"

تہمینہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی اس کی امی نے تشویشناک انداز میں کہا: "تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اگر چاہو تو تہمینہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کا تجزیہ کر سکتے ہو۔ یہ ذرا پاگل قسم کی لڑکی ہے۔ دوبار اس پر دماغی دورہ پڑ چکا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ بچپن سے اس قریبی مینٹل ہسپتال میں جاتی اور دماغی مریضوں کے ساتھ وقت گزارتی رہی ہے۔ شاید اسی کا اثر ہے۔ عجیب الٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہے۔ دیکھو نا تمھارے بچے کو یہاں لانے کیلیے اس قدر ضد کی کہ میں مجبور ہو گئی۔ اگر میں اس کی بات نہ مانتی تو یہ خودکشی کر لیتی۔"

میں مسکرا کر بولا: "اس نے آپ لوگوں کو خوب دھمکی دی ہے۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ ہم آزما چکے ہیں۔ ایک بار ہم نے اس کی ضد پوری نہیں کی تو اس نے زہر کھا لیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے اس کی جان بچائی ہے۔ اب ہم کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے۔"

"کیا اب بھی کوئی بات ہو رہی ہے؟"

"تمھارے بچے کے سلسلے میں ضد کر رہی ہے کہتی ہے بچہ ہمارے پاس رہے گا۔ اگر تمھاری بیوی رسونتی کے ساتھ اسے بھیجا جائے گا تو اس کے لیے ایک آیا کی ضرورت ہو گی لہٰذا وہ اپنے بین الاقوامی پاسپورٹ کے ذریعے آیا بن کر اس بچے کو تمھارے ساتھ لے کر جائے گی۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا: "اس کی یہ ضد مجھے بھی مشکلات میں ڈال دے گی۔"

"میں ایک ماں ہوں۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ میری بیٹی تمھیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ تمھیں اپنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اگر وہ ناکام ہو گئی تو جان پر کھیل جائے گی۔ میں اس کا انجام بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں تم سے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ تم میری بیٹی کو اپنا لو۔ تم ایک بیوی کے شوہر ہو۔ میرے لڑکے بتا رہے تھے کہ رسونتی کے علاوہ تمھاری زندگی میں سونیا جیسی عورتیں بھی ہیں۔ پھر بھلا میں اپنی بیٹی کے لیے ایسی کوئی بات کیسے زبان پر لا سکتی ہوں؟"

"آنٹی! آج صبح سے میں تہمینہ کو طرح طرح سے ٹال رہا ہوں۔ اس سے کترا رہا ہوں۔ اب یہی ہو سکتا ہے میں کل یہاں سے چپ چاپ چلا جاؤں اور اسے خبر تک نہ ہو۔"

"خبر کیسے نہیں ہو گی۔ یہ تمھارے بارے میں پل پل کی خبر رکھتی ہے۔ پھر تم کوئی گمنام آدمی بھی نہیں ہو پھر ائیرپورٹ میں جو فلائنگ ہسپتال موجود ہے، اس کے جانے کی اسے ضرور خبر ہو جائے گی۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ایک جگہ قید کر دوں گا یا اس کے دماغ میں اس وقت تک قابض رہوں گا جب تک یہاں سے چلا نہ جاؤں۔"

"اس کے بعد کیا ہو گا بیٹے؟ اس کے بعد تو اس پر جنون سوار ہو جائے گا۔ یہ پھر کسی کی نہیں سنے گی۔ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ ہم ایک بار یہ تماشہ دیکھ چکے ہیں۔ اب دوسری بار دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد کہا: "اچھی بات ہے۔ آج اسے سونے دیجیے۔ جب یہ گہری نیند میں ہو گی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے منفی اور مثبت خیالات کو سمجھنے کی کوشش کروں گا اور یہ بھی سمجھنا چاہوں گا کہ کس طرح اس کے منفی خیالات پر مثبت خیالات غالب آسکتے ہیں۔"

"اس کے پاپا دماغی امراض کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ تم چاہو تو اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا تجزیہ کر سکتے ہو اور اس کو راہِ راست پر لا سکتے ہو۔ ہماری پریشانیاں تم ہی ختم کر سکتے ہو۔"

"میں پوری دیانت داری سے یہ کوشش کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد تہمینہ چائے لے کر آگئی۔ میں نے کہا: "میں چائے پینے کے دوران بالکل خاموشی چاہتا ہوں۔ آپ لوگ آپس میں باتیں کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مجھے مخاطب نہ کریں۔"

یہ کہہ کر میں نے چائے کی پیالی سے ایک ہلکی سی چسکی لی اور رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ آس پاس کی آوازوں کو سن اور سمجھ رہا تھا۔ ڈاکٹر قریب ہی کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

میں نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں ابھی رسونتی کے دماغ سے آرہا ہوں۔ وہ ہوش میں ہے اور آپ لوگوں کی باتیں اچھی طرح سن اور سمجھ رہی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا علاج کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔ آپ اس کے دماغ کی کچھ اور حالت بیان کریں۔"

میں پھر اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا: "یہ دماغی طور پر نارمل ہے۔ سوچ کی لہریں اپنی روانی میں ہیں لیکن یہ خود کو اجنبی محسوس کر رہی ہے۔ سوچ رہی ہے کہ یہ آس پاس کون لوگ بول رہے ہیں اور مجھے نظر کیوں نہیں آرہے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دوسرے ڈاکٹر نے کہا: "دیکھیے! وہ آنکھیں کھول رہی ہے۔"

دونوں ڈاکٹر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہی تھی۔ پھر اس نے پوری طرح آنکھیں کھول کر آس پاس کے ماحول کو دیکھنا شروع کیا وہ سوچ رہی تھی: "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا: "رسونتی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا تم مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ تھوڑی دیر تک میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی رہی۔ سنتی رہی۔ پھر اس نے بڑی نقاہت سے زبان کے ذریعے کہا: "یہ مجھے کون مخاطب کر رہا ہے؟ کون بول رہا ہے؟"

ایک ڈاکٹر نے اس کے قریب جھک کر کہا: "ابھی تو تم سے کوئی نہیں بول رہا ہے، ہم تمھارے پاس ہیں۔"

"میرے دماغ میں کوئی کہہ رہا ہے۔ میں فرہاد ہوں۔ مجھ کو پہچانو۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہاں، ہاں، مسٹر فرہاد تمھارے شوہر ہیں۔ تم ان کی بیوی ہو۔ کیا تم انھیں نہیں پہچان سکتی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی: "نہیں، تم لوگ کون ہو۔ مجھے یہاں کس لیے لائے ہو؟"

"ہم ڈاکٹر ہیں۔ تمھارا علاج کر رہے ہیں تم بہت بیمار ہو۔"
اس نے پوچھا: "میں بیمار ہوں؟"
"ہاں، یہ بتاؤ۔ تمھارا نام کیا ہے؟"
وہ بہت ہی نقاہت سے بولی: "میرا نام؟ میرا نام؟"
وہ سوچنے لگی۔ یاد کرنے لگی۔ پھر اس نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"
ڈاکٹر نے کہا: "میرا نام ہیرش واسکی ہے اور تمھارا نام رسونتی ہے۔ رسونتی۔ بولو۔ رسونتی۔"
وہ دھیرے دھیرے بڑبڑانے لگی: "رس ون تی۔ رسونتی۔"
ڈاکٹر نے پوچھا: "جانتی ہو۔ پارس کس کا نام ہے؟"
وہ سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ اپنے ذہن پر زور دے کر سوچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ پارس کس کا نام ہے لیکن اسے یاد نہیں آرہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: "پارس تمھارے بیٹے کا نام ہے۔ کیا تم اپنے بیٹے کو بھی بھول گئیں؟"
وہ مجھ کو، پارس کو، کیا اپنے آپ کو بھی بھول چکی تھی اور جو اپنے آپ کو بھول جائے وہ ساری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم پہلے مرحلے میں اس حد تک کامیاب ہو گئے ہیں کہ دماغ سے زہریلے اثرات ختم ہو گئے۔ آئندہ مرحلے میں یہ اپنے آپ کو اور اپنے لوگوں کو پہچاننے بھی لگیں گی۔"
دوسرے ڈاکٹر نے رسونتی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا: "آرام سے لیٹی رہو، اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو۔ تمھیں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"
انھوں نے ایک نرس کی ڈیوٹی لگا دی اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں نے پوچھا: "کیا میں آہستہ آہستہ اس کے ذہن میں اپنی یاد تازہ کرنے کی کوشش کروں؟"
ڈاکٹر نے جواب دیا: "یہ مناسب نہیں ہے۔ ابھی اس کی ذہنی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ دوسری سوچوں کو قبول کرے۔ اس کا دماغ کمزور ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"
"ڈاکٹر! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی بیوی کے دماغ کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ اس کے شعور سے تحت الشعور تک کوئی بات بھی تشویش ناک نظر نہیں آتی۔ آپ طبی مطالعہ کی رو سے بتائیں؟"
"ہماری اسٹڈی بھی یہی ہے۔ آپ کی وائف دماغی طور پر یوں تو پر سکون ہو چکی ہیں اور زہریلے اثرات سے محفوظ ہو گئی ہیں لیکن ان کے دماغ میں جو کمزوری باقی رہ گئی ہے۔ اسے بھی دور کرنا ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ جو خون تبدیل کر کے انھیں دیا گیا ہے۔ وہ پچھلے خون کے مضر اثرات سے کس حد تک محفوظ ہے۔ بائی دی وے مسٹر فرہاد! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ یہ سب کچھ یہاں کے ڈاکٹر بھی معلوم کر سکتے ہیں اور آپ کی وائف کا خاطر خواہ علاج بھی کر سکتے ہیں۔ اگر مصروفیت کی وجہ سے اتنی دور پیرس نہ جانا چاہیں۔ تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ ہمارے ساتھ سفر کریں۔ آپ کی وائف کو یہاں کے بہترین مینٹل ہسپتال میں رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کبھی حالت بہت زیادہ تشویش ناک ہوئی تو ہم اسی طرح عین وقت پر مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔"
"آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ میں اپنے ملک میں رہنا چاہتا ہوں۔ یہاں میرے اپنے بہت سے لوگ ہیں میری وائف کے لیے بہت سی محبتیں ہیں۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کے پاس موجود رہے گا۔ علاج بھی ہوتا رہے گا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغی علاج کے ماہرین کی بھرپور مدد کرتا رہوں گا۔"
"ٹھیک ہے۔ آپ اپنی وائف کو کل صبح تک کسی مینٹل ہسپتال میں منتقل کر دیں۔ ہم اپنے وقت پر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"
میں دماغی طور پر ڈاکٹر فاروقی کی کوٹھی کے برآمدے میں حاضر ہو گیا۔ میرے سامنے تہمینہ اور اس کی والدہ بیٹھی ہوئی دھیرے دھیرے باتیں کر رہی تھیں۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو تہمینہ نے حیرانی سے کہا: "مائی گڈنس۔ اگر میں اتنی دیر خاموش رہوں تو میرا دم نکل جائے اور کوئی اتنی دیر خاموش رہ کر عبادت میں ڈوبا رہے تو اسے فوراً جنت مل جائے۔ تم آدمی ہو یا مشین؟"
اس کی والدہ نے ذرا ناراض ہو کر کہا: "فرہاد میاں سے تمھاری یہ بے تکلفی اچھی نہیں لگتی۔ یہ تم سے تجربے میں، شہرت میں، عمر میں، ہر لحاظ سے بڑے ہیں۔ تمھیں ان کے سامنے ادب سے گفتگو کرنا چاہیے۔"
"ممی! آپ مجھے ادب سے گفتگو کرنے کی نصیحتیں کر رہی ہیں حالانکہ بے تکلفی کا مطلب بے ادبی نہیں ہوتی۔ اگر میں نے ناشائستہ الفاظ کہے ہوں یا ایسی کوئی بات کہہ دی ہو جس سے فرہاد کی توہین کا پہلو نکلتا ہو تو میں ابھی آپ کے سامنے سر جھکا کر معافی مانگ لوں گی۔"
"فرہاد میاں تم سے عمر میں تقریباً دو گنے ہیں۔ اور تم انھیں فرہاد کہتی ہو۔ بھائی جان نہیں کہہ سکتیں؟"
"ممی! ہماری سوسائٹی میں دوست کو بھائی جان نہیں کہتے۔ یہ آپ کے زمانے میں ہوتا تھا۔ آپ لوگ پہلے کسی کو بھائی کہتی ہیں۔ پھر میاں بنا لیتی ہیں۔"
وہ غصے سے بولیں: "کیا بکتی ہے لڑکی؟"
"آپ ہی نے تو کہا تھا کہ شادی سے پہلے آپ پاپا کو بھائی جان کہا کرتی تھیں۔"
وہ بولیں: "وہ میرے بڑے ابا کے صاحبزادے ہیں میں انھیں اور کیا کہتی؟"
"اور اب شادی کے بعد پاپا کو جان کہتی ہیں۔ بھائی کو ماضی میں چھپا دیا اور جان کو رہنے دیا۔"
اس کی والدہ میرے سامنے جھینپ گئیں۔ دوسری طرف منہ پھیر کر سر پر دوپٹہ رکھ آنچل سے اپنے چہرے کو چھپاتے ہوئے بولیں۔ "اے لڑکی! تیری زبان چلتی ہے تو سوچتی نہیں کہ کیا بول رہی ہے۔ تیرے باپ نے جتنا تجھے سر پر چڑھا رکھا ہے۔ ایک دن وہ اتنا ہی پچھتائیں گے۔"
ان کی بات ختم ہوتے ہی ہسپتال کے پچھلے حصے سے ڈاکٹر فاروقی آتے ہوئے نظر آئے۔ تہمینہ کی والدہ انھیں دیکھتے ہی اٹھ کر اپنے میاں کے پاس پہنچ گئیں۔ وہ اتنی دور تھیں کہ ان کی باتیں ہم نہیں سن سکتے تھے۔ لیکن میں نے خیال خوانی کے ذریعے سنا وہ کہہ رہی تھیں: "آپ نے اپنی لاڈلی کو اتنا سر چڑھا لیا ہے کہ اب آپ کے اور ہمارے رونے کے دن آ گئے ہیں۔ یہ فرہاد میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ اس لڑکی کی دیوانگی کو آپ نہیں سمجھ سکتے۔ میں سمجھ رہی ہوں۔"
"میں بھی سمجھتا ہوں، یہ آج کل کے لڑکے لڑکیاں ذرا سی ناکامی کو برداشت نہیں کرتے اور خودکشی کر لیتے ہیں میں اپنی بیٹی کی طرف سے اندیشوں میں گھرا رہتا ہوں۔ کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔"
تہمینہ نے پوچھا: "یہ تم کہاں گم ہو گئے ہو؟ کیا پھر خیال خوانی شروع کر دی۔"
میں نے چونک کر اسے دیکھا اور سنجیدگی سے کہا: "تہمینہ! کیا اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ سائے کے پیچھے بھاگنا نادانی ہے۔"
"وجود کے بغیر سایہ نہیں ہوتا۔ میں جس سائے کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔ اس کا یقیناً کوئی وجود ہے۔"
"میں ایسے وجود کی بات کر رہا ہوں جو سائے کی طرح کبھی ہاتھ نہیں آتا۔"
"تو کیا ہوا؟ میں بھاگتے بھاگتے گر پڑنے اور مر جانے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔"
میں اس کی بات کا جواب نہ دے سکا۔ ڈاکٹر فاروقی اپنی بیگم کے ساتھ برآمدے میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا۔ انھوں نے پوچھا: "تمھاری بیگم کا کیا حال ہے؟"
"میں انھیں آپ کے ہسپتال میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔"
انھوں نے حیرانی سے پوچھا: "میں نے تو سنا تھا، تم انھیں اور بچے کو لے کر پیرس جا رہے ہو۔"
میں نے انھیں امریکی اور جرمن ڈاکٹروں کے مشورے سنائے۔ رسونتی کی موجودہ حالت سے آگاہ کیا۔ انھوں نے کہا: "پھر تو بے شک رسونتی کو میرے ہسپتال میں لے آؤ۔ ان کے لیے ایک کمرہ ابھی مخصوص کیے دیتا ہوں۔"
ان کی بیگم نے پریشان ہو کر اپنی بیٹی تہمینہ کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا: "فرہاد میاں! کیا تم رسونتی کے ساتھ یہیں رہو گے؟"
میں نے تہمینہ کی طرف دیکھا۔ وہ چپ چاپ مسکرا رہی تھی مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "یہ سائے کے پیچھے بھاگنے والی کی تقدیر ہے۔ سایہ بھاگتے بھاگتے میرے ہی دروازے پر رک رہا ہے۔"
میں نے اس کی والدہ سے کہا: "ہم سب حالات سے لڑ سکتے ہیں تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔ میں کل صبح تک یہاں سے چلے جانے کی کوشش کروں گا۔"
میری بات سنتے ہی تہمینہ نے ایک دم غصے سے کہا: "امی، اِٹ از شیم فار یو۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ فرہاد کو یہاں سے بھگا کر مجھے پنجرے میں بند کر دیں گی۔ میں آپ کے زمانے کی لڑکی نہیں ہوں جنھیں گھونگھٹ میں باندھ دیا جاتا تھا۔"
وہ غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے بنگلے کے اندر چلی گئی۔ اس کی امی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اے میں کیوں بھگانے لگی فرہاد میاں کو۔ یہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ یہ خود ہی کل جا رہے ہیں۔"
ڈاکٹر فاروقی نے ذرا سخت لہجے میں کہا: "بیگم! ہماری آج کی نسل اتنی نادان نہیں ہے کہ باتوں کے پیچھے چھپے ہوئے مفہوم کو نہ سمجھ سکے۔"
وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے میں نے اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ نہ تو میری وجہ سے پریشان ہوں نہ آپس میں جھگڑا کریں۔ میں خاموشی سے چلا جاؤں گا۔ تہمینہ کو آپ لوگ یہی بتائیں کہ میں رسونتی کے علاج کے لیے یہاں ایک عرصے تک قیام کروں گا۔ آپ کی بیگم کے سوچنے کا انداز بالکل مناسب ہے۔ یہ ایک بیٹی کی ماں ہیں۔ انھیں اسی انداز میں سوچنا چاہیے۔ سیلاب کے آگے بند باندھنا بہت مشکل ہے۔ جب تک میں یہاں نہیں تھا اس وقت تہمینہ میرے متعلق سنتی تھی، پڑھتی تھی، معلومات حاصل کرتی تھی لیکن یہ دیوانگی نہیں تھی جو اب نظر آرہی ہے۔ اسی طرح جب میں نظروں سے دور ہو جاؤں گا اور کہیں میرا نام نشان نہیں ملے گا۔ وہ میرے کسی ٹھکانے تک نہیں پہنچ سکے گی تو رفتہ رفتہ اس کی دیوانگی میں کمی آجائے گی۔"
ڈاکٹر فاروقی نے کہا: "میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ میری بیٹی کی وجہ سے آپ اپنی بیوی کا علاج میرے ہاں نہیں کرائیں گے کسی دوسری جگہ لے جائیں گے۔"

"اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ علاج ہونا ہے کہیں بھی ہو جائے گا لیکن میں وہ بدنامی اپنے سر نہیں لینا چاہتا جو آئندہ میرا انتظار کر رہی ہے۔ میں ماضی میں بہت بدنام ہو چکا ہوں۔ بے شک ایک عیاش اور آوارہ آدمی سمجھا جاتا ہوں لیکن کوئی یہ انصاف سے نہیں کہتا کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اب میں کوشش کرتا ہوں کہ تالی بجاتے وقت میرا ہاتھ آگے نہ بڑھے۔ اسی لیے میں پیچھے ہٹ رہا ہوں۔"

تہمینہ کی والدہ نے کہا "خدا تمھارا بھلا کرے خدا تمھیں لمبی عمر دے اور دشمنوں سے محفوظ رکھے لیکن بیٹے! وہ پارس کو یہاں لے آئی ہے اب اسے اپنی نظروں سے دور نہیں کرے گی۔"

"میں رسونتی کو ہسپتال میں لاؤں گا تو کل شام کو بچے کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ بچہ رسونتی کے پاس ہوگا تو میں ماں بیٹے کو لے کر چپ چاپ نکل جاؤں گا، آپ اطمینان رکھیں۔ یہ ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "میں آپ کو دماغی امراض کے ایک ماہر کا پتا بتا رہا ہوں وہ بہت ہی تجربے کار ہیں۔ آپ رسونتی کو وہاں۔۔"

میں نے ان کی بات کاٹ کر کہا "آپ کسی کا پتا نہ بتائیں کیونکہ آپ کی لاڈلی بیٹی جب آپ سے ضد کرے گی تو آپ وہ پتا اسے بتانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں خود ہی معلومات حاصل کر لونگا۔"

آپ رسونتی کو کب ہسپتال پہنچا رہے ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کے پاس ایک نرس بیٹھی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی، رسونتی اس کی باتیں سن رہی تھی لیکن اس کے سمجھنے میں بچوں جیسا بھولپن تھا۔ وہ بڑی حیرانی سے جو سنتی تھی، ان کے متعلق سوالات بھی کرتی تھی۔ اس نے کہا "سسٹر! تمھاری باتیں سن کر مجھے تمھاری دنیا اجنبی سی لگتی ہے۔ یہ سوچ کر عجیب سا لگتا ہے کہ کوئی فرہاد میرے شوہر ہیں اور میں ان کے بچے کی ماں بن گئی ہوں۔ چھی چھی، کیسی شرم کی بات ہے مجھے تو سوچنے سے ہی شرم آتی ہے تم عورت ہو میں تم ہی سے پوچھ سکتی ہوں بلیز سچ سچ بتاؤ۔ کیا کوئی مرد شوہر کی حیثیت سے میرے قریب آ چکا ہے؟"

نرس نے ہنس کر اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا "کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ یہ تو محبت ہے اور یہ بہت پیارا رشتہ ہے جو نئی نسل کو جنم دیتا ہے۔ تمھارا شوہر تو بہت ہی نامور شخص ہے۔ ایک غیر معمولی صلاحیت کا انسان ہے۔ تمھیں تو اس پر فخر کرنا چاہیے۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

نرس اس کی شرم حیا کو نہیں سمجھ سکتی تھی جب رسونتی پہلی بار میرے سامنے آئی تھی تو وہ ایک مندر کی دیوداسی تھی۔ اس کے دماغ کے کسی گوشے میں بھی کبھی کسی مرد کا تصور نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو دیوتاؤں کی امانت سمجھتی تھی اور اب پھر اسی مقام پر پہنچ گئی تھی۔

منجالی کا زہر اسے مار ہی ڈالتا لیکن ڈاکٹروں نے اسے بچا لیا۔

میں نے امریکی ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر کہا "ڈاکٹر! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ جو زہریلا پن رسونتی کے دماغ میں تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ زندگی کی یادیں بھی ختم ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ وہ اپنے ماضی بعید کو نہیں بھول سکی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ کنواری ہے اور صرف اپنے دیوتاؤں کی امانت ہے کوئی مرد اس کے بدن کو چھو نہیں سکتا۔ بہت پہلے اس کے یہی خیالات تھے جب میری اس سے شادی نہیں ہوئی تھی اور اب بھی وہی خیالات اس پر غالب آ گئے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "جب یہ ہوش میں آئی تھی تو اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ آپ نے اس کے دماغ کی تہہ میں جھانک کر دیکھا تھا اور اس کی دماغی رپورٹ پیش کی تھی۔ اب یہ اپنے آپ کو پہچان رہی ہے۔ موجودہ زندگی کے حوالے سے نہ پہچانے لیکن ماضی کے حوالے سے پہچاننے لگی ہے۔ اب آپ اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر معلومات حاصل کریں تو ہمیں بھی اس کیس کے بارے میں کچھ نئی معلومات حاصل ہوں گی۔"

ڈاکٹر کا مشورہ سنتے ہی میں رسونتی کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ کی تہہ میں آنہ گیا۔ اس کی سوچ کی لہریں بڑی رواں دواں تھیں۔ کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اپنے موجودہ حالات کے متعلق سوچتے وقت ذرا پریشان ہو جاتی تھی ورنہ کوئی بات تشویشناک نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ کی تہہ میں اتر کر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ آخر وہ مجھے کیوں نہیں پہچانتی تھی؟ اپنی موجودہ زندگی کیوں بھول گئی تھی؟ اور اس کا ماضی کیوں اس پر غالب آ رہا تھا؟

آہستہ آہستہ مجھے اس کے دماغ کی تہہ سے جواب موصول ہونے لگا وہ چونکہ ایک کٹر مذہبی ہندو گھرانے میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کے ذہن پر اس کا دھرم پوری طرح حاوی تھا اسے بچپن سے جوانی تک مندر کا ماحول ملا تھا منجالی کے زہر نے اس کے دماغ کو بالکل دھو ڈالا تھا اب نئے خون کی تبدیلی سے دماغ کی نئی ابتدا ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ابتدا سے سوچنا شروع کر رہی تھی اور اس کی سوچ کے مطابق خود کو ایک ہندو کنواری دوشیزہ سمجھ رہی تھی۔

میں نے ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ وہ ہنسنے کے بعد کہنے لگا "اب یہ ایک نفسیاتی کیس بن گیا ہے۔ اس کا دماغ اپنی زندگی کو شروع سے ری وائنڈ کر رہا ہے جس طرح بچے بھولے ہوئے سبق کو اچھی طرح یاد کرنے کے لیے اسے ابتدا

سے پڑھتے ہیں۔ اسی طرح رسونتی نے آموختہ شروع کیا ہے۔ اپنی زندگی کو بالکل ابتدا سے پڑھ رہی ہے۔ جب تک وہ موجودہ حالات تک نہیں پہنچے گی۔ اس وقت تک تمھیں اور بچے کو پہچاننے سے انکار کرتی رہے گی۔"

میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر ڈاکٹر فاروقی کے کے سامنے حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیا حال ہے؟"

میں نے انھیں تفصیل سے رسونتی کے متعلق بتایا۔ انھوں نے بھی یہی کہا "یہ ایک نفسیاتی کیس بن گیا ہے۔ اس کے ذہن کی تجدید ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ ابتدا سے اپنے آپ کو یاد کرے گی۔ اس کا دھرم اور اس کی پوجا اور اس کے مندر کا ماحول چونکہ اس کے حواس پر غالب ہے۔ اس لیے وہ اپنی یادداشت کی ابتدا وہیں سے کر رہی ہے۔"

میں نے تعجب کا اظہار کیا "کمال ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ عورت جب ماں بن جاتی ہے تو پھر وہ اپنا دھرم، عقیدہ، ماحول اور اپنا ماضی سب کچھ بھول جاتی ہے صرف بچے کو اور اپنی ممتا کو یاد رکھتی ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے پارس کو بھلا دیا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی تہمینہ کی والدہ گھبرائی ہوئی ہمارے پاس آئیں۔ ان کے پیچھے ملازمہ بھی تھی۔ وہ ہانپتے ہوئے بولیں۔ "میں نے تمام کمروں میں دیکھ لیا ہے۔ پارس نہیں ہے۔"

"کیا؟" میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

وہ بولیں "میں نے اس کمبخت کو پارس کی دیکھ بھال کے لیے کہا تھا۔ یہ کہتی ہے کہ تہمینہ بی بی نے اسے کچن میں چائے بنانے کے لیے بھیج دیا تھا جس کی وجہ سے یہ پارس سے غافل ہو گئی۔"

میں نے ملازمہ کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا "میں چائے بنا کر واپس آئی تو بچہ کمرے میں نہیں تھا۔ میں نے سوچا شاید تہمینہ بی بی اسے باہر لے گئی ہیں۔"

بیگم نے کہا "تہمینہ نے کبھی کسی رشتے دار کے بچے کو بھی گود میں نہیں لیا۔ میں حیران ہوئی کہ آخر اسے کیسے لے گئی؟ اور کہاں لے گئی؟ میں نے تمام کمرے دیکھ ڈالے لیکن نہ وہ ہے، نہ بچہ ہے۔"

میں فوراً ہی تہمینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اس کی گود میں تھا۔ میں نے پوچھا "تہمینہ! یہ کیا حماقت ہے۔ تم بچے کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی میں نے کہا "میں فرہاد ہوں، تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ ادھر ادھر کیا دیکھ رہی ہو۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

اس نے جواب دیا "اگر تم میرے دماغ میں پہنچ ہی چکے ہو تو سن لو میں تمھاری محبت کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں تمھیں میری اور پارس کی قسم ہے۔ میری ممی اور پاپا کو کچھ نہ بتانا۔ ہو سکے تو میرے دماغ سے تم بھی کچھ معلوم نہ کرنا۔ میں بعد میں بتلا دوں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ فوراً واپس آؤ۔ ورنہ میں تمھارے والدین کو لے کر تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"میں نہیں آؤں گی اور نہ ہی تمھیں کچھ بتاؤں گی۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا تو پتا چلا۔ اس وقت اس کی ٹیکسی شاہراہ پاکستان پر دوڑ رہی ہے اور اس کا رخ جہلم کی طرف ہے۔ میں نے اس کے ذریعے ڈرائیور کو مخاطب کیا اور کہا "ڈرائیور! واپس چلو۔ میں آگے نہیں جاؤں گی۔"

ڈرائیور نے جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر اس کی زبان سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ تب بھی جواب نہ ملا۔ تب میرا ماتھا ٹھنکا یقیناً اسے اور میرے بچے کو اغوا کیا جا رہا تھا۔ اس وقت تہمینہ پوری طرح میرے کنٹرول میں تھی۔ اس نے بچے کو پچھلی سیٹ پر آرام سے لٹا دیا اور عقب سے ڈرائیور کی گردن دبوچ کر بولی "روکتے ہو یا میں تمھارا گلا دبا دوں۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ تہمینہ نے اس کی گردن چھوڑ دی اور بچے کو گود میں اٹھا کر گاڑی سے اترنے کے لیے دروازے کی طرف مڑی ہی تھی کہ ڈرائیور نے اس کی کنپٹی سے پستول کی نال لگا کر اسے اگلی سیٹ پر آنے کا اشارہ کیا۔

میں تہمینہ کے دماغ پر قابض ہونے کے باوجود پستول کے سامنے کچھ نہیں کر سکتا تھا اگر تہمینہ کے ذریعے کوئی اقدام کرتا تو تہمینہ اور نقلی پارس کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ بے چون و چرا ڈرائیور کے حکم کی تعمیل کی جائے چنانچہ میں نے ان کے درمیان مداخلت نہیں کی۔ تہمینہ خاموشی سے بچے کو لے کر آگے چلی گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر آنکھیں کھول دیں اور اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تہمینہ اور بچے کو اغوا کر کے جہلم لے جایا جا رہا ہے۔"

کار تک پہنچنے سے پہلے ہی میں نے سعید صاحب سے رابطہ قائم کر کے انھیں حالات سے آگاہ کر دیا۔ انھوں نے کہا "میں ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہائی وے کی تمام پولیس چوکیوں کو اطلاع دے کر خود بھی ادھر ہی آ رہا ہوں۔ تم میری رہنمائی کرتے رہنا۔"

میں نے اپنی کار زیرو پوائنٹ کی طرف دوڑا دی۔ وہ ٹیکسی بھی ادھر ہی جا رہی تھی۔ اس کا ڈرائیور میرے دشمنوں میں سے ہی تھا۔ اس نے تہمینہ کے سامنے زبان بند رکھ کے مجھے اپنے دماغ سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں بار بار تہمینہ کی

خبر گیری کر رہا تھا۔ وہ بار بار اس سے پوچھ رہی تھی کہ وہ اسے کہاں لے جانا چاہتا ہے لیکن ڈرائیور اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے یوں انجان بنا ہوا تھا جیسے اس کی کوئی بات اس کے کانوں تک پہنچ ہی نہ رہی ہو۔

میں نے تہمینہ کے دماغ سے معلوم کیا اس وقت ان کی ٹیکسی ایک ایسے پہاڑی راستے سے گزر رہی تھی جہاں کچھ فاصلے پر گہری کھائیاں بھی تھیں۔ گاڑی کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ تھی۔ میں ستر اور اسی میل کی رفتار سے ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ ان کی گاڑی کی رفتار معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنی کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ شاہراہ سے گزرنے والی چھوٹی بڑی گاڑیوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا میں اس خطرناک انداز سے آگے بڑھ رہا تھا کہ میری ذرا سی چوک یہ سلرا کھیل ختم کر سکتی تھی۔ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کا قصہ یوں تمام ہو جاتا کہ میری داستان تک نہ ہوتی داستانوں میں۔

میرے لیے اب اس بچے کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی کیونکہ جس کے لیے وہ بچہ حاصل کیا گیا تھا وہ اب اس قابل نہیں رہی تھی کہ کوئی بھی بچہ اس کی بے سکون زندگی کو قرار بخش سکتا یا اس کے دماغ کا منتشر تانا باناجوڑ کر اسے شعور کی دنیا میں واپس لا سکتا۔ لیکن بہرحال وہ ایک انسان کا بچہ تھا کسی کی آنکھوں کا اجالا تھا اور کبھی میں نے اُسے رسونتی کے دل کے زخم بھرنے کے لیے مرہم بنایا تھا اور جب وہ موت کی تاریک راہوں پر چل پڑی تھی تو اسی بچے کو اس کی راہ میں حائل کر کے اسے موت کو شکست دینے کے قابل بنایا تھا۔ اگر یہ بچہ اس کے سینے میں دبی ہوئی ممتا کی چنگاری کو ہوا نہ دیتا تو رسونتی کی زندگی کا چراغ روشن نہ رہ سکتا۔ اس بچے کے مجھ پر اور رسونتی پر بڑے احسانات تھے اور میں احسان فراموش نہیں تھا کہ سب کچھ بھول کر اسے دشمنوں کے حوالے کر دیتا۔

ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے روک کر ریوالور سے تہمینہ کو بچے کے ساتھ نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ میں نے تہمینہ سے کہا: "اس کے حکم پر بلا چوں و چرا عمل کرتی رہو۔ یہ تمہیں جہاں بھی لے جانا چاہے خاموشی سے چلی جاؤ لیکن جس طرف سے گزرو راستے کے اہم نشانات اپنے ذہن میں دہراتی رہو تاکہ میں بہ آسانی تم لوگوں کے پیچھے آ سکوں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں اور بہت جلد تمہاری مدد کے لیے پہنچ رہا ہوں۔"

میری ہدایت کے مطابق تہمینہ ٹیکسی سے اتر گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی سے نکل کر اس کا بازو پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا ایک جانب لے چلا۔ نیچے اونچے ناہموار پتھریلے راستے پر اس طرح چلنے میں تہمینہ کو بڑی دشواری ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا کے کہا: "میرا ہاتھ چھوڑو، میں خود چل رہی ہوں، ریوالور ہاتھ میں رکھ کر بھی ایک کمزور لڑکی کو اس طرح کھینچتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں؟"

میں تہمینہ کی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لے کر راستہ ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد مجھے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ٹیکسی نظر آ گئی۔ میں گاڑی روک کر دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ ٹیکسی خالی تھی۔ میں سڑک کے بائیں جانب اس طرف چل دیا جدھر ٹیکسی ڈرائیور تہمینہ کو لے کر گیا تھا۔ چاندنی خوب چٹکی ہوئی تھی۔ دور دور تک چیزیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ایک چھوٹا سا ٹیلہ عبور کیا اور بغور سامنے دیکھتا ہوا ناہموار راستے پر سنبھل سنبھل کے چلنے لگا۔ اس دوران بھی میں تہمینہ کے دماغ میں جھانک کر یہ معلوم کرتا جا رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں پہنچ چکے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ خاصے نشیب میں ایک ایسے ہموار اور سیدھے راستے پر پہنچ گئے تھے۔ جہاں سے ریلوے لائن گزرتی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور ریلوے لائن کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ اس نے تہمینہ کو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ مزید آگے چلنے کے بجائے وہیں رک کر کسی کا انتظار کر رہا ہے۔

میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ کئی بار ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا لیکن اپنی رفتار میں کمی نہیں کی اور تقریباً دوڑتا ہوا اس ہموار راستے کے قریب پہنچ گیا۔ مجھے ریلوے لائن نظر آنے لگی تھی نیچے اترتے ہوئے مجھے زور سے ٹھوکر لگی میں لڑکھڑا کر نیچے گرنے لگا تھا کہ ایک چٹان کا کنارہ میرے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے مجھے تو نشیب میں لڑھک کر ٹوٹ پھوٹ سے بچا لیا مگر ایک پتھر زوردار آواز سے نیچے لڑھکتا چلا گیا۔ رات کے سناٹے میں پتھر کے لڑھکنے کی آواز بہت دور تک سنی جا سکتی تھی۔ میں نے تہمینہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بھی وہ آواز سن لی تھی اور وہ چونکا ہو کر آواز کی سمت دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ تہمینہ کو ریوالور سے کور کیے ہوئے اس سے دور ہٹنے لگا۔ یقیناً وہ اس سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ شاید اسے میرے وہاں پہنچنے کا احساس ہو گیا تھا اور وہ خطرہ محسوس کر کے میرے پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو جانا چاہتا تھا۔

میں نیچے پہنچا تو اس کا دور دور پتا نہ تھا۔ ریلوے لائن میرے سامنے تھی لیکن تہمینہ بھی مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ریلوے لائن کے پاس ہی کھڑی تھی میں نے اسے مخاطب کر کے اس جگہ کی نشاندہی کرنے کو کہا۔ جہاں وہ کھڑی تھی تو اس نے بتایا: "دائیں طرف سیدھے چلے آؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں نظر آ جاؤں گی۔"

میں نے تیزی سے دائیں طرف چلنا شروع کیا کچھ ہی دور جانے کے بعد ایک موڑ پر وہ بچے کے ساتھ نظر آ گئی۔ میں نے تقریباً

پہنچ کر غصے سے پوچھا: "یہ کیا حماقت ہے۔ تم بچے کو ساتھ لے کر کیوں نکلی تھیں؟"

اس نے میرا سوال اور غصہ نظر انداز کر کے کہا: "تم اپنے ساتھ ریوالور تو نہیں لائے ہو گے؟ منصور نے بتایا تھا کہ تم کسی ہتھیار کے بغیر ہی دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے عادی ہو۔"

"کیا تم میرا امتحان لینے کے لیے بچے کو لے کر اس ویرانے میں آئی ہو؟"

"میں تو اسے اس لیے لائی تھی کہ یہ میرے پاس ہو گا تو تم میرے پیچھے چلے آؤ گے۔ پھر ہم دونوں کہیں دور، بہت دور چلے جائیں گے۔"

"اگر میں نہ آتا تو وہ ریوالور والا تمہاری دور بہت دور پہنچنے کی حسرت اچھی طرح پوری کر دیتا۔ وہ کہاں چلا گیا؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اسی لائن پر سیدھا گیا ہے۔ وہ بار بار اس طرح ادھر دیکھ رہا تھا جیسے ادھر سے کسی کے آنے کا منتظر ہو۔"

میں نے کہا: "معلوم ہوتا ہے یا تو اُدھر سے کوئی ایسی ٹرین آنے والی ہے جس میں اس کے ساتھی ہوں گے یا پھر وہ لوگ ریلوے کی ٹرالی لا رہے ہیں تاکہ تمہیں اور بچے کو اس کے ذریعے کہیں دور لے جا سکیں۔ ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ آؤ واپس چلیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپسی کے راستے کی طرف کھینچا۔ وہ اپنا ہاتھ جھٹک کر بولی: "اُدھر کہاں جا رہے ہو؟ کیا مجھے واپس گھر لے جاؤ گے؟"

"اور کیا سسرال لے جاؤں گا؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ جلدی چلو۔"

میں اُسے کھینچ کر واپس لے جانا چاہتا تھا کہ اچانک فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ جس پہاڑی سے اُتر کر میں یہاں تک آیا تھا فائرنگ وہیں سے ہو رہی تھی اور نشانہ ہم ہی تھے۔ میں نے چاند کی روشنی میں دیکھا۔ پتھریلی زمین سے پانچ چھ گز دور زمین پر گولیاں برس رہی تھیں۔ میں پلٹ کر تہمینہ کو کھینچتا ہوا، ریلوے لائن کے دوسری طرف دوڑنے لگا۔

فائرنگ کرنے والے ایک سے زیادہ تھے۔ کیونکہ ایک ساتھ کئی گولیاں چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم کافی دور نکل آئے تو فائرنگ کی آوازیں تھم گئیں۔ تہمینہ بھاگتے بھاگتے رک کر ہانپتے ہوئے بولی: "میں اور زیادہ نہیں دوڑ سکتی۔ ذرا دیر رک جاؤ۔"

میں نے رک کر سعید صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک نوجوان فوجی افسر کے ساتھ ایک کار میں آ رہے تھے۔ انھوں نے راستے کی پولیس چوکیوں کو اطلاع دے دی تھی۔ میں نے ان سے کہا: "جب آپ اس جگہ پہنچ جائیں جہاں ایک ٹیکسی اور آپ کی وہ کار جو میرے استعمال میں رہتی ہے کھڑی ہے تو دائیں طرف ایک ٹیلا عبور کرنے کے بعد ناہموار راستے پر سیدھے چلے آئیں۔ بلندی کے اختتام پر کافی نیچے آپ کو ریلوے لائن نظر آئے گی۔ اس ریلوے لائن سے کافی آگے ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

تہمینہ نے پوچھا: "کیا مراقبے میں جا چکے ہیں؟"

میں نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم بکو، کیا بکواس کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر یہاں جنگلی جانور یا ڈاکو لیٹرے آ جائیں تو تم خالی ہاتھ کیا کرو گے؟ ڈاکوؤں سے تو خیر ٹیلی پیتھی کے ذریعے مقابلہ کر لو گے مگر جانوروں سے؟"

"یہ ساری باتیں تمہیں گھر سے نکلنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھیں۔"

"میں نے تو کافی سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا ہے۔ اسی لیے گھر سے چلتے وقت اپنے پاپا کا پستول بھی اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "تمہارے پاس پستول تھا اور تم نے اسے ڈرائیور کے خلاف استعمال نہیں کیا؟"

"مجھے اس کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں بچے کو سنبھالے ہوئے تھی۔ ایک ہاتھ سے پستول نہیں نکال سکتی تھی — پھر یہ کہ وہ ایک ہاتھ سے ریوالور پکڑے، دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالے ڈرائیو کر رہا تھا — میں نے سوچا جب تم میرے دماغ میں پہنچ ہی گئے ہو اور میرے تعاقب میں آ رہے ہو تو کیوں نہ اس صورت حال سے پوری طرح لطف اندوز ہوا جائے۔ مجھے ایڈونچر کا بہت شوق ہے۔"

"زیادہ نہ بولو۔ ورنہ تمہارا شوق مجھے ایسا شاک پہنچائے گا کہ میں آپے سے باہر ہو جاؤں گا۔"

وہ میرے بالکل قریب آ گئی اور سر اٹھا کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ آپے سے باہر کیسے ہوا جاتا ہے؟"

اس کا چہرہ میری طرف اٹھا ہوا تھا۔ چاند اس کے چہرے پر اس طرح روشن تھا جیسے وہ چاند اس کا چہرہ بن گیا ہو۔ ایسا اُجلا اُجلا، ایسا نکھرا نکھرا حسن تھا کہ میں چند لمحوں تک اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر میں نے چونک کر پیچھے ہٹتے ہوئے، اس کے شانے پر لٹکتے ہوئے بیگ کو دیکھ کر پوچھا: "اس میں کیا ہے؟"

"اس میں دودھ کا ڈبہ اور فیڈر ہے۔ پانی کی ایک بڑی بوتل ہے۔ میں نے سوچا۔ پتا نہیں کب بچے کو بھوک لگ جائے۔ اس لیے اس کی غذا ہر وقت ساتھ ہونا چاہیے۔"

اسی وقت دور کہیں سے کھٹ کھٹ کی مسلسل آوازیں سنائی دینے لگی۔ میں نے کان لگا کر توجہ سے آوازیں سننے لگا۔ کوئی ٹرالی

ریلوے لائن پہ دوڑ رہی تھی۔ میں نے کہا: "میرا خیال درست ہی تھا۔ وہ ریوالور والا اسی طرف گیا تھا جہاں سے اُسے اپنے آدمیوں کے آنے کی توقع تھی۔ اب وہ لوگ ٹرالی لے کر ہماری تلاش میں آئے ہیں۔ ادھر پہاڑیوں میں بھی مسلح افراد ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔"

ہم نے پھر دوڑنا شروع کر دیا۔ میں نے سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا: "کیا آپ ابھی تک اس جگہ نہیں پہنچے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا: "میں جہلم کے قریب پہنچ رہا ہوں لیکن مجھے تو سڑک کنارے کہیں کوئی ٹیکسی کھڑی نظر آئی اور نہ ہی وہ گاڑی جو تمھارے استعمال میں ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پھر چونک کر بولا: "اوہ دشمنوں نے عیاری دکھائی ہے۔ وہ دونوں گاڑیاں وہاں سے ہٹا دی گئی ہیں۔ میں جلدی میں اپنی چابی گاڑی میں ہی چھوڑ کر چلا آیا تھا۔"

"پھر میں تمھیں کیسے تلاش کروں؟"

میں نے کہا: "آپ کسی قریبی ریلوے اسٹیشن پہنچ جائیں۔ ایک ٹرالی ابھی ابھی پنڈی کی طرف گئی ہے۔ جو یقیناً ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہوگی۔ اس کا کسی رجسٹر میں اندراج نہیں ہوگا۔ آپ دوسری ٹرالی لے کر اسی طرف چلے جائیں۔ یقیناً آپ کو راستے میں کہیں ٹرالی کھڑی نظر آئے گی۔ وہاں دشمنوں سے سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ آپ اپنے ساتھ کچھ آدمی ضرور رکھیں۔ ٹرالی خالی نظر آئے تو سمجھ لیجیے دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔ ریلوے لائن کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا نالہ بہہ رہا ہے۔ آپ وہیں سے آگے بڑھتے چلے آئیں۔ ہم اسی طرف سے گزر کر آئے ہیں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا اور رک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اب ایک نئی پریشانی ہمیں گھیر رہی تھی۔ آسمان پر بادل منڈلانے لگے تھے۔ چاندنی مدھم پڑنے لگی تھی۔ میں نے کہا: "یہ ایک اور مصیبت کھڑی ہو گئی۔ ہم اندھیرے میں آگے کیسے بڑھیں گے؟"

تہمینہ نے کہا: "اس مصیبت کے ساتھ یہ اطمینان بھی تو ہے کہ اندھیرے میں دشمن ہمیں دور سے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا: "بچے کو مجھے دے دو۔ تم اندھیرے میں اسے لے کر نہیں چل سکو گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ خود گر جاؤں گی مگر اسے چوٹ نہیں لگنے دوں گی۔"

"بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ گرنے والا جان بوجھ کر پلاننگ کے ساتھ نہیں گرتا جو تم اس طرح کا دعویٰ کر رہی ہو۔"

میں نے بچے کو اس سے لے لیا اور سنبھل سنبھل کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرا بازو پکڑے میرے ساتھ چلنے لگی۔ راستہ بے حد ناہموار تھا۔ ہم لڑکھڑاتے، ڈگمگاتے ایک دوسرے کو سہارا دیتے آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ میں نے پریشان ہو کر کہا: "یہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کسی آبادی یا راہ گزر کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم راہ سے بھٹک گئے ہیں۔"

چاند چھپ چکا تھا۔ ہر سو تاریکی کی دبیز چادر پھیل چکی تھی۔ اُسی وقت بادل گرجنے لگے۔ تہمینہ پریشان ہو کر بولی: "اب کیا ہوگا؟ بارش ہو گئی تو بچہ بھیگ کر بیمار ہو جائے گا۔"

میں نے جل کر کہا: "تمھارا ایڈونچر کا شوق تو پورا ہو جائے گا۔"

"بارش ہوئی تو ہم کسی بڑی سی چٹان کے سائے میں پناہ لے کر بچے کو بھیگنے سے بچا سکتے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ تلاش کرو۔" وہ میری بات ان سنی کر کے بولی۔

"وہ چٹان کا سایہ چار دیواری کی طرح محفوظ نہیں ہو سکتا۔ پانی کی بوچھار اور تیز ہوا کے جھکڑوں سے وہاں بھی اسے نہیں بچایا جا سکے گا۔"

وہ روہانسی ہو کر بولی: "کیا تم سونیا کو بھی اسی طرح ڈانٹتے رہتے ہو؟"

"خدا کے لیے سونیا سے اپنا موازنہ نہ کرو۔ تم نے بچے کو اپنے ساتھ لا کر جو نادانی کی ہے۔ اسے میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "یعنی اس کے ساتھ مجھے بھی کبھی نہیں بھول سکو گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ اب میں اس سے کیا کہوں۔ گو اپنے قد و قامت سے یہ ایک نوجوان اور سمجھ دار دوشیزہ ہی لگتی ہے۔ لیکن ذہنی اعتبار سے بالکل بچہ ہے۔ میں نے پوچھا۔

"تمھاری عمر کیا ہے؟"

"پچھلے مہینے میری پندرھویں سالگرہ ہوئی تھی۔ میں پندرہ برس ایک مہینے کی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

میں اس کی سوچ پڑھ کر اس کی سچائی معلوم کر سکتا تھا۔ یہ کوئی حیرانی کی بات بھی نہیں تھی۔ پنجاب اور سرحد کی لڑکیاں بارہ اور چودہ برس کی عمر میں اپنے قد اور جسامت کے اعتبار سے بھرپور جوان نظر آتی ہیں۔ شہروں کا مغربی ماحول انھیں سب کچھ سکھا دیتا ہے اور وہ مشرقی حیا کو بالائے طاق رکھ کر عشق و محبت کے کھیل کھیلنے لگتی ہیں۔

چلتے چلتے بہت دور ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ میں نے مطمئن ہو کر کہا: "شاید وہاں ہمیں سر چھپانے کے لیے کوئی سائبان میسر آ جائے اور کوئی ہمارے راستے کی نشاندہی کر سکے۔"

ہمارے اندر ایک نئی تازگی پیدا ہو گئی۔ ہم تیزی سے ادھر چلنے لگے۔ میں نے اپنی ریڈیم ڈائل کی گھڑی کو دیکھا۔ گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے۔ ہم ساڑھے گیارہ بجے ایک جھونپڑی کے

سامنے پہنچ گئے۔ وہ جھونپڑی ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بنی ہوئی تھی اور اس کے کھلے دروازے پر ایک لالٹین رکھی ہوئی تھی۔ میں نے دُور سے آواز دی: "کوئی موجود ہے؟ ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں، میرے ساتھ ایک لڑکی ہے اور ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔"

میری آواز سُن کر ایک شخص باہر آ گیا۔ اس نے لالٹین اٹھا کر ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آپ لوگ بھٹکے ہوئے مسافر ہوں، چور ہوں، ڈاکو ہوں، شریف ہوں، جو کوئی بھی ہوں۔ یہاں چلے آئیں۔ میں اسی لیے دروازہ کھلا رکھتا ہوں۔ غریب آدمی ہوں میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے کوئی لوٹ کر لے جا سکے۔"

ٹیلے کے ایک طرف مٹی کاٹ کر زینہ بنایا گیا تھا تاکہ جھونپڑی تک پہنچا جا سکے۔ جب ہم اوپر پہنچے تو بہت سے پرندوں کا شور سنائی دیا۔ اس شخص نے کہا: "جھونپڑی کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ وہاں بہت سے پرندے ہیں۔ میں یہاں رات کو آ کر رہتا ہوں۔ ادھر صبح سویرے بہت سے رنگ برنگے پرندے آتے ہیں۔ میں انھیں پکڑتا ہوں پھر قریبی بستی میں لے جا کر مہاجن کے ہاتھوں فروخت کر دیتا ہوں۔"

میں نے پوچھا: "قریبی بستی یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"کوئی بیس میل کے فاصلے پر ہے۔"

اسی وقت بارش ہونے لگی۔ ہم جھونپڑی کے اندر چلے گئے۔ اندر ایک جوان عورت چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس شخص نے کہا: "یہ میری گھر والی ہے۔ آج ضد کر کے چلی آئی ورنہ میں اس ویرانے میں اسے کبھی نہیں لاتا ہوں۔"

جھونپڑی بہت چھوٹی تھی۔ ایک بڑی سی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد تھوڑی سی جگہ خالی بچی تھی۔ اس نے ہمیں چارپائی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اس کی گھر والی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم دو مرد تو کھڑے رہ سکتے ہیں مگر عورتوں کو پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بچہ بھی عورتیں ہی سنبھالیں گی۔"

میں نے بچے کو تہمینہ کی گود میں دے دیا۔ وہ اسے لے کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اس عورت کو بھی زبردستی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ بچہ اب بھوک سے مچل رہا تھا۔ وہ اس کے لیے دودھ تیار کرنے لگی۔ دروازے سے باہر تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس شخص سے کہا: "اس لالٹین کی روشنی دھیمی کر دو یا بجھا دو۔ تاکہ دور سے آنے والوں کو روشنی نظر نہ آئے۔"

اس شخص نے پوچھا: "آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"ہمارے کچھ دشمن ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں تک آ پہنچیں۔"

اس نے بستر کے سرہانے سے ایک ٹارچ نکال لی اور لالٹین کو بجھا کر پوچھا: "دشمن کیوں پیچھا کر رہے ہیں؟ آپ لوگ کون ہیں؟ کہاں سے آ رہے ہیں؟"

میں نے مختصر طور پر اسے بتایا۔ وہ چُپ ہو گیا۔ میں سوچنے لگا۔ اس طرح رات کیسے گزرے گی؟ ہم نے یہاں آ کر ان کی تنہائی میں مداخلت کی ہے اور یہ بہت ہی نامناسب سی بات ہے۔ اگر بچہ ساتھ نہ ہوتا تو ہم آگے بڑھ جاتے۔ ابھی یہاں سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد بارش تھم گئی۔

میں نے اس شخص سے کہا: "کیا تم ہمارے بچے کو آج رات اپنے پاس رکھ سکتے ہو؟ اس کے پینے کے لیے دودھ کا انتظام ہے۔ تمھاری گھر والی اسے سنبھال سکتی ہے۔ اگر یہ ہمارے ساتھ نہیں ہوگا تو ہم آسانی سے کہیں دوسری جگہ جا کر چھپ سکتے ہیں۔"

"آپ اس اندھیری رات میں کہاں جائیں گے؟"

"بچے کو تم رکھ لو اور ٹارچ مجھے دے دو۔ میں قریبی بستی میں جا کر پولیس کی مدد حاصل کرنے کے بعد یہاں آ کر بچے کو لے جاؤں گا۔"

تہمینہ نے کہا: "میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

"تمھیں تو ساتھ چلنا ہی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ بچے کے پاس ہم دونوں نہ رہیں۔ دشمن ہماری غیر موجودگی میں یہاں آئے بھی تو اسے ان دونوں کا بچہ سمجھیں گے۔ مگر ایک بات کا ڈر ہے۔"

اس شخص نے پوچھا: "کس بات کا؟"

"دشمن یہ جانتے ہیں کہ میرے بچے کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر ایک سُرخ نشان ہے وہ اس نشان کے ذریعے اسے پہچان لیں گے۔"

اس شخص نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "ٹھہریے، میں ابھی ایک تدبیر کرتا ہوں۔"

اس نے ٹارچ کی روشنی میں اِدھر اُدھر کچھ دیکھا کچھ چیزیں جمع کیں۔ پھر میرے بچے کے پاس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بچے کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا: "اب دیکھیے، بچہ کیسا نظر آ رہا ہے؟"

میں نے دیکھا بچے کے چہرے پر چیچک کے داغ نظر آ رہے تھے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کس طرح ہو گیا؟"

اس نے جواب دیا: "یہاں ایک جنگلی درخت کے ننھے ننھے پھل پائے جاتے ہیں۔ میں نے انھیں اس کے چہرے پر چپکا دیا ہے۔ لالٹین کی دھیمی روشنی میں یہ ایک چیچک زدہ بچہ ہی نظر آئے گا۔ کوئی بھی ایک چیچک زدہ بچے کو قریب سے جا کر نہیں دیکھے گا۔ دور ہی سے بدک جائے گا۔"

میں نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "تم تو بہت ہی سمجھ دار ہو۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ ٹارچ ہمیں دے دو۔

ہم صبح سے پہلے پولیس کے ساتھ واپس آنے کی کوشش کریں گے۔"

اس نے ٹارچ مجھے دے دی۔ تہمینہ نے بچّے کو اس عورت کے حوالے کر دیا اور وہاں سے اُٹھ کر میرے پاس آ گئی۔ ہم دونوں جھونپڑی سے باہر آئے۔ وہ شخص ہمیں باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس نے کہا: "ذرا سنبھل سنبھل کر جائیے۔ بارش ہونے کے بعد پہاڑی راستے اور زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔"

میں نے ٹارچ روشن کیے بغیر اس سے کہا: "جہاں تک ہو سکے، اپنی جھونپڑی میں اندھیرا ہی رکھنا۔ پھر میں تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر مٹی کے کچّے زینے سے سنبھل سنبھل کر نیچے اُترنے لگا۔ ایک بار پھر ہم ناہموار اونچے نیچے راستوں پر ڈگمگاتے لڑکھڑاتے چلے جا رہے تھے۔ کبھی کسی چڑھائی پر چڑھتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ چڑھائی کبھی ختم نہ ہوگی۔ کبھی کوئی ڈھلان شروع ہو جاتی تو معلوم ہوتا کہ یہ تحت الثریٰ میں جا کر ہی ختم ہوگی۔ بجلیاں مسلسل چمک رہی تھیں اور ان کی روشنی میں دُور تک میدان، پہاڑ اور جنگل کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہم اسی طرح آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک بار پھر بارش نے آگھیرا۔ میں تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک درخت کے سائے میں آ گیا۔ درخت اتنا گھنا نہیں تھا کہ چھت کی طرح ہمیں بارش سے بالکل محفوظ کر لیتا۔ ہم اس کے سائے میں بھی بھیگنے سے نہیں بچ سکے۔ میں نے سعید صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا کہ انھیں قریبی ریلوے اسٹیشن سے کوئی ٹرالی نہیں ملی تھی۔ وہ جہلم تک پہنچ گئے۔ ہماری ریلوے کا انتظام بھی خوب تھا۔ جہلم جیسے اسٹیشن پر بھی اس وقت کوئی ٹرالی نہیں تھی نہ کوئی ایسا ذریعہ تھا کہ وہ میری بتائی ہوئی جگہ تک پہنچ سکتے۔

میں نے سامی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ چونک کر بولی: "فرہاد! یہ تمھی ہو نا؟"

"ہاں، میں ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں اس وقت پاکستان میں رات کا ایک بج چکا ہے۔ تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ خیریت تو ہے؟"

"میں اِدھر ایک ویرانے میں آ پھنسا ہوں۔ مفرضی پارس کو دشمن گھیر رہے ہیں۔ میں نے اُسے ایک جھونپڑی میں چھپا دیا ہے۔ اس وقت میں پنڈی اور جہلم کے درمیان ہوں۔ کیا یہاں بھی تمھارا کوئی چور موجود ہے؟"

"تمھارے پاکستان روانہ ہوتے ہی میں نے اپنی فاسٹر کو اطلاع دے دی تھی۔ یقیناً وہ چوروں کی پوری ٹیم کے ساتھ وہاں پہنچ چکی ہوگی۔ کیا تم اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتے؟"

"ابھی کرتا ہوں۔ ویسے یہ بتاؤ، کیا سونیا اور مرجانہ اب بھی بابا کے پاس ہیں۔ کیا میں ان سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

"وہ جہاں بھی ہوں گی، سو رہی ہوں گی۔ بابا کے سائے میں رہنے والے تمام طلبا اور طالبات ساڑھے نو بجے بستر پر چلے جاتے ہیں۔ اور صبح چار بجے بیدار ہو جاتے ہیں۔"

"سونیا کل صبح بابا کے پاس پہنچ جائے گی۔ اس طرح میں کبھی اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔"

"پریشان کیوں ہوتے ہو۔ کل مجھ سے معلوم کر لینا۔ جب سونیا بابا کے پاس نہیں ہوگی تو میں تمھیں بتا دوں گی۔"

میں نے سامی سے رخصت ہو کر اپنی فاسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ یہ وہی اپنی فاسٹر تھی جو پہلے بھی پاکستان میں اعلیٰ بی بی کا رول ادا کرتی رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بولی: "جناب! میں اعلیٰ بی بی کا حکم ملتے ہی اپنی ٹیم کے ساتھ پنڈی پہنچ گئی تھی۔ وہاں میں نے آپ کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی کو دیکھا۔ وہ آپ میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھی۔ میں نے سوچا، کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہیے۔ اس لیے دُور ہی دُور سے آپ کی نگرانی کرتی رہی۔ سوچا، جب آپ کو ضرورت ہوگی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"تم مجھ سے دور رہ کر کیا کرتی رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کے جو عزیز اور چاہنے والے ہیں میں ان کا بھی خیال رکھتی ہوں۔ یہ اعلیٰ بی بی کا حکم ہے۔ آپ جاوید صاحب کے ہاں کھانے پر گئے تھے۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد شاید ابھی تک آپ نے ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا ہے ورنہ آپ کو میرے متعلق معلوم ہو جاتا۔ دو آدمی آپ کے بچّے کے بارے میں معلومات کرنے وہاں گئے تھے۔ انھوں نے جاوید پر سختی کرنا چاہی تھی لیکن میرے دو چوروں نے بُری طرح پٹائی کر کے انھیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ پھر میں ہسپتال پہنچی تو معلوم ہوا کہ بیگم ڈاکٹر فاروقی پارس کو ہسپتال سے اپنے گھر لے گئی ہیں۔ میں فاروقی صاحب کے گھر کی طرف گئی۔ اس وقت شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ میں نے آپ کو ان کے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے چائے پیتے ہوئے دیکھا۔ میں چوروں کے ساتھ بنگلے کے عقبی حصے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسی حسین و جمیل لڑکی کو دیکھا۔ وہ بچّے کو لے کر باہر جا رہی تھی۔ ہم اس کے پیچھے لگ گئے۔ وہ ٹیکسی اسٹینڈ پہنچی تو ایک ٹیکسی والے نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہم بھی اپنی کار میں اس گاڑی کا پیچھا کرنے لگے۔ گاڑی ہائی وے پر پہنچی تو ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ہم میں سے کوئی چور شہر میں رہ جاتا تو آپ کو اطلاع دے سکتا تھا۔ ہمارے پاس ٹرانسمیٹر بھی نہیں ہے۔ پھر ہماری بدنصیبی کہیے کہ ہماری گاڑی اچانک راستے میں خراب ہو گئی ہم ان کا تعاقب جاری نہ رکھ سکے۔ کار کو ٹھیک کرنے میں تقریباً

بیس منٹ لگ گئے۔ ہم آگے بڑھے تو کئی میل آگے جا کر ہمیں راستے کے کنارے وہ ٹیکسی کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اس ٹیکسی کے پیچھے ایک کار کھڑی تھی۔ ہم بہت دور اپنی گاڑی روک کر واپس آئے۔ ہمارا خیال تھا کہ سڑک کے جس طرف گاڑی کھڑی ہے یقیناً ٹیکسی والا لڑکی اور بچّے کو اُدھر ہی لے گیا ہوگا۔ ہم ایک ٹیلہ پار کر کے آگے بڑھتے ہوئے ایک پہاڑی پر پہنچ گئے۔ ہمیں چاندنی میں دُور ریلوے لائن نظر آئی، جہاں دو انسانی سائے بھی موجود تھے۔ ہمیں یقین تھا کہ ان میں سے ایک وہی حسین لڑکی ہے جو بچّے کو اٹھائے ہوئے تھی اور دوسرا ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ ہم نے انھیں دھمکانے کے لیے بلندی سے فائرنگ کی تو وہ ریلوے لائن کے دوسری طرف بھاگ گئے۔

میں نے اس کی بات سن کر کہا: "اوہ اپنی! وہ تم لوگوں نے فائرنگ کی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ دشمن ہیں۔ وہاں تو میں تہمینہ کے ساتھ کھڑا تھا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن عقب سے حملہ آور ہوا ہے، تہمینہ اور بچّے کے ساتھ ریلوے لائن کے دوسری طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ تم ہو تو یوں ویرانے میں خوار نہ ہوتا پھرتا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کے وہاں سے جانے کے بعد کچھ لوگ ٹرالی میں آئے تھے۔ ہم ان سے اُلجھ پڑے تھے۔ اور اب ہم ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ آپ کے قریب پہنچیں تو سمجھ لیجیے کہ ہم بھی آپ کے نزدیک ہی کہیں موجود ہیں۔"

"اس وقت تم لوگ کہاں ہو؟" میں نے پوچھا۔

میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میرے ساتھ دو چور ہیں جبکہ ہمارے اندازے کے مطابق دشمن چھ یا سات ہیں۔ انھیں ہماری موجودگی کا علم ہے۔ مگر وہ ہم سے مقابلہ کرنے سے کترا رہے ہیں۔ شاید اس خیال سے کہ فائرنگ کی آواز سن کر آپ محتاط ہو جائیں گے۔"

"تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ وہ بڑی خاموشی سے مجھ تک پہنچنے اور تم لوگوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کریں گے۔"

بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ میں یہاں تہمینہ کے ساتھ بھیگ رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم کر کے حیرانی ہوئی کہ اپنی فاسٹر بارش سے محفوظ تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا تمھاری طرف بارش نہیں ہو رہی ہے؟"

"ابھی ابھی تھمی ہے۔"

"میں یہاں بارش میں بُری طرح بھیگ رہا ہوں، بہرحال بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر تہمینہ کی طرف دیکھا۔ اس وقت بجلی برابر چمک رہی تھی۔ اس کی روشنی میں وہ سر سے پاؤں تک بھیگی بھیگی سی نظر آئی۔ بجلی کی روشنی میں بھیگے بھیگے حُسن کی ہلکی سی جھلک کوندے کی طرح لپکتی تھی۔ وہ اپنی بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور سردی سے کانپتے ہوئے درخت کے تنے سے لگی بارش سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اچانک بجلی اتنے زور سے کڑکی کہ وہ ایک دم چیخ کر مجھ پر آ گری یوں لگا جیسے وہ مجھے جلا کر خاک کر دے گی۔ میرے اندر سے گیلی لکڑی کی طرح دھواں اٹھنے لگا۔ میں سلگنے لگا تھا۔

بارش کا زور ٹوٹا تو میری پانی سے تر ابور راکھ ہی وہاں باقی رہ گئی تھی۔ اس طوفان بادو باراں میں میرے ارادوں کی ساری پختگی بہہ گئی تھی۔ اس کم سن اور ناتجربے کار لڑکی نے میرے سارے تجربوں اور ساری فہم فراست کو مات دے دی تھی۔

میں نے اس کی سوچ پڑھی تو اس کے معصوم جذبوں کی سچائی نے میرے پیروں میں زنجیر ڈال دی۔ میرے دل میں اس کے لیے محبت کا ایسا شدید جذبہ اُبھر آیا کہ میرے لیے فرار کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ بارگاہِ عشق میں سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

میری زندگی میں جتنی لڑکیاں آئیں ان میں وہ سب سے کم عمر تھی۔ ایڈونچر کے شوق میں وہ میرے ساتھ اونچے نیچے ناہموار راستوں سے گزرتی، ٹھوکریں کھاتی، زخم سہتی اتنی دور چلی آئی تھی کہ ہم واپسی کا راستہ بھی بھول گئے تھے۔ اس ویرانے میں وہ میری ہم سفر بن گئی تھی۔ یہ رشتہ کیسے نبھے گا؟ یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی۔ یہ سوچنے کا نہ وقت تھا نہ ہوش۔ ذہن پر نشہ طاری ہو تو عقل کترانے لگتی ہے۔ دیوانے اگر فرزانوں جیسی باتیں سوچنے لگیں تو دیوانوں کی مجلس سے خارج کر دیے جاتے ہیں۔

میں نے اپنی ریڈیم ڈائل کی گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے تین بج چکے تھے۔ عالمِ مدہوشی میں بہت وقت گزر گیا تھا۔ چنانچہ میں نے بچّے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس شخص کے دماغ میں جھانکا جس کی جھونپڑی میں ہم اس بچّے کو چھوڑ آئے تھے، اس کے دماغ میں پہنچتے ہی میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کوئی اجنبی جھونپڑی کے دروازے میں کھڑا اس سے کہہ رہا تھا: "روشنی کرو، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تمھاری بیوی اور بچّے کے سوا یہاں کوئی ہے یا نہیں!"

اس شخص نے ماچس کی تیلی جلا کر لالٹین روشن کر دی۔ اس کی مدھم روشنی میں ایک خاصا طویل القامت شخص اسے دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے پیچھے ایک اور لمبا تڑنگا شخص کھڑا تھا۔ اس نے کہا: "اگر یہاں فرہاد موجود ہو تو ہمارے سامنے آ جائے۔ ہم اسے اس یقین کے ساتھ اپنی آواز سنا رہے ہیں کہ وہ ہمارے دماغوں کو تسخیر نہیں کر سکے گا۔"

اس کی بات سن کر میں سمجھ گیا کہ اس نے یوگا میں مہارت حاصل کی ہوئی ہے۔ اچھا ہی ہوا کہ اس نے خود ہی یہ ظاہر کر دیا میں محتاط ہو گیا۔ اگر میں اس کے دماغ میں جاتا تو وہ فوراً ہی سمجھ لیتا کہ میں کہیں آس پاس ہی موجود ہوں اور اس جھونپڑی والے سے مل چکا ہوں۔ مجھے اس کے دماغ تک رسائی حاصل ہو چکی ہے۔ تبھی میں اس کے ذریعے خود اس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہا ہوں۔

اس نے پوچھا "یہ بچہ کس کا ہے؟"

"حضور! اور کس کا ہو سکتا ہے۔ ہمارا ہے۔ اس وقت سخت بیمار ہے۔ اسے چیچک نکل آئی ہے۔"

چیچک کا نام سنتے ہی وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ ان میں سے ایک نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے چار آدمیوں میں سے ایک کو اشارہ کر کے اپنی طرف بلایا اور کہا "تم اپنی زبان سے کچھ نہیں بولو گے۔ ورنہ وہ تمہارے دماغ کا پھوڑا بن جائے گا۔ چپ چاپ آگے بڑھ کر دیکھو۔ کیا واقعی یہ بچہ چیچک زدہ ہے؟"

اس شخص نے ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھ کر لالٹین کی روشنی میں دیکھا۔ بچہ گردن تک ایک چادر میں چھپا ہوا تھا۔ چہرے پر جابجا دانے نظر آ رہے تھے۔ اس نے منہ پھیر کر سر کے اشارے سے تائید کی اور جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ ایک قدآور شخص لالٹین لے کر جھونپڑی کے دوسری طرف اس کمرے میں چلا گیا جہاں پرندوں کو قید کیا گیا تھا۔ اس نے لالٹین کی روشنی میں اس کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا پرندے ہی پرندے نظر آ رہے تھے۔ ہم نظر نہیں آئے۔

میں نے اپنی ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہاں بھٹک رہی ہو۔ ہم جس جھونپڑی میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر آئے ہیں دشمن وہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ ہمارا بیٹا خیریت سے ہے۔ کیا تم اس جھونپڑی تک نہیں پہنچ سکتیں؟"

"یہاں اندھیرے میں سمتوں کا تعین کرنا مشکل ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہم کہاں گم ہو گئے ہیں؟"

"اب تو اس جھونپڑی میں لالٹین روشن ہو گئی ہے۔ ذرا دُور دُور تک نظریں دوڑاؤ۔"

وہ اور اس کے ساتھی اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ مگر انہیں تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اینی نے کہا "فرہاد صاحب! یقیناً وہاں روشنی ہو گی لیکن اونچی نیچی پہاڑیوں اور چٹانوں کی وجہ سے وہ ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے۔"

میں اینی سے رخصت ہو کر پھر اس جھونپڑی والے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ دونوں قدآور اور ان کے ساتھی پرندوں والے کمرے سے واپس آ گئے تھے۔ ایک قدآور نے کہا۔

"اس لالٹین کو اپنی جھونپڑی کے دروازے پر روشن رہنے دو۔ ہو سکتا ہے، فرہاد اس لڑکی اور بچے کے ساتھ روشنی دیکھ کر اِدھر آئے، ہم یہاں سے ذرا دور کسی جگہ چھپ کر اس کا انتظار کریں گے۔"

اچانک اسے اپنے ایک ساتھی کی چیخ سنائی دی۔ سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا "س سانپ، میرے پیروں سے سانپ لپٹ گیا ہے۔"

ایک نے لالٹین اٹھا کر اُدھر دیکھا۔ واقعی ایک سانپ اس کے ساتھی کے ایک پیر سے لپٹا ہوا تھا۔ دوسرے نے اپنی رائفل سیدھی کی۔ اسی وقت قدآور نے گرج کر کہا "خبردار گولی نہ چلانا۔ فائر کی آواز فرہاد کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔"

رائفل والے نے کہا "واہ جناب! کیا بات ہے۔ آپ ہمارے ساتھی کو سانپ سے ڈسوانا چاہتے ہیں؟"

دوسرے شخص نے کہا "صرف اس لیے کہ آپ کا دشمن ہوشیار نہ ہو جائے ــــ آپ اس کی جان لے لینا چاہتے ہیں؟ نہیں جناب! اس کی جان اتنی سستی نہیں ہے۔"

قدآور شخص نے کہا "بکواس مت کرو۔ میں سانپ کو اس سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جھونپڑی والے شخص نے کہا "اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس علاقے میں برائے نام سانپ ہیں اور جو ہیں اور وہ بھی زہریلے نہیں ہوتے۔"

وہ اس کے پاس گیا اور سانپ کا منہ اپنی مٹھی میں پکڑ کر اسے آہستہ آہستہ کھینچنے لگا۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ تہمینہ نے مجھے آواز دے کر کہا تھا "کیا سو رہے ہو؟"

"سو نہیں رہا ہوں اپنے دشمنوں کے ساتھ لگا ہوا ہوں۔ وہ لوگ اس جھونپڑی تک پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے اُسے دشمنوں کے متعلق بتا کر کہا "تم ذرا خاموش رہو۔ میں ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

میں پھر وہاں پہنچ گیا۔ وہ شخص سانپ سے آزاد ہو گیا تھا۔ سانپ رینگتا ہوا ایک طرف چلا گیا تھا۔ ایک قدآور نے اپنے ساتھیوں کو گھور کر کہا "میں نے تم لوگوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ کوئی اپنے منہ سے آواز نہ نکالے۔ جان جاتی ہو، تب بھی خاموش رہے۔"

اس کے ایک ساتھی نے کہا "واہ صاحب! جان پر بن آئے تو بے اختیار منہ سے نکلنے والی چیخ کو کون روک سکتا ہے؟"

ایک اور شخص نے کہا "ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ٹیلی پیتھی آخر کیا چیز ہے جو آپ دونوں اس آدمی سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔

اور ڈرتے ہیں تو اسے ڈھونڈتے کیوں پھر رہے ہیں۔ وہ کہیں نظر آئے گا تو اسے گولی مار دینا۔ کیوں ہم لوگوں کو پریشان کر رہے ہو۔ ہمیں معلوم ہوتا کہ ایسی اندھیری رات میں اسے تلاش کرنا ہو گا اور اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ہو گا تو ہم اتنے کم معاوضے پر کبھی آپ کے ساتھ نہ آتے۔"

قدآور نے جھنجلا کر کہا "تم سب مسلسل بولے ہی جا رہے ہو۔ خاموش نہیں رہو گے؟"

اس کے قدآور ساتھی نے اس سے کہا "براؤن! میرا خیال ہے کہ فرہاد اِدھر نہیں آیا ہے۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق وہ بہت ہی عیاش آدمی ہے۔ وہ اس جھونپڑی کو دیکھ لیتا تو اس لڑکی کے ساتھ رات کالی کرنے کے لیے یہاں ضرور آتا۔ اور ان دونوں میاں بیوی کو بھاری معاوضہ دے کر پرندوں والے کمرے میں بھیج دیتا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ اِدھر آیا ہی نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے ساتھیوں کے دماغ میں پہنچ سکا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے جھونپڑی سے دُور آ گئے۔ ایک جگہ پہنچ کر براؤن نے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "سوڈی! تم دو رائفل بردار ساتھیوں کو لے کر اس جھونپڑی کے پیچھے جا کر بیٹھ جاؤ۔ میں بھی دو ساتھیوں کے ساتھ یہاں موجود رہوں گا۔"

سوڈی نے کہا "ہم تمام رات اندھیرے میں بھٹکتے اور بارش میں بھیگتے رہے ہیں۔ بہتر ہے اب ذرا آرام بھی کر لیں۔ اس وقت تین بج کر پینتیس منٹ ہوئے ہیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد صبح کا اجالا ہونے لگے گا۔ دن کی روشنی میں وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکے گا۔"

سوڈی دو آدمیوں کے ساتھ جھونپڑی کے عقبی حصے کی طرف چلا گیا۔ میں نے جھونپڑی والے شخص کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی بیوی سرگوشی میں کہہ رہی تھی "خدا کا شکر ہے انہوں نے بچے کو بالکل قریب آ کر نہیں دیکھا۔"

میں نے اس شخص کی زبان سے کہا "نیک بخت! سرگوشی میں بھی ایسی بات نہ کر۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ ہماری جھونپڑی کے قریب ہی کہیں چھپے ہوئے ہوں۔" پھر میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر تہمینہ سے کہا "تہمینہ اٹھو! صبح ہونے والی ہے۔ اجالا ہوتے ہی دشمن ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے۔ میں ان سے پہلے ہی ان سے نمٹ لینا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "ہاں، اب اندھیرا چھٹنے لگا ہے۔ درخت سائے کی طرح نظر آنے لگے ہیں۔ آسمان بھی صاف ہو گیا ہے۔ تارے نکل آئے ہیں۔" اس نے میرے شانے پر سر رکھ کر محبت سے سرشار لہجے میں کہا "برسات کی یہ رات میں کبھی نہیں بھول سکوں گی۔"

"میں بھی اپنے دشمنوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجھے اجازت دو کہ میں ان کی پوزیشن معلوم کر لوں۔"

میں اس رائفل بردار شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو براؤن کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس کے ذریعے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو براؤن! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی رائفل سیدھی کر کے براؤن کو نشانے پر رکھ لیا۔ ابھی رات ختم نہیں ہوئی تھی لیکن پہلے جیسی تاریکی بھی نہیں رہی تھی۔ شاید صبح کاذب کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ براؤن نے رائفل اپنی طرف اٹھی دیکھی تو ذرا پیچھے ہٹ کر مسکراتے ہوئے بولا "میں جانتا تھا ایسا وقت بھی آ سکتا ہے۔ تم میرے کسی ساتھی کے دماغ پر قابض ہو سکتے ہو۔ شاید تمہیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارے لیے ہمارے دماغوں تک پہنچنا ممکن نہیں۔"

میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا "تمہیں اور سوڈی کو آخر مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ جو تم دونوں ان کرائے کے غنڈوں کو ساتھ لیے مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہو؟"

اس نے مسکرا کر جواب دیا "میرے اور سوڈی کے علاوہ دس اور نوجوان تمہارے خون کے پیاسے ہیں اگر ہم تمہیں ٹھکانے لگانے میں ناکام رہے تو ان میں سے دو نوجوان یہ فرض اپنے ذمے لے لیں گے۔ وہ دونوں بھی کامیاب نہ ہو سکے تو دو اور آگے آ جائیں گے۔ ویسے ہم نے ناکامی کا لفظ سنا ہی ہے، کبھی اس کا منہ نہیں دیکھا ہے۔ ہمیں اپنے نشانے پر اتنا اعتماد ہے کہ میں نے اور سوڈی نے تمہارے لیے اپنے ریوالوروں میں صرف ایک ایک گولی رکھی ہے۔ جب بھی تم ہمیں نظر آ گئے یقین کرو ایک ہی گولی تمہارا کام تمام کر دے گی۔ ہمیں دوسری گولی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے ہم دونوں میں سے کس کے ریوالور میں تمہارے حصے کی گولی رکھی گئی ہے۔"

"لیکن اب یہ حسرت تمہارے دل میں ہی رہ جائے گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس کے ایک ساتھی نے رائفل کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی جسے میں نے اپنا معمول بنایا ہوا تھا۔ اس نے کہا "دلاور خان یہ کیا کرتا ہے۔ ہم بدمعاش ہیں۔ ہمارے بھی کچھ اصول ہیں۔ ہم نے ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس کا معقول معاوضہ بھی لیا ہے۔ رائفل نیچے کر دو۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا "تم کیسے مسلمان ہو؟ اپنے ایک مسلمان بھائی فرہاد کو مارنے کے لیے ان یہودیوں کا ساتھ دے رہے ہو۔ ہمیں فرہاد کا ساتھ دینا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک براؤن نے دلاور پر

چھلانگ لگادی اور اسے لیے ہوئے پتھریلی زمین پر جا گرا۔ دونوں کو سخت چوٹیں آئیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ گویا میں براؤن سے لپٹا ہوا تھا اور دلاور کے دماغ سے اس کی جسمانی قوت کا اندازہ کر رہا تھا۔ براؤن اور سوڈی دونوں قدآور اور ورزشی جسم کے مالک تھے۔ براؤن نے دیکھتے ہی دیکھتے دلاور کو دبوچ کر اس کی گردن دبانا شروع کردی میں نے دلاور کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور اس کے ساتھی کے دماغ پر قابض ہو کر اس سے براؤن پر گولی چلوادی۔ اسی وقت دلاور پلٹا کھا کر براؤن کے اوپر آگیا تھا نتیجے میں براؤن پر چلائی جانے والی گولی کا استقبال دلاور نے ہی کیا۔ میں نے فوراً ہی دوسری گولی چلوادی لیکن براؤن بلا کا پھرتیلا تھا۔ اس نے زخمی دلاور کو دونوں ٹانگوں سے اس کے ساتھی کی طرف اچھال دیا۔ دلاور اس طرح اس پر گرا کہ اسے تیسری گولی چلانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ جب تک وہ سنبھلتا براؤن نے دلاور کی رائفل اٹھا کر اس پر گولی چلادی۔ اب وہ شخص بھی میرے کام کا نہ رہا تھا چنانچہ میں فوراً ہی سوڈی کے ماتحتوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا گولیاں چلنے کی آواز وہاں تک بھی پہنچی تھی۔ سوڈی نے چیخ کر پوچھا "براؤن کیا بات ہے؟ تم لوگ کس پر فائرنگ کر رہے ہو؟ کیا فرہاد نظر آگیا ہے؟"

میں جس کے دماغ میں پہنچا تھا اس نے اپنی رائفل سیدھی کر کے سوڈی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "نہیں، یہ گولیاں فرہاد کے دماغ سے چلی تھیں اور اب وہ گولی میرے دماغ کے چیمبر میں آگئی ہے۔ اس وقت میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

سوڈی نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم فرہاد نہیں شیدے ہو۔"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ جو پوچھتا ہوں اس کا صحیح جواب دو۔ اگر تم دونوں یہودی رضاکار ہو تو تم لوگوں کا منصوبہ تو ایک ماہ بعد مجھے قتل کرنے کا تھا۔ ابھی تو صرف مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کی جارہی تھی پھر تم لوگوں نے اپنا منصوبہ کیوں بدل دیا؟"

سوڈی اطمینان سے کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً یہ حیرانی کی بات تھی۔ اس کی خود اعتمادی سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے اسے یہ اطمینان ہو کہ رائفل بردار اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس نے کہا "اگر تم واقعی فرہاد بول رہے ہو تو تم نے درست سمجھا ہے۔ ہم وہی بارہ نوجوان یہودی رضاکار ہیں۔ ہمارا منصوبہ وہی تھا لیکن ہم ایک ماہ تک خاموش تماشائی بنے نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لیے ہمارے دو ساتھی ہر وقت تمہارے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ ہم اس علاقے میں بھی موجود تھے جن کے ذریعے تم رسونتی اور نقلی پارس کو لے آئے تھے۔ ہم نے ہی تمہیں پاپا جوجو کی طرف سے خط لکھا تھا۔ ہم رسونتی کے بارے میں پل پل کی خبریں حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہوا کہ رسونتی ذہنی طور صحت یاب ہونے کے باوجود کسی کو پہچان نہیں رہی ہے، اس کی یادداشت اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ اور ایک طویل عرصے تک مناسب علاج کیے بغیر وہ ٹھیک نہیں ہو سکے گی تو ہم نے سمجھ لیا کہ اب بچے اور پاپا جوجو کے ذریعے بلیک میل کر کے تم پر قابو پانا ممکن نہیں رہا ہے۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر رائفل کی نال کی طرف دیکھا جو اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی میں نے کہا "چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ میں محتاط ہوں۔ ذرا سی بھی حرکت تمہیں موت کے منہ میں لے جائے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اسے سننے کے بعد تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ بہر حال آگے سنو میں نے براؤن کو مشورہ دیا کہ اب ہمیں کم از کم چار کرائے کے بدمعاشوں کا تعاون حاصل کر لینا چاہیے تاکہ جیسے ہی ڈاکٹر رسونتی کے مکمل طور پر ذہنی دیوالیہ ہونے کا اعلان کریں ہم اپنے پروگرام میں تبدیلی کر کے میدان عمل میں آجائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم برضا و رغبت کبھی بھی ہمارے ساتھ دوستی یا تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہوگے۔ تمہاری کسی کمزور رگ پر ہاتھ رکھ کر ہی تمہیں مجبور کیا جاسکتا ہے اور رسونتی کی یادداشت گم ہو جانے کے بعد ہمارے پاس تمہاری کوئی کمزوری باقی نہیں رہی۔ چنانچہ ایک ماہ انتظار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں رہا۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ تم کبھی ہمارے کام نہ آسکو گے اور تمہاری زندگی ہمارے مقاصد کی راہ میں گڑھے کھودتی رہے گی۔ ہم نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کر کے تمہیں جلد از جلد اس جہان فانی سے رخصت کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور اس فیصلے پر عمل کرنے کے لیے تمہارے پیچھے ان ویرانوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور دوسرے ہی لمحے شیدے جس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا لہرا کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے اس کے دوسرے ساتھی کے دماغ میں چھلانگ لگادی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے کس نے گولی ماری ہے؟ اسی وقت تہمینہ نے مجھے مخاطب کر لیا۔ وہ پوچھ رہی تھی: "یہ فائرنگ کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟"

"ذرا دیر کے لیے خاموش رہو میں سب کچھ بتادوں گا۔"

میں دوبارہ شیدے کے ساتھی کے دماغ میں پہنچا اسی وقت دوسرے فائر کی آواز سنائی دی میں جس کے دماغ میں پہنچا

تھا اس کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ کر گر پڑی تھی اور اس کا بازو زخمی ہو گیا تھا اس کے ساتھ ہی براؤن کی آواز سنائی دی: "فرہاد! میں نے اس بدمعاش کو بھی مفلوج کر دیا ہے مگر اسے زندہ اس لیے رکھا ہے کہ تم اس کے ذریعے ہم سے بات کر سکو۔"

بدمعاش اپنے زخمی بازو کو تھام کر کراہتے ہوئے بولا۔ "صاحب جی! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں فرہاد نہیں ہوں میں آپ کا خادم ہوں اور آپ ہی کے ایما پر اپنے ایک ہم وطن فرہاد کا دشمن ہوا ہوں۔"

براؤن نے طنزیہ انداز میں کہا "تم میرے ایما پر نہیں میری دولت کے ذریعے آئے ہو۔ میں نے تمہیں اچھا خاصا معاوضہ دیا ہے۔ تمہارے جیسے کتے ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ جو چند ڈالروں کے عوض خریدے جاسکتے ہیں۔"

وہ اپنا زخمی بازو سہلاتے اور کراہتے ہوئے بولا "میں پڑھا لکھا تو نہیں ہوں لیکن جرائم کے اس سوال سے خوب واقف ہوں کہ جب کسی سے کوئی معاملہ طے کرو تو اپنے وعدے اور زبان کا پورا پورا پاس رکھو۔ ہم جس کے لیے کام کرتے ہیں اسے دھوکا نہیں دیتے مگر آج معلوم ہوا کہ یہودی ہم سے بھی بڑے بدمعاش ہیں۔ میرے گورے صاحب! تم جتنے بڑے بدمعاش ہو۔ اتنے بڑے اصول پسند بھی بن جاؤ۔ کم از کم بدمعاشوں سے تو وفا کیا کرو۔"

براؤن نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی کا ناگ جس دماغ میں اپنے لیے بل بنا لیتا ہے۔ اسے زندہ چھوڑنا سراسر نادانی ہے۔ بیشک بدمعاش اپنے معاہدے سے نہیں پھرتے۔ دوسرے بدمعاش کو نقصان نہیں پہنچاتے لیکن ہم مجبور ہیں۔ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو فرہاد تمہارے دماغ میں گھس کر ہمیں ختم کر دیتا۔ بات زندگی اور موت میں سے کسی ایک کے انتخاب کی ہو تو موت کا انتخاب کوئی نہیں کرتا۔"

اس نے ایک بار پھر رائفل سیدھی کی اور فائر کر دیا۔ گولی اس کے دوسرے بازو پر لگی اور وہ بھی مفلوج ہو گیا۔ اب میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے ہاتھوں سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا۔ سوڈی نے خوش ہو کر کہا "براؤن! تم نے بہت اچھا کیا۔ اب فرہاد صرف بول سکتا ہے۔ کچھ کر نہیں سکتا۔"

براؤن نے مجھ سے کہا "اب یہ بات تو واضح ہو گئی کہ تم اس جھونپڑی کے پاس سے ضرور گزرے ہو۔ تم نے یہاں جھونپڑی کے مالک سے باتیں کی ہیں اور اس کے دماغ تک رسائی حاصل کی ہے اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو تم کبھی ہمارے آدمیوں کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

سوڈی نے کہا "براؤن! اس جھونپڑی میں جو بچہ ہے اسے میں نے یا تم نے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کے ذریعے یہ تصدیق کرائی تھی۔ کہ وہ چیچک زدہ ہے یا نہیں۔ ممکن ہے بچہ بیمار نہ ہو اور فرہاد نے اس شخص کے دماغ پر قبضہ کر کے اس سے بیماری کی تصدیق کرادی ہو۔"

"یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہی ہوا ہے۔"

اب ہم واپس جاکر اس جھونپڑی میں آگ لگادیں گے تاکہ وہ بچہ وہیں جل کر مر جائے گا۔"

براؤن نے کہا "مگر اب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اب اس بچے کی فرہاد کو کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔"

"لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ وہ ایک باضمیر شخص ہے اور کوئی بھی ایسی بات برداشت نہیں کرتا جو اخلاقی اور انسانی قدروں کے خلاف ہو۔ وہ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی مصیبت زدہ نظر آجائے تو بلا امتیاز اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔ اس کا ماضی ایسے بے شمار واقعات کا شاہد ہے۔ بلکہ اس کے بیشتر مصائب کی بنیادی وجہ ہی دوسروں کے معاملات ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکے گا کہ ایک معصوم بچہ زندہ جلا دیا جائے اسے بچانے کی خاطر وہ اپنی پناہ گاہ سے ضرور باہر نکل آئے گا اور اگر یہ بھی نکلے تو آخر کوشش کرنے میں کیا حرج ہے؟ اگر بچہ فرہاد کے لیے غیر اہم ہو گیا ہے تو ہمیں بھی اس کی ضرورت کب رہی ہے؟"

میں نے زخمی بدمعاش کی زبان سے کہا "ٹھہرو، اس جھونپڑی کی طرف نہ جاؤ۔ بیشک میں یہ نہیں چاہوں گا کہ ایک بچے کو زندگی سے جلا دیا جائے۔ میں تم لوگوں سے تقریباً دو تین فرلانگ کے فاصلے پر ہوں۔ جھونپڑی کے بالکل سامنے ناک کی سیدھ میں وہ جگہ ہے۔ جہاں میں مل سکتا ہوں۔ ادھر چلے آؤ۔"

وہ میری بتائی ہوئی سمت میں آگے بڑھنے لگے میں نے دماغی طور پر واپس آکر تہمینہ سے کہا "اب تم یہاں سے بھاگ جاؤ اور اس بستی میں پہنچنے کی کوشش کرو جس کا ذکر جھونپڑی کے مالک نے کہا تھا۔ میں نے دشمن کو یہاں بلایا ہے۔ جلد ہی یہاں ایک خونریز معرکہ ہوگا لہٰذا تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

میں نے اسے سمجھایا "ضد مت کرو، چلی جاؤ، دشمن خاصا طاقتور ہے بہت سخت مقابلہ ہوگا۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ فتح کس کا مقدر ہوگی۔ کس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں تمہارے مقدر میں لکھی جا چکی ہوں اور اب میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تمہارا وقت

پورا ہو چکا ہے تو میں اُس دنیا میں بھی تمھارے ساتھ ہی جاؤں گی۔ تمھارے بعد دنیا میرے لیے خالی ہو جائے گی اور میں اس خالی دنیا میں تنہا رہ کر کیا کروں گی۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا پستول نکال لیا اور اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "یہ تمھارے کام آئے گا۔"

میں نے اسے لے کر دیکھا۔ وہ اتنا ننھا سا تھا جسے عورتیں اپنے پرس میں یا گریبان میں بہ آسانی چھپا سکتی تھیں۔ اس میں صرف دو بلٹ کی گنجائش تھی۔ جو اس میں موجود تھے میں نے پوچھا "کیا تمھارے پاس فاضل بلٹ ہیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، میں اسے پاپا کی دراز سے نکال کر لائی ہوں، اس وقت مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا۔ میں نے بچے کو لے کر جلد از جلد وہاں سے نکل بھاگنے کے چکر میں اس طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ کیا دشمن بہت زیادہ ہیں؟"

"نہیں، یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ وہ دو ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے ریوالور میں میرے نام کی ایک ہی ایک گولی رکھی ہے اور میرے پاس بھی ان دونوں کے لیے صرف دو ہی گولیاں ہیں۔"

"منصور کہتا تھا کہ تمھارا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔"

میں نے چڑ کر کہا "لاہور پہنچنے کے بعد میں منصور کی اچھی طرح خبر لوں گا۔ اس نے پتا نہیں کتنی لڑکیوں کو جھوٹی سچی داستانیں سنا کر میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ نازیہ سے پیچھا چھڑایا تو تم میرے پیچھے پڑ گئیں۔"

اس نے اداس نظروں سے مجھے دیکھ کر کہا "کیا اب بھی میں تمھیں بوجھ معلوم ہوتی ہوں؟"

میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ دشمن یہاں پہنچنے والا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ مقابلے کے وقت تم یہاں موجود ہو۔ میں تنہا ہوں گا تو پوری یکسوئی سے ان کا مقابلہ کر سکوں گا۔ تم ساتھ ہو گی تو میری توجہ دو طرف بٹی رہے گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ میں نے تمھیں پستول دیا ہے تاکہ تم ان کا مقابلہ کر سکو اور تم مجھے ہی اپنے لیے دردِ سر سمجھ رہے ہو؟"

میں نے براؤن کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "یقیناً تم فرہاد ہو ورنہ میری سانس کو جھٹکا نہ پہنچتا۔ میں تمھیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ بولو کیا بات ہے؟"

"بس یونہی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میرے کتنے قریب آگئے ہو۔"

براؤن نے دُور دیکھتے ہوئے کہا "یہاں سے ایک چھوٹی سی پہاڑی پر درخت نظر آرہے ہیں۔"

میں نے کہا "بالکل صحیح جگہ پہنچے ہو۔ میں یہیں تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھتے ہوئے سانس روک لی میں اس کے دماغ سے نکل آیا اور تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا ایک بڑے درخت کے پیچھے چلا گیا لیکن یہ مناسب جگہ نہیں تھی۔ اگر وہ دونوں مجھے دو طرف سے گھیرتے تو یہ درخت میرے لیے ڈھال نہیں بن سکتا تھا۔ میں وہاں سے ہٹ کر چوکنا انداز میں کسی مناسب جگہ کی تلاش کرنے لگا۔ ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے قدرے محفوظ جگہ دیکھ کر ادھر چل دیا۔ چٹان کے عقب میں ایک گہری کھائی تھی۔ اور درمیان میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ہم دونوں آرام سے بیٹھ سکتے تھے۔ لیکن یہ خوف ہر وقت طاری رہتا کہ اگر ذرا بھی چوک ہو گئی تو اس سیکڑوں فٹ گہری کھائی میں ہماری ہڈیاں بھی سلامت نہ رہ سکیں گی مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ ارد گرد اس سے زیادہ محفوظ کوئی اور جائے پناہ بھی نہیں تھی۔ یہاں دشمن کے کسی اور طرف سے حملہ آور ہونے کا خدشہ نہیں تھا اور نہ ہی ہمارے شکست کھا کر فرار ہونے کا کوئی راستہ تھا۔ پیچھے کھائی تھی، ایک جانب کھائی کے ساتھ ساتھ ایک بلند ٹیلا تھا اور دوسری جانب وہ سیدھا اور سپاٹ راستہ تھا جو بستی کی طرف جاتا تھا جبکہ سامنے سے دشمن بڑھا چلا آرہا تھا۔

میں نے تہمینہ سے کہا "تم اس چٹان کے پیچھے خاموشی سے کھڑی ہو جاؤ۔ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا اگر تم پر دشمن کی نظر پڑ گئی تو وہ مجھے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے تمھیں اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو مجھے تمھارے والدین کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا میں انھیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"

وہ چٹان کے پیچھے چلی گئی تو میں چاروں ہاتھ پیروں سے سنبھل سنبھل کر ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ تہمینہ گھبرا کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو۔ اگر پھسل گئے تو نیچے کھائی میں جا گرو گے۔ ایسی خطرناک جگہ پر کیوں چڑھ رہے ہو؟"

"تم خاموشی سے کھڑی رہو۔ میں اوپر جا کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ دشمن کدھر اور کتنی دور ہیں؟"

سخت محنت اور جدوجہد سے میں ٹیلے کی چوٹی پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے نیچے کی ہر چیز صاف نظر آرہی تھی۔ میں نے ان دونوں کو بھی دیکھ لیا۔ وہ دونوں الگ الگ دو سمتوں سے آگے بڑھ رہے تھے۔ دونوں پستول ہاتھوں میں لیے بہت محتاط

انداز میں قدم بڑھا رہے تھے۔ پہاڑی کے بالکل نیچے پہنچ کر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف انھیں تلاش کرنے لگا۔ مجھے اپنی زیادہ فکر نہیں تھی کیونکہ میں ایک ایسی جگہ تھا جہاں وہ آسانی سے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ البتہ تہمینہ اگر چٹان کی اوٹ سے کوئی اوندھی سیدھی حرکت کر بیٹھتی تو ہم دونوں پریشانی میں مبتلا ہو سکتے تھے۔

اچانک دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر میں نے مڑ کر چٹان کی طرف دیکھا تو وہ دونوں مجھے درختوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے نظر آگئے۔ وہ بہت چالاک اور بے حد پھرتیلے تھے۔ میری توقع سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ وہ اوپر پہنچ چکے تھے اور ایک شمال میں تو دوسرا جنوب میں پوزیشن لے چکا تھا۔

سوڈی نے مجھے للکارنے کے انداز میں مخاطب کیا "فرہاد! ہم یہاں تک آگئے ہیں۔ تم بتاؤ کہاں ہو؟"

میں نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ براؤن نے چیخ کر کہا۔ "ہمیں جواب دو تم کہاں ہو اگر تم نے جواب نہیں دیا تو ہم دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔"

میں پھر بھی خاموش رہا۔ براؤن نے سوڈی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "سوڈی تم یہاں کھڑے رہو۔ میں نیچے جا کر اس جھونپڑی کو آگ لگا دیتا ہوں۔ اگر فرہاد مجھ پر فائر کرے تو تم اس سے نمٹ لینا۔"

سوڈی نے کہا "نہیں، ہم کچھ دیر اور انتظار کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ فرہاد بچے کو زندہ جلانا پسند نہیں کرے گا۔ خود سامنے آجائے گا۔"

اس بار میں نے چیخ کر کہا "میں اتنا نادان بھی نہیں ہوں کہ ایک بچے کی جان بچانے کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈال دوں۔ میں سامنے نہیں آؤں گا لیکن اپنی یہاں موجودگی تم پر ظاہر کر رہا ہوں۔"

ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یقیناً وہ اس الجھن میں پڑ گئے ہوں گے کہ میں بلندی سے انھیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ دونوں وہیں چھپے رہنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اگر باہر نکلتے تو میرے پستول کی گولی ان کا استقبال کرتی۔

مجھے سوڈی کی آواز سنائی دی "بلندی سے اتر کر ہمارے سامنے آجاؤ ورنہ ہم دشمن کو سامنے آنے پر مجبور کرنا جانتے ہیں۔ میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔ براؤن! تم سانپ کو بل سے نکالنے کے لیے بالکل تیار ہو جاؤ۔" پھر اُس کی آواز اُبھری "ایک... دو..." اس کے بعد وہ رک کر شاید میرے سامنے آنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ مگر میں اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ مجھے اپنی پناہ گاہ سے نکالنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کچھ دیر رک کر اس نے کہا "تین۔"

سوڈی کے تین کہتے ہی درخت کے پیچھے چھپے براؤن کی طرف سے کوئی چیز اڑتی ہوئی آکر اس چٹان کے قریب گری جس کے پیچھے تہمینہ چھپی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا میں اچھل کر پیچھے چلا گیا اگر ایک بڑا زمین میں دھنسا ہوا پتھر میرے ہاتھ میں نہ آجاتا تو میں کھائی کی گہرائی میں گم ہو کر رہ جاتا۔ دھماکے کے ساتھ تہمینہ کی چیخ بھی سنائی دی تھی اور چھوٹے بڑے پتھروں اور گرد و غبار کا بادل سا اٹھا تھا۔ چند لمحے بعد ہی سوڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "فرہاد! تقدیر ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ اب تک صرف اس لیے تم پر مہربان تھی کہ تمھاری موت سوڈی اور براؤن کے ہاتھوں لکھی جا چکی تھی۔ اب ہم آگئے ہیں تو قسمت تمھیں ہمارے سپرد کر کے جا چکی ہے۔"

میں سنبھل سنبھل ٹیلے سے اُتر آیا۔ تہمینہ چٹان کے پیچھے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کے سر اور بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ چہرے پر گرد جم گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ گھبرا کے بولی "اب کیا ہو گا۔ یہ تو لوگ دستی بم استعمال کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "اسی کو ایڈونچر کہتے ہیں۔ تمھیں تو اس کا بہت شوق تھا نا؟ اب یہاں سے بچ نکلو تو آئندہ کے لیے توبہ کر لینا۔"

وہ بولی "کیا تم مجھے بزدل سمجھتے ہو۔ میں پچھتانے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ تمھاری ہو گئی ہوں تو آخری سانس تک تمھارے ساتھ موت کا سامنا کرتی رہوں گی۔"

اُسی وقت سوڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "براؤن! اس بار میں دستی بم پھینکتا ہوں میں اس ٹیلے کو نشانہ بناؤں گا اگر فرہاد مجھ پر فائر کرے تو تم اسے گولی مار دینا۔"

میں تہمینہ کو لے کر چٹان کے بالکل پیچھے چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فضا میں کوئی چیز اڑتی ہوئی نظر آئی۔ سوڈی نے پوری قوت سے دستی بم پھینکا تھا لیکن اس نے کچھ زیادہ ہی قوت استعمال کر دی تھی۔ وہ ٹیلے کو پار کر کے ہمارے پاس سے گزرتا ہوا نیچے کھائی میں چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہمیں زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ ہمارے پاؤں تلے کی پتھریلی زمین لرزنے لگی یوں لگ رہا تھا۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے ہیں وہ حصہ اب پہاڑی سے ٹوٹ کر نیچے کھائی میں گرنے والا ہے۔

ہم چپ چاپ اپنی موت کا انتظار کرتے رہے ہمارے پاؤں تلے کا زلزلہ ختم ہو گیا۔ زمین شانت ہو گئی۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہ جگہ صدیوں سے ایک چٹان کی طرح مستحکم تھی۔ میں نے اپنی فاسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا شاید اُدھر سے کوئی مدد

حاصل ہو جائے۔ اس نے مجھے اپنے پاس محسوس کرتے ہی کہا "فرہاد صاحب! میں اور میرے ساتھی دھماکوں کی آوازیں سن رہے ہیں فائرنگ کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ مشکل یہ ہے کہ پہاڑی علاقوں میں آوازیں چاروں طرف گونجتی ہیں۔ ہم آواز کی سمت کا تعین کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ ہم سے بہت دور ہیں۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کے چور بھی ہمارے کام نہیں آ سکیں گے۔ اسی وقت براؤن کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "فرہاد! اب بھی موقع ہے۔ ہمارے سامنے آ جاؤ۔ تیسری بار دستی بم پھینکنے پر مجبور نہ کرو۔ اس بار یقیناً تم دونوں کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

میں زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا چٹان کے سرے پر آیا۔ میں وہاں سے جھانک کر دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے جیسے ہی پستول [illegible] ہاتھ سہارا لینے کے لیے چٹان پر رکھا ریوالور چلنے کی آواز سنائی دی اور میرا ہاتھ [illegible] سے نیچے آ گیا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا تھا۔ میرے ہاتھ میں انگارے بھر گئے تھے اور تیزی سے خون بہنے لگا تھا۔

کمبختوں کا نشانہ غضب کا تھا۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا اگر میں وہاں ہاتھ رکھ کر آگے بڑھنے کے بجائے سر آگے بڑھا کر جھانکتا تو میری کھوپڑی میں سوراخ ہو چکا ہوتا۔ تہمینہ نے چیخ کر کہا "تمہارے ہاتھ سے خون بہہ رہا ہے۔"

گولی میری ہتھیلی کے آر پار ہو گئی تھی۔ میں نے پستول کی طرف دیکھا۔ وہ چٹان سے تقریباً تین چار بالشت کے فاصلے پر تھا۔ یہ فاصلہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن میں اسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اگر اسے اٹھانے کے لیے دوسرا ہاتھ چٹان کی اوٹ سے باہر نکالتا تو براؤن یا سوڈی کے پاس ایک گولی اور رہ گئی تھی۔ میرا دوسرا ہاتھ بھی زخمی ہو جاتا۔ میرا دماغ تیزی سے اگلا قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر ایک دم خاموشی چھا گئی۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ اگلے پل کیا ہونے والا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ دوڑنے والا کوئی بھی ہو وہ میرے پستول کے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بھی یہ سوچ سکتا تھا کہ میں کسی موقع پر چھلانگ لگا کر اپنے پستول کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔

موت میرے اور دشمنوں کے درمیان کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ تہمینہ آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک دم چیخ پڑی۔ میں نے فوراً ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ ٹیلے پر جہاں پہلے میں تھا اب سوڈی کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً وہ دوسری طرف سے وہاں پہنچا تھا اور مجھ پر گولی چلانے کے لیے نشانہ لے چکا تھا۔ میں نے موت کو اتنے قریب دیکھا تو بلا جھجک اپنے پستول کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اسی وقت سوڈی نے گولی چلا دی۔

"نہیں نہیں!" تہمینہ کی چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ میرے اوپر گر پڑی۔ اس ایک پل میں وہ میرے لیے ڈھال بن گئی تھی۔ پستول میرے بائیں ہاتھ میں آ گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحہ میں نے بھی گولی چلا دی۔ بلندی پر کھڑا ہوا سوڈی ایک دم اپنا سینہ پکڑ کر جھکا اور لڑھکتا ہوا پتھروں سے ٹکراتا چٹان پر سے گزر کر ہمارے قریب آ گرا۔ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اپنے سینے پر گرم گرم لہو محسوس کر کے میں نے تہمینہ کو دیکھا، وہ آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ میں نے فوراً اٹھ کر اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا "تہمینہ! یہ کیا کیا تم نے پگلی! اُف یہ ...؟"

اس کے ہونٹوں پر زندگی کی آخری مسکراہٹ آئی۔ حماقت تو وہ کرتی آ رہی تھی۔ مجھ سے محبت کرنا بھی تو دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہی ہے۔ سونیا اور رومانہ جیسی عورتیں ہی میرے ساتھ آگ اور خون کے دریا پار کر سکتی تھیں کسی کمزور عورت کے لیے میرا ساتھ دینا ممکن ہی نہیں تھا۔

میں اس پر جھک گیا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ سرد پڑ گئی۔ میرا دل لرز کر رہ گیا۔ موت نے اسے بے وقت پرتا کا تھا۔ ابھی اس نے زندگی کو برتنے کا سلیقہ بھی نہیں سیکھا تھا۔ ابھی تو جوانی نے اس کی دہلیز پر دستک ہی دی تھی۔ یہ عمر دنیا سے اس طرح منہ موڑ لینے کی تو نہیں ہوتی۔ اس کے حصے کی ساری ہی مسرتیں ابھی باقی تھیں ابھی تو اس نے دنیا سے کچھ بھی وصول نہیں کیا تھا۔ بس ایک شب کا پُرآلام سفر ہی تو میری ہمراہی میں طے کیا تھا کہ زندگی نے اسے دھوکا دے دیا۔

میں نے دانت پر دانت جما لیے۔ میرے جبڑے کھنچ گئے۔ میرا ایک دشمن ابھی باقی تھا اور میں اسے کتے کی موت مارنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے تہمینہ کو پتھر کی سیج پر لٹا دیا۔

میں نے پستول کو مضبوطی سے بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ انگلی ٹریگر پر جم گئی پھر میں چٹان کے پیچھے سے نکل کر کھلے میدان میں آ گیا اور للکارتے ہوئے بولا "براؤن! یہودی کتے! میرے سامنے آ جا۔ میں جانتا ہوں اب تیرے پاس دستی بم نہیں رہے ورنہ تو خاموش نہ رہتا۔ دو گولیاں تم دونوں کے پاس تھیں اور دو میرے پاس تمہاری گولیاں تو میرے کام نہ آ سکیں لیکن میری ایک گولی سوڈی کے کام آ چکی ہے اور دوسری تیرا انتظار کر رہی ہے۔"

میں نے اس درخت کی طرف دیکھا جس کے پیچھے میں پہلے براؤن کو چھپتے دیکھ چکا تھا۔ کوئی چیز حرکت کرتی نظر آئی۔ براؤن نے زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی اور جو بازو درخت کے پیچھے سے

جھانک رہا تھا اس کی آستین بھی زرد تھی۔ میں نے اسے دیکھتے ہی گولی چلا دی۔ میں نے بائیں ہاتھ سے نشانہ لیا تھا۔ پھر بھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوا لیکن گولی کھا کر جو چیز نیچے گری وہ صرف براؤن کی قمیص تھی جسے اس عیار شخص نے مجھے دھوکا دینے کے لیے ایک لکڑی پر اس طرح پھیلا دیا تھا کہ وہ درخت سے جھانکتا ہوا اس کا بازو معلوم ہوتا تھا۔

میں نے اپنی اس حماقت پر جھنجلا کر دوسری بار فائر کیا مگر اب پستول میں گولی کہاں تھی؟ اسی وقت براؤن درخت کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس کے جسم پر صرف پتلون تھی۔ قمیص وہ پہلے ہی اتار چکا تھا۔

اس نے میری طرف بڑھتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "ہم دونوں نہتے ہو چکے ہیں۔ اب مقابلہ برابر کا ہوگا!"

میں نے اپنا زخمی ہاتھ اسے دکھا کر کہا "تمہارے دونوں ہاتھ سلامت ہیں اور میرا صرف ایک ہاتھ ہے۔ پھر بھی میں تم سے کوئی رعایت نہیں چاہوں گا۔ میرا ایک ہاتھ تمہارے دسوں ساتھیوں کے لیے کافی ہے!"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے ایک فلائنگ کک میرے سینے پر ماری، میں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ دوسری فلائنگ کک مارنے کے لیے اچھلا تو میں نیچے بیٹھ گیا۔ وہ میرے اوپر سے گزر کر دوسری طرف جا گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری اس کے بعد ہم دونوں میں باقاعدہ ٹھن گئی۔

وہ فری اسٹائل کا ماہر تھا جسمانی طاقت میں بھی مجھ سے سوا تھا میری مجبوری یہ بھی کہ میں اپنا دایاں ہاتھ استعمال نہیں کر سکتا تھا ایک ہاتھ سے لڑ رہا تھا۔ کبھی میں اس پر غالب آتا تھا کبھی وہ مجھ پر تابڑ توڑ حملے کر کے مجھے پیچھے دھکیل دیتا۔

ہمارے درمیان بڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی، اور جب وہ مجھے کسی طرح زیر نہ کر سکا تو اس نے جھنجلا کر ایک بڑا سا پتھر پورے زور سے مجھ پر دے مارا۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ پتھر میری پیشانی پر لگا اور میں چکرا کر گر پڑا۔ میرا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ ہر شے گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اسے دور کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس نے دور ہی سے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں نے اپنی دماغی قوتوں کو مجتمع کر کے کروٹ بدل لی۔ وہ پتھریلی زمین پر اس بُری طرح اوندھے منہ گرا کہ اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ نیچے پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک بھاری پتھر پیشانی پر لگے اور اس کا اثر نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے۔ میں کوئی سپرمین نہیں ہوں۔ میرا بدن بُری طرح لرزنے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میرے شانے پر سر نہ ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر کے تصور میں شمع کی لَو روشن کر لی اور اس پر اپنی تمام توجہ مرکوز کر دی اور ٹیلی پیتھی کے پہلے سبق شمع بینی کا سہارا لینے لگا۔ آہستہ آہستہ مجھے اپنے دماغ میں ٹھنڈک اترتی محسوس ہونے لگی۔ ابھی میں پوری طرح پُرسکون نہیں ہو سکا تھا کہ میرے منہ پر ایک ٹھوکر لگی میری آنکھ کھل گئی اور میں دوسری طرف الٹ گیا۔ میں نے کروٹ لے کر براؤن سے دور ہونا چاہا تو دہل کر رہ گیا۔ میں بالکل کھائی کے کنارے پر پڑا تھا اگر ایک کروٹ لے لیتا تو میری لاش بھی کسی کو نہیں ملتی۔ اسی وقت براؤن نے جوتے سمیت اپنا ایک پاؤں میری ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ کر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

میری سانس رکنے لگی۔ جیسے دم نکلنے لگا ہو۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا پیر پکڑ کر اپنے حلق سے ہٹانے کی کوشش کی۔ میرا سر پہلے ہی چکرا رہا تھا۔ ہوش و حواس درست نہیں تھے۔ اس لیے پوری قوت صرف نہیں کر پا رہا تھا پھر بھی میں نے اسے کسی نہ کسی طرح اپنے حلق سے پیر ہٹانے پر مجبور کر دیا۔ ذرا آرام ملا تو میں نے گہری گہری سانسیں لے کر خود کو سنبھالنا چاہا مگر وہ بھی اناڑی نہیں تھا۔ اس نے مجھے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر میرے منہ پر ٹھوکر مار کر دوبارہ الٹ دیا۔

اب مجھ میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ براؤن ایک بہت بڑا وزنی پتھر دونوں ہاتھوں میں اٹھا کے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ پتھر اتنا وزنی تھا کہ اسے اٹھا کر چلنا اس کے لیے دشوار ہو رہا تھا۔ وہ پتھر مجھ پر گرتا تو میرے بھیجے کے ساتھ ساری ٹیلی پیتھی باہر آ جاتی۔ مگر اس سے بچنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہا تھا۔ مجھ میں اتنی بھی سکت نہیں رہی تھی کہ کروٹ لے سکتا۔ میرا کوئی مددگار وہاں موجود نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی، اپنی فاسٹر اور اس کے چور مجھ سے بہت دور تھے۔ اور موت قدم قدم میری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ میری آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ مجھے انہیں کھلا رکھنے میں بڑی دشواری ہو رہی تھی۔ میں اپنی تمام توانائی صرف کر کے انہیں کھلا رکھنے پر مجبور تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے اپنی موت کا تماشہ دیکھنے سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ دنیا میں بے شمار تماشے دیکھے تھے تو اپنی بے بسی کی موت کا تماشہ کیوں نہیں دیکھتا۔ براؤن میرے سر پر آ پہنچا تھا۔ میں نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں۔ یہ وقت ایک دن سبھی پر آتا ہے اور اسے کون ٹال سکا ہے نہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور نہ ہی خدائی دعویٰ کرنے والے فرعون اور شداد موت کا ذائقہ تو سبھی نے چکھا ہے اور مجھے بھی ایک نہ ایک دن اپنا یہ ہنگامہ خیز سفر تمام کرنا ہی تھا۔ وہ دن وہ لمحہ جس کا میرے دشمنوں کو برسوں سے انتظار تھا آخر آ پہنچا تھا۔ موت میرے سر پر پَر پھیلائے کھڑی تھی۔

جب موت اچانک آتی ہے تو کلمہ پڑھنے کی بھی مہلت نہیں دیتی اور جب دشمن مارنے آتا ہے تو وہ ایک سانس کے بعد دوسری سانس لینے کا موقع نہیں دیتا۔ میرا وہ دشمن دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھائے میرے سر کو کچلنے کے لیے تیار تھا۔ اسے کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آناً فاناً میرا کام تمام کر دینا ہی اس کا سب سے اہم کام تھا۔

لیکن لڑائی کے دوران صرف مجھ میں کمزوری نہیں آئی تھی، وہ بھی اچھی خاصی مار کھانے کے بعد کمزور ہو گیا تھا۔ اس بھاری پتھر کو اٹھا کر میری طرف آتے ہوئے ڈگمگا رہا تھا۔ ایک بار لڑکھڑایا پھر میرے سر پہ آ پہنچا۔ اب صرف پتھر کو میرے سر پہ دے مارنا تھا لیکن وہ کیسے مارتا؟ اچانک ہی آسمان سے جیسے کوئی میری مدد کے لیے آن ٹپکا۔ یکبارگی کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی مردانہ آواز تھی۔ وہ چیخنے والا جانے کہاں سے دوڑتا آیا۔ پھر اس نے چھلانگ لگا کر اپنی دونوں ٹانگیں براؤن کے جسم کے اطراف لپیٹ لیں۔ براؤن اس جھٹکے کو برداشت نہ کر سکا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا پھر پیچھے کی طرف گرا اور پیچھے ایک گہری کھائی تھی۔ سیکڑوں فٹ گہری کھائی۔

میرا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں نے اس اندھیرے میں اور ڈوبتی ہوئی روشنی میں اتنا دیکھا کہ وہ ٹانگوں کے ذریعے لپٹنے والا اسے لیے ہوئے کھائی کے کنارے گر پڑا تھا۔ اس کے دونوں بازو شانوں سے یوں جھول رہے تھے جیسے بالکل ہی بے کار ہوں اور وہ صرف ٹانگوں سے کام لے سکتا ہو۔ اس کی آواز سنائی دی: ”ہاں، میں کتا ہوں تم نے مجھے چند ڈالروں کے عوض بکنے والا کتا کہا تھا اور یہ کہہ کر تم نے ایک مسلمان کی غیرت کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ میں آخری وقت اپنی غلطیوں کا، اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔“

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے ساتھ لڑھکتے ہوئے بالکل کھائی کے کنارے پہنچ گیا۔ پھر دونوں کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ چیخیں دور بہت دور پستی میں گم ہوتی چلی گئیں۔ شاید میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ کیونکہ مجھے اپنا ہوش نہیں رہا تھا۔

میری بے ہوشی کے دوران کیا ہوتا رہا۔ یہ میں آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے آنکھوں دیکھا حال نہیں لکھ سکتا۔ ہاں، بعد میں سعید احمد صاحب اور اینی فاسٹر نے جو کچھ بتایا اس کے مطابق لکھ رہا ہوں۔

اگر طائرانہ نظروں سے دیکھا جاتا تو اس پہاڑی کی سطح بلندی پر تین لاشیں نظر آتیں۔ ایک تہمینہ کی لاش تھی۔ دوسری سوڈی کی اور تیسری میری۔ سعید احمد صاحب نے ہیلی کاپٹر کی بلندی سے دیکھا تو انھیں یہی نظر آیا۔ جب انھوں نے دوربین لگائی تو طائرانہ نظروں کے باوجود مجھے پہچان لیا۔ ان کا دل دھک سے رہ گیا۔ ایک دم سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہی سمجھ میں آیا کہ میں دنیا سے اٹھ چکا ہوں اور ان دو لاشوں کے ساتھ ابدی نیند سو رہا ہوں۔

جب دو پچھلی رات مجھ تک پہنچنے میں ناکام رہے تو جہلم سے پنڈی واپس گئے۔ تقریباً صبح چار بجے وہاں پہنچے اور ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پہلے تو اعلیٰ حکام کو سمجھانا پڑا کہ یہ ایک بچے کے اغوا کا معمولی کیس نہیں ہے۔ اس کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے اور فرہاد علی تیمور کون ہے۔ یہ بھی انھیں سمجھانا پڑا۔ کچھ لوگ سمجھتے تھے کچھ لوگ بعد میں سمجھ گئے۔ اس وقت تک صبح کا اجالا پھیلنے لگا۔ بہرحال وہ ہیلی کاپٹر کے پاس آئے اس کی پوری توجہ سے چیکنگ ہو رہی تھی۔ اس میں بھی کچھ وقت صرف ہو گیا پھر وہ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرنے لگا تو سورج کی روشنی اچھی طرح پھیل چکی تھی اور ادھر پہاڑی فیصلہ کن جنگ کا اختتام ہو چکا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر اس پہاڑی کی سطح بلندی پہ آ کر اتر گیا۔ سعید صاحب ہیلی کاپٹر سے اتر کر دوڑتے ہوئے میرا نام لے کر چیختے ہوئے میرے پاس آ کر میری نبض ٹٹولنے لگے۔ سینے پہ کان رکھ کر دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کے ساتھی نفر نے بعد میں مجھے بتایا کہ اس نے زندگی میں پہلی بار سعید صاحب کو بلکتے دیکھا تھا۔

پھر انھوں نے روتے روتے یک بیک خوشی سے چیخ کر کہا: ”یہ زندہ ہے۔ میرا یار نہیں مر سکتا۔ خدا اس کا نگہبان ہے۔ اسے فوراً ہیلی کاپٹر میں لے چلو کسی قریبی ہسپتال میں پہنچاؤ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔“

دو فوجی جوان اسٹین گن لیے ہوئے تھے۔ انھوں نے اسٹین گن کو ایک طرف رکھا پھر مجھے اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں لے گئے۔ تب سعید صاحب نے تہمینہ کو دیکھا۔ وہ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے لیکن وہاں ان کا دل ڈوب گیا۔ وہ چند لمحوں تک اس کے پاس سر جھکائے بیٹھے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر انھوں نے ایک مسلح جوان سے کہا: ”ان لاشوں کو گدھوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی کا یہاں رہنا ضروری ہے تم اسٹین گن کے ساتھ یہاں رہو۔ ہم بعد میں ان لاشوں کو شہر پہنچائیں گے۔“

اس ہیلی کاپٹر میں گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے پہلے مجھے ایک ملٹری ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ سعید صاحب میرے ساتھ رہے۔ دوسرے فوجی جوان ہیلی کاپٹر کو دوبارہ پہاڑی پر لے گئے۔ اس وقت اینی فاسٹر اپنے دونوں چوروں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ مسلح جوان انھیں پہچانتے نہیں تھے۔ لہٰذا انھیں حراست میں لے لیا گیا۔

اینی نے ان میں سے ایک فوجی افسر کو بتایا کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا یہاں ایک قریبی جھونپڑی میں ہے۔ اسے بھی ساتھ لیا جائے۔ ادھر شہر میں سعید صاحب نے ٹیلیفون کے ذریعے ڈاکٹر فاروقی کو وہ بُری خبر سنائی جسے سن کر ماں باپ کے دلوں پر بجلی گر پڑتی ہے۔ وہ روتے پیٹتے ملٹری ہسپتال میں پہنچے۔ سعید صاحب نے انھیں بتایا ’فرہاد بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اس کا علاج کیا جا رہا ہے اور تہمینہ کی لاش اب پہنچنے ہی والی ہے۔‘

تہمینہ کی والدہ نے اپنی چھاتی پیٹ کر کہا: ”ہائے۔ میں کس سے فریاد کروں۔ اگر فرہاد یہاں نہ آتا تو میری بیٹی اس کی دیوانی نہ ہوتی۔ اس کی وجہ سے میری بیٹی کی جان گئی ہے۔“

سعید صاحب نے سخت لہجے میں کہا: ”محترمہ! آپ ہوش و حواس میں رہنے کی کوشش کریں اور اپنی زبان قابو میں رکھیں ورنہ میں آپ لوگوں پر فرہاد کے بیٹے پارس کے اغوا کا کیس بنا سکتا ہوں۔“

ڈاکٹر فاروقی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: ”بیٹے! تم درست کہتے ہو۔ قصور ہماری بیٹی کا ہے۔ وہی اس کے بیٹے کو لے کر گھر سے بھاگ گئی تھی۔“

”اور بھاگنے کے بعد اس پر کیا بیتی اور بچہ کس مصیبت میں گرفتار ہوا یہ آپ لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔ دشمنوں نے اس بچے کو حاصل کرنے کے لیے تہمینہ کو بھی اغوا کیا۔ اگر فرہاد وقت پر نہ پہنچتا تو وہ بچے کو اور تہمینہ کو لے جاتے۔“

اس کی والدہ نے کہا: ”ہائے۔ دشمن نہیں لے گئے، موت تو لے گئی۔“

”میں فرہاد کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس نے یقیناً آپ کی بیٹی کو سمجھایا ہوگا کہ وہ واپس چلی جائے یا پھر اس جھونپڑی میں بچے کے ساتھ رہے یا پھر اسے کسی جگہ محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہوگی۔ لیکن آپ کی بیٹی کیسی دیوانی تھی۔ یہ آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس نے فرہاد کے سوا اور کوئی پناہ قبول نہیں کی ہوگی۔“

تہمینہ کی لاش آ گئی پھر ضروری کارروائی کے بعد اس کے والدین کے حوالے کر دی گئی۔ اینی فاسٹر اور دونوں چوروں کو سعید صاحب نے دیکھا۔ اینی نے بتایا: ”میں وہی اعلیٰ بی بی ہوں جس کا ذکر یقیناً فرہاد صاحب نے آپ سے کیا ہوگا۔“

سعید صاحب نے سر ہلا کر کہا: ”آپ لوگوں کا ذکر میں نے سنا ہے اور آپ لوگوں کے احسانات فرہاد پر بہت ہیں لیکن افسوس میں آپ لوگوں کو شکل سے نہیں پہچانتا۔ اس لیے آپ مائنڈ نہ کریں۔ جب تک فرہاد ہوش میں نہیں آئے گا۔ آپ تینوں کہیں جا نہیں سکیں گے۔“

وہ [illegible] تک ہسپتال گیارہ بجے وہاں سے پرواز کرنے والا تھا۔ ان غیر معمولی واقعات کے پیش آنے کے باعث دو گھنٹے لیٹ ہو گیا۔ رسونتی کو اس جہاز سے فوری طور پر ملٹری ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ وہ ہوش و حواس میں تھی اور اس وقت تک میں بھی ہوش میں آ گیا تھا۔

میں زخموں سے چور تھا۔ میرے سر پر اور چہرے کے اطراف پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ رسونتی کسی دوسرے کمرے میں لیٹی ہوئی مجھ سے بالکل بیگانہ تھی۔ سعید صاحب اس کے پاس گئے تھے۔ اس سے باتیں کیں لیکن اجنبی کی طرح جب وہ مجھے اور اپنے بیٹے پارس کو نہیں پہچانتی تھی تو پھر اور کسے پہچان سکتی ہے؟

سعید صاحب نے میرے پاس آ کر کہا: ”رسونتی ایک ہی بات کہتی ہے کہ اسے ہندوستان پہنچا دیا جائے۔ وہ اپنی چھوٹی بہن وسنتی سے ملنا چاہتی ہے۔“

میں نے کہا: ”آہ۔ اب اسے کیسے سمجھایا جائے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، ماں باپ اور چھوٹی بہن وسنتی کب کے مر چکے ہیں۔“

سعید صاحب نے میرے شانے کو تھپک کر کہا: ”تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ ابھی آنکھیں بند کیے لیٹے رہو اور خیال خوانی بھی نہ کرنا ورنہ دماغ پر بوجھ پڑے گا۔“

میں نے نقاہت سے کہا: ”میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ پارس کہاں ہے؟“

”وہ بھی اسی ہسپتال میں ہے۔ میں اس کے لیے کسی آیا کا انتظام کرتا ہوں۔“

وہ جانے لگے۔ پھر پلٹ کر کہا: ”ہاں، یہاں ایک پولیس آفیسر تمھارا بیان لینے کے لیے موجود ہے۔ اگر تم ایزی فیل کرو تو کسی وقت اسے بلا کر اپنا بیان قلمبند کرا دینا۔“

”ٹھیک ہے۔ اینی کو میرے پاس بھیج دیجیے۔“

وہ چلے گئے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد آہٹ سن کر آنکھیں کھولیں، وہ میرے قریب ہی مسکرا رہی تھی۔ دو چور میرے بستر کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اینی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر نقاہت سے کہا: ”میں بہت تھک گیا ہوں۔“

وہ دوسرے ہاتھ سے میرے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے بولی: ”آپ خاموشی سے سو جائیں۔“

”تم میرے پاس رہو گی۔“

”جب تک سانس رہے گی میں رہوں گی۔ آپ آرام سے سوتے رہیں۔“

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نیند نہیں آرہی تھی۔ بند آنکھوں کے پیچھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں میں تہمینہ کا ہاتھ ہو۔ نرم و نازک پھول کی طرح ملائم، جذبوں کی طرح گرم اور وفا کی طرح مستحکم ہاتھ وہ مجھے تصور میں نظر آرہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ پھولوں بھری انجمن میں خوشبو کی طرح انگڑائیاں لے رہی تھی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اینی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "اگر وہ نہ ہوتی تو آج میں نہ ہوتا۔ یوں تو زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن میری یہ زندگی تہمینہ کی رہین منت ہے۔"

میں نے خوابیدہ آنکھوں سے دیکھا۔ وہ خلا میں نظر آرہی تھی۔

"آہ، اس نے میرے حصے کی گولی اپنے سینے میں اتار لی میری موت کو اپنے گلے سے لگالیا۔"

اینی نے مجھے تھپک کر کہا "آپ سونے کی کوشش کریں۔ ایسے وقت جذباتی انداز میں نہیں سوچنا چاہیے۔"

"میں جذباتی نہیں ہوں۔ اعتراف کرنا چاہتا ہوں تہمینہ بیحد حسین تھی۔ شباب سے معمور تھی۔ بڑی اداؤں بھری تھی لیکن یاد رہنے والی بات یہی ہوتی ہے کہ کسی نے ہمارے لیے کیا کیا اور اس نے جو میرے لیے کیا وہ میں آخری سانس تک نہیں بھلا سکوں گا۔"

اینی نے پریشان ہو کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "میں ابھی سو جاؤں گا لیکن اپنی ایک خواہش بیان کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ محبت سے بولی "ہاں، بتاؤ۔ کیا خواہش ہے؟"

میں نے دور تہمینہ کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کی قبر کے سرہانے جو کتبہ ہوگا۔ میں اس پر لکھوانا چاہتا ہوں کہ تہمینہ کے حصے کی سانسیں فرہاد لے رہا ہے اور جب تک فرہاد زندہ ہے۔ تہمینہ زندہ رہے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اینی میرے سر کو سہلا رہی تھی۔ پھر میں نے اس کی گرم گرم سانسیں اپنی پیشانی پر محسوس کیں۔ ہسپتال کے اس کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شاید مجھے نیند کی دوا دی گئی تھی۔ میں آہستہ آہستہ سو گیا۔

بڑی دیر تک سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو دوپہر ہو چکی تھی۔ تین بج رہے تھے۔ اینی میرے بستر کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے خوش ہو کر کہا "تم بہت اچھی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "تین بج رہے ہیں۔ یقیناً تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"اور یقیناً تم نے بھی کچھ نہیں کھایا ہوگا؟"

وہ اٹھ کر بولی "میں ابھی کھانے کو کچھ لاتی ہوں۔"

"صرف میرے لیے نہیں۔ اپنے لیے بھی۔ ہم دونوں کھائیں گے۔ میں بڑی تازگی اور توانائی محسوس کر رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کی توانائی کو آزمانے کے لیے خیال خوانی کی اور بڑی کامیابی سے رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسی ہسپتال کے ایک بستر پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی "میں کہاں آکر پھنس گئی ہوں۔ یہاں سے نکل نہیں سکتی۔ باہر لیڈی کانسٹیبل پہرہ دے رہی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "مگر میں یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں گی؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "میں بھارت جاؤں گی۔ اپنے دیس میں رہوں گی۔ یہ پاکستان ہے آہ میں پاکستان کے خلاف سپر ماسٹر سے معاہدہ کر رہی تھی۔ اپنے پتاجی کو اور وسنتی کو سپر ماسٹر کی قید سے چھڑا کر لا رہی تھی مگر اچانک یہ سب کیا ہو گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔ رسونتی اس دور کو یاد کر رہی تھی جب پہلی بار ترکی میں، میں نے اس کا نام سنا تھا۔ پرنس آئی لینڈ میں اس سے سامنا بھی ہوا تھا۔ ان دنوں اس کا باپ تن سنگ اور بہن وسنتی سپر ماسٹر کی قید میں تھے اور سپر ماسٹر اس سے سودے بازی میں مصروف تھا۔

یہ بہت پرانی بات تھی۔ حالات پھر بدلتے گئے تھے۔ رسونتی دشمن سے دوست بنتی گئی تھی لیکن وہ صرف پرانی باتیں کیوں سوچ رہی تھی؟

مجھے فلائنگ ہسپتال کے امریکی اور جرمن ڈاکٹروں کے بیانات یاد آئے۔ انھوں نے کہا تھا "رسونتی کے جسم سے زہریلا خون سارا کا سارا نکال دیا گیا ہے اور نیا خون داخل کیا گیا ہے۔ نئے خون سے اس کے دماغ کی تجدید ہو رہی ہے۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا لیکن رسونتی کا کیس بتا رہا ہے کہ وہ سب کچھ بھول کر شروع سے اپنی زندگی کو یاد کر رہی ہے۔ اسی طرح یاد کرتے کرتے وہ موجودہ دور تک پہنچے گی۔ لیکن اس میں کافی عرصہ لگے گا۔"

میرا ذہن الجھنے لگا۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کروں؟ رسونتی اجنبی بن گئی تھی میرے لیے بالکل غیر ہو گئی تھی لیکن اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ حالات نے، تقدیر نے اسے ایسا کر دیا تھا۔ میں اسے کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

دوسری طرف رسونتی مجھے چھوڑنے پر تیار بیٹھی تھی۔ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ میں اسے جبراً اپنے ساتھ کب تک رکھ سکتا تھا۔ میرے سوچنے کے دوران اینی کھانے کی ٹرالی لے کر آگئی۔ مختلف قسم کے کھانے تھے۔ کچھ پرہیزی تھے۔ اس نے پرہیزی کھانے میری طرف بڑھائے۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ پریشان ہیں؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں بھی کسی حد تک چہرے کو پڑھ لیتی ہوں۔ آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"رسونتی کے لیے فکر مند ہوں۔ اس کی یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ صرف اپنی ابتدائی زندگی کو یاد رکھے ہوئے ہے۔ ایسے میں وہ ہندوستان جا کر اپنے ماں باپ اور بہن کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ جبکہ اس کا وہاں کوئی نہیں ہے میں کیا کروں؟"

"آپ بہت سمجھ دار ہیں۔ یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ پریشانی کی حالت میں کبھی کسی مسئلے پر غور نہیں کرنا چاہیے۔ دماغ کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ آپ آرام سے کھائیے۔ ہنسیے۔ بولیے۔ پھر کسی اسپیشلسٹ سے مشورہ لیجیے۔ وہ مادام رسونتی کے متعلق بہت صحیح مشورہ دے گا۔"

اس نے پہلا لقمہ میرے منہ میں ڈالا۔ پھر میں خود کھانے لگا۔ اس نے بتایا کہ "اعلیٰ بی بی کو میرے موجودہ حالات کے متعلق بتا دیا گیا ہے۔" ان سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ وہ آپ کے لیے بہت پریشان ہیں اور حکم دیا ہے کہ جیسے ہی آپ ہوش میں آئیں اور نارمل ہوں تو ان سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کریں۔"

کھانے کے دوران وہ ہنستی بولتی رہی اور مجھے ہنسانے کی کوششیں کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ کھانے کی ٹرالی لے جانے لگی۔ سعید صاحب ایک پولیس آفیسر کے ساتھ وہاں آگئے پھر میں پچھلی واردات کے متعلق تفصیلی بیان دینے لگا۔ آخر میں بیان کے اس حصے میں پہنچا جب میرے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی تھی اور اچانک ہی کوئی دونوں ہاتھوں کا اپاہج میرے لیے فرشتہ بن کر آگیا تھا۔

سعید صاحب نے پوچھا "کیا وہی کرائے کا بدمعاش تھا جس کے دونوں بازوؤں پر براؤن نے گولی ماری تھی تاکہ تم اس کے ذریعے انھیں نقصان نہ پہنچا سکو۔"

"ہاں، وہی بدمعاش تھا۔ براؤن نے اس سے کہا تھا کہ تمہارے جیسے کتے ہر ملک میں پائے جاتے ہیں جو چند ڈالروں کے عوض اپنے ملک کے خلاف بک جاتے ہیں اور اپنے ملک کے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ بات بدمعاش کے دل کو لگ گئی۔ اس کے ضمیر نے اسے جھنجوڑا ہوگا تب ہی وہ جانے کیسے آخری وقت مجھ تک پہنچ گیا۔ آہ، میری زندگی پر اس کا بھی احسان ہے۔ خدا کرے۔ ہر ضمیر فروش کی کایا اسی طرح پلٹ جائے۔"

پولیس آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ جاوید، ریحانہ اور اپنی بیوی کے ساتھ وہاں آگیا۔ سعید صاحب نے اسے اطلاع دے دی تھی اور ہسپتال میں بھی کہہ دیا تھا کہ اسے کمرے میں آنے کی اجازت دے دی جائے۔ وہ تینوں میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ریحانہ میرے ایک ہاتھ کو تھام کر کہنے لگی "بھائی جان! یہ آپ کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا دشمن آپ کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑیں گے؟"

میں نے محبت سے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر کہا۔ "جب تک انسان کے پاس دولت ہوتی ہے چور اس کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ میرے پاس ٹیلی پیتھی کا خزانہ ہے۔ یہ خزانہ جس دن خالی ہوگا تمام دشمنوں کے کلیجے ٹھنڈے پڑ جائیں گے پھر وہ مجھے ایک معمولی چیونٹی سمجھ کر معاف کر دیں گے۔ مجھ سے منہ پھیر کر چلے جائیں گے اور سچ پوچھو بہنا تو میں چیونٹی نہیں بننا چاہتا۔ میں فرہاد ہوں اور فرہاد کی حیثیت سے ہی مرنا چاہتا ہوں۔"

پھر میں نے سعید صاحب سے پوچھا "جاوید کے پاسپورٹ کا کیا بنا؟"

"کل سے تم نے میرے ہاتھ پاؤں پھلا رکھے ہیں۔ تمہارے لیے، بچے کے لیے، رسونتی بھابی کے لیے اتنا پریشان ہوں کہ اپنی ڈیوٹی سے بھی گیا۔ فکر کیوں کرتے ہو۔ پاسپورٹ تیار ہو جائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔"

"اسپیشلسٹ کی خدمات حاصل کریں۔ رسونتی کا کیس اسے سمجھائیں۔ میں اس کے لیے بہت فکر مند ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد جاوید، ریحانہ اور اپنی بیوی کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ لاہور جانے کے لیے تیار رہیں۔ سعید صاحب کی شادی میں حاضر رہنا ہے۔

ان کے جانے کے بعد سعید صاحب نے اینی فاسٹر کو دیکھا۔ پھر پوچھا "فرہاد! وہ بارہ دشمنوں کا کیا قصہ ہے۔ ان میں سے دو مر چکے ہیں۔ باقی دس کہاں ہو سکتے ہیں؟"

اینی فاسٹر نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا قصہ ہے؟"

"یہودی رضاکاروں کی ایک ٹیم میرے خلاف منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔ ان میں جو بوڑھے ہیں وہ مجھے محبت سے دوست بنانا چاہتے ہیں اور جو جوان ہیں وہ اپنے وقت کے بہت ہی سفاک، بے رحم قاتل ہیں۔ پتہ نہیں، انھوں نے اپنی زندگی میں کتنے قتل کیے ہیں اور کیسے کیسے بھیانک تجربات سے گزرتے رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ فرہاد پہلے حملے میں ہی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا اور یہ بات تو براؤن اور سوڈی نے ثابت کر دی کمبختوں کا نشانہ بڑا ہی پختہ تھا ان کا اعتماد مستحکم تھا۔ وہ اپنے ریوالور میں صرف ایک ایک گولی لے کر آئے تھے۔ وہ یقیناً اس گولی کو کام میں لے آتے لیکن ان کی تقدیر خراب تھی اور خدا میرا نگہبان تھا۔"

سعید صاحب نے کہا "خدا سب کا نگہبان ہے لیکن ہم کب

تک بچتے رہو گے ؟" باقی دس قاتل تمھارے پیچھے ہیں۔ ان کا کیا ہو گا؟ میں تمھارے آس پاس بہت سخت پہرہ لگا دوں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ سخت پہروں سے بھی گزرنا جانتے ہوں گے۔"

انی چپ چاپ سُن رہی تھی۔ پھر وہ پلٹ کر کمرے سے جانے لگی۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھ کر دیکھا۔ وہ حفاظتی انتظامات کرنے جا رہی تھی۔ ملک کے مختلف حصّوں سے اپنے چوروں کو یہاں بلانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے نہیں روکا۔ سعید احمد نے کہا: "دشمن زبردست بہروپیے ہوں تو انھیں پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے یہ دس قاتل یقیناً غیر ملکی ہوں گے اور یہودی ہوں گے۔ ان کا تعلق یورپ سے ہوگا۔ اس طرح ہم انھیں پہچان سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا: "کیسے پہچان سکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں غیر ملکی مختلف تعمیرات اور مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لیے آتے ہیں۔ وہ غیر ملکی آفیسر بھی ہوتے ہیں اور اعلیٰ پائے کے مزدور بھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات کے بعد شہروں میں آزادانہ گھومتے ہیں۔ کلبوں میں جاتے ہیں۔ ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں نظر آتے ہیں۔ پھر آپ انھیں کیسے پہچانیں گے؟"

"ایسے چند مقامات میں انھیں پہچاننا دشوار ہوگا لیکن ہمارے ہاں کی خاص تقریبات ہیں۔ مثلاً میری شادی کے موقع پر وہ دلہن پائے گئے تو یقیناً دشمن ہوں گے۔ ہم کسی غیر ملکی کو دعوت نہیں دیں گے۔ لاہور میں بختاور صاحب کی کوٹھی کے پاس تقریباً چار فرلانگ تک غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے گا جو غیر ملکی اعلیٰ افسران ہوں گے حکومت سے جن کا گہرا تعلق ہوگا وہ تو خیر ہمارے جانے پہچانے ہوں گے۔ اسی طرح یہاں ولیمے کی تقریب میں بھی ایسے ہی سخت انتظامات کیے جائیں گے۔"

میں مسکرانے لگا۔ انھوں نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "یہ مسکراہٹ کیسی؟ کیا مجھے بچہ سمجھ رہے ہو؟"

"اس معاملے میں آپ بچے ہیں۔ آپ دشمنوں کی چال کو نہیں سمجھتے۔ آپ ان کے ہتھکنڈوں سے گزریں گے تو حیران رہ جائیں گے، ایک معمولی سی بات ہے۔ وہ براہِ راست میرے قریب نہیں آئیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ سخت پہرہ ہے تو یہاں کے بدمعاشوں کو خریدیں گے۔ جس طرح ان دونوں نے چار بدمعاشوں کو خرید رکھا تھا۔"

سعید صاحب میرے آس پاس ٹہلتے ہوئے سوچنے لگے۔

میں نے کہا: "لیکن ایک بات ہے۔ یہ دس قاتل ہیں۔ یہ بھی کسی کرائے کے بدمعاش سے مجھے قتل نہیں کرائیں گے۔ انھیں اپنے آپ پر بڑا ناز ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ اپنے ہاتھوں سے مجھے قتل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کرائے کے بدمعاشوں کو صرف اس لیے استعمال کریں گے کہ وہ مجھے کسی طرح میری پناہ گاہ سے باہر نکال کر ان کے سامنے پہنچا دیں۔ اس کے لیے وہ بہت ہی گری ہوئی حرکتیں بھی کر سکتے ہیں۔"

"مثلاً؟" سعید صاحب نے پوچھا۔

"مثلاً وہ جانتے ہیں۔ لاہور میں میری سب سے بڑی کمزوری شاہینہ ہے۔ پھر دوسری کمزوری پارس ہے۔ تیسری کمزوری شاہینہ کی بیٹی میری بھانجی شبانہ ہے۔ یہ ایسے اہم رشتے ہیں کہ جنھیں اغوا کیا جا سکتا ہے جنھیں کسی مصیبت میں گرفتار کرایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے میں ان حالات میں دشمنوں کے سامنے جانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"بھئی صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم میری شادی اور ولیمے میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔"

"میں ضرور شریک ہوں گا لیکن اپنا حلیہ بدلنے کے بعد ایسا روپ اختیار کروں گا کہ مجھے کوئی نہ پہچان سکے۔ پلیز اب آپ جائیں اور رسونتی کے لیے ماہرِ نفسیات کی خدمات جلد حاصل کریں۔"

وہ چلے گئے۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں اور سانی عرف اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا دستور کے مطابق پہلے تو مجھے اس کے دماغ میں راستہ نہیں ملا پھر اُس نے کہا: "آجاؤ۔ تمھارے سوا اب تک مجھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ملا۔ بھلا کوئی اور میرے دماغ میں کیسے آسکتا ہے۔"

"جب یہ جانتی ہو تو پہلی ہی دستک پر اپنے دماغ کے دروازے کھول دیا کرو۔"

"محتاط رہنے کی عادت ہے۔ اس لیے ایسا کرتی ہوں۔ ورنہ تمھارے لیے تو ......"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ ہچکچانے لگی میں نے کہا: "میرے لیے تو دل کے دروازے کھلے ہیں، دماغ کی کیا بات ہے؟"

وہ جلدی سے بات بدل کر بولی: "جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اپنی خیریت سناؤ۔ سنا ہے زخموں سے چور کسی ہسپتال میں پڑے ہو۔"

"تمھیں اپنی ماسٹر کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہوگا دس یہودی رضا کار ہیں۔ جن میں دو مارے گئے ہیں اور ابھی دس باقی ہیں۔"

"ان دو نے یہ قیامت ڈھائی ہے۔ تمھاری ہڈیاں پسلیاں ایک کر کے ہسپتال پہنچا دیا ہے۔ باقی دس کیا کریں گے؟"

"یہ بڑے زبردست لوگ ہیں۔ خدا جانے یہ کیسی کیسی خطرناک صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

"کیا ابھی اسلام آباد میں تمھارا قیام رہے گا؟"

"ایک ہفتے بعد سعید صاحب کی شادی میری بہن کی نند

ہو رہی ہے اس سلسلے میں مجھے لاہور جانا ہوگا۔"

اس کے بعد میں نے اُسے رسونتی کے تمام حالات بتانے کے بعد کہا: "یہ ایک مسئلہ ہے۔ وہ میرے ساتھ رہنا گوارا نہیں کرے گی بلکہ مصیبت بن جائے گی۔ وہ ہندوستان جانا چاہتی ہے اور میں اسے کسی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ وہاں اس کے دشمن ہی دشمن ہیں۔ یہ بات وہ نہیں سمجھ رہی ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ میں اور میرے چور علمِ نفسیات میں دخل رکھتے ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ بی بی کے لیے علمِ نفسیات میں کامل ہونا لازمی ہے، میری سمجھ میں رسونتی کا کیس آگیا ہے۔ جو حالات تم نے تفصیل سے بتائے ہیں۔ اس کا تقاضا یہی ہے کہ رسونتی کو اس کے ابتدائی ماحول میں رکھا جائے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میں اسے ہندوستان بھیج دوں؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے تم اُسے برما یا کسی ایسے ملک میں بھیجو جہاں مندروں کا ماحول ہے۔ جہاں پنڈت اور پوجا کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ غیر شعوری طور پر گمشدہ حافظے کی تلاش میں ہے۔ پتہ نہیں ابھی وہ یادداشت کے کتنے مرحلوں سے گزرے گی۔ اسے اس کا ماحول ضرور ملنا چاہیے۔"

"لیکن اسے کس طرح یقین دلایا جائے کہ اس کی بہن اور اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور بھارتی سرکار اس کی دشمن ہے۔"

"یہ یقین دلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کوئی دور کا رشتے دار ضرور ہو یا پھر کوئی ایسا شخص یا ایسی عورت، جس پر وہ بھروسہ کرتی ہو اور جس کا تعلق ہندوستان سے ہو۔"

میں سوچنے لگا چند لمحوں کے بعد اس نے پوچھا: "کہاں گم ہو گئے؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ ہندوستان کا کون شخص یا کون عورت ایسی ہو سکتی ہے۔"

کہتے کہتے میں خود ہی چونک گیا۔ میں نے کہا: "ہاں مجھے ایک شخص یاد آرہا ہے۔ اس کا نام راجیش مترا ہے وہ ایک صوبائی گورنر کا چیف سیکرٹری تھا۔ ایک بار اس نے رومانہ کو بھارتی سپاہیوں سے چھپانے کے لیے اپنی حویلی میں پناہ دی تھی اور اسے ایک ہوٹل سے سپاہیوں کا محاصرہ توڑ کر فرار ہونے میں بھی مدد دی تھی۔"

"راجیش کا تعلق رسونتی سے کیا ہو سکتا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "راجیش مترا رسونتی کے باپ تن سنگ کا شاگرد رہ چکا ہے۔ تن سنگ نے ایک بار جڑی بوٹیوں کے ذریعے راجیش کو سانپ کے زہر سے بچایا تھا۔ دوسری بار راجیش کے باپ کو ایک دائمی مرض سے نجات دلائی تھی۔ تب سے راجیش کے اور تن سنگ کے خاندان میں ربط و ضبط قائم ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے سے زبانی رشتے قائم کر کے اسے لہو کے رشتوں سے زیادہ ماننے لگے۔ رسونتی راجیش مترا کو اچھی طرح جانتی ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتی ہے۔"

"پھر تو ٹھیک ہے۔ راجیش سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ وہ برما پہنچے اور وہاں رسونتی کے لیے ایسا ماحول فراہم کرے جو اس کی موجودہ ذہنی حالت کے مطابق ہو۔"

"مشکل یہ ہے کہ راجیش سے دماغی رابطہ قائم کیے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ میں اس کے لب و لہجے کو بھول چکا ہوں۔"

"اگر راجیش مترا کا پتہ معلوم ہو جائے تو ہندوستان میں میرے چند چور ہیں، وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے پھر میرے چوروں کے ذریعے تم راجیش کے دماغ تک پہنچ سکو گے۔"

میں نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا مجھے راجیش مترا کا پتہ یاد نہیں آیا۔ وہ دہلی کے کسی محلے میں رہتا تھا اور اس کا چھوٹا بھائی کلکتہ میں رہا کرتا تھا۔ رومانہ نے آخر میں اس کے چھوٹے بھائی کے گھر میں پناہ لی تھی اور وہیں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"ان دونوں بھائیوں کا پتہ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"ابھی رسونتی دماغی طور پر اپنی بے شعوری زندگی کے ابتدائی مرحلوں سے گزر رہی ہے اسے اس وقت کی تمام باتیں یاد ہیں یقیناً ان دونوں بھائیوں کا پتہ بھی یاد ہوگا تم ذرا اس کے پاس پہنچ کر دیکھو۔"

دوسرے ہی لمحے میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا وہ کبھی اپنے ماں باپ کو اور کبھی اپنی بہن وسنتی کو تصور میں دیکھ رہی تھی میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا: "بھارت میں میرے اور کون اپنے جاننے والے ہیں؟ کوئی اور قریبی رشتے دار ہوگا؟"

اس نے اپنے دماغ پر زور ڈال کر سوچا۔ پھر اس کی سوچ نے انکار کرتے ہوئے کہا: "نہیں، میرا کوئی سگا رشتے دار نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "کوئی الیا منہ بولا بھائی، بہن چچا، پھپھی، ماما، ممانی کوئی ہونا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس کے دماغ میں اچانک راجیش اور مہیش کے نام روشن ہو گئے، دونوں بھائیوں کی صورتیں بھی تصور میں آئیں۔ اسے یاد آنے لگا کہ راجیش اور مہیش کی ایک بوڑھی والدہ ہیں۔ راجیش کی ایک بیوی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ٹھیک ہے اگر میں یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں تو بھارت میں ان کے پاس کیسے پہنچوں گی؟ ان کا پتہ یاد ہونا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ وہ لوگ

کلکتہ کے ایک محلے مانک تلہ میں رہتے تھے۔ گرودلو کے آشرم کے سامنے ان کی ایک دو منزلہ چھوٹی سی کوٹھی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "کلکتہ ہندوستان کے دوسرے سرے پر ہے۔ یہاں سے طویل فاصلہ ہے۔ مجھے تو دہلی کے متعلق سوچنا چاہیے۔ راجیش کہاں رہتا ہے؟"

وہ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا: "اس کا تبادلہ کئی جگہ ہوا۔ دہلی کا پتہ مجھے یاد نہیں ہے۔ جب میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو سیدھی کلکتہ مہیش کے پاس جاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا۔ پھر میں نے مخاطب کیا: "سامی!"

اس نے مجھے ٹوک دیا: "میں اعلیٰ بی بی ہوں۔ مجھے سامی کہہ کر مخاطب نہ کرو۔"

"تم اعلیٰ بی بی ہوگی اپنے چوروں کے لیے اور اپنے بابا فرید واسطی کے لیے۔ میں صرف اپنی سامی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔"

"فرہاد، بچوں جیسی ضد نہ کیا کرو۔ تم مجھے سامی کہتے ہو تو۔۔۔"

وہ پھر رک گئی۔ میں نے پوچھا: "تو دل میں کچھ ہوتا ہے؟ تمہارے اندر سامی مچلتی ہے۔ تمہیں میری طرف دھکیلتی ہے۔ عجیب بات ہے۔ تم بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیتی ہو اور اپنے آپ سے نہیں لڑ سکتیں۔"

"ابھی ہمارے درمیان ایک دوسرا مسئلہ زیرِ بحث ہے۔ مجھے بتاؤ۔ رسونتی سے کیا معلوم ہوا؟"

"بھارت کے شہر کلکتہ کے ایک محلہ مانک تلہ میں گرودلو کا آشرم ہے۔ اس آشرم کے بالکل سامنے ایک دو منزلہ کوٹھی ہے۔ اس کوٹھی میں راجیش یا مہیش سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے تھوڑا وقت دو۔ میں بھارت کے چوروں سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ پھر تم سے باتیں کروں گی۔"

"یہ تو بتاؤ اب میں سونیا سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا وہ ابھی بابا کے پاس موجود ہے؟"

"تم پاکستانی وقت کے مطابق رات گیارہ بجے کے بعد اس سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ اس وقت وہاں سات بجیں گے۔ بابا کے طلبا اور طالبات سات بجے رات کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ پھر نو بجے تک وہ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ باتیں کرتے ہیں۔ ہنستے بولتے ہیں۔ نو سے ساڑھے نو بجے تک وہ بستروں میں چلے جاتے ہیں۔ پھر صبح چار بجے بیدار ہوتے ہیں۔ تم اپنے ہاں کے گیارہ بجے سے ایک بجے تک اس سے باتیں کر سکو گے۔"

"کیا وہ تمام دن بابا کی خدمت میں حاضر رہتی ہے؟"

"صرف وہی ایک ایسی ہے جسے بابا نے اپنی خدمت کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ مرجانہ کی برین واشنگ ہو رہی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "بابا کے ہاں برین واشنگ؟"

"ہاں، یہ ضروری نہیں ہے کہ سائنسی آلات کے ذریعے 'برین' کو واش کیا جائے۔ جب یہ آلات نہیں تھے تو انسان کے ذہن کو تبدیل کرنے کے لیے، قلب کی صفائی کے لیے روحانی عمل ہوتا تھا۔ آج بھی ہماری دنیا میں بابا فرید واسطی جیسے بزرگ موجود ہیں۔ دوسرے بزرگان دین کا طریقۂ کار کیا ہے۔ یہ میں نہیں جانتی۔ بابا کے متعلق اتنا جانتی ہوں کہ وہ ایک تو مرجانہ کے سلسلے میں روحانی عمل کر رہے ہیں۔ دوسرے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی سوچ کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مرجانہ کے ساتھ ان کی دعائیں بھی ہیں اور دوائیں بھی۔ ہمیں امید ہے کہ دو چار روز میں وہ پھر پہلے والی مرجانہ بن جائے گی۔ بابا سونیا سے کہہ رہے تھے کہ مرجانہ کو چھ دن کے اندر اس کی والدہ کے پاس پاکستان روانہ کر دیا جائے گا۔"

"یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ جب مرجانہ کے یہاں آنے کا دن مقرر ہو جائے گا تو میں یہ خوشخبری اس کی امی کو سناؤں گا۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔ کیا بابا رسونتی کی یادداشت واپس نہیں لا سکتے۔ میں اس کے لیے بہت فکرمند ہوں۔ میں ایک طویل عرصے تک اس کی واپسی کا انتظار نہیں کر سکتا۔ پتہ نہیں، وہ مجھے کب پہچانے گی۔"

"مجھے افسوس ہے، فرہاد! تمہارے اور رسونتی کے سلسلے میں بابا بالکل خاموش ہیں۔ جب وہ کسی کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کرتے کچھ نہیں بولتے تو ہم میں سے کسی کی اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ اس سلسلے میں کوئی سوال کر سکے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک چور سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اتنی دیر تک خیال خوانی کرتے رہنے کے باعث میرا سر دکھ رہا ہے۔ میں اسی طرح آنکھیں بند کیے چپ چاپ لیٹا رہا۔ ہر طرح کی سوچ سے پرہیز کرنے لگا۔ میرے دماغ میں تہمینہ آئی۔ میں نے اُسے رخصت کر دیا۔ امی کا خیال آیا۔ اسے دماغ سے جھٹک دیا۔ رسونتی کی فکر لاحق ہوئی۔ یہ سوچ کر تسلی کر لی کہ اس کے لیے اعلیٰ بی بی انتظامات کر رہی ہے سونیا کے متعلق تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ رات کے گیارہ بجے سے پہلے میں اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکوں گا۔

اس طرح باری باری سبھی میرے دماغ میں آ رہے تھے۔ میں ان کی سوچ سے، مختلف خیالات سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جب تک دماغ جاگتا رہتا ہے اس وقت تک سوچیں بھی آتی رہتی ہیں۔ کسی نہ کسی بہانے دماغ میں کروٹیں لیتی رہتی

ہیں۔ پھر مجھے اپنے باقی دس قاتلوں کا خیال آیا۔ وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟ کس طرح مجھے گھیرنے کی کوششیں کر رہے ہوں گے؟ کیا سب کے سب پاکستان میں ہوں گے؟

نہیں، سب ایک ساتھ مجھے نہیں گھیریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ خوش فہمی ہے یا اپنے آپ پر مکمل اعتماد ہے کہ وہ مجھے باآسانی قتل کر دے گا کبھی اُن میں سے کوئی ناکام نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ناکامی کے متعلق کوئی سوچ نہیں سکتا تھا۔ ان بارہ قاتلوں نے دو دو کی چھ ٹولیاں بنائی تھیں جن میں سے دو کی ایک ٹولی ختم ہو چکی تھی۔ باقی پانچ ٹولیاں تھیں۔ اب دوسری ٹولی کے دو قاتل میری طرف آئیں گے یا آ چکے ہوں گے۔

ان کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لیے مجھے پاپا جوجو کا خیال آیا۔ میں نے کل سے اس کے دماغ میں جھانک کر ان یہودی رضاکاروں کے متعلق معلومات حاصل نہیں کی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آخری بار اس کی سوچ کے ذریعے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ شام کی فلائٹ سے پاکستان کے لیے روانہ ہوگا۔ اب جو میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ یہاں پہنچ چکا تھا۔

میں اور رسونتی جس ہسپتال میں زیرِ علاج تھے اس ہسپتال سے تھوڑی دور ایک ریستوران میں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے دوسری طرف اس کا ایک بوڑھا ساتھی تھا۔ وہ بوڑھا یہودی رضاکاروں کی ٹیم سے تعلق رکھتا تھا لیکن وہ بوڑھوں کی ٹیم اب معطل ہو گئی تھی۔ پاپا جوجو اس سے کہہ رہا تھا: "جب ایسی بات تھی تو مجھے اتنی دور آنے پر مجبور کیوں کیا گیا؟"

اس بوڑھے نے کہا: "جب ہم نے سفر شروع کیا تو ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا۔ یہاں پہنچنے پر بتایا گیا ہے کہ رسونتی اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ جب وہ اپنے شوہر کو، اپنے بچے کو نہیں پہچانتی ہے تو تمہارے اس فرضی پارس کی یا تمہاری اب کیا اہمیت رہ گئی ہے؟"

"واہ بہت خوب تو پھر مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنے کا ارادہ ہے؟"

"ایسی بات بھی نہیں ہے۔ جب ہم کسی کو آلۂ کار بناتے ہیں تو اُسے بیچ بھنور میں نہیں چھوڑتے۔ تمہارا وہ بیٹا آئندہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"ایک نہ ایک دن رسونتی کی یادداشت لوٹ آئے گی پھر وہ اپنے بچے کا مطالبہ کرے گی۔ اس نے اس بچے کو دیکھا ہے جس کے دائیں شانے پر ننھے پیسے کے برابر سرخ نشان ہے۔ وہ اُسی کو اپنا بچہ سمجھتی ہے اور وہ بچہ تمہارا ہے۔"

پاپا جوجو نے کہا: "سمجھ گیا۔ میں ویٹنگ لسٹ میں رہوں گا جب اس عورت کی یادداشت واپس آئے گی تو مجھے اور میرے بچے کو کام میں لایا جائے گا۔"

بوڑھے نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "ایسی بات نہیں ہے۔ تم ابھی ہمارے لیے کام کرو گے۔ اَن وانٹیڈ بے بیز کے ادارے سے تمہارے بچے کو حاصل کرنے کے لیے جو تحریری معاہدہ ہوا تھا اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں اس فائل میں موجود ہیں۔ اصل معاہدہ ہمارے پاس ہے۔ تم یہ فائل لے کر فرہاد کے پاس جاؤ گے اور اپنے بچے کا دعویٰ کرو گے۔"

"لیکن اس فائل میں ایسے کسی والدین کا نام اور پتہ درج نہیں ہے۔ جنھوں نے بچے کو گود لیا ہے۔ اس طرح میں فرہاد پر کیسے الزام لگاؤں گا کہ وہ میرے بچے کو وہاں سے یہاں لے آیا ہے۔"

"اس معاہدے میں یہ تو لکھا ہوا ہے کہ بچے کو گود لینے والوں کا نام اور پتہ دانستہ نہیں لکھا جا رہا ہے۔ تاکہ بچے کے سلسلے میں بچے کے اصل والدین دعوے دار نہ بنیں اور اس پتے پر نہ پہنچ سکیں لیکن تم نے فرہاد کا پتہ حاصل کر لیا اور اب اس کے پاس پہنچ رہے ہو۔"

"پھر بھی اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ وہ بچہ میرا ہی ہے۔"

"سب سے بڑا ثبوت اس کے دائیں شانے پر ہے۔ اس کے علاوہ ایک ضمیر کی آواز بھی ہوتی ہے۔ کچھ اخلاقی تقاضے ہوتے ہیں۔ ہم فرہاد کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کبھی اس بچے پر تمہارے حقوق سے انکار نہیں کرے گا۔"

"فرض کرو۔ وہ انکار نہیں کرے گا۔ تسلیم کرلے گا کہ وہ بچہ میرا ہے۔ پھر؟"

"پھر تم اس سے دوستانہ انداز میں کہو گے کہ تم اس کے اور رسونتی کے دشمن نہیں ہو۔ یہ اچھی بات ہے کہ اس بچے کو رسونتی کی ممتا ملی لیکن جب تک رسونتی اپنی ممتا سے انکار کر رہی ہے۔ اس بچے کو نہیں پہچان رہی ہے اس وقت تک وہ بچہ تمہارے پاس رہے گا۔ جب رسونتی اس کا مطالبہ کرے گی تو بچے کو اس کے پاس پہنچا دو گے۔"

"پھر وہ بچہ لا کر میں تم لوگوں کے حوالے کر دوں گا۔"

"ہاں، وہ بچہ ہمارے پاس رہے گا۔ فرہاد کی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ میں رہے گی۔ جب بھی رسونتی اپنے لوگوں کو پہچانے گی تو سب سے پہلے بچے کا مطالبہ کرے گی۔ پھر اس سلسلے میں

ہمارے بھی کچھ مطالبات ہوں گے۔"

"یہ ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب بچے کے ذریعے فرہاد کو بلیک میل کر سکتے ہو اسے اس کی کمزوری بنا کر رکھنا ہے تو تمہارے قاتل اسے جان سے مارنا کیوں چاہتے ہیں؟"

"یہ تو مجھے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ نوجوان یہودی رضا کاروں نے حملے شروع کر دیے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ شاید ہمارے منصوبے میں فرہاد کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ اس کا مر جانا ہمارے لیے فائدہ مند ہے بچے کے ذریعے بعد میں رسونتی کو اپنے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔"

"تم لوگ نیروبی سے یہاں تک جتنی پلاننگ کرتے آ رہے ہو۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فرہاد بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"بے حد خطرناک۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ براؤن اور سوڈی اس کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ ان کے ہاتھوں سے اس کا بچ نکلنا ایک اتفاق بھی ہو سکتا ہے لیکن اس بار سوڈی کا بھائی واسکوڈی اور اس کا ساتھی جینا اسے زیادہ دنوں تک سانس لینے کا موقع نہیں دیں گے۔ موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

پاپا جوجو نے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "بھئی، جب وہ مرنے ہی والا ہے تو اس کے پاس جا کر بچے کے سلسلے میں دعویٰ کیوں کروں؟ فائدہ کیا ہوگا؟ بچہ کہیں بھی ہو جب رسونتی کی یادداشت واپس آئے گی تو میں اس کے پاس جا کر دعویٰ کروں گا۔"

"تم خواہ مخواہ بحث میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں ہوں کہ تمہاری باتوں کا جواب دیے جا رہا ہوں۔ یعنی میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے منصوبے کے مطابق کر رہا ہوں۔ ہمارے سربراہ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں آیا ہے کہ ہم اپنے مشن کو روک دیں۔ جب تک ہمیں منع نہ کیا جائے گا ہم فرہاد کو ہر طرح سے ٹریپ کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ناکام ہوئے تو کوئی بات نہیں۔ بچہ ہر حال میں ہمارے ہی ہاتھ لگے گا۔ اب جاؤ۔"

پاپا جوجو جانے کے لیے اٹھنے لگا۔ بوڑھے نے کہا۔ "اور ہاں، فرہاد سے ملاقات کرنے کے بعد مجھ سے تمہاری ملاقات نہیں ہوگی۔ ہوئی بھی تو میں تم سے باتیں نہیں کروں گا۔ جو کچھ کہنا ہوگا تحریر کے ذریعے کہوں گا کیونکہ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں اپنے لیے جگہ بنائے۔ اب جاؤ۔"

پاپا جوجو وہ فائل اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔ میں نے سیکورٹی آفیسر کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "ایک شخص پاپا جوجو نامی یہاں آ رہا ہے۔ وہ مجھ سے ملنا چاہے گا۔ آپ کہہ دیں کہ میں سو رہا ہوں اگر کوئی بہت ہی ضروری کام ہو تو مجھے نیند سے بیدار کیا جا سکتا ہے۔"

آفیسر نے پوچھا۔ "اگر اس نے ضروری کام بتایا تو؟"

"میں آپ کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں گا اور آپ کے ذریعے اس سے نمٹ لوں گا۔"

آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی نے آ کر سیکورٹی آفیسر کو بتایا کہ ایک غیر ملکی جس کا نام پاپا جوجو ہے۔ وہ مسٹر فرہاد سے ملنا چاہتا ہے۔

سیکورٹی آفیسر نے اُسے اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میرے، رسونتی اور فرضی پارس کی حفاظت اور نگرانی کے لیے وہاں سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ اس سلسلے میں ہسپتال کے ایک کمرے کو سیکورٹی آفیسر کا دفتر بنا دیا گیا تھا۔ کوئی بھی ملنے والا پہلے وہاں سے اجازت حاصل کرتا تھا۔ پاپا جوجو جب اس کمرے میں آیا تو آفیسر نے خشک لہجے میں پوچھا۔ "تم کون ہو اور کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہو؟"

پاپا جوجو نے کہا۔ "میں ایک بے ضرر انسان ہوں۔ یہاں آنے سے پہلے میری اچھی طرح تلاشی لی گئی ہے۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میں بوڑھا ہوں۔ جسمانی اعتبار سے کمزور ہوں۔ فرہاد صاحب کو میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں اُن سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ سو رہے ہیں اور ہم انھیں بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اگر بہت ضروری کام ہو تو انھیں بیدار کیا جا سکتا ہے۔"

"جی ہاں، بہت ضروری کام ہے۔ جسے وہ اپنا بیٹا پارس کہتے ہیں۔ میں اس بچے کے سلسلے میں کچھ اہم باتیں کہنا چاہتا ہوں۔"

"مثلاً کیسی باتیں؟ پہلے ہم سننا چاہیں گے۔"

پاپا جوجو نے وہ فائل آفیسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس یہ ثبوت ہے کہ جو بچہ ان کے پاس ہے۔ وہ میرا ہے۔"

میں نے آفیسر کی زبان سے کہا۔ "بس اتنی سی بات ہے، یہ تو مسٹر فرہاد نے ہمیں پہلے سے بتا دیا ہے۔ کیا آپ اسے لے جانا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں، میں اس سلسلے میں ان سے کچھ بات بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری، باتیں کرنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ ہم نے کہا ناکہ وہ آرام کر رہے ہیں اور کسی سے نہیں ملیں گے۔"

پھر آفیسر نے ایک سپاہی کو حکم دیا۔ "مسٹر فرہاد کے بیٹے پارس کو یہاں لایا جائے۔"

حکم کی تعمیل کی گئی تھوڑی دیر میں وہ بچہ وہاں حاضر کر دیا گیا۔ جوجو بوکھلا گیا تھا۔ آفیسر نے کہا۔ "یہ تمہارا بچہ ہے۔ تم اسے لے جا سکتے ہو لیکن ......"

پاپا جوجو نے آفیسر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے آفیسر کی زبان سے کہا۔ "لیکن پہلے تمہیں اس سلسلے میں تحریری بیان دینا ہوگا کہ تم نے اس بچے کو حاصل کر لیا ہے۔ اسے لے جانے کے سلسلے میں تمہیں اپنے ملک کے سفارت خانے والوں کی بھی گواہی دینا ہوگی۔ اب تم جا سکتے ہو۔ جب بھی اپنے سفارت خانے والوں کے ساتھ تحریری معاہدے کے لیے آؤ گے تو یہ بچہ تمہیں مل جائے گا۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

وہ بے چارہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری طرف سے بچے کی واپسی ہو جائے گی۔ اس نے سر جھکا کر اپنی فائل کو اٹھایا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا ہسپتال کے باہر آ گیا۔ اسی ریستوران میں وہ بوڑھا اس کا منتظر تھا۔ پاپا جوجو کو اتنی جلدی واپس آتے دیکھ کر حیران ہوا۔ اُس نے فوراً ہی ایک کاغذ پر لکھا۔ "تم اتنی جلدی واپس کیسے آ گئے؟"

اس نے سوال کو پڑھا۔ پھر ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "کمال ہو گیا۔ تم لوگ جتنی پلاننگ کر رہے ہو اسے فرہاد خاک میں ملا رہا ہے۔"

وہ بوڑھا یہودی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ پاپا جوجو نے کہا۔ "اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔ گھبراؤ مت۔ میرا فرہاد سے سامنا ہی نہیں ہوا۔ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا ہے۔"

اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ فرہاد سو رہا ہوگا؟"

"وہاں سیکورٹی آفیسر نے مجھے بتایا ہے کہ فرہاد کو نیند سے بیدار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اگر کوئی ضروری کام ہے تو انھیں بتایا جائے۔ تب میں نے بتایا کہ جو بچہ ان کے پاس ہے وہ میرا ہے اور اس کا ثبوت اس فائل میں موجود ہے۔ جانتے ہو پھر کیا ہوا؟"

وہ پھر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔ "ارے گھبراتے کیوں ہو۔ میں نے کہا ناکہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں پہنچے گا میرے ہی دماغ تک نہیں آیا بلکہ میری نظروں کے سامنے بھی نہیں آیا۔"

اس بوڑھے یہودی نے جھنجلا کر پوچھا۔ "بکو اس ہی کیے جا رہے ہو۔ یہ تو بتاؤ آفیسر نے اس فائل کو دیکھ کر کیا کہا؟"

"آفیسر نے اس فائل کو دیکھا ہی نہیں۔ فرہاد نے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ وہ بچہ لے پالک ہے اور وہ ان کا اپنا بیٹا پارس نہیں ہے۔ اس بچے کو میرے سامنے منگایا گیا۔ میں نے اُسے دیکھا۔ بالکل میرا ہی بیٹا ہے۔ اس کے دائیں شانے پر میں نے وہ نشان بھی دیکھا۔ تب آفیسر نے کہا تم اسے لے جا سکتے ہو لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے میں اپنے سفارت خانے والوں کو لاؤں اور ان کی گواہیاں پیش کر کے ایک تحریری بیان دوں کہ میں نے بچے کو حاصل کر لیا ہے۔ اس کے بعد میں بچے کو لے جا سکوں گا۔"

اس بوڑھے نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "تعجب ہے ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد یوں آسانی سے بچے کو واپس کرنے کے لیے تیار بیٹھا ہوگا۔"

"اب بتاؤ۔ کیا ہم بچے کو نیروبی واپس لے جائیں گے؟"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "مجھے سوچنے تو دو۔ آخر فرہاد نے بچے کی اہمیت کو نظر انداز کیوں کر دیا۔ ایک دن رسونتی کی یادداشت واپس آئے گی تو وہ یقیناً اسی بچے کا مطالبہ کرے گی۔"

پاپا جوجو نے کہا۔ "اس کی بیوی کی یادداشت واپس آئے گی تو کافی عرصہ گزر چکا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے وہ دائیں شانے کا نشان یاد نہ رہے۔ اگر یاد رہے تو فرہاد کوئی بات بنا دے عورت کو قائل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ مجھ سے ہزاروں لڑکیاں عشق کرتی ہیں۔ میں ہزاروں کو قائل کرتا رہتا ہوں۔"

اس بوڑھے نے گھونسہ دکھا کر کہا۔ "خبردار، اب تم اپنے عشق کی داستان شروع نہ کرنا۔"

"تو پھر بتاؤ کہ اس بچے کے سلسلے میں کیا کرنا ہے؟"

"کل تم اپنے سفارت خانے کے اہم افراد کے ساتھ وہاں جاؤ گے۔ اُن سے کہو گے کہ تم ایک بے روزگار انسان ہو۔ نیروبی میں تمہارا کام نہیں چلتا ہے۔ اس لیے فرہاد کے پاس چلے آئے ہو۔ شاید بچے کی وجہ سے وہ تمہیں بھی اپنے پاس رکھ لے۔ اس طرح تمہاری گزر بسر کا ایک ذریعہ بن جائے گا۔"

"جب فرہاد کو بچے کی ہی ضرورت نہیں ہے تو وہ مجھے کیوں اپنے پاس رکھے گا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو فوجی جوان اُن کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے پھر ایک نے کہا۔ "مسٹر پاپا جوجو! تم اپنے کاغذات دکھاؤ اور یہ تمہارے ساتھ دوسرا بوڑھا کون ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمہارے بارے میں تحقیقات کریں۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ سعید صاحب نے مخاطب کیا۔ "کیا سو رہے ہو؟"

میں آنکھیں کھول کر مسکرانے لگا۔ انھوں نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ تم پارس کو کسی غیر ملکی کے حوالے کرنے والے ہو؟"

"جی ہاں، آپ کو شاید یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ بچہ ہمارا نہیں ہے۔"

"تم نے مجھ سے یہ حقیقت کیوں چھپائی تھی؟"

"مصلحت تھی۔ پھر یہاں آنے کے بعد اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ میں پوری تفصیل سے تمھیں اس بچے کا بیک گراؤنڈ بتاتا۔"

"تمھارا بیٹا کہاں ہے؟"

"وہ یہاں سے بہت دور حفاظت سے اور خیریت سے ہے۔ اگر میں تمھیں بتاؤں گا تو۔۔۔"

انھوں نے بات کاٹ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری احتیاطی تدابیر مناسب ہیں۔"

"جب پاپا چو چو اپنے سفارت خانے والوں کے ساتھ آئے گا اور تحریری بیان دینا چاہے گا تو اس سے آن وانٹیڈ بے بیز کا معاہدہ طلب کیا جائے جو اصل ہے۔ فوٹو اسٹیٹ کاپی تسلیم نہ کی جائے۔ نئے تحریری معاہدے کے مطابق بچہ اسے دے دیا جائے۔ جب وہ بچے کو لے کر اس ملک سے باہر جانے لگے گا تو میں اُسے دماغی طور پر ٹریپ کر دوں گا اور بچے کو واپس حاصل کر لوں گا۔"

سعید صاحب نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں بھی یہی کہنے والا تھا رسونتی بھابی کو کسی وقت بھی اس بچے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ اُسے پہچانتی ہیں۔"

"سعید صاحب! صرف رسونتی کی بات نہیں ہے۔ جب ہم نے اُسے ایک بار سینے سے لگا لیا۔ اسے اپنا سمجھ لیا ہے تو اسے غیروں کے حوالے اور خصوصاً دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ پتہ نہیں یہ کس کی اولاد ہے۔ اب اس کی اخلاقی ذمہ داری ہم پر ہے اور ہم یہ ذمہ داری آخر وقت تک نبھائیں گے۔"

سعید صاحب نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "واقعی تم عظیم ہو۔ یہ بچہ تمھارا کوئی نہیں ہے اور کل تم نے اس کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

"دشمنوں سے بازی میری تھی۔ جان تہمینہ نے دی۔"

انھوں نے چونک کر کہا: "ہاں یاد آیا۔ جس فلائٹ سے تم رسونتی بھابی کے ساتھ نیروبی سے یہاں آئے تھے۔ اس فلائٹ کے مسافروں کی فہرست میں نے چیک کی ہے۔ اس فہرست میں براؤن اور سوڈی کا نام بھی ہے۔"

"اب آپ مزید دو ناموں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ ایک کا نام ہے جینا۔۔۔ دوسرے کا نام ہے واسکوڈی۔ یہ دونوں حال ہی میں پاکستان کسی فلائٹ سے آئے ہوں گے۔"

انھوں نے پوچھا: "کیا یہ ان کے نام ہے جو آپ تمھیں قتل کرنا چاہتے ہیں؟"

"آپ نے درست سمجھا ہے۔"

وہ فوراً ہی جاتے ہوئے بولے: "میں آج کل میں آنے والی بیرونی ممالک کی تمام فلائٹس کے مسافروں کی فہرست ابھی چیک کرتا ہوں۔"

وہ چلے گئے اب مجھے اعلیٰ بی بی سے یہ معلوم کرنا تھا کہ ہندوستان میں اس کے چور رمیش اور راجیش سے کب تک ملاقات کر رہے ہیں۔ میں اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا لیکن اُسی وقت سیکورٹی آفیسر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ٹیلیفون لا کر میرے سرہانے رکھتے ہوئے کہا: "تھوڑی دیر پہلے آپ کو کسی نے فون پر مخاطب کیا تھا۔ ہم نے پوچھا کون ہے تو اُس نے کہا میں صرف فرہاد سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن جتنی دیر میں فرہاد سے رابطہ قائم ہوگا اس وقت تک تم لوگ یہ معلوم کر لوگے کہ میں کس گھر سے اور کس نمبر سے فون کر رہا ہوں لہٰذا فون کا سیٹ فرہاد کے پاس رکھ دیا جائے میں بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر کسی دوسرے نمبر سے رنگ کروں گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل بہت بے چین ہیں۔ ان سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔"

سیکورٹی آفیسر نے کہا: "ہم نے اس فون کا کنکشن دوسری جگہ رکھا ہے۔ جو بھی بات کرے گا۔ اس کی آواز ریکارڈ ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور فون کی طرف دیکھتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔ یقیناً دشمن بڑے بے چین تھے۔ ذرا دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "نام نہ بتاؤ۔ ہم تمھیں آواز سے پہچانتے ہیں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے ہنستے ہوئے کہا: "کیا تم نہیں جانتے کہ ہم سب یوگا کے ماہر ہیں؟"

"میں سمجھ گیا۔ چھ ٹولیوں میں سے ایک ٹولی ختم ہوگئی۔ تم دوسری ٹولی سے تعلق رکھتے ہو۔"

اسی وقت ریسیور پر دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی دوسرا کہہ رہا تھا: "ذلیل کتے! میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی پھر کہا: "جینا! ریسیور واسکوڈی کو دے دو۔"

میرے یہ کہتے ہی شاید جینا چونک گیا۔ اُس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم ہمارے نام جانتے ہو؟"

"ہاں، جو جھنجلا کر بول رہا ہے وہ سوڈی کا بھائی واسکوڈی ہے۔ یقیناً اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے بے چین ہے۔"

جینا نے کہا: "ایک بات اچھی طرح یاد رکھو۔ شیر زخمی ہو تو دگنے کے برابر ہوتا ہے۔ ہم اس وقت تک تم پر حملہ نہیں کریں گے۔ جب تک تم صحت مند نہ ہو جاؤ۔ کتے کو مارنا ہماری مردانگی کے خلاف ہے۔"

میں نے کہا: "شاید تمھیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ کتے اور شیر میں کتنا فرق ہوتا ہے اور کسی نے یہ بھی نہیں سمجھایا کہ زخمی شیر سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ دیکھ لو میں زخموں سے چور رہتا ہوں لیکن تم لوگوں کے نام جانتا ہوں۔ اب چوہے بلی کا کھیل شروع ہوگا تم میرے تعاقب میں آؤ گے اور میں تمھارے تعاقب میں رہوں گا تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ اپنے پاسپورٹ وغیرہ ضائع کر دو۔ اپنے سفارت خانے سے تعلقات ختم کر دو۔ اپنی پناہ گاہیں چھوڑ دو اور آوارہ بھٹکتے رہو۔ میرے آدمی تمھارے ناموں کے ذریعے تمھاری فلائٹ کے ذریعے پہلے تمھارے سفارت خانے تک اور پھر تمھاری رہائش گاہ تک پہنچنے ہی والے ہیں۔ بس پہنچنے ہی والے ہیں۔"

میری یہ باتیں انھیں ہراساں کرنے کے لیے کافی تھیں۔ فوراً ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔ یقیناً اب وہ اپنے بچاؤ کی فکر میں ہوں گے۔ یوگا کے ماہر ہمیشہ سانس روکے نہیں رہتے۔ یقیناً وہ سانس لیتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت میں نے ایک جھٹکے سے جینا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور میں پہنچ گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روک لی۔ اتنا تو ہوا کہ میں نے اسے ایک خفیف سا جھٹکا پہنچا دیا۔

دوسری بار میں نے واسکوڈی کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ ایک ساعت کے لیے اس کے دماغ میں جگہ ملی۔ اس ایک ساعت میں، میں نے سمجھ لیا کہ وہ دوڑتے ہوئے ایک کار میں آکر بیٹھ گئے ہیں، پھر دوسری ساعت میں اس نے اپنی سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

ایک تو یہ بات ان کے لیے پریشان کن تھی کہ میں ان کے ناموں تک کیسے پہنچ گیا؟ جو ناموں تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ رہائش گاہ تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ میں نے پاسپورٹ اور سفارت خانے والی بات بالکل درست کہی تھی۔ یہ بات ان کے دل کو لگی تھی۔ اس طرح وہ کافی ہراساں ہو گئے تھے۔ پھر یہ کہ وقفے وقفے سے ان کے دماغ کو جھٹکے پہنچانا یا ان کے دماغ میں پہنچنے کی کامیاب یا ناکام کوشش کرنا بھی ایسا عمل تھا کہ وہ پریشان ہوئے جا رہے تھے۔

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سیکورٹی آفیسر کو دیکھا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "سعید صاحب ان لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے گئے ہیں، ویسے میں نے انھیں کافی خوفزدہ کر دیا ہے۔ اب وہ ایک جگہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ انھیں اپنی موجودہ رہائش گاہ کو چھوڑنا ہوگا۔ سفارت خانے والے ان کی مدد نہیں کر سکیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ انھیں پاکستان میں رہنے کے لیے ہپیوں کا بہروپ اختیار کرنا ہوگا۔ بیرونی ممالک کے سیاحوں میں ہپی ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف ہمارے لوگ توجہ نہیں دیتے لیکن میں انھیں ہپیوں کی جماعت میں بھی چین سے رہنے نہیں دوں گا۔ وہ یہ ملک چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

آفیسر وہاں سے چلا گیا۔ میں نے تنہائی ملتے ہی آنکھیں بند کیں اور اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی مسکرانے لگی۔ میں نے کہا: "میں تمھیں کسی نام سے مخاطب نہیں کروں گا۔ جو بات ہے۔ وہ اندازِ تخاطب کے بغیر شروع کرتا ہوں۔"

"ٹھہرو۔ بات پھر شروع ہوگی۔ پہلے یہ بتاؤ مجھے کسی نام سے مخاطب کیوں نہیں کرو گے؟"

"میں سامی کہتا ہوں، تمھیں تکلیف پہنچتی ہے خواہ وہ کتنی ہی میٹھی سی تکلیف ہو۔ میں تمھارے مزاج کے خلاف اس نام سے مخاطب نہیں کروں گا اور اعلیٰ بی بی اس لیے نہیں کہوں گا کہ اس نام کے پیچھے میری سامی کا نام چھپ جاتا ہے۔"

"تم لڑکیوں کو بھانے والی باتیں خوب بنا لیتے ہو۔ چلو، نہ سامی کہو، نہ اعلیٰ بی بی۔ میرے پیدائشی نام سے مجھے پکارو۔ میرا نام سمیرا ہے۔"

"کیا کہا؟ تُومیرا! بھئی تُومیرا تو اچھا نہیں لگتا۔ ہاں تُومیری کہہ سکتا ہوں۔"

"تم باز نہیں آؤ گے؟ میں نے تُومیرا نہیں سُومیرا کہا ہے سُمیرا۔ بائی دی وے فرہاد۔ تم چھیڑ چھاڑ میں اپنا بہت سا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہو۔"

"تم اپنے آپ کو علمِ نفسیات کی ماہر کہتی ہو لیکن اتنا بھی نہیں سمجھتیں کہ میں ایک ہسپتال میں ہوں۔ بیمار ہوں۔ زخموں سے چور ہوں۔ ایسے وقت مجھے خوش مزاجی کا ٹانک استعمال کرنا چاہیے۔"

وہ شرمندہ ہو کر بولی: "سوری، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ واقعی تمھیں بہت زیادہ ہنسنا بولنا چاہیے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"تمھارے چور کلکتہ میں ہیں؟"

"وہ دہلی میں تھے۔ اب ان میں سے ایک کلکتہ کے لیے روانہ ہونے والا ہے۔ آدھی رات تک وہ راجیش اور رمیش کے گھر تک پہنچ جائے گا۔ تم کسی وقت بھی اس چور کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہو۔"

"آدھی رات کو کسی کے دروازے پر دستک دینا اور اس سے ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ جبکہ تمھارے چور غیر ملکی ہوں گے۔"

"نہیں۔ وہ مقامی لوگ ہیں۔ ان پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

"جو چور وہاں پہنچنے والا ہے۔ تم اس کی آواز مجھے سناؤ گی؟"

"تم ابھی سُن سکتے ہو یا آدھی رات کے بعد یہاں سے آواز سُن کر اس کے دماغ میں پہنچ جانا۔"

"آدھی رات کے بعد پہلے میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس کے بعد کلکتہ پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت اعلیٰ بی بی کے قریب فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر حاکمانہ انداز میں کہا: "یس؟"

دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز کو میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ کے ذریعے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا: "ایئر فرانس کا ایک طیارہ رات کے دس بجے روانہ ہوگا۔ اس میں آپ کے لیے سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔ آپ کے ماتحت بھی آپ کے آس پاس رہیں گے۔ آپ کل صبح تک پاکستان پہنچ جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی پیرس کے لیے روانہ ہو جاتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم یہاں آ رہی ہو؟"

"ہاں، تمھارے پاس۔"

"یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

"کیسے بتاتی؟ ہم دوسرے مسائل میں اُلجھے ہوئے تھے اور تم موقع بے موقع فضول باتیں بھی چھیڑتے رہتے ہو۔ میں نے سوچا۔ پہلے اپنی فلائٹ کنفرم کر لوں۔ اس کے بعد بتاؤں گی۔ سو تم نے سُن لیا۔ اب ایک کام کرو۔"

"ہاں بولو۔"

"میں چاہوں تو یہاں سے اپنے تمام چوروں کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔ ویسے میں نے تقریباً اٹھائیس چوروں کو اطلاع دی ہے۔ وہ بھی کل پرسوں تک تمھارے قریب پہنچنے والے ہیں۔ باقی بارہ چوروں میں سے چھ پاکستان میں ہیں اور چھ بھارت میں۔ تم پاکستانی چوروں کو اپنی ماسٹر کے ذریعے اطلاع دے دو۔ آدھی رات کے بعد جب تم کلکتہ والے چور سے رابطہ قائم کرو گے تو اسے بھی بتا دینا۔ وہ اپنے باقی پانچ ساتھیوں کو پاکستان روانہ کر دے گا اور وہ خود تمھارے کام کے لیے ہندوستان میں رہے گا۔"

"تم میرے پاس آ رہی ہو۔ یہ میرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے میں بے چینی سے تمھارا انتظار کرتا رہوں گا لیکن یہ تمام چوروں کو کس خوشی میں بلا رہی ہو؟"

"ان دس قاتلوں سے نمٹنے کے لیے۔ وہ قاتل جوان ہوں یا بوڑھے میں تمام یہودی رضاکاروں کا صفایا کرنے آ رہی ہوں میرے ساتھ چالیس چوروں کا اتنا سخت پہرہ ہوگا کہ تمھارے پاس سے صرف تمھاری سانسیں گزر سکیں گی اور کوئی گزرنا چاہے گا تو اس سے پہلے دنیا سے گزر جائے گا۔"

"میرے خیال میں اتنی بھیڑ مناسب نہیں ہے۔"

"تمھیں آس پاس بھیڑ کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ سارے چور تم سے دور رہ کر بھی سر پر قریب رہیں گے۔ تمھارے قاتلوں کو ان کی موجودگی کا علم بھی نہیں ہو سکے گا۔ تم اپنے آفیسر دوست سعید صاحب سے کہو۔ میرے وہاں پہنچنے کے بعد وہ اپنے پہرے داروں کو ہٹا لیں، دشمنوں کو کھلی چھٹی دے دیں۔"

"میں تمھاری پلاننگ سمجھ رہا ہوں۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ بابا فرید واسطی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ انھوں نے مجھے اپنے دروازے سے واپس کر دیا لیکن ان کی عزیز شاگرد اعلیٰ بی بی اور چالیس چور میرے لیے وقف ہو گئے ہیں۔ بابا صاحب کی یہ دوری اور یہ محبت میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بابا اپنی باتیں آپ سمجھتے ہیں۔ ویسے میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ تم ایک باضمیر انسان ہو۔ اپنے ضمیر کی آواز سنتے ہو۔ اس پر عمل کرتے ہو۔ لوگوں کے کام آتے ہو۔ محبت کرنے والا دل رکھتے ہو۔ اس لیے وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور شاید تم سے دوری اس لیے قائم رکھی ہے کہ تم چھچھورے ہو۔ جہاں کوئی مجسمہ حسن نظر آیا وہاں پھسل جاتے ہو۔"

"یہ مجھ پر سراسر الزام ہے۔ تم پھسلنے کا موقع نہیں دے رہی ہو۔"

"اگر یہ شوخی ہے اور تم بیمار کی حیثیت سے ٹانگ استعمال کر رہے ہو تو میں تمھیں چھیڑ چھاڑ کا موقع دیتی رہوں گی۔ ورنہ سلسلہ ختم کر دو۔ مجھے اب یہاں سے پیرس جانا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں یہاں کے وقت کے مطابق رات کے بارہ بجے تم سے رابطہ قائم کروں گا اور اس چور کی آواز سنوں گا۔"

ہاں، یاد آیا۔ مجھے اس کی آواز سنانے کے لیے سفر کے دوران اس کا کیسٹ اور ایک چھوٹا سا ریکارڈر رکھنا ہوگا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ابھی اس کی آواز سُن لیتے۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ ابھی سنا دو۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں ایک کیسٹ ریکارڈر سے اس چور کی آواز سُن رہا تھا۔ اس نے کہا: "فرہاد صاحب، السلام علیکم۔"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "وعلیکم السلام۔"

وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ دہلی سے کلکتہ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ میں نے کہا: "میں تمھارا کیسٹ سننے والا تھا۔ ابتدا میں ہی تم نے سلام کیا تو جواب دینا میرا فرض تھا۔ اس لیے جواب قبول کرو۔"

اس نے خوش ہو کر کہا: "جناب آپ کو اپنے دماغ میں محسوس کر کے ایسی خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔"

"بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب میں دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔ تو تمام باتیں خود ہی سمجھ لیتا ہوں۔ بائی دی وے، اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ تم آدھے گھنٹے تک کلکتہ پہنچو گے۔ اس وقت پاکستان میں ساڑھے پانچ ہوئے ہیں اور تمھاری گھڑی میں چھ بجے ہوں گے۔ تم اتنی جلدی کہاں جا رہے ہو؟"

"اتفاق سے مجھے پہلی فلائٹ سے سیٹ مل گئی۔ میں ساڑھے سات بجے کلکتہ پہنچ جاؤں گا۔ آپ دو گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں اس وقت تک میں راجیش اور میش تک پہنچ چکا ہوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر پھر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی پوچھا: "یہ تم کیسٹ شروع ہوتے ہی میرے دماغ سے کیوں چلے گئے تھے۔ میں پریشان ہو رہی ہوں۔ کیا پتہ اچانک تم پر افتاد آ پڑی ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں بخیریت ہوں۔ تمھارے چور سے دماغی رابطہ قائم کر کے واپس آیا ہوں۔"

"اچھا، سمجھ گئی۔ کیسٹ کی ابتدا میں ہی اس چور کی زبان سے دو چار الفاظ سن کر تم اس کے پاس پہنچ گئے ہو گے۔ بڑی پھرتی دکھاتے ہو۔"

"بس کہہ دیتی ہو۔ پھرتی دکھانے کا موقع تو دیا کرو۔"

اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اپنے دماغ سے نکال دیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ میں اکیلا تھا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا پھر میں نے اپنی ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ جب اسے یہ بتایا کہ اس کی اعلیٰ بی بی آ رہی ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ میں نے کہا: "وہ پیرس کے وقت کے مطابق رات کے دس بجے طیارے میں سوار ہوگی۔ تم معلوم کرو کہ ایئر فرانس کا وہ طیارہ یہاں کس وقت پہنچے گا۔ پاکستان میں جو چور جہاں بھی موجود ہیں انھیں ایک دو دن تک یہاں پہنچنا چاہیے۔"

"یقیناً سبھی یہاں پہنچیں گے۔ میں ابھی طیارے کا وقت معلوم کرتی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اسی وقت سعید صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: "وہ دونوں قاتل جنیا اور داسکوڈی لاپتہ ہیں۔ شاید پنڈی اور پشاور یا پنڈی اور لاہور کے درمیان کہیں سفر کر رہے ہیں۔ میں نے ہائی وے کی ناکہ بندی کرا دی ہے۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ سفر کر رہے ہیں۔"

انھوں نے جواب دیا: "جس سفارت خانے سے ان دونوں کا تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ وہ سفارت خانے والے ان دونوں کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جنیا اور داسکوڈی نامی مجرم یقیناً جعلی پاسپورٹ وغیرہ کے ذریعے یہاں پہنچے ہیں۔ انھوں نے اس سفیر کے سیکریٹری سے ملاقات کی تھی اور اپنے آپ کو ان کا ہم وطن ظاہر کر کے ان سے ایک کار حاصل کی تھی۔ رہائش کے لیے ٹھکانہ بھی حاصل کیا تھا پھر وہ کار لے کر گئے تو اب تک واپس نہیں آئے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ محتاط ہو گئے ہیں۔ پنڈی اور اسلام آباد چھوڑ کر کسی دوسری طرف سفر کر رہے ہیں۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی سیکورٹی آفیسر نے آ کر کہا۔ "ابھی فون سے اطلاع ملی ہے جس نمبر کی کار کو روکنے کے لیے آپ نے ہائی وے کی پولیس کو اطلاع دی تھی وہ اسلام آباد کے قریب مری روڈ کے کنارے کھڑی ہوئی پائی گئی۔ مجرم غائب ہیں۔"

میں نے کہا: "سعید صاحب! وہ بہت ہی جی دار قسم کے مجرم اور قاتل ہیں۔ انھوں نے جب تہیہ کر لیا کہ مجھے قتل کریں گے تو وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں جائیں گے۔ یقیناً اسلام آباد اور پنڈی میں ہی کہیں چھپتے پھریں گے۔"

"وہ کہاں چھپ سکتے ہیں؟ سفارت خانے والے انھیں پناہ نہیں دیں گے۔ اس میں ان کی بدنامی ہے۔ وہ ہمارے ہاں کے شہروں میں، ہمارے ہاں کے لوگوں میں رنگ و نسل کے اختلاف کے باعث واضح طور پر پہچانے جائیں گے۔"

میں نے کہا: "وہ کسی کے مکان میں پناہ لے سکتے ہیں۔"

"کس مکان میں؟"

"ہمارے ہاں سب ہی محب وطن نہیں ہیں۔ دشمنوں کو اچھی خاصی رقم لے کر پناہ دے سکتے ہیں۔"

سیکورٹی آفیسر نے کہا: "وہ ایسے علاقوں میں پناہ نہیں لے سکتے۔ جہاں مکان قریب قریب ہوتے ہیں۔ ایسے علاقوں میں محلوں میں کوئی بھی گورا پناہ لے گا تو لوگوں سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ وہ بڑی بڑی کوٹھیوں میں پناہ لے سکتے ہیں۔ عموماً بڑے لوگ یہ کبھی نہیں سوچتے اور نہ ہی توجہ دیتے ہیں کہ کس کوٹھی میں کون آیا ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟"

میں نے ان کی باتوں کے دوران چپ چاپ اپنی ماسٹر کے پاس پہنچ کر پوچھا: "وہ جہاز کب آ رہا ہے؟"

"کل صبح نو بج کر پینتالیس منٹ پر پہنچنے کی توقع ہے۔"

میں نے اپنے ہسپتال کے کمرے میں دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا: "سعید صاحب! میرا خیال ہے، اب آپ لوگ اس معاملے میں زیادہ پریشان نہ ہوں۔ کل دن کے بارہ بجے تک اپنے پہرے داروں کو چوکس رہنے کے لیے کہیں۔ اس کے بعد جانک پہرہ اٹھا دیں۔"

انھوں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا بات ہوئی؟"

"میں نے اپنی حفاظت کے لیے دوسری تدابیر کی ہیں۔ کل بارہ بجے کے بعد میرے اور سونی کے پاس ڈیوٹی دینے والا ہسپتال کا اسٹاف بدل جائے گا۔ ان کی جگہ میرے اپنے آدمی آئیں گے۔ ان میں عورتیں بھی ہوں گی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر اور نرسوں کی جگہ سنبھال لیں گی۔ مرد ڈاکٹروں اور وارڈ بوائز کے طور پر میرے آس پاس رہیں گے۔ آپ ہسپتال کے اسٹاف کوارٹرز میں ان کی رہائش کے لیے گنجائش نکال لیں۔"

"یہ سارے انتظامات ہو جائیں گے۔"

سیکورٹی آفیسر چلا گیا۔ میں نے سعید صاحب سے کہا۔ "کل بارہ بجے کے بعد آپ میری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں اور اطمینان سے اپنی شادی کی تیاریاں کریں۔"

"مجھے سلمیٰ کو پانے کی خوشی ہے لیکن یہ دس قاتل جب تک گرفتار نہیں ہوں گے، میں آپ کے لیے فکر مند رہوں گا۔"

"یہاں اعلیٰ بی بی کل پہنچ رہی ہے۔ وہ بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ اس کی موجودگی میں صرف اسی وقت مجھے موت آ سکتی ہے۔ جب خدا کو منظور ہوگا ویسے بھی آپ نے پچھلے دنوں لاہور میں اس کے چوروں کی کارکردگی دیکھی ہے۔"

"ایسی بات ہے تو میں مطمئن رہنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی ایک نرس آئی۔ وہ مجھے دوا پلا کر چلی گئی۔ تنہائی ملتے ہی میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ بہت دیر تک خیال خوانی بھی کی اور دوسرے معاملات پر بحث کرتا رہا۔ اس لیے سر میں درد ہو رہا تھا۔ پھر بھی یکے بعد دیگرے بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ بہت سے مسائل سامنے آ رہے تھے جنھیں حل کرنا ضروری تھا۔

میں نے اپنی فاسٹر سے پوچھا۔ "لاہور میں جو چور موجود ہیں کیا تم نے انھیں بلایا ہے؟"

"جی ہاں، انھیں بلانا چاہتی ہوں۔"

"انھیں وہیں رہنے دو۔ آج سے چھ سات دنوں کے بعد میں لاہور جاؤں گا۔ سعید صاحب کی شادی میں شریک ہونا ہے۔ تمھارا اور ان چوروں کا وہاں رہنا ضروری ہے۔"

"چھ سات دن کی بات ہے۔ اس وقت تک ہم سب لاہور پہنچ جائیں گے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ شاہینہ کے ہاں پہلے سے تمھارے آدمیوں کو موجود رہنا چاہیے۔ وہاں کتنے چور ہیں؟"

"فی الحال وہاں صرف دو ہیں۔ مجھے ملا کر یہاں چار ہیں۔"

"ان دونوں سے کہو۔ وہ شاہینہ کی کوٹھی میں جائیں اور انکل بختاور سے ملاقات کریں۔ میں بختاور صاحب سے کہہ دیتا ہوں۔ وہ آپس میں کوئی رشتہ داری قائم کر لیں گے اور رشتہ دار کی حیثیت سے ان کے ہاں انیکسی میں رہیں گے۔ تم مجھے ان کے نام بتاؤ۔"

"ایک کا نام سرفراز ہے اور دوسرے کا نام وحید خان۔"

میں نے بختاور سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ کار سے اتر کر کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ سب نے بڑے بڑے پیکٹ اٹھا رکھے تھے۔ ملازم بھی ڈگی کھول کر سامان نکال رہے تھے۔ شادی کے سلسلے میں شاپنگ ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "انکل السلام علیکم۔"

وہ ایک دم سے چونک گئے۔ میں نے کہا۔ "میں آپ کا بیٹا فرہاد آپ سے مخاطب ہوں۔"

انھوں نے خوش ہو کر کہا۔ "بیٹی شاہینہ! فرہاد میاں مجھے مخاطب کر رہے ہیں۔"

شاہینہ نے ایک دم خوش ہو کر کہا۔ "بھائی جان! میرے پاس آیئے۔ مجھ سے باتیں کیجیے۔"

میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ذرا صبر کرو۔ میں ضروری بات کر رہا ہوں۔"

پھر میں نے بختاور سے کہا۔ "انکل! میں یہاں آنے سے پہلے اپنے لیے حفاظتی تدابیر کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں کسی وقت آپ کے پاس دو جوان آئیں گے۔ ان میں سے ایک کا نام سرفراز ہے اور دوسرے کا نام وحید خان۔ آپ ان سے مل کر آپس میں کوئی رشتہ داری قائم کر لیجیے اور انھیں اپنے ہاں انیکسی میں رہنے کی اجازت دیجیے۔ وہ میرے محافظ ہوں گے۔ آپ اپنے رشتہ داروں کو یقین دلانے کی کوشش کریں کہ وہ دونوں آپ کے کسی پرانے دوست کے صاحبزادے ہیں اور یہاں کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔ لہٰذا شادی بھی اٹینڈ کریں گے۔"

انھوں نے کہا۔ "اطمینان رکھو۔ وہ آئیں گے تو ہم آپس میں کوئی نہ کوئی رشتہ داری قائم کر کے انھیں یہاں آرام سے رکھیں گے۔"

"ان کے علاوہ دو ایک عورتیں بھی ہوں گی جو شاہینہ اور سلمیٰ کی سہیلیاں بن کر بعد میں آئیں گی۔ ان باتوں کے لیے آپ سب تیار رہیں۔"

پھر میں نے شاہینہ کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "ہاں، بولو کیا کہہ رہی ہو؟"

"آپ سونیا بھابی کو اپنے ساتھ ضرور لایئے گا۔"

"مجبوری ہے۔ وہ نہیں آ سکے گی۔ ایک جگہ بہت مصروف ہے۔"

"آپ بہانے کر رہے ہیں۔ مجھے ان کے بغیر اچھا نہیں لگے گا۔"

"بیٹی! مجھے آنے دو۔ میں تمھیں سمجھا لوں گا۔ میں یہاں بہت مصروف ہوں۔ تم سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا۔ ابھی زبیر وغیرہ سے بات کرنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے زبیر سے اس کی خیریت پوچھی۔ شاہینہ نے چیخ کر کہا۔ "بھائی جان! یہ تو بتایئے ہمارا بھتیجا پارس کیسا ہے؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا۔ "وہ خیریت سے ہے۔"

میں نے سلمیٰ کے پاس پہنچ کر چپکے سے کہا۔ "یہ تم ایک طرف کھڑی ہوئی آپ ہی آپ شرما کیوں رہی ہو؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھارے دماغ میں نہیں پہنچوں گا؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی۔ "بھائی جان! آپ کو سونیا بھابی کی قسم میرے دماغ سے جایئے۔ اللہ مجھے شرم آ رہی ہے۔"

اسی وقت منصور نے بلند آواز سے کہا۔ "بھائی جان! آپ سب سے باتیں کر رہے ہیں اور میں؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا۔ "منصور! میں تو تمھاری وہ کھنچائی کروں گا کہ تم ساری زندگی یاد کرو گے۔ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔"

منصور نے پوچھا۔ "میں نے کیا کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "پہلے اپنے دونوں کان پکڑو۔"

"دیکھیے بھائی جان! آپ سب کے سامنے کیسی سزا دے رہے ہیں۔"

"چپ چاپ اپنے کان پکڑو۔ ورنہ میں اس سے بھی زیادہ سزا دوں گا۔"

اس نے اپنے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرا جرم تو بتایئے؟"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا۔ "تم بہت ڈینگیں مارتے ہو۔ پتہ نہیں کتنی لڑکیوں سے تمھاری دوستی ہے۔ جہاں لڑکیوں کی محفل میں بیٹھتے ہو وہاں میرا ذکر چھیڑ دیتے ہو۔ میرے ایسے ایسے قصے سناتے ہو کہ وہ میرے سپنے دیکھنے لگتی ہیں۔ میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ نازیہ کو تم نے میرے پیچھے لگا دیا۔ میں نے اس سے پیچھا چھڑایا تو ادھر تہمینہ......"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ پھر میں نے کہا۔ "جانے دو۔ اب میں کیا کہوں۔ تہمینہ کا قصہ چھیڑوں گا تو بہت دیر ہو جائے گی۔ ادھر میں بہت مصروف ہوں۔ میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ آئندہ کسی بھی لڑکی یا لڑکے کے سامنے میرا ذکر کیا تو میں تمھارے ہاں نہیں آؤں گا۔"

وہ جلدی سے دونوں کان پکڑ کر بولا۔ "لیجیے بھائی جان! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی کسی کے سامنے آپ کا ذکر نہیں کروں گا۔"

بختاور نے کہا۔ "تمھاری تو یہ سزا ہے کہ صبح تک اسی طرح بیٹھک لگاتے رہو۔"

میں نے زبیر کی زبان سے کہا۔ "انکل رہنے دیجیے۔ منصور نے جیسی بھی غلطی کی ہے۔ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ مجھے بہت پیارا ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

منصور نے خوشی سے اچھل کر کہا۔ "وہ مارا۔ آخر بھائی جان کا دل بھی جیت ہی لیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے تھوڑی دیر ان سے بات کی۔ پھر رخصت ہو کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت میری گھڑی میں آٹھ بج رہے تھے۔ بھارت میں ساڑھے آٹھ کا وقت ہوگا۔ میں اس چور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کلکتہ پہنچ چکا تھا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر رامیش کے پتے تک پہنچنے والا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "تم وہاں پہنچو میں بھی تھوڑی دیر بعد تمھارے پاس آ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر ہسپتال کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت اینی فاسٹر ٹرالی میں کھانا لے کر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی پھر بولی۔ "مریض کو جلدی کھانا اور جلدی سو جانا چاہیے۔ آپ وعدہ کریں کہ کھانا کھانے کے بعد زیادہ خیال خوانی نہیں کریں گے اور آرام سے سو جائیں گے۔ کل صبح اعلیٰ بی بی یہاں آئیں گی۔ آپ کی تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ آپ یوں سمجھیں کہ ان قاتلوں کا برا وقت آ گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اعلیٰ بی بی بھی میری طرح انسان ہے۔ اگرچہ بہت حاضر دماغ ہے لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ دشمنوں کی ہر چال کا جواب دے سکے گی۔ کہیں تو کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔"

ہم کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ میں نے اسے بتایا کہ اعلیٰ بی بی کے یہاں پہنچنے کے بعد کس طرح وہ اور اس کے ساتھی ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر، نرس اور وارڈ بوائے کی جگہ سنبھال لیں گے۔

میں نے تھوڑا سا کھایا۔ اینی نے ضد کی۔ میں نے کہا۔ "بس اس سے زیادہ نہیں کھا سکوں گا۔ ابھی ایک ضروری رابطہ قائم کرنا ہے۔ تم چپ چاپ ٹرالی لے کر چلی جاؤ۔ دروازے کو بند کر دینا۔ میں کچھ دیر تک مصروف رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے آرام سے نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کیں اور اس چور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رامیش کے مکان کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ رمیش سے ملاقات ہو چکی ہے۔ اس نے رمیش سے میرا ذکر کیا تھا اور وہ خوش ہو کر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم اس سے باتیں کرو۔"

اس نے رمیش کو مخاطب کیا۔ "تمھارے فرہاد بھائی موجود ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

اس نے خوش ہو کر کرسی پر سیدھی طرح بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بھائی جی! آپ کی بڑی کرپا ہے۔ بہت عرصے بعد اپنے بھائی کو یاد کیا ہے۔ کہیے میں کیا سیوا کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس چور کی زبان سے پوچھا۔ "میں اس وقت فرہاد

بول رہا ہوں۔ تم کہو تو میں تمھارے دماغ میں پہنچ کر بات کروں یا پھر تمھارے سامنے بیٹھ کر۔"

"آپ جیسے مناسب سمجھیں۔"

"پھر میں تمھارے دماغ میں آرہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو اس نے عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ میں نے کہا: "اسی لیے میں تمھارے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ مجھے یقین دلانا پڑے گا کہ میں موجود ہوں۔"

اس نے کہا: "جی۔ مجھے یقین آگیا ہے۔"

میں نے پوچھا: "راجیش کہاں ہے؟"

"وہ تو دلی میں ہیں۔"

"کیا تم ٹرنک کال کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرسکتے ہو؟"

"میں ابھی اُن سے بات کرتا ہوں۔ آپ میرے پاس موجود رہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر دوسرے کمرے میں آکر اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔ چونکہ راجیش ایک بڑے سرکاری عہدے پر فائز تھا اس لیے کلکتے سے دلی رابطہ قائم کرنا مہیش کے لیے کوئی دشوار نہیں تھا۔ دس منٹ کے اندر رابطہ قائم ہوگیا۔ مہیش نے کہا۔ "بھیا! میں مہیش بول رہا ہوں۔ آپ کو ایک بڑی خوشخبری سنا رہا ہوں۔ فرہاد بھائی جی نے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے اور اب آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

راجیش نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ میں ان کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔ وہ میرے پاس کب پہنچیں گے؟"

دوسرے ہی لمحے میں نے راجیش کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہیلو راجیش! میں تمھارے دماغ میں موجود ہوں۔ ٹھہرو، میں ابھی مہیش سے رخصت ہو کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے مہیش سے کہا: "اب تم ریسیور رکھ دو۔ میں تمھارے بھیا کے پاس جا رہا ہوں۔ تمھارے پاس جو مہمان آیا ہے۔ اس کی خاطر مدارت کرو۔ میں بعد میں تم سے بات کروں گا۔"

میں راجیش کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک ریسیور پکڑے ایک طرف تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "کیا واقعی بھائی جی نے مجھے مخاطب کیا تھا؟"

میں نے کہا: "ہاں، ریسیور رکھ دو۔ میں تمھارا بھائی ہوں۔"

"بھائی جی، مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"اچھا تو دیکھو۔ تمھارے ہاتھ میں ریسیور ہے۔ تمھیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ تم نے اسے رکھ دیا ہے۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر پوچھا: "اب بتاؤ؟"

اس نے چونک کر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ پھر کہا: "بھائی جی! مان لیا مگر یہ عجیب ملن ہے۔ آپ میرے پاس آئے ہیں مگر آپ میرے سامنے نہیں ہیں۔ میں آپ کی سیوا کیسے کروں؟"

"میں بتاتا ہوں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ داستان بڑی طویل ہے۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں نے رسونتی سے شادی کرلی ہے اور اس سے میرا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ لیکن حالات نے اسے دماغی امراض میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ مجھے اور اپنے بیٹے کو بھول گئی ہے۔ صرف اپنی زندگی کے ابتدائی دنوں کو یاد رکھے ہوئے ہے۔ ایک ماہرِ نفسیات کا مشورہ ہے کہ رسونتی کو اس کے ابتدائی ماحول میں رکھا جائے۔ وہ تو جانتا ہی ہے کہ اسے ہندوستان بھیجنا سراسر نادانی ہوگی۔ وہاں سبھی اس کے دشمن ہیں۔

"جی ہاں، رسونتی کا یہاں آنا مناسب نہیں ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ برما میں بھی مندروں اور پوجا پاٹ کا ماحول ہے۔ اگر وہاں رسونتی کو کسی رشتہ دار کے ساتھ رکھا جائے تو بات بن سکتی ہے اور تم جانتے ہو کہ اب کوئی اس کا رشتہ دار نہیں رہا۔ رسونتی ادھر سمجھ رہی ہے کہ اس کے ماتا، پتا اور اس کی بہن دمنتی زندہ ہیں۔ وہ مجھے اجنبی سمجھتی ہے اور میری کسی بات کا یقین نہیں کرتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں رسونتی کو یقین دلاؤں گا۔ اسے اس کا ماحول دوں گا۔ آپ اسے برما کب بھیجنا چاہتے ہیں؟"

"تم وہاں کب تک پہنچ سکتے ہو؟"

"مجھے آج چھٹی کی درخواست دینا ہوگی۔ کل تک منظور ہو جائے گی۔ کل شام تک یہاں سے جاسکتا ہوں۔ کیا رنگون جانا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے رنگون زیادہ مناسب رہے گا۔ وہاں میری کچھ جائداد ہے۔ اسے اپنے نام منتقل کرانے کے لیے شاید میں بھی وہاں جاسکوں۔"

"وہاں آپ سے ملاقات ہوگی تو میں اپنے کو بڑا بھاگوان سمجھوں گا۔"

"میں پرسوں تک رسونتی کو وہاں بھیج دوں گا۔ فی الحال خود نہیں آسکوں گا لیکن تم سے ضرور ملاقات کروں گا۔ تم ایک سرکاری عہدے دار ہو۔ تم پر بڑی ذمہ داریاں ہوں گی۔ تم کب تک رنگون میں رسونتی کے ساتھ رہ سکو گے؟"

"میں مہیش کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اسے رسونتی کے پاس چھوڑ دوں گا۔ ہوسکا تو ماتا جی کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ رسونتی کو پوری طرح اس کا گھریلو ماحول دینے کی کوشش کروں گا۔"

"میری کچھ باتیں ذہن نشین کرلو۔ رسونتی کے ہزاروں، لاکھوں دشمن ہیں۔ لہٰذا اس کی نگرانی کے لیے میرے آدمی اس کے آس پاس موجود رہیں گے۔ ان سے تمھارا اور مہیش کا تعارف ہوجائے گا

ان کا تعارف حاصل کرنے کے بعد تم دونوں بھائی ان سے انجان نہ رہنا۔ اللہ نے چاہا تو ان محافظوں کی موجودگی میں دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں مہیش کے پاس پہنچا۔ اسے بتایا کہ رسونتی سے ملنے کے لیے اسے اپنے بھائی راجیش کے ساتھ برما جانا ہے۔ اس لیے وہ ابھی سے تیاری شروع کردے۔ شاید اس کی ماتا جی بھی ساتھ جائیں گی۔

پھر میں نے اس چور سے پوچھا: "ہندوستان میں تمھارے ساتھ پانچ چور ہیں۔ کیا وہ پاکستان کے لیے روانہ ہوچکے ہیں؟"

"جب میں دلی سے روانہ ہوا تو وہ پاکستان جانے کی تیاری کر رہے تھے۔"

"بہرحال تمھیں برما جانا ہے۔ رنگون پہنچنا ہے۔ اس میں کوئی دشواری ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں راجیش کے ذریعے یہ مرحلہ آسان کردوں گا۔"

"جناب! آپ فکر نہ کریں۔ میں رنگون پہنچ جاؤں گا۔ فرمائیے، کب تک؟"

"کل یا پرسوں تک؟"

ان سے رخصت ہو کر میں نے پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ "راجیش اور مہیش سے رابطہ قائم ہوچکا ہے۔ میں نے انھیں رسونتی کے حالات مختصر طور پر بتا دیے ہیں۔ وہ پرسوں تک رنگون روانہ ہو جائیں گے۔ میں رسونتی کو یہاں سے روانہ کردوں گا۔ تم بھی یہاں پہنچ جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں تمھارے جو چور ہیں۔ انھیں رسونتی کی حفاظت کے لیے رنگون پہنچنا چاہیے۔ تم انھیں پاکستان میرے پاس نہ بلاؤ۔"

اعلیٰ بی بی اس وقت تک پیرس پہنچ گئی تھی اور ضروری شاپنگ میں مصروف تھی۔ اس نے کہا: "میں بھارت میں رہنے والے چوروں کو وہاں جانے کا حکم دے دوں گی اور کچھ؟"

"ہاں، پیرس کی خوشبویات بہت مشہور ہیں۔ سنا ہے بعض عورتیں اتنی تیز خوشبو استعمال کرتی ہیں کہ ان کے عاشق اپنی قبروں میں اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، تم خوشبو کا بدن بن کر آؤ۔ کم از کم میں بسترِ علالت پر تو اٹھ کر بیٹھ سکوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "تمھارے جیسے بیمار کے لیے اتنی خوش مزاجی کافی ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں واپس آگیا۔ گھڑی دیکھی۔ گیارہ بجنے والے تھے۔ جہاں سونیا تھی، وہاں سات بج رہے ہوں گے۔ میں نے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی۔ سونیا کا تصور کیا۔ اسے خیال ہی خیال میں دیکھ کر مسکراتا رہا۔ پھر آنکھیں بند کیں اور اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ہوسٹل کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ اور بھی لڑکیاں اور لڑکے بیٹھے اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ سونیا ان کے سوالوں کے جواب دیتی جا رہی تھی۔ ایک لڑکے نے پوچھا: "مادام! کیا واقعی فرہاد صاحب ہمارے بابا کی طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا: "جانِ من! میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔ بڑا انتظار کرایا ہے۔ حساب کرو۔ چھتیس گھنٹے سے زیادہ ہوگئے۔ تم سے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"فرہاد! میں بھی تو بے چین تھی مگر کیا کروں؟ بابا کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"وہاں شاہینہ ہماری شادی کے سلسلے میں پردہ کرا رہی تھی۔ تمھیں میرے سامنے نہیں آنے دیتی تھی لیکن میں دماغی رابطہ قائم کرلیتا تھا۔ یہاں تو بابا نے ہمارے دماغوں کے درمیان بھی دیوار کھڑی کردی ہے۔ میں اپنی مرضی کے مطابق کسی وقت بھی تم سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔"

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولی: "اس وقت سات بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔ اب سے نو بجے تک تم رابطہ قائم کرسکتے ہو۔"

"آخر بابا کے پاس ہوتا کیا ہے؟"

اسی وقت اس لڑکے نے پوچھا: "مادام! آپ کہاں گم ہوگئی ہیں؟"

میں نے کہا: "اس سے کہو میں یہاں موجود ہوں اور ابھی ان سب کے سامنے اپنی موجودگی ظاہر کررہا ہوں۔"

سونیا نے انھیں میرے متعلق بتایا۔ وہ خوش ہوگئے۔ میرا انتظار کرنے لگے۔ میں نے اس لڑکے کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

سب اسے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ صرف سونیا مسکرا رہی تھی۔ میں نے ایک لڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر اس سے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

اس لڑکی نے کہا: "واہ کیا تم نہیں جانتے؟"

میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر نام معلوم کیا۔ پھر اس لڑکے کی زبان سے کہا: "اچھا، تمھارا نام بلّی ہے۔ اب تم ہمیں نظم سناؤ گی۔"

بلّی نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

"میں اپنی مرضی کے مطابق ہر کام کرالیتا ہوں۔ دیکھو، اب تم نظم پڑھ رہی ہو۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ پڑھنے لگی: "ٹوئنکل، ٹوئنکل لٹل اسٹار۔ ہاؤ آئی وانڈر وھاٹ یو آر....."

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم چونک کر دیکھنے لگی۔ اس کے آس پاس سبھی لڑکے، لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "ہمیں یقین ہو گیا ہے فرہاد صاحب! آپ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

میں نے کہا: "تم سب مجھے بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کرتے رہتے ہو؟"

ایک نے اپنا نام بتایا۔ پھر کہا: "جہاں ہم ابھی ہیں یہ ایک بہت بڑا انسٹی ٹیوٹ ہے۔ اس کا نام دی ونڈر فل نیو جنریشن ہے۔ یہ ہمارا انسٹی ٹیوٹ یا کالج یا ادارہ، آپ جو کہہ لیں، تقریباً دو میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ میں ٹیکنیکل شعبے سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس شعبے میں ہر طرح کی مشینوں کو سمجھنے، انھیں آپریٹ کرنے اور ان کی خرابیوں کو سمجھنے اور انھیں دور کرنے کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔"

ایک لڑکی نے اپنا نام بتا کر کہا: "میرا تعلق نیوی سے ہے۔ میں نے برٹش نیوی میں رہ کر تین برس کا کورس مکمل کیا ہے۔ مجھے بحری جہازوں، آبدوز کشتیوں، حتیٰ کہ جنگی جہازوں کی نقل و حرکت کے سلسلے میں پوری معلومات حاصل ہیں۔ اب میں دنیا کی تمام بندرگاہوں حتیٰ کہ بیک پورٹ یعنی غیر قانونی بندرگاہوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کر رہی ہوں۔"

ایک اور نوجوان نے کہا: "میں فلائنگ کلب کا ممبر ہوں۔ ہم دنیا کے کسی بھی ایئر ویز کے تعلیمی اداروں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بابا کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ دو برس کے بعد مجھے کسی بھی ملک کی ایئر فورس میں ملازمت مل سکتی ہے۔"

سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "بھئی بس کرو۔ اگر تم لوگوں نے اپنے اپنے شعبوں کے متعلق بتانا شروع کیا تو وقت گزر جائے گا اور میں فرہاد سے باتیں نہیں کر سکوں گی۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی: "مجھے اجازت دو۔ میں اپنے کمرے میں جا کر بات کروں گی۔"

اس نے باری باری سب سے مصافحہ کیا اور شب بخیر کہہ کر ڈائننگ ہال سے باہر نکل آئی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ اس نے پوچھا: "کیا میرے پاس ہو؟"

"اتنے انتظار کے بعد تمھیں پایا ہے۔ چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟"

"فرہاد! میں تم سے دور رہ کر خوش نہیں رہ سکتی لیکن یقین کرو۔ یہاں بابا کے سائے میں بہت مطمئن ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں پوری طرح اس ماحول میں رچ بس جاؤں گی اور یہاں سے بہت کچھ حاصل کرنے کے بعد تمھارے پاس آؤں گی۔"

"یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم وہاں کیا کر رہی ہو اور وہاں وہ بہت کچھ کیا ہے جو تم حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"میں بابا فرید واسطی صاحب کی شخصیت سے بہت متاثر ہوں۔ میں انھیں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ بابا صاحب مجھے چاہتے ہیں اور صرف میری ہی موجودگی برداشت کرتے ہیں ورنہ کسی طالب علم یا طالبہ کو اپنے پاس بلاتے ہیں تو پانچ دس منٹ سے زیادہ بات نہیں کرتے اور رخصت کر دیتے ہیں۔"

وہ اپنے ہوسٹل کے کمرے میں پہنچ گئی۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی: "بابا کے سائے میں جتنے طلبا اور طالبات ہیں۔ یہ سب کے سب لاوارث ہیں۔ ان کے ماں باپ یا رشتہ دار نہیں ہیں۔ دور کے رشتہ دار ہو سکتے ہیں۔ یہ سب بابا کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ تم نے کسی حد تک سن لیا کہ یہ لوگ کیسی کیسی تعلیم اور کیسے کیسے ہنر حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ان سب میں جو مشترک تعلیم ہے وہ ہے یوگا اور علم نفسیات۔ ان سب کو چوبیس گھنٹے میں کسی نہ کسی ذہنی آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے کسی نہ کسی مسئلے پر حاضر دماغی کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ ایسے امتحانات ہوتے ہیں کہ یہ سب کچھ دیکھ کر میری دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ میں اپنے آپ کو آزمانا چاہتی ہوں کہ میں اب تک عملی تجربات سے گزرنے کے بعد کتنی ذہین اور کتنی حاضر دماغ ہوں۔ علم نفسیات کو کس حد تک سمجھ سکتی ہوں۔ میں یہی سب کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ایک طویل عرصے تک میرے سامنے نہیں آؤ گی۔ یہی دماغی رابطہ قائم رہے گا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ کتنا عرصہ لگے گا۔ یہاں کی تعلیم حاصل کرنے کی کم سے کم مدت تین برس ہے۔ میں ان سے مختلف ہوں۔ میں نے تمھارے ساتھ ایک طویل عملی اور تجرباتی زندگی گزاری ہے۔ شاید میں ان کے مقابلے میں جلد ہی یہاں کے بیشتر امتحانات پاس کر لوں۔"

"کیا اس کے بعد اعلیٰ بی بی بننے کا ارادہ ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی: "مجھے یہ شوق نہیں ہے۔ میں تو جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو چمکانے آئی ہوں۔ یہاں کی لڑکیاں اتنی خوش مزاج، اتنی ہشاش بشاش اور تر و تازہ نظر آتی ہیں کہ انھیں دیکھ کر آنکھوں کے سامنے گلاب کھلنے لگتے ہیں۔ ایک دن میں بھی تمھاری آنکھوں کے سامنے گلاب کی طرح کھل کر آؤں گی۔"

میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی۔ پھر پوچھا: "کچھ بابا کے متعلق بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں۔ تم جانتے ہو کہ میں نے تمھارے ساتھ قدم قدم پر موت سے آنکھیں ملائی ہیں لیکن بابا سے آنکھیں نہیں ملا سکتی اور جب آنکھیں نہیں ملا سکتی تو ان کے متعلق کیا بتا سکتی ہوں۔ میں نے ابھی تک انھیں نظر بھر کر نہیں دیکھا ہے۔ دیکھنے کا حوصلہ ہی نہیں ہوتا۔ جب وہ بولتے ہیں تو ان کی آواز کانوں کے ذریعے دل میں ایسے اترتی ہے جیسے کوئی مسرور کن نغمہ اتر رہا ہے۔"

"چلو مرجانہ کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"وہ اس وقت عالم سکوت میں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"بابا نے اس پر کوئی عمل کیا ہے۔ میں نے آخری بار جب اسے دیکھا تو وہ بابا کے کاٹیج کے فرش پر آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ نہ وہ ہوش میں تھی نہ بے ہوش تھی۔ اس کی سانس چل رہی تھی لیکن وہ اتنی بے حس تھی کہ کاٹیج کے ننگے فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ تم سوچ سکتے ہو کہ یہاں کا علاقہ کتنا سرد اور برفانی ہے۔ اس پر موسم کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ بابا نے صرف اتنا بتایا ہے کہ جب یہ طویل خاموشی کے بعد آنکھیں کھولے گی تو انشاء اللہ یہودیوں کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ برین واشنگ کے ذریعے جو باتیں اس کے دماغ سے مٹا دی گئی تھیں وہ اس کے دماغ کے تختے پر دوبارہ لکھ دی جائیں گی۔ اسے سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

"میں نے سنا ہے۔ اسے چھ دن کے اندر پاکستان روانہ کر دیا جائے گا۔"

"تم نے درست سنا ہے۔"

"بابا نے تمھیں اپنے پاس رکھا ہے اور سیکڑوں طلبا اور طالبات ہیں۔ پھر انھوں نے مرجانہ کو اپنے پاس کیوں نہیں رکھا؟"

یہاں صرف وہ رہتے ہیں جن کے والدین یا سرپرست نہیں ہیں۔ میرا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ اس لیے مجھے یہاں رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔ پھر بابا صاحب کی خاص مہربانیاں مجھ پر ہیں۔"

"میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"یہ تم جمیلہ کے پاس جا کر معلوم کر لو۔ ویسے تمھی سب کچھ پوچھتے جا رہے ہو۔ کچھ مجھے بھی اپنے متعلق بتاؤ۔"

میں نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر اس کی سوچ پڑھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ بی بی نے اسے میرے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سوچا۔ کیا اپنے زخمی ہونے والی داستان اسے سنا دوں؟ پھر سوچا نہیں وہ مطمئن ہے، خوش ہے اور ابھی بابا کی خدمت میں رہنا چاہتی ہے اور اس لیے میں نے کہا: "میں مزے میں ہوں۔ صرف رونی کی طرف سے پریشانی ہے۔ وہ مجھے اور فرضی پارس کو نہیں پہچان رہی ہے۔ اس کا کچھ نفسیاتی علاج کرایا جائے گا۔"

میں نے مختصر طور پر رونی کے متعلق بتایا۔ سونیا نے افسوس کا اظہار کیا۔ میں بڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا: "اب سونے کا وقت ہو رہا ہے۔ بابا کا حکم ہے کہ نو بجے ہمیں بستر پر پہنچ جانا چاہیے۔ ابھی نو بجنے میں بیس منٹ ہیں۔ میں لباس تبدیل کروں گی۔ باتھ روم جاؤں گی۔ اس لیے اب یہاں سے جاؤ۔"

میں اس سے رخصت ہو کر جمیلہ کے پاس پہنچا۔ وہ میرے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی۔ میں نے چپ چاپ اس کی سوچ پڑھی۔ معلوم ہوا کہ وہ اسی ہوسٹل کے ایک دورافتادہ کمرے میں رہتی ہے اور بڑے آرام سے ہے۔ وہاں کے طلبا اور طالبات کو دیکھ کر ان سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اسے اس بات کی خوشی ہے کہ بچہ یہاں پرورش پائے گا تو ان نوجوانوں کی طرح چاق و چوبند تعلیم یافتہ اور ہنر مند ہو گا۔

میں اس کے دماغ سے نکل کر اپنے ہسپتال کے بستر پر حاضر ہو گیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر سیکورٹی آفیسر سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "اب میں دروازے کو اندر سے بند کر کے سونے جا رہا ہوں۔ نرس یا ڈاکٹر سے پوچھ لیں کوئی دوا کھانے کے لیے تو نہیں رہ گئی؟"

"جی ہاں، ایک نرس آپ کے لیے دوا اور دودھ لے کر آ رہی ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نرس مسکراتے ہوئے آئی۔ میری خیریت پوچھی۔ پھر دو ٹیبلٹس اور ایک کیپسول کھانے کے لیے دیا ـــ ایک گلاس دودھ پینے کے لیے کہا۔ میں نے پی لیا۔ میرے لیے جو بھی کھانے پینے کا سامان آتا تھا پہلے اسے ڈاکٹر چیک کر لیتے تھے۔ اس لیے میں مطمئن تھا۔ نرس خالی گلاس لے کر چلی گئی۔ میں بستر سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس حد تک توانائی آ گئی تھی کہ میں اپنے کمرے میں آرام سے ٹہل سکتا تھا۔ سر میں کبھی کبھی ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ میں دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے اندر سے بند کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ بستر پر پڑے پڑے اکتا گیا تھا۔

میں کمرے کے اندر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ کبھی ادھر کبھی ادھر ٹہلنے لگا۔ جب ذرا تھکن کا احساس ہوا تو بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ دماغ کو ہدایت دی اور آرام سے سو گیا۔

صبح چھ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا۔ پھر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ اس کے ذریعے میں سیکورٹی آفیسر سے بات کرنا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کہ پہلے خیال خوانی

کے ذریعے سیکورٹی آفیسر کے پاس پہنچ کر دیکھنا چاہیے کہ میرے سلسلے میں وہ لوگ مستعد ہیں یا کسی قسم کی کوتاہی برت رہے ہیں۔
میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنے مکان میں تھا اور اپنے بستر پر سو رہا تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن سے معلوم کیا۔ پتہ چلا کہ ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا سیکورٹی آفیسر ہسپتال میں موجود ہے۔ میں نے اس کے خواب کی اسکرین کو روشن کیا۔ وہ مجھے خواب میں دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا: "آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کی ڈیوٹی کس وقت بدلنے والی ہے اور دوسرا آفیسر کون آئے گا۔ مجھے اس بات کا علم پہلے سے ہونا چاہیے تھا۔"
آفیسر نے جواب دیا: "جی ہاں، اصولاً آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا لیکن ہم سب ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کرتے ہیں اس لیے میں نے آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھا۔"
"ضروری ہے۔ آپ ابھی فون کے ذریعے اس سیکورٹی آفیسر سے بات کریں جو اس وقت ہسپتال میں آپ کی جگہ ڈیوٹی پر ہے۔"
میری بات ختم ہوتے ہی اس آفیسر نے آنکھیں کھول دیں۔
وہ ابھی تک نیند میں تھا اور اسی عالم میں میرے حکم کے مطابق اُٹھ گیا تھا۔ بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس سیکورٹی آفیسر سے رابطہ قائم ہوا۔ پھر اس نے کہا: "ہیلو میں ارشد کمال بول رہا ہوں۔ آپ ڈیوٹی پر ہیں نا؟"
ہسپتال کے ڈیوٹی آفیسر نے کہا: "بے شک میں اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں؟"
آفیسر ارشد کمال نے کہا: "میں آپ کو یہ بتانا بھول گیا کہ فرہاد صاحب بعض اوقات تمام رات خیال خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر وہ نیند سے بیدار نہ ہوں اور دن چڑھے تک سوتے رہیں تو کوئی ان کی نیند میں مداخلت نہ کرے۔ آپ ابھی حکم دیجیے کوئی اُن کے کمرے کے دروازے کے قریب بھی نہ گزرے۔"
"میں ابھی اُن کے کمرے کے پاس ایک سپاہی کو بٹھا دیتا ہوں۔ وہ وہاں سے کسی کو گزرنے نہیں دے گا۔"
ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں اس سیکورٹی آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو ابھی ہسپتال میں موجود تھا۔ وہ ابھی ریسیور رکھ کر سر جھکائے سوچ رہا تھا۔
"ہاں، وہ سوچ رہا تھا: "اب کیا ہوگا۔ پتہ نہیں مسٹر فرہاد کب بیدار ہوں گے۔ کب مجھے اس مصیبت سے نجات ملے گی۔"
وہ کسی مصیبت میں گرفتار تھا۔ اس کے تصور میں اس کی دس برس کی بچی پھر رہی تھی۔ اس وقت وہ کسی کے شکنجے میں تھی۔
میں اس کی سوچ کو گہرائی سے پڑھنے لگا۔ پتہ چلا کہ میرے دو قاتلوں میں سے جس کا نام جینیا ہے وہ اس سیکورٹی آفیسر کے گھر پہنچ چکی ہے اور اس کی بچی کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے ہے۔
جو سیکورٹی آفیسر اس وقت پریشان ہو کر سوچ رہا تھا اُس کا نام مقصود تھا۔ جینیا اور واسکوڈی نے مقصود سے کہا تھا کہ اگر کسی کو اس بات کی خبر کرے گا تو اس کی بچی اسے زندہ نہیں ملے گی۔ اگر وہ اپنی بچی کی زندگی چاہتا ہے تو جینیا بچی کے پاس رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں بچی جینیا کے ریوالور کی زد میں رہے گی اور واسکوڈی ہسپتال میں بھیس بدل کر پہنچے گا۔ سیکورٹی آفیسر مقصود اپنی ڈیوٹی کے وقت اسے ایک ملاقاتی کی حیثیت سے فرہاد کے کمرے میں جانے کا موقع دے گا۔
جینیا نے کہا تھا: "مسٹر مقصود! آپ کا کام صرف واسکوڈی کو اس کمرے تک پہنچانا ہے۔ واسکوڈی فرہاد کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگا یا ناکام ہوگا یا گرفتار ہوگا اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔ جب آپ اسے وہاں تک پہنچنے کا موقع دیں گے تو یہاں آپ کی بیٹی آزاد ہو جائے گی۔ ہم اسے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"
بے چارہ آفیسر مقصود احمد شش و پنج میں تھا۔ کبھی سوچتا تھا کہ اپنے فرض پر بیٹی قربان کر دے۔ قاتل کو فرہاد تک نہ پہنچنے دے۔ لیکن اپنی معصوم بچی کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آتا تھا تو اس کا دل تڑپ جاتا تھا۔ پھر اسے اپنی بیوی کے آنسو یاد آتے تھے۔ وہ ممتا سے مجبور ہو کر رو رو کر، تڑپ تڑپ کر کہہ چکی تھی: "میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے اپنی بچی چاہیے۔"
میں مقصود کی پریشانیوں کو، اس کے فرائض کو اور اس کی پدرانہ محبت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ میں سوچنے لگا: "کیا کروں؟ کس طرح اس کی بچی کو قصائی کی چھری تلے سے نکالوں؟"
واسکوڈی کو ایسے وقت گرفتار کرنا بہت آسان تھا جب وہ ملاقاتی کی حیثیت سے ملنے آتا۔ اسے واپس جانے کا موقع دیا جاتا لیکن پہلے اس بچی کو بچانا ضروری تھا۔ ورنہ ادھر واسکوڈی گرفتار ہوگا اُدھر وہ بچی کو ختم کر دے گا۔
میں بستر پر بیٹھ گیا۔ تیزی سے میرا دماغ سوچ رہا تھا۔ میں نے مقصود کی سوچ کے ذریعے اس کے مکان کا پتہ اور اس کے گھر کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس کے بعد اینی فاسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ صرف اپنی اعلیٰ بی بی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میں نے کہا: "اینی فوراً اٹھو۔ اپنے ساتھ اپنے چوروں کو لو اور میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔"
"آپ حکم دیں۔"
"پہلے اپنے چوروں کو اپنے پاس بلاؤ۔"

وہ اپنے چوروں کے ساتھ ایک چھوٹے سے بنگلے میں کرائے دار کی حیثیت سے رہ رہی تھی۔ اس نے انھیں ایک کمرے میں جمع کیا۔ میں نے ان میں سے ایک چور کی آواز سنی۔ پھر اسے مقصود کے فون نمبر بتانے کے بعد کہا: "تم کہیں سے اس نمبر پر فون کرو۔"
اس نے پوچھا: "میں بات کرنے والے سے کیا کہوں گا؟"
"تم دوسرے چوروں کے ساتھ جاؤ۔ جب میں کہوں تو اس مکان میں داخل ہو جانا۔"
وہ فوراً اس بنگلے سے نکل گئے۔ میں اس چور کے دماغ میں رہا جو فون کرنے والا تھا۔ وہ ایک ٹیلیفون بوتھ میں پہنچ کر میرے بتائے ہوئے نمبر کے مطابق رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کے کان سے ریسیور لگا ہوا تھا۔ مجھے دوسری طرف گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر نسوانی آواز میں پوچھا: "ہیلو آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟" اسی وقت میں نے واسکوڈی کی آواز میں کہا: "فون میرے ساتھی جینیا کو دے دو۔"
میں جینیا اور واسکوڈی کے لب و لہجے کو ٹیلیفون کے ذریعے پہلے ہی سن چکا تھا۔ انھیں اچھی طرح یاد رکھا تھا۔ ذرا دیر بعد ہی فون پر جینیا کی آواز سنائی دی۔ وہ بہت محتاط انداز میں پوچھ رہا تھا: "ہیلو، کون؟"
میں نے واسکوڈی کے لب و لہجے میں کہا: "میں واسکوڈی بول رہا ہوں۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں ہسپتال میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ملٹری انٹیلی جنس والے تمھارے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ فوراً وہاں سے بھاگو۔"
جینیا نے پوچھا: "کیا میں بھاگنے سے بچ جاؤں گا۔ کیوں نہ میں اس بچی کو یرغمال بناؤں؟"
میں نے واسکوڈی کے لب و لہجے میں کہا: "کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو۔ جب ہم فرہاد تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب میں اسے قتل نہیں کر سکتا تو کسی کی بچی کو یرغمال بنانے یا اسے قتل کر دینے سے ہمارا فائدہ کیا ہوگا۔ ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ فوراً اس بچی کو اور اس کی ماں کو اسٹور روم میں بند کر کے بھاگ جاؤ۔ کوئی تمھارا راستہ نہیں روک سکے گا۔ ہاں، یہ بتاؤ فرار ہونے کے بعد کہاں ملو گے؟"
"اور کہاں مل سکتے ہیں۔ اسی کوٹھی میں ملاقات ہوگی۔"
میں نے کہا: "اوہ کیا مصیبت ہے۔ یہ پاکستانی شہروں اور گلیوں کے نام یاد نہیں رہتے۔ اس اسٹریٹ کا نام کیا ہے؟"
"ہاں، ہمارے لیے ذرا مشکل نام ہے میں بتاتا ہوں۔"
وہ اٹک اٹک کر بولنے لگا: "راجا غضنفر علی اسٹریٹ۔"
میں کوٹھی کا نمبر بھی معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن زیادہ بن کر باتیں کرنے سے جینیا کو شبہ ہو سکتا تھا۔ میں نے اتنا ہی کہا: "تم فوراً وہاں سے نکل جاؤ۔"
جینیا نے دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا۔ میں نے چور سے کہا: "تمھارا کام ختم۔"
یہ کہہ کر میں مقصود کی بیوی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جینیا اسے ریوالور دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا: "فوراً اپنی بیٹی کے ساتھ اسٹور روم کے اندر چلی جاؤ۔ دیر کرو گی تو گولی مار دوں گا۔"
وہ اپنی بیٹی کو فوراً ہی اٹھا کر تیزی سے اسٹور روم کے اندر چلی گئی۔ جینیا نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ افسوس میں جینیا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہنچنا چاہتا تو وہ محتاط ہو جاتا۔ کسی شبے میں مبتلا ہو جاتا۔ میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے یہ نہ دیکھ سکا کہ اسٹور روم بند کرنے کے بعد وہ کہاں گیا کیونکہ مقصود احمد کی بیوی میرا ایک ذریعہ تھی جو بند ہو چکی تھی۔ میں نے اینی سے کہا: "اگر تم سب اس کوٹھی کے آس پاس پہنچ گئے ہو تو ایک شخص وہاں سے نکل کر جا رہا ہوگا۔ اسے جانے دو۔ اس کے سامنے نہ آؤ۔"
اینی میری سوچ کو سننے کے دوران توجہ سے کوٹھی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک چور نے قریب آ کر بتایا: "اُدھر سے ایک شخص جا رہا ہے۔"
اینی نے کہا: "اسے جانے دو۔ چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
میں نے کہا: "اب تم لوگ اس کوٹھی میں داخل ہو جاؤ۔ اسٹور روم میں سیکورٹی آفیسر مقصود کی بیوی اور بچی بند ہے۔ انھیں آزاد کر دو اور انھیں تاکید کر دو کہ گھر کے دروازے اندر سے بند رکھیں تاوقتیکہ اُن کی حفاظت کا انتظام نہ ہو جائے۔ ان ماں بیٹی کو آزاد کرانے اور سمجھانے کے بعد تم لوگوں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ جب تک میں نہ کہوں، ہسپتال کی طرف نہ آنا۔"
میں نے وہاں سے مطمئن ہو کر اپنے سرہانے رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھایا اور نمبر ڈائل کر کے سیکورٹی آفیسر سے رابطہ قائم کیا۔
اس نے کہا: "ہیلو، میں سیکورٹی آفیسر بول رہا ہوں۔"
"کسی نرس کو میرے پاس بھیج دیجیے۔ بائی دی وے آپ کی آواز بدلی ہوئی ہے۔ آپ مجھے وہ آفیسر نہیں معلوم ہوتے۔"
"جی ہاں، ان کی ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر ہوں۔"
میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بستر سے اتر کر آہستہ آہستہ دروازے کے پاس آیا۔ پھر اس کی چٹخنی گرا دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک نرس آئی۔ اس نے مسکرا کر سلام کیا۔ میری خیریت پوچھی۔ پھر

کہا: "آپ منہ ہاتھ دھوکر آرام سے لیٹ جائیں۔ میں آپ کے لیے دوا اور ناشتہ لے کر آتی ہوں۔"

"میں ایک گھنٹے کے بعد ناشتہ کروں گا اور اسی وقت دوا کھاؤں گا۔ اس سے پہلے مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

وہ چلی گئی۔ میں مقصود کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے دفتری کمرے سے نکل کر ٹہلتا ہوا اسپتال کے برآمدے میں آیا۔ پھر اس برآمدے سے اتر کر باغیچے کی طرف گیا۔ وہاں جاکر اس نے اپنے سر کو کھجایا۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس اپنے دفتری کمرے میں آگیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس نے سر کھجا کر واسکوڈی کو اشارہ کیا ہے کہ وہ آسکتا ہے۔ فرہاد بیدار ہوگیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی واسکوڈی کو لے کر اس کمرے میں آیا اور کہنے لگا: "جناب! یہ گونگا ہے اور کچھ کہہ سکتا ہے۔"

واسکوڈی نے ایک کاغذ آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا: "میں گونگا ہوں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور نے انگلینڈ میں میری بڑی مدد کی تھی۔ ان کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ یہاں آکر مجھے پتہ چلا کہ وہ بیمار ہیں۔ میں ان کی عیادت کے لیے آیا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ مجھے ان سے ملنے کی اجازت دی جائے۔"

واسکوڈی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آیا تھا۔ اتنی سی اُمید تھی کہ اگر پکڑا جائے گا تو مقصود کی بیٹی کو یرغمال بناکر شاید اپنے آپ کو رہا کرالے۔ ورنہ اسے اپنی جان کی پروا نہیں تھی۔ صرف ایک مقصد تھا۔ چاہے اپنی جان چلی جائے مگر فرہاد ختم ہو جائے۔

دوسرے ہی لمحے مقصود احمد نے اٹھ کر ریوالور نکالتے ہوئے کہا: "واسکوڈی! اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھالو اور میرے آدمیوں کو تلاشی لینے دو۔"

واسکوڈی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر دبی زبان سے کہا: "آفیسر! کیا تمھیں اپنی بیٹی سے محبت نہیں ہے؟"

"اُلّو کے پٹھے! اس وقت میں کسی بیٹی کا باپ نہیں، فرہاد علی تیمور ہوں۔"

اس نے آفیسر کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ پھر بڑے یقین سے کہا: "مجھے زیادہ عرصے حراست میں نہیں رکھ سکو گے اور مجھے مجرم بھی ثابت نہیں کر سکو گے۔ میں دوست بن کر فرہاد علی تیمور سے ملنے آیا تھا۔ مجھے یہاں دشمن سمجھا جارہا ہے۔"

دو سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک لمبا سا چاقو نکلا۔ تب سے مقصود احمد کی زبان سے

پوچھا: "کیا اس چاقو سے دوستی کرنے آئے تھے؟"

"یہ میں اپنی حفاظت کے لیے رکھتا ہوں۔ ویسے کوئی دشمن ایک چاقو سے فرہاد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ فرہاد صاحب جب چاہیں گے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے زیر کرلیں گے۔"

"فرہاد یہ بھی جانتا ہے کہ تم یوگا کے ماہر ہو۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو روک لیتے ہو۔"

"یہ غلط ہے۔ میں یوگا کا ماہر نہیں ہوں۔ فرہاد صاحب جب چاہیں میرے دماغ میں آسکتے ہیں۔ ویسے آفیسر آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مجھے مجرم سمجھ رہے ہیں تو حراست میں لے لیجیے۔ میں اپنا بچاؤ کرلوں گا۔"

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی۔ اس دوران میں اپنے کمرے سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دفتری کمرے تک پہنچ گیا تھا۔ واسکوڈی نے مجھے دیکھا تو تلملا کر رہ گیا۔ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ میں نے سیکورٹی آفیسر کے اسسٹنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مسٹر! آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے راؤ ارشاد علی کہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "مسٹر راؤ! آپ اپنے سیکورٹی آفیسر مسٹر مقصود احمد کو حراست میں لے لیں۔"

اسسٹنٹ آفیسر راؤ ارشاد علی حیرانی سے پوچھا: "جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو کہہ رہا ہوں۔ آپ اس پر عمل کریں۔ ورنہ نتیجے کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔"

میں مقصود احمد کے دماغ کو آزاد چھوڑ چکا تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہاں کیا تماشہ ہو چکا ہے اور واسکوڈی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں کیسے لگ گئی ہیں۔ میں نے کہا: "مسٹر مقصود احمد! میں آپ کے حالات سے پوری طرح واقف ہوں۔ واسکوڈی کا ایک ساتھی جینا آپ کے گھر میں تھا۔ اس نے آپ کی بچی کو یرغمال بنایا تھا لیکن اب آپ کی بچی اور بیوی آزاد ہیں۔ آپ ٹیلیفون کرکے معلوم کرلیں۔"

اس نے فوراً ہی ریوالور ہولسٹر میں رکھا اور ریسیور اٹھا کر اپنے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب رابطہ قائم ہوا تو اُسے بیوی کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا: "بیٹی کہاں ہے؟"

اس کی بیوی نے کہا: "خدا کا شکر ہے۔ وہ بدمعاش ہمیں اسٹور روم میں بند کرکے چلا گیا تھا۔ ایک انگریز عورت دو مردوں کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے اسٹور روم سے ہمیں آزاد کیا اور سمجھایا ہے کہ جب تک ہماری حفاظت کا انتظام نہ ہو

گھر کی دروازے اندر سے بند رکھیں۔"

مقصود احمد نے کہا: "تمھیں ٹھیک مشورہ دیا گیا ہے۔ میں ابھی تم لوگوں کی حفاظت کے انتظامات کرتا ہوں۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا: "اب ریسیور رکھ دیجیے آپ کی بیوی اور بچی کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ کے ذمہ جو فرض تھا آپ اُسے نبھا نہیں سکے۔ اپنا ریوالور اپنے اسسٹنٹ کو دے دیجیے اور خود کو حراست میں سمجھیے۔"

مقصود احمد نے میری طرف احسان مندی سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا آپ نے یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیا ہے؟ کیا آپ نے میری بیٹی کو بچایا ہے؟"

"جی۔ آپ نے تو کسی کو خبر نہیں کی تھی۔ میں نے ہی آپ کے دماغ میں پہنچ کر ساری باتیں معلوم کرلی تھیں۔"

سیکورٹی آفیسر مقصود احمد نے اپنا ریوالور اپنے اسسٹنٹ کو دیتے ہوئے کہا: "بے شک میں نے اپنے فرض کی ادائیگی نہیں کی۔ اپنے فرض پر اپنے بیوی بچوں کی محبت کو ترجیح دی۔ مجھے اس کی سزا ملنا چاہیے۔ میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرتا ہوں۔"

میں نے راؤ ارشاد علی سے کہا: "آپ اس کے ساتھی کو راجا غضنفر علی اسٹریٹ کی ایک کوٹھی سے حراست میں لے سکتے ہیں۔"

واسکوڈی میری بات سنتے ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا: "تم کیا سمجھتے ہو؟ تمہارے روک لینے سے میں تمہارے دماغوں میں پہنچ کر تمہاری پناہ گاہوں تک نہیں پہنچ سکوں گا؟"

واسکوڈی نے دانت پیستے ہوئے کہا: "میں ابھی یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم نے ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے کس قسم کی تکنیک استعمال کی ہے۔ بہرحال اس وقت میرے دماغ میں پہنچ کر میری بات سن لو۔ میں زبان سے نہیں کہوں گا۔ تمہارے لیے اس وقت میرے دماغ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "ہاں، کیا کہتے ہو۔ میں موجود ہوں۔"

اس نے کہا: "اس وقت میں غصے اور نفرت کی آگ میں جل رہا ہوں۔ اپنے اندر بڑی سختی سے اپنے انتقامی جذبے کو کچل رہا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ابھی تم پر جھپٹ پڑوں لیکن عقل سمجھاتی ہے کہ وقت کا انتظار کیا جائے۔ اس وقت تمہارا پلّہ بھاری ہے لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمہاری موت میرے ہاتھوں سے ہوگی۔ یہاں مجھ پر کوئی سنگین الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ سال دو سال تک سلاخوں کے پیچھے رہنا ہوگا۔ شاید ایسا بھی نہ ہو۔ اگر اس ملک سے نکال دیا گیا تو میں تمھیں بھی یہاں سے نکلنے پر مجبور کردوں گا اور تم وہیں پہنچو گے جہاں میں نے تمہاری موت کا انتظام کیا ہے۔"

"کیا تم نے اسی طرح بھونکنے کے لیے اپنے دماغ میں بلایا ہے؟"

"میں یہ چیلنج ان قانون کے محافظوں کے سامنے نہیں کر سکتا اگر ان لوگوں نے میری آواز ریکارڈ کرلی اور گواہ بن گئے تو مجھ پر اور سخت الزامات عائد کیے جائیں گے۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا اور اس کے سامنے کھڑے ہوکر مسکرانے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اس طرح وہ اور کتنا تلملائے گا۔ یقیناً وہ تلملا رہا تھا لیکن برداشت کر رہا تھا۔ میں نے راؤ ارشاد علی سے کہا: "آفیسر! اس وقت میں آپ کے دماغ میں پہنچ کر ایک ضروری بات کہہ رہا ہوں۔"

میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا پھر میں نے کہا: "میں نے راجا غضنفر علی اسٹریٹ کا پتہ بتایا ہے۔ وہاں ایک کوٹھی ہے۔ جس میں کوئی چوہدری رہتا ہے۔ میں اس کا پورا نام معلوم نہیں کر سکا۔ یہ مجرم یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر پوری تفصیلات حاصل نہیں کر سکتا۔ میں اپنے کمرے میں چلا جاؤں تو آپ واسکوڈی سے اگلوانے کی کوشش کریں۔ وہ نہ بتائے تو آپ راجا غضنفر علی اسٹریٹ کا چاروں طرف سے محاصرہ کریں۔ وہاں کی کوٹھیوں کے کسی بھی فرد کو باہر جانے کی اجازت نہ دیں۔ تاوقتیکہ جینا آپ لوگوں کی گرفت میں نہ آجائے۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے آخری بار مسکراتے ہوئے واسکوڈی کو دیکھا پھر وہاں سے پلٹ کر ہسپتال کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگا ایک کاریڈور سے گزرتے وقت میرے دل نے بے چین ہوکر کہا: "رسونتی کے پاس جانا چاہیے۔ دیکھیں وہ کیا کہتی ہے۔"

میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس دروازے پر بھی ایک مسلح سپاہی کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجھے پہچانتا تھا۔ اس نے راستہ نہیں روکا۔ میں کمرے میں پہنچا تو وہ ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھا تو رک گئی۔ سوالیہ نظروں سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی، میرے سر اور چہرے کے اطراف پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میرے داہنے ہاتھ پر بھی پٹیاں نظر آرہی تھیں۔ اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

اس کے یوں اجنبی بن جانے سے میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ میں نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ آہ، بیماری کے

بعد وہ اور زیادہ حسین دکھائی دے رہی تھی۔ ایک تو یوں بھی اس کے حسن کا جواب نہیں تھا۔ اس پر اس کی معصومیت، اس کی اجنبیت، اس کا اپنے آپ کو نہ پہچاننا، یہ ایسی باتیں تھیں کہ اس پر بہت زیادہ پیار آ رہا تھا اور پیار کیوں نہ آتا۔ وہ میرے بیٹے کی ماں تھی۔ میری سب کچھ تھی۔

اس نے مجھے خاموش دیکھ کر سخت لہجے میں کہا "یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اپنے قریب کسی اجنبی کو برداشت نہیں کرتی۔ اگر نہیں جاؤ گے تو چیخنا شروع کر دوں گی۔"

میں نے جلدی سے کہا "تمہارے لیے میں بے شک اجنبی ہوں لیکن تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے کسی کام آنا چاہتا ہوں۔"

"تم میرے کیا کام آؤ گے؟"

میں نے ذرا آگے بڑھ کر دھیمی آواز میں کہا "میں ایک دوسرے کمرے میں مریض کی حیثیت سے پڑا ہوا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا نام رسونتی ہے۔ یہاں کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ تم کسی فرہاد کی بیوی ہو اور اس کے بچے کی ماں بھی ہو۔"

وہ دانت پیس کر غصے سے بولی "یہ جھوٹ ہے۔ میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ میں اس دنیا کے کسی بھی انسان سے رشتہ نہیں جوڑ سکتی۔ میں دیوتاؤں کی امانت ہوں۔"

"وہ لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے جو ابھی تم کہہ رہی ہو لیکن وہ تمہاری باتوں پر ہنستے ہیں۔ کہتے ہیں بھلا اس دھرتی کی ایک عورت دیوتاؤں سے کس طرح منسوب ہو سکتی ہے۔ اس لیے یہ لوگ تمہاری باتوں سے تمہیں پاگل قرار دے رہے ہیں۔"

وہ بے بسی سے بولی "میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کمرے کے باہر ان لوگوں نے پہرہ بٹھا دیا ہے۔ میں یہاں سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتی۔"

میں نے پوچھا "کیا تم یہاں سے بھاگنا چاہتی ہو؟"

"میرا بس چلے تو ابھی یہاں سے چلی جاؤں۔"

"کیا یہاں تمہارا کوئی رشتہ دار یا جان پہچان والا ہے۔ اگر ہے تو کہو، میں تمہیں وہاں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

"تم مجھے کیسے پہنچاؤ گے؟ میں نے سنا ہے کہ یہ فوجیوں کا ہسپتال ہے۔ یہاں نہ کوئی اجازت کے بغیر آ سکتا ہے نہ باہر جا سکتا ہے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ۔ تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟"

"میرے ماتا پتا ہیں۔ میری ایک بہن ہے لیکن وہ اس وقت کہاں ہیں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔"

"کسی اور رشتہ دار کا نام پتہ بتاؤ۔"

"میرے بابا کے ایک شاگرد ہیں۔ ان کا نام راجیش متر ہے۔"

"ایک راجیش مترا کو تو میں بھی جانتا ہوں۔ ایک صوبائی گورنر کا سیکرٹری ......"

وہ ایک دم خوش ہو کر بولی "ہاں ہاں، وہی راجیش متر ہیں۔ تم اسے کیسے جانتے ہو؟ ارے تم زخمی ہو۔ اتنی دیر سے کھڑے ہوئے ہو۔ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

میں اس کی مہربانی پر مسکرایا اور قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں اور راجیش ایک ساتھ کلکتہ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ وہیں سے ہماری دوستی قائم ہوئی۔ اس کا چھوٹا بھائی مہیش اپنی ماتا جی کے ساتھ مانک تلہ میں رہتا ہے۔"

رسونتی کا اضطراب بڑھ گیا۔ اس نے سرکتے ہوئے بستر کے سرے پر پہنچ کر پوچھا "کیا تم بھی ہندوستانی ہو؟"

"ہاں، میں ہندوستانی ہوں۔ کہہ تو رہا ہوں کہ کلکتہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔"

"کیا تم ہمارے دھرم کے ہو؟"

میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں کمیونسٹ ہوں۔"

اس نے مجھے ذرا گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "کمیونسٹ ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آدمی بھگوان کو نہ مانے۔"

"بھگوان ہو، خدا ہو، گاڈ ہو۔ جو کچھ بھی کہہ لو۔ دنیا میں کوئی ایک بہت بڑی طاقت تو ہے جس کے ذریعے اس کائنات کا کاروبار چلتا ہے لیکن میرا دھرم پوچھنا ہی چاہتی ہو تو میرا دھرم انسانیت ہے۔ پہلے میں انسان کو مانتا ہوں اور انسان کے کام آنے کو بڑی عبادت سمجھتا ہوں۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔ میں نام سے سمجھ لوں گی۔"

اس وقت فوراً ہی میرے دماغ میں کبیر بیدل کا نام آیا۔ میں نے وہ نام بتا دیا۔ اس نے تعجب سے پوچھا "بھلا یہ کیا نام ہوا۔ اس سے تو نہ مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے نہ ہندو ہونے کا۔"

"ہاں، کبیر داس جی کے بارے میں آج تک کوئی یہ نہ جان سکا کہ وہ مسلمان تھے یا ہندو۔ رہ گیا بیدل تو میں شاعر ہوں اور یہ میرا تخلص ہے۔"

"اپنے ماں باپ کا نام بتاؤ۔ میں ابھی سمجھ لوں گی۔"

"میرے باپ کا نام شیر خان تھا۔ ماں کا نام وملا کماری۔ بھائی کا نام بلونت سنگھ اور بہن کا نام ایلزبتھ تھا۔"

وہ چڑ کر بولی "ارے تو کیا دنیا کے سارے مذہب تمہارے خاندان میں جمع ہو گئے ہیں؟"

"میں نے کہا نا کہ ہمارا مذہب انسانیت ہے میرے والدین اور میرے خاندان والے سب انسانیت کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس مذہب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کی کوئی لڑکی کسی دیوتا سے منسوب نہیں ہوتی۔ وہ انسان ہوتی ہے اور انسانیت سے ہی منسوب ہوا کرتی ہے۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "میں مخواہ خواہ تمہارے نام اور تمہارے دھرم سے دلچسپی لینے بیٹھ گئی۔ تم میرے کام کی بات کرو۔ کیا مجھے راجیش یا مہیش تک پہنچا سکتے ہو؟"

"کوشش کروں تو یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن راجیش اور مہیش برما کے شہر رنگون میں رہتے ہیں۔"

"وہ کہیں بھی رہتے ہوں۔ مجھے ان کے پاس کسی طرح پہنچا دو۔ بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔"

"تم پھر میرے سلسلے میں بھگوان کا نام لے رہی ہو۔ یہ کہو کہ انسانیت کے ناتے میں تمہارے کام آ رہا ہوں۔ تم بھی میرے کام آؤ گی۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ میں بھی تمہارے آڑے وقت میں کام آؤں گی۔"

"میں اس ہسپتال میں ایک زخمی قیدی کی حیثیت سے زیرِ علاج ہوں۔ مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے لیکن میرے خاص آدمی ہسپتال کے باہر موجود رہتے ہیں۔ وہ مجھے یہاں سے کسی وقت بھی نکال کر لے جا سکتے ہیں لیکن میں پہلے تمہیں یہاں سے نکال کر رنگون پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ میں مرد ہوں۔ اپنے لیے بعد میں راستہ بنا لوں گا۔"

وہ مجھے احسان مندی سے دیکھتے ہوئے بولی "تم کتنے دلیر اور کتنے انسان دوست ہو۔ میں مانتی ہوں کہ انسانیت بہت بڑا دھرم ہے۔"

میں نے پوچھا "اگر میں بھی یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں اور تمہارے پاس کبھی رنگون پہنچوں تو کیا مجھے اپنے گھر میں پناہ دو گی؟"

"ضرور۔ جب تک تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اس وقت تک اپنے ہاں تمہیں جگہ دوں گی۔"

"پھر تو ٹھیک ہے میں آج ہی اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے کہوں گا کہ وہ فرہاد علی تیمور کے مکان میں ڈاکہ ڈالیں۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ رسونتی کا ایک بین الاقوامی پاسپورٹ ہے۔ وہ پاسپورٹ ہاتھ لگ جائے گا تو اس کے ذریعے تم برما پہنچ سکتی ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا سچ مچ میرا کوئی پاسپورٹ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں، ایک آفیسر کہہ رہا تھا مسز رسونتی فرہاد علی تیمور کے نام سے تمہارا پاسپورٹ ہے۔"

اس نے اپنے ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "اوہ پتہ نہیں، میرے ساتھ کیا فراڈ ہو رہا ہے۔ کیسے ان لوگوں نے یہ پاسپورٹ بنایا ہے۔"

"کیا تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ اس ہسپتال میں آنے سے پہلے تم کہاں تھیں؟ تمہارے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہوگا۔ میں پچھلی باتیں یاد نہیں کر سکتی۔ بس مجھے اپنے لوگ یاد ہیں۔"

"تمہیں پچھلی باتیں یاد نہیں ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم نے فرہاد علی تیمور سے شادی کی ہو۔ اس کی بیوی بن کر پاسپورٹ بنوایا ہو۔ اس کے ساتھ سفر کر کے پاکستان آئی ہو۔ اگر وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ تم فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات ہو تو۔۔۔۔"

وہ غصے سے بولی "بس بس۔ چپ رہو۔ میں کسی کی بیوی نہیں ہوں۔ میں ایک کنواری لڑکی ہوں۔ مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ صرف کام کی باتیں کرو۔"

میں نے اس کے پاس سے اٹھتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں۔ میرے آدمی آج رات کو فرہاد کے مکان میں ڈاکہ ڈالیں گے اور تمہارے مطلب کی ہر چیز چرا کر لائیں گے۔ جن کے ذریعہ یہاں سے بھاگنے میں آسانی ہو۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے لیے کیا ہو سکتا ہے۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک آیا پھر وہاں سے پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تمہاری مدد کیوں کر رہا ہوں؟"

"تمہارا مذہب انسانیت ہے نا۔ انسانیت کے ناتے مدد کر رہے ہو۔"

"یہ درست ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم اپنے آپ کو دیوتاؤں سے منسوب کر رہی ہو یہ تمہاری مرضی ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم بے حد حسین ہو۔ ایسا حسن میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی میں پلٹ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ غصے سے سوچ رہی تھی "اس آدمی کی ہمت کیسے ہوئی؟ اس نے میری خوبصورتی کی تعریف کیوں کی؟ میں کسی انسان کے منہ سے اپنی تعریف سن نہیں سکتی۔ میرے گرو دیو سمجھایا کرتے تھے۔ عورت صرف تعریف کے ہتھیار سے ماری جاتی ہے اس لیے کبھی کسی کی زبان سے تعریف سن کر خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا۔ تمہاری سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ تم دیوتاؤں کی امانت ہو اور دیوتاؤں نے تمہیں اپنے لیے پسند کیا ہے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک نرس اس کے کمرے

کے اندر جانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے روک کر کہا: "اگر رسونتی میرے متعلق پوچھے تو کہنا۔ میرا نام کبیر بیدل ہے اور میں ایک زخمی قیدی ہوں۔ مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے۔"

پھر میں نے پلٹ کر سپاہی سے پوچھا: "تم نے بھی سُن لیا ہے نا؟"

"یس سر، میں یاد رکھوں گا۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا سیکورٹی آفیسر کے کمرے میں آیا۔ راؤ ارشاد علی مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر بولا: "واسکوڈی کو یہاں کے لاک اَپ میں رکھا گیا ہے۔ اس نے توقع کے خلاف ہمیں اس چوہدری کی کوٹھی کا نمبر بتا دیا ہے۔ جہاں اس کا ساتھی جنیا چھپا ہوا ہے۔ ہمارے آدمی اس کوٹھی کو گھیرنے کے لیے گئے ہیں۔"

میں نے کہا: "واسکوڈی بہت چالاک ہے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے نہ بتانے کے باوجود جنیا ہمارے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔ بہرحال میں ابھی رسونتی کے کمرے میں گیا تھا۔ میں نے اُسے بتایا ہے کہ میرا نام کبیر بیدل ہے۔ آپ لوگ بھی اسے یاد رکھیں۔ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

ان لوگوں کو اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آیا۔ جب منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھا تو دن کے نو بج رہے تھے۔ میں نے پہلے سعید صاحب سے رابطہ قائم کر کے کہا: "آپ رسونتی کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار رکھیں۔ اس کے علاوہ جاوید کا بھی بین الاقوامی پاسپورٹ تیار رہنا چاہیے۔ آپ کی شادی کے بعد میں جاوید کو لے کر رنگون جاؤں گا۔"

"تمہارا سارا کام ہو جائے گا۔ ابھی میں نے یہ خوشخبری سنی ہے کہ واسکوڈی گرفتار ہو گیا ہے اور اس کا ساتھی بھی گرفتار ہونے والا ہے۔"

"آپ نے درست سُنا ہے۔"

"فرہاد! تمہاری ٹیلی پیتھی کا جواب نہیں ہے۔ زخمی حالت میں بستر پر پڑے ہی پڑے مجرموں تک پہنچ گئے۔ واقعی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جتنے خطرناک قسم کے بین الاقوامی مجرم ہیں وہ سب تمہارے نام سے تھراتے ہوں گے۔"

"آپ مجھے تعریف کی رشوت نہ دیں۔ میں آپ کی دلہن کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں، بے چاری شرما رہی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی۔ بھائی جان میرے دماغ سے چلے جائیے۔"

"اس نے ایسا کیوں کہا؟"

"ظاہر ہے۔ آپ کے بارے میں پتہ نہیں کیا کچھ سوچ رہی ہو گی۔ دنیا کی کوئی عورت اپنے چور خیالات میں کسی کو شریک نہیں کرتی۔"

وہ ہنسنے لگے۔ میں ان کے پاس سے واپس آ گیا۔ ناشتہ کر چکا تھا۔ نرس نے میری طرف چائے کی پیالی بڑھائی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی: "چائے پینے کے پندرہ منٹ کے بعد دوا کھلانے کے لیے آؤں گی۔ پلیز اس وقت تک آپ ٹیلی پیتھی کے چکر میں نہ رہیں اور اگر رہیں تو مجھے مداخلت کی اجازت دیں۔"

"تم جب چاہو آسکتی ہو۔"

وہ تمام برتن سمیٹ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ پر دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ میں نے کہا۔ "ایک خوشخبری سناؤں۔"

"کیا خوشخبری بھی پوچھ کر سنائی جاتی ہے؟"

"پوچھا اس لیے جاتا ہے کہ سننے والے کے دل میں تجسس پیدا ہو۔"

"بائی گاڈ، تجسس پیدا ہو رہا ہے۔ جلدی سناؤ۔ کیا بات ہے؟"

"وہ دونوں قاتل واسکوڈی اور جنیا گرفتار ہو چکے ہیں۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا: "سچ؟"

"واسکوڈی تو میرے سامنے ہی گرفتار ہوا ہے اور جنیا بھی شاید گرفتار ہو چکا ہے۔"

پھر میں نے اُسے بتایا کہ میں کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان قاتلوں تک پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا اب تم مطمئن ہو کر بیٹھے ہو؟"

"ابھی اطمینان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اب قاتلوں کی تیسری ٹولی مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ اس تیسری ٹولی میں بھی دو قاتل ہوں گے۔ ویسے اب وہ بہت سنبھل کر میرے قریب آنے کی کوشش کریں گے۔ ایک تو براؤن اور سوڈی کا انجام ان کے سامنے ہو گا۔ دوسرے واسکوڈی اور جنیا کی گرفتاری انھیں اور محتاط رہنا سکھائے گی۔"

"میری دعا ہے کہ میرے پہنچنے تک وہ تیسری ٹولی والے حملہ نہ کریں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ سے سنا۔ طیارے کے اندر اعلان کیا جا رہا تھا کہ وہ پاکستان کی حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور اب تھوڑی دیر کے بعد طیارہ چکلالہ کے ہوائی اڈے پر اترے گا۔ میں نے پوچھا: "تم اپنے اصلی روپ میں ہو یا میک اَپ میں؟"

"میں اصلی روپ میں ہوں۔ اینی وغیرہ مجھے پہچان لیں گے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اینی کے پاس آیا۔ اسے بتایا کہ

اعلیٰ بی بی اس طیارے میں موجود ہیں جو ابھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ پھر میں سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ گیا پتہ چلا۔ وہ میرے پاس پہنچ گئے ہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ انھوں نے پوچھا: "کیا بہت ضروری خیال خوانی ہو رہی تھی؟"

"جی نہیں، میں آپ ہی کے پاس پہنچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو بتاؤں گا کہ اعلیٰ بی بی سے آپ کی ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔ آپ ان سے تمام معاملات طے کر لیں کہ وہ لوگ کس طرح ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر، نرس اور وارڈ بوائز کے روپ میں یہاں آئیں گے اور اس کے بعد سیکورٹی آفیسر اور دوسرے مسلح سپاہیوں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"یہ تو بعد کی بات ہے۔ یہ بتاؤ۔ کیا تم نے رسونتی بھابی کو اپنا نام کبیر بیدل بتایا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تم یہ کیا چال چل رہے ہو؟"

"رسونتی کا نفسیاتی علاج جاری رکھنے کے لیے اسے اس کے ماحول میں واپس بھیجنا ہے۔ جب وہ رنگون جائے گی تو میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ وہ میری ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ وہ یہاں سے نکلے گی تو یہودی اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اعلیٰ بی بی کے تمام چور اس کے آس پاس موجود رہیں گے اس کے باوجود مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ میں اس کے قریب رہوں گا۔"

"کیا کبیر بیدل بن کر قریب رہو گے؟"

"فرہاد علی تیمور کو وہ تسلیم نہیں کرتی ہے۔ میں کبیر بیدل بن کر اس کا دل جیتنے کی کوشش کروں گا۔ جب میں اسے یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔ اس کی مدد کروں گا تو وہ مجھ سے متاثر ہو گی اور مجھے رنگون میں اپنے ہاں پناہ دے گی۔ دوسرے لفظوں میں مجھے اس کے قریب رہنے کا موقع ملے گا۔"

"خدا تم پر رحم کرے۔ تم کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتے رہو گے؟ کب تک کھاتے رہو گے؟"

"میں تقدیر کا پوری طرح قائل ہوں۔ میں نے بارہا پُرامن، پُرسکون زندگی گزارنے کے ارادے کیے۔ دشمنوں سے دور بھاگنے کی کوشش کی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ اب تک میرے ساتھ کیا ہوتا آیا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو، مسٹر فرہاد بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے موجودہ سیکورٹی آفیسر راؤ ارشاد علی نے کہا: "جناب! گڑبڑ ہو گئی۔ ہم نے واسکوڈی کے بتائے ہوئی کوٹھی نمبر کا محاصرہ کیا تھا۔ اس کوٹھی کے مالک کا نام چوہدری برکت علی ہے لیکن وہاں کوئی اجنبی نہیں ملا۔ اس کوٹھی کے ایک ایک کمرے کو ایک ایک کونے کو دیکھا گیا ہے۔ دیواروں اور فرش کو بجا کر محسوس کیا گیا ہے کہ کوئی چور دروازہ یا تہہ خانہ نہ ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آس پاس کی کوٹھیوں والوں سے کچھ دریافت کیا تھا؟"

"جب کچھ حاصل نہ ہوا تو سامنے والی کوٹھی میں جا کر پوچھا گیا۔ اس کوٹھی کے مالک کا نام چوہدری بدیع الزماں ہے۔"

یہ سن کر میں چونک گیا۔ میں نے کہا: "جب آپ لوگوں نے چوہدری برکت علی کی کوٹھی کا محاصرہ کیا تو سامنے والی کوٹھیوں کے مکینوں نے یہ دیکھا ہو گا۔ اُدھر بھی چوہدری، اِدھر بھی چوہدری۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ واسکوڈی نے آپ لوگوں کو بھٹکانے کے لیے چوہدری بدیع الزماں کا پتہ بتانے کے بجائے اس کے سامنے والی کوٹھی کا پتہ بتایا۔ جب اُدھر والوں نے خطرہ دیکھا تو اِدھر سے جنیا فرار ہو گیا۔"

"جناب! معلوم تو یہی ہوتا ہے۔ کمبخت واسکوڈی نے ہمیں بے وقوف بنایا ہے۔ میں ابھی اس سے نمٹ لیتا ہوں۔"

"فضول ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ لوگ اس پر غصہ اتار سکتے ہیں مگر فرار ہونے والے مجرم کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ کر سعید صاحب کو بتایا کہ جنیا فرار ہو گیا ہے۔ وہ میری بات سن کر بولے: "یہ تمہارے دشمن بہت ہی چالاک، مکار اور سفاک قسم کے قاتل ہیں۔ ان سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ واسکوڈی کے اطراف کتنا سخت پہرہ لگایا گیا ہے۔ اسے کس لاک اَپ میں رکھا گیا ہے۔"

وہ کمرے کے باہر چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی پاکستان پہنچ گئی تھی اس وقت ایک کار کی پچھلی سیٹ پر اپنی فاسٹر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی سیٹ پر دو چور تھے جن میں سے ایک ڈرائیو کر رہا تھا۔ ان چوروں نے اپنی اعلیٰ بی بی کے شایانِ شان کسی جگہ رہائش کا انتظام پہلے ہی کر لیا تھا۔ میں نے کہا: "تم اپنی رہائش گاہ پہنچ کر آرام کرو۔ میں سعید صاحب کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ وہاں تم لوگ آپس میں طے کر لینا کہ میرے آس پاس رہنے کا طریقۂ کار کیا ہو گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر سوچا آدھے گھنٹے کے بعد سعید صاحب سے رابطہ قائم کروں گا اور انھیں اعلیٰ بی بی سے ملاقات کے لیے کہوں گا۔ مجھے یہاں سے فرصت ملی تو میں راجیش کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا: "بھائی جی! ہماری طرف سے انتظامات ہو گئے ہیں۔ میں کل ماتاجی اور مہیش کو لے کر رنگون چلا جاؤں گا۔ وہاں

میں نے اپنے ایک دوست کو اطلاع دی ہے۔ اس نے ہمارے لیے ایک پگوڈا نما بنگلہ کرائے پر حاصل کیا ہے۔ اس بنگلے کا نمبر دو سو تیس ہے۔ یہ شوڈاگون پوائنٹ کی ایک کراس اسٹریٹ میں ہے۔ اگر آپ رنگون گئے ہوں تو سمجھ گئے ہوں گے۔ شوڈاگون برما کا سب سے بڑا اور سب سے بلند پگوڈا ہے۔ اس کی بلندی پر خالص سونے کے پتر چمکتے ہیں اور میلوں دور سے نظر آتے ہیں۔"

"ہاں مجھے یاد آگیا۔ اس شوڈاگون پگوڈا کے اطراف میں مہاتما بدھ کے کٹر مذہبی پیروآباد ہیں لیکن پگوڈا اور مندر کے ماحول میں فرق ہوتا ہے۔"

"ہم نے جہاں وہ پگوڈا نما بنگلہ حاصل کیا ہے۔ اس کراس اسٹریٹ سے پرے ہندوؤں کی آبادی ہے۔ وہاں ایک بڑا مندر بھی ہے۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد اس چور کے پاس پہنچا جو کلکتہ میں تھا اور جس کے ذریعے میں نے ہیش سے، پھر رحیبش سے رابطہ قائم کیا تھا۔ میں نے اُسے پگوڈا نما بنگلے کا نمبر اور پتہ بتایا اور اس سے کہا "تم اپنے تمام چور ساتھیوں کو یہ پتہ بتادو۔ وہاں کل تک پہنچنے کی کوشش کرو اور رسونتی کے آس پاس رہنے کا ٹھکانہ بنالو۔"

میں نے اُسے ہدایت دے کر اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا اسے بھی رنگون کا وہ پتہ بتا دیا۔ پھر اطلاع دی کہ اس کے بھارتی چور کل تک شاید رنگون پہنچ جائیں گے۔ اس نے کہا "جب رسونتی یہاں سے روانہ ہوگی تو میرے بھی ایک دو چور اس کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہیں گے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں دماغی طور پر ہسپتال کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ میں نے تقریباً ایک گھنٹے بعد سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ اپنے دفتری کمرے میں اِدھر سے اُدھر پریشانی کی حالت میں ٹہل رہے تھے۔ اس کمرے میں چار اور آفیسر بیٹھے ہوئے اپنی اپنی جگہ سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ ان کی سوچ پڑھنے لگا۔

ان کی سوچ نے بتایا۔ اعلیٰ حکام کی طرف سے یہ جواب طلب کیا گیا ہے کہ فرہاد اور رسونتی کی پاکستان میں اہمیت کیا ہے؟ یقیناً وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ پچھلے دنوں فرہاد اور سونیا نے کتنے ہی ملک دشمن ایجنٹوں کو گرفتار کرایا ہے لیکن سونیا یہاں سے استعفیٰ دے کر جاچکی ہے اور فرہاد کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے اور جب نہیں ہے تو اسے اور رسونتی کو ملٹری ہسپتال کے وی آئی پی روم میں کیوں رکھا گیا ہے۔ ان کے لیے سیکورٹی آفیسر اور اس کے مسلح ماتحتوں کی ایک ٹیم کو پہرے دار بنا کر وہاں کیوں بٹھا دیا گیا ہے؟

سعید صاحب نے جواب دیا تھا "بے شک سونیا استعفیٰ دے کر جاچکی ہے اور فرہاد کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے لیکن فرہاد، سونیا اور رسونتی بین الاقوامی سطح پر اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ اس کرۂ ارض کی بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں ان سے دہشت زدہ رہتی ہیں۔ بڑے بڑے ممالک ان کی راہوں میں حائل نہیں ہوتے۔ دوستانہ انداز میں ان کے لیے سہولتیں فراہم کرتے ہیں پھر ہمارے ملک کو کیا اعتراض ہے۔ ہمیں تو اس پر فخر کرنا چاہیے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے ایک آفیسر نے کہا "سعید صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم فرہاد اور سونیا کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ ان پر فخر بھی کرتے ہیں لیکن ان کے یہاں رہنے سے ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ فرہاد صاحب اور مادام سونیا سے ایک بڑا ملک خوش ہے تو دوسرا بڑا ملک مخالفت کرتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کی پالیسی کی بنیاد دوستی ہے۔ ہم دنیا کے صرف بڑے ممالک کو ہی نہیں بلکہ ترقی پذیر ممالک اور پسماندہ ممالک کو بھی اپنا دوست بنا کر رکھتے ہیں کسی سے کوئی مخالفت مول لینا نہیں چاہتے کسی کو کوئی شکایت ہوتی ہے تو ہم اس شکایت کو رفع کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ آج بھی یہی صورتِ حال ہے۔ سعید صاحب! دنیا کے دو بڑے ملک اسرائیلی حکومت کی طرف سے اس بات کی ضمانت دے رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر کوئی یہودی تخریبی کارروائی نہیں کرے گا۔ اسرائیلی حکومت پاکستان کے اندرونی اور بیرونی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھے گی۔ کوئی مخالفانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی۔ شرط یہ ہے کہ فرہاد کو اس ملک سے نکال دیا جائے۔"

سعید صاحب نے ایک دم سے چونک کر کہا "کیا؟ کیا وہ شرط کے کہ دینے سے ایک دوست کو اپنے ملک سے نکال دیا جائے گا؟"

"وہ لوگ ٹھوس بنیاد پر ایسا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے مسٹر فرہاد پر الزام عائد کیا ہے کہ انھوں نے اسرائیلی حکومت کی ایک اہم ہستی کو اغوا کیا ہے اور اسے لے کر پاکستان چلے گئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ اسرائیلی حکومت کی وہ اہم ہستی ہے مادام رسونتی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ رسونتی کا تعلق، اس کا رابطہ، اس کی دوستی اسرائیل سے ہے۔ فرہاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر وہ اس کی بیوی ہے تو وہ دنیا کے کسی مذہب کے مطابق نکاح یا دنیا کی کسی عدالت سے حاصل کیا ہوا میرج کا سرٹیفکیٹ پیش نہیں کر سکتا۔"

میں ان کی باتیں سن کر چونک گیا۔ ان کمبخت یہودیوں نے میرے خلاف کتنی زبردست چال کا آغاز کیا تھا۔ آخر انھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میرے اور رسونتی کے پاس نکاح کا سرٹیفکیٹ نہیں ہے؟

پھر میرے دماغ نے جواب دیا۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ رسونتی نے جب ان یہودیوں سے دوستی کی تھی تو اُن لوگوں نے یقیناً اسے بہلا پھسلا کر ہمارے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہوں گی۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی جو اب ان کے کام آرہی تھی۔

اُدھر بے چارے سعید صاحب ان باتوں کو نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے دعوے سے کہا "میں فرہاد سے ابھی جا کر ملوں گا اور ان کا نکاح نامہ لا کر پیش کردوں گا۔"

میں نے انھیں مخاطب کیا "سعید صاحب! ہمارے پاس کوئی نکاح نامہ نہیں ہے۔"

وہ چونک کر بولے "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نے رسونتی بھابی سے باقاعدہ نکاح نہیں پڑھایا ہے؟"

"سعید صاحب۔ آپ کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے یا مجھے دنیا والوں کی عدالت میں حاضر ہونے کے لیے اس بات کو ایک انسانی مسئلہ بنا کر پیش کرنا ہوگا۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "دنیا کے تمام مذاہب نے مرد اور عورت کے جذبات کو تہذیب کے دھارے پر بہنے کے لیے نکاح کی پابندی عائد کی لیکن جہاں انسانی آبادی نہ ہو۔ ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت کسی جزیرے میں آکر پھنس گئے ہوں۔ سمندر پار نہ کر سکتے ہوں یا کسی جنگل کی بھول بھلیوں میں گم ہوگئے ہوں۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگ گئی ہوں۔ نہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ایک دوسرے سے الگ نہ ہوسکتے ہوں۔ کترانے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ کیا ایسے وقت مذہبی یا دنیاوی عدالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر انسان محبت کے رشتہ میں منسلک ہوجائے؟

اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا لیکن جب بھی کوئی اہم بات ہوتی ہے۔ کوئی اہم قسم ہوتی ہے۔ کوئی اہم رشتہ قائم کرنا ہوتا ہے یا کسی عدالت میں اپنی بات کی سچائی کو ثابت کرنا ہوتا ہے تو ہر جگہ خدا کو حاضر ناظر جان کر ہی ان مراحل سے گزرا جاتا ہے۔ بات جھوٹی ہو یا سچی، دنیا کی ہر عدالت یہ اقرار کراتی ہے کہ خدا حاضر ہے اور ناظر ہے۔ جب عدالت اس بات کو تسلیم کرتی ہے تو پھر ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ایک دوسرے کو جیون ساتھی اور شریکِ حیات کی حیثیت سے قبول کیا اور ہم جانتے ہیں کہ خداوند کریم کے سامنے ہماری شادی جائز ہے۔"

سعید صاحب نے پریشان ہوکر کہا "آپ کے دلائل اپنی جگہ مستحکم ہیں۔ جن مخصوص حالات میں آپ دونوں نے ایک دوسرے کو تسلیم کرلیا اُسے یقیناً ایک انسانی مسئلہ بنا کر عدالتوں میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ فیصلہ جو کچھ بھی ہو لیکن موجودہ حالات میں آپ بُری طرح مارے گئے کیونکہ رسونتی کی یادداشت گم ہوچکی ہے۔ وہ اس بات کی گواہی نہیں دے گی کہ آپ نے اس کے ساتھ شادی کی ہے۔ وہ تو آپ کو پہچاننے سے ہی انکار کر رہی ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ یہودیوں کی مکاری کا دوسرا پہلو یہ تھا۔ رسونتی ابھی یہ سمجھ رہی تھی کہ فرہاد علی تیمور زبردستی اس کا شوہر بن رہا ہے اور اُسے اپنے ساتھ پاکستان میں رکھے ہوئے ہے۔ وہ مجھ سے کترا کر یہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ ایسے میں اُسے یہودیوں کی حمایت حاصل ہوتی اور یہودی اسے یقین دلاتے کہ ہندوستان کے یا مندروں کے پرانے ماحول میں پہنچا دیا جائے گا تو وہ ان کی حمایت میں بولتی۔ میں تو بُری طرح پھنس رہا تھا۔ رسونتی جو میری شریکِ حیات تھی۔ میرے بچے کی ماں تھی۔ افسوس وہی دشمن بن رہی تھی اور دشمن بن کر بھی وہ بے چاری تھی۔ معصوم تھی۔ میں غصہ بھی نہیں دکھا سکتا تھا کیسی مجبوری تھی۔

میں نے سعید صاحب سے کہا "آپ ان سے ذرا یہ پوچھیے کہ رسونتی کی شادی مجھ سے نہیں ہوئی تو اس کا بچہ کہاں سے آیا؟"

سعید صاحب نے پوچھا "تمھارا اور رسونتی کا بیٹا پارس کہاں ہے۔ یہاں جو پارس ہے تم نے اس کے سلسلے میں اعتراف کرلیا ہے کہ وہ تمھارا بیٹا نہیں ہے۔ پاپا جو جو چاہے تو اپنے سفارتخانے والوں کی ضمانت حاصل کرکے اس بچے کو لے جاسکتا ہے۔"

میں نے پریشان ہوکر کہا "واقعی، یہ لوگ زبردست چال چل رہے ہیں۔ اگر میں اپنے اصل بیٹے پارس کو بھی کسی عدالت میں پیش کروں تو فائدہ کیا ہوگا جبکہ رسونتی اسے اپنا بیٹا ہی تسلیم نہیں کرے گی۔ بلکہ وہ یہاں سے نکل بھاگنے اور اپنے ملک تک پہنچنے کے لیے یہودیوں کی مرضی کے مطابق بیان دے گی۔"

سعید صاحب نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ان افسران سے کہا "اگر یہ ثابت ہوجائے کہ فرہاد نے رسونتی کو اغوا کیا ہے اور اسے یہودیوں سے چھین کر لایا ہے تو پھر صورتِ حال کیا ہوگی؟"

"یہی کہ ایک طرف فرہاد ان کا مجرم ہے، دوسری طرف کسی کو بھگا کر ہمارے ملک میں لے آیا ہے۔ اسرائیلی حکومت کا مطالبہ ہے کہ رسونتی اور فرہاد کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ ہماری حکومت

کا فیصلہ ہے کہ ہم اس طرح ان کا مطالبہ تسلیم نہیں کریں گے البتہ فرہاد صاحب سے درخواست کریں گے کہ مادام رسونتی کو اُن کے حوالے کر دیں۔ اگر وہ راضی نہ ہوں تو رسونتی کو لے کر ملک سے باہر چلے جائیں۔"

"فرہاد ابھی مجبور ہے۔ رسونتی کی یادداشت گم ہو جانے کے باعث اُسے گواہ بنا کر پیش نہیں کر سکتا البتہ ہم یہاں کے دماغی امراض کے ماہرین سے اور ڈاکٹروں سے رسونتی کی یادداشت گم ہونے کی تصدیق کرا سکتے ہیں۔"

"سعید صاحب آپ درست فرما رہے ہیں۔ اس طرح عارضی طور پر فرہاد صاحب پر جرم ثابت نہیں ہوتا لیکن جب تک رسونتی کی یادداشت واپس نہ آئے اور وہ فرہاد کی حمایت میں یا مخالفت میں بیان نہ دے اس وقت تک فرہاد صاحب ملک بدر رہیں گے اگر وہ بے قصور ثابت ہوں گے تو پھر انھیں پاکستان آنے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

دوسرے آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب کو صرف آپ ہی نہیں، ہم بھی اپنا سمجھتے ہیں لیکن ہماری مجبوری سمجھیے۔ ان یہودیوں نے کتنی زبردست چال چلی ہے اور کتنا ٹھوس الزام عائد کیا ہے۔ یقیناً وہ بڑے مکار ہیں۔ وہ رسونتی کی موجودہ پوزیشن کو سمجھ رہے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ کسی طرح فرہاد صاحب کو اس ملک سے باہر کسی ملک میں پہنچا کر انھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔"

میں نے کہا: "سعید صاحب! حکومت نے جو فیصلہ کیا ہے اس کی بنیاد مجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ وہ الزامات ہیں جو مجھ پر عائد کیے گئے ہیں۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنی حکومت کے سامنے خود کو بے قصور ثابت کروں۔"

سعید صاحب نے میری بات سننے کے بعد ان افسران سے کہا: "ہماری حکومت کا یہ فیصلہ اس حد تک اچھا ہے کہ فرہاد اور رسونتی بھابی کو یہودیوں کے حوالے نہیں کیا جا رہا لیکن سزا کی وضاحت ہونی چاہیے۔ ملک بدر کس طرح کیا جائے گا؟"

ایک نے کہا: "ابھی ہم سب مسٹر فرہاد سے ملاقات کریں گے اور انھیں کہیں گے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اس ملک سے باہر چلے جائیں۔ اگر وہ یہاں سے رخصت ہونے کے فوری انتظامات نہ کر سکیں تو ہم کرا دیں گے۔ وہ جس ملک میں جانا چاہیں گے وہاں انھیں پہنچا دیا جائے گا۔"

سعید صاحب شکست خوردہ انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا: "فرہاد! یہ کیا ہو گیا۔ تم میری شادی میں بھی شریک نہیں ہو سکو گے۔"

"یہ آپ کے نہیں، میرے مقدر کی خرابی ہے۔ میں ہر ایک کے دکھ میں بڑی آسانی سے شریک ہو جاتا ہوں۔ آڑے وقت میں کام آ جاتا ہوں لیکن کسی کی خوشی میں شریک ہونے کا موقع آئے تو بدنصیبی یہی رنگ لاتی ہے۔ اور تو اور میں خود اپنی خوشی میں شریک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے پچھلے دنوں دیکھا ہی ہے۔ سونیا سے شادی کی خوشی تھی وہ کیا ہو گئی؟ آپ مایوس نہ ہوں۔ آپ کی شادی میں، میں جسمانی طور پر تو حاضر نہیں ہوں گا مگر دماغی طور پر ضرور ہوں گا۔"

"میں شاہینہ کے متعلق بھی سوچ رہا ہوں۔ اس کے دل کو بہت صدمہ پہنچے گا۔"

میں سعید صاحب سے رخصت ہو کر شاہینہ کے سسر بختاور صاحب کے پاس پہنچا۔ اُن سے کہا: "میں صرف ایک دن کے لیے اسلام آباد آیا ہوں۔ آپ پوری فیملی کے ساتھ مجھ سے ملنے آ سکتے ہوں تو آ جائیں۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تم آؤ اور ہم تم سے ملاقات نہ کریں۔ میں ابھی سب کو یہ خوشخبری سناتا ہوں۔"

ان سے پہلے میں نے شاہینہ کے پاس پہنچ کر یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش تو ہوئی پھر مایوس ہو کر بولی: "کیا ایک ہی دن کے لیے آئے ہیں؟ کیوں واپس جا رہے ہیں؟ شادی میں اب تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں۔ آپ یہاں رہ جائیں۔"

"میری بہنا! تم یہاں آ جاؤ۔ میں تمھیں تفصیل سے بتاؤں گا کہ میری مجبوریاں کیا ہیں؟"

میں اسے سمجھا بجھا کر اس سے رخصت ہو گیا پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ جب اسے موجودہ حالات بتلائے تو وہ حیران ہو کر سنتی رہی پھر اس نے کہا: "یہ اچانک کیا ہو گیا؟ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہودی ایسی چال چلیں گے اور تمھیں ملک سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔ یقیناً اب تم رسونتی کے ساتھ برما جاؤ گے!"

"وہیں جانا مناسب ہے۔ شاید وہاں اس کی یادداشت واپس آ جائے۔"

"میں ابھی اپنے چوروں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہونے کی انتظامات کرتی ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم کب اور کس طیارے سے روانہ ہو جاؤ گے۔ میں بھی اسی طیارے میں اپنے چیلوں کے ساتھ ہوں گی۔"

"پھر تو یہ ایک چھوٹی سی فوج کی صورت ہو گی۔ میں تم لوگوں کے گھیرے میں یہاں سے برما تک سفر کروں گا۔"

"یہی ہو گا۔ میں تمھیں تنہا کبھی جانے نہیں دوں گی۔"

"یوں تو ہمیں کسی مسافر بردار طیارے میں اتنی سیٹیں نہیں ملیں گی۔ پھر یہ کہ جس مسافر طیارے میں بھی ہم سفر کریں گے۔ وہ

سفر کے دوران کوئی ایسی گڑبڑ کر سکتے ہیں جس سے طیارے کے دوسرے مسافروں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جائیں۔"

"کیا میں بابا فرید واسطی صاحب سے رابطہ قائم کروں۔ وہ بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ ہمارے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کر کے پاکستان بھجوا سکتے ہیں۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا: "میں بابا صاحب کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ جب بالکل ہی بے دست و پا ہو جاؤں گا تو وہ دوسری بات ہو گی۔ ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی کچھ انتظامات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ میرے مخاطب کرتے ہی اس نے خوش ہو کر کہا: "جناب! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ مادام رسونتی خطرے سے نکل گئی ہیں۔ یہاں ڈاکٹروں نے مجھے تفصیل بتائی ہے۔"

میں نے کہا: "وہ تو خطرے سے نکل گئی ہے لیکن میں خطرے میں پڑ گیا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا بات ہے۔ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

میں نے مختصر طور پر بتایا کہ دشمن مجھے ملک سے باہر نکلنے پر مجبور کر چکے ہیں۔ لہٰذا میں کسی ایسے طیارے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں جس میں کسی دشمن کی گنجائش نہ رہے۔ مسافر بردار طیارہ میرے لیے خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔

"میں سمجھ گیا آپ ایک چارٹرڈ طیارہ چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"آپ پاکستان سے کہاں جانا چاہتے ہیں؟ میں آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو لندن میں خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ آپ میرے لیے کتنے پرخلوص ہیں لیکن میرا برما جانا بہت ضروری ہے۔ فرصت ملی تو آپ کے پاس ضرور آؤں گا۔"

آپ کے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ وہاں پہنچ جائے گا۔ ذرا مجھے مہلت دیجیے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ جو بھی بات ہوتی ہے اس کی اطلاع سپر ماسٹر کو دینا پڑتی ہے۔ ویسے سپر ماسٹر نے سختی سے حکم دیا ہے کہ آپ کی خدمات کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "یقیناً اس سلسلے میں سپر ماسٹر بھی بہت میری مدد فرمائیں گے۔ جو بڑے ملک ان یہودیوں کی پسندگی کر رہے ہیں، ان میں سپر ماسٹر کا ملک بھی شامل ہے۔ جبکہ سپر ماسٹر نے کہا تھا کہ وہ بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ بہرحال جب یہودیوں کی حمایت ہیں یہاں ان کا کیس پیش کر سکتے ہیں تو میری مخالفت میں ایک چارٹرڈ طیارہ بھی ضرور آئے گا۔"

"یقیناً آئے گا۔ ہر حال میں آئے گا۔ آپ کو کب تک چاہیے؟"

"مجھے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے یعنی پاکستانی وقت کے مطابق کل ایک بجے سے پہلے مجھے یہ ملک چھوڑ دینا ہو گا۔"

"وہ چارٹرڈ طیارہ کل صبح نو بجے تک پہنچ جائے گا۔"

"آپ کا شکریہ۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "انتظام ہو چکا ہے۔ کل صبح نو بجے تک ایک طیارہ یہاں پہنچ جائے گا۔ ہم سب اسی میں سفر کریں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد اس چارٹرڈ طیارے کے متعلق غور کیا۔ پھر دوبارہ لندن کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کے نام پیغامات ریکارڈ کرا رہا تھا۔ جب اس نے رابطہ ختم کر دیا تو میں نے اُسے مخاطب کیا: "ماسٹر! ایک بات پوچھنا بھول گیا۔ جو طیارہ ہمارے لیے چارٹرڈ ہو گا۔ اس کے متعلق مجھے کیسے یقین ہو گا کہ وہ ہمارے لیے بالکل محفوظ ہے۔ آپ خوب سمجھتے ہیں۔ اگر دشمن کو اطلاع مل گئی تو وہ ٹائم بم وغیرہ ہی اس میں چھپا کر رکھ سکتے ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میرے آدمی سختی سے اس طیارے کی نگرانی کریں گے۔ اس کا پائلٹ اور اسٹیورڈ وغیرہ ہمارے آدمی ہوں گے۔ آپ اور زیادہ مطمئن ہونا چاہتے ہیں تو میں خود جا کر طیارہ چارٹرڈ کراؤں گا اور جب تک وہ لندن سے پرواز نہیں کرے گا میں وہاں اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود رہوں گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "میں آپ کے اس تعاون کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ بس مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر اس سے گفتگو کی پھر رابطہ ختم کر دیا۔ اسی وقت سعید صاحب دوسرے افسران کے ساتھ میرے کمرے میں آ گئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "افسوس! میں آپ لوگوں سے مصافحہ نہیں کر سکوں گا۔ میرا دایاں ہاتھ زخمی ہے۔"

ایک افسر نے مسکرا کر کہا: "کوئی بات نہیں۔ ہم تو آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔"

"شاید یہ بھی کہنے کہ مجھے اس ہسپتال سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا کیونکہ میں اغوا کا ملزم ہوں۔"

ایک آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب! آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ آپ یہیں رہیں گے اور مادام رسونتی بھی اسی ہسپتال میں کل تک رہیں گی۔ ہم آپ سے یہ کہنے آئے ہیں کہ آپ کی روانگی کے لیے۔۔۔"

میں نے ان کی بات کاٹ کر کہا: "میری روانگی کے سلسلے میں آپ لوگوں کو زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔ کل یہاں نو بجے تک میرے لیے ایک چارٹرڈ طیارہ آئے گا۔

اس کے بعد میں رسونتی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سب نے اپنے سر جھکا لیے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ میں ان کے دلوں کو سمجھ رہا تھا۔ وہ بے چارے مجھ سے محبت کرتے تھے مگر اپنے فرائض سے مجبور تھے۔ پھر ایک آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب! ہم بہت مجبور ہیں۔ آپ کے سلسلے میں بڑے سخت احکامات ملے ہیں۔"

"کیا اور کوئی سزا بھی میرے لیے تجویز کی گئی ہے؟"

"ہم سے کہا گیا ہے کہ جب تک آپ یہ ملک نہ چھوڑیں، اس وقت تک آپ کو اس کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے اور کوئی آپ سے ملنے کے لیے یہاں نہ آئے۔"

میں نے سعید صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ جلدی سے بولے۔ "میں نے فون پر بختاور صاحب سے بات کی ہے۔ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم نے انھیں بلایا ہے۔ میں خصوصی اجازت نامہ حاصل کروں گا جس کے تحت بختاور صاحب اور شاہینہ وغیرہ تم سے ملاقات کر سکیں گے۔"

میں نے ایک ذرا آنکھ بند کی اور شاہینہ کے دماغ میں پہنچا وہ سب دو کاروں میں آ رہے تھے۔ میں نے آنکھیں کھول کر کہا: "سعید صاحب، وہ لوگ وہاں سے چل پڑے ہیں۔ گوجرانوالہ پار کر چکے ہیں۔ آپ پہلے اجازت نامہ حاصل کر لیں ورنہ شاہینہ یہاں آئے گی اور مجھ سے ملاقات ہونے میں دیر ہوگی تو وہ رونا شروع کر دے گی۔"

وہ چلے گئے۔ ایک آفیسر نے کہا: "ہم آپ کے متعلق جب بھی سوچتے ہیں، حیران رہ جاتے ہیں۔ آپ کتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ آپ نے لیٹے ہی لیٹے اپنے لیے ایک طیارہ منگوا لیا۔ یہ کتنے کمال کی بات ہے۔ آخر وہ کس ملک سے آ رہا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "آپ پوچھ کر کیا کریں گے؟ میں کتنے ممالک کے نام بتاؤں۔ کتنے دوستوں کے نام گنواؤں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میرے ایک قدم پر دشمن ہیں تو دوسرے قدم پر دوست بھی ہیں۔ زندگی اور موت میرے دائیں بائیں چلتی رہتی ہیں۔"

دوسرے آفیسر نے کہا: "آپ اتنے بارسوخ ہیں۔ جب چاہتے ہیں کہیں نہ کہیں سے امداد حاصل کر لیتے ہیں۔ کیا آپ ان یہودیوں کو کچل نہیں سکتے؟"

"یہودی مجھ سے زیادہ بارسوخ ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھے میرے ہی ملک سے نکالنے میں کامیاب نہ ہوتے۔"

وہ چپ ہو گئے۔ میں نے کہا: "میں آپ لوگوں کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کم بخت خود کبھی سامنے نہیں آتے، بلا کے عیار ہیں ہمیشہ بڑی طاقتوں کو سامنے لاتے ہیں۔"

اتنے میں ایک ڈاکٹر ایک وارڈ بوائے کے ساتھ میرے زخموں کی ڈریسنگ کرنے آ گیا۔ وہ افسر وہاں سے چلے گئے۔ ڈاکٹر نے خوش اخلاقی سے میری خیریت پوچھی پھر ڈریسنگ کے دوران مجھے تسلیاں دینے لگا: "آپ بے فکر رہیں۔ چند دنوں میں سارے زخم بھر جائیں گے۔"

اس نے ڈریسنگ کے بعد ایک انجکشن لگایا۔ کھانے کے لیے دوائیں دیں پھر چلا گیا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا: "تمھارے ساتھ کتنے آدمی طیارے میں سفر کریں گے؟"

اس نے جواب دیا: "مجھے ملا کر ہماری تعداد بیس ہے۔ آج رات کو تین چور اور پہنچیں گے۔ گویا کہ تیئس مسافر ہیں۔"

"مجھے اور رسونتی کو ملا کر پچیس مسافر ہوں گے۔ تم اور تمام آدمیوں کے ناموں کی ایک فہرست بناؤ۔ وہ فہرست سعید صاحب کو دی جائے گی تاکہ تم میں سے کسی کو طیارے تک پہنچنے سے روکا نہ جائے۔"

"میں ابھی فہرست تیار کراتی ہوں۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا: "اعلیٰ بی بی ایک فہرست دیں گی۔ اس فہرست میں ان تمام مسافروں کے نام ہوں گے جو کل میرے ساتھ چارٹرڈ طیارے میں سفر کریں گے۔ لہٰذا آپ ان کے ضروری کاغذات لے کر کل کی روانگی کی مہر لگوا دیں۔ آپ کہیں تو میں اعلیٰ بی بی کا پتہ بتاتا ہوں۔ وہاں جا کر ان سے ملاقات کر لیں یا اعلیٰ بی بی آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔"

"مجھے اعلیٰ بی بی سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ انھوں نے تمھارے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اس لیے اُن سے ملنے کے لیے مجھے خود جانا چاہیے۔ مجھے پتہ بتاؤ۔" میں نے پتہ بتایا۔ پھر دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ شاہینہ رات کے آٹھ یا نو بجے کے درمیان پہنچنے والی تھی۔ اس وقت تک مجھے بالکل فرصت تھی۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور آرام سے لیٹ گیا۔ خیال خوانی ترک کر دی۔ دماغ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے کے دوران طرح طرح کے خیال آتے تھے لیکن میں انھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا کسی بھی خیال کا اثر نہیں لیتا تھا اپنے دل اور دماغ کو بالکل آزاد رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے اس میں کامیابی ہوئی۔ میں رات کے آٹھ بجے تک پُرسکون رہا۔ آٹھ بجے میں نے شاہینہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ تقریباً پون گھنٹے میں یہاں پہنچنے والی تھی۔ میں نے سعید صاحب کو اس بات سے آگاہ کیا۔ پھر لندن کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔

ماسٹر نے کہا: "میں بڑی دیر سے آپ کا منتظر ہوں۔ آپ نے جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل ہو چکی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ کے لیے ایک پیغام بھیجا ہے۔ کہیے تو پڑھ کر سناؤں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

ماسٹر ایک کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا:

"فرہاد علی تیمور! سپر ماسٹر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ ہم آپ کے گہرے دوست ہیں اور یہ گہرائی ہمیشہ قائم رہے گی۔

آپ کی یہ شکایت درست ہے کہ اسرائیلی حکومت نے آپ پر رسونتی کے اغوا کا جو الزام عائد کیا ہے، اس الزام کو ہماری حکومت نے آپ کی حکومت تک پہنچایا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں یہ ڈپلومیسی ہے۔ اس کے بغیر سیاسی کاروبار آگے نہیں بڑھتا۔ آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ یہودیوں کا ساتھ دینے کے باوجود ہم آپ سے مخلص ہیں۔ اور ان کے خلاف آپ کی بھرپور مدد کرنے اور ہر لمحہ تعاون کرنے کے لیے ہمہ تن مستعد رہتے ہیں۔

آپ ہمارے اس دہرے رویے کو نہ دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ آپ نے حکم دیا اور ہم نے مادام رسونتی کی جان بچانے کے لیے فوراً فلائنگ ہسپتال روانہ کر دیا۔ اب آپ نے طیارے کے لیے حکم دیا ہے تو آپ کو ایک خوشخبری سناؤں۔ وہ طیارہ جو آپ کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اعلیٰ بی بی کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ اس طیارے کی ملکیت کے ضروری کاغذات چند روز میں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہ طیارہ ہمیشہ آپ کے استعمال کے لیے آپ کے پاس رہے گا۔ آپ کسی ملک میں بھی اسے لے جا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے اجازت نامے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اجازت نامہ آپ تک جلد پہنچ جائے گا۔

اسرائیلی حکومت والے نہیں جانتے کہ سپر ماسٹر درپردہ آپ کا کتنا گہرا اور مخلص دوست ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ میں نے یہ آپ کے لیے مخصوص کیا ہے۔ ان کے علم میں یہی بات آئے گی کہ پیرس کے ایک بہت ہی محترم بزرگ بابا فرید واسطی نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کے لیے وہ طیارہ اپنے اخراجات پر حاصل کیا ہے۔ اب اعلیٰ بی بی اسے فرہاد کے لیے استعمال میں دے یا خود رکھے یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ بہرحال اسرائیلی حکومت ہم پر اعتراض نہیں کر سکے گی۔

فرہاد صاحب! ہم ایک طویل عرصے سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ بابا فرید واسطی کے ادارے دی ونڈر فل نیو جنریشن کے طلبا اور طالبات آخر کس مقصد کے لیے علم و ہنر کی طرف مائل ہیں اور غیر معمولی ذہانت اور حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک بن رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ ادارہ کہیں ریڈ پاور کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ اب ہمیں اطمینان ہو گیا ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب آپ کے لیے ہو رہا ہے۔ کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ بابا فرید واسطی صاحب سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں؟

آپ کسی بھی ملک میں زیادہ عرصے قیام نہیں کرتے ہیں۔ آلات کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے وقت آپ کو کسی بھی دوسرے ملک میں یا کسی بھی اجنبی جگہ قیام و طعام کے انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ اکثر آپ کو فوری طور پر گاڑیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آپ کے لیے ہر بڑے ملک کے بڑے شہر میں ایک بنگلے اور ایک کار کا انتظام کیا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپ کو مجھ سے یا میرے ماسٹروں سے رابطہ قائم کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

جلد ہی آپ کے پاس ایک طویل فہرست پہنچے گی۔ اس فہرست میں تمام ممالک کے اور تمام شہروں کے ماسٹروں کے نام اور پتے درج ہوں گے۔ ان کے فون نمبر اور ان سے رابطے کا طریقۂ کار بھی آپ کو بتایا جائے گا۔ دوسری فہرست میں جو بنگلے اور کاریں مخصوص ہوں گی۔ ان کے پتے اور ان کاروں کے نمبر درج ہوں گے۔ ہر بنگلے میں آپ کے اعتماد کے مطابق دو مسلح محافظ اور دو ملازم موجود رہیں گے جو آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے بنگلے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔

اس کے علاوہ ان بنگلوں میں جدید آلات نصب کیے جائیں گے تاکہ آپ وہاں پہنچتے ہی ان آلات کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ کہیں کوئی ٹائم بم وغیرہ چھپا کر رکھا تو نہیں گیا ہے؟ دشمنوں کی طرف سے کوئی ڈکٹا فون اور دیگر سراغ رسانی کے آلات چھپا کر رکھے گئے ہوں گے تو ہمارے نصب کردہ آلات کے ذریعے آپ کو ان کی خبر ہو جائے گی۔

ایک کار کے علاوہ مزید گاڑیوں کی ضرورت ہو تو آپ اس شہر یا اس ملک کے ماسٹر کو حکم دے کر گاڑیاں طلب کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو شہر ساحل سمندر پر واقع ہیں۔ وہاں آپ کے لیے ایک تیز رفتار موٹر بوٹ موجود رہے گی۔ آپ کسی بھی ملک، کسی بھی شہر میں پہنچنے کے بعد میرے یا ماسٹروں کے محتاج نہیں رہیں گے۔ ایک دن میں یہ ثابت کر دوں گا کہ کسی لالچ کے بغیر میں آپ کا مخلص اور بے لوث ساتھی ہوں۔

آپ کی خدمت میں اب بھی کوئی کمی رہ گئی ہو تو فوراً اطلاع دیں بلکہ حکم دیں۔ فقط۔ آپ کا سپر ماسٹر۔"

میں نے وہ پیغام سننے کے بعد لندن کے ماسٹر سے کہا: "آپ سپر ماسٹر کے نام میرا پیغام نوٹ کریں۔"

"بہتر یہ ہوتا کہ آپ کیسٹ ریکارڈر میں وہ پیغام میرے ذریعے ریکارڈ کرا دیتے۔"

"یہی مناسب ہے۔ ریکارڈ کریں۔"

اس نے ایک ریکارڈر میں نیا کیسٹ سیٹ کیا پھر وہاں

ایک مائک اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا گیا۔ میں نے اس ماسٹر کی زبان سے کہنا شروع کیا۔

"سپر ماسٹر! آپ کو فرہاد علی تیمور حوالاً سلام عرض کرتا ہے۔ آپ نے ماضی میں میرے لیے جو کچھ کیا اور اب کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کچھ کرنے والے ہیں۔ اسے میں خوب سمجھتا ہوں اور آپ کی دوستی اور خلوص کا دل سے اعتراف کرتا ہوں۔

آپ سے پہلے جو سپر ماسٹر تھا اس نے بھی مجھے دوست بنانے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن وہ مجھے اپنے رویے سے دشمن بناتا رہا۔ اس وقت میں آپ کے ایک ماسٹر کی زبان سے بول رہا ہوں۔ آواز آپ کے ماسٹر کی ہے لیکن لب و لہجہ میرا ہے۔ میں اس لب و لہجے میں بحیثیت فرہاد علی تیمور اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میں سپر ماسٹر کا دوست ہوں۔ ایک دوست کا فرض ہے کہ وہ دوستی کے جواب میں اپنی دوستی بھی ثابت کرے۔ آئندہ آپ کا ایسا کوئی کام جو میرے ذریعے ہو سکتا ہو، آپ بلا تامل مجھ سے رجوع کریں۔ میں بھی اپنی دوستی کا ثبوت پیش کروں گا۔

آپ نے سوال کیا ہے کہ بابا فرید واسطی صاحب سے میرا کیا تعلق ہے؟ آپ یقین کریں۔ میں آپ سے نہ تو جھوٹ بولوں گا، نہ اپنی کوئی بات چھپاؤں گا۔ میں خود حیران اور پریشان ہوں، بابا فرید واسطی کا رویہ میرے ساتھ عجیب سا ہے۔ وہ اب تک میرے لیے بہت ہی پُراسرار ہیں۔ انھوں نے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ مجھے اپنے دروازے سے لوٹا دیا۔

میرا خیال ہے آپ کو میری بات کا یقین آجانا چاہیے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس دن بھی بابا فرید واسطی کے متعلق مجھے معلومات حاصل ہوں اور اُن سے ملاقات ہوگی یا ان سے بات ہوگی تو میں آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔

میری اب تک کی معلومات کے مطابق دی انسٹی ٹیوٹ آف دی ونڈرفل نیو جنریشن کے جتنے طلبا اور طالبات ہیں۔ وہ سب لاوارث ہیں۔ ان کے والدین یا سرپرست نہیں ہیں۔ بابا فرید واسطی صاحب ان سب کو اپنی اولاد کی طرح رکھتے ہیں اور ان سب کو بیٹا یا بیٹی کہتے ہیں۔ اسی طرح اعلیٰ بی بی کو بھی بیٹی کہتے ہیں حالانکہ اعلیٰ بی بی ان کی اپنی اولاد نہیں ہے۔

بابا صاحب کے قائم کردہ انسٹی ٹیوٹ میں اعلیٰ بی بی کا عہدہ سب سے برتر سب سے افضل ہے۔ اعلیٰ بی بی اس دوشیزہ کو بنایا جاتا ہے جو ذہانت، حاضر دماغی اور موقع محل کے مطابق سیستم زمل میں اہم اور کامیاب فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اعلیٰ بی بی کے چالیس ماتحت ہوتے ہیں جن میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔ یہ مختلف صلاحیتوں میں کامل ہوتے ہیں۔ کبھی آپ کے لیے کوئی دشواری پیدا ہو تو آپ انھیں آزما سکتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی کے چند آپ کے کام ضرور آئیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔

یہ ریکارڈ کیا ہوا پیغام میری اور آپ کی دوستی کا زبانی معاہدہ ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد اپنی زبان کا پابند ہے۔

فقط آپ کا فرہاد علی تیمور۔"

پیغام ختم ہوتے ہی ماسٹر نے ریکارڈ کو آف کر دیا۔ پھر مجھ سے کہا "میں ابھی طیارے کے سلسلے میں فلائنگ کلب جا رہا ہوں لیکن ایک بات ہے۔ طیارہ چاہے سرکاری ہو یا کسی کمپنی سے تعلق رکھتا ہو، چارٹرڈ یا کسی کی ذاتی ملکیت ہو اس کا ایک مخصوص نام ہوتا ہے۔ آپ اپنے طیارے کا کیا نام رکھنا پسند فرمائیں گے؟"

"آپ ایک منٹ انتظار کریں۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ ایک طیارہ ہمارے لیے آ رہا ہے وہ ہماری ذاتی ملکیت ہوگا۔ اگرچہ سپر ماسٹر نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے لیکن بابا فرید واسطی صاحب کی وساطت سے حاصل ہو رہا ہے اس لیے وہ طیارہ تمھارے نام سے منسوب رہے گا۔ کیا اس طیارے پر تمھارا نام لکھوا دیا جائے؟"

"مجھے اپنا نام نہیں چاہیے۔ تم کسی ایسی ہستی کا نام لکھاؤ جو تمھیں بہت عزیز ہو۔"

"دنیا میں اولاد سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہوتا لیکن میں اس طیارے پر پارس کا نام نہیں لکھانا چاہتا۔ پارس خود اپنے لیے اتنا کچھ کرے کہ اسے اپنے باپ کے ذریعے بھی اپنا نام حاصل کرنے کی محتاجی نہ ہو۔"

"تمھارے عزائم، تمھارے ارادے اور تمھارے خیالات اپنے بیٹے کے سلسلے میں بہت ہی تعمیری ہیں۔ چلو ایسا کرو تمھاری زندگی میں جس نے سب سے زیادہ اہم رول ادا کیا ہو اس کا نام اس پر لکھاؤ۔"

میں نے ماسٹر کو مخاطب کر کے کہا "آپ اس طیارے پر بہت ہی خوبصورت انداز تحریر میں لکھوائیے: "ایس، او، این، آئی، اے"

ماسٹر نے خوش ہو کر کہا "ہمارے سپر ماسٹر نے آپ کو جو تحفہ دیا ہے اس کے لیے سونیا سے بہتر نام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی نام لکھوایا جائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ دس منٹ تک اپنے بستر پر لیٹا رہا پھر جیسے ہی اٹھ کر بیٹھا میرے کمرے کا دروازہ ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ شاہینہ نظر آئی پہلے تو چند ساعتوں تک وہ مجھے حیران حیران سی دیکھتی رہی پھر بھائی جان کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے پیچھے بختاور صاحب اور ان کی فیملی کے تمام لوگ کمرے میں داخل ہو گئے۔ شاہینہ مجھے ایک ہاتھ سے مارتی جا رہی تھی۔ روتی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "آپ یہاں تین دن سے ہیں اور ہمیں وہاں بے خبر رکھا۔ آخر بہنیں کس لیے ہوتی ہیں۔ میں آپ سے نہیں بولوں گی تا آپ میرے کوئی نہیں ہیں۔"

میں اس کی محبت کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہا تھا۔ مسکرا رہا تھا۔ اسے تھپک رہا تھا۔ پھر میں نے اشارے سے بختاور صاحب کو اور ان کی بیگم کو سلام کیا۔ زبیر، منصور اور سلمیٰ میرے قریب آ گئے۔ میں نے ایک بازو پھیلا کر سلمیٰ کو بلایا وہ آ گئی۔ میں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ وہ میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ میں نے کن انکھیوں سے دروازے کی طرف دیکھا کھلے ہوئے دروازے کے پاس سعید صاحب کھڑے ہوئے مسکرا رہے تھے اور سلمیٰ کو ہی دیکھے جا رہے تھے۔

بیگم بختاور نے میری بلائیں لیتے ہوئے کہا "بیٹا! کیوں ایسی پُرخطر زندگی گزارتے ہو۔ میرے پاس آجاؤ۔ میں تمھیں اپنے آنچل میں چھپا کر رکھوں گی۔"

"آنٹی! آپ ہی جیسی ماؤں اور شاہینہ اور سلمیٰ جیسی بہنوں کا پیار اور دعائیں ہیں کہ میں جی رہا ہوں اور آپ ہی لوگوں کی دعاؤں سے اپنی طبعی عمر گزاروں گا۔"

"بھائی جان! میں ابھی آپ کے ڈاکٹر سے بات کروں گی اگر اُس نے آپ کو لاہور تک سفر کرنے کی اجازت دی تو میں آپ کو ساتھ لے جاؤں گی۔"

میں نے مسکرا کر اُسے بڑی حسرت سے، بڑی اداسی سے دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "میں نے تم سب کو اس لیے بلایا ہے کہ میں سلمیٰ کی شادی میں شریک نہ ہو سکوں گا۔"

"کیا؟" سب نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ بختاور صاحب نے کہا "بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تمھارے بغیر شادی کیسے ہوگی۔ تمھی تو یہ سب کچھ کرا رہے ہو۔"

بیگم بختاور بھی ضد کرنے لگیں۔ زبیر اور منصور بھی التجائیں کرنے لگے۔ صرف شاہینہ گم صم کھڑی میرے منہ کو تک رہی تھی۔

"یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ شاہینہ! سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"کیا سمجھوں گی۔ آپ نے کبھی مجھے سمجھنے کا موقع دیا ہے؟ کبھی میرے ساتھ ایک دن بھی سکون سے گزارا ہے؟ کبھی میرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھایا ہے؟"

بیگم نے شاہینہ کی بیٹی شبانہ کو میری گود میں دیا۔ میں اُسے لے کر چومنے لگا۔ شاہینہ نے کہا "یہ سب منہ دیکھی محبت ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ اگر آپ انکار کریں گے تو یہیں سر پٹخنا شروع کر دوں گی۔"

"شاہینہ بچوں کی طرح ضد نہ کرو۔ میری مجبوریوں کو سمجھو۔ ایک بار پہلے بھی تم نے دیکھا ہے کہ کس طرح حکومت کی طرف سے مجھے باہر جانے پر مجبور کیا گیا۔ آج بھی مجھے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں اپنی مرضی کے مطابق یا تمھاری محبت کی خاطر نہیں رک سکتا۔ قانون کسی کی مرضی یا محبت کو نہیں دیکھتا۔ ہر حال میں اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ اور میں عمل کرنے پر مجبور ہوں۔"

بختاور نے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو کہ تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے تمھیں ملک سے نکل جانے کے لیے کیوں کہا جا رہا ہے؟"

"آپ کو سعید صاحب تمام باتیں تفصیل سے بتا دیں گے۔ ہسپتال میں ملاقات کا وقت کم ہوتا ہے۔ آپ لوگ مجھے بتائیں کہ شادی کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

سلمیٰ جلدی سے اپنے سر پر آنچل درست کرنے لگی میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں سعید صاحب نہیں تھے۔ ان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ دروازے سے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے سلمیٰ سے کہا "تم ذرا باہر جاؤ۔ یہاں رہو گی تو خواہ مخواہ شرماتی رہو گی۔"

وہ میرے پاس سے اٹھ کر جانے لگی۔ بیگم نے کہا "شاہینہ تمھارے لیے گوجرانوالہ سے تکے کباب اور پراٹھے کرائی ہے۔ ڈاکٹر پرہیز نہ بتاتا ہو تو اُسے کھا لو۔"

وہ ٹفن کیریئر کھولنے لگیں۔ شاہینہ ایک طرف منہ پھلائے کھڑی ہوئی تھی۔ مجھ سے باتیں نہیں کر رہی تھی۔ بختاور صاحب بتانے لگے کہ کس طرح شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں بلکہ تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ بیگم نے کہا "ہم بڑی جلدی میں لاہور سے روانہ ہوئے۔ برتن لانا بھول گئے۔ چلو ٹفن کیریئر میں ہی کھا لو۔"

میں نے شبانہ کو زبیر کی گود میں دیتے ہوئے کہا "جب تک میری بہن میرے ساتھ نہیں کھائے گی۔ میں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

وہ اسی طرح روٹھی ہوئی کھڑی تھی۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا۔ پھر بڑی محبت سے کہا۔

"دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک اگر کوئی دوسری شاہینہ ہوتی تو میں اُسے جا کر منا لیتا۔ منانے کے لیے تو بس ایک ہی ہے۔ مان جاؤ۔ دیکھو کل صبح میں چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے چیخ مار کر روتے ہوئے لپٹ گئی "میں نہیں جانے دوں گی۔ میں نہیں جانے دوں گی۔ یہ کیسا ظلم ہے۔"

میں نے اُسے تھپک تھپک کر کہا "پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ مجھ پر ایک الزام عائد کیا گیا ہے۔ میں اس الزام کو جھوٹا ثابت کر دوں گا تو واپس آجاؤں گا۔ سب سے پہلے تمھارے پاس پہنچوں گا۔ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اب کی بار تمھارے ساتھ کچھ دن ضرور گزاروں گا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

میں نے اُسے سمجھا بجھا کر کھانے پر رضامند کر لیا پھر میں نے پہلا لقمہ اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ وہ سر جھکا کر کھانے لگی۔ اس وقت بڑا ہی پیارا انداز تھا۔ اپنی بہن پر اتنی محبت آ رہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ ایک طرف وہ روٹھی ہوئی تھی۔ دوسری طرف میرے ہاتھ سے کھا بھی رہی تھی۔

پھر وہ رفتہ رفتہ مان گئی۔ مجھ سے باتیں کرنے لگی۔ بار بار وعدے لینے لگی قسمیں دینے لگی کہ میں اس کے پاس جلدی آؤں گا۔ میں نے اُسے ہر ممکن طریقے سے یقین دلایا۔ ایک گھنٹے بعد سعید صاحب نے آکر کہا: "اب ہمیں چلنا چاہیے۔ ملاقات کی اجازت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔"

شاہینہ اداس ہو گئی۔ میں نے کہا "سعید صاحب کچھ ایسے انتظامات کریں کہ میں رونتی کے ساتھ صبح چھ بجے ہسپتال سے نکل جاؤں اور روانگی تک کسی ایسی جگہ رہوں جہاں شاہینہ سے جی بھر کر باتیں ہو سکیں۔"

شاہینہ نے چونک کر پوچھا "کیا رونتی آپ کے ساتھ ہے؟"

"ہاں، تمھیں سعید صاحب اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیں گے۔"

وہ نفرت سے بولی: "میں ایسی عورت کے متعلق نہیں سننا چاہتی جس نے میرے بھائی کو اور میرے بھتیجے پارس کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔"

میں نے اسے سمجھایا "شاہینہ ایسا نہ کہو۔ کچھ بھی ہو وہ تمھاری بھابی ہے اس نے ماضی میں جو کچھ بھی کیا ہے اسے میں نے اور سونیا نے معاف کر دیا ہے۔ تم بھی معاف کر دو۔"

شاہینہ نے چونک کر پوچھا "جب آپ یہاں ہیں۔ رونتی یہاں ہے تو ہمارا پارس کہاں ہے؟"

"پہلے رونتی کو بھابی کہو۔ پھر میں جواب دوں گا۔"

"نہیں بھائی جان! مجھے وہ اچھی نہیں لگتیں۔ میں بھابی نہیں کہوں گی۔"

"پھر اس نے جس بچے کو جنم دیا ہے، اس کے بارے میں کیوں پوچھتی ہو؟"

اس نے مجبور ہو کر کہا "چلیے، بھابی کہے دیتی ہوں۔"

"پارس سونیا کے پاس ہے۔ اب یہ نہ پوچھو کہ سونیا نے اُسے کہاں رکھا ہے۔ وہ دشمنوں سے چھپایا گیا ہے۔ اس لیے میں اپنے سائے کو بھی اس کا پتہ نہیں بتاتا ہوں۔"

پھر میں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا "اب جاؤ انشاءاللہ کل صبح ملاقات ہو گی۔"

میں اُسے دروازے تک چھوڑنے کے لیے گیا پھر میں نے سعید صاحب سے کہا "آپ جاوید کو نہ بھولیں۔ اس کے لیے جلد از جلد پاسپورٹ وغیرہ تیار کرا دیں تاکہ وہ رنگون میرے پاس پہنچ جائے۔ میرے اس فرضی پارس کو میرے جانے کے بعد جاوید کے حوالے کر دیں۔ دشمنوں کا دھیان اُدھر نہیں جائے گا اور بابا جو ہے اپنے سفارت خانے والوں کو گواہ بنا کر نہیں لا سکے گا۔"

انھوں نے وعدہ کیا پھر بختاور کی فیملی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ ایک سسٹر نے آکر مجھے دوائیں دیں۔ ایک انجکشن لگایا اور چلی گئی میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا۔ اس دوران میں نے جاوید سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "بھائی جان! میں کئی بار ہسپتال تک گیا۔ آپ سے ملنے کی کوشش کی لیکن کسی نے مجھے آپ تک پہنچنے کی اجازت نہیں دی۔"

"مجھے معلوم ہے تم سب مجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہو۔ میرے اطراف بڑا سخت پہرہ ہے۔ مجھ سے اب رنگون میں ملاقات ہو گی۔ سعید صاحب میرے پارس کو تمھاری حفاظت میں رکھیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا "یہ میری خوش نصیبی ہے میری بیگم اور ریحانہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔"

اب گیارہ بجنے والے تھے۔ سونیا سے ملاقات کا وقت ہو رہا تھا۔ میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق اسی طرح ہوسٹل کے بڑے سے ڈائننگ ہال میں نوجوان ساتھیوں کے ساتھ بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے کہا "ان نوجوانوں کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتانا ورنہ وقت ضائع ہو گا۔"

اس نے پوچھا "کیا اعلیٰ بی بی وہاں بخیریت پہنچ چکی ہیں؟"

"وہ بخیریت ہے۔ کل ہم سب یہاں سے برما کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔"

"یہ اچانک برما جانے کا پروگرام کیوں بن گیا؟"

میں اسے تفصیل سے موجودہ حالات کے متعلق بتانے لگا۔ وہ چپ چاپ کھاتی رہی اور سنتی رہی۔ اس دوران کھانا ختم ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے معذرت چاہتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی اور اپنے ہوسٹل کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ میری باتیں سنتے سنتے وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "فرہاد! کل سے اب تک چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں اور ان چوبیس گھنٹوں میں بہت سی باتیں ہو گئیں لیکن تم نے مجھے ان بارہ قاتلوں کے متعلق کیوں نہیں بتایا جن میں سے دو ختم ہو چکے ہیں اور دس ابھی تک تمھاری جان کے پیچھے ہیں۔"

"سونیا! ایک طویل انتظار کے بعد تم سے رابطہ قائم ہوا تھا اس لیے میں نے اس پہلو کو پہلے نہیں چھیڑا۔ پھر یہ کہ میں تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم نے میرے مصائب کے متعلق کچھ اندازہ کر لیا ہو گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میں کیسے اندازہ کر لیتی؟"

"ایسے کہ اعلیٰ بی بی نے اچانک ہی وہ جگہ چھوڑ دی اور میری مدد کے لیے اپنے چوروں کے ساتھ پاکستان پہنچ گئی۔"

"میں یہ نہیں جانتی کہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ کتنے چور گئے۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ ہمارے سامنے انکار کرنے کے باوجود دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمھارے قریب پہنچ رہی ہے۔"

"وہ اندر سے چٹان کی طرح مضبوط ہے۔ عام عورتوں کی طرح پگھل جانے والی نہیں ہے۔ وہ میری حفاظت کے لیے یہاں آئی ہے بہرحال اپنی بات کرو۔ کیا تم میرے لیے پریشان ہو؟"

"تم جانتے ہو۔ موت بار بار ہم دونوں کی شہ رگ کے قریب پہنچ کر واپس چلی گئی۔ تمھارے لیے کیا پریشان ہونا ہے۔ دو میں سے کوئی بات ایک دن پیش آئے گی یا ہم طبعی موت مریں گے یا دشمنوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ بات ایک ہی ہے کہ ایک دن مرنا ہے اور جب مرنا ہے تو پریشانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس گئی پھر اسے کھول کر باہر چاندنی میں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا "میں تمھارے لیے سوچتی ہوں تو دل دکھتا ہے۔ تمھیں ایک پُرسکون زندگی نصیب نہیں ہوتی۔ ہم دونوں نے کیسے کیسے سپنے دیکھے کتنی بار الگ تھلگ زندگی گزارنے کی کوشش کی اور ناکام رہے لیکن میں ناکام نہیں ہوں۔ بابا صاحب کے سائے میں آکر مجھے پُرسکون زندگی نصیب ہو گئی ہے لیکن تم بھٹکتے رہ گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ تمھارا کیا ہو گا؟"

"وہی ہو گا جو منظورِ خدا ہو گا۔"

"ویسے ایک طرف یہودیوں نے زبردست چال چلی اور تمھارے ہی ملک سے تمھیں نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ دوسری طرف سُپر ماسٹر نے دوستی کی انتہا کر دی میں سمجھتی ہوں۔ رنگون پہنچتے ہی دشمنوں کے حملے شروع ہو جائیں گے۔"

"یہاں کتنے ہی لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں رنگون جا رہا ہوں۔ یہ بات کسی نہ کسی طرح دشمنوں تک پہنچی ہو گی۔ یقیناً رنگون میں بڑے ہنگامے ہوں گے۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں کہ اعلیٰ بی بی اور اس کے چوروں کے سامنے ان دس قاتلوں کو پسینہ آ جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو لیکن وہ قاتل بھی بہت ہی وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ میں اپنا ملک چھوڑ کر ان کے تیار کیے ہوئے میدانِ جنگ کی طرف جا رہا ہوں۔ پاکستان میں وہ اپنے تمام ہتھکنڈے استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ رنگون میں کر سکیں گے۔ ہمارے سوچنے کا انداز یہ ہے کہ جو ہو گا وہ سامنے آئے گا اور جو سامنے آئے گا اور اس کے لیے سوچنا گویا وقت ضائع کرنا ہے۔ سوچنے سے ہونی انہونی نہیں ہو سکتی۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

اس نے چونک کر کہا "اوہ، میں یہ تو بتانا بھول گئی کہ مرجانہ کی امی سائرہ بانو پیرس میں ہیں۔ میں کل ان کے پاس جاؤں گی اور انھیں یہاں لے کر آؤں گی۔ کل ماں بیٹی کی ملاقات ہو گی۔"

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ بہت دنوں بعد ماں بیٹی ایک دوسرے سے ملیں گی۔ کیا مرجانہ اس وقت ہوش و حواس میں ہے؟"

"ہاں، وہ ایک طویل نیند سے بیدار ہو چکی ہے۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بابا کے سامنے دو زانو ہو کر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی، اتنی پیاری، اتنی معصوم، اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ بیان نہیں کر سکتی، وہ بالکل خاموش تھی میں نے اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں سنا لیکن میں یقین سے کہتی ہوں کہ بابا نے برین واشنگ کے طلسم کو توڑ دیا ہے اور ہماری مرجانہ پہلے والی مرجانہ بن گئی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دیوار سے لگے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا پھر کہا "ہیلو، میں سونیا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا "بابا نے آپ کو فوراً طلب کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ آنے سے پہلے آپ فرہاد صاحب کو رخصت کر دیں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا میں نے کہا "میں سُن چکا ہوں۔ اب جا رہا ہوں۔ پتہ نہیں انھوں نے فوراً ہی تمھیں کیوں طلب کیا ہے۔"

"اب تم سے کل رات اسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔"

اس سے رخصت ہو کر میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ کسی سے رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے دروازے پر ایک نظر ڈالی۔ وہ اندر سے بند تھا پھر مطمئن ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح چار بجے میری آنکھ کھل جائے اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو اور کمرے میں کوئی داخل ہونے کی کوشش کرے تو میری آنکھ کھل جائے۔

صبح چار بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں بستر سے اٹھ گیا۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا پھر اپنے کمرے میں آکر اپنے لیے

ایک لباس کا انتخاب کیا اور اسے پہن لیا۔ اس دوران میں نے سعید صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ میں نے انھیں بیدار کیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے پھر کہنے لگے "میں رات دو بجے تک بختاور صاحب سے باتیں کرتا رہا۔ اس لیے ابھی تک سو رہا تھا۔ ورنہ ارادہ تو یہی تھا کہ صبح چار بجے بستر چھوڑ دوں گا۔ کیا وقت ہوا ہے؟"

"چار بج کر پینتیس منٹ۔ ویسے آپ بختاور صاحب سے باتیں کر رہے ہوں گے مگر نظریں کہیں اور بھٹک رہی ہوں گی۔"

وہ مسکرانے لگے "کیا آپ کو معلوم ہے کہ بختاور صاحب کے تمام گھر والوں کو میں اپنے ہاں لے آیا ہوں۔ وہ آنا نہیں چاہتے تھے مگر میرے اصرار پر آ گئے۔"

"اب ہمارا کیا بنے گا۔ مجھے اور رسونتی کو یہاں سے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔ وہاں کے سیکورٹی آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ تمھیں گاڑی میں بٹھا کر ائیرپورٹ تک لے جائیں گے۔ وہیں قریب ایک کوٹھی خالی کر دی گئی ہے۔ تم رسونتی بھابی کے ساتھ وہاں رہو گے۔ میں شاہینہ وغیرہ کو لے کر آ رہا ہوں۔"

میں نے شاہینہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو میرے دل میں اس کے لیے محبت ہی محبت کے جذبات موجزن ہونے لگے۔ وہ پگلی تمام رات جاگتی رہی تھی اور اب باورچی خانے میں میرے لیے صبح کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ بیگم بختاور بھی اس کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ سلمیٰ نے ننھی شبانہ کو سنبھال لیا تھا۔ گویا کسی نہ کسی طرح سبھی میری خاطر جاگ رہے تھے۔

میں نے سعید صاحب سے پوچھا "اعلیٰ بی بی اور اس کے ماتحتوں کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے متعلق کیا ہوا؟"

"تمام کاغذات پر یہاں سے روانگی کی مہر لگ چکی ہے۔ اعلیٰ بی بی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب چاہیں ائیرپورٹ پہنچ سکتی ہیں۔ انھیں کوئی نہیں روکے گا۔"

میں ان سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچا۔ وہ بچپن ہی سے صبح چار بجے بیدار ہونے کی عادی تھی۔ اس وقت لباس بدل کر بستر پر بیٹھ گئی تھی اور ایک وارڈ بوائے سے کہہ رہی تھی "میں بیمار نہیں ہوں۔ مجھے ہسپتال میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ اپنے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر سیکورٹی آفیسر کو اطلاع دی۔ "میں بیدار ہو چکا ہوں اور یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہوں۔ مادام رسونتی بھی تیار ہیں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تقریباً چھ بجے میں اور رسونتی ایک ساتھ ہسپتال میں سے نکلے۔ اس نے مجھے دیکھا لیکن خاموش رہی۔ جب ہم ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تو اس نے آہستگی سے پوچھا "ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

ہمیں لے جانے والے سیکورٹی آفیسر اور اس کے ماتحت سادہ لباس میں تھے۔ میں نے رسونتی کی طرف جھک کر آہستگی سے کہا "یہ چاروں طرف میرے آدمی ہیں۔ میں نے ایسا جال پھیلایا ہے کہ ہمارے فرار کا راستہ آسان ہو گیا ہے۔ یہاں سے ہم ایک کوٹھی میں جا کر چھپ جائیں گے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "اگر ہم پکڑے گئے تو؟"

"فکر نہ کرو جس کوٹھی میں ہم چھپیں گے وہاں مجھ سے ملنے کے لیے کچھ مرد اور کچھ عورتیں آئیں گی۔ تم ایک کمرے میں رہنا۔ باہر نہ نکلنا۔ جب طیارہ رن وے کے ایک حصے میں پہنچے گا تو ہم وہاں سے نکل کر اس طیارے میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ بے اختیار انگریزی میں بولی "مسٹر کبیر، یو آر ویری نائس ٹو می۔ آئی وِل...."

کہتے کہتے وہ ایک دم سے رک گئی۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "یہ، یہ میں انگریزی کیسے بول لیتی ہوں۔ کل رات کو بھی اس سسٹر کے سامنے بے اختیار میری زبان سے انگریزی الفاظ نکل گئے تھے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کیا تم انگریزی نہیں جانتی ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں صرف ہندی جانتی تھی۔"

"تم انگریزی بول رہی ہو اس کے معنی سمجھ رہی ہو۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "اچھی طرح سمجھ رہی ہوں لیکن حیران ہوں کہ مجھے یہ زبان کیسے آ گئی؟"

"تمھاری باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمھیں کوئی بہت بڑا دماغی حادثہ پیش آیا ہے۔ تم اپنی پچھلی بہت سی باتیں بھول گئی ہو۔ انھیں سہولت سے رفتہ رفتہ یاد کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے دماغ پر زور نہ ڈالو۔ ایک دن تمھیں یاد آ جائے گا کہ تم یہ زبان کیسے جانتی ہو۔"

ہمیں ائیرپورٹ کے قریب اس کوٹھی میں پہنچا دیا گیا جو ہمارے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ وہاں بہت سے کمرے تھے۔ میں رسونتی کے ساتھ ان کمروں اور کاریڈور سے گزرتا ہوا کوٹھی کے پیچھے آخری کمرے میں آیا۔ پھر میں نے اس سے کہا "تم اس کمرے میں دروازے کو اندر سے بند کر کے آرام کرو۔ جانے کا وقت آئے گا تو میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

میں نے اسے کمرے میں چھوڑ دیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں وہاں سے ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ کوٹھی کے

آگے پیچھے سادہ لباس میں جوان نظر آ رہے تھے۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "کیا کر رہی ہو؟"

"میرے بہت سے چور ائیرپورٹ کی طرف گئے ہیں۔ ہمیں وہاں جانے کا اجازت نامہ مل چکا ہے۔ میں تمھارے انتظار میں بیٹھی ہوں اور تمھارے ساتھ ائیرپورٹ تک جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کو کوٹھی کا پتہ بتا دیا۔ اسی وقت سعید صاحب دو گاڑیوں میں بختاور صاحب کی پوری فیملی کے ساتھ پہنچ گئے تھے۔ شاہینہ نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر سلام کیا۔ تمام آنے والوں کے ساتھ سلام دعا کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ شاہینہ اور سلمیٰ کھانے کا سامان لے کر کچن کی طرف چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے ہمارے لیے ناشتہ لے آئیں۔ دور ہی سے مغلئی پراٹھوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ گرما گرم پوریاں، بھاجی، حلوہ جانے کیا کیا وہ پکا کر لائی تھی۔ میں نے کہا "یہ سب کیا اٹھا لائی ہو؟"

شاہینہ نے مسکرا کر کہا "ہم پردیس میں ہیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی۔"

"مگر یہ تو بہت کم ہے اس سے میرا پیٹ کیسے بھرے گا؟"

میری بات پر سب ہنسنے لگے۔ شاہینہ نے منہ بنا کر کہا۔ "آپ لوگ تو یوں ہنس رہے ہیں جیسے یہ بہت ہی خوشی کا موقع ہو۔ حالانکہ بھائی جان ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ پتہ نہیں پھر کب ملن ہو گا؟"

اس کی باتیں سن کر سب خاموش ہو گئے۔ میں نے شاہینہ کو گھور کر کہا "یہ کیا تک ہے؟ رونے والوں کو ہنسانا بہت مشکل ہے اور ہنسنے والوں کو رلانا بہت زیادہ آسان ہے۔ تم نے اپنی باتوں سے سب کو اداس کر دیا۔"

شاہینہ نے کہا "میں نے ایک بات کہہ دی، مجرم بن گئی۔ اور آپ اتنے لوگوں کو اداس چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اپنے متعلق کیا کہتے ہیں؟"

"میں مجبوراً جا رہا ہوں۔"

"اور میں بے اختیار رونے پر مجبور ہوں۔ جب میں روتی ہوں تو آپ میرے آنسو کیوں پونچھتے ہیں۔ کیا کوئی عورت، کوئی بہن، کوئی بیٹی جان بوجھ کر روتی ہے؟"

بختاور نے کہا "نہیں بیٹے، ہم ابھی ہنس رہے تھے تو یہ ہنسی بے اختیار آئی تھی اسی طرح آنسو بھی آنکھوں میں بے اختیار آتے ہیں۔ نہ کوئی اپنی ہنسی روک سکتا ہے نہ آنسوؤں کو آنکھوں کے پیچھے چھپا سکتا ہے۔"

ہم نے ناشتہ شروع کیا اور باتیں کرنے لگے۔ اچانک مجھے رسونتی کا خیال آیا۔ میں فوراً ہی اٹھ گیا۔ ایک پلیٹ میں اس کے لیے الگ ناشتہ نکالنے لگا۔ شاہینہ نے پوچھا "یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"میں رسونتی کو بھول ہی گیا تھا وہ ایک کمرے میں ہے میں اسے یہ دے کر آتا ہوں۔"

شاہینہ سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ سلمیٰ نے کہا "آئیے نا بھابی ہم رسونتی بھابی کو دیکھیں۔ سنا ہے بہت خوبصورت ہیں۔"

شاہینہ آہستگی سے اٹھ گئی پھر میری طرف ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "پلیٹ مجھے دے دیجیے میں یہ ناشتہ دے کر آتی ہوں۔"

"دیکھو، تم دونوں اسے بھابی نہ کہنا۔ سعید صاحب نے یہ تو بتا دیا ہو گا کہ اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے۔ وہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہے۔ وہ مجھے کبیر بیدل سمجھتی ہے۔"

سعید صاحب نے کہا "وہ کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ تم دونوں اس کوٹھی میں رہتی ہو اور اس کے لیے ناشتہ لے کر آئی ہو۔"

بیگم نے اٹھتے ہوئے کہا "چلو میں بھی اسے دیکھ لوں۔ آخر وہ میری بہو ہے۔"

وہ تینوں چلی گئیں۔ میں پھر ناشتہ کرنے لگا اور اس دوران ان کے دماغوں میں بھی جھانکنے لگا۔ مجھے فکر تھی کہ رسونتی ان لوگوں کو دیکھ کر بدک نہ جائے اور میرے خلاف کوئی رائے قائم نہ کر لے۔

رسونتی کے کمرے کے پاس پہنچ کر سلمیٰ نے دروازے پر دستک دی۔ پھر کہا "دروازہ کھولو۔ ہم تمھارے لیے ناشتہ لائے ہیں۔"

رسونتی نے کھڑکی کے پاس آ کر دیکھا پھر عورتوں کو دیکھ کر مطمئن ہو گئی اور دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولتے ہی ان تینوں نے جب اسے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئیں۔ میں نے شاہینہ کے دماغ کی سوچ پڑھی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی "میرے خدایا! اتنی حسین عورت! تبھی تو میں سوچوں کہ بھائی جان اسے چھوڑنا کیوں نہیں چاہتے۔"

سلمیٰ گم صم سی ہو کر اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی "ہائے، کیا ایسا بھی حسن ہوتا ہے یا کسی مصور نے ایک بہت ہی خوبصورت خیالی تصویر بنا دی ہے اور میں اسے دیکھ رہی ہوں۔"

بیگم نے کہا "تم دونوں اسے کھلاؤ میں ابھی آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچیں اور بختاور صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے جی سنتے ہیں۔ ذرا بہو کو چل کر دیکھیں۔ خدا کی قسم، کیا رنگ ہے، کیا روپ ہے۔ چہرے کے نقش ایسے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے تصویر کھنچ جاتی ہے۔ اسے دیکھو تو اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔"

بختاور نے کہا "بھئی اتنی تعریفیں نہیں کرو۔ ہم سب اسے بے اختیار دیکھنے جائیں گے تو ہماری زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے

گی کہ راز فاش ہو جائے گا وہ سمجھ لے گی کہ ہم سب فرہاد کے رشتے دار ہیں۔"

بیگم نے کہا "میں کوئی منہ دیکھی تعریف نہیں کر رہی ہوں۔ میری اتنی عمر گزر گئی بیٹے فرہاد! تم اسے کہاں سے ڈھونڈ لائے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ خدا کی دین ہے۔ میں جب رسونتی کی تعریفیں سنتا ہوں تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ حق دار کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ سونیا اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے عظیم ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں۔ اسی طرح رسونتی روپ، رنگ اور ناک نقشے کے اعتبار سے لاجواب ہے۔ آپ سچ پوچھیں تو میں نے بھی آج تک رسونتی جیسی کوئی دوسری حسین صورت نہیں دیکھی۔ یوں تو دنیا میں طرح طرح کے حسن بکھرے پڑے ہیں۔"

بختاور نے کہا "اب ان لڑکیوں سے کہو کہ ہمارے لیے چائے کی فکر کریں۔ جب ہماری بہو یہاں سے ائیرپورٹ کے لیے روانہ ہوگی تو ہم اسے دیکھ لیں گے۔"

چند منٹ کے بعد چائے حاضر ہو گئی۔ شاہینہ بھی آگئی تھی اور اب مجھ سے لگی بیٹھی تھی۔ آٹھ بج کر پچیس منٹ پر اطلاع آئی کہ ہمارا جہاز پہنچ گیا ہے۔ اس جہاز کو کارنر رن وے پر ٹھہرنے کے لیے ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا ہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے جانا ہوگا۔"

شاہینہ مجھ سے لپٹ کر اچانک ہی رونے لگی۔ میں اسے تھپک تھپک کر تسلیاں دینے لگا۔ اسی وقت ایک گاڑی کوٹھی کے سامنے آکر رکی۔ میں اعلیٰ بی بی کا منتظر تھا۔ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہی اس گاڑی میں آئی تھی۔ میں نے سعید صاحب سے کہا "اعلیٰ بی بی ہے۔ اسے یہاں آنے کی اجازت دے دیں۔"

سعید صاحب باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اعلیٰ بی بی آئی۔ میرے چاروں اطراف رشتہ داروں کی بھیڑ دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ میرے آس پاس سبھی لوگ اسے گم صم ہو کر دیکھنے لگے۔ وہ اپنے اصلی روپ میں تھی اور ایسے وقت میں وہ ہلکے گلابی رنگ کا لباس پہنتی تھی۔ اس کے گلے میں وہی سیاہ موتیوں کی مالا تھی جس کے دانے بیک وقت جگمگا رہے تھے اور نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ اس کے لانبے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ سیاہ بالوں کے ہجوم میں چہرے کی چاندنی جواں تھی۔

اگر میں اسی طرح اپنے آس پاس رہنے والی دوشیزاؤں کی تعریفیں کرتا رہوں تو یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہوگی لیکن دن کو سورج نکلے اور دن جگمگا جائے تو اس کی جگمگاہٹ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ میرے آس پاس کھڑے ہوئے تمام افراد کی نگاہیں بتا رہی تھیں کہ وہ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر کچھ کہنا بھول گئے ہیں۔ اگر میں ان کے دماغوں میں جھانک کر ان کی سوچیں پڑھتا تو مجھے یقیناً ہر سوچ یہی کہتی سنائی دیتی کہ فرہاد بلاشبہ خوش نصیب ہے اور حسن نظر رکھتا ہے۔ تب ہی اس کی کتابِ زندگی کا ورق ورق حسین ہے۔

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر شاہینہ کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا "میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ شاہینہ ہے۔"

میں نے شاہینہ سے کہا "تم نے پہچانا۔ یہ اعلیٰ بی بی ہے جس کا ذکر تم اکثر سنتی رہی ہو۔"

شاہینہ نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنا چاہا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے گلے سے لگا لیا۔ پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے سب کا رسماً تعارف کرایا۔ وقت کم تھا اس لیے ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں رسونتی کو اس کے کمرے سے لے کر آیا۔ بختاور، زبیر اور منصور اسے واقعی حیرانی سے اور تعریفی نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ جب ہم کوٹھی سے باہر نکلے تو شاہینہ نے میرے بازو کو جھنجوڑتے ہوئے کہا "میں آپ کے ساتھ جہاز تک جاؤں گی۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا "آپ تو اس پگلی کی دیوانگی جانتے ہیں۔ کچھ کیجیے۔"

سعید صاحب نے کہا "کوئی بات نہیں۔ شاہینہ میرے ساتھ چلی جائے گی۔ کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ باقی سب یہیں سے الوداع کہہ دیں۔"

بہرحال بحالتِ مجبوری سب نے مجھے وہیں سے الوداع کہا۔ ہم مختلف گاڑیوں میں بیٹھ کر ائیرپورٹ پہنچ گئے۔ وی آئی پی لاؤنج سے نکل کر رن وے پر آئے۔ دور ہی سے اس جہاز پر جلی حروف سے سونیا کا نام نظر آیا۔ شاہینہ نے خوش ہو کر کہا "اللہ! میری بھابی کا نام اس جہاز پر کتنا اچھا لگ رہا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "ذرا محتاط رہو۔ رسونتی کے سامنے سونیا کو بھابی وغیرہ نہ کہو۔ حالانکہ وہ سونیا کو بھی بھول چکی ہے لیکن احتیاط لازمی ہے۔"

اسی وقت میں نے دائیں طرف رسونتی کو ہولے ہولے بڑبڑاتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہی تھی "سونیا۔" پھر جہاز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نام کو پڑھ رہی تھی۔ پھر اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "ایسا لگتا ہے جیسے یہ نام میں نے کہیں سنا ہے۔"

میں نے پوچھا "کہاں سنا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی کو رگڑنے لگی۔ میں نے کہا۔ "دماغ پر زور نہ ڈالو۔ کوئی بات یاد کرنا ہو تو سہولت سے کرو۔ یاد نہ آئے تو اسے بھول جانے کی کوشش کرو۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ایک چپڑاسی نے آکر اعلیٰ بی بی کے سامنے اٹینشن ہوتے ہوئے

کہا "ہم نے خصوصی آلات کے ذریعے جہاز کو پوری طرح چیک کیا ہے۔ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ اینڈھن اتنا ہے کہ ہم براہِ راست ہانگ کانگ تک بھی جا سکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے سر کو ہلایا۔ پھر آگے بڑھ گئی۔ ہم اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ جہاز کے قریب پہنچ کر سب زینے کے ذریعے چڑھنے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے رسونتی کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ میں نے شاہینہ کے ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "میری بہن! میں جا رہا ہوں۔ تمہاری دعائیں ساتھ رہیں گی تو میں ہر خطرے سے نکل آؤں گا اور جلد ہی تم سے ملوں گا۔"

وہ رو رہی تھی اور یوں رو رہی تھی کہ اس کی زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگایا۔ اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر سعید صاحب نے شاہینہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اب فرہاد کو جانے دو۔"

انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ پھر میں شاہینہ کو الوداعی نظروں سے دیکھتے ہوئے طیارے کے اندر پہنچ گیا۔ میرے پہنچتے ہی وہاں سے سیڑھی ہٹائی جانے لگی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ طیارے کا اندرونی ماحول پوڈی کلون سے معطر تھا۔ میں اس کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اسی وقت اسپیکر سے آواز سنائی دی "جناب فرہاد علی تیمور صاحب! میں آپ کے طیارے کا پائلٹ وائلڈ کریکیڑ آپ سے مخاطب ہوں۔ اس طیارے کی پرواز کا وقت دس بج کر پندرہ منٹ ہے۔ اس سے پہلے آپ میرے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہو جائیں۔ میں آپ کا خادم ہوں اور آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا اولین فرض ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا اور اپنے طریقۂ کار کے مطابق اس کے دماغ کے شعوری اور غیر شعوری خانوں میں پہنچ رہا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ ہر انسان اپنے دماغ کے اندر کچھ نہ کچھ چھپا کر رکھتا ہے۔ اس نے بھی بہت کچھ چھپا رکھا تھا لیکن اس کی چوری کا تعلق کچھ رومانس سے تھا، کچھ اپنے ذاتی معاملات سے تھا۔ میں پوری طرح مطمئن ہو گیا۔ وہ دشمن اور سازشی نہیں تھا۔

اس کے بعد ایک انگریز نوجوان مسکراتا ہوا میرے سامنے آیا۔ پھر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں اس جہاز کا اسٹیورڈ ہیزی کوپر ہوں۔ آپ میرے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہو سکتے ہیں۔"

پھر ایک نوجوان انگریز عورت میرے پاس آئی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میں اس طیارے کی ائیر ہوسٹس لونیتا ہوں۔ آپ مجھ سے بھی مطمئن ہو سکتے ہیں۔"

میں نے ان دونوں سے کہا "تم میرے ساتھیوں کو اٹینڈ کرو۔ مجھے جو معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ وہ کر لوں گا۔"

وہ چلے گئے۔ میں اسی جگہ کھڑا سر گھما کر ادھر سے ادھر طیارے کو یوں دیکھنے لگا جیسے معائنہ کر رہا ہوں لیکن میں اسٹیورڈ ہیزی کوپر اور ائیر ہوسٹس لونیتا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ان کے دماغوں کو ٹٹول رہا تھا۔ پھر میں ان سے بھی مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے سوچ کے ذریعے اپنے پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر وائلڈ کریکیڑ! میں نے تم سب کے خیالات پڑھ لیے ہیں اور میں مطمئن ہوں تم اپنے وقت پر پرواز کر سکتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے میرے قریب آکر کہا "کیا میں رسونتی کے ساتھ بیٹھوں یا تم بیٹھو گے؟"

"نہیں، تمہارا بیٹھنا ضروری ہے۔ یہاں آتے وقت وہ اس جہاز پر سونیا کا نام پڑھ رہی تھی۔ شاہینہ کی زبان سے بھی اس نے یہ نام سنا۔ اسے کچھ یاد آ رہا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ سونیا کا نام کہاں سنا ہے؟"

اعلیٰ بی بی بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہی تھی اور سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا "وہ سب کچھ بھول چکی ہے لیکن ایک بات ہے۔ میں علمِ نفسیات کی روشنی میں کہتی ہوں کہ انسان چاہے سب کچھ بھول جائے لیکن اسے وہ کبھی نہیں بھولتا جو اس کے دل کو، دماغ کو متاثر کر کے اس کی روح میں اتر گیا ہو۔ سونیا نے رسونتی کے لیے اتنی بڑی قربانی دی ہے اور رسونتی کو اس انداز میں متاثر کیا ہے کہ وہ سب کچھ بھولنے کے بعد بھی سونیا کے نام پر چونک گئی ہے۔ اس کے دماغ کے تہہ خانے تک تم پہنچ چکے ہو لیکن دماغ کے پاتال میں پہنچنا بہت مشکل ہے اور اس پاتال میں سونیا موجود ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم رسونتی کے پاس بیٹھو۔ ہو سکتا ہے تمہیں اس کی باتوں سے کچھ اور معلومات حاصل ہوں اور تم اس کے دماغ کا تجزیہ کر سکو۔"

وہ رسونتی کے پاس چلی گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا اپنی کے پاس ایک سیٹ میرے لیے خالی تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ اٹھ کر احتراماً کھڑی ہو گئی۔ میں نے کہا "بیٹھ جاؤ۔"

پھر میں نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا "کیا تم مطمئن ہو کہ یہاں سب ہمارے آدمی ہیں۔ کوئی بہروپیا نہیں ہے؟"

"میں مطمئن ہوں۔ سب سے پہلے میں اس طیارے کے دروازے پر آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر جو بھی آتا گیا میں اسے کوڈ ورڈز کے ذریعے پہچانتی گئی۔ دھوکے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

میں پائلٹ وائلڈ کریکیڑ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ وہاں سے کہا جا

رہا تھا: دس بج کر پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ سونیا کو مین رن وے پر لایا جائے۔"

پائلٹ نے ٹاور سے ملنے والے احکامات کی تعمیل کی۔ آخر دس بج کر پندرہ منٹ پر طیارے نے پرواز کی۔ ہم نے پاکستان کی زمین کو الوداع کہہ دیا۔ جب جہاز بلندی پر پہنچ گیا تو میں نے اسٹیورڈ ہنری کوپر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سامنے اس دروازے کے پاس پہنچا جس کے دوسری طرف پائلٹ روم تھا اس نے دروازے کے پاس لٹکنے والے ایک مائک کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر کہنا شروع کیا: "میں فرہاد علی تیمور تم سب سے مخاطب ہوں۔"

سب چونک کر کبھی میری طرف اور کبھی اس اسٹیورڈ کی طرف دیکھنے لگے۔ میں مسکرا رہا تھا اور اسٹیورڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے ذریعے اپنی باتیں نشر کر رہا تھا اور وہ باتیں اسٹیورڈ کی زبان سے ادا ہو رہی تھیں۔ اسٹیورڈ نے کہا: "مائی سویٹ اعلیٰ بی بی! اور اعلیٰ بی بی کے وفادار ساتھیو! سونیا کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اسے تم سب اچھی طرح جانتے ہو مگر تم صرف اسے جانتے ہو۔ میں اسے پہچانتا بھی ہوں۔ میرے شانہ بشانہ اس نے ایک نہیں ہزار بار موت کے راستوں کو بدل دیا۔ آج ہم اسی سونیا کی آغوش میں اپنے نئے سفر کا آغاز کر رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بلند آواز سے کہا: "تھری چیئرز فار سونیا۔"

اس کے جواب میں سب نے ایک آواز میں تین بار کہا: "ہپ ہپ ہرا۔"

میں نے پھر اسٹیورڈ کی زبان سے کہا: "مگر میرے ساتھیو! یہ البیلی سونیا ہمیں جب منزل پر پہنچائے گی۔ وہاں قدم قدم پر موت ہماری منتظر ہوگی۔ دشمنوں نے میرے خلاف کتنی زبردست چال چلی ہے یہ آپ لوگوں کے علم میں ہے۔ وہ صرف ہتھیاروں سے نہیں، مکاریوں سے بھی لڑ رہے ہیں۔ وہاں وہ کیسی مکارانہ چالیں چلیں گے۔ یہ ابھی ہم نہیں جانتے لیکن ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ بابا فرید واسطی کے سائے میں رہ کر تم لوگوں نے ہر لمحہ محتاط اور مستعد رہ کر زندگی گزارنا سیکھا ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ تم لوگ عملی طور پر کتنے ذہین، حاضر دماغ اور باصلاحیت ہو۔"

میری اس بات پر وہ سب مسکرانے لگے۔ اعلیٰ بی بی بھی مسکرا رہی تھی لیکن کسی نے زبان سے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اپنے باصلاحیت، ذہین اور حاضر دماغ ہونے کا عملی ثبوت دیں گے۔ یقیناً وہ لوگ دعوے کرنا نہیں جانتے تھے۔ وقت آنے پر کر گزرنا جانتے تھے۔

میں نے اسٹیورڈ ہنری کوپر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو دیکھنے لگا۔ پھر حیرانی سے بولا: "میں اب تک کیا کر رہا تھا؟"

اس کی بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا: "اب تک میں تمہارے دماغ پر قابض تھا۔ اب تم جو کہنا چاہو وہ کہہ سکتے ہو۔"

اس نے مسکرا کر پھر مجھے دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا: "میرے معزز دوستو! سفر کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں مسٹر فرہاد نے میرے دماغ کے ذریعے آپ لوگوں سے کیا کہا یہ میں نہیں جانتا۔ میں آپ لوگوں کو اس طیارے کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک لمحہ ٹھہر کر اس نے کہنا شروع کیا: "آج سے پہلے طیارہ ہمارے سپر ماسٹر کے استعمال میں تھا۔ انھوں نے اپنی اور اپنے ساتھ سفر کرنے والے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے یہاں انتظامات کر رکھے ہیں۔ وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ پہلی بات یہ سمجھ لیجیے کہ اگر کوئی طیارے کو اغوا کرنا چاہے۔ یہاں میری جگہ ایک اسٹین گن لے کر کھڑا ہو جائے اور دھمکی دے کہ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے تو ایسی صورت میں کسی کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میں سے کوئی ایک شخص بیٹھے ہی بیٹھے اپنے دائیں پاؤں کو سیٹ کے نیچے لے جائے۔ میں فرہاد صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایسا کریں۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ بیٹھے ہی بیٹھے اپنے دائیں پاؤں کو سیٹ کے اندر لے گیا۔ میرا وہ پیر ایک جگہ کسی چیز سے ٹکرایا۔ اسٹیورڈ نے کہا: "یقیناً اب آپ کا پاؤں ایک جگہ رک گیا ہوگا۔ رک گیا ہے۔ وہاں اس حصے کو آپ اپنے جوتے کی ایڑی سے دبا دیجیے۔"

میں نے دبایا۔ دوسرے ہی لمحے اسٹیورڈ کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ اب نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک دم سے پھسل گیا اور پھسلتا ہوا ہمارے درمیان والی راہداری سے گزرتا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے فوراً پاؤں ہٹایا تو وہ رک گیا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا مائک کے پاس آیا اور پھر کہنے لگا: "یہ رولنگ فلور ہے کوئی بھی اسٹین گن یا مہلک ہتھیار لے کر یہاں قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ راہداری کے اس سرے سے اس سرے تک پھسلتا چلا جائے گا اور کسی کو اپنے نشانے پر نہیں لے سکے گا۔ فرہاد صاحب نے جس کل کو اپنے دائیں پاؤں سے دبایا ہے وہ کل ہر ایک کی سیٹ کے نیچے موجود ہے مگر کوئی بے دھیانی میں اب کوئی کل کو نہ دبائے۔ میں اور تماشہ بننا نہیں چاہتا۔"

اس کی اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ اسٹیورڈ نے کہا: "ویسے یہ محض احتیاطی تدبیر ہے ورنہ پائلٹ روم میں ایک جاسوسی آلہ لگا ہوا ہے کہ کوئی اس طیارے میں آتشی اسلحہ یا ٹائم بم وغیرہ لے کر داخل ہو تو پائلٹ روم میں ایک سرخ لائٹ روشن ہو جاتی ہے اور ایسے لوگوں کی نشاندہی کرتی ہے۔"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا: "اگر جہاز کا ایندھن ختم ہو جائے یا جہاز میں کوئی ایسی خرابی پیدا ہو جائے کہ رن وے پر نہ اتارا جا سکے یا جہاز میں اچانک آگ لگ جائے تو اس کے لیے بچاؤ کی جو تدبیر ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ لوگوں کی سیٹ کے ساتھ جو سیفٹی بیلٹ ہے اسے ان حالات میں فوراً باندھ لیں۔ آپ کے دائیں ہاتھ کے ہتھے کے نیچے ایک بٹن ہے۔ آپ میں سے کوئی چار مسافر بیک وقت اپنے اپنے بٹن دبائیں تو اس طیارے کی چھت یکبارگی کھل جائے گی۔"

پھر اس نے جلدی سے کہا: "دیکھیے۔ آپ اس بٹن کو ہولے سے چھو کر دیکھیں۔ اسے دبائیں گے تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ اسی وقت چھت کھل جائے گی۔ چھونے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

ہم سب نے ہتھے کے نیچے اسے چھو کر دیکھا اور ایک بٹن کو محسوس کیا۔ اسٹیورڈ نے کہا: "آپ تمام لوگوں کی سیٹوں کی چھت پر جو دائرے نظر آ رہے ہیں ان میں پیراشوٹ بندھے ہوئے ہیں۔ وہ پیراشوٹ آپ لوگوں کی سیٹوں سے منسلک ہیں۔ اب آپ اپنے بائیں ہاتھ کے ہتھے کے نیچے ایک بٹن کو محسوس کریں۔"

سب نے اپنے بائیں ہتھے کے نیچے اس بٹن کو محسوس کیا۔ اسٹیورڈ نے تاکید کی تھی کہ اسے بھی دبایا نہ جائے۔ اس کے بعد اس نے کہا: "چھت کھلتے ہی جب آپ بائیں ہاتھ کے بٹن کو زور سے دبائیں گے تو اچانک ایئر پریشر کی وجہ سے وہ تمام پیراشوٹ ایک جھٹکے سے کھلیں گے اور آپ کو اپنی سیٹوں سمیت اڑا کر چھت کے پار لے جائیں گے۔"

میں نے حیرانی سے اپنی سیٹ کو دیکھا۔ اسٹیورڈ نے کہا: "یہ سیٹیں دوہری ہیں۔ جب آپ پیراشوٹ کے ساتھ اوپر جائیں گے تو آپ جس سیٹ پر بیٹھے رہیں گے وہ آپ کی ان سیٹوں کا اوپری حصہ ہوگا۔ باقی سیٹ ہتھے اور پشت کے ساتھ اسی جہاز میں رہ جائے گی۔"

سب لوگ اپنی اپنی سیٹوں کو ادھر ادھر سے دیکھنے لگے۔ اسٹیورڈ نے کہا: "اس طیارے میں سفر کرنے کے دوران جو باتیں ذہن نشین ہونا چاہئیں۔ وہ یہ ہیں کہ سیٹ کے دونوں ہتھوں کے نیچے جو بٹن ہیں انہیں زور سے نہ دبایا جائے۔ یہ احتیاط بہت ہی لازمی ہے۔ اس کے بعد سیٹ کے نیچے دائیں پاؤں کے پاس جو کل ہے اسے بھی نہ دبایا جائے کیونکہ جس وقت ہم آپ کی خدمت میں مصروف ہوں گے، اور بٹن دب گیا تو اس رولنگ فلور پر پھسل کر دور نکل جائیں گے اور ہمارا جو حشر ہوگا وہ آپ نے ابھی دیکھا ہے۔"

اس نے ایک ذرا رک کر پھر کہا: "اب میں آپ لوگوں کو پیراشوٹ کے بارے میں بتاؤں۔ جو پیراشوٹ اوپر چھت کے دائروں میں محفوظ ہیں۔ ان میں آپ لوگوں کے لیے ایک ایک کٹ موجود ہے۔ کٹ کے اندر ایک بھرا ہوا ریوالور، چند کارتوس، ایک شکاری چاقو، ایک قطب نما، سوکھے میوے اور سربند کھانوں کے ڈبے، پانی کی بوتلیں اور ایک ایک کمبل موجود ہیں۔ ان میں سے سیٹ نمبر سات اور چودہ کی کٹ میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ پندرہ اور سولہ نمبر کی سیٹ میں اینٹی ڈارک آئی لینس اور ٹارچ لائٹ وغیرہ ہیں۔ اسی طرح مختلف سیٹوں کی کٹ میں مختلف قسم کی ایسی چیزیں ہیں جو کسی جنگل میں، ویرانے میں یا پہاڑی راستوں میں کام آ سکتی ہیں۔"

وہ پھر ذرا دیر کے لیے رکا۔ اس کے بعد کہنے لگا: "پرواز کے دوران جو آفات ہم پر نازل ہو سکتی ہیں۔ ان سے بچاؤ کی تدابیر میں نے بتا دیں۔ اب آپ سنیے۔ اگر یہ طیارہ کسی رن وے پر کھڑا ہوا ہو اور دشمنوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہو تو آپ کیا کریں گے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ "آپ سب اپنے سائیڈ کی کھڑکیوں کو دیکھیں۔ کھڑکیوں کے ساتھ ایک بٹن ہے آپ اپنی اپنی کھڑکی کے بٹن دبائیں۔"

سب نے اس پر عمل کیا۔ بٹن دباتے ہی کھڑکیوں پر آہنی چادریں چڑھ گئیں۔ اسٹیورڈ نے کہا: "یہ چادریں اس پورے طیارے کی بیرونی باڈی کی طرح بلٹ پروف ہیں۔ باہر سے جتنی بھی فائرنگ ہوگی۔ آپ محفوظ رہیں گے لیکن آپ باہر والے دشمنوں کو کیسے دیکھیں گے؟"

اس نے پھر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے بعد کہا: "میں آپ لوگوں کو یہ بتا دوں کہ اس طیارے میں سب سے اہم [illegible] کی سیٹ ہے اور اس وقت اس سیٹ پر اعلیٰ بی بی بیٹھی ہوئی ہیں۔" ایک جوڑ نے خوش ہو کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا: "[illegible] از الیور لکی۔"

اسٹیورڈ نے کہا: "میں اعلیٰ بی بی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے سامنے والی سیٹ کے پشت پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبائیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اس بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے سے سیٹ کا پچھلا حصہ کھل کر ایک ٹرے کی طرح اعلیٰ بی بی کے سامنے آ گیا۔ اس ٹرے پر ایک چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اسٹیورڈ نے کہا: "اب آپ اس بٹن کو دبائیں جس پر آن لکھا ہوا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے دبایا تو اسٹیورڈ کے سر کے اوپر ایک

دلوار ٹی، وی اسکرین کی طرح روشن ہوگئی۔ جہاز کے دائیں طرف باہر کا حصہ نظر آنے لگا۔ بادل تیر رہے تھے کھلی فضا تھی۔ اسٹیورڈ نے کہا "اسی طرح آپ دو نمبر کے بٹن کو دبائیں گی تو طیارے کے بائیں طرف کا حصہ نظر آئے گا۔ تین نمبر کے بٹن کو دبانے سے طیارے کا اگلا حصہ اور چار نمبر کا بٹن دبانے سے طیارے کا پچھلا حصہ نظر آئے گا۔ گویا طیارے کے چاروں طرف جو دشمن ہوں گے وہ اس اوپر والی اسکرین پہ باری باری نظر آتے رہیں گے۔ آپ اس مشین کو دیکھیں نمبر ایک کے ساتھ حرف اے والا ایک بٹن ہے۔ پھر نمبر دو کے ساتھ بی والا بٹن ہے۔ نمبر تین کے ساتھ سی والا بٹن ہے اور نمبر چار کے ساتھ ڈی والا بٹن ہے۔ آپ ان بٹنوں کو باری باری دبائیں گی تو دائیں بائیں آگے پیچھے اس طیارے کی نچلی باڈی سے فائرنگ ہونے لگی۔"

میں نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا "واہ سپر ماسٹر! آج پتہ چلا کہ تم کہیں بھی جاتے ہو تو جیمز بانڈ بن کر سفر کرتے ہو۔"

اسٹیورڈ نے کہا "میں نے آپ کو اس طیارے کے متعلق تمام معلومات فراہم کر دی ہیں۔ اب کوئی سوال ہو تو مجھ سے کریں۔ اور— آپ کے سامنے اب مس لولتیا حاضر ہو رہی ہیں۔ آپ کھانے پینے کی فرمائشیں کر سکتے ہیں۔" اسٹیورڈ اور لولتیا پوچھتے پھر رہے تھے کہ ہم کیا کھانا چاہتے ہیں۔ کیا پینا چاہتے ہیں۔ سب اپنی اپنی خواہش کا اظہار کر رہے تھے۔ طیارے کا اندرونی ماحول نہایت ہی خوشگوار تھا۔ اس ماحول میں یوڈی کلون کی خوشبو دماغ کو معطر کر رہی تھی۔ سفر اتنا آرام دہ، پُرسکون تھا جیسے طوفان سے پہلے سمندر کی لہریں پُرسکون ہو جاتی ہیں۔

ہمارا طیارہ رنگون کے کارنر رن وے پر اتر کر رک گیا۔ رنگون کا ماسٹر اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ میرے استقبال کے لیے آیا ہوا تھا۔ سب سے پہلے اعلیٰ بی بی کے چند خاص آدمی طیارے کے باہر گئے تاکہ ماسٹر سے گفتگو کریں اور جہاں میری رہائش کا انتظام ہو۔ وہاں مجھ سے پہلے وہ لوگ جائیں اور اس رہائش گاہ کو اندر اور باہر سے چیک کریں۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ پندرہ بیس منٹ کے بعد ان کے دماغوں میں پہنچ کر صورتِ حال معلوم کروں گا۔

ان کے بعد اعلیٰ بی بی اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ باہر گئی۔ میں رسونتی کے پاس آ گیا۔ وہ خاموش تھی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ کچھ نہیں بولی۔ تب میں نے خاموش رہ کر اس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں کیا کروں۔ ان لوگوں سے کیسے نجات حاصل کروں۔ یہ تو بہت گہرے لوگ ہیں۔ ان کی پوری فوج ہے۔ میں کیسے فرار ہو سکوں گی؟"

میں نے حیرانی سے اس کی سوچ پڑھی۔ پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "لیکن فرار ہونا کیوں ضروری ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ جب مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میں اس وقت فرہاد علی تیمور کے جال میں پھنسی ہوئی ہوں اور یہ سب فرہاد کے آدمی ہیں تو میں یہاں کیسے رہ سکتی ہوں؟"

یہ بات میرے لیے حیران کن تھی۔ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ فرہاد اس کے ساتھ ہے۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ اس کے دماغ سے جواب موصول ہوا اور جو جواب میں نے سنا اس سے میری ایک حماقت کا اظہار ہو رہا تھا۔

میری حماقت یہ تھی کہ جب ہم نے اس طیارے میں سفر کا آغاز کیا تو جہاز کے بلندی پر پہنچنے کے بعد میں نے اسٹیورڈ کی زبان سے اپنے ہمسفر ساتھیوں کو مخاطب کیا تھا اور جوش و جذبے میں یہ بھول گیا تھا کہ میں خود کو فرہاد علی تیمور کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں اور سامنے بیٹھی ہوئی رسونتی سُن رہی ہے اور تب ہی سے وہ گم صم ہو گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے سمجھانے بجھانے پر کچھ کہہ رہی تھی مگر اندر ہی اندر میرے خلاف پک رہی تھی۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا تم نے محسوس کیا کہ رسونتی سفر کے دوران خاموش رہی ہے۔"

"ہاں، اور میں نے تمھاری ایک غلطی بھی نوٹ کی لیکن میں کیا کر سکتی تھی۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح بات تمھاری زبان سے نکل گئی تھی۔ تم نے خود کو فرہاد علی تیمور ظاہر کر دیا تھا۔ میرا تم سے کچھ کہنا یا نہ کہنا برابر تھا اس لیے میں خاموش رہی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر رسونتی سے کہا "تم نے پاکستان سے یہاں تک میرے ساتھ سفر کیا ہے۔ کیا میں نے تمھیں کوئی نقصان پہنچایا؟ تم فرہاد کے نام سے نفرت کرتی تھیں اس لیے میں نے خود کو کبیر بیدل کہا اور میرا مقصد یہی تھا کہ میں تمھیں پاکستان سے لا کر تمھیں تمھارے ماحول میں پہنچاؤں۔ ہندوستان تمھارے لیے خطرے کی جگہ تھی۔ اس لیے میں یہاں رنگون میں تمھیں لے آیا ہوں۔ میں یہ سب کچھ تمھاری بھلائی کے لیے کر رہا ہوں۔ کیا پھر بھی تم مجھ سے نفرت کرو گی؟"

اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر کہا "اگر کوئی شخص خواہ مخواہ میرا شوہر بننا چاہے اور مجھے بدنام کرے تو کیا میں اس سے نفرت نہیں کروں گی؟"

"رسونتی تم اپنے آپ کو میری حد تک بھول چکی ہو۔ اگر مجھے یاد نہیں کر رہی ہو۔ تم میرے بچے کی ماں ہو۔"

وہ تقریباً چیخ کر بولی "بکواس مت کرو۔ میرے پاس سے دور چلے جاؤ۔ میں تمھارے قریب بیٹھنا پسند نہیں کرتی یا پھر مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"تمھارا دماغ کمزور ہے تمھیں غصے اور جوش میں نہیں آنا چاہیے چلو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں کبھی تمھیں اپنی بیوی یا بچے کی ماں نہیں کہوں گا۔ اب تو مجھ سے نفرت نہیں کرو گی؟"

پھر میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ رہی تھی مجھے مصلحت سے کام لینا چاہیے۔ یہاں غصہ دکھانے سے کام نہیں بنے گا۔ یہ سوچتے ہی اس نے نظریں جھکا کر ذرا نرم پڑتے ہوئے کہا "اچھی بات ہے۔ اب میں تم سے نفرت نہیں کروں گی۔ تم میرے اتنے قریب نہ بیٹھو۔ یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "چلو اب ہم طیارے کے باہر چلیں گے۔ میں تمھارے رشتہ داروں کے پاس تمھیں پہنچاؤں گا۔ یقیناً راجیش، مہیش اور ان کی ماتا جی تمھارا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

وہ ایک دم خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے سر ہلا کر کہا "رسونتی! میں تمھارا دشمن نہیں ہوں۔ جو کہتا ہوں۔ اس پر عمل کرتا ہوں۔ پاکستان میں، میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمھارے شناساؤں کے پاس پہنچاؤں گا۔ میں یہ وعدہ اب پورا کر رہا ہوں۔ آؤ۔"

ہم طیارے سے باہر آ گئے۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں یہاں کا ماسٹر ڈی سوزا ہوں۔ مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے آپ میرے شہر میں آئے ہیں۔ یہ میری عزت افزائی ہے۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ یہاں آپ کو کسی چیز کی کمی نہ ہو اور کسی دشمن کا سایہ آپ پہ نہ پڑے۔"

میں نے کہا "ان سے ملیے یہ ہیں مادام رسونتی۔"

ماسٹر ڈی سوزا نے خوش ہو کر کہا "اوہ، یہ تو میری خوشی کی انتہا ہے کہ مادام بھی تشریف لائی ہیں۔"

رسونتی نے دور تک اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا "راجیش اور مہیش نظر نہیں آ رہے ہیں؟"

"تم میرے ساتھ چلو۔ وہ ہمارے پاس آ جائیں گے۔" پھر میں نے ماسٹر سے کہا "ایک منٹ کی مہلت چاہتا ہوں۔ ذرا اپنے آدمیوں کی خبر لے لوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اعلیٰ بی بی کے ان چوروں سے رابطہ قائم کیا جو میری رہائش گاہ کو چیک کرنے گئے تھے۔ انھوں نے کہا۔ "جناب! ہم مطمئن ہیں۔ آپ یہاں آ سکتے ہیں۔"

اس کے بعد میں راجیش کے پاس پہنچا۔ وہ اور مہیش اپنی ماں سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اسی بنگلے میں تھے جس کا پتہ انھوں نے مجھے بتایا تھا۔ میں نے وہاں سے دماغی طور پر واپس آ کر ماسٹر ڈی سوزا سے کہا "ماسٹر آپ میرے چند آدمیوں کو لے کر میری رہائش گاہ میں پہنچیں میں مادام رسونتی کو ان کے ایک رشتہ دار کے ہاں چھوڑ کر آتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے میری طرف دیکھا میں نے کہا "تم اور تمھارے چند خاص ماتحت بھی میرے ساتھ چلیں گے۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ دس منٹ کے بعد ہم ایئرپورٹ کے باہر آئے۔ وہاں ہمارے لیے کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ماسٹر ڈی سوزا نے کہا "یہ آپ کی خاص کار ہے۔ اس کی خصوصیات اگر آپ پوچھنا چاہیں تو میں ابھی بتا دوں۔ یہ باہر سے بلٹ پروف ہے۔ جب کوئی خطرہ ہو تو آپ اپنے اسٹیئرنگ کے سرخ بٹن کو دبا دیں۔ کھڑکیوں، ونڈ اسکرین اور بیک اسکرین پر آہنی چادریں چڑھ جائیں گی اور یہ سب بلٹ پروف ہوں گی۔ اسی اسٹیئرنگ پہ سفید بٹن کو دبانے سے آپ کے سامنے ایک ٹی وی اسکرین روشن ہو گا جس سے آگے کا راستہ نظر آتا رہے گا۔ اسی اسٹیئرنگ پر ایک کالا بٹن ہے جسے دباتے ہی آپ کی گاڑی کے پچھلے حصے سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔ تعاقب کرنے والے فرار ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ڈیش بورڈ میں ٹرانسمیٹر ہے۔ وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے والی فریکوئنسی لیول پر سیٹ کیا گیا ہے۔ آپ کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

میں اور اعلیٰ بی بی رسونتی کو پچھلی سیٹ پر اپنے درمیان لے کر بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر اعلیٰ بی بی کا ایک چور تھا۔ ہمارے آگے پیچھے والی کاروں میں اعلیٰ بی بی کے خاص آدمی موجود تھے۔ ان کاروں میں بھی ماسٹر ڈی سوزا کے ڈرائیور تھے کیونکہ وہ رنگون کی سڑکوں اور گلیوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ میں نے انھیں راجیش کے مکان کا پتہ بتا دیا تھا۔

شوڈاگون کے علاقے کی طرف ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے ماسٹر ڈی سوزا کو سختی سے حکم دیا تھا کہ جب بھی میں اپنی رہائش گاہ سے باہر رہوں تو مجھے تنہا نہ چھوڑا جائے۔ میری پوری طرح حفاظت کی جائے۔ اس لیے ماسٹر اگلی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے ساتھ ہی رہنا چاہتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ وہ بار بار ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے رابطہ قائم کرتا تھا اور پوچھتا تھا کیا ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟ جواب میں یہی کہا جاتا "نہیں جناب! آگے پیچھے جتنی بھی کاریں ہیں۔ وہ دوسرے راستوں پر مڑ جاتی ہیں۔ اب تک کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جو مسلسل تعاقب میں ہو۔"

تھوڑی دیر بعد ماسٹر ڈی سوزا نے ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "فرہاد صاحب چونکہ ہمیشہ خطرات میں

گھرے رہتے ہیں۔ اس لیے انھیں اندیشہ ہے۔ ورنہ یہاں تو ماسٹر ڈلیوزا کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ کس کی اتنی جرأت ہے کہ وہ میری موجودگی میں فرہاد صاحب کا تعاقب کرے ؟"

میں اس کی سوچ پڑھنے کے بعد مسکرا کر رہ گیا۔ ہم بخیریت اس بنگلے تک پہنچ گئے جہاں راجیش ٹھہرا ہوا تھا۔ تین کاروں کو اپنے بنگلے کے سامنے دیکھ کر وہ سب باہر نکل آئے۔ ہم سب ان کے لیے اجنبی تھے۔ مجھ سے بھی ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ رسونتی کو دیکھے ایک مدت گزر گئی تھی پھر بھی اس کی ماتاجی نے آنکھیں میچ میچ کر دیکھا اور راجیش کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "مجھے تو یہ رسونتی لگتی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "راجیش! میں فرہاد ہوں اور یہ ہے رسونتی۔" میں نے رسونتی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ دور ہٹ گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی مہیش اور راجیش کی ماتاجی کے پاس گئی اور ان کے قدم چھونے لگی۔ انھوں نے اسے دعائیں دیں۔ پھر اپنے گلے سے لگا لیا۔ رسونتی اس دوران کبھی راجیش کو اور کبھی مہیش کو دیکھ رہی تھی اور انھیں پہچان رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "مجھے یاد آرہا ہے۔ میں نے آپ لوگوں کو دیکھا ہے لیکن بہت پرانی بات ہے۔ پتہ نہیں۔ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میں کیوں اتنی کمزور ہوگئی ہوں۔ مجھے تو سانس روک لینے کی عادت تھی۔ میں دوسروں کے دماغوں میں پہنچ جاتی تھی لیکن اب یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔"

راجیش نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "آپ چنتا نہ کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس وقت اعلیٰ بی بی اسی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور ایک چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ان چوروں سے رابطہ قائم کر رہی تھی جو بھارت سے آئے تھے اور ہم سے پہلے رسونتی کی حفاظت کے لیے اس بنگلے کے چاروں طرف اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا وہ بتا رہے تھے کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر موجود ہیں۔ ابھی خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی مشکوک آدمی انھیں نظر نہیں آیا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے اپنی ایک بھارتی چور کے متعلق پوچھا "سجاتا کہاں ہے ؟"

چور نے جواب دیا "سجاتا راجیش کے ہاں ملازمہ بن کر اسی بنگلے میں موجود ہے۔ اس طرح وہ ہمیشہ رسونتی کے قریب رہے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد پوچھا "فرہاد تم نے سب سن لیا ہے نا ؟"

"سن لیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ دشمن ہم سے دور کیوں ہوگئے ہیں ؟ انھوں نے ہمارا پیچھا نہیں کیا۔ انھوں نے ہمیں گھیرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں بھی بالکل سناٹا ہے دور تک کسی کا پتہ نہیں ہے۔"

اس نے کہا "وہ بہت گہری چال چل رہے ہیں۔ انھوں نے ہماری نادانستگی میں کوئی ایسی سرنگ بچھائی ہے جس کا علم ابھی ہمیں نہیں ہے۔"

میرے ساتھ آئے ہوئے چور راجیش کے بنگلے کے چاروں طرف پھیل گئے تھے میں راجیش، مہیش اور اس کی ماتاجی کے ساتھ برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ رسونتی کو سمجھا رہے تھے کہ فرہاد دشمن نہیں ہے اور اسے بتا رہے تھے کہ میں نے کتنے بُرے وقتوں میں اس کی مدد کی ہے اور کس طرح اُسے اس کے ہندوستانی دشمنوں سے بچاتا رہا ہوں۔ رسونتی کبھی پریشان ہو کر راجیش، مہیش اور ان کی ماتاجی کو دیکھتی تھی۔ اسے ان پر بڑا بھروسہ تھا اور جن پر بھروسہ تھا وہی میری حمایت میں بول رہے تھے۔ پھر وہ کبھی کبھی مجھے بے یقینی سے دیکھتی تھی۔ پہچاننے کی کوشش کرتی تھی لیکن پہچان نہیں سکتی تھی پھر اُس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "ماتاجی، میں اپنے من کی، اپنی آتما کی شانتی چاہتی ہوں اور یہ شانتی بھگوان کے چرنوں میں ہی ملے گی۔ مجھے اپنے پوجا گھر میں لے چلیے۔"

اس کی ماتاجی نے کہا "بیٹی! ہم آج صبح یہاں پہنچے ہیں۔ اسی لیے میں اس بنگلے کے کسی کمرے کو پوجا گھر نہیں بنا سکی۔ کل تک یہ ہو جائے گا۔ مندر اس بنگلے کے پیچھے ہی ہے۔ کوئی سو گز کا فاصلہ ہوگا۔ چلو میں تمھیں وہیں لے چلتی ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "اپنے آدمیوں کو فوراً اس بنگلے کے پیچھے والے مندر میں بھیجو۔ وہاں وہ مشتبہ آدمیوں پر نظر رکھیں۔"

پھر میں نے راجیش سے پوچھا "اس مندر میں بہت سے پوجا کرنے والے آتے ہوں گے ؟"

"ہاں، مرد، عورت، بچے، بوڑھے سبھی جاتے ہیں کسی پر پابندی نہیں ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چل سکتے ہیں۔"

"مجھے تو چلنا ہی ہوگا۔ اس وقت خطرات ہمارے آس پاس منڈلا رہے ہیں۔ میں رسونتی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

پندرہ منٹ کے اندر ہمارے تمام آدمی بنگلے سے مندر تک پھیل گئے۔ ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مندر کی طرف جانے لگے اس دوران میں نے ان چوروں سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہم سے بہت پہلے مندر میں پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے کہا "ہم نے سراغ رساں آلات کے ذریعے مندر کی دیواروں کو، مندر کے ایک ایک گوشے کو اور پوجا کی جگہ کو بھی چیک کیا ہے۔ ہمارے آلات نے کسی خطرے کی نشاندہی نہیں کی۔ اب ہم مندر میں آنے جانے والے لوگوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔"

ہم بہت اونچے اور وسیع و عریض مندر کے بڑے احاطے میں پہنچ گئے۔ اس احاطے میں چھوٹے چھوٹے آشرم سے بنے تھے۔ جہاں بیوہ عورتیں، یتیم بچے اور بھٹکے ہوئے مسافر پناہ لیتے تھے۔ رسونتی مندر کے احاطے میں داخل ہوتے ہی زیر لب سنسکرت میں کچھ پڑھنے لگی۔

ہم سب اُسے اپنے درمیان لیے چل رہے تھے۔ مسلمانوں میں میں اور اعلیٰ بی بی تھے۔ عیسائیوں میں اعلیٰ بی بی کے چار چور ہمارے پیچھے تھے۔ راجیش، مہیش اور ان کی ماتاجی رسونتی کے آس پاس اور پیچھے چل رہے تھے۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ وہ سنسکرت زبان میں اپنے بھگوان سے مخاطب تھی اور گڑگڑا کر التجا کر رہی تھی کہ اسے اس کا اصلی روپ دکھایا جائے۔ وہ کیا بھول گئی ہے اور کیوں بھول رہی ہے اور یہ فرہاد اس کی زندگی سے اتنا گہرا تعلق کیوں رکھتا ہے کہ اسے اپنے بچے کی ماں کہہ رہا ہے۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اندر ہی اندر رو رہی تھی اور پرارتھنا کرتی جا رہی تھی۔ پھر ہم سب نے اپنے جوتے اتار دیے۔ مندر کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اس کے چکنے فرش پر پہنچ گئے۔ بہت بڑے بڑے ستون نظر آرہے تھے۔ ان ستونوں کے درمیان زنجیروں سے بڑے بڑے گھنٹے لٹک رہے تھے۔ پوجا کے لیے جانے والے یا وہاں سے لوٹ پاؤں واپس ہونے والے ایک بار اس گھنٹے کو بجاتے تھے۔ جھک کر اپنے بھگوان کی مورتی کو پرنام کرتے تھے پھر چلے جاتے تھے۔ رسونتی اور راجیش وغیرہ نے بھی یہی کیا۔ ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے مندر کے اُس حصے میں پہنچے جہاں ایک بڑا سا لکڑی کا دروازہ تھا اس دروازے کے پیچھے شری کرشن جی کی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ وہ روایتی انداز میں کھڑے ہوئے مرلی بجا رہے تھے۔ ان کے چرنوں کے آس پاس پھول اور پرشاد نظر آرہے تھے۔ کچھ کرنسی نوٹ اور سکے بھی تھے۔ ہم دروازے کے باہر رک گئے۔ رسونتی، راجیش، مہیش اور ان کی ماتاجی کے ساتھ دروازے کے پار بھگوان کی مورتی کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں صرف ایک پنڈت کھڑا ہوا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے جو کچھ ہوا۔ اس کی ہمیں توقع نہیں تھی۔

پنڈت جی نے اچانک ہی پلٹ کر دروازے کو ایک دھماکے سے بند کر دیا۔ پتہ چلا کہ دروازے کے پیچھے بھی دو شخص چھپے ہوئے تھے انھوں نے اس بھاری بھرکم دروازے کو بند کرنے میں مدد کی تھی اور اس دروازے کے پیچھے کھٹکا لگا دیا تھا تاکہ ہم دھکے مار کر بھی اسے نہ کھول سکیں۔ اعلیٰ بی بی کے چور جوش میں آکر دوڑتے ہوئے دروازہ کو دھکا مارنا چاہتے تھے۔ میں نے انھیں روک دیا اور کہا "اس وقت کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ سب میرے آئندہ حکم کے منتظر رہیں۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ راجیش کے دماغ میں پہنچا۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ کیا حرکت ہے۔ دروازے کو کیوں بند کیا گیا ہے ؟"

پھر میں نے راجیش کے دماغ سے معلوم کیا۔ پنڈت جی اپنے سر کی پگڑی اتار رہے تھے اور اپنے ماتھے کا تلک پونچھ رہے تھے مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے "ہم پنڈت نہیں ہیں۔ تمھارے اصل پنڈت اس مورتی کے نیچے تہہ خانے میں ہیں۔"

رسونتی، ماتاجی اور مہیش سہمے ہوئے ان دو آدمیوں کو دیکھ رہے تھے جو دروازے کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ نقلی پنڈت نے کہا "اب میں فرہاد سے مخاطب ہوں۔ اگر وہ تم میں سے کسی کے دماغ میں موجود ہے تو مجھ سے باتیں کرے۔"

میں نے کہا "ہاں، میں موجود ہوں۔ بولو؟"

اس نے کہا "ہم کل سے تم لوگوں کے محتاط رہنے کا تماشہ دیکھ رہے ہیں ہم نے لندن کے فلائنگ کلب میں طیارے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن معلوم ہوا کہ ہم وہاں چھپیں گے یا کوئی مہلک ہتھیار چھپا کر رکھیں گے تو سراغ رساں آلات کے ذریعے ان کی نشاندہی ہو جائے گی۔ لہٰذا ہم مجبور ہو گئے۔ یہاں بھی ہم نے دیکھا تمھاری رہائش گاہ میں اسی طرح چیکنگ ہو رہی ہے۔ پھر اس مندر میں بھی تمھارے آدمیوں نے اسی انداز سے چیکنگ شروع کی لیکن ایک بات تم سب بھول گئے اور وہ یہ کہ اکثر مندروں میں بھگوان کی مورتی کے نیچے تہہ خانے ہوتے ہیں۔ یہ تہہ خانہ مندر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اب اس مندر کے تہہ خانے سے ایک بم بلند ہو کر آئے گا اور کرشن جی کے قدموں سے چپک جائے گا پھر ایک ریموٹ فائرنگ کنٹرولر کے ذریعے اس بم کو بلاسٹ کیا جائے گا۔ اور یہاں کرشن مہاراج کی مورتی کے ساتھ ساتھ تمھاری رسونتی کے بھی چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ مگر نہیں۔ یہاں بے چاری ایک بوڑھی عورت بھی ہے۔ اس کی زندگی کے دن بھی پورے ہو رہے ہیں۔ بھلا اس کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے۔ ان دونوں کو ہم نہیں چھوڑتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک نائیلون کی رسی لی۔ اسے رسونتی کی ایک کلائی سے باندھنے لگا۔ راجیش اور مہیش بت بنے کھڑے تھے۔ انھیں دھمکی دی گئی تھی کہ اگر ذرا بھی حرکت کریں گے تو گولی مار دی جائے گی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے راجیش اور مہیش کو سمجھا دیا تھا کہ وہ چپ چاپ تماشہ دیکھتے رہیں۔

رسونتی کی ایک کلائی کو اس نائیلون کی رسی سے باندھنے کے بعد اس نے اس کے دوسرے سرے کو لوہے کی ایک کڑی کے اندر سے گزارا جو بھگوان کی مورتی کے چبوترے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ رسی کے دوسرے سرے کو ماتاجی کی کلائی سے باندھ دیا۔ پھر اس نے نائیلون کی دوسری رسی لی۔ اس سے رسونتی کی دوسری

کلائی کو باندھا۔ پھر بھگوان کی مورتی کے پیچھے جا کر وہاں بھی ایک لوہے کی کڑی سے اس رسّی کو گزار کر اس نے ماتا جی کی دوسری کلائی کو دوسرے سرے سے باندھ دیا۔ اس طرح ایک طرف رسونتی تھی، دوسری طرف ماتا جی تھیں اور بیچ میں چبوترے پر بھگوان کی مورتی تھی۔ وہ دونوں دروازہ کھولنے کے لیے آگے نہیں بڑھ سکتی تھیں کیونکہ نائیلون کی رسیاں آہنی کڑیوں سے اُلجھی ہوئی تھیں۔

اس کے بعد اس نقلی پنڈت نے چبوترے پر آ کر بھگوان کی مورتی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ ان ریوالور والوں نے اشارے سے راجیش اور مہیش کو وہاں سے چلنے کے لیے کہا۔ اس پنڈت نے کہا "اس تہہ خانے کے راستے سے نیچے اتر جاؤ اور ان عورتوں کو بھول جاؤ۔"

میں نے راجیش اور مہیش کو سختی سے تاکید کی کہ وہ کوئی حرکت نہ کریں۔ ضد نہ کریں ورنہ خواہ مخواہ مارے جائیں گے۔ اس طرح رسونتی اور ماتا جی کو بھی نہیں بچا سکیں گے لہٰذا وہ جو حکم دے رہے ہیں اس پر عمل کریں۔

وہ چپ چاپ سر جھکا کر اس تہہ خانے میں اُتر گئے۔ ریوالور والے ان کے پیچھے تھے۔ آخر میں پنڈت آہستہ آہستہ تہہ خانے سے اُترتا ہوا نیچے گیا پھر جب اس کا سر اس تہہ خانے میں غروب ہونے لگا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑی ہوئی مورتی کو اس کی جگہ رکھ دیا۔ اس طرح تہہ خانے کا وہ راستہ بند ہو گیا۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میرے آس پاس دور تک جو چور بکھرے ہوئے تھے وہ سب کے سب غائب ہو گئے تھے۔ صرف اعلیٰ بی بی مندر کے اس بند دروازے سے لگی کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔ اپنی ذہانت اور حاضر دماغی کو آزما رہی تھی۔ دو چور ایک ستون کی آڑ میں کھڑے ہوئے اعلیٰ بی بی کے حکم کے منتظر تھے۔ میں نے مختصر طور پر اعلیٰ بی بی کو بتایا کہ رسونتی اور ماتا جی بھگوان جی کی مورتی کے آس پاس بندھی ہوئی ہیں اور دشمن راجیش اور مہیش کو لے کر تہہ خانے میں اتر گئے ہیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں خوب سمجھتی ہوں۔ اُن دس قاتلوں میں سے کوئی دو قاتل ہیں۔ اس وقت یقیناً وہ تمھارا مطالبہ کریں گے۔ تمھیں کہیں تنہائی میں بلائیں گے۔ تم فوراً ان کے مطالبے کو تسلیم کر لینا۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر آنکھیں بند کر لیں اور اس نقلی پنڈت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے مسکرا کر کہا "آہا۔ مسٹر فرہاد! آپ میرے پاس آ گئے ہیں۔ اس طرح آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ میں کون ہوں۔ یوگا کا ماہر ہوں۔ ہمارے بارہ جوانوں میں سے دو کو تم نے ہلاک کر دیا۔ دو کو تم نے اپنے ملک میں پھنسا دیا۔ اب تیسری ٹولی تمھارے پاس پہنچ گئی ہے اور اس تیسری ٹولی کے دو قاتلوں میں سے ایک میں ہوں۔"

اس وقت تہہ خانے کے ایک تنگ راستے سے راجیش اور مہیش گزر رہے تھے۔ ان کے پیچھے وہ ریوالور والے تھے اور سب سے پیچھے وہی نقلی پنڈت یا میرا قاتل تھا۔ اس نے کہا "فرہاد! سب سے پہلے تو میں یہ وارننگ دے دوں کہ مندر کے جس بند دروازے کے پاس تم اپنے آدمیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے ہو۔ اس دروازے کو توڑنے کی کوشش کرنا اور نہ ہی کسی ہتھیار سے کاٹ کر گرانے کی کوشش کرنا کیونکہ میرے آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ٹی۔ وی اسکرین پر تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ اگر تم لوگوں نے کوئی ایسی حرکت کی تو تمھیں سنبھلنے کی مہلت دیے بغیر اس بم کو بلاسٹ کر دیا جائے گا۔"

وہ کہہ رہا تھا اور میں آہستہ آہستہ بڑبڑانے کے انداز میں یہی باتیں اعلیٰ بی بی کو سناتا جا رہا تھا۔ تہہ خانے کی وہ سرنگ بہت لمبی تھی۔ وہ چلتے جا رہے تھے۔ میرے قاتل نے کہا "ہم تم کو زد سے بہت دور نکل جانا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے ہاں، تو اب تمھارے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم رسونتی کو بچانے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

وہ ایک ذرا چپ ہوا۔ پھر اس نے کہا "رسونتی اگرچہ بہت حسین ہے۔ ایک بچے کی ماں بن چکی ہے لیکن آج بھی اسے مقابلہ حسن میں شریک کیا جائے تو کوئی عورت اس کے حسن کی مثال پیش نہیں کر سکے گی۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا "مجھے ہنسی اس بات پر آ رہی ہے کہ تم بہت ہی پرانے پاپی ہو ایک بار کسی کو بیٹے کی ماں بنانے کے بعد اسے سیکنڈ ہینڈ سمجھنے لگتے ہو۔ رسونتی بھی شاید تمھارے دل سے اُتر چکی ہو گی یا شاید اس لیے اس کا مان کرتے ہو کہ اس نے تمھارے لیے ایک بڑے ہی خوبصورت بیٹے کو جنم دیا ہے۔"

اس نے سرنگ میں چلتے چلتے ٹھوکر کھائی۔ پھر سنبھل کر کہنے لگا "میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کیا اپنی بیوی کو اپنے بچے کی ماں کو زندہ دیکھنے کے لیے اس جگہ آ سکتے ہو۔ جہاں کا پتہ تمھیں بتایا جائے۔ شرط یہ ہے کہ بالکل تنہا آؤ گے۔ تمھارے ساتھ تمھارا ایک بھی ساتھی ہوا تو ادھر رسونتی کا کیا حشر ہو گا یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ سب سرنگ سے نکل کر اچانک ہی ایک سرنگ کے دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک گیس لائٹ میز پر رکھی تھی۔ اس کے پاس ایک نوجوان تھا اور شخص بازی گری میں مصروف تھا۔ ایک خنجر کو کبھی اوپر کی طرف اچھال رہا تھا اور اس کے نیچے گرنے سے پہلے اسے دستے کی طرف سے روک لیتا تھا۔ کبھی ٹانگ کے نیچے سے اس خنجر کو اچھال کر دوسری طرف پھینکتا تھا پھر اُسے زمین پر گرنے نہیں دیتا تھا اور اپنے پاؤں کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان روک لیتا تھا۔ میرے اس قاتل نقلی پنڈت نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "سانبھل! یہ دو مرغے آ گئے ہیں اور ان کی دو عورتیں اوپر بندھی ہوئی ہیں۔ اس وقت فرہاد ہمارے درمیان موجود ہے۔"

سانبھل نے اپنی بتیسی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی باچھیں پھیل گئی تھیں مسکرانے کے انداز میں بڑی درندگی تھی۔ اس نے کہا "اگر فرہاد موجود ہے تو ذرا میرا تماشہ دیکھے۔ اس نے خنجر کو نوک سے پکڑا۔ پھر راجیش کی طرف نشانہ لیتے ہوئے اس انداز میں خنجر کو پھینکا کہ وہ خنجر پنکھے کی طرح دائرے میں گردش کرتا راجیش کی طرف گیا۔ راجیش ایسا بوکھلا گیا تھا کہ اس سے بچنا بھول گیا تھا لیکن وہ خنجر اس کے سر کے اوپر سے گھوم کر پھر سانبھل کے پاس آیا اور سانبھل نے اُسے دستے کی طرف سے روک لیا۔

"ہی ہی، ہی ہی" اس نے بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا۔ "فرہاد! اگر میں چاہتا تو یہ خنجر ذرا نیچے کی طرف گردش کرتا ہوا جاتا اور اس کی گردن تن سے الگ ہو جاتی۔ خنجر زنی میں میرا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جب تم میرے سامنے ہو گے تو یہی خنجر گردش کرتا ہوا تمھارے دل کی طرف جائے گا۔ میں چاہوں گا تو وہ خنجر پیوست ہو گا۔ نہیں چاہوں گا تو میرے پاس میری ہتھیلی تک واپس آ جائے گا۔ آؤ، فرہاد آؤ۔ تم دم توڑتے توڑتے خنجر کا رقص دیکھو گے۔"

اس نقلی پنڈت نے کہا "سانبھل! میں نے فرہاد سے سوال کیا ہے۔ وہ رسونتی کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھنا چاہتا ہے تو ہمارے بتائے ہوئے پتے پر بالکل تنہا پہنچ جائے۔"

سانبھل نے ایک زور کا قہقہہ لگانے کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر لارنس عبداللہ، تم آدھے مسلمان ہو آدھے یہودی ہو۔ اتنا تو یقیناً جانتے ہو کہ عیاش آدمی کے لیے عورت کی قدر چند روزہ ہوتی ہے۔ بھلا فرہاد کی نظروں میں رسونتی کی کیا اہمیت ہو گی۔ رہ گیا بچہ تو بچے کو اس نے چھپا کر اطمینان کر لیا ہے کہ کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکے گا مگر ہم پہنچیں گے۔"

لارنس عبداللہ نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

وہ تیزی سے پلٹ کر لارنس سے دور گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولا "آج میں دیکھوں گا کہ میں کتنی مضبوط چٹان ہوں اور فرہاد کیسا بپھرا ہوا سمندر ہے۔ میں ٹوٹ جاؤں گا یا وہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔"

پھر اس نے ایک طرف خلا میں انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! تم سے ایک سوال ہے تم نے ایک ہندو دوشیزہ کو اپنی محبت کے جال میں پھنسایا اس کی عزت سے کھیلا۔ اسے اپنے بیٹے کی ماں بنایا۔ تم اس عورت کو ایک باسی کھانا سمجھ کر پھینک سکتے ہو لیکن تمھاری تہذیب، تمھارے اسلامی قوانین کیا کہتے ہیں؟ کیا وہی عورت جس کی عزت سے تم کھیل چکے ہو، جو اس وقت اپنے بھگوان کے چرنوں سے لگی بیٹھی ہے۔ وہ بھگوان جو زندگی دیتا ہے۔ اس کے قدموں تلے موت ہے۔ اس موت کو بھگوان نہیں صرف تم ٹال سکتے ہو صرف تم۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بلانے کے انداز میں کہا "آ جاؤ فرہاد آ جاؤ، شہر سے پینتالیس کلو میٹر دور دریائے اراودی کے ساحل پر ایک سُرخ رنگ کا پیگوڈا ہے۔ ہم اس پیگوڈا میں تمھارا انتظار کریں گے۔"

اس کی انگلی خلا میں اٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک انگلی کے اشارے سے بلانے کے انداز میں کہا "آؤ، مگر تنہا۔۔۔"

جدھر وہ اشارہ کرتے ہوئے مجھے تصور میں دیکھ رہا تھا ادھر اُس نے اپنے خنجر کو پھینکا۔ وہ خنجر گردش کرتا ہوا گیا۔ پھر واپس آ کر اس کی ہتھیلی تک پہنچ گیا۔ پھر اُس نے کہا "آؤ، مگر نوے منٹ کے اندر۔ اکانوے منٹ پر رسونتی کے ساتھ تمھاری اسلامی غیرت کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

میں نے دیکھا۔ بوڑھی ماتا جی کا سر بھگوان کے چرنوں پر ٹکا ہوا تھا۔ رسونتی کی زلفیں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ سر اٹھائے بھگوان شری کرشن جی کو تک رہی تھی۔ کرشن مراری کے ہونٹوں پر ازلی تبسم تھا۔ وہ بڑے پُرسکون سے، بڑی شانتی سے مرلی بجا رہے تھے۔ ان کی مرلی کی دھن پر رادھا کھنچی چلی آتی تھی۔ میری رادھا ان کے قدموں سے بندھی ہوئی تھی۔ میں نے تڑپ کر کہا۔

"میں آ رہا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے دیکھا۔ اس کا ہاتھ لکڑی کے مضبوط دروازے پر تھا۔ وہ دروازہ شاید رسونتی کی موت کے بعد بھی نہ ٹوٹ سکتا اور ہم توڑنا چاہتے تو دور بیٹھے ہوئے دشمن ہمیں کسی اسکرین پر دیکھ لیتے۔ ہم دونوں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ آگے بڑھ گئے۔ ذرا دور چلے گئے تاکہ اسکرین پر نظر نہ آئیں۔ پھر اعلیٰ بی بی نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور کسی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "کسی مقامی باشندے کو کچھ رقم دے کر اپنے ساتھ لو اور شہر سے پینتالیس میل باہر دریائے اراودی کے ساحل پر جاؤ، وہاں سُرخ رنگ کا ایک پیگوڈا ہے۔ وہاں وہ دونوں قاتل فرہاد کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ مقامی باشندہ وہاں تک تمھاری رہنمائی کرے گا۔ اپنی ٹیم کو ساتھ لے جانا اور پیگوڈا کو چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرنا۔"

ایک چور نے پاس آکر کہا: "مادام! ہم مندر کے پچھلے حصے کی کھدائی کر رہے ہیں۔"

میں اور اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ مندر کے پچھلے حصے کی طرف گئے۔ وہاں کئی چور تھے، کدال اور بیلچے سے مٹی کھود رہے تھے۔ ایک نے بڑا سا کاغذ پھیلا کر اعلیٰ بی بی سے کہا: "میں نے مندر کے اندرونی حصے کا یہ نقشہ بنایا ہے۔ یہ مندر کا پچھلا حصہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں بھگوان کی مورتی رکھی ہوئی ہے، اس کے بعد مندر کا وہ حصہ ہے۔۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے مندر کے ایک طرف بتایا۔ پھر نقشے پر جھکتے ہوئے کہا: "اگر ہم یہاں سے کھدائی کرنا شروع کریں تو تقریباً انیس فٹ کی گہری کھدائی کے بعد چھ فٹ کی سرنگ ہمیں نظر آجائے گی۔"

میں نے پوچھا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ انیس فٹ تک کھودنا ہوگا؟"

"میں نے اس مندر کے ایک پنڈت سے معلوم کیا ہے۔ وہ بتا رہا تھا کہ تہ خانہ پچیس فٹ گہرا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق وہاں کی سرنگ چھ فٹ اونچی ہوگی۔ اس حساب سے اگر ہم انیس فٹ کی گہرائی تک کھودتے چلے جائیں تو سرنگ میں پہنچ جائیں گے۔"

یقیناً اعلیٰ بی بی کے چور بڑی ذہانت، بڑی حاضر دماغی اور بڑی تیز رفتاری سے کام دکھا رہے تھے اور صحیح مقام پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "کیا نوّے منٹ کے اندر یہ کھدائی مکمل ہو جائے گی؟ اور اب تو نوّے منٹ بھی نہیں رہے۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "ہاں، پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ تم مجھے اس پنڈت سے ملاؤ۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے ساتھ مندر کے اندر آیا۔ وہاں پیچ در پیچ راہداریاں تھیں اور چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک کمرے کے پاس پہنچ کر اس چور نے دستک دی۔ اندر سے جواب نہیں ملا۔ وہ دروازے کو جھنجوڑنے لگا۔ آخر میں اندر سے ایک جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دی: "کون ہے؟ چلے جاؤ یہاں سے۔ میں اس سمے گیان دھیان میں ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چور کو اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ وہ اس کمرے کے دروازے پر جواب دینے کے لیے آیا تھا پھر پلٹ کر ایک بڑے ٹوکرے کے پاس گیا اور فرش پر پڑے ہوئے ہیرے جواہرات کو سمیٹ کر اس میں ڈالنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی

کہ ایسے چار ٹوکرے اس نے پہلے سے تیار کر رکھے ہیں۔ ہیرے جواہرات کو نیچے رکھ کر اوپر سے پوجا کا پرشاد رکھ دیا ہے۔ پرشاد کی تہہ اتنی ہے کہ اندر تک کسی کا دھیان نہیں جائے گا اور کوئی پجاری کی اجازت کے بغیر اس پرشاد کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس نے ایک ٹوکرا اپنے ایک چیلے کے سر پر رکھ کر اسے اپنے گھر پتنی کے پاس بھیج دیا تھا۔ اس کا گھر وہاں سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ اب وہ تمام مال سمیٹ کر آخری ٹوکرے میں رکھ چکا تھا اور اوپر پرشاد رکھ کر اسے چھپا دیا تھا۔ ان تین ٹوکروں کو وہ موجودگی میں اپنے تین چیلوں کے سروں پر رکھ کر گھر کی طرف جانا چاہتا تھا۔

میں نے اس پجاری کے ذہن کو اور اچھی طرح کریدنا شروع کیا۔ اس کے چور خیالات کو پڑھنے لگا۔ پتہ چلا کہ مندر کے تہ خانے کے دوسرے سرے میں ہیرے جواہرات چھپا کر رکھے گئے تھے۔ پوجا کے وقت جو چڑھاوا چڑھتا تھا اس رقم سے وہ اسمگل کیے ہوئے ہیرے جواہرات خرید کر وہاں رکھا کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پجاری کسی اور خفیہ یا چور راستے سے اس تہ خانے تک پہنچ گیا تھا اور وہاں سے وہ تمام مال لے کر لے آیا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ کھدائی کرنے والے چوروں کے قریب تھی۔ مجھے اپنے دماغ کے ساتھ محسوس کر رہی تھی لیکن اپنے سامنے کھڑے ہوئے ایک اجنبی کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا: "اگر تم لوگ رسونتی، راجیش، مہیش اور اس کی ماں کی زندگی بچانا چاہتے ہو تو فوراً اس کام کو بند کرو اور مجھے نقصان پہنچانے کے متعلق نہ سوچو، ورنہ بُرا انجام ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی کے حکم سے کھدائی بند ہوگئی۔ سب نے کدالیں ایک طرف پھینک دیں اور پریشان ہو کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: "فکر نہ کرو۔ یہاں ہمیں راستہ مل رہا ہے۔ اس شخص کی وجہ سے اب کھدائی نہیں ہوگی۔ وہ وہاں کھڑا ہوا دیکھ سکتا ہے۔ تم چار چوروں کے ساتھ یہاں چلی آؤ۔ مندر کے اندرونی حصے میں ایک کمرہ ہے۔ میں وہاں ملوں گا۔ فوراً پہنچو۔"

اعلیٰ بی بی نے چار چوروں کا انتخاب کیا اور ان کے ساتھ آنے لگی۔ وہ اجنبی شخص وہاں کھڑا رہا تاکہ کھدائی نہ ہو سکے۔ اسے دشمنوں نے بھیجا تھا۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے اپنے پاس کھڑے ہوئے چور سے کہا: "تمہاری اعلیٰ بی بی آ رہی ہیں۔ آگے بڑھ کر ان کی رہنمائی کرو اور یہاں لے آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے ماسٹر ڈیسوزا کو

میں پہنچ کر اس پجاری کے متعلق بتایا جو مال سمیٹ کر اپنے گھر پہنچا رہا تھا اور اس خفیہ راستے کو ہم سب سے چھپا رہا تھا کہ کوئی اس کی دولت پر ہاتھ صاف نہ کرے۔ یہ سب کچھ کہنے کے بعد میں نے کہا: "ماسٹر! آپ فوراً پولیس کے ذمہ دار لوگوں کو یہاں بلائیں تاکہ باقاعدہ قانونی کارروائی ہو سکے۔"

اتنے میں اعلیٰ بی بی اپنے چوروں کے ساتھ یہاں آگئی۔ میں اس پجاری کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا آیا پھر اس نے دروازے کو اندر سے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے گلے کو دبوچتے ہوئے پیچھے دھکیلتے ہوئے پچھلی دیوار سے لگا دیا پھر غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا: "کمینے، بدذات یہاں تمہارے دھرم کی ایک ابلا ناری، ایک مظلوم عورت اور ایک پورا ہندو کنبہ اب تب میں بم کے دھماکے سے مرنے والا ہے اور تم مال سمیٹ رہے ہو۔ تم نے ہماری اس راستے تک رہنمائی نہیں کی۔ تمہارے جیسا نیچ انسان کوئی مشکل سے ہوگا۔"

اس دوران اعلیٰ بی بی کے چور اس خفیہ راستے سے زینے کے ذریعے تہ خانے میں اتر گئے تھے۔ صرف اعلیٰ بی بی اپنے ایک چور کے ساتھ میرے پاس رہ گئی تھی۔ میں نے کہا: "یہ جتنے ٹوکرے نظر آ رہے ہیں ان میں پرشاد کے نیچے ہیرے جواہرات چھپے ہوئے ہیں۔ تم اپنے چور کے ساتھ یہاں رہو۔ ان مہاراج کو فرار ہونے کا موقع نہ دو۔ ابھی پولیس کی ایک جماعت یہاں پہنچنے والی ہے۔"

یہ کہہ کر میں بھی اس تنگ زینے سے اترتا ہوا تہ خانے میں پہنچ گیا۔ اندر ایک دیا روشن تھا۔ ایک چور دوسرے دیے کو بھی روشن کر رہا تھا۔ باقی دو چور دوسری طرف ایک تنگ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے تھے۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اس مورتی کو دیکھ رہی تھی جو اب ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ اور وہاں سے ایک اجنبی چہرہ طلوع ہو رہا تھا یقیناً وہ اعلیٰ بی بی کا کوئی چور تھا۔ اس نے اس بم کو مورتی کے نیچے سے نکال لیا تھا۔ ایک ہاتھ میں بم تھا۔ دوسرے ہاتھ میں مورتی پھر وہ باہر آگیا۔ مورتی کو اس کی جگہ رکھ کر اس دروازے کے پاس آیا جو اندر سے بند تھا۔ پھر اس نے دروازے کو کھول دیا اور بم کو لے کر ایک طرف دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ میں نے پوچھا: "کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے کہا: "آپ اطمینان رکھیں۔ ان دشمنوں نے آپ لوگوں کو نوّے منٹ کی مہلت دی ہے۔ خواہ اب کتنا ہی وقت گزر چکا ہو لیکن وہ اپنی مہلت سے پہلے اس بم کو بلاسٹ نہیں کریں گے۔ اس وقت تک میں اسے دریا میں بہا دوں گا۔"

اس دوران میں وہ ایک کار کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس کا دروازہ کھول کر اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بم اپنی پاس والی سیٹ پر رکھ دیا تھا اور گاڑی کو اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔

میں نے رسونتی کے پاس آکر دیکھا۔ ایک چور ان کی رسیاں کاٹ رہا تھا۔ مندر میں پوجا کرنے والے مرد، عورت، بچے، بوڑھے اب سبھی ادھر آ رہے تھے۔ اور بھیڑ لگا کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ راجیش کی ماں رو رو کر دہائی دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "میرے بچوں کا کیا ہوگا۔ انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔"

چور نے کہا: "آپ اطمینان رکھیں ماں جی! آپ کے بیٹے بھی آپ کو زندہ سلامت ملیں گے۔"

میں نے راجیش کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اور مہیش اسی تہ خانے کے بڑے کمرے میں دو کرسیوں پر بندھے بیٹھے تھے وہ دونوں ریوالور والے ان سے دور دو کرسیوں پر بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے اور بیزار ہو رہے تھے۔ میں نے راجیش اور مہیش سے کہا: "ان سے باتیں کرنے کی کوشش کرو کسی طرح ان کی زبان کھلواؤ۔ ہم تمہارے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمہیں خوشخبری سنا دیں۔ تمہاری ماتا جی اور رسونتی آزاد ہو گئی ہیں۔"

اس تہ خانے میں میرے ساتھ دو چور تھے۔ ایک نے اپنے ہاتھ میں دیا اٹھایا اور میرے آگے چلنے لگا۔ دوسرا چور میرے پیچھے تھا۔ ہم ایک سرنگ سے گزرتے ہوئے دبے پاؤں آگے بڑھنے لگے میں نے راجیش کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ان ریوالور والوں سے کہہ رہا تھا: "بھئی ہمیں تو مرنا ہی ہے۔ کم از کم سگریٹ بیڑی تو ہمیں پلا دو۔ کچھ تو بات کرو تاکہ وقت گزرے۔"

مہیش نے کہا: "بھیا! یہ بات نہیں کریں گے۔ انہیں ڈرایا گیا ہے کہ کوئی فرہاد علی تیمور دماغ میں پہنچ کر جان سے مار ڈالتا ہے۔"

راجیش نے کہا: "ارے ہاں، تبھی وہ خنجر چلانے والا ایک طرف دیکھ دیکھ کر پاگلوں کی طرح فرہاد علی تیمور کو آوازیں دے رہا تھا اور اسے للکار رہا تھا۔ اسے کہیں سے بلا رہا تھا جیسے وہ کوئی انسان نہ ہو دیوتا ہو اور اس کی باتیں کہیں آکاش کی بلندیوں پر بیٹھ کر سن رہا ہو۔"

مہیش نے کہا: "بھیا! میں سمجھ گیا۔"

راجیش نے پوچھا: "کیا سمجھے؟"

"وہ پاگل کا بچہ جو اوپر دیکھ دیکھ کر فرہاد کو للکار رہا تھا اس نے ان دونوں کو بھی بے وقوف بنایا ہے۔ انہیں ریوالور دے کر یہاں بٹھا دیا ہے۔ یہ تو دیکھ چکے ہیں کہ ایک بم بھگوان کے چرنوں کے نیچے رکھا گیا ہے۔ اگر وہ بلاسٹ ہوگا تو شاید ہم بھی نہیں بچیں

گے اور ہمارے ساتھ یہ دونوں بھی مارے جائیں گے اور اگر اس بم کا اثر یہاں تک نہ ہوا تب بھی بم پھٹنے کے بعد جب پولیس والے تہہ خانے میں اتریں گے تو یہاں ہم چاروں کو ضرور پائیں گے۔ پھر ان دونوں کا کیا ہوگا؟"

وہ دونوں ریوالور والے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ راجیش میری سوچ کے مطابق کہنے لگا تو میں سمجھ گیا یہ کرائے کے لوگ ہیں۔ انھیں ہاتھ میں ریوالور پکڑا کر، بدھو بنا کر یہاں بٹھا دیا گیا ہے تاکہ یہ ہمارے ساتھ مر جائیں۔ ان کا قصہ تمام ہو جائے اور ان کے ساتھ جو لین دین کی بات ہوئی ہے۔ وہ رقم بھی انھیں نہ دینی پڑے۔"

ایک ریوالور والا ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پریشان ہو کر اس دروازے کی طرف دیکھنے لگے جہاں سے سرنگ کا راستہ تھا۔ میں نے دور سرنگ کی طرف دیکھا۔ ایک جگہ پیٹرومیکس کی روشنی نظر آرہی تھی۔ چور نے دیے کو بجھا دیا۔ پھر ہم سب جھک گئے۔ ہاتھ پاؤں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ ذرا بھی آہٹ نہ ہونے پائے۔ پھر میں نے راجیش کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا۔ وہ ریوالور والا جو پریشان ہو گیا تھا اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ آخر اس نے ہاتھ کے اشارے سے دوسرے ریوالور والے کو اپنے پاس بلایا پھر وہ دونوں اس دروازے کی طرف جانے لگے۔

میں نے اپنے آگے جانے والے چور کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا پھر اس سے آگے بڑھ کر بہت سنبھل سنبھل رینگتے ہوئے اس پیٹرومیکس کی روشنی کے قریب پہنچنے لگا۔ یقیناً وہاں دروازہ تھا اور روشنی اس دروازے سے باہر آرہی تھی۔ اسی وقت دو سائے نظر آئے۔ وہ دونوں ریوالور والے تھے اور میری ہی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے آرہے تھے۔ میں آہستگی سے سرنگ کی ایک کھردری دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس سناٹے میں دھیمی دھیمی سرگوشیوں کی آواز سنائی دی۔ ایک نے کہا: "پتہ نہیں کیا بات ہے۔ وہ لوگ ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں۔ ہم نے ایک بات کا خیال نہیں کیا۔"

دوسرے نے پوچھا: "کس بات کا؟"

"یہی کہ اس تہہ خانے سے نکلنے کا راستہ وہی بھگوان کی مورتی والا راستہ ہے یا اور کوئی چور دروازہ ہوگا تو وہ ہم نہیں جانتے۔ اگر وہ لوگ واپس نہ آئے تو ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

دوسرے نے کہا: "یار تم باتیں کر رہے ہو۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ فرہاد ہمارے دماغوں میں نہ پہنچ جائے۔"

"تم گدھے ہو۔ وہ کیسے پہنچے گا۔ باس نے کہا تھا کہ جو قیدی ہوں گے ان کے سامنے باتیں نہ کرنا۔ دو کہیں جا کر چھپکے چپکے [illegible] کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

میں نے ایک کی زبان سے دوسرے کو کہا: "بیٹے! نقصان تو ہو ہی چکا ہے۔ ہم سب انسان کے بچے ہیں۔ بے زبان جانور نہیں ہیں۔ کب تک خاموش رہ سکتے ہیں۔ ہمارے دماغ میں کوئی [illegible] رہا تھا۔ ہم وہاں سے اٹھ کر یہاں بولنے کے لیے آگئے۔ لو دیکھو اب موت بولے گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ساتھی کے سینے پر ریوالور کی نال رکھ دی۔ اس کے ساتھی نے پریشان ہو کر پوچھا: "یہ کیا کر رہے [illegible]"

اس نے جواب دیا: "میں فرہاد ہوں۔ اس وقت تمھارے ساتھی کے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں اور یہ میرے کنٹرول میں ہے۔ یہ تمھیں گولی مار دے گا۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو پہلے اسے گولی مار دو۔"

یہ سنتے ہی اس نے بھائیں سے فائر کیا لیکن ایک ساتھ فائروں کی آوازیں اس سرنگ میں گونجنے لگیں۔ میں جس کے دماغ میں تھا، اسے بھی چوکنے نہیں دیا تھا۔ اُدھر اس کے ساتھی نے فائر کیا تھا۔ اِدھر میں نے اس کے ذریعے فائر کرا دیا۔ نتیجے کے طور پر دونوں اب بولنے کی زحمت سے نجات پا گئے تھے۔

میں نے ان دونوں چوروں سے کہا: "اب جاؤ۔ خطرے کی کوئی بات نہیں رہی۔" ہم تینوں تیزی سے چلتے ہوئے اس روشن کمرے میں آئے۔ راجیش اور مہیش مجھے دیکھ کر خوش ہو گئے۔ میں نے ان کے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کو کھولا۔ پھر انھیں لے کر واپس اسی سرنگ سے گزرتے ہوئے اور اس تہہ خانے کے چور دروازے سے نکلتے ہوئے ہم اوپری کمرے میں پہنچے جہاں وہ پجاری مال [illegible] رہا تھا۔ وہاں وہ تینوں بڑے بڑے ٹوکرے رکھے ہوئے تھے جن میں ہیرے جواہرات چھپے ہوئے تھے لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ [illegible] باہر سے بند تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "میں راجیش اور مہیش کو لے کر آگیا ہوں۔ دروازہ کھلواؤ۔"

چند لمحوں میں دروازہ کھل گیا۔ باہر دور راہداری تک لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ پولیس والے انھیں پیچھے ہٹا رہے تھے۔ ماسٹر ڈی اپنے کچھ ماتحتوں کے ساتھ اعلیٰ بی بی رسونتی اور راجیش کی ماتا جی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ کئی چور بھی آس پاس موجود تھے۔ وہ پجاری دونوں ہاتھ جوڑے فرش پر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور پولیس کے ایک افسر کو بتا رہا تھا کہ تہہ خانے میں یہ مال چھپانے میں کن کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔

راجیش کی ماتا جی نے مجھے دیکھا تو اپنے بوڑھے کمزور ہوئے جسم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ میرے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا: "بیٹا! انسان دھرم سے نہیں کرم سے بڑا ہوتا ہے۔ ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہماری جانیں بچانے کے لیے دشمنوں کے سامنے اپنے بلیدان کو جا رہے تھے۔ تم انسان نہیں دیوتا ہو۔ تم نے میرے دو جوان بیٹوں کو بچایا ہے۔ میں تمھیں آشیرباد دیتی ہوں کہ دنیا کا کوئی ہاتھ، کوئی ہتھیار تمھیں نہیں مار سکے گا۔ آؤ۔"

بوڑھی عورت نے اپنا ہاتھ آشیرباد کے لیے اٹھایا تو میں نے ان کے ہاتھوں کے نیچے اپنے سر کو جھکا لیا۔ وہ ماں کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی سچی دعا تھی، سچا آشیرباد تھا۔ جیسے ہی میں نے سر جھکایا ویسے ہی بھائیں سے گولی چلی اور وہ میرے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی پیچھے لکڑی کے دروازے میں پیوست ہو گئی۔ اگر میں آشیرباد کے لیے سر نہ جھکاتا۔ ماں کی دعائیں نہ لیتا۔ ایک سیکنڈ کی دیر کر دیتا تو میری کھوپڑی میں سوراخ ہو چکا ہوتا۔

گولی جس نے بھی چلائی تھی وہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے چور ماسٹر ڈلیسوزا کے ماتحت اور پولیس کے آدمی دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ وہ پکڑا گیا۔ میں نے اُسے دیکھا۔ وہ لارنس تھا۔ پولیس کا ایک افسر اُسے مار مار کر پوچھ رہا تھا: "تم کون ہو؟ تم نے گولی کیوں چلائی؟"

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ یہ جتنے قاتل میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ سب کے سب یوگا کے ماہر تھے۔ اسی لیے انھیں اس پر ناز تھا کہ میری ٹیلی پیتھی ان پر اثر انداز نہیں ہوگی اور وہ مجھ پر غالب آجائیں گے۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے کئی چوروں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سب اس بھیڑ میں اور مندر کے باہر سانبھل کو تلاش کر رہے تھے۔ جو میرا دوسرا قاتل تھا لیکن وہ نظر نہیں آرہا تھا۔

ماسٹر ڈلیسوزا نے میرے قریب آکر کہا: "فرہاد صاحب! آپ کا اور مادام رسونتی کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ لوگ ہماری حفاظت میں رہائش گاہ تک چلیں۔"

میں نے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میری بات غور سے سنیں۔ یہ جو قاتل گرفتار ہوا ہے اُسے پولیس والے اپنی حراست میں لے جائیں گے۔ قانونی جھگڑے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بچ جائے، اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے ورنہ یہ پھر کسی دن پلٹ کر مجھے ہلاک کرنے آئے گا۔"

ماسٹر نے سوچ کے ذریعے کہا: "میں سمجھ گیا۔ یہ پولیس اسٹیشن تک زندہ نہیں پہنچے گا۔"

پھر اعلیٰ بی بی کے چوروں اور ماسٹر ڈلیسوزا کے ماتحتوں کی بھیڑ میں رسونتی اور راجیش کا خاندان کھڑا ہو گیا۔ وہ ہمارے چاروں طرف تھے۔ وہ ہمیں اپنے گھیرے میں لے کر مندر سے باہر آئے۔ مندر کے احاطے سے نکل کر ہم باہر سڑک پر پہنچے۔ وہاں ہماری کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے میری مخصوص کار کا پچھلا دروازہ کھولا گیا۔ میں نے ماں جی سے کہا: "آپ پہلے رسونتی اور اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔"

ماں جی نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "دو بیٹوں کے ساتھ نہیں، تین بیٹوں کے ساتھ۔ کیا تم میرے بیٹے نہیں ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "میں اگلی سیٹ پر بیٹھ جاؤں گا۔"

وہ چاروں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "میں دوسری گاڑی میں آرہی ہوں۔ تم اگلی سیٹ پر بیٹھو اور ان کھڑکیوں اور ونڈ اسکرین وغیرہ کو بلٹ پروف بنالو۔"

میں گاڑی کے اندر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کرتے ہی ڈرائیور نے بٹن کو دبایا۔ ہماری گاڑی کی چاروں کھڑکیاں، ونڈ اسکرین اور پچھلے طرف کے شیشوں پر آہنی چادریں چڑھ گئیں۔ ایئر کنڈیشنڈ آن ہو گیا۔ پھر دوسرا بٹن دباتے ہی کار کی ونڈ اسکرین فلمی پردے کی طرح روشن ہو گئی اور ہمیں سامنے کا منظر دکھائی دینے لگا۔

اسی وقت ڈیش بورڈ کا ایک سرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔ ڈرائیور نے کہا: "جناب! ماسٹر ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ڈیش بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ وہاں کا ایک حصہ کھل گیا۔ ایک چھوٹے سے ریڈیو کے برابر ٹرانسمیٹر نظر آرہا تھا۔ میں نے اُسے آن کیا۔ ماسٹر کی آواز سنائی دی: "ہیلو، ہیلو، مسٹر فرہاد، میں ماسٹر ڈلیسوزا بول رہا ہوں۔"

اس نے دوبارہ کہنے کے بعد "اوور" کہا تو میں نے اپنی طرف کے مائیک کا بٹن آن کیا اور کہا: "میں فرہاد اٹینڈ کر رہا ہوں۔ اوور۔"

ماسٹر نے کہا: "آپ اپنی گاڑی میں آگے چلیں۔ ہم آپ سے بہت دور رہیں گے۔ شاید وہ قاتل جو اَب تک ہمارے ہاتھ نہیں آیا ہے، آپ کا تعاقب کرے۔ ہم اسے موقع دینا چاہتے ہیں۔ اوور۔"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر اس ڈیش بورڈ کو بند کر کے ڈرائیور کو اشارہ کیا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے آگے بڑھا دیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے کہا: "جناب، آپ کے سامنے ڈیش بورڈ پر جس بٹن کے اوپر بیک لکھا ہوا ہے، اُسے دبایا جائے تو پیچھے والی تمام گاڑیاں نظر آتی رہیں گی۔ اگر آپ تعاقب کرنے والوں کو پہچاننا چاہتے ہیں تو اس بٹن کو آن کر کے دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا: "میرے آگے پیچھے حفاظت کرنے والے بہت ہیں۔

وہ لوگ دیکھتے رہیں گے۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ جیسے بہت تھک گیا ہوں لیکن میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ میرے ہی متعلق سوچ رہی تھی۔ بہت پریشان تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "ماتاجی، راجیش، مہیش سبھی فرہاد کے گن گا رہے ہیں اور اس نے جو کیا ہے وہ تو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ماتاجی اسے دیوتا کہتی ہیں۔ یہ سچ مچ اچھا تو لگتا ہے لیکن یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ جھوٹ موٹ میرا شوہر بن جائے اور مجھ کنواری لڑکی کو بدنام کرے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ کوئی بھی کنواری لڑکی یہ برداشت نہیں کرتی کہ شادی کے بندھن کے بغیر کوئی اسے اپنی بیوی کہے یا زبردستی کا شوہر بن جائے۔ وہ بے چاری بھی خود کو کنواری سمجھ رہی تھی۔ اس دور کو یاد رکھے ہوئے تھی جب وہ اپنے آپ کو صرف دیوتاؤں کی امانت سمجھتی تھی۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔

میں نے کہا "ماں جی! آپ نے ہمارے یہاں پہنچتے ہی دیکھ لیا کہ کیسے ہنگامے شروع ہو گئے ہیں۔ جہاں میں رہوں گا یا رسونتی رہے گی وہاں دشمن کبھی ہمیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے اور نہ ہی ہمارے آس پاس کے لوگوں کو سکون ملے گا۔ اگر آپ راجیش اور مہیش رسونتی کو لے کر اپنی رہائش گاہ میں رہیں گے تو ہر لمحہ اندیشے گھیرتے رہیں گے۔ وہ لوگ رسونتی کو مجھ سے چھین لے جانے کے لیے اپنی ذہانت، اپنی آخری طاقت تک استعمال کر دیں گے۔"

"بیٹا! سچ پوچھو تو ابھی میں یہی سوچ رہی تھی۔ میری اس بچی کا کیا بنے گا؟ میں اس کے لیے کیا کروں؟ مجھ بڑھیا کے پاس دعاؤں کے سوا اور کیا ہے؟"

"ماں جی! دعاؤں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ تو میں نے ابھی دیکھا ہے کہ آپ کے منہ سے دعائیں نکلتے ہی آسمان تک پہنچ جاتی ہیں۔"

راجیش نے کہا "بھیا! میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنی سرکاری نوکری چھوڑ کر یہاں رسونتی کی رکھشا (حفاظت) کے لیے رہ جاؤں۔ میں اسے خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

میں نے کہا "راجیش! نادان فیصلے نہ کرو۔ تم سرکاری ملازم ہو۔ تمھیں واپس جانا چاہیے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ رسونتی کی حفاظت کے لیے میں نے اس کے چاروں طرف کتنا زبردست پہرہ لگایا ہے۔ بیشک ہمارے لیے ان دیکھے خطرات ہیں لیکن تم ماتاجی وغیرہ کے ساتھ رہ کر ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ کرو گے۔ ہمیں اپنی اور رسونتی کے علاوہ تمھاری جانوں کی بھی فکر ہو گی۔"

"ان حالات میں آپ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ بتائیں۔ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں جو چاہتا ہوں وہ رسونتی نہیں چاہے گی۔ رسونتی کو نہ تو میری باتوں کا یقین ہے اور نہ ہی یہ مجھ پر بھروسہ کرنا چاہتی ہے۔ یہ میرے ساتھ نہیں رہے گی۔ اپنے کسی آدمی کو ساتھ رکھے گی۔ اس لیے مہیش کو رسونتی کے پاس چھوڑ دو اور ماتاجی کو لے کر دیس چلے جاؤ۔"

رسونتی نے کہا "میں بھی اپنے دیس میں جا کر رہوں گی۔"

ماتاجی نے کہا "پاگل نہ بنو۔ تمھیں کچھ پتہ نہیں ہے۔ دہاں بھارت میں تمھارے لیے قدم قدم پر خطرہ ہے۔ یہی تمھارے دوست ہیں۔ جو بات تم نہیں جانتی ہو اس کے لیے ہم پر بھروسہ کرو۔ ہم جو فیصلہ کریں گے وہ تمھاری بہتری کے لیے ہو گا۔"

میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی "میرے اپنے لوگ بھی مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ کیا مجھے فرہاد کے پاس رہنا ہو گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں اکیلی تو نہیں رہوں گی۔ مہیش بھی میرے ساتھ رہے گا۔"

ہماری کار نئی رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہاں اعلیٰ بی بی کے چوکیدار پہلے سے موجود تھے۔ ماسٹر ڈلیوزا کی طرف سے بھی مسلح گارڈ دکھائی نظر آ رہے تھے۔ پہلے تو ہماری گاڑی کو احاطے کے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ مسلح محافظوں نے روک لیا تھا۔ پھر ڈرائیور نے کار سے نکل کر اپنی شناخت کرائی۔ اس کے بعد گاڑی اندر احاطے میں گئی۔ واقعی بڑے سخت انتظامات تھے۔

ہم گاڑی سے اتر کر اس کوٹھی کے اندر گئے۔ بہت ہی شاندار کوٹھی تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہی پتہ چل گیا کہ وہاں میری ضرورت کا تمام سامان موجود ہے۔ ایک ملازمہ نے کہا "ماں جی! آپ تھک گئی ہوں گی۔ آئیے، میں آپ لوگوں کو بیڈ روم دکھاؤں۔"

رسونتی نے کہا "ہاں، ماں جی! کسی کمرے میں چلیں۔ میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ ماں جی کے ساتھ ملازمہ کے پیچھے چلی گئی۔ میں نے ملازمہ کی سوچ پڑھی اور مطمئن ہو گیا۔ وہ ڈلیوزا کی ایک ماتحت تھی اور ملازمہ کے طور پر میری خدمت کے لیے رکھی گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے ایک چپڑاسی نے پوچھا "جناب! آپ کی خواب گاہ اوپری منزل میں ہے۔ کیا آپ آرام کریں گے؟"

"میں اعلیٰ بی بی کا انتظار کر رہا ہوں۔ تم کچن میں جا کر دیکھو چائے مل سکتی ہے؟"

وہ چلا گیا۔ میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ماتاجی کے ساتھ ایک بہت خوبصورت خواب گاہ میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ملازمہ سے کہا "تم باہر جاؤ۔ ضرورت ہو گی تو تمھیں بلایا جائے گا۔"

وہ چلی گئی۔ رسونتی نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر

پلٹ کر بولی "آپ مجھے سچ سچ بتائیں۔ کیا میری شادی فرہاد سے ہو چکی ہے؟"

ماتاجی سوچنے لگیں۔ رسونتی نے کہا "دیکھیے، آپ کو راجیش اور مہیش کی سوگند۔ آپ جھوٹ نہ بولیں۔"

"بیٹی، تم نے میرے بیٹوں کی قسم دلائی ہے تو میں کیسے کہوں کہ شادی ہو چکی ہے کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ فرہاد کی زبان سے سنا ہے۔ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ فرہاد جھوٹ نہیں بولے گا۔"

"انسان انسان ہی ہوتا ہے کبھی کسی لالچ میں یا کسی وجہ سے آدمی جھوٹ بول ہی دیتا ہے۔ چلیے، آپ نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ کیا راجیش بھائی اور مہیش میری شادی کے آنکھوں دیکھے گواہ ہیں؟"

"وہ بھی تمھاری شادی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔"

"کوئی ایسا نام بتائیے کسی ایسے شخص کا، کسی ایسے بھروسے والی عورت کا نام بتائیے جو ہماری شادی کی گواہی دے۔"

وہ ایسی باتیں کر رہی تھی جن کا معقول جواب بھی نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ماتاجی نے کہا "بیٹی! میں تو پہلی بار فرہاد کو دیکھ رہی ہوں۔ اب تک تو اس کا ذکر سنا تھا۔ راجیش اور مہیش سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا رابطہ رہا ہے۔ ویسے میرے بیٹوں نے بھی فرہاد کو یہیں پہلی بار دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ایسے کسی شخص کو، کسی عورت کو نہیں جانتے جو تمھاری شادی کی گواہی دے سکے۔"

"پھر آپ ہی بتائیں۔ یہ کیسی ناانصافی ہے۔ خواہ مخواہ مجھے کسی کی بیوی کہا جا رہا ہے۔"

"ایک طریقہ ہے تم چاہو تو یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ تم شادی شدہ ہو یا نہیں۔ ایک بچے کی ماں ہو یا نہیں؟"

اس نے پوچھا "وہ کیسے؟"

"کسی لیڈی ڈاکٹر سے اپنا معائنہ کراؤ۔ یہ ضرور معلوم ہو جائے گا کہ تم کنواری ہو، جیسا بتا رہی ہو یا بچے کی ماں ہو۔ کیا ہو؟"

رسونتی نے ایک دم سے شرماتے ہوئے آنچل میں اپنے منہ کو چھپاتے ہوئے اور ماں جی سے منہ پھیرتے ہوئے کہا "چھی چھی ماتاجی! آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں کہ میں کسی ڈاکٹر سے معائنہ کراؤں۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے۔ آپ مجھے کیسا مشورہ دے رہی ہیں۔ میں تو مر جاؤں گی مگر کبھی ایسا نہیں کراؤں گی۔"

"پھر بتاؤ، میں کیا کروں؟"

"مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ وہاں آپ لوگ ہوں گے۔ بلا سے دشمن ہوں، مگر میرے دھرم کے تو ہوں گے۔ یہاں میں اس مسلمان کے پاس نہیں رہوں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی ماتاجی اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ پھر غصے سے بولیں "میں تمھیں بیٹی سمجھ کر تمھارا مان کرتی ہوں۔ اگر آئندہ تم کسی مان کے قابل ہونا چاہتی ہو تو پہلے اس مسلمان کے قابل ہو جاؤ۔ میں تم سے پوچھتی ہوں کیا تمھارے مندر کا وہ پجاری جو تمھیں موت کے منہ میں چھوڑ کر تمام مال سمیٹ کر لے جا رہا تھا۔ وہ بہتر ہے؟ جب ہمارے مندر کا، ہمارے بھگوان کی مورتی کا اپمان (توہین) ہو رہا تھا۔ تو وہ تمھیں اچھا لگ رہا تھا؟ نادان لڑکی! تمھاری عقل کیا اتنا بھی نہیں سوچ سکتی کہ بھگوان کے چرنوں میں جو بم رکھا ہوا تھا۔ اس سے صرف میری اور تمھاری تباہی نہیں ہوتی بلکہ اس مورتی کے بھی چیتھڑے اڑ جاتے۔ ایک مسلمان نے صرف ہماری نہیں بلکہ ہمارے بھگوان کی بھی رکھشا (حفاظت) کی ہے۔ اگر اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے تو پھر تم خود ہی سمجھتی رہو۔ خود ہی بھگتتی رہو۔ تمھیں یہ بُرے دن بتا رہے ہیں کہ تمھارا نصیب بُرے سے بھی بُرا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔ رسونتی انھیں ایک ٹک دیکھتی رہ گئی۔ کچھ بولنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ غصے میں باہر آئیں۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچیں۔ مجھ سے سامنا ہوا تو وہ مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔ میں نے آگے بڑھ کر انھیں اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا "اگر کوئی پاگل ہوتا ہے تو ہم اسے مار نہیں ڈالتے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے اس لیے پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ ایک نادان کے متعلق بھی ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس کے سوچنے کی طاقت جہاں تک ہے بس وہیں تک سوچ کر بولتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ آپ جانتی ہیں۔ رسونتی کی دماغی طاقت بھی زائل ہو گئی ہے۔ ابھی اسے نارمل ہونا ہے۔ ہم غصہ دکھائیں گے تو وہ بگڑ جائے گی۔ ہمارا فرض اسے بنانا ہے۔"

"بیٹے! میں بہت پریشان ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔ سوچتی ہوں۔ یہ کب تک ٹھیک ہو گی۔ کب تک اپنے آپ کو سمجھنے کے قابل ہو گی۔ جب تک اس کی یادداشت واپس نہیں آئے گی، اس وقت تک کیا میرا مہیش اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ سچ پوچھو تو میرا دل ڈرتا ہے۔ یہاں اتنے دشمن ہیں کہ ۔ ۔ ۔ ۔"

میں نے انھیں تھپکتے ہوئے کہا "میں آپ کی محبت کو، آپ کی ممتا کو سمجھ رہا ہوں۔ آپ اپنے ایک بیٹے راجیش کے ساتھ واپس جائیں گی تو آپ کا دل دوسرے بیٹے کی طرف لگا رہے گا۔ سبھی محبت کرنے والی مائیں اس عمر میں اپنی اولادوں کو سمیٹ کر رکھتی ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کے ساتھ صرف راجیش نہیں، مہیش بھی جائے گا۔"

انھوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ راجیش اور مہیش میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا "یہ بات میں بھی سوچ رہا ہوں

کہ کب تک رسونتی کی یادداشت واپس آئے گی اور کب تک بے چارہ مہیش اس کے ساتھ رہے گا۔ آخر کوئی حد بھی ہونی چاہیے میں مہیش کو محض رسونتی کا پہریدار بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ اس کی اپنی زندگی ہے۔ اسے اپنا کیریئر بنانا ہے۔ اس لیے وہ آپ کے ساتھ جائے گا۔"

وہ میری بات سن کر خوشی سے سوچنے لگیں۔ مہیش نے کہا "بھائی جی! رسونتی دیوی کو یوں تنہا چھوڑ کر جانا اچھا تو نہیں لگتا مگر ہم اس وشواس کے ساتھ جائیں گے کہ ہم نے دیوی کو ایک مضبوط قلعے کے اندر چھوڑا ہے۔ باہر سے کسی قسم کا حملہ کامیاب نہیں ہوگا۔"

راجیش نے کہا "یہ آپ کے مذہب کا اور ہمارے دھرم کا بھی دستور ہے۔ لڑکیاں بیاہنے کے بعد اپنے گھر کی ہو جاتی ہیں۔ اپنے شوہر کی پناہ میں رہتی ہیں۔ اور آپ کی پناہ ایسی ہے کہ دشمن بھی پناہ مانگتے ہیں۔"

اتنے میں باہر کار کا ہارن سنائی دیا۔ کوئی اجنبی یا عام ملاقاتی آ نہیں سکتا تھا۔ کسی کو بنگلے کی چار دیواری میں قدم رکھنے کی اجازت ہی نہ ملتی۔ اعلیٰ بی بی اور ماسٹر ڈیسوزا آئے تھے۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے تو اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا "میں ماتاجی اور ان کے بیٹوں کو جلد از جلد یہاں سے واپس بھیجنا چاہتا ہوں۔"

ماسٹر ڈیسوزا نے کہا "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ پاسپورٹ وغیرہ میرے حوالے کریں۔ میں ابھی انتظام کیے دیتا ہوں جس فلائیٹ سے کہیں، اس میں تین سیٹیں ریزرو ہو جائیں گی۔"

راجیش نے کہا "ہم آج رات بھائی جی کے ساتھ گزاریں گے۔ کل کسی بھی فلائیٹ سے چلے جائیں گے۔"

ہم سب آرام دہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ تو کچھ سے کچھ ہو گیا۔ ہم اس کا نفسیاتی ٹریٹمنٹ چاہتے تھے۔ اسے مندروں کے ماحول میں اور اس کے اپنے لوگوں کے درمیان رکھنا چاہتے تھے۔"

میں نے کہا "تم تو دیکھ رہی ہو۔ ہم رسونتی کو آزادی سے کسی بھی مندر میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتے اور یہاں اس کے پاس جو بھی اس کے اپنے ہوں گے وہ بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہیں گے۔ یہ دانشمندی نہیں ہے کہ ایک کی وجہ سے دوسروں کو بھی پریشان کیا جائے۔ وہاں راجیش سرکاری ملازم ہے۔ اس کی بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ مہیش کو اپنا ایک کیریئر بنانا ہے اور وہاں ان کے سروں پر ماتاجی کا سایہ ضروری ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ درست فیصلہ ہے ہم رسونتی کے سلسلے میں سوچیں گے کہ اسے اور کون سا ٹریٹمنٹ دیا جا سکتا ہے۔"

ماسٹر ڈیسوزا نے کہا "آپ لوگ اس ایئرکنڈیشنڈ کی بجائے اگر باہر کی تازہ ہوا کھانا چاہتے ہیں تو اس کوٹھی کی دوسری منزل کی چھت پر چلیں۔ وہاں ایک خوبصورت باغیچہ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہاں باہر کی کھلی، تازہ ہوا بھی ملے گی۔"

ہم سب نے ماسٹر کی تائید کی اور اوپر جانے کے لیے اٹھ گئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "آپ لوگ چلیں۔ میں رسونتی کو لے کر آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ہم سب زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچے۔ زینے کے اوپری حصے پر ایک مسلح جوان کھڑا ہوا تھا۔ ماسٹر ڈیسوزا نے کہا "تم بوڑھی ماں جی اور ان کے بیٹوں کو لو۔ پرسے ہم میں فرہاد صاحب کے ساتھ ابھی آتا ہوں۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ ماسٹر نے کہا "جناب! سب سے پہلے آپ اپنی خوابگاہ کا معائنہ کر لیں۔ آئیے۔"

ہم جس حصے میں تھے وہ ایک اوپن کشادہ لابی تھی۔ اس کی ہر دیوار کے ساتھ اتنے خوبصورت گملے بنے ہوئے تھے اور ان میں رنگارنگ پھول کھل رہے تھے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ جھلمل کرتی ہوئی جالیوں سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ کوٹھی کے تمام فرش پر چاہے ڈرائنگ روم ہو، راہداری ہو، لابی ہو یا خوابگاہ۔ مختلف رنگوں کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ وہ قالین اتنے ملائم، اتنے دبیز تھے کہ چلتے وقت پاؤں دھنستے تھے۔ ہم ایک خوبصورت سے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ دروازوں کی بناوٹ بھی بے حد خوبصورت تھی ویسے اس کی خوبصورتی میں ایسے بھی اضافہ ہو گیا تھا کہ دروازے کے ایک طرف ایک حسین دوشیزہ کا مجسمہ کھڑا ہوا تھا اس مجسمے کو اتنے دلکش انداز میں ساری پہنائی گئی تھی کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ساری کو دیکھیں یا مجسمہ کی بناوٹ کو۔

ماسٹر نے کہا "دیکھیے، اس مجسمے کے سامنے ایک فٹ کے فاصلے پر آپ کو ایک گول دائرہ نظر آ رہا ہے۔ آپ اس دائرے پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو جائیں۔"

میں نے یہی کیا۔ جیسے ہی اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا مجسمے کا ہاتھ مصافحہ کے لیے اٹھ گیا۔ وہ بڑے ہی سریلے انداز میں بولا "فرہاد صاحب! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے بھی خوشی ہو رہی ہے لیکن حیرانی نہیں۔ ایسے کھلونے، بازاروں میں بہت مل جاتے ہیں جن کے اندر ٹیپ بولتا رہتا ہے۔"

ماسٹر نے کہا "فرہاد صاحب! وہ ٹیپ رک گیا ہے۔ آپ ذرا اس کا ہاتھ محبت سے دبائیں تو یہ کچھ بولے گی۔"

میں نے جس ہاتھ کو مصافحہ کے لیے ہاتھ میں لیا ہوا تھا اسے ہولے سے محبت سے دبایا۔ وہ پھر بولنے لگی "آپ اطمینان سے

اپنی خوابگاہ میں جا سکتے ہیں خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو گئی۔ ماسٹر نے کہا "اب آپ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس دائرے سے باہر آ جائیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جب اس دائرے سے پاؤں ہٹایا تو وہ پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ ماسٹر نے کہا "آپ یہاں کھڑے رہیں میں آپ کی خوابگاہ کے اندر جا رہا ہوں۔ میرے جانے کے دس یا پندرہ سیکنڈ بعد آپ پھر اس دائرے پر کھڑے ہو کر اس محافظ خاتون سے مصافحہ کیجیے گا۔ یہ کچھ بولے گی۔"

وہ خوابگاہ کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ میں نے پندرہ سیکنڈ کے بعد اس دائرے پر قدم رکھا تو اس حسین مجسمے کا ہاتھ مصافحہ کے لیے اٹھ گیا۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا تو وہ بولی "فرہاد صاحب! بی کیئرفل آپ کی خواب گاہ کے اندر خطرہ ہے۔ کوئی موجود ہے۔"

میں نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے اس دائرے سے پاؤں کو ہٹایا تو وہ پھر سیدھی کھڑی ہو کر خاموش ہو گئی۔ میں نے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر کہا "یہ تو مجھے کسی خطرے سے آگاہ کر رہی ہے۔"

ماسٹر نے مسکرا کر کہا "جی ہاں، میں اس خوابگاہ میں موجود ہوں اس لیے آپ کو باہر سے وارننگ دے رہی ہے کہ آپ اس خوابگاہ میں داخل نہ ہوں۔" پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا "اگر مجھ سے خطرہ نہ ہو تو آپ اندر تشریف لے آئیں۔"

میں دروازہ کھول کر اندر گیا تو ٹھٹک کر رہ گیا حیرانی سے اپنی خوابگاہ کو دیکھنے لگا۔ میں نے ایسی حسین خوابگاہ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسے قیمتی سامان سے سجایا گیا تھا اس کے ایک ایک حصے کی آرائش ایسی تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی وہ ایک ہال نما خوابگاہ تھی۔ ایک طرف اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس اسٹیج پر ایک وسیع و عریض خوبصورت سا پلنگ تھا۔ اس پلنگ کے چاروں طرف ہلکے آسمانی رنگ کے مہین پردے تھے۔ وہ پردے اوپر کی طرف ایک مرکز پر یکجا ہو گئے تھے اور فانوس کے مرکزی حصے سے منسلک ہو گئے تھے۔ اگر اوپر سے دیکھا جاتا تو وہ مرکزی حصے سے لہرلہر پھیلتے ہوئے پلنگ کے چاروں طرف بکھر گئے تھے۔ یوں لگتا تھا۔ فانوس سے روشنی لہرلہر بہتی ہوئی جھرنے کی طرح میرے بستر کے اطراف پھیل رہی ہے۔

ماسٹر نے کہا "باہر جو حسین مجسمہ کھڑا ہوا ہے اس کے اندر دو قسم کے ٹیپ ہیں۔ جب تک یہ خوابگاہ خالی رہے گی۔ اس وقت تک وہ مجسمہ پہلے ٹیپ کی مناسبت سے صرف آپ کو خوش آمدید کہے گا۔ آپ سے مل کر خوشی کا اظہار کرے گا لیکن کوئی بھی انسان یا جانور اس خوابگاہ میں داخل ہو جائے تو وہ ٹیپ ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور اس جگہ دوسرا ٹیپ آ جاتا ہے۔ جب بھی آپ کہیں سے آ کر یہاں داخل ہونا چاہیں گے تو اس سے پہلے اس حسین مجسمے سے ضرور مصافحہ کیجیے گا۔ وہ آپ کو بتا دے گا کہ اندر کوئی ہے یا نہیں۔"

"یہ دوسرا ٹیپ کیسے بدل جاتا ہے؟"

ماسٹر نے فرش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہم جس قالین پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے نیچے ایسے میکنزم ہیں کہ کوئی بھی اس پر چلے گا چاہے وہ انسان ہو یا جانور تو اس کے پاؤں کے ہلکے سے دباؤ سے بھی اس مجسمے کے اندر میکانکی تبدیلی آئے گی اور وہ خطرے سے آگاہ کرنے والا ٹیپ آپ سے کچھ کہنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے گا۔ اس مجسمے کا تعلق اس فرش سے ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے بستر کے پاس لے آیا۔ اس نے کہا "آپ اسے چاروں طرف سے دیکھ لیں۔ صرف ایک بستر ہے اس کے سرہانے اس پاس کوئی چھوٹی بڑی میز نہیں ہے۔ بظاہر یہ ایک بستر ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی دشمن اس کے نیچے جا کر کچھ تلاش کرنا چاہے گا تو اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا ذرا آپ نیچے جھک کر دیکھ لیں۔"

میں نے نیچے جھک کر دیکھا نیچے پلنگ کی سطح بالکل ہموار تھی۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماسٹر نے کہا "اب آپ میرے ساتھ اس ٹیلیفون کی طرف آئیں۔"

میں وہاں پہنچا۔ اس نے کہا "آپ اس ٹیلیفون کے ذریعے کسی سے بھی باتیں کر سکتے ہیں لیکن ریسیور اٹھا کر جب تھری زیرو ون نائن (۳۰۱۹) کو ڈائل کریں گے تو کسی سے رابطہ قائم نہیں ہوگا لیکن جو کچھ ہوگا وہ آپ ابھی دیکھیں گے۔ ذرا یہ نمبر ڈائل کریں۔"

میں نے ریسیور اٹھایا اور تین صفر ایک نو کے نمبر ڈائل کیے۔ اس کے ساتھ ہی میرے پلنگ کی طرف سے آواز آئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا بستر کے سرہانے والے دونوں سائڈ اس طرح کھل کر باہر نکل رہے تھے۔ جیسے کوئی اپنے دونوں بازو پھیلا رہا ہو۔ پھر میں نے دیکھا میرے پلنگ کے سرہانے دونوں طرف مختلف قسم کی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ہو سکتا ہے ٹیلیفون کا تعلق تو ایکسچینج سے ہوگا؟"

"جی ہاں، اسی کوٹھی میں ایک چھوٹا سا ایکسچینج ہے جو تھری زیرو ون نائن کے مطابق اپنے سامنے والی مشین کو آپریٹ کرتا ہے۔ اس طرح آپ کے دائیں بائیں مشینیں نمودار ہو جاتی ہیں۔"

"اور یہ مشینیں کیسی ہیں؟"

"آئیے، میں بتاتا ہوں۔"

ہم بستر کے پاس آئے۔ اس نے کہا "آپ آرام سے لیٹ جائیے۔ یہ مشینیں آپ کے دونوں ہاتھوں کی پہنچ تک ہیں۔ بائیں طرف کی مشین کے ذریعے آپ اپنے کمرے کے اندر بہت

تفصیلات لا سکتے ہیں مثلاً اُدھر دیکھیے۔ وہاں جو ایک ہینڈل ہے اس کے ایک طرف اسکرین لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ اس ہینڈل کو اسکرین کی طرف گھمائیں گے تو؟ بہتر ہے کہ آپ اسے گھمائیں۔"

میں نے اس ہینڈل کو اسکرین کی طرف گھمایا۔ مجھے سامنے والی دیوار کی طرف سے کچھ آواز سنائی دی۔ میں نے دیکھا جہاں ایک بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی وہ نیچے دیوار کے اندر غروب ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کی جگہ ایک سکرین ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ اسکرین تقریباً چھ فٹ لانبا اور پانچ فٹ چوڑا تھا۔ ماسٹر نے کہا "آپ اس بٹن کو دبائیں جس کے پاس آن لکھا ہوا ہے۔"

میں نے یہی کیا۔ وہ اسکرین روشن ہو گیا پھر ماسٹر نے کہا۔ "آپ کی اس کوٹھی میں جتنے کمرے ہیں۔ ان کمروں کے الگ الگ نمبر ہیں۔ ان نمبروں کے مطابق آپ ایک ایک بٹن کو دباتے جائیں گے تو ہر کمرے کا منظر سامنے آجائے گا۔ اس وقت آپ کے ساتھی اوپری چھت پر بنے ہوئے باغیچے میں موجود ہوں گے۔ آپ اس بٹن کو دبائیے جس پر 'ٹیرس' لکھا ہوا ہے۔"

میں نے اسے دبایا تو اسکرین پر اس باغیچے کا منظر سامنے آگیا۔ وہاں راجیش اور مہیش اور ان کی ماتاجی تھیں۔ اعلیٰ بی بی بھی رسونتی کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ وہ بہت ہی خوبصورت باغیچہ تھا اور باغیچے کے عین وسط میں پھولوں بھرا سائبان تھا۔ اس سائبان کے نیچے ایک جھولا تھا۔ جس پر رسونتی بیٹھی ہوئی تھی۔ باقی افراد ادھر اُدھر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ماسٹر نے کہا: "آپ اس مشین کے اس بٹن کو دبائیں جہاں ساؤنڈ لکھا ہوا ہے۔"

میں نے اسے دبایا۔ ان کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جو باتیں کر رہے تھے۔ میں سن رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "اگر میں کسی دوسرے کمرے کا منظر دیکھنا چاہوں تو؟"

"آپ پہلے اس بٹن کو دبائیں جہاں 'بلینک' لکھا ہوا ہے۔ اسکرین بلینک ہو جائے گا۔ اس کے بعد جس کمرے کو آپ دیکھنا چاہتے ہیں اس کا نمبر دبا دیں۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ بلینک کا بٹن دبانے کے بعد اسکرین سادہ ہو گیا۔ پھر میں نے کسی ایک کمرے کے بٹن پر انگلی رکھی تو وہاں وہ کمرہ نظر آنے لگا۔ وہ خالی تھا مگر اس کمرے کا سارا اندرونی ماحول دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے آف والے بٹن کو دبایا۔ منظر غائب ہو گیا۔ اسکرین تاریک ہو گیا۔ اب کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

ماسٹر نے کہا: "وہاں ایک بٹن ایسا ہے جس کے پاس انکوائری لکھا ہوا ہے۔ اس بٹن کو آپ دبائیں گے تو اس ایکس چینج سے رابطہ قائم ہوگا جس کا نمبر تھرٹی زیرو ون نائن ہے۔ آپ اس ایکس چینج پر کمپیوٹر دینے والے سے جو سوال کریں گے آپ کو اس کا خاطر خواہ جواب ملے گا۔ جس کا جواب اس کے پاس نہیں ہوگا۔ وہ وہاں سے ایک وی سی آر آن کرے گا۔ اس میں وہ کیسٹ لگائے گا جس کے ذریعے آپ کو آپ کے سوال کا جواب مل جائے گا۔ مثلاً آپ دنیا کے کسی خطے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں کسی ملک کی آب و ہوا کسی ملک کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں کسی ملک کے ماسٹر کو دیکھنا یا اس کی آواز سننا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کیسٹ کے ذریعے یہاں سامنے اسکرین پر سب کچھ نظر آتا جائے گا۔"

وہ بول رہا تھا اور میں اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟"

میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا: "میں ابھی جواب دیتا ہوں پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ جب باہر مجھے یہ معلوم ہو جائے گا کہ خوابگاہ میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اندر خطرہ ہے تو یہ بات کیسے معلوم ہوگی کہ اندر کس قسم کا خطرہ ہے۔ کون موجود ہے؟"

"اس کا جواب یہ ہے کہ جس مجسمے سے آپ نے مصافحہ کیا تھا، اس کے سینے پر وہی نمبر لکھا ہوا ہے۔ 'تھرٹی زیرو ون نائن'، آپ ایک ایک ہندسے پر انگلی رکھیں۔ یعنی ایک ایک عدد پر انگلی رکھتے چلے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے ایکس چینج کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی خواب گاہ میں خطرہ ہے۔ وہ وہاں سے ایک گیس سلنڈر کو آن کریں گے۔ اس گیس سلنڈر سے نکلی ہوئی نلکی آپ کی خوابگاہ تک پہنچی ہے۔ اس سے جو گیس خارج ہوگی۔ اس کے بعد جو بھی وہاں موجود ہوگا وہ دس پندرہ سیکنڈ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکے گا۔ آپ کی خواب گاہ سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ خواہ وہ انسان ہو یا جانور ہو۔ کوئی زہریلا سانپ ہو۔ کوئی بھی ہو۔"

میں نے چاروں طرف گھومتے ہوئے، اس خوابگاہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "ماسٹر ولیسوزا! تمہاری یہ کوٹھی، یہ خوابگاہ بہت خوبصورت ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس خوبصورت جگہ تمہارا مہمان ہوں۔"

"آپ مہمان نہیں ہیں۔ سپر ماسٹر نے یہ کوٹھی آپ کے نام کر دی ہے بلکہ آپ جس ملک کے جس بڑے شہر میں جائیں گے وہاں آپ کو ایسی ہی کوٹھیاں ملیں گی جو آپ کے نام ہوں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں اس سلسلے میں سپر ماسٹر سے بعد میں باتیں کروں گا۔ لیکن آپ سے کہتا ہوں کہ یہاں میں آج رات کا مہمان ہوں اگر آپ میرے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو کل کسی ایسی کوٹھی یا ایک چھوٹے سے کاٹیج کا انتظام کر دیجیے جس میں زیادہ سے زیادہ تین کمرے ہوں۔ ایک عام سا کاٹیج ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "آپ اتنی حفاظتی تدابیر کے ساتھ بنائی ہوئی کوٹھی میں رہنا پسند نہیں کریں گے؟"

"ماسٹر! میری ایک بات کا جواب دیں۔ یہ جو اتنے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں کیا اس کے بعد مجھے موت نہیں آئے گی؟"

وہ کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا: "جناب! موت تو ہر حال میں آتی ہے۔"

"جب موت ہر حال میں آتی ہے تو بندے کو یہ سوچنا چاہیے کہ کس طرح ہمیشہ چوکس رہ سکتا ہے کس طرح ہر لمحہ محتاط رہنے کا سبق سیکھ سکتا ہے۔ سیکھنے کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنے چاروں طرف دیواریں نہ اٹھائے۔ دروازے رکھے تاکہ چاروں طرف دیکھنے کا عادی رہے۔ اگر کہیں آرام سے بیٹھے تو اس کے کان کھڑے رہیں۔ کبھی سوتا رہے تو لاشعوری طور پر جاگتا رہے۔ شاید آپ کو نہیں معلوم کہ میں کبھی پوری نیند نہیں سویا۔ میری آنکھ سوتی ہے۔ میرا جسم آرام کرتا ہے۔ میں شعوری طور پر بھی سوتا ہوں لیکن غیر شعوری طور پر میرا دماغ جاگتا رہتا ہے۔ ہر رات ایسا ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ میں محتاط رہنے کا سبق ہر لمحہ سیکھتا رہتا ہوں۔ اگر مجھے یہ آرام و آسائش میسر ہوں گی۔ اگر اتنے سارے حفاظتی اقدامات ہوں گے تو میں آرام ضرور کروں گا۔ دشمنوں سے بڑی حد تک محفوظ رہوں گا لیکن میری عادت بگڑتی جائے گی میرے محتاط رہنے کی جو خوبیاں ہیں ان میں رفتہ رفتہ خرابیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔"

میں اس سے ذرا دور ہو کر اسٹیج کے سرے پر بیٹھ گیا پھر میں نے کہا: "اگر کسی بہت ہی مضبوط، مستحکم اور بلند حوصلہ قوم کو مارنا ہو تو سب سے بڑا ہتھیار یہی ہے کہ اسے آرام پسند بنا دیا جائے بہرحال مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں کھانے کے بعد آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں ابھی کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

"جو لوگ چھت پر ہیں۔ میں انھیں یہاں بلا رہا ہوں۔ آپ وہاں مسلح گارڈ سے کہہ دیجیے کہ وہ یہاں تک ان کی رہنمائی کر دے۔"

ماسٹر چلا گیا۔ میں ایک نہایت ہی آرام دہ صوفے میں دھنس گیا پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "یہاں آجاؤ۔ تھوڑی دیر میں ہم کھانے کے لیے ڈائننگ روم میں جائیں گے۔"

"تم کہاں ہو؟ کہاں بلا رہے ہو؟"

"چھت سے اتر کر آؤ۔ تمہاری رہنمائی کی جائے گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا اور آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر کمرے کو دیکھنے لگا۔ سپر ماسٹر نے میرے لیے ایک طیارہ مخصوص کر دیا تھا۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے میرا تھا۔ اس طیارے میں جتنے حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے میں نے انھیں قبول کر لیا کیونکہ پرواز کے دوران طیارہ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ دشمنوں سے نمٹنے کے لیے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور نہ ہی دشمنوں کو فرار ہونے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایک محدود جگہ ہوتی ہے۔ وہاں موت ہر حال میں لازمی ہوتی ہے یا پھر دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پڑتے ہیں۔ اس لیے طیارے میں ایسے حفاظتی انتظامات ہوں اور خصوصاً مجھ جیسے آدمی کے لیے ہوں تو یہ بات قابلِ قبول ہوتی ہے لیکن زمین پر جہاں ہم پیدا ہوئے، جہاں ہم نے لوٹ پوٹ کر رینگنا سیکھا۔ پھر چلنا سیکھا۔ پھر دوڑنا سیکھا اور پھر دشمنوں کو دوڑانا سیکھا یا تو ایسی جگہ آدمی کو آرام طلب نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی بہت زیادہ حفاظتی انتظامات کے درمیان گھرا رہنا چاہیے۔ اس سہل پسندی کے نتیجے میں ہر دم محتاط رہنے اور مستعد رہنے کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔

خوابگاہ کا دروازہ کھلا۔ اعلیٰ بی بی، رسونتی، ماتاجی، راجیش اور مہیش سبھی اندر آگئے اور آتے ہی حیرانی سے اس خوابگاہ کو دیکھنے لگے۔ تعریفیں کرنے لگے۔ میں سر اٹھائے چھت کو تک رہا تھا لیکن رسونتی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ میں کہاں آگئی ہوں۔ یہ تو کسی راجہ کا محل دکھائی دیتا ہے۔ ایسی خوبصورت خوابگاہ تو میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی مگر میری زندگی؟ میری زندگی کیا ہے؟ میری زندگی کیا تھی؟ کس دنیا میں تھی؟ کیا کبھی ایسی خوابگاہ میں تھی؟ نہیں، یوں لگتا ہے جیسے میں اب تک کسی اندھے کنوئیں میں تھی، دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب وہاں سے نکلی تو یہ دنیا دیکھ رہی ہوں۔"

یہ سوچتے سوچتے اس نے مجھے دیکھا۔ جانے کیوں اس کے اندر ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی سوچ کو ٹٹولا۔ پتہ چلا، وہ مجھ سے خوفزدہ ہے۔ اس لیے خوفزدہ ہے کہ ہر لمحہ مجھ سے متاثر ہوتی جا رہی ہے۔ اپنے چاروں طرف دیکھتی ہے۔ جو شخص بھی میرے پاس آتا ہے مجھ سے کمتر دکھائی دیتا ہے۔ جو بھی آتا ہے میری عزت کرتا ہے۔ مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میری فرمانبرداری کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے پھر یہ عالیشان خوابگاہ اتنے عیش و عشرت کا سامان اور پھر میرا اندازِ بے نیازی یہ سب باتیں ایسی تھیں جو اس کے دل میں گھر کر رہی تھیں لیکن وہ میرے تاثر کو قبول نہیں کرنا چاہتی تھی۔ خود کو کنواری سمجھ رہی تھی اور وہی ایک پرانی رٹ کہ وہ دیوتاؤں کی امانت ہے۔ بھلا مجھ سے متاثر کیسے ہو سکتی ہے؟

اعلیٰ بی بی نے میرے انداز سے سمجھ لیا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں اس لیے اس نے ماتاجی اور ان کے بیٹوں کو باتوں میں لگا لیا تھا۔ اس خوابگاہ میں انھیں لیے لیے گھوم رہی تھی۔ ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی اور انھیں دکھا رہی تھی۔ ایک رسونتی تھی جو اپنی جگہ کھڑی ہوئی مجھے تک رہی ہے۔۔۔ دوسرے خوابگاہ میں ادھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ وہ جلدی سے آگے بڑھ کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گئی۔

میں نے ان سب سے پوچھا: "یہ خوابگاہ کیسی ہے؟"

ماتاجی نے کہا: "بیٹے! یہ بہت خوبصورت ہے مگر تمہارے دل سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔"

"میں یہاں صرف آج رات کا مہمان ہوں۔ میں نے ماسٹر ڈیلیوزا سے کہہ دیا ہے کہ مجھے اتنی خوبصورت، اتنی آرام دہ جگہ نہیں چاہیے۔"

سب مجھے حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ صرف اعلیٰ بی بی خوش ہو کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا "ہم جنگلوں میں رہیں یا شہروں میں ہمیشہ کانٹوں کے بستر پر سونے کے عادی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی دشمن کانٹوں پر چلتا ہوا ہم تک نہیں پہنچ سکا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر آواز سنی۔ دوسری طرف سے ماسٹر ڈیلیوزا کہہ رہا تھا "ہیلو"

"ہیلو، میں فرہاد ہوں۔"

"آپ لوگ نیچے ڈائننگ روم میں آ جائیں۔ کھانا لگا دیا گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم سب ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے کے دوران ڈیلیوزا نے ان سب کو بتایا کہ میری خوابگاہ میں کیسے کیسے حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہ سب لوگ حیرانی سے سن رہے تھے پھر راجیش نے مجھے دیکھ کر پوچھا "بھائی جی آپ اتنی محفوظ جگہ کو چھوڑ کر کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

"کسی عام سی کوٹھی، کسی بنگلے کسی کاٹیج میں، جہاں مجھے یقین ہو کہ میں پوری طرح محفوظ نہیں ہوں اور مجھے اپنے بھروسے پر محتاط رہنا چاہیے۔"

سوتی کھانا بھول گئی تھی۔ مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ نہیں پڑھی۔ اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم نے یہاں اپنے لیے کمرہ دیکھ لیا ہے۔"

"دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی بھی کمرے میں رات گزار لوں گی۔ کیا تم مجھے آرام طلب سمجھتے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "نہیں میں سمجھ رہا تھا تم رات بھر میرے سرہانے کھڑی ہو کر پہرہ دیتی رہو گی۔"

اس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "ایسا وقت آیا تو یہ بھی کر دکھاؤں گی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم میرے لیے کیا کیا کرو گی۔ میرے لیے اپنا ملک چھوڑ دیتی ہو۔ اپنا آرام چھوڑ دیتی ہو۔ کبھی آسمان کی طرح سایہ کرتی ہو۔ کبھی زمین کی طرح قدموں تلے بچھ جاتی ہو۔ تمہارے دل میں میرے لیے کیا ہے؟ وہ کون سی محبت ہے، وہ کون سا جذبہ ہے جس کا تم اظہار نہیں کرتی ہو مگر میرے لیے سب کچھ کیے جاتی ہو؟"

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا "چپ چاپ کھاؤ اور آرام سے جا کر سو جاؤ۔ میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ تم سے فضول باتیں نہیں کر سکتی۔"

میں کھانے کے بعد اٹھ گیا۔ سب سے رخصت ہو کر اوپری منزل پر پہنچا جہاں میری خوابگاہ تھی۔ پھر میں وہاں سے بھی زینے پر چڑھتا ہوا اوپر چھت پر پہنچا۔ وہاں بہت ہی خوبصورت باغیچہ تھا۔ پھول مہک رہے تھے۔ دو مسلح جوان پہرہ دینے کے انداز میں ادھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ میں جھولے پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک سونیا کو تصور میں دیکھتا رہا، مسکراتا رہا پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے ہوسٹل کے کمرے میں تھی۔ میں نے پوچھا "کیا تم رات کا کھانا کھا چکی ہو؟"

"بس تھوڑا سا کھایا۔ دل نہیں چاہتا تھا اس لیے وہاں سے اٹھ کر یہاں چلی آئی۔"

"کل تم سے اچھی طرح باتیں نہ ہو سکیں۔ تمہیں بابا صاحب نے اچانک ہی بلا لیا تھا۔ بات کیا تھی؟"

"بابا نے اطلاع دی تھی کہ سائرہ بانو بہت بیمار ہیں۔ لہٰذا مرجانہ کو ان کے پاس فوراً پہنچایا جائے۔ میں مرجانہ کو لے کر ان کے پاس گئی تھی۔"

"چلو اچھا ہے۔ وہ ماں بیٹی مل گئیں۔"

"سائرہ بانو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا معلوم ہوتا تھا۔ چراغ بجھتے بجھتے پھر روشن ہو گیا ہو۔ وہ بہت کمزور اور بیمار ہیں۔ بابا نے صحیح کہا تھا کہ بیٹی کو ماں کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ چند دنوں یا چند گھنٹوں کی مہمان ہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"درست کہہ رہی ہوں۔ کل مجھے ایسا ہی لگا۔ ویسے اب تک خیریت ہے۔ تمہیں ان کی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔"

"میں جاؤں گا۔"

میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں پاکستان سے کن حالات میں نکلا ہوں اور برما پہنچنے کے بعد دونوں قاتلوں نے مجھے کس طرح گھیرنے کی کوشش کی اور ہم کس طرح بچ نکلے ہیں۔

وہ سنتی رہی اور مسکراتی رہی۔ میں نے کہا "ہم ان حالات میں مسکرانا اچھی طرح سیکھ گئے ہیں۔ شاید یہ ہمارے لیے ہی کہا گیا ہے کہ مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں۔"

"میں سمجھتی ہوں، تم ان دس قاتلوں سے نمٹ لو گے۔"

"اب دس نہیں نو رہ گئے ہیں۔"

"چلو نو سہی لیکن میرا دل نہیں مانتا۔ کبھی کبھی میں بہت ہی بے چین ہو کر سوچنے لگتی ہوں کہ تمہارے پاس چلی آؤں۔ میں تمہیں خود سے دور تنہا جینے تو دے سکتی ہوں مگر تنہا مرنے نہیں دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "بابا صاحب کی پیشین گوئی یاد ہے۔ وہ کہہ چکے ہیں کہ میرے آخری وقت میں تم ہی میرے پاس رہو گی۔ پھر بے چین ہونے تڑپنے اور میرے پاس بھاگ کر آنے کی ضرورت کیا ہے۔ تقدیر خود ہی تمہیں لے آئے گی تم اطمینان سے رہو اور بابا صاحب کے سلسلے میں جو کچھ حاصل کر رہی ہو کرتی رہو۔"

میں اسے تسلیاں دینے کے بعد سائرہ بانو کے پاس آ گیا۔ وہ ایک بستر پر آنکھیں بند کیے ہوئے بہت آرام اور سکون سے لیٹی ہوئی تھیں۔ ان کی طبیعت اگرچہ بہت خراب تھی لیکن وہ اس خوشی میں مگن تھیں کہ بیٹی مل گئی ہے ان کی بند آنکھوں کے پیچھے بھی بیٹی کا چہرہ روشن تھا۔ تھوڑی دیر میں انھیں مرجانہ کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے دروازے پر مرجانہ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ سر سے پاؤں تک مشرقی تہذیب کی ایک جیتی جاگتی تصویر نظر آ رہی تھی۔ اس نے گہرے رنگ کا چست چوڑی دار پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ اس پر مغل شہزادیوں کی طرح پشواز پہنے ہوئے تھی۔ شانے سے لے کر کمر تک پشواز کی تراش اتنی عمدہ تھی کہ پہن کر لباس کی خوبصورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ کمر سے نیچے پشواز کا گھیرا تھا۔ ایک دوپٹہ اس کے گلے اور شانے کے اطراف کنڈلی مار کر اس کے سر پر یوں ٹھہر گیا تھا جیسے وہ دوپٹہ نہ ہو سچ مچ سانپ ہو اور اس کے حسن کے خزانے کا محافظ بن گیا ہو۔ اس نے سر کو ذرا سا جھکا کر، دائیں ہاتھ کو اٹھا کر ایک حسن ادا سے کہا "امی آداب۔"

سائرہ بانو اسے دیکھ کر ہی تڑپ گئی تھیں۔ بات یہ نہیں تھی کہ وہ ماں بیٹی کی پہلی ملاقات تھی۔ مگر بیٹی کا وہ مشرقی انداز انھیں اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگیں۔ مرجانہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا "نہیں نہیں امی! آپ اسی طرح لیٹی رہیں۔ اسی لیے تو میں یہ لباس پہن کر نہیں آ رہی تھی۔ میں جانتی تھی۔ آپ مارے خوشی کے بستر سے اٹھنے لگیں گی۔"

وہ ماں کے قریب پہنچ کر ان پر جھک گئی اور ان کے چہرے کو ادھر اُدھر چومنے لگی۔ ماں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اس کے چہرے کو تھام رہی تھی۔ جی بھر کر دیکھ رہی تھی۔ پھر انھوں نے کہا "بیٹی! ذرا دور کھڑی ہو جاؤ۔ میں تمہیں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس لباس میں کتنی پیاری، کتنی حسین لگ رہی ہو۔ میری بیٹی سے زیادہ حسین تو کوئی نہ ہو گا۔"

وہ ہنستے ہوئے پیچھے ہٹ کر بولی "دنیا کی ہر ماں اپنی اولاد کو سب سے زیادہ حسین سمجھتی ہے۔"

وہ ذرا دور جا کر اس طرح کھڑی ہو گئی کہ اس کی امی اسے ہر زاویے سے دیکھ سکیں۔ پھر اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بابا صاحب نے مجھ پر کیا جادو کیا ہے۔ میں جب وہاں گئی تو اس کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں کہاں پہنچ گئی یہ میں خود نہیں جانتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے غفلت کے عالم میں تھی۔ بس ایک ہی آواز سنتی تھی اور وہ بابا کی آواز ہوتی تھی۔ ان کی آواز میں ایسا سحر تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب میں ہوش میں آئی تو ایک دن اور ایک رات گزر چکی تھی۔ میں اپنے آپ کو ایک نئی لڑکی محسوس کر رہی تھی۔ میرے دماغ میں اتنی ٹھنڈک، اتنا سکون تھا کہ میں سمجھتی ہوں شاید مجھے آئندہ کبھی غصہ نہیں آئے گا۔"

سائرہ بانو نے خوش ہو کر نقاہت سے کہا "بیٹی! میں بابا صاحب کا احسان جتنا بھی مانوں، کم ہے۔ انھوں نے تمہاری دنیا ہی بدل ڈالی ہے۔ سب سے بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ تم نے اپنے آپ کو ایک لڑکی تسلیم کر لیا ہے۔"

"بے شک بابا صاحب نے مجھے یہودیوں کے طلسم سے نکال دیا لیکن امی! سچ پوچھیے تو سونیا نے میرے ساتھ جو کیا ہے وہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ وہ مجھے جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ میں ہر قدم پر اس کی جان کی دشمن تھی۔ ذرا بھی مجھے موقع ملتا اور میں اس پر غالب آتی تو آج وہ زندہ نہ رہتی لیکن اس نے مجھے صرف نئی زندگی نہیں دی بلکہ نیا ذہن اور نئی سوچ دی ہے۔ میں اتنی بڑی دنیا میں اگر کسی کو سب سے زیادہ چاہتی ہوں، تو وہ میری سونیا ہے۔"

سائرہ بانو نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں ان کے دماغ میں رہ کر یہ محسوس کر سکتا تھا کہ وہ بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ بیٹی کی جدائی نے انھیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اگرچہ وہ مل گئی تھی لیکن یہ ملنا بھی ناکام برسوں سے لگا ہوا تھا۔ اور برسوں سے انھوں نے اتنے دکھ سہے تھے کہ اب اس عمر میں وہ سارے مصائب انھیں گھن کی طرح کھا رہے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو دکھ گزر گیا سو گزر گیا۔ نئی خوشی کو گلے لگا کر ہم پچھلے مصائب کو بھول جاتے ہیں لیکن وہ مصائب ہمارے اندر ایسی جڑیں پکڑ لیتے ہیں کہ جب کوئی نئی مصیبت آتی ہے تو پرانی مصیبتوں کے دکھ تازہ ہو جاتے ہیں۔ اس عمر میں سائرہ بانو کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ انھیں مخاطب کروں لیکن اسی وقت ایک ڈاکٹر وہاں پہنچ گیا۔

میں ان کے دماغ سے نکل گیا۔ ابھی ان کا علاج ہونا چاہیے تھا۔ میں ان سے کسی دوسرے وقت باتیں کر سکتا تھا۔ پھر میں نے مرجانہ کو تصور میں دیکھا وہ مغل شہزادیوں جیسے لباس میں کتنی حسین لگ رہی ہو گی۔ میں اُسے مخاطب کرنا چاہتا تھا پھر میں نے سوچا۔ نہیں ابھی نہیں۔ وہ اپنی والدہ کی بیماری کے سلسلے میں پریشان ہو گی۔ شاید اچھے موڈ میں باتیں نہ ہو سکیں۔ اسی لیے میں نے ارادہ بدل دیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ باغیچے میں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ پھول مہک رہے تھے۔ میں جھولے پر بیٹھا ہوا تھا۔ برما کے وقت کے مطابق رات کے دو بج رہے تھے۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنی خوابگاہ کے سامنے آیا۔ اس حسین مجسمے کے سامنے فرش پر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے دائرے پر پاؤں رکھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنی رس بھری آواز میں کہا "فرہاد صاحب! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ آپ اطمینان سے

اندر جا سکتے ہیں۔"

میں خوابگاہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے لباس تبدیل کیا۔ پھر آرام دہ بستر پر آکر گر پڑا۔ بستر کا فوم یقیناً اسپیشل کوالٹی کا ہوگا۔ میں آرام چاہتا تھا لیکن بہت زیادہ عیش و آرام کی زندگی مجھے پسند نہیں تھی۔ تاہم اس وقت مجھے اس بستر پر بہت ہی لطف حاصل ہوا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بادِ صبا کی ہتھیلی پر سو رہا ہوں۔

تھوڑی دیر تک میں آرام سے لیٹا رہا۔ اِدھر سے اُدھر کروٹیں بدل کر اپنے جسم کی تھکن اتارتا رہا۔ پھر میں نے اس سامنے والی تصویر کو دیکھا جس کے پیچھے اسکرین چھپا ہوا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنی بائیں طرف والی مشین کو آپریٹ کیا۔ وہ تصویر دیوار کے اندر نیچے کی طرف دھنسنے لگی۔ اسکرین نظر آنے لگا۔ میں نے اُسے آن کیا۔ پھر ایک کمرے کے بٹن کو دبایا۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ کس کمرے میں کون ہے۔ جب اس بٹن کو دبایا تو راجیش، مہیش اور اس کی ماتاجی دو پلنگ پر سوتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے اُسے آف کر دیا۔

ایک اور بٹن کو دبایا تو اسکرین دوبارہ روشن ہوگیا۔ اب اعلیٰ بی بی نظر آ رہی تھی۔ وہ ایک ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لیے اپنے کسی چور سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے ساؤنڈ والے بٹن کو آن کیا۔ اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ریڈ پاور کے باس سے کہو۔ ہم وہ دستاویز چرا کر اُس کے پاس پہنچا دیں گے لیکن رقم کی ادائیگی فرانس کے کسی شہر میں ڈالر کی صورت میں ہوگی۔"

اعلیٰ بی بی کو میں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے اسکرین کے ذریعے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کی آواز سنی جا سکتی ہے۔ ایک بات میرے دماغ میں آئی: "کیا ماسٹر ڈلیسوزا بھی کہیں بیٹھا ہوا اعلیٰ بی بی کو اس طرح باتیں کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہے؟"

یہ سوال پیدا ہوتے ہی میں نے ماسٹر ڈلیسوزا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ مجھے ذرا اطمینان ہوا۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ اعلیٰ بی بی کے چور بہت ہی اونچے پیمانے پر چوریاں کرتے ہیں اور بڑے بڑے ممالک کے راز چراتے ہیں اور ان کے ایجنٹوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے پاکستان میں کبیر بیدل کو بے نقاب کیا تھا۔ لیکن یہاں ریڈ پاور کے باس سے کوئی سودا کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اعلیٰ بی بی سپر ماسٹر کے خلاف سودا کر رہی ہے۔ یقیناً جو بھی دستاویز چرائی جانے والی تھی اس کا تعلق سپر ماسٹر کے کسی ماسٹر سے اور اس ماسٹر کے کسی ملک سے ہوگا۔

میں نے اسکرین پر اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ وہ ٹرانسمیٹر سے گفتگو کر چکی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پہلے اس نے سانس روک لی پھر مسکرا کر بولی "آ جاؤ۔"

میں نے کہا: "میں تم سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم اور تمھارے تمام چور میرے ساتھ اتنا وقت کیوں برباد کرتے ہیں۔ مانا کہ تمھیں مجھ سے کوئی ایسا لگاؤ ہے جس کے تحت تم ہمیشہ میرے کام آنا چاہتی ہو۔ بابا صاحب بہت پُراسرار ہیں۔ انھوں نے تم لوگوں کو میرے ساتھ کیوں لگا رکھا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا۔ کچھ تم ہی بتاؤ۔"

وہ آرام سے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی: "تمھیں یہ تو پاکستان میں ہی معلوم ہو چکا ہے کہ ہم سب اونچے پیمانے پر چوریاں کرتے ہیں۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں لیکن ایک سوال یہ ہے کہ بابا صاحب نے تم لوگوں کو میرے ساتھ کیوں لگا رکھا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "فرہاد ہماری ذات سے تمھیں فائدہ پہنچ رہا ہے اور تمھاری ذات سے ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ دنیا کے بڑے ممالک کی جو پالیسیاں یہ ہیں کہ وہ اپنے زیرِ دست رہنے والے کسی بھی ملک کو ناراض نہیں کرتے مثلاً امریکہ کی مثال لو۔ وہ ایک طرف عرب ممالک کی دوستی کا دم بھرتا رہتا ہے۔ دوسری طرف اسرائیلی حکومت کی پیٹھ ٹھونکتا رہتا ہے اور ان یہودیوں کے جارحانہ عزائم پر خاموش رہتا ہے۔ اسی طرح سپر ماسٹر تمھارا بہت گہرا دوست ہے۔ اس نے رسونتی کی زندگی اس وقت بچائی جب وہ مرنے ہی والی تھی۔ اس نے ایک بہت ہی مہنگا اور محافظ طیارہ تمھارے نام کر دیا۔ وہ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر میں تمھارے لیے حفاظتی انتظامات کرنا چاہتا تھا۔ تمھارے لیے وہ سوتے جاگتے کام کرنا چاہتا ہے اور ہر حال میں اپنی دوستی کا ثبوت فراہم کرنا چاہتا ہے لیکن دوسری طرف وہ یہودیوں کا بھی دوست ہے۔ انہی یہودیوں کا جن کے نو قاتل ابھی تک تمھارے تعاقب میں ہیں۔"

"میں یہ باتیں سمجھتا ہوں۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔"

"جواب یہ ہے کہ میں تمھاری دوست ہوں۔ میری پوری ٹیم تمھارے لیے ایک فوج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کبھی یہ راز فاش ہو جائے کہ اعلیٰ بی بی اور اس کے چور ریڈ پاور کے بھی کام آتے ہیں۔ سپر ماسٹر کبھی میرے خلاف شکایت کرے تو تم بڑی آسانی سے جواب دے سکتے ہو کہ یہ ڈپلومیسی ہے۔ یہ سیاست کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ سپر ماسٹر تمھارا بھی دوست ہے۔ یہودیوں کا بھی۔ لہٰذا ہم تمھارے بھی دوست ہیں اور سپر ماسٹر کے بھی۔ اس لیے ہمارے خلاف سپر ماسٹر کی مخالفانہ کارروائی کو تم پسند نہیں کرو گے اور جس بات کو تم پسند نہیں کرتے ہو اسے سپر ماسٹر کیسے پسند کرے گا؟ ہمارے خلاف کچھ کر تو نہیں سکے گا بس اتنا ہوگا کہ ہماری طرف سے محتاط رہنے لگے گا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ دیکھا جائے گا۔"

"تم بہت بڑے بڑے ممالک کے راز چرا کر کیا کرتی ہو؟"

"ہم جتنے راز چراتے ہیں۔ ان کی ایک ایک نقل اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ کسی دستاویز کی رُو سے اگر کسی پسماندہ ملک کو نقصان پہنچا ہو یا کسی ترقی پذیر ملک کی ترقی کو پامال کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہوں تو ہم اس ملک کو دوسرے ذرائع سے اطلاع دیتے ہیں۔ اس کے سربراہ کو مختلف ذرائع سے سمجھاتے ہیں۔ اگر وہ یقین نہ کرے تو اس شرط پر وہ دستاویز اسے دکھاتے ہیں کہ وہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ اگر کرے گا تو جان سے جائے گا۔"

"وہ سپر ماسٹر جو ساری دنیا کی معلومات رکھتا ہے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتا ہوگا کہ تم لوگ راز چرایا کرتے ہو؟"

"میں نے یہ کب کہا کہ وہ نہیں جانتا۔ وہ تو بس اتنا ہی جانتا ہے کہ بابا صاحب کے جتنے طلبا اور طالبات اس انسٹی ٹیوٹ سے نکلتے ہیں اور دنیا کے عملی میدان میں آتے ہیں وہ کچھ اسی قسم کے کام کرتے ہیں لیکن وہ کام مثبت انداز کا ہوتا ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں۔ مثلاً سپر ماسٹر یہ کہتا ہے کہ وہ چھوٹے ممالک کا خیرخواہ ہے۔ بابا صاحب اس کی اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ہمارے ذریعے اس کا کوئی کام کر دیتے ہیں۔ کسی بڑے راز کو چرا کر اس کے پاس پہنچا دیتے ہیں مگر اس کی نقل ہم اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ بات سپر ماسٹر نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ ہم اس کی مخالفت میں ریڈ پاور والوں کے بھی کام کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "بابا صاحب بہت گہرے ہیں۔ ان کی پلاننگ سمجھ میں آگئی ہے۔ اسی لیے انھوں نے تم سب لوگوں کو میرے ساتھ لگایا ہے کہ میں تمھارے لیے ڈھال بنا رہوں گا۔ کبھی تم لوگوں کا بھید کھلے گا تو میری وجہ سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا: "میں نے کبھی نہ سنا نہ دیکھا کہ کوئی ایسا بزرگ ہو جو دین دار ہو، پرہیزگار ہو، شریف، نیک ہو اور اپنے شاگردوں سے چوریاں بھی کراتا ہو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ مکالمہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ چوری میرا پیشہ ہے، نماز میرا فرض۔ یہ بات اس نظریے سے درست ہے کہ چوریاں مثبت انداز کی بھی ہوتی ہیں اور منفی انداز کی بھی۔ جس چوری سے ایک انسان کو یا پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے وہ واقعی منفی ہے اور چور سزا کے قابل ہے لیکن وہ چور جو بڑے بڑے چوروں کے ہاں چوری کرتا ہو اور اس سے دوسرے مظلوموں کو فائدہ پہنچاتا ہو تو اسے مثبت انداز کی چوری کہا جائے گا۔"

"جیسے تم نے مثبت انداز میں چوری کی اور میرا دل چرا لیا ہے۔ مجھے نقصان بھی نہیں پہنچا اور ...."

"بس اب میرے دماغ سے نکلو ورنہ تمھارا دماغ بہکنے لگے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔ یعنی اسے پورا یقین تھا کہ اب میں اس کی سوچ نہیں پڑھ سکوں گا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھ بھی نہیں سکوں گا لیکن میں سامنے والی اسکرین پر اُسے دیکھ رہا تھا۔ مجھے دماغ سے نکال دینے کے بعد وہ بے اختیار مسکرا رہی تھی۔

عورت سامنے ہو تو کچھ ہوتی ہے، تنہا ہو تو کچھ اور نظر آتی ہے۔ اسے یقین تھا کہ وہ تنہا ہے۔ کوئی اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس لیے وہ صحیح معنوں میں عورت بن گئی تھی۔ عورت کی کمزوری اس پر غالب آ رہی تھی۔ اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹیک دیا تھا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا جیسے دھڑکتے ہوئے دل کو سمجھا رہی ہو۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر سوچتی ہوئی آنکھیں اور تمتمایا ہوا چہرہ بہت کچھ بتا دیتا ہے۔

میں نے اُسے اور قریب سے دیکھنا چاہا۔ اس کے لیے میں نے مشین کی طرف توجہ دی۔ جس حصے کو میں آپریٹ کر رہا تھا۔ وہاں اوپر ایک چھوٹی سی پلیٹ پر معلوماتی اشارے درج تھے۔ اسی پلیٹ کے پاس ایک چھوٹا سا ہینڈل بنا ہوا تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ دور سے دیکھنے کے لیے اور بالکل قریب سے دیکھنے کے لیے اس ہینڈل کو کس طرح مختلف سمتوں میں گھمانا چاہیے اور اُسے آگے پیچھے سے دیکھنے کے لیے اس کا رُخ کس طرح بدلنا چاہیے۔ میں نے اس کے مطابق عمل کیا تو اعلیٰ بی بی بالکل قریب سے نظر آنے لگی۔ اسکرین پر اس کا بڑا سا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

گویا میرے سامنے حسن کی تفسیر تھی۔ رسونتی اگر حسن و جمال میں مشرق کی نمائندگی کرتی تھی۔ تو اعلیٰ بی بی مغرب کا ایک شاہکار تھی۔ اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھوں میں اتنی گہرائی تھی کہ دیکھنے والا ان گہرائیوں میں ڈوبنے لگتا تھا۔ میری یہی کیفیت تھی۔ میں اس کے چہرے کو، اس کے ناک نقشے کو بڑی تفصیل سے دیکھنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اس کے چہرے نے حرکت کی۔ وہ اسکرین سے آؤٹ ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صوفے کی پشت سے جو ٹیک لگائے ہوئے تھی تو وہاں سے وہ ہٹ گئی تھی۔

میں نے ہینڈل کو آپریٹ کیا تو وہ ذرا دور سے نظر آنے لگی۔ وہ اسی طرح صوفے پر بیٹھی تھی لیکن سیدھی ہو کر اپنے پاس ہی ایک تپائی پر رکھے ہوئے پرس کو اٹھا رہی تھی۔ اس نے پرس کو کھول کر ایک چھوٹا سا پستول نکالا۔ اس پستول کو بڑی محبت سے دیکھنے لگی۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ آخر وہ میرے متعلق سوچتے سوچتے اس پستول

سے کیوں محبت کرنے لگی ہے۔

پھر وہ پستول میرا رقیب بن گیا۔ اس نے پستول کے چھوٹے سے دستے کو اپنے گلابی رخسار سے لگایا تھا پھر وہ اس کے دستے کو چومنے لگی۔ اسے انتہائی محبت سے دیکھنے لگی۔ اگر وہ میرے خیال کو دل و دماغ سے نکالنے کے لیے اپنا دھیان بٹانا چاہتی تھی تو دھیان بٹانے کا یہ کون سا طریقہ تھا۔

میں نے اس ہینڈل کو آہستہ آہستہ آپریٹ کرنا شروع کیا۔ وہ کلوز میں آنے لگی۔ اب اس نے پستول کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا جیسے اپنے دل کی دھڑکنیں اسے سنا رہی ہو۔ پھر اس نے پستول کو ہتھیلی پر رکھ کر دیکھا۔ میں نے ہینڈل کو اس طرح آپریٹ کیا کہ اب وہ پستول پورے اسکرین پر پوری تفصیل سے نظر آنے لگا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی کا دوسرا ہاتھ پستول کے دستے پر گیا۔ وہ دستے کے اس حصے کو ایک جگہ سے دبا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ دستے کا اوپری حصہ ایک پتلی سی پلیٹ کی صورت میں نیچے کی طرف کھسکنے لگا تب میں نے دیکھا۔ وہاں جو حصہ خالی ہو گیا تھا وہ خالی نہیں تھا بلکہ وہاں میری ایک تصویر رکھی ہوئی تھی میں مسکرا رہا تھا۔ ادھر تصویر میں تو مسکرا ہی رہا تھا۔ ادھر میرے ہونٹوں پر بھی بے اختیار مسکراہٹ آ گئی تھی۔

اے عشق تیرا خانہ خراب تو نے رستم کو پچھاڑ کر اسے سہراب کا باپ بنا دیا۔ اگر اعلیٰ بی بی پچھاڑیں کھا رہی تھی تو زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔ بات اتنی سی ہے کہ عورت اوپر سے اخروٹ کے چھلکے کی طرح سخت ہوتی ہے۔ بہت سخت ہوتی ہے۔ اگر چھلکے کو طاقت سے توڑا جائے تو اندر سے اخروٹ سالم ہاتھ نہیں آتا۔ ریزہ ریزہ ہو کر ملتا ہے۔ عورت کو جب بھی توڑا گیا، وہ ٹوٹ ٹوٹ کر ملی۔ محبت کی ہلکی چوٹیں سخت چھلکے کے اندر سے اُسے صحیح و سالم نکال لاتی ہیں۔

میں نے اسکرین پر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی اب میری تصویر کو دیکھ دیکھ کر مسکرا کر کہہ رہی تھی "مسٹر! میں سمجھتی ہوں کہ لڑکیاں تمہارے سامنے کس طرح دل ہار جاتی ہوں گی لیکن میں نے خواہشات کو لگام دینا، نفس پر قابو پانا اور دل کو تھپک تھپک کر سلا دینے کا سبق خوب پڑھا ہے۔"

وہ وہاں سے اٹھی۔ پھر پلنگ کے پاس آئی۔ اس نے ریوالور کو اپنے تکیے کے پاس رکھ دیا۔ میری تصویر ابھی تک نمایاں تھی پھر وہ سونے سے پہلے لباس تبدیل کرنے کے لیے اپنے باتھ لباس کی طرف لائی جب میں نے دیکھا کہ وہ لباس تبدیل کرنے والی ہے تو میں نے فوراً آف والے بٹن کو دبایا۔ اسکرین تاریک ہو گیا۔ وہ گم ہو گئی۔

اس اسکرین کے ذریعے تو کیا میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اُس مقام تک پہنچ سکتا ہوں جہاں پہنچنا خلافِ تہذیب ہے۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جانتا ہو یا ایسے ذرائع کا مالک ہو کہ جب وہ کسی پرائی عورت کو تنہائی میں دیکھ سکے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لے منہ پھیر لے یا وہاں سے چلا جائے۔ یہ محض شرافت نہیں ہے۔ بلکہ وہ مردانگی ہے جو عورت کی حیا کو تحفظ دیتی ہے۔

میں تھوڑی دیر تک خاموشی سے بستر پر لیٹا رہا۔ اعلیٰ بی بی میرے ذہن میں آتی رہی، جاتی رہی پھر میں نے اسے رخصت دیا۔ رسونتی کے بارے میں سوچا۔ کیا وہ سو رہی ہو گی؟ میں خیال کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا مگر سامنے اسکرین تھا۔ کریں میں نے ایک اور بٹن کو دبایا۔ ایک خوابگاہ نظر آئی۔ وہاں دو شخص سو رہے تھے۔ ایک صوفے پر بیٹھا تھا میں نے پہچان لیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے چور تھے۔ وہ جاگنے والا اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ یقیناً وہ باری باری ڈیوٹی دینے کے لیے سو رہے تھے اور جاگ رہے تھے۔

میں نے ایک اور بٹن کو دبایا۔ اسکرین پر ایک خوابگاہ نظر آئی وہ خالی تھی۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں اسے اسکرین سے ہٹانا چاہتا تھا۔ اسی وقت راجیش کی ماتاجی کی آواز سنائی دی۔ میں نے ہینڈل کو آپریٹ کیا تو دروازے کا منظر دکھائی دیا۔ رسونتی ماتاجی کے ساتھ دروازہ کھول کر داخل ہو رہی تھی۔ اور ماتاجی کہہ رہی تھیں "بیٹی! اتنی رات کو مجھے اٹھا کر کیوں لائی ہو۔ کیا تمہیں نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"میں کیا کروں۔ بہت الجھن میں ہوں۔ سونا چاہتی ہوں، سو نہیں سکتی۔ بار بار اس کا خیال آتا ہے۔"

ماتاجی نے حیرانی سے پوچھا "کس کا خیال آتا ہے؟"

"وہی فرہاد۔ میں یہاں بہت دیر تک سونے کی کوشش کرتی رہی۔ مجھے ایسا لگتا رہا جیسے وہ میرے پاس آ رہا ہے۔"

بوڑھی ماں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "وہ صرف تمہارے دل میں اور تمہارے دماغ میں ہی نہیں سمایا ہوا ہے بلکہ تمہاری آتما (روح) میں بھی سمایا ہوا ہے۔ تم اسے کہاں کہاں سے الگ کر سکو گی؟"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں کبھی ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"نہیں مانتی ہو تو یہ سوچ کر سو جاؤ کہ تقدیر میں جو لکھا ہے پورا ہو گا۔ تمہیں جہاں رہنا ہے جس کے ساتھ رہنا ہے اسکے ساتھ تو زندگی گزارنا ہی ہو گی۔ کیا تم اپنی تقدیر سے لڑ سکتی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ ماں جی نے کہا "آؤ بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا سر سہلاتی ہوں۔ تمہیں نیند آ جائے گی۔"

وہ ماں جی کے ساتھ چلتی ہوئی بستر کے پاس آئی پھر وہ

لیٹ گئی۔ ماں جی، اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر سہلانے لگیں میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ آہستہ آہستہ خیال خوانی کی لوریاں سنانے لگا۔ اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ وہ جلدی ہی سو گئی میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

پھر مجھے کچھ یاد آیا تو میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "تم سے ایک بات پوچھنا بھول گیا تھا۔ یہ بتاؤ تم دستاویزات کی چوری وغیرہ کے سلسلے میں جب اپنے چوروں کو کوئی حکم دیتی ہو تو کیا ٹرانسمیٹر کے ذریعے دیتی ہو؟"

"کبھی روبرو کبھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔ کیا بات ہے؟"

"پہلے میرے سوالوں کا جواب دو۔ کیا تم نے یہاں اس کوٹھی میں رہ کر ایسا کوئی حکم اپنے کسی ماتحت کو دیا ہے؟"

"جب تم میرے پاس آئے تھے اس سے پہلے میں نے ایسی ایک بات کی تھی۔"

"آئندہ یہاں اس کوٹھی میں یا ماسٹر ڈلیوزا کے حلقے میں رہ کر ٹرانسمیٹر استعمال نہ کرنا اور نہ ہی اپنے چوروں کے روبرو ایسی باتیں کرنا ہو سکتا ہے کہ ماسٹر نے یہاں خفیہ آلات لگا رکھے ہوں جن کی وجہ سے تمہاری باتیں سنی جا سکیں۔ میری بات سمجھ رہی ہو؟"

"سمجھ گئی۔ آئندہ محتاط رہوں گی۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ پھر میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں اور اطمینان سے سو گیا۔ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ سونے سے پہلے میں اپنے دماغ کو جو ہدایات دیتا ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اگر میرے کمرے میں کوئی داخل ہو یا کمرے کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو تو وقت سے پہلے میری آنکھ کھل جائے۔

کوئی غیر معمولی بات ہو گئی۔ اچانک ہی صبح پانچ بج کر تیس منٹ پر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے لیٹے لیٹے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے۔ میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ہلکی سے ہلکی آواز کو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کچھ سنائی دے رہا تھا۔ جو کچھ آنکھوں کے سامنے تھا وہ کمرے کا اندرونی ماحول تھا۔ نہ کوئی انسان تھا نہ کوئی جانور تھا پھر میری آنکھ کیسے کھل گئی؟

شمع بینی اور ٹیلی پیتھی کی مختلف مشقوں سے منجھا ہوا میرا دماغ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا تھا ضرور کوئی بات تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ تو میں نے فوراً ہی ماسٹر ڈلیوزا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اپنے بستر کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ پر ایک ٹیلیفون کی طرح آلہ رکھا ہوا تھا جس میں مختلف بٹن تھے اور اس کا ہاتھ ان بٹنوں کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ آپریٹر کی کال کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ ابھی بتانے والا ہے کہ فرہاد علی تیمور اپنی خوابگاہ میں سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔

میں فوراً ہی سمجھ گیا۔ میں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بلند آواز سے کہا "لاحول ولاقوۃ۔ کمرے میں تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ مجھے اپنی نیند پوری کرنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہوئے میں بستر پر سیدھا لیٹ گیا اور تکیے کو اپنے سینے سے لگا کر آنکھیں بند کیں اور سونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

ذاتی ایکس چینج میں ڈیوٹی دینے والا وہ شخص تھری زیرو ون نائن (۳۰۱۹) پر میرے بیڈ سے دو طرفہ مشینیں برآمد کر سکتا تھا۔ میرے دروازے پر کھڑے ہوئے حسین مجسمے کے سینے پر بھی تھری زیرو ون نائن لکھا ہوا تھا۔ اس کے ایک ایک نمبر پر انگلی رکھنے سے وہی ایکس چینج والا میری خوابگاہ میں پیش آنے والے خطرے کو سمجھ سکتا تھا اور وہاں سے کوئی ایسی گیس خارج کر سکتا تھا کہ کمرے میں کوئی ٹھہر نہ سکتا اور نکل آتا۔

بہرحال میں نے اسے دکھانے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور ماسٹر ڈلیوزا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔ "میں اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ ابھی جیسے ہی میں نے اسکرین آن کیا تھا تو مجھے فرہاد صاحب جاگتے ہوئے نظر آئے۔ وہ کچھ پریشان تھے۔ اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ اور خاموش بیٹھے جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہے تھے پھر انھوں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا کہ خواہ مخواہ جاگ پڑے ہیں کمرے میں خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ نیند پوری کر لینا چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ پھر سو گئے ہیں۔"

ماسٹر ڈلیوزا ذرا پریشان ہو کر سوچنے لگا "مسٹر فرہاد جاگ گئے تھے پھر سو گئے۔ کیا وہ اس وقت سچ مچ سو رہے ہوں گے یا انھیں کچھ شبہ ہو گیا ہے۔ وہ اچانک کیسے جاگ گئے تھے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "انسان سوتے سوتے اچانک کسی نہ کسی وجہ سے جاگ بھی جاتا ہے۔ کبھی اسے خواب چونکا دیتے ہیں۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

اسی وقت ایکس چینج والے آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ ماسٹر سے کہہ رہا تھا "جناب! مادام رسونتی اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔ دوسرے کمرے میں وہ دونوں راجیش اور جیش بھی سو رہے ہیں۔ ان کی ماں جاگ گئی ہے اور کھڑکی کے پاس آ کر مشرق کی طرف منہ کیے دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوئی ہے۔ شاید سورج نکلتے وقت پوجا کرتی ہے۔"

یہ باتیں سن کر پتہ چل رہا تھا کہ میں یہاں بیٹھے بیٹھے اسکرین پر جس طرح پوری کوٹھی کے اندرونی اور بیرونی مناظر دیکھ سکتا ہوں۔ اسی طرح وہ ایکس چینج والا بھی دیکھتا رہتا ہے۔ اس نے کہا "اور

جناب! اعلیٰ بی بی اوپر چھت والے باغیچے میں ہیں۔ وہ ایک جگہ پلتھی مار کر بیٹھ گئی ہیں۔ بالکل ساکت ہیں۔ ان کے بدن میں ذرا بھی حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ انھوں نے سانس روک لی ہے اور یوگا کے عمل سے گزر رہی ہیں۔"

میں ماسٹر ڈلیوزا کو چھوڑ کر ایکس چینج والے آدمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب میں اس کے ذریعے اس کمرے کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک بڑی سی مشین اس کے سامنے تھی اور سامنے دیوار پر ایک بڑا سا اسکرین تھا جو اس وقت تاریک تھا۔ مشین کے ایک حصے سے ماسٹر ڈلیوزا کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کیا پچھلی رات تمام کمروں میں ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو چکی ہے؟"

"جی ہاں، وہ کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔"

"مجھے فوراً سناؤ۔"

"یس سر! ابھی سناتا ہوں کیسٹ کو ریوائنڈ کرنے میں ذرا سی دیر لگے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے مائک کے بٹن کو آف کیا پھر مشین کے اس حصے کی طرف گیا جہاں ایک ریکارڈر تھا وہاں کیسٹ لگا ہوا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ پچھلی رات جتنے کمروں میں جتنے لوگوں نے جو باتیں ایک دوسرے سے کی ہیں وہ ساری گفتگو اس کیسٹ میں ریکارڈ ہے۔

میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا۔ اس کوٹھی سے ابھی ایک آدمی باہر نکلے گا۔ وہ زرد رنگ کی قمیص اور چاکلیٹ رنگ کی پتلون میں ملبوس ہے۔ اس کی جیب میں ایک کیسٹ ہوگا۔ اس کیسٹ میں تمھاری پچھلی رات کی تمام گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے۔ اس گفتگو کو ابھی تک ماسٹر ڈلیوزا نے نہیں سنا ہے۔ تم سمجھ گئی ہو نا۔ کیا کرنا ہے؟"

"بالکل سمجھ گئی ہوں میں ابھی اپنے باہر والے چور کو اطلاع دیتی ہوں۔"

میں پھر اس ایکس چینج والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کیسٹ کو ریوائنڈ کر چکا تھا۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کیسٹ کو ریکارڈر سے نکالا۔ اسے اپنی جیب میں رکھا۔ پھر کمرے سے نکل گیا۔ وہاں سے نکل کر وہ کوٹھی کے باہر آیا۔ جانا پہچانا آدمی تھا۔ اعلیٰ بی بی کے چور اور ماسٹر ڈلیوزا کے آدمی اسے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اس پر اعتماد کرتے تھے کسی نے اُسے نہ روکا نہ ٹوکا۔ وہ کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل گیا پھر ایک طرف تیزی سے چلنے لگا۔ بہت دور نکل گیا تو اچانک ایک کار اس کے قریب آکر رکی۔ اس کے دروازے کھلے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ دو آدمیوں نے اسے کار کے اندر کھینچ لیا۔ دروازہ بند کیا اور کار آگے بڑھ گئی پھر ایک نے پوچھا "ہاں تو وہ کیسٹ کون سی جیب میں ہے؟"

اس نے مسکرا کر کہا "اس وقت میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ یہ لو کیسٹ۔"

اس نے ایک جیب سے کیسٹ نکال کر اس کے حوالے کیا، پھر کہا "اب فرہاد علی تیمور اس کے دماغ سے جا رہا ہے۔ تم لوگ اس کا جو بھی حشر کرو لیکن پہلے اس سے وہ ساری بات اگلواؤ کہ وہ کس طرح ایک کمرے میں بیٹھ کر تمام کمروں کے متعلق جاسوسی کرتا رہا۔ حالانکہ تم لوگوں نے جاسوسی آلات کے ذریعے پوری کوٹھی کی چیکنگ کی تھی اور مطمئن ہو گئے تھے کہ خفیہ آلات چھپا کر نہیں رکھے گئے ہیں، پھر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ مجھے اس کی پوری تفصیل معلوم ہونی چاہیے۔"

میں وہاں سے واپس آگیا۔ اعلیٰ بی بی میری منتظر تھی۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پریشان ہو کر بولی "فرہاد آئی ایم ویری سوری۔ تم یقین کرو۔ پہلی بار مجھ سے پچھلی رات حماقت سرزد ہوئی۔ بابا صاحب کو معلوم ہوگا تو وہ مجھے اعلیٰ بی بی کے عہدے سے ہٹا دیں گے۔ چالیس چوروں کی تین غلطیاں یا تین کوتاہیاں معاف کی جاسکتی ہیں لیکن اعلیٰ بی بی کو ایک غلطی یا ایک کوتاہی کی بھی اجازت نہیں ہے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "جب تمھیں اعلیٰ بی بی کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا تو پھر تمھارا نام کیا ہوگا۔ سامی یا سمیرا؟"

"تم مذاق کر رہے ہو۔"

"تمھیں یاد ہوگا کچھ عرصے پہلے میں نے کہا تھا کہ میں تمھیں اعلیٰ بی بی نہیں کہوں گا سمیرا بھی نہیں کہوں گا میں تمھیں اپنی سامی سمجھتا ہوں اگر تم میری پسند کا خیال رکھتے ہوئے مجھے سامی کہنے کی اجازت دو گی اور اس نام کو دل سے قبول کرو گی تو میں تمھیں نام لے کر مخاطب کروں گا ورنہ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ میں جب تمھیں مخاطب کرتا ہوں تو تمھارا کوئی نام نہیں لیتا اور نہ ہی گفتگو کے دوران بھولے سے بھی تمھیں اعلیٰ بی بی کہتا ہوں۔"

وہ میری باتیں سنتی رہی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا پھر اس نے کہا "یہ ایسی باتیں کرنے کا موقع نہیں ہے۔ بابا صاحب نے ہمیں سمجھایا ہے کہ ضمیر کی آواز کو کبھی نہ دباؤ۔ اس وقت میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ میں بابا سے یہ بات چھپا لوں گی لیکن اپنی غلطی کی تلافی کے لیے آیندہ اور زیادہ محتاط اور مستعد رہوں گی۔"

"کیا تمھیں اعلیٰ بی بی کا عہدہ، یہ برتری یہ شان بہت زیادہ پسند ہے؟"

"خدا کی قسم مجھے یہ عہدہ، یہ شان نہیں چاہیے۔ مجھے مستعدی چاہیے۔ یہ مصروفیت چاہیے جو آج میرے ساتھ ہے۔"

"تمھاری آج کی مستعدی، آج کی مصروفیات صرف میرے لیے ہیں کیا اسی لیے تمھیں ان مصروفیت سے دلچسپی ہے؟"

وہ ہونٹوں کو بھینچ کر سوچ کے ذریعے بولی "تم گھما پھرا کر اپنے مطلب کی بات اگلوانے کی خوب کوشش کرتے ہو۔ دیکھو سامی بہت ہی پیارا نام ہے۔ مجھے بہت ہی پسند ہے لیکن میں اس نام سے منسوب ہونا چاہوں گی تو تمھیں شہ ملے گی۔"

مجھے پچھلی رات کی اعلیٰ بی بی یاد آگئی۔ آنکھوں کے سامنے وہ سامی گھومنے لگی جو اپنے پستول کے ہتھے سے لگی ہوئی میری تصویر دیکھ رہی تھی اور مجھ سے والہانہ محبت کا اظہار کر رہی تھی: "اخروٹ کہیں کی......"

میں نے اُس سے پچھلی رات والی بات نہیں چھیڑی۔ وہ چھپی رہنا چاہتی تھی میں نے اسے چھپا ہی رہنے دیا۔ اس سے کہا "ٹھیک ہے۔ وہ غلطی جو تم سے ہو چکی ہے اُسے بھول جاؤ۔ بابا صاحب بہت سخت ہیں۔ انھیں یہ تو سمجھنا چاہیے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ غلطی ہو سکتی ہے۔"

وہ خوش ہو گئی میں نے کہا "یہ میرا فرض ہے کہ تمھیں خوش کروں۔ تمھارا کوئی فرض نہیں ہے۔"

"کام کی باتیں کرو۔ ماسٹر ڈلیوزا ہو یا پیٹر من ہو۔ ان سب پر بھروسہ کرنا نادانی ہے۔ یہ کمبخت ہماری غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

"میں معلوم کروں گا کہ ماسٹر ڈلیوزا نے ایسی حرکتیں کیوں کیں۔ تم انجان بنی رہنا میں بھی اس سلسلے میں ماسٹر کو ابھی کچھ نہیں کہوں گا۔ آج تو ہم اپنی رہائش گاہ بدل ہی لیں گے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اس ایکس چینج والے کمرے میں پہنچا ہوا تھا۔ کیونکہ دیر ہو گئی تھی۔ اور اس شخص نے وہاں سے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے پچھلی رات کی گفتگو نہیں سنائی تھی۔ جب وہ ایکس چینج والے کمرے میں پہنچا تو کمرہ خالی تھا۔ کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا تو وہ بھی خالی تھا۔ وہاں کوئی کیسٹ نہیں تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت سے پوچھا "یہ آپریٹر کہاں گیا ہے؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے اس کمرے سے نکل کر کوٹھی کے سامنے والے حصے میں گیا ہے۔"

ماسٹر تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے سامنے پہنچا۔ پھر اپنے ایک ماتحت سے یہی دریافت کیا۔ اس ماتحت نے کہا "آپریٹر اس احاطے کے باہر گیا ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا احاطے کے باہر گیا پھر وہاں چوکیدار نے اسے بتایا کہ آپریٹر اسی فٹ پاتھ پر تیزی سے چلتا ہوا گیا ہے۔ ہم نے اُسے نہیں روکا۔ وہ تو اپنا ہی آدمی ہے۔

ماسٹر نے پریشان ہو کر اپنے دو ماتحتوں کو فوراً بلایا اور ان سے کہا: "دیکھو آپریٹر کدھر گیا ہے۔ مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اس کے متعلق پوری پوری رپورٹ ملنی چاہیے۔"

وہ جھنجلاتا ہوا کوٹھی کے اندر آگیا۔ اندر پہنچتے ہی اس نے اپنے چہرے سے جھنجلاہٹ کو ہٹانے کی کوشش کی اور مسکرانے لگا تاکہ ہم میں سے کسی سے سامنا ہو تو اس کی پریشانی کو دیکھ کر کوئی سوال نہ کر سکے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آیا۔ میرے کسی آدمی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ وہاں سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا پھر کوٹھی کے پیچھے ایکس چینج روم میں پہنچا۔ اس کے دروازے کو اندر سے بند کرنے لگا۔ پھر اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ جہاں اس کا آپریٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مشین کو آپریٹ کرنا شروع کیا۔ میں پہلے ہی اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ وہ میرے کمرے میں مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا۔

پھر وہ اپنے سامنے والی دیوار کی اسکرین پر مجھے دیکھنے لگا۔ میں اس کے دماغ کی اسکرین پر اسے دیکھ رہا تھا اور اسے پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "دُور سے اچھی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ مسٹر فرہاد سو رہے ہیں یا نہیں۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے ایک ہینڈل کو آپریٹ کیا۔ جس کے بعد میں اسے بہت ہی کلوز اپ میں نظر آنے لگا۔ میرا چہرہ پوری اسکرین پر چھا گیا تھا اور اس سے پتہ چل رہا تھا کہ میری آنکھیں گہری نیند کی وجہ سے بند ہیں یا میں بن رہا ہوں۔

میں نے حتی الامکان اپنے آپ کو نیند کی حالت میں ظاہر کیا۔ اسے یقین ہو گیا۔ اس نے اسکرین کو آف کر دیا۔ پھر سوچنے لگا "وہ آپریٹر کہاں چلا گیا؟ جو کیسٹ مجھے سنانے والا تھا۔ اس میں ضرور کوئی خاص بات تھی۔ وہ اسے لے کر کہاں جا سکتا ہے؟ کیا اس نے ہمارے یا فرہاد کے دشمنوں سے کوئی سودا کر لیا تھا؟"

وہ سوچتے سوچتے ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے پچھلی رات کی وہ بات یاد آئی۔ جب میں نے اپنی خواب گاہ کے اتنے حفاظتی اقدامات کو دیکھ کر خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ کہا تھا کہ آج رات کا مہمان ہوں اور دوسرے دن میرے لیے کسی عام سی رہائش گاہ کا انتظام کیا جائے۔

ماسٹر ڈلیوزا یہ باتیں سوچ کر اب اس نتیجے پر پہنچ رہا تھا "کیا مسٹر فرہاد کو کل رات ہی شبہ ہو گیا تھا کیا انھوں نے میرے دماغ کے چور خیالات کو پڑھ لیا تھا کہ ان کے خوابگاہ کی چھت میں کوئی ایسا بھی آلہ چھپا ہوا ہے جس کے ذریعے یہاں اسکرین پر انھیں دیکھا جا سکتا تھا یا دوسرے کمرے کی گفتگو سنی جا سکتی ہے۔ یقیناً کل رات ہی انھیں ساری باتیں معلوم ہو گئی تھیں۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا "میں بھی کیسی احمقانہ

باتیں سوچ رہا ہوں اگر فرہاد صاحب کو یہ باتیں معلوم ہو جاتیں تو کیا وہ خود کو اسکرین میں دکھانے کے لیے مجھے ڈھیل دیتے یا اپنے لوگوں کی پرائیویٹ گفتگو ریکارڈ کرنے کا موقع دیتے۔ ہرگز نہیں۔ جب کوئی خاص بات ریکارڈ ہو چکی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد صاحب اب تک ان باتوں سے بے خبر ہیں۔"

یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا۔ اس کے دماغ سے کچھ بوجھ اتر گیا وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک طرف رکھے ہوئے ٹیلیفون کے ریسیور کو اٹھا کر اس نے اسی کوٹھی کے چوکیدار سے رابطہ قائم کیا۔ کوٹھی کے احاطے کا جو مین گیٹ تھا وہاں ایک چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا۔ جہاں مسلح چوکیدار رہتے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے پوچھا "کیا اس آپریٹر کا پتہ چلا؟"

"جی ہاں جناب، آپ نے جنھیں ان کی تلاش میں بھیجا تھا۔ وہ آئے ہیں۔ ان سے باتیں کیجیے۔"

پھر ماسٹر ڈیسوزا نے اپنے ایک ماتحت کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم بہت دور تک اسے تلاش کرنے گئے تھے۔ ایک جگہ کچھ پولیس والے نظر آئے۔ وہاں ذرا بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ ہم نے قریب جا کر سنا۔ ایک شخص پولیس والے کو بتا رہا تھا کہ وہیں فٹ پاتھ کے کنارے ایک شخص زرد قمیص اور چاکلیٹ رنگ کی پتلون پہن کر جا رہا تھا۔ اچانک اس کے قریب آکر ایک کار رکی اور کچھ لوگوں نے اسے کار کے اندر گھسیٹ لیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کار تیز رفتاری سے آگے بڑھ کر اس راستے پر چلی گئی جو سفاری پارک کی طرف جاتا ہے۔ ہمارے آدمی ایک گاڑی میں ادھر روانہ ہو چکے ہیں۔ لیکن پولیس والوں کو جو بھی بیان دیتا ہے یہی کہتا ہے کہ اس نے گاڑی کا نمبر نہیں دیکھا تھا۔ البتہ سب یہی کہتے ہیں کہ وہ نیلے رنگ کی گاڑی تھی۔"

ماسٹر ڈیسوزا نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر اس کے آپریٹر کو کس نے اغوا کیا ہے اور اگر آپریٹر کو اغوا ہونا ہی تھا تو وہ اس ایکس چینج والے کمرے سے کیسٹ لے کر خود ہی کیوں باہر گیا؟

میں اس کی سوچ کو پڑھتا ہوا غسل خانے میں گیا۔ پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد خوابگاہ سے باہر آگیا۔ میں نے ماسٹر ڈیسوزا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "اگر میں اسی طرح پریشان ہو کر سوچتا رہا اور اچانک ہی فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گئے تو بھید کھل جائے گا۔ میری پریشانیاں انھیں سب کچھ بتا دیں گی۔ مجھے ان خیالات کو دماغ سے نکال دینا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا "میری پریشانی ظاہر ہوئی تو فرہاد صاحب سے یہ کہہ دوں گا کہ میرا ایک آدمی اچانک ہی لاپتہ ہو گیا ہے اور اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔ اس لیے پریشان ہوں۔"

یہ سوچتے ہوئے وہ ایکس چینج والے کمرے سے باہر آگیا۔ پھر اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا "ڈرائنگ روم میں آجاؤ۔"

میں ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں ماتاجی اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ میرا انتظار کر رہی تھیں۔ میں نے انھیں آداب کہا پھر راجیش سے سوال کیا "فلائٹ کس وقت ہے؟"

"نو بجے ہماری روانگی میں صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

ہم سب ڈرائنگ روم میں آگئے۔ وہیں اعلیٰ بی بی اور ماسٹر ڈیسوزا پہنچ گئے۔ ماتاجی نے کہا "رسونتی نہیں آئی ہے۔ کیا ابھی تک سو رہی ہے؟"

میں نے کہا "ہمیں جلد از جلد ناشتے سے فارغ ہو جانا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں۔ جب تک وہ سوتی رہے اس وقت تک آپ لوگ روانہ ہو جائیں۔"

ماتاجی نے کہا "یہی مناسب ہے۔ ورنہ وہ ہمارے ساتھ جانے کی ضد کرے گی۔ لیکن یہ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ اسے دیکھے بغیر، اس سے ملے بغیر ہم چلے جائیں۔"

"ناشتہ کرنے کے بعد آپ لوگ اس کے کمرے میں چلے جائیں۔ وہ سو رہی ہے۔ اس وقت تک بیدار نہیں ہوگی۔ جب تک میں اسے نہیں جگاؤں گا۔ میں نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے۔"

ناشتہ کرنے کے بعد ماتاجی اپنے بیٹوں کے ساتھ رسونتی کے کمرے میں گئیں۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ ماں جی نے جھک کر اسے پیار کیا۔ راجیش نے محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ امیش اسے دور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ تینوں اس کی خواب گاہ سے باہر آگئے۔ پھر وہاں سے رخصت ہوتے وقت ماتاجی نے میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ بہت سی دعائیں دیں۔ راجیش اور امیش میرے گلے لگ کر رونے لگے۔ وہ اس طرح رخصت ہوئے جیسے محبت کرنے والے سگے بھائی جدا ہوتے ہیں۔ بہرحال وہ ایک کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ ان کی حفاظت کے لیے دوسری گاڑی میں اعلیٰ بی بی کا ایک چور اور ماسٹر کے دو آدمی بیٹھ گئے۔ میں نے راجیش سے کہہ دیا تھا کہ طیارے کے پرواز کرنے تک میں خیال خوانی کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔

ان کے جانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم اپنے چوروں کے ساتھ مصروف رہو۔ میں ذرا خیال خوانی کے ذریعے لندن کے ماسٹر سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اس سے اور ماسٹر ڈیسوزا سے رخصت ہو کر اپنی خوابگاہ میں آیا۔ دروازے کو بند کرنے کے بعد میں نے لندن کے ماسٹر کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ ابھی وہاں رات ہی تھی۔ ساڑھے تین بج رہے تھے۔ ماسٹر گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو کریدنا شروع کیا۔ پہلے تو یہ معلوم کیا کہ کیا مختلف شہروں میں جو کوٹھیاں اور کاریں

میرے نام کی جارہی ہیں۔ ان میں ایسے جاسوسی آلات لگائے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعے میری باتیں ریکارڈ ہوتی رہیں۔ کیا ایسے خفیہ اسکرین ہیں جن کے ذریعے میری حرکتوں کو دیکھا جا سکے؟

ماسٹر کی سوچ نے انکار کیا اور کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے پھر ماسٹر کی سوچ میں پوچھا "میں جب لندن میں تھا اور ماسٹر نے جہاں جہاں میری رہائش کے انتظامات کیے تھے کیا وہاں ایسے خفیہ جاسوسی آلات تھے؟"

ماسٹر کی خوابیدہ سوچ نے کہا "ایسے آلات نہیں تھے۔ ہمیں سپر ماسٹر کی طرف سے سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم دانستہ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے بعد میں فرہاد علی تیمور کو شکایت پیدا ہو یا وہ کام ان کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہو۔ سپر ماسٹر نادان نہیں ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ فرہاد اور سونیا کتنے چالاک بلکہ مکار ہیں پھر فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی نہ کبھی ہماری کسی خفیہ چال کو سمجھ سکتا ہے۔ اس لیے ہم ایسا کرنے کی جرأت ہی نہیں کرتے۔ ہاں نادانستگی میں کوئی غلطی ہو جائے تو وہ بات دوسری ہے لیکن سپر ماسٹر اس غلطی کو بھی معاف نہیں کرے گا۔"

میں ماسٹر کی سوچ پڑھ کر مطمئن ہو گیا کہ ماسٹر ڈیسوزا نے جو کچھ بھی کیا ہے اس میں سپر ماسٹر کی مرضی شامل نہیں ہے۔ میں نے لندن کے ماسٹر کو نیند سے جگا دیا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ خالی خالی نظروں سے اپنے نیم تاریک کمرے کو دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "ماسٹر میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔"

وہ فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا "فرہاد صاحب! آپ اس وقت۔ فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں نا؟"

"جی ہاں، میں خیریت سے ہوں لیکن یہاں کے ماسٹر ڈیسوزا کی خیریت نہیں ہے۔"

"کیا بات ہو گئی۔ کیا آپ کو ان سے کوئی شکایت ہے؟"

میں نے وہ تمام باتیں بتائیں کہ کس طرح مجھے خفیہ اسکرین کے ذریعے دیکھا گیا ہے۔ کس طرح ہم تمام لوگوں کی باتیں چپ چاپ ریکارڈ کی گئی ہیں۔ یہ سنتے ہی اس نے بستر کو چھوڑ دیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اپنی گاہ سے نکلا۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا۔ جب دوسری طرف سے آواز سنائی دی کہ اس کا پیغام سپر ماسٹر کے نام ریکارڈ کیا جا رہا ہے تو وہ بولنے لگا۔

میں سن رہا تھا۔ وہ بہت ہی غصے کی حالت میں سپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کر رہا تھا۔ اسے ساری تفصیلات بتا رہا تھا۔ آخر میں اس نے کہا "پلیز آپ فوراً ہی کوئی ایسی کارروائی کریں کہ ہم دوبارہ فرہاد صاحب کا اعتماد حاصل کر سکیں۔ یوں بھی وہ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ پھر ہمارے ماسٹر نے ان کے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

رہائش گاہ کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ فرہاد صاحب ایسی کوٹھی میں رہنا اب پسند نہیں کریں گے۔ اگر ان کا اعتماد حاصل نہ کیا گیا تو آئندہ وہ ہماری کوئی مدد قبول نہیں کریں گے۔"

یہ باتیں ریکارڈ کرانے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا "فرہاد صاحب، کیا آپ موجود ہیں؟"

"ہاں، میں تمھاری تمام باتیں سن چکا ہوں۔"

اس نے ندامت سے کہا "میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ فی الحال اسی کوٹھی میں رہیں۔ ماسٹر نے ایسی حرکتیں کیوں کی ہیں یہ تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ آپ اسی طرح انجان بنے رہیں ماسٹر کو خوش فہمی میں مبتلا رکھیں کہ آپ کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

"ماسٹر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کے دماغ کی گہرائیوں میں اتر چکا ہوں۔ آپ میرے لیے بہت ہی مخلص ہیں۔ میں آپ کے مشورے پر عمل کر رہا ہوں اور ابھی اسی کوٹھی میں رہوں گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر گھڑی دیکھی۔ نو بج چکے تھے۔ میں نے فوراً ہی راجیش کے پاس پہنچ کر خیریت معلوم کی۔ وہ تینوں طیارے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اور اب طیارہ رن وے پہ دوڑتا ہوا پرواز کرنے ہی والا تھا۔ میں نے انھیں خدا حافظ کہا۔ پھر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے ہولے سے، بڑے پیار سے کہا "رسونتی! میں تمھارا ہوں۔ دیکھو، میں تمھارا ہوں۔ میں تمھارے پاس آیا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے لگی پھر ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اسے یاد آیا کہ ابھی اس نے میرے لب و لہجے کو سنا تھا۔ دماغ میں وہی لہجہ گونج رہا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر دروازے کو اندر سے بند پا کر مطمئن ہو گئی۔ اب اس کی سوچ کے مطابق اس نے شاید خواب میں میری آواز سنی تھی۔ وہ بستر سے اتر گئی۔ میں اس کے روز کے معمولات کو سمجھتا تھا اس لیے اس کے دماغ سے واپس آگیا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "رسونتی بیدار ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے سے نکلے گی یقیناً ماں جی وغیرہ کو پوچھے گی۔ تم اسے صاف صاف بتا دینا کہ وہ لوگ جا چکے ہیں اور اب اسے ہمارے پاس رہنا ہوگا۔"

"اسے بتانا ہی ہوگا۔ کب تک یہ بات چھپائی جا سکتی ہے پہلے ہم نے سوچا تھا کہ اس کی یادداشت کے مطابق اسے مندروں اور پوجا پاٹ وغیرہ کے ماحول میں رکھا جائے گا تو شاید وہ رفتہ رفتہ مزید کچھ باتیں یاد کر سکے لیکن دشمنوں کی وجہ سے ہم اسے اس ماحول میں زیادہ دن نہیں رکھ سکتے۔"

"خدا جو کرتا ہے، اچھا کرتا ہے شاید قدرت کو یہ منظور نہ ہو

کہ رسوتی کو وہ پرانا ماحول ملے۔"

"اب صورت حال یہ ہے کہ تم محبت سے اُسے سمجھاتے مناتے رہو گے۔ وہ نہ سمجھے گی۔ نہ مانے گی کیونکہ تمھیں بالکل ہی اجنبی سمجھتی ہے۔ ایک یہی راستہ رہ گیا ہے کہ کبھی کبھی اس پر سختی کی جائے۔ ایسی سختی جو محبت سے کی جاتی ہے۔ جسے عورت برداشت کرتی ہے اور محسوس بھی کرتی ہے کہ جو کچھ اس کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ وہ محبت کے جذبے سے کیا جا رہا ہے۔"

اتنے میں ایک چور اس کے پاس آیا۔ پھر اس نے کہا "ہم نے اس آپریٹر کو ختم کر دیا ہے۔ کیسٹ کو ایک ریکارڈر کے ذریعے سنا ہے۔ اس میں وہ گفتگو تھی جو آپ نے نمبر ستائیس سے کی تھی۔ ہم نے اس کیسٹ کو ضائع کر دیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "یہ معلوم کیا تھا کہ وہ کس طرح ہمیں اسکرین پر دیکھتے تھے اور ہماری آواز ریکارڈ کرتے تھے؟ جبکہ تم لوگوں نے یہاں بہت محتاط ہو کر سراغ رسانی کے آلات کے ذریعے چیکنگ کی تھی۔"

"جی ہاں، اس نے پہلے تو بتانے سے انکار کیا لیکن جب ہم نے اذیتیں پہنچائیں تو وہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ انھوں نے اسکرین پر دیکھنے کے لیے اور ہر کمرے میں ہونے والی گفتگو کو ریکارڈ کرنے کے لیے خفیہ آلات نصب کیے ہیں۔ ان پر ایک اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ لگائی گئی ہے۔ تاکہ ہمارے جاسوسی آلات اس پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے آلات کی نشاندہی نہ کر سکیں۔ یہاں کے ہر کمرے میں جو فانوس لٹک رہے ہیں ان میں یہ آلات چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ میں نے خود فانوس کے پاس پہنچ کر اپنے جاسوسی آلات کے ذریعے چیکنگ کی تھی اور مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا۔ ایکس چینج روم میں بیٹھ کر جب کسی کمرے کو دیکھنا ہوتا ہے یا وہاں کی باتیں سننی ہوتی ہیں تو پھر ان چھپے ہوئے آلات پر سے وہ اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ خود بخود ہٹنے لگتی ہے۔ جب اس کمرے کو دیکھنا اور وہاں کی گفتگو کو ریکارڈ کرنا ضروری نہیں ہوتا تو وہ پلیٹ اپنی جگہ واپس آ جاتی ہے۔ ایکس چینج روم سے ہی ان پلیٹوں کو ہٹانے اور پھر ان کی جگہ واپس لانے کا عمل کیا جاتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے رخصت کر دیا۔ پھر مجھ سے پوچھا "تم نے سب سن لیا؟"

"ہاں۔ اب تم رسوتی کے پاس جاؤ۔"

وہ ادھر چلی گئی۔ میں ماسٹر ڈیسوزا کے پاس پہنچا۔ وہ پچھلی رات والی خوابگاہ میں بیٹھا ہوا اپنے ٹیلیفون کے ذریعے ایک ماتحت سے گفتگو کر رہا تھا اور پوچھ رہا تھا کہ اس آپریٹر کا کچھ پتہ چلا ہے یا نہیں۔ دوسری طرف سے جواب سن کر اُسے مایوسی ہوئی۔ اس نے جھنجلا کر ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے گھور کر ریسیور کو دیکھا۔ پھر اُسے اٹھا کر دہاڑتے ہوئے بولا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے ذرا نرمی، ذرا طنزیہ انداز میں کہا گیا "ماسٹر ڈیسوزا! غصہ نہیں دکھاتے۔ جب سپر ماسٹر کی بلیک فورس موجود ہو تو کوئی غدار کیسے بچ کر جا سکتا ہے جس کی تمھیں تلاش ہے وہ ہماری حراست میں ہے فوراً چلے آؤ۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر ڈیسوزا نے اطمینان کی سانس لی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی جن معاملات میں سپر ماسٹر کے تمام ماسٹر ناکام ہوتے ہیں وہاں بلیک فورس حرکت میں آتی ہے اور اب ماسٹر کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کیسٹ میں جو بھی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے اسے وہ سن سکے گا اور یہ معلوم کر سکے گا کہ اس آپریٹر نے ایسی غداری کیوں کی تھی۔

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ میں بلیک فورس کے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس کی آواز ریسیور پر سنی تھی۔ جیسے ہی میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پہنچیں گے اس کے سانس کو ذرا سا جھٹکا لگا پھر اس نے مسکرا کر کہا "مسٹر فرہاد! خوش آمدید۔ ہم آپ سے رابطہ قائم کرنے ہی والے تھے لیکن سوچا۔ پہلے ماسٹر ڈیسوزا سے نمٹ لیں یہ ماسٹر اب واپس نہیں آ سکے گا۔ راستے ہی میں ہمارے آدمی اسے قتل کر دیں گے قتل کا الزام یقیناً ریڈ پاور کے سر جائے گا اور اس کی جگہ ہمارا نیا ماسٹر آئے گا ہمیں یقین ہے کہ وہ ماسٹر آپ کا فرمانبردار ہو گا۔ اور آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔"

میں نے کہا "آج مجھے پہلی بار بلیک فورس کا علم ہوا ہے۔"

"جی ہاں، آپ کو یاد ہو گا۔ سابقہ سپر ماسٹر کے دور میں جب آپ سے بے انتہا دشمنی تھی تو آپ کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار بیکار بنانے کے لیے سپر ماسٹر نے ایک یوگا فوج تیار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ سابقہ سپر ماسٹر نے مادلم رسوتی کے والد تن سنگ کو اپنی قید میں رکھا تھا تاکہ وہ ان کے جوانوں کو یوگا کی مشقیں کرائیں اور اس فن میں ماہر بنائیں۔ ان کے دور میں بہت سے نوجوان یوگا میں مہارت حاصل کر کے بلیک فورس میں شامل ہو گئے۔ آج بھی کتنے ہی جوان یہ مشقیں کرتے ہیں اور اس میں مہارت حاصل کر رہے ہیں۔ بہرحال بلیک فورس میں ایسے لوگ ہیں جو ذہین ہوتے ہیں۔ معاملات کی نزاکت کو سمجھتے ہیں اور بروقت اقدامات کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی اضافی صلاحیت یہی یوگا کی صلاحیت ہے۔ کیا آپ ابھی خیال خوانی کے ذریعے نئے ماسٹر سے ملنا پسند کریں گے؟"

"ضرور۔"

بلیک فورس کے سربراہ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو مخاطب کیا "ماسٹر نیک فورمین! فرہاد صاحب آپ سے ملاقات کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

ماسٹر نیک فورمین نے کہا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج

میری ملاقات ماسٹر فرہاد علی تیمور سے ہو رہی ہے اور آج سے میں ان کی خدمات کے لیے وقف ہوں گا۔ میں انھیں اپنی وفاداری کا یقین دلاتا ہوں۔"

بلیک فورس کے سربراہ نے کہا "اب فرہاد صاحب تمھارے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔ باتیں کرو۔"

وہ خوش ہو کر مجھے محسوس کرتے ہوئے آنکھیں پھیلا کر اپنے سامنے دیکھتے ہوئے کہنے لگا "میں آپ کو تصور میں دیکھ رہا ہوں اور آپ کی سوچ کو محسوس کر رہا ہوں۔ اگر یہ میرے دماغ کی اپنی سوچ نہ ہو۔"

"نہیں، میں ہی بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ جب ماسٹر ڈیسوزا ختم ہو جائے گا تو ڈی سوزا کے ماتحت تمھیں کس طرح اپنا نیا ماسٹر تسلیم کریں گے۔ انھیں ثبوت کیسے فراہم کیا جائے گا؟"

ماسٹر نیک فورمین نے کہا "جناب! کسی بھی شہر یا ملک میں ماسٹر مقرر کرنے کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہاں پہلے بلیک فورس والے راستہ ہموار کرتے ہیں یعنی ماسٹروں کے تحت جو لوگ بھی کام کرتے ہیں وہ پہلے بلیک فورس کے سربراہ کو جانتے ہیں۔ اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق وہ کسی کو اپنا ماسٹر تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں جو میرے سامنے ایک بلیک فورس کے سربراہ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے حکم سے ماسٹر ڈیسوزا اپنا کام کر رہے تھے۔ اب انھی کے حکم سے تمام ماتحت مجھے نیا ماسٹر تسلیم کر لیں گے۔ جناب سپر ماسٹر کا پیغام آپ کے نام ہے۔ کیا آپ سننا پسند کریں گے؟"

میرے ہاں کہنے پر وہ اپنی فائل سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا "مسٹر فرہاد علی تیمور! سپر ماسٹر آپ سے بہت نادم ہے۔

یقین کریں۔ برملک ماسٹر نے جو کچھ کیا، اس کا ہمیں بالکل علم نہیں تھا۔ آپ ہمارے لندن کے ماسٹر سے یا ہمارے بلیک فورس کے سربراہ کے دماغوں کی تہہ میں پہنچ کر ہماری سچائی کو معلوم کر سکتے ہیں۔ میں نے آپکا اعتماد حاصل کرنے کے لیے آج اپنی بلیک فورس کو بھی آپ سے متعارف کرا دیا ہے۔

ہم آپ کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ہمارے کسی بھی اہم مہمان کے سلسلے میں کوئی ماسٹر غلطی کرتا ہے تو اُسے پہلی وارننگ دی جاتی ہے۔ دوسری وارننگ دی جاتی ہے۔ تیسری وارننگ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ غلطی کرے تو اُسے ماسٹر کے عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے لیکن آپ کے سلسلے میں اس نے صرف ایک ہی شکایت کا موقع دیا اور ہم نے اس کے لیے سزائے موت تجویز کر دی۔ جب تک آپ کو میرا یہ پیغام ملے گا اس وقت تک ماسٹر ڈیسوزا اپنے انجام کو پہنچ چکا ہو گا۔

مسٹر نیک فورمین آج سے دو ماہ پہلے میرے چیف سیکرٹری تھے۔ یہ تین ماہ کی چھٹی پر تھے۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ میں نے ان کی ایک ماہ کی چھٹی منسوخ کر دی اور اپنے چیف سیکرٹری کے عہدے سے ہٹا کر خاص طور پر آپ کے لیے ماسٹر بنا کر وہاں بھیجا ہے۔ مگر میری ضرورت پڑی تو میں بھی سپر ماسٹر کے عہدے کو چھوڑ کر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔"

مجھے اس قدر مسکہ لگایا جا رہا تھا اور اس قدر سر پر چڑھایا جا رہا تھا۔ جیسے دنیا کا میں ہی مالک اور مختار ہوں۔ خداوند کریم غرور سے بچائے۔ تعریف کرنے والوں اور خوشامد کرنے والوں سے محفوظ رکھے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو سپر ماسٹر کے ایسے پیغامات پڑھ کر آسمان پر پہنچ جاتا۔ یہ بھول جاتا کہ وہ خاک کا پتلا ہے۔ آسمان پر پہنچ کر بھی ایک دن خاک میں مل جائیگا

میں نے پیغام سننے کے بعد کہا "ماسٹر نیک فورمین! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ اتنے بڑے عہدے سے اتر کر میرے لیے ماسٹر بن گئے ہیں۔ آپ کے دل میں میرے لیے جو خدمت کا جذبہ ہے وہ قابلِ قدر ہے۔ میں اس کی تعریف بھی کرتا ہوں اور شکریہ بھی ادا کرتا ہوں لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میرے لیے اس قدر اہتمام کیا جائے۔

میں نے پچھلی رات ماسٹر ڈیسوزا سے کہہ دیا تھا کہ اتنی شاندار کوٹھی اور اتنی عالیشان خوابگاہ دنیا کے ہر انسان کو پسند آئے گی۔ لیکن یہ سب کچھ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں بہت زیادہ آرام طلب نہیں ہوں۔ اس لیے ایک عام سے کاٹیج میں یا بنگلے میں رہوں گا۔

میں یہ باتیں آپ کی زبان سے کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ کہوں گا یہی سپر ماسٹر کے نام میرا پیغام ہو گا۔ آپ اسے ریکارڈ کریں۔"

وہ ریکارڈ کرنے کے انتظامات کرنے لگے۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد میں نے ماسٹر نیک فورمین کی زبان سے سپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کرانا شروع کیا۔ وہی باتیں کہیں جو ابھی ماسٹر نیک فورمین سے کہہ چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے کہا "سپر ماسٹر! میں چاہتا ہوں کہ آپ مسٹر نیک فورمین کو ان کے سابقہ عہدے پر واپس لے جائیں اور یہاں کسی دوسرے کو ماسٹر مقرر کریں۔ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہاں جو بھی ماسٹر آئے گا میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کوتاہی یا غلطی کو سمجھ لوں گا اور آپ کو اس کی اطلاع دوں گا۔ پھر اس قدر اہتمام کی کیا ضرورت ہے؟ میں اسے پسند نہیں کرتا۔

میرا جہاں قیام ہے میں اس جگہ آج کی رات گزاروں گا۔ کل دوسری جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ منتقل ہو جاؤں گا۔ وہ دوسری کوٹھی، بنگلہ یا کاٹیج آپ کے نئے ماسٹر کی طرف سے مجھے ملے گا تو

پہلے میں اس ماسٹر کو اور اس کے تمام ماتحتوں کو اچھی طرح چیک کروں گا۔ یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے کہ اپنی رہائش گاہ کو چیک کرنے سے پہلے ماسٹروں اور ان کے ماتحتوں کے دماغ کی تہہ میں پہنچتا ہوگا اور ان پر زیادہ بھروسہ نہیں کرتا ہوگا۔

میں اس سلسلے میں معلومات چاہتا ہوں کہ اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے آلات کی نشاندہی کس طرح ہوسکتی ہے۔ کیا ان کی نشاندہی کے لیے آپ کی معلومات کے مطابق کوئی ایسا آلہ ہے۔ اگر ہو تو وہ میرے ساتھیوں کو فراہم کیا جائے۔

آخر میں عرض ہے کہ میں آپ کے تعاون کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ پر اعتماد بھی کرتا ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہاں نئے ماسٹر سے رابطہ رکھوں گا اور آپ کے حوالے سے تعاون حاصل کرتا رہوں گا۔ فقط آپ کا فرہاد علی تیمور۔"

یہ پیغام ریکارڈ کرانے کے بعد میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا رسونتی کی خوابگاہ کے پاس پہنچا۔ دروازہ بند تھا۔ میں دماغی طور پر اندر پہنچ گیا۔ وہ غصے سے ٹہل رہی تھی اور بار بار گھور کر اعلیٰ بی بی کو دیکھ رہی تھی پھر اُس نے کہا۔ "میں نہیں مان سکتی کہ میرے اپنے لوگ مجھے چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ یہ تم لوگوں کی سازش ہے۔ انھیں زبردستی یہاں سے نکالا گیا ہے انھیں مجبور کیا ہوگا کہ وہ مجھ سے ملے بغیر چلے جائیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "رسونتی! کیا تم ہماری محبت سے، ہمارے خلوص سے، ہمارے برتاؤ سے اندازہ نہیں کرسکتیں کہ ہم تمھیں کتنا چاہتے ہیں۔ ہم تمھارے دوست ہیں، دشمن نہیں ہیں۔"

"چکنی چپڑی باتیں نہ بناؤ۔ میں کل سے دیکھ رہی ہوں کہ تم لوگ کتنے خطرناک ہو۔ میں جدھر دیکھتی ہوں تمھارے آدمی ہتھیار لیے پہرہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تم لوگ پتہ نہیں کیا ہو۔ تم لوگوں نے ایک ہوائی جہاز خرید لیا ہے۔ تم لوگوں نے اتنی عالیشان کوٹھی خرید لی ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک بڑی آسانی سے چلے جاتے ہو۔ پولیس والے بھی تمھارا ساتھ دیتے ہیں اور وہ کار جس میں بیٹھ کر میں مندر سے یہاں تک آئی وہ تو عجیب کار تھی۔ کھڑکیاں بند ہو جاتی تھیں۔ شیشے بند ہو جاتے تھے مگر باہر کا سارا منظر نظر آتا تھا۔ تم لوگ اتنے خطرناک، اتنے پُراسرار ہو کہ چھپ جاتے ہو مگر اندر سے دوسروں کو دیکھتے رہتے ہو۔ تم لوگ آخر کیا بلا ہو۔ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "اگر تم سے ایک معقول سوال کیا جائے تو کیا تم اس کا معقول جواب دو گی؟"

رسونتی نے اُسے گہری نظروں سے دیکھا! پھر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی: "پوچھو؟"

"تم اپنے ماضی کو اس حد تک یاد رکھتی ہو کہ تم رسونتی ہو۔ تمھارا تعلق مندر سے رہا۔ تم دیوداسی کی حیثیت سے زندگی گزارتی رہیں۔ کیا تمھیں یہ یاد ہے کہ تم یوگا میں مہارت حاصل کرچکی تھیں اور ٹیلی پیتھی جانتی تھیں؟"

"مجھے یاد ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ میری وہ قوت کیا ہوگئی؟"

"میرا دوسرا سوال یہ ہے۔ تم جس حد تک اپنے ماضی کو یاد رکھتی ہو۔ اس کے بعد تمھاری زندگی میں کیا ہوا؟ اس کے بعد تم فلاں اسپتال میں کیسے پہنچ گئیں؟ اس کے بعد تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ تم پاکستان کیسے پہنچیں؟ تمھارے ساتھ کس قسم کے حالات پیش آتے رہے اور ان حالات میں کیا تم تنہا تھیں یا تمھاری حفاظت کے لیے کوئی تمھارے شانہ بشانہ تھا۔ کوئی تمھارے لیے ڈھال بن جاتا تھا؟"

رسونتی نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کون میرے شانہ بشانہ ہوتا تھا۔ کون ڈھال بن جاتا تھا؟"

"فرہاد۔ تم لاکھ انکار کرو مگر فرہاد تمھاری زندگی میں اتنے اندر تک رچا بسا ہوا ہے کہ آج تم انکار کر رہی ہو۔ کل اس انکار پر پچھتاؤ گی۔ میرا مشورہ ہے کہ ان سوالوں کا معقول جواب سوچو۔ ہوسکتا ہے۔ تمھیں فرہاد اپنا نظر آجائے۔"

"میں اور طرح کی لڑکی ہوں۔ فرہاد کا نام میرے ساتھ نہ لو۔ میرے دیوتا ناراض ہوجائیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے ہنستے ہوئے کہا "تمھارا دیوتا وہی فرہاد ہے۔ تمھیں بچپن سے سکھایا گیا ہے۔ سمجھایا گیا ہے کہ تم کسی دیوتا سے منسوب ہوچکی ہو تو وہ جھوٹ نہیں ہے تم منسوب ہوچکی ہو اور اس دیوتا کے بیٹے کی ماں بن چکی ہو۔ خود کو لڑکی نہ سمجھو۔"

وہ جھنجلا کر کھڑی ہوگئی۔ اعلیٰ بی بی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "غصہ نہ کرو۔ سنجیدگی سے، سہولت سے، ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ تمھیں بُرا لگتا ہے تو اب میں فرہاد کا نام تمھارے سامنے نہیں لوں گی۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم ان سوالات کے جواب سوچو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ ضرور سوچوں گی لیکن فرہاد کے سائے میں رہ کر نہیں۔ میں الگ رہوں گی۔"

"تم دیکھ چکی ہو کہ کس طرح لوگ تمھاری جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اس کوٹھی کے باہر کتنے ہی دشمن تمھاری گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سوری رسونتی! ہم تمھیں کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ تم ہماری چاردیواری کے اندر ہمیں کتنا ہی غصہ دکھاؤ لیکن فرار ہونے کی کوشش کروگی، ہمیں دھوکا دینا چاہو گی تو کامیابی نہیں ہوگی۔ باہر بہت سخت پہرہ ہے۔ تمھیں کوئی نہیں جانے دے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں قیدی ہوں۔"

"تم قیدی نہیں ہماری جان ہو اور ہم باہر تمھیں بے جان نہیں ہونے دیں گے۔"

اعلیٰ بی بی اس کے پاس سے پلٹ کر چلتی ہوئی دروازے تک آئی۔ پھر وہاں سے گھوم کر بولی: "میں دو گھنٹے بعد آکر تم سے اپنے سوالوں کے جواب پوچھوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ تم کسی نتیجے تک ضرور پہنچو گی۔"

اس نے باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولا۔ اس کے کھلتے ہی میں نظر آیا۔ اندر کھڑی ہوئی رسونتی نے بھی مجھے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی نے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے دروازے کو اور کھول دیا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ ہم دونوں چند لمحوں تک ایک دوسرے کو چپ چاپ تکتے رہے پھر میں نے بڑی سنجیدگی، بڑی محبت سے کہا: "تم مجھ سے بیزار ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے دور رہوں گا۔ اگر اعلیٰ بی بی کے تمام سوالات کے صحیح جواب سوچ لو اور سمجھ لو تو میرا خیال ہے کہ تم مجھے پہچان لوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس وقت بھی تم نے مجھے نہیں پہچانا اور مجھے اپنا سمجھنے سے انکار کیا تو میں ہمیشہ کے لیے تمھاری نظروں سے دور ہوجاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی میں پلٹ کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگا لیکن دماغی طور پر رسونتی کے پاس موجود رہا۔ جب تک میں اس سے بولتا رہا اس وقت تک وہ اندر سے کچھ سہمی رہی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ مجھ سے کیوں سہم جاتی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے ان تمام باتوں کو نظر انداز کرکے اس عورت کے سوالات پر غور کرنا چاہیے۔"

میں ڈرائنگ روم میں آیا۔ میرے پیچھے اعلیٰ بی بی پہنچ گئی۔ میں نے اُسے بتایا کہ آج رات ہم اسی کوٹھی میں گزاریں گے۔ کل نیا ماسٹر ہمارے لیے کسی دوسری رہائش گاہ کا انتظام کرے گا اور کل تک سپر ماسٹر ہمارے لیے ایسے آلات فراہم کرے گا جو اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے آلات کی بھی نشاندہی کرسکیں گے۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "تم نے پہلی ہی ملاقات میں ڈیسوزا کے دماغ کو پوری طرح کیوں نہیں ٹٹولا تھا؟ اگر اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات کو پڑھتے تو شاید تمھیں معلوم ہوجاتا۔"

"تم جانتی ہو جب ہم اپنے ٹیلے سے یہاں پہنچے تو اس وقت یہ بات مجھے پریشان کر رہی تھی کہ میں نے رسونتی کے سامنے سفر کے دوران خود کو فرہاد ظاہر کردیا ہے۔ پھر یہ کہ جب میں کسی کے دماغ کو ٹٹولنے لگتا ہوں تو اس کی زندگی کے ہر پہلو کو اور اس سے تعلق رکھنے والے ہر شعبے کو چیک نہیں کرسکتا۔ کوئی نہ کوئی شعبہ، کوئی نہ کوئی سوچ کا پہلو رہ جاتا ہے۔ اسی طرح میں ڈیسوزا کے دماغ سے ان خفیہ آلات کی تنصیب کو نہ سمجھ سکا۔ ایسا میرے ساتھ اکثر ہوتا ہے۔"

"کیا تمھیں ڈیسوزا کے دماغ میں پہنچنے کے بعد یہ معلوم ہوا تھا؟"

"نہیں، میں سو رہا تھا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتا ہوں کہ میرے کمرے میں کوئی داخل ہو یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ جب میری آنکھ کھلی تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ نہ تو کوئی انسان تھا نہ کوئی جانور تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ جو اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ اس فانوس میں لگی ہوئی تھی وہ اپنی جگہ سے سرک رہی تھی یعنی میرے کمرے میں کوئی حرکت ہو رہی تھی۔ یہ ایسی غیر معمولی بات تھی کہ میرے دماغ نے مجھے نیند سے چونکا دیا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ہیلو فرہاد علی تیمور سے کہو تمھارا ایک چاہنے والا تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"اوہ، میں سمجھ گیا۔ تم سانبھل ہو۔" اس نے ایک قہقہہ لگایا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ دوسری طرف سے سانبھل بول رہا ہے۔ اس نے فوراً قریب آکر میرے ریسیور سے اپنے کان لگا لیے۔ دوسری طرف سے سانبھل نے توہین آمیز انداز میں کہا: "مرغی کے بچے! کل سے ڈربے میں چھپے ہوئے ہو۔ کب تک باہر نہیں نکلو گے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اگر چھپنے والے کو مرغی کا بچہ کہتے ہیں تو چھپے ہوئے تو تم ہو۔ تمھارا کوئی پتہ ٹھکانہ نہیں ہے۔ میرے متعلق تو سبھی جانتے ہیں کہ میں اس کوٹھی میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ حتیٰ کہ تم میرا فون نمبر بھی جانتے ہو۔ یہ بتاؤ تم کس ڈربے میں ہو؟"

اس نے جواب دیا: "عجیب اتفاق ہے۔ میں نے جس مہربان کے ہاں پناہ لی ہے۔ وہ مہربان تمھاری رسونتی کا پرانا عاشق ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ تو بھی بہت جلد ہی تمھارے سامنے آئے گا۔ اور رسونتی کا دعویدار بن کر آئے گا۔ ذرا سوچو کہ رسونتی تمھیں اپنے شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی۔ ایک طرف تم شوہر ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ دوسری طرف وہ عاشق بھی شوہر ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اب رسونتی یا تو شش و پنج میں رہے گی یا سبھی کو فراڈ سمجھے گی۔ تم جو رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں محبت کا زہر ٹپکا رہے ہو اور اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ اعتماد دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہوجائے گا۔ وہ سوچے گی کہ ایک نہیں دو شوہر پیدا ہوگئے ہیں۔ شاید اس کے بعد اور دو چار پیدا ہوجائیں۔"

"میری بیوی لاکھوں میں ایک ہے۔ دو چار شوہر کی بات کیا کرتے ہو۔ اس کے چاہنے والے تو لاکھوں کروڑوں ہوں گے اور

جو بھی چاہنے والا میرے سامنے آئے گا، مجھے اپنا بھائی مان کر چلا جائے گا۔ تم اپنی بات کرو۔ کیا میرے قتل کے منصوبے سے باز آ کر جعلی شوہروں کی دلالی کر رہے ہو؟"

وہ غصّے میں گالی دینا چاہتا تھا۔ ابھی اس کے منہ سے آدھی گالی نکلی تھی کہ میں نے اچانک ہی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اسے جھٹکا تو لگا مگر اس نے فوراً سانس روک لی۔ ریسیور ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا: "تم خنجر زنی کے بڑے حیرت انگیز کمالات دکھاتے ہو لیکن جن لوگوں کو اپنے بازوؤں پر بھروسہ نہیں ہوتا وہی زبان سے گالیاں نکالتے ہیں۔ فرہاد کے مقابلے میں آئے ہو تو اسی شان سے دشمن بن کے آؤ۔ گالی دو گے تو میں تمھیں ایک ایک پل میں دماغی جھٹکے پہنچاؤں گا۔ تم کب تک سانسیں روکو گے؟ میں تمھیں محض اس لیے نہیں چھیڑ رہا ہوں کہ اس طرح متواتر دماغی جھٹکے پہنچا کر مجھے کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ میں وقتی طور پر تمھارے ذہن کو کمزور بناؤں گا۔ جہاں تم موجود ہو وہاں کا پتہ بھی تمھارے دماغ سے حاصل کر لوں گا لیکن یہ جانتا ہوں کہ جب تک وہاں پہنچوں گا تم جگہ بدل چکے ہو گے۔ ہاں، اگر تم تنہا ہوتے، تمھارے آس پاس کوئی نہ ہوتا تو میں تمھیں جگہ بدلنے کا بھی موقع نہ دیتا۔ وہ جو تمھارے آس پاس چھپے ہیں وہ تمھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا: "اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے؟"

"بقول تمھارے مرغی کا بچہ کہیں ڈربے میں چھپا ہو تو پہنچنا مشکل ہے۔"

ہماری باتوں کے دوران کسی عورت کی آواز سنائی دی: "کیا ابھی تک باتیں . . ."

وہ اپنی بات پوری نہ کر سکی۔ یقیناً سانبھل نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ دیا ہوگا۔ اسی لیے اس کی باقی آواز ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ میں فوراً ہی اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ سانبھل ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے اسے غرا کر دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "شٹ اپ، یو فول اگر تم نے ذرا بھی آواز نکالی تو تمھارا باپ تمھارے دماغ میں پہنچ جائیگا۔"

میں "ہیلو، ہیلو" کہہ کر سانبھل کو آواز دینے لگا: "ہیلو سانبھل، تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر دیکھ رہا تھا۔ سانبھل اسی طرح ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے سوچ رہا تھا۔ یقیناً وہ یہی سوچ رہا ہوگا کہ میں نے اس عورت کی تھوڑی سی آواز سن لی ہے یا نہیں؟ وہ عورت دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے سانبھل کا فاصلہ تقریباً چار گز کا تھا۔ اس نے دانت پیس کر اس عورت سے کہا۔

"میں اپنے دشمن سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ میں نے دھیان نہیں دیا کہ تم نے کتنی اونچی آواز میں بات کی تھی۔ تم مجھے ٹھیک ٹھیک سوچ کر بتاؤ۔ تمھاری آواز کتنی اونچی تھی۔ کیا وہ اس ماؤتھ پیس تک پہنچی ہو گی؟"

وہ عورت اپنے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ سانبھل نے ڈانٹ کر پوچھا: "تم بولتی کیوں نہیں ہو؟"

اس نے منہ پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا: "بولتی ہوں تو غصہ کرتے ہو۔ خاموش رہتی تو پھر بھی غصہ دکھاتے ہو۔ میں کیا کروں؟"

وہ جھنجلا کر بولا: "تم عورتوں کو حسن ملا، عقل نہیں ملی۔ میں جب تجھ سے پوچھ رہا ہوں تو بولتی کیوں نہیں ہے؟"

"میں کیا بولوں۔ میں تو ہمیشہ آہستگی سے باتیں کرتی ہوں میری بات وہاں تک نہیں پہنچے گی۔"

ان کی باتوں کے دوران میں نے پھر ہیلو، ہیلو کہہ کر سانبھل سے پوچھا: "کیا تم ڈربے سے نکلنے کی بات سوچ رہے ہو یا ریسیور رکھ کر کہیں چلے گئے ہو؟"

وہ شش و پنج میں تھا۔ میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: "لعنت ہے ایسے دشمن پر۔ کمبخت کو ریسیور کریڈل پر رکھنا چاہیے تھا۔ معلوم تو ہوتا کہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "کیا تم اس عورت تک پہنچ گئے ہو؟"

"ہاں، میں ابھی تمھیں بتاتا ہوں۔"

میں پھر اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے پتہ چلا کہ سانبھل نے میرے ریسیور رکھنے کے بعد اپنے ریسیور پر ہیلو ہیلو کہہ کر مجھے پکارا تھا۔ پھر اس نے غصّے سے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ اب اس سے کہہ رہا تھا: "بیڈ روم میں چلو۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا پھر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے اسے بیڈ روم کی طرف لے جانے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی: "تم اتنے درندے کیوں ہو۔ میری کلائی ٹوٹ جائے گی۔ پلیز۔"

وہ اسے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا: "میں اپنے آس پاس کسی نادیدہ خطرے کو منڈلانے کا موقع نہیں دوں گا۔ وہ تمھارے ذریعے میرے کسی ساتھی کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ جب تک میں اپنے ساتھیوں کو ہوشیار نہ کر دوں اس وقت تک تم اس کمرے میں بند رہو گی۔"

وہ اسے ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ پھر اسے کمرے کے اندر دھکا دینے کے بعد دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ وہ دروازے کو پیٹ پیٹ کر کہنے لگی: "سانبھل یہ کیا کر رہے ہو۔ کیوں مجھے بند کر رہے ہو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ میرے دماغ میں نہیں پہنچ سکا ہے

میں کسی کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ تم اس سے ڈرتے کیوں ہو؟"

وہ غصّے سے دہاڑتے ہوئے بولا: "بکواس مت کرو۔ آج تک سانبھل سے ڈرنے والے پیدا ہوئے ہیں ڈرانے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ چیخنا چلانا بند کرو۔ مجھے سوچنے دو کہ تجھے زندہ رہنا چاہیے یا نہیں؟"

وہ دروازے کے دوسری طرف کیا کر رہا تھا۔ یہ میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے اس عورت کے دماغ کی تہہ میں بیٹھ کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ سانبھل کی دوست ہے اور اس کے ساتھ پناہ لینے کے لیے کسی کے گھر میں آئی ہے یعنی اس گھر کا مالک کوئی اور ہے۔

اس عورت کے لاشعور میں اس مکان کا پتہ اور وہاں کا فون نمبر چھپا ہوا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "اس مکان کا پتہ اور فون نمبر نوٹ کرو۔"

پھر میں نے معلوم کیا سانبھل شہر مولمن کا رہنے والا تھا یعنی برما کا باشندہ تھا اور یہودیوں کے لیے کام کرتا تھا۔ میں نے شہر مولمن میں اس کی رہائش گاہ کا پتہ بھی معلوم کیا۔ اس وقت وہ شاید دروازے کے دوسری طرف موجود نہیں تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کرنے گیا ہوگا کہ کوئی اس کی دوست کے سامنے اپنی زبان نہ کھولے۔ شاید مشورہ لینے بھی گیا ہو کہ اس عورت کو چھوڑ دیا جائے یا مار دیا جائے۔

میں اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اس عورت کے دماغ سے رفتہ رفتہ معلومات حاصل کرتا گیا۔ سانبھل کا شغل کیا ہے۔ وہ کن تفریح گاہوں میں جاتا ہے۔ کس کلب کا ممبر ہے۔ اس کے خاص دوست کون کون ہیں اور ان دوستوں کے نام اور پتے کیا ہیں؟

میں سوچ کے ذریعے معلوم کر رہا تھا۔ زبان کے ذریعے بول رہا تھا اور سامنے بیٹھی ہوئی اعلیٰ بی بی سب کچھ نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا: "تمھارے جو جو راس کوٹھی کے باہر ہیں انھیں بلاؤ۔ میں انھیں سمجھاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ کاغذ اور قلم میرے پاس چھوڑ دیا تاکہ کوئی اور ضروری بات یاد آئے تو نوٹ کر سکوں۔ میں اس عورت کے پاس پہنچ گیا۔ اس بار میں نے اس کی سوچ کے ذریعے سوال کیا: کیا سانبھل کی دوستی یہودیوں سے ہے؟ کیا یہودیوں کا کوئی کلب یا سوسائٹی ہے؟"

اس کی سوچ نے انکار کیا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ میں مزید سوالات نہ کر سکا۔ اسی وقت دروازے کے دوسری طرف سے سانبھل کی آواز سنائی دی۔ وہ اس عورت سے کہہ رہا تھا: "میری دوست! دروازہ باہر سے کھول دیا گیا ہے۔ تم آ جاؤ۔ تمھارا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

اس عورت نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو سانبھل ایک خنجر ہاتھ میں لیے کھڑا نظر آیا۔ اب اس کے آس پاس تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک اس قدر ناٹا تھا۔ اس قدر موٹا تھا کہ گینڈا لگتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک فٹ بال کو فرش پر رکھ دیا گیا ہو اور اب اسے کک مارنے ہی والے ہوں۔ سانبھل نے خنجر کی نوک کو پکڑ کر اوپر چھت کی طرف پھینکا۔ خنجر چکراتا ہوا گیا۔ پھر چھت کو چھونے سے پہلے ہی وہاں سے واپس آیا تو اس کا دستہ سانبھل کی مٹھی میں تھا۔

اس نے اس طرح خنجر کو پھینکنے اور ایسی بازی گری دکھانے کی کافی مشق کی تھی۔ بڑی مہارت حاصل کی تھی۔ اسٹیج پر کمالات دکھانے والے بازی گروں کی طرح وہ پورا پورا حساب رکھتا تھا کہ جو خنجر اس کے پاس سے چکراتا ہوا جا رہا ہے۔ وہ کتنے فاصلے تک جائے گا اور کہاں سے مڑ کر واپس آئے گا تو اس کا دستہ ٹھیک اس کی مٹھی میں پہنچے گا۔

اس عورت نے سہمے ہوئے انداز میں تھوک نگلتے ہوئے پوچھا: "سانبھل کیا تم مجھے قتل کرو گے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم میری دوست ہو لیکن دوست جب جان کی دشمن ہو جائے تو . . ."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ بڑی صفائی سے ہنستے ہوئے دوسرے خنجر کو نکالا۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے دونوں خنجر اچھال رہا تھا۔ خنجروں کے دستے صحیح وقت پر اس کے حساب کے مطابق اس کی مٹھی میں آ جاتے تھے۔ پھر اس نے کہا: "تم بولنا بند کرو۔ تمھارے دماغ میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں۔ اگر تم میرے فن کا مظاہرہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس عورت کے ذریعے میرے خنجر سے بچنے کی کوشش کرو۔ اس طرح تمھاری بھی ریہرسل ہو جائے گی کہ جب ہمارا آمنا سامنا ہوگا تو تمھیں کس طرح بچنا چاہیے اور میرے خنجروں پر کس طرح جھپٹنا چاہیے۔"

میں نے اعتراف نہیں کیا کہ میں موجود ہوں۔ ایسا اعتراف کرنے کے بعد وہ پھر دور تک سوچنے لگتا کہ پتہ نہیں میں نے اس عورت کے دماغ کے ذریعے اور کیسی کیسی معلومات حاصل کی ہیں۔ میں نے اس کے پاس پہنچنے کے لیے جن ذرائع کو نوٹ کیا تھا وہ سب بے کار ہو جاتے۔ اس عورت نے خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا: "سانبھل سوچو میں تمھاری ہوں۔ میں نے اپنا خلوص اپنی محبت تمھارے نام کر دی۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے سرمایہ دار مجھے حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن وہ مجھے تم سے چھین کر نہ لے جا سکے۔ تمھیں اس بات پر ناز رہا کہ دشمن تمھارے خنجر سے اور میرے انکار سے ہمیشہ شکست کھاتے رہے۔"

اب وہ تین خنجروں سے کھیل رہا تھا۔ انھیں باری باری

اوپر کی طرف اچھال رہا تھا اور انھیں اپنے ہاتھوں میں روکتا جا رہا تھا جب تک تیسرا خنجر آتا اس وقت تک کوئی دوسرا خنجر اوپر کی طرف اچھل جاتا تھا۔ اور وہ تیسرے خنجر کو دستے سے روک لیتا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے جینی بازی گر اکثر اسٹیج پر آگ جلتی ہوئی چھوٹی چھوٹی مشعلوں کو اچھالتے ہیں اور باری باری انھیں روکتے جاتے ہیں یہ اگرچہ بازی گری نظر آتی ہے لیکن یہ حیرت انگیز کمال تھا کہ خنجر کی تیز دھار سانبھل کی مٹھی میں نہیں پہنچتی تھی حساب کے مطابق خنجروں کا دستہ ہی اس کے ہاتھ لگتا تھا۔

اس نے بیک وقت تین عدد خنجروں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ میں جانتا ہوں۔ تم نے مجھے دل و جان سے چاہا ہے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ وقت آنے پر تم میرے لیے جان دے سکتی ہو اور اب وہ وقت آگیا ہے۔ تمھارے سانبھل کی بھلائی اسی میں ہے کہ تم مر جاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے مرنے کے بعد تمھارا سوگ مناؤں گا۔ تمھارے مرنے کے بعد بارہ گھنٹے تک کسی دوسری حسینہ کو یہاں اپنے پاس نہیں بلاؤں گا۔"

"نہیں نہیں سانبھل! ایسے ظالم نہ بنو۔ مجھے اپنی نظروں سے، اپنے اس شہر سے، اس ملک سے کہیں دور چلے جانے دو تاکہ جس فرہاد سے تم ڈر رہے ہو وہ میرے ذریعے تمھارے پاس نہ پہنچ سکے۔"

اس نے بدستور ان خنجروں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "فرہاد کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ دیکھو اُدھر فلاور اسٹینڈ پر جو ایک گلاب کا پھول سب سے اونچا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی گردن کس طرح الگ ہوتی ہے۔ یہ کمال میں تمھیں نہیں، فرہاد کو دکھا رہا ہوں۔ وہ یقیناً تمھارے پاس موجود ہے اور اسے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔"

اس نے ان خنجروں سے کھیلتے کھیلتے اچانک ہی ایک خنجر کو اپنے سامنے اس فلاور اسٹینڈ کی سیدھ میں پھینکا۔ اس طرح کہ باقی دو خنجر جو اس کے پاس رہ گئے تھے ان سے وہ بدستور کھیلتا رہا۔ اُدھر وہ خنجر پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا گیا اور فلاور اسٹینڈ کے اوپر سے گزرتا ہوا اس گلاب کے پھول کے نچلے حصّے کو کاٹتا ہوا اسے نیچے گراتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر گردش کرتا ہوا جب سانبھل کے پاس آیا تو اس نے اسی طرح باقی دو خنجروں سے کھیلتے رہنے کے دوران اس کے دستے کو تھام لیا۔ یقیناً بہت ہی حیرت انگیز کمال تھا۔

گلاب کا پھول کتنا خوبصورت، کتنا خوشبوؤں سے معمور ہوتا ہے۔ اس گلاب کی گردن کٹ چکی تھی۔ وہ اپنے گلدان کے بدن سے الگ ہو کر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اب اس حسین عورت کے جسم پر اس کا خوبصورت سا چہرہ مرجھا چکا تھا۔ اور کسی لمحہ بھی ان تین خنجروں میں سے کوئی ایک خنجر اس گلاب کی بھی گردن کاٹ سکتا تھا۔ میں تذبذب میں رہ گیا۔ اگر میں خاموش رہتا تو اس عورت کی جان جاتی۔ یہ میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا کہ اسے بچایا نہیں جا سکتا لیکن میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر کوشش تو کر سکتا تھا۔ شاید وہ بچ جاتی۔ وہاں سے نکل کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکتی۔

دوسری طرف وہ لوگ جہاں تھے۔ وہاں سے ہم اتنی دور تھے کہ اعلیٰ بی بی کے چور فوراً ایسے وقت نہیں پہنچ سکتے تھے۔ جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ ٹیلی پیتھی کے سہارے ہی کر سکتا تھا۔ اس عورت کی سوچ نے بتایا کہ سانبھل جب بھی کسی انسانی جسم پر اپنا خنجر اُتارتا ہے تو اس سے پہلے اس کے حلق سے ہو، ہا، ہی کی آواز نکلتی ہے اور اس آواز میں ایسی درندگی ہوتی ہے کہ سامنے کھڑا ہوا شکار اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھول جاتا ہے۔

لیکن میں نہیں بھول سکتا تھا۔ جیسے ہی اس کے حلق سے ہو، ہا کی آواز نکلی۔ اس عورت نے جیسے ہی زندگی کی آخری چیخ ماری، میں نے اُسے فوراً جھکا دیا۔ وہ خنجر جو گردش کرتا ہوا آیا تھا اور اس کی گردن الگ کرنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے چوکھٹ سے ٹکرا کر گر پڑا۔ سانبھل باقی دو خنجروں سے اسی طرح کھیل رہا تھا اسے پورا یقین تھا کہ نشانہ کبھی نہیں چوکے گا۔ اس کا یقین درست تھا لیکن شکار اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔

اس نے دونوں خنجروں کو دستے سے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ خنجر پھینکے اور وہ چوک جائے یا شکار اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ اس نے پہلے تو تعجب سے اس عورت کو دیکھا۔ پھر ایک زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم اتنی چالاک، اتنی پھرتیلی نہیں ہو۔ مجھے جس طرح یہ یقین ہے کہ میرے خنجروں کی نوک پر موت لکھی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی یقین ہے کہ فرہاد تمھارے اندر موجود ہے۔"

وہ حسینہ جو میرے جھکانے سے بیٹھ گئی تھی اب وہ اٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی۔ زندگی کی بھیک مانگنے لگی۔ سانبھل نے غرا کر اپنے ساتھی سے کہا "تیسرا خنجر......"

اس کے ایک ساتھی نے ایک خنجر اس کے حوالے کیا۔ وہ انھیں فضا میں اچھالنے لگا۔ بازی گری کا تماشا دکھانے لگا۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! سنو میری زندگی میں ایسے لوگ بھی مقابل آئے ہیں۔ جو لڑنے کا فن جانتے تھے۔ وہ بہت ذہین، بہت پھرتیلے بلکہ جمناسٹک کے کرتب دکھا کر میرے نشانے سے دور نکل جاتے تھے۔ ان حالات میں، میں کیا کرتا ہوں، جانتے ہو؟"

اس نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "ایسے وقت میں بیک وقت تینوں خنجروں سے کھیلتے ہوئے تینوں خنجروں کو مختلف سمت پھینکتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ شکار اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، آگے جاتا ہے، پیچھے جاتا ہے۔ جہاں بھی جاتا ہے، میرے تینوں خنجر اس کے آس پاس ہی رہتے ہیں۔"

میں اس عورت کے دماغ میں پوری طرح مستعد تھا اور تیزی سے سوچ رہا تھا کہ خنجر تین سمت سے آئیں گے تو اُسے کس طرح بچانا چاہیے۔ مشکل یہ ہے کہ میں اس عورت کے ذہن میں قلابازی کھاتا ہوا، فضا میں اچھلتا ہوا کسی دوسری جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر ایسا کرتا تو سانبھل کا یقین درست نکلتا۔ میں اپنے طور یہی کوشش کر رہا تھا کہ میری موجودگی ثابت نہ ہو خواہ وہ کتنے ہی یقین کی حد تک میری موجودگی کے متعلق سوچتا رہے۔

اسی وقت اس نے کہا "موت ایک بار آتی ہے اور کسی ایک طرف سے آتی ہے۔ یہاں موت تین بار آئے گی اور تین اطراف سے آئے گی۔ اگر تم بچنے میں کامیاب ہو گئے تو اگلی بار چار خنجروں کا تماشا دکھاؤں گا۔ لو سنبھلو......"

یہ کہتے ہی اس نے ہو، ہا کی آواز نکالی۔ اسی وقت میں اس عورت کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر اسے گول چکر کھلاتا ہوا، دائیں سے بائیں گھماتا ہوا چلا گیا۔ وہ اپنی جگہ سے یونہی رقص کے انداز میں گھومتی ہوئی چار فٹ کے فاصلے تک گئی لیکن افسوس اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ ایک خنجر چوکھٹ میں جا کر پیوست ہوا تھا۔ دوسرا خنجر کھڑکی کے شیشے کو توڑتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا اور اس چوکھٹ کے درمیان جو فاصلہ رہ گیا تھا اسی فاصلے پر وہ عورت پہنچی تھی اور اس کے پہنچنے تک تیسرا خنجر ٹھیک اس کے سینے میں دل کی جگہ پیوست گیا تھا۔

اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ آہستہ آہستہ گرنے لگی۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ اس میں ایک ذرا سی جان تھی۔ اسی لیے میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ شاید سانبھل کا کوئی آدمی کچھ بولتا تو میں اسکے دماغ میں پہنچ جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ لوگ بہت محتاط تھے پھر اچانک ہی میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس عورت کا دماغ ہمیشہ کے لیے تاریک ہو گیا تھا۔ وہ مر چکی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا وہ عورت مر گئی تھی؟

نہیں وہاں تو میں سانبھل کے مقابلے پر موجود تھا۔ سانبھل نے کئی بار مجھے سمجھایا تھا کہ وہ کس طرح خنجر پھینکے گا اور کس طرح لوگ اب تک بچنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کس طرح مجھے بھی بچنے کی ریہرسل کرنی چاہیے۔ یقیناً میں نے ریہرسل کی تھی اور اس کا انجام موت تھا اگرچہ میں زندہ بیٹھا ہوا تھا مرنے والی کو دوسری تھی۔ لیکن یہ ایک بہت بڑی وارننگ تھی کہ وہ عورت نہیں مری۔ مقابلہ کرتے ہوئے میں مر گیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا چیلنج تھا آئندہ سانبھل سے سامنا ہو گا تو کیا میں بیک وقت تین سمتوں سے یا چار سمتوں سے آنے والی موت سے بچ سکوں گا؟

اعلیٰ بی بی ڈرائنگ روم میں آگئی۔ مجھے دیکھتے ہی ذرا ٹھٹک گئی۔ پھر اُس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو؟"

اس کے سوال نے مجھے چونکا دیا۔ واقعی میں پریشان تھا۔ میں نے اُسے سانبھل کے ان کمالات کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ عورت میرے بچانے کے باوجود کس طرح ماری گئی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ میرے آدمی یہاں آچکے ہیں تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ کہو تو میں بلاؤں؟"

"ہاں، بلاؤ لیکن پریشانی کی بات صرف اتنی ہے کہ میرے دائیں ہاتھ کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا۔ سر کی چوٹوں میں پہلے جیسی تکلیف تو نہیں ہے لیکن کبھی سانبھل کے سامنے ویسی سچویشن سے گزرنا پڑا تو میں دائیں بائیں زمین پر رہ کر تو بچنے کی کوشش کر سکتا ہوں لیکن اپنے زخموں کی وجہ سے فضا میں قلابازی نہیں کھا سکتا۔"

"اس خیال کو دل سے نکال دو کہ ایسی کوئی سچویشن پیدا ہوگی۔ میں سانبھل کو تمھارے سامنے آنے کا موقع ہی نہیں دوں گی۔ میرے آدمی آ رہے ہیں، تم انھیں ہدایات دو۔"

وہ باہر گئی اور اپنے چار چوروں کے ساتھ واپس آگئی۔ میں نے انھیں سمجھایا "ہو سکتا ہے تمھیں ڈبے جا رہے ہیں۔ وہاں جا کر کسی کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اپنی موجودگی ظاہر کرنا ہو گی۔ میں باری باری تم لوگوں کے دماغ میں پہنچوں گا اور بتاؤں گا کہ جہاں تم لوگ پہنچے ہوئے ہو وہاں کے کسی شخص سے کسی بہانے گفتگو کرو۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد تمھاری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ تم میں سے جو تاش کا بہترین کھلاڑی ہے وہ رینبو کلب میں جائے۔ وہاں سانبھل اکثر جاتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرا خیال ہے کہ سانبھل نے جہاں عورت کو ہلاک کیا ہے اب اس مکان میں وہ لوگ نہیں رہیں گے۔"

میرے سامنے کاغذ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ جس میں بہت سے نام اور پتے نوٹ تھے۔ میں نے اُسے اٹھا کر دیکھا، پڑھا، پھر کہا۔ "سانبھل نے اس عورت کے ساتھ جس مکان میں پناہ لی تھی اس مکان کے مالک کا نام ارجن کمار ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جس وقت میں اس عورت کے دماغ کو ٹٹول کر ارجن کمار کا نام معلوم کر رہا تھا تو اسکے تصور میں ایک بہت ہی ناٹے اور بہت ہی موٹے شخص کا سراپا تھا۔ اس عورت کی سوچ اُسے گینڈا کہہ رہی تھی۔ پھر اُس نے بتایا تھا کہ وہ گینڈا ارجن کمار سفاری پارک کے قریب ایک کوٹھی میں رہتا ہے۔

اس کوٹھی کا نمبر یہاں درج ہے۔

میں نے اس کاغذ کو واپس ایک طرف رکھتے ہوئے کہا: "میں نے سانبھل کو کشمکش و پیچ میں رکھا ہے۔ آخر وقت تک اس عورت کی زبان سے اعتراف نہیں کیا کہ میں وہاں موجود ہوں۔ اس عورت نے بچنے کی جو کوشش کی۔ وہ ایک فطری کوشش تھی۔ کمزور سے کمزور آدمی بھی ایسے وقت خنجر کی زد میں آنے سے پہلے یا تو بیٹھ جاتا ہے یا چکراتے ہوئے دوسری طرف نکل جانے کی کوشش کرتا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ سانبھل بہت زیادہ پریشان ہوگا۔ اپنی دوست کو مارنے کے بعد بھی اُسے سکون نہیں ملے گا۔"

میں نے ایک چور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم اس گینڈے ارجن کمار کی کوٹھی کی نگرانی کرو گے اور کسی طرح اس کوٹھی کے کسی بھی آدمی تک رسائی حاصل کرو گے۔ تم سب بے حد ذہین ہو۔ معاملات کو سمجھتے ہو۔ اس کے باوجود سمجھاتا ہوں کہ رسائی حاصل کرنے کے دوران کسی کو شبہ نہ ہونے پائے میں یہ بات بھی یقین سے کہتا ہوں کہ ارجن کمار اپنی کوٹھی چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا البتہ اس مکان کو چھوڑ دے گا جہاں ابھی قتل کی واردات ہوئی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں وہ گینڈا ارجن کمار اس خوش فہمی میں ہوگا کہ اس نے تو منہ سے آواز ہی نہیں نکالی تھی۔ اور خاموش تماشائی بن کر اس عورت کے قتل ہونے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس لیے تم نہ تو اس کے دماغ تک پہنچ سکتے ہو نہ اس کی کوٹھی تک۔"

"موجودہ سچویشن کا خاص نکتہ یہ ہے کہ سانبھل کو یقین ہوتے ہوئے بھی میری موجودگی کا یقین نہیں ہوگا۔ اور یہی یقینی اور بے یقینی ان لوگوں کو انگاروں پر لوٹتے رہنے پر مجبور کرتی رہے گی۔ ہمیں جلد از جلد ان تمام نام والوں کے پتوں پر پہنچنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے ہم کسی طرف سے بھی سانبھل کی شہ رگ تک پہنچ سکیں۔"

وہ تمام چور میری ہدایات سننے کے بعد چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔

"کیا خیال ہے۔ آج دوپہر کا کھانا نہیں کھاؤ گے۔ تین بجنے والے ہیں۔ میں ابھی کھانا لگواتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا تو اس نے مجھے محسوس کیا لیکن خاموش رہی کیونکہ وہ ملازموں کو کھانا لگانے کا حکم دینے کے بعد رسونتی کے پاس پہنچ گئی تھی اور اسے اپنے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھ رہی تھی: "کیا تم نے میرے سوالات پر غور کیا؟"

رسونتی نے اس کے ساتھ کمرے سے نکلتے ہوئے کہا: "میں نے بہت سوچا اور جتنا سوچتی گئی اتنا ہی الجھتی گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جتنی باتیں مجھے یاد ہیں۔ زندگی کا جو حصہ میری یادداشت میں محفوظ ہے اس کے بعد کیا ہوا اور اس کے بعد میں اچانک فلائنگ ہسپتال میں کیسے پہنچ گئی؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

اعلیٰ بی بی نے بڑی محبت اور نرمی سے کہا: "رسونتی! جب تمھیں یہ سب یاد آجائے گا۔ تو تم ہماری محبت اور خلوص پر پوری طرح ایمان لے آؤ گی۔"

"مجھے بتاؤ کہ میں ہندوستان میں تھی۔ تم لوگوں کے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

"یہ باتیں فرہاد وضاحت سے بتا سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایک دن، دو دن، ایک مہینے، دو مہینے کی بات نہیں ہے۔ یہ تو کئی سال کی بات ہے۔ کئی سال سے تم فرہاد کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو۔ وہی تمھیں سب کچھ بتا سکتے ہیں۔"

اس وقت تک وہ ڈائننگ روم میں پہنچ گئی تھیں۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "فرہاد! کھانے کے دوران اگر رسونتی کے ماضی کے متعلق کچھ اہم باتیں بتا سکو تو شاید رسونتی کو کچھ یاد آجائے۔"

ہم نے ڈائننگ روم میں پہنچ کر کھانا شروع کیا۔ وہ سر جھکا کر کھا رہی تھی۔ میں اُسے بتانے لگا کہ کس طرح پہلے ہماری ملاقات پرنس آئی لینڈ میں ہوئی تھی۔ میں ترکی سے اس جزیرے میں گیا تھا اور اس نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا محکوم بنانے کی کوشش کی تھی بعد میں وہ خود مجھ سے متاثر ہوتی چلی گئی تھی۔

کھانے کے دوران ٹھہر ٹھہر کر میں اپنی اور اس کی زندگی کی اہم باتیں، اہم واقعات سنا رہا تھا۔ جب میں اپنی کتاب زندگی کے اس صفحے پر پہنچا جہاں رسونتی انگریزی بہت اچھی طرح سیکھ چکی تھی اور میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی تھی اور ہم ایک علیحدہ نئی مملکت بنانے کا منصوبہ بنا رہے تھے تو ہمارے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ رعنانہ کیسے ماری گئی اور رسونتی کو انجکشن کے ذریعے کیسے بیمار بنایا گیا۔ پھر اُسے اسی بیماری کی حالت میں ایک بیگار کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں ایک گینڈا نما شخص اس پر عاشق ہو گیا۔

ایسا کہتے کہتے میں ایک دم سے چونک گیا۔ مجھے وہ گینڈا ارجن کمار یاد آگیا جو ابھی سانبھل کے پاس موجود تھا یا دوسرے لفظوں میں سانبھل نے اپنی دوست کے ساتھ اس گینڈے کے ہاں پناہ لی تھی۔ اس کا حلیہ بھی بالکل وہی تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ سانبھل نے فون کرنے کے دوران کہا تھا کہ یہاں رسونتی کا دوسرا عاشق بھی ہے جو اس وقت اس کا مہربان ہے۔

میں اس گینڈے نما شخص کے متعلق سوچتے سوچتے پھر چونک گیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "کیا ہوا؟ تم رسونتی کو اس کے ماضی کی داستان سناتے سناتے کیوں رک گئے؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے کہا: "وہ گینڈا نما شخص جس نے بیگار کیمپ کا ٹھیکہ لے رکھا تھا اور وہ ٹھیکہ اسے ریڈ پاور سے ملا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ شخص یہی ارجن کمار نہ ہو۔"

پھر میں نے رسونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دشمنوں اور دوستوں کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہم تمھاری وجہ سے بڑی پریشانیوں میں مبتلا رہیں گے۔ وہ شخص جو تمھیں اور ماتاجی کو بھگوان کے چرنوں میں باندھ کر بم کے دھماکے سے اڑانا چاہتا تھا اس کا نام سانبھل ہے اور اسی نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ ایک شخص تمھارا عاشق ہے اور تمھارا دوسرا شوہر بننے کا دعویٰ کرتا ہے یعنی وہ ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈوں سے تمھیں میرے خلاف بھڑکانے کی کوشش کریں گے۔ اگر تم کسی طرح اپنے اس ماضی کو یاد کر لو جس کے متعلق میں تمھیں بتا رہا ہوں تو دشمنوں کے بہت سے ہتھکنڈے بیکار ہو جائیں گے۔"

رسونتی نے میری طرف دیکھا پھر سر جھکا کر بولی: "میں بیگار کیمپ سے کیسے نکلی؟"

"وہ گینڈا تم سے محبت کرنے لگا تھا۔ وہ تمھیں رنگون لے آیا لیکن ریڈ پاور کے لوگ یہ نہیں چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ تم اسی طرح بیمار رہ کر تڑپ تڑپ کر مر جاؤ۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ تم گینڈے اور ریڈ پاور کے درمیان پھنسی ہوئی ہو۔ وہ گینڈا تمھارا علاج کر سکتا ہے اور ریڈ پاور والے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ تب میں نے ریڈ پاور والوں پر سختی کی۔ انھوں نے معافی مانگی اور تمھیں ممی مارتھا کے حوالے کر دیا۔ ممی نے تمھیں ایک ماں کا پیار دیا اور تم کو کبھی یاد آئے تو تم یہ سوچ کر رو پڑو گی کہ ایک بار ایک دشمن نے تمھاری طرف گولی چلائی تھی اور ممی تمھارے سامنے ڈھال بن گئی تھیں۔ وہ گولی انھوں نے اپنے سینے پر کھائی اور تمھارے لیے جان دے دی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "تعجب ہے کسی نے میرے لیے اتنی بڑی قربانی دی اور میں نے اسے یاد نہیں رکھا۔ اوہ میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "تم فکر نہ کرو۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمھیں سب یاد آجائے گا۔"

میں نے رسونتی کو بقیہ داستان سنائی۔ لیکن میرے اندر کچھ اور خیالات گردش کر رہے تھے۔ مجھے اچانک ہی اس گینڈے کے ساتھ پومی یاد آگئی تھی۔ میں کھانے کے بعد اٹھ گیا۔ ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گیا اور پومی کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کہاں ہوگی؟ آخری وقت تک گینڈے کے پاس تھی اور گینڈے نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پومی کو بہترین فائٹر بنائے گا اور اس کے لیے دنیا کے نامور استادوں کی خدمات حاصل کرے گا۔ میں اُسے تصور میں دیکھنے لگا۔

تصور میں اس کی صورت واضح نہیں تھی۔ بہت عرصہ ہوا۔ جب میں نے اسے دیکھا تھا۔ دو یا ڈھائی برس پہلے جب وہ دشمنوں کی قید سے فرار ہو رہی تھی۔ تب میں اس کے دماغ میں پہنچا تھا اور جہاں وہ پناہ لیتی رہی تھی اور دشمنوں سے اس کا سامنا ہوتا رہا تھا میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی مدد کی تھی۔ لیکن اس طرح کہ پومی کبھی یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ کس طرح جوڈو کراٹے کے ذریعے دشمنوں کو شکست دیتی ہے جبکہ وہ جوڈو کراٹے کی ابتدا کو سمجھتی تھی مگر مقابلہ کرنے کی صلاحیت اس میں نہ تھی۔

مجھے یاد آیا ان دنوں وہ بارہ تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کی ایک لڑکی ہیوی ٹرک نہیں چلا سکتی لیکن فرار ہونے کے وقت میں نے میرے ذریعے ایک ہیوی ٹرک کو ڈرائیو کیا تھا۔ میلوں دور تک وہ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے گئی تھی۔ آخر میں وہ گینڈے کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ گینڈا اور اس کے ماتحت اس کی تیزی اور پھرتیلے پن کو دیکھ کر حیران تھے کہ یہ لڑکی کس طرح اپنے سے بڑے فائٹروں کو شکست دے دیتی ہے اور وہ کس طرح ہیوی ٹرک ڈرائیو کر کے آئی تھی۔

انھوں نے پومی سے سوال کیا تھا۔ وہ بےچاری خود حیران تھی کہ کبھی وہ بہترین فائٹر بن جاتی ہے اور کبھی لڑنے کے نام سے گھبراتی ہے۔ بہرحال گینڈے نے اس سے ناراض ہو کر اسے بیگار کیمپ میں بھیج دیا تھا۔ جہاں رسونتی نے اسے دیکھ کر حیرانی سے سوچا تھا کہ رعنانہ کہاں سے آگئی اور میں خود حیران تھا کہ رسونتی رعنانہ کو دیکھ رہی ہے یا پومی کو۔ پھر یہ انکشاف ہوا کہ سامنے پومی ہے لیکن شکل رعنانہ کی ہے۔

کاش میں رعنانہ کی اس ہمشکل کو دیکھ سکتا۔ جب تک میں برما میں رہا۔ اس سے صرف دماغی رابطہ قائم رہا۔ میں نے اس سے ملنے کی کوشش کی۔ ممی نے کہا: "تم اس سے نہیں مل سکو گے۔ خواہ کتنی ہی کوششیں کر ڈالو۔"

اور یہی ہوا تھا۔ ایک بار جب وہ قیدی بنا کر بیگار کیمپ پہنچائی جا رہی تھی تو ایک جگہ میں موجود تھا۔ میرے پاس اپنی ٹریلر کار تھی اور غلام میرے ساتھ تھا اور ہمارے قریب سے ہی وہ گاڑی گزری تھی جس میں پومی قیدی کی حیثیت سے جا رہی تھی اور مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ بعد میں ممی نے پیشن گوئی کی کہ میں کوششیں نہ کروں۔ ایک وقت آئے گا کہ میرا اس سے سامنا ہوگا لیکن ابھی نہیں کچھ عرصے بعد۔ اب تقریباً ڈھائی برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ کیا اب اس سے سامنا ہو سکے گا؟

میں نے ایک بار پھر اُسے تصور میں دیکھا۔ اس بار مجھے رعنانہ دکھائی دینے لگی۔ اس کا چہرہ نگاہوں کے سامنے صاف اور واضح تھا۔ میرے دل میں ایک درد سا پیدا ہوا۔ میری کتنی اچھی ساتھی تھی۔

ہم نے زندگی کے اَن گنت اچھے اور بُرے دن ایک ساتھ گزارے تھے۔ وہ میرے دشمنوں پر بجلی بن کر گرتی تھی۔ ایسی تیز طرار ایسی پھرتیلی تھی کہ اس کے مقابل، اس کے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے نہیں رہ سکتے تھے اور حسن و شباب میں ایسی تھی کہ ذہن میں یوں نقش ہو جاتی تھی کہ مرنے کے بعد ہی وہ نقش مٹ سکتا تھا۔

میں نے پومی کو تصور میں دیکھنا چاہا تھا اور مجھے رومانہ نظر آرہی تھی۔ اس کے پیچھے چھپی ہوئی پومی کیا ایسی ہی ہوگی؟

مجھے یقین ہو چلا تھا کہ پومی کا تعلق اسی ارجن کمار سے ہے جو گینڈا نما ہے اور اس یقین کو تقویت اس طرح بھی پہنچ رہی تھی کہ سانجھل نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ وہ گینڈا رسونتی کا عاشق ہے۔ میں فوراً ہی اس چور کے دماغ میں پہنچ گیا جسے میں نے ارجن کمار کی کوٹھی کے پاس جا کر معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس وقت وہ چور ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گاڑی کے چاروں شیشوں کو چڑھانے کے بعد ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ کوٹھی میں ارجن کمار ابھی تک نہیں پہنچا ہے۔ میں نے چوکیدار کو چرس کا ایک سگریٹ پلا کر دوستی کر لی ہے۔ اس کے ذریعے پتہ چلا کہ وہاں ارجن کمار اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا ہے۔ تیسرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ کوئی اس کا دوست یا باہر کا آدمی ملاقات کرنے کے لیے آئے تو وہ کوٹھی میں کسی سے نہیں ملتا ہے۔ اس کی بیٹی بہت ہی مغرور اور غصہ ور ہے۔ چوکیدار مجھے ابھی یہ باتیں بتا ہی رہا تھا کہ کوٹھی کے احاطے سے ایک سفید رنگ کی کار نکلی اسے ایک نہایت نوخیز لڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں نے اُسے دیکھا تو ایک دم حیران رہ گیا۔ شاید آپ یقین نہیں کریں گی کہ وہ رومانہ تھی۔

چور کی طرف سے یہ اطلاع سنتے ہی میرا دل دھک سے رہ گیا۔ دوسری طرف اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا تھا: "رومانہ؟ کون رومانہ؟"

"مادام، وہی رومانہ جس کی تصویر فرہاد صاحب کے ریکارڈ میں ہے۔ ہم سب نے ان کے ریکارڈ کو اچھی طرح یاد کیا ہے۔ ایک ایک بات، ایک ایک چہرہ یاد ہے۔ ان کے ریکارڈ میں تین اہم عورتوں کی تصویریں ہیں۔ مادام سونیا، مادام رومانہ اور مادام رسونتی، مادام رومانہ کا چہرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے جس لڑکی کو کار ڈرائیو کرتے دیکھا۔ وہ زیادہ دیر میری نظروں کے سامنے نہیں رہی۔ ڈرائیو کرتی ہوئی دور چلی گئی پھر بھی میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ رومانہ ہے۔ اور اگر رومانہ نہیں ہے تو غضب کی ہم شکل ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "تم نے یقیناً اس کا تعاقب کیا ہوگا؟"

"جی ہاں، میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں فلائنگ کلب تک آیا ہوں۔ وہ یہاں سے ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر گئی ہے۔"

"کہاں گئی ہے؟"

میں نے فلائنگ کلب میں جا کر ممبر بننے کی شرائط معلوم کرنے کے بہانے ایک شخص سے پوچھا: "ابھی جو ایک رئیس زادی ہیلی کاپٹر میں گئی ہے۔ وہ کون ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں؟"

اس شخص نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر کہا: "معلوم ہوتا ہے تم بھی اس کے دیوانے ہو۔ مسٹر یہ بہت سر پھری لڑکی ہے۔ یقین نہ ہو تو دریائے اراودی کے ساحل پر جا کر دیکھو۔ وہ ہیلی کاپٹر اس دریا کے اوپر پرواز کرتا ہے اور جانتے ہو وہ لڑکی کیا کرتی ہے۔ ہیلی کاپٹر سے ایک سیڑھی لٹکا کر اس کے ایک ایک پائیدان پر جمناسٹک کی مشقیں کرتی ہے۔"

میں حیرانی سے اس چور کی رپورٹ سن رہا تھا۔ وہ اعلیٰ بی بی سے کہہ رہا تھا: "مجھے اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا لیکن دریائے اراودی یہاں سے دور ہے۔ میں نے سوچا پہلے آپ سے رابطہ کروں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "تمہیں وہ لوکیشن معلوم کر کے ادھر جانا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ لڑکی کیا کرتی ہے؟"

"مادام! اس فلائنگ کلب والے شخص نے بتایا ہے کہ وہ بالکل ہی سر پھری لڑکی ہے۔ ہیلی کاپٹر کی سیڑھی پر جمناسٹک کی مشقیں کرنے کے دوران دریا میں گر پڑتی ہے۔ ہیلی کاپٹر واپس آجاتا ہے۔ وہ اس بپھرے ہوئے دریا میں تیرتے ہوئے پتہ نہیں کہاں چلی جاتی ہے۔ پھر کسی دن جمناسٹک کی مشقیں دہرانے کا جنون سوار ہوتا ہے تو وہ پھر یہاں آکر ایک ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرتی ہے اور لے جاتی ہے۔ اسی معمول کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر خالی واپس آگیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں میں جب تک دریائے اراودی کے اس ساحل تک پہنچتا اور اسے دیکھنے کی کوشش کرتا۔ اس وقت تک وہ دریا میں تیرتے ہوئے پتہ نہیں کہاں نکل جاتی ہے۔ اس لیے میں نے پہلے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں چلا جاؤں۔"

"دیر ہو چکی ہے۔ اب وہاں جانا فضول ہے۔ تم اس کوٹھی پر نظر رکھو۔ دیکھو وہ لڑکی کوٹھی میں کب واپس آتی ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور معلومات حاصل کرو۔"

اعلیٰ بی بی نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے چور کے دماغ سے واپس آکر اعلیٰ بی بی سے کہا: "میں نے تمہارے چور کے دماغ میں رہ کر ساری باتیں سن لی ہیں۔"

اس نے کہا: "مجھے حیرانی نہیں ہے۔ دنیا میں ہم شکل ہوتے ہیں اور بڑے ہی حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ نہ صرف شکل ہی نہیں ان کی عادتیں بھی ملتی ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں اس لڑکی کو جانتا ہوں۔ اس کا نام پامیلا عرف پومی ہے۔"

میں نے مختصر طور پر پومی کے متعلق اسے بتایا۔ اُس نے پوچھا: "کیا واقعی وہ کچھ سر پھری ہے؟ یہ کیا تُک ہے کہ ہیلی کاپٹر کی سیڑھی سے لٹک کر جمناسٹک کی مشقیں کرتی ہے اور دریا میں ضرور گرتی ہے اور گرنے کے بعد کہیں تیرتے ہوئے چلی جاتی ہے۔"

"اس کا ہیلی کاپٹر دریا کے اوپر اس لیے پرواز کرتا ہے کہ جمناسٹک کی مشقوں کے دوران کسی غلطی کی وجہ سے وہ گرے تو پانی میں جائے اور تیر کر نکل آئے اگر وہ ہیلی کاپٹر زمین کے اوپر پرواز کرے گا تو وہ گرنے کے بعد زندہ نہیں بچے گی۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن فلائنگ کلب کے اس آدمی نے بتایا ہے کہ وہ ہمیشہ جمناسٹک کی مشقیں کرنے کے بعد جان بوجھ کر دریا میں گرتی ہے۔ یہ کیا تُک ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے کبھی وہ میری ٹیلی پیتھی کی زد میں آئے گی تو میں اس کے دماغ کو ٹٹول کر کچھ معلوم کر سکوں گا۔"

اسی وقت کوٹھی کے باہر ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "یہاں آجاؤ۔ کوئی گاڑی آکر رکی ہے۔"

ادھر اعلیٰ بی بی میرے پاس پہنچی۔ ادھر گاڑی میں آنے والے دو شخص ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچے۔ ماسٹر ڈیسوزا کے ایک ماتحت نے مجھ سے کہا: "جناب! ایک افسوسناک خبر ہے۔ ہمارے ماسٹر ڈیسوزا کو کسی نے قتل کر دیا ہے ویسے ہم جانتے ہیں کہ قتل کرنے والے ریڈ یارڈ کے آدمی ہی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ ہمارے نئے ماسٹر ہیں ماسٹر کیرول۔"

میں نے ماسٹر کیرول کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! مجھے آپ سے مل کر جتنی خوشی ہو رہی ہے اس کا ثبوت میں اپنی خدمات کے ذریعے دوں گا لیکن پہلے آپ میرے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کر مطمئن ہو جائیں۔"

اس کے ساتھ آنے والے دوسرے شخص نے کہا: "میں بلیک فورس کا سربراہ ہوں۔ آپ سے پہلے بھی دماغی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ یقیناً آپ نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔"

میں نے گرمجوشی سے اس کے ساتھ مصافحہ کیا پھر ہم بیٹھ گئے۔ ماسٹر کیرول نے کہا: "مجھے تمام باتوں کا علم ہو چکا ہے۔ کل آپ کے لیے ایک دوسری رہائش گاہ کا انتظام ہو جائے گا۔ یہاں میری کار کی ڈگی میں ایسے آلات ہیں جو اینٹی ڈیٹیکٹو پلیٹ کے پیچھے چھپے ہوئے خفیہ آلات کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے دور کھڑے ہوئے ماتحت کو حکم دیا کہ ڈگی کھول کر تمام سامان یہاں لے آئے۔ وہ باہر چلا گیا پھر ماسٹر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "جناب میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو حکم دیجیے۔"

"میرا ایک ذاتی کام ہے۔ میری ایک منہ بولی ممی یہاں رنگون میں رہتی تھیں۔ جو بہت ہی مشہور نجومی اور قیافہ شناس تھیں۔ انہوں نے مرنے سے پہلے اپنی کروڑوں کی جائیداد میرے نام لکھ دی تھی۔ ان کا وصیت نامہ ان کے ایک وکیل کے پاس ہے۔ میں آپ کو ممی کی کوٹھی کا پتہ بتاتا ہوں۔ آپ وہاں سے شاید اس وکیل تک پہنچ سکیں گے۔"

"آپ کوٹھی کا پتہ بتا دیں۔ باقی سارا کام ہم کر لیں گے۔ جو جائیداد آپ کے نام لکھ دی گئی ہے۔ اس وصیت نامے کے مطابق وہ تمام جائیداد آپ کے نام ٹرانسفر کرا دی جائے گی۔ آپ کو اس سلسلے میں کچہری کے چکر لگانے نہیں پڑیں گے۔"

بلیک فورس کے سربراہ نے کہا: "یہ تو بہت ہی معمولی کام ہے مشکل کام یہ ہے کہ ہم آپ کے پیچھے لگنے والے قاتلوں کو ڈھونڈ نکالیں۔ آپ یقین کریں کہ ہمارے آدمی ہر تفریح گاہ، ہر کلب اور ہر ایسی جگہ پہنچے ہوئے ہیں۔ جہاں چور، بدمعاش یا قاتل قسم کے لوگوں کی موجودگی کا ذرا سا بھی شبہ ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ ہم اب تک اس کمبخت کا سراغ نہیں لگا سکے بس ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کل سے کہیں چھپ کر بیٹھ گیا ہے اور کسی خاص موقع کی تاک میں ہے۔"

میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اعلیٰ بی بی کے چور اس کے پیچھے لگ گئے ہیں میں نے کہا: "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ ذرا محتاط ہو گیا ہے اور سمجھ گیا ہے کہ میرے آس پاس بہت ہی تجربہ کار ذہین اور پکے نشانہ باز موجود ہیں۔ وہ نظر آئے گا تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔"

ماسٹر نے کہا: "اکثر مجرم اتنے دلیر ہوتے ہیں کہ کبھی سامنے آکر یا کبھی فون کے ذریعے چیلنج کرتے ہیں۔ کیا سانجھل کا کوئی فون آپ کو موصول ہوا؟"

"اس نے فون پر گفتگو کی تھی لیکن افسوس کہ وہ یوگا کا ماہر ہے اور میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے فون پر ہونے والی گفتگو محض ایک دوسرے کے لیے چیلنج تھی۔"

"مجھے اُمید ہے کہ ہم آج رات تک سانجھل کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر مجھ سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "تم چائے بلاؤ۔ میں تمہارے ان چوروں تک پہنچتا ہوں۔ جنہیں سانجھل کی تلاش میں مختلف ناموں اور پتوں پر روانہ کیا گیا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میرا ذہن دو طرف لگا ہوا تھا۔ ایک تو سانجھل کی فکر تھی کہ وہ کسی طرح ہتھے چڑھ جائے۔ دوسرے پومی نے میری

توجہ اپنی طرف کرلی تھی۔ میں پہلے اسی چور کے پاس پہنچا جو لوسی کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے والا تھا۔ پتہ چلا کہ لوسی ابھی تک کوٹھی میں واپس نہیں آئی ہے پھر ابھی وقت ہی کتنا ہوا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر گئی تھی۔ اگر ہماری معلومات کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر سے کود کر دریا میں پہنچتی تھی پھر دریائی راستے سے کہیں جاتی تھی تو اتنی جلدی واپس نہیں آسکتی تھی۔ میں اس چور کے دماغ سے واپس آگیا۔ دوسرے کے دماغ میں پہنچا۔ تو اس نے کہا: "جناب! کلب میں بڑے بڑے جواری رات کے نو بجے کے بعد آتے ہیں۔ اگر یہاں سانبھل نظر آئے گا تو میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو اطلاع دوں گا۔"

میں نے ہلاک ہونے والی عورت کے دماغ سے جو معلومات حاصل کی تھیں ان میں اس عورت کی چھوٹی بہن کا نام اور پتہ بھی شامل تھا۔ جو چور اس پتے پر گیا تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "سامنے والی گلی کے بارہویں مکان میں اس کی چھوٹی بہن رہتی ہے۔ آپ موجود رہیں تو میں وہاں جاکر اسکے دروازے پر دستک دیتا ہوں۔"

"چلو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ گلی میں داخل ہوا۔ پھر اس نے بارھویں مکان کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ ایک چھوٹا سا لڑکا نظر آیا۔ چور نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر پوچھا۔ "بیٹے! کیا مائیکل صاحب یہیں رہتے ہیں؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ مکان کے اندر سے کسی لڑکی کی آواز سنائی دی: "وکٹر! کون آیا ہے؟"

اس لڑکے نے کہا: "معلوم نہیں، یہ صاحب کسی مائیکل کو پوچھ رہے ہیں۔"

پھر ایک نوجوان لڑکی نظر آئی۔ اس نے دروازے پر آکر پوچھا۔ "آپ کسے ڈھونڈ رہے ہیں؟"

چور نے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکی نے اسے پڑھنے کے بعد کہا: "اس میں مکان نمبر بارہ جے لکھا ہے اور ہمارے مکان کا نمبر بارہ جی ہے۔ آپ جے بلاک میں جاکر دیکھیں۔"

اس نے کاغذ کو واپس کیا۔ چور اسے اپنی جیب میں رکھ کر واپس پلٹ گیا۔ میں نے کہا: "شکریہ، تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔"

میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام سوزی تھا۔ وہ سینیئر کیمبرج کی طالبہ تھی۔ اس مکان میں اپنے چھوٹے بھائی وکٹر اور بڑی بہن روزی کے ساتھ رہتی تھی۔ وہی روزی جو سانبھل کی دوست تھی اور اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اسے روزی کی موت کی اطلاع ضرور دی جائے گی یا پھر دیکھا جائے گا کہ روزی کے گھر نہ آنے سے سوزی اور اس کے بھائی پر کیا ردعمل ہوتا ہے۔ یا سانبھل اس کے قتل کی واردات کو کس طرح ان بہن بھائی سے چھپاتا ہے؟

میں پھر کسی وقت اس کے دماغ میں جھانکنے کے لیے وہاں سے واپس آگیا۔ سانبھل کا ذاتی مکان مولمن شہر میں تھا۔ وہاں بھی ایک چور گیا ہوا تھا مگر ابھی تک مولمن شہر تک پہنچ نہیں سکا تھا۔ اس لیے میں اس کے دماغ سے بھی واپس آگیا۔ میں پھر اس چور کے پاس پہنچا جو لوسی کی کوٹھی کے سامنے اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا: "میں ابھی آپ ہی کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ ارجن کمار واپس آگیا ہے۔ میں قریبی ٹیلیفون بوتھ سے اس کے نمبر پر اسے مخاطب کرتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک راستے سے گزر کر دوسرے راستے پر پہنچا۔ وہاں ایک ٹیلیفون بوتھ تھا۔ اس نے اندر جاکر اس کیبن سے ارجن کمار کے فون نمبر پر اس سے رابطہ قائم کیا۔ ریسیور کان سے لگا کر سننے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو؟"

چور نے پوچھا: "کیا آپ گل شبو، گلِ ہزارہ کے منیجر ہیں؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "یہ آپ کیا بول رہے ہیں۔ کس چیز کے منیجر؟"

چور نے پوچھا: "کیا یہ گل فروش کی دکان نہیں ہے؟"

"جی نہیں، رانگ نمبر۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ اس کوٹھی کا ایک ملازم تھا۔ جیسے ہی اس نے ریسیور رکھا۔ پاس ہی صوفے پر بیٹھے ہوئے ارجن کمار نے اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا: "صاحب! رانگ نمبر تھا۔"

ارجن کمار نے کہا: "فون ادھر لاؤ۔"

ملازم نے فون اٹھا کر اس کے قریب ہی چھوٹی سی تپائی پر رکھ دیا۔ وہ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس وقت تک میں اس کمینے کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ وہ لوسی کے متعلق کسی سے پوچھنا چاہتا ہے کہ وہ خیریت سے پہنچ چکی ہے یا نہیں؟

اس وقت اس کے تصور میں ایک ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ اس سے لٹکنے والی ایک سیڑھی سے لوسی جھول رہی تھی۔ بازی گری دکھا رہی تھی۔ لوگ اسے ٹریپیز گرل کہتے تھے۔ جب پہلی بار اس نے پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کی سیڑھی سے لٹک کر جمناسٹک کے کرتب دکھائے تھے تو اس کی شہرت دور تک پہنچ گئی تھی۔ پولیس کے اعلیٰ حکام نے اس پر اعتراض کیا تھا کہ اس خطرناک مشغلے میں جان کا خطرہ ہے۔ اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

لیکن لوسی ضدی تھی۔ اس کی وجہ سے ارجن کمار کو یہ کیس عدالت تک لے جانا پڑا۔ اس نے ایسی کئی کتابیں، بیشمار تصویریں اور کچھ متحرک فلمیں پیش کیں جن میں دنیا کے کتنے ہی مشہور بازی گر اپنی زندگی کو خطرات میں ڈال کر حیرت انگیز تماشے دکھاتے ہیں اور وہ تماشے نہیں عزم و ہمت کے کارنامے کہلاتے ہیں اور انسانی تاریخ میں ریکارڈ کے طور پر محفوظ رہتے ہیں۔

ارجن کمار نے یہ کیس لوسی کے حق میں جیت لیا۔ اس کے بعد پولیس والے یہ بات لے کر پیچھے پڑ گئے کہ دریا کے اوپر پرواز کرنے اور جمناسٹک کے کرتب دکھانے، پھر دریا میں گرنے کا مطلب کچھ اور ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی گہری چال ہے۔ شاید دریائی راستے سے اسمگلنگ ہوتی ہے۔

اس کی سوچ نے آگے بتایا کہ اسمگلنگ تو یقیناً ہوتی ہے لیکن اسمگلنگ کا کوئی مال لوسی کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ سگنل گرل کا رول انجام دیتی ہے۔ جب پرواز کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی سیڑھی سے نیچے لٹکتی ہے تو جمناسٹک کے کرتب کے دوران ہاتھوں اور پیروں کی مخصوص حرکتوں سے پیغام رسانی کرتی ہے۔

ارجن کمار کا تعلق ریڈ پاور سے تھا۔ لوسی ریڈ پاور کی ایک خطرناک فائٹر اور ایک باکمال ایجنٹ سمجھی جاتی تھی۔ اپر برما میں کمیونسٹوں کا غلبہ تھا۔ وہاں سے گوریلا جنگ لڑنے والے باغیوں کے لیے کبھی آتشی اسلحہ اور کبھی جنگی ضروریات سے متعلق ضروری سامان روانہ کیا جاتا تھا۔ لانچ یا موٹر بوٹ کے ذریعے وہ سامان دریائی راستے سے آتا جاتا تھا۔ لوسی اشارتی پیغام کے ذریعے ان لانچ والوں یا موٹر بوٹ والوں کی رہنمائی کرتی تھی کہ انہیں کس ساحل پر لنگر انداز ہونا چاہیے۔ کس ساحل پر کوسٹ گارڈز وغیرہ کا خطرہ ہے۔

اسی وقت ارجن کمار نے ایک کاٹیج کے فون کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ وہ کاٹیج دریا کے ایک ساحل پر تھا۔ وہاں ایک کار لوسی کے لیے موجود رہتی تھی۔ وہ تیرتی ہوئی اس ساحل تک پہنچتی تھی۔ پھر کاٹیج میں جاکر لباس بدلتی تھی۔ اس کے بعد اس کار میں بیٹھ کر شہر واپس آجاتی تھی۔

رابطہ قائم ہوتے ہی ارجن کمار نے لوسی کے متعلق دریافت کیا۔ اس کاٹیج کے ملازم نے کہا: "وہ یہاں آئی تھیں۔ لباس بدلنے کے بعد چلی گئی ہیں۔ آپ کے لیے پیغام چھوڑا ہے کہ آپ ان کا انتظار نہ کریں۔ وہ رات کو کسی وقت واپس آئیں گی یا پھر کل تک واپسی ہوگی۔"

یہ سننے کے بعد ارجن کمار نے جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پھر سوچنے لگا: "عجیب بیہودہ لڑکی ہے کبھی بتا کر نہیں جاتی۔ کچھ ہو گیا تو میں اس کا انتظار ہی کرتا رہ جاؤں گا۔"

اس نے پھر ریسیور اٹھایا۔ ریڈ پاور کے باس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "جی فرمائیے، ریکارڈ آن ہے۔"

وہ اپنا پیغام ریکارڈ کرانے لگا: "باس! جو پیغام لوسی کے ذریعے پہنچایا گیا تھا وہ اپنے ساتھیوں تک پہنچ گیا ہے۔ لوسی بخیریت واپس آگئی ہے۔ لیکن کچھ بتائے بغیر کہیں چلی گئی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے۔ شہر میں فرہاد اور اس کی پوری ٹیم موجود ہے۔ وہ کہیں ان کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا۔ "کیا فرہاد اس وقت سانبھل کی دوست کے دماغ میں موجود تھا۔ سانبھل بہت ہی محتاط رہنے والا آدمی ہے۔ اس نے اتنی حسین عورت کو خواہ مخواہ ہی مار ڈالا۔ کمبخت لیتا باکمال اور پھرتیلا ہے۔ بیک وقت تین یا چار خنجر اپنے شکار کی طرف پھینکتا ہے اور شکار ہزار تدابیر کے باوجود بچ نہیں سکتا۔ اتنی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود اس کے دماغ پر فرہاد آسیب کی طرح چھایا ہوا ہے۔ وہ کسی بھی ایسے شخص کے قریب نہیں رہنا چاہتا جس کے پاس فرہاد کی موجودگی کا شبہ ہو جائے۔ اسی لیے وہ میرے پاس سے بھی چلا گیا۔ مجھے بھی نہیں بتایا کہ کہاں جانے والا ہے۔"

اس نے سر کو جھٹک کر سوچا: "اونہہ، جہنم میں جائے۔ میں خواہ مخواہ اس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ مجھے تو سونتی کے متعلق سوچنا چاہیے۔ سانبھل نے جاتے جاتے وعدہ کیا ہے کہ جلد ہی سونتی کو میرے پاس پہنچا دے گا۔ شرط یہی ہے کہ جب بھی سونتی اس کے سامنے آئے تو میں اس کے سامنے گونگا بنا رہوں ورنہ فرہاد مجھ تک پہنچ جائے گا۔ کیا مصیبت ہے۔ اتنی حسین عورت اتنے طویل انتظار کے بعد مل رہی ہے اور میں دل کی بات نہیں کہہ سکوں گا۔ گونگا بن کر رہنا ہوگا۔ آہ! کیا کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بات نہیں گونگا بن کر ہی گزارا کرلوں گا۔"

وہ تصور میں حسین سونتی کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ خیال ہی خیال میں آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے غصہ آرہا تھا۔ یہ میری مجبوری تھی کہ اس وقت میں اسے ذہنی اذیتیں نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اگر اسے چھیڑتا تو میری موجودگی کا علم ہو جاتا۔

اس وقت سات بج رہے تھے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ اس کوٹھی سے باہر رنگون شہر جگمگاتے ہوئے قمقموں سے روشن ہو چکا ہوگا۔ لیکن میں ایک قیدی کی طرح وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ شہر کے حسن کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی کسی تفریح میں حصہ لے سکتا تھا۔ مجھے ذرا سی جھنجلاہٹ ہوئی۔ یہ بھی کیا زندگی ہے اور یہ بات بھی قابلِ غور تھی۔ سانبھل نے پوچھا تھا: "میں کب تک اس

کوٹھی میں قید رہوں گا۔ کب تک باہر نہیں نکلوں گا؟"

یہ سوال جواب طلب تھا۔ اس کا جواب مجھے ہی دینا تھا۔ میں وہاں سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اعلیٰ بی بی کی خوابگاہ میں پہنچا۔ وہ موجود نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی کہیں جارہی تھی۔ میں نے پوچھا "کہاں جارہی ہو؟"

"ابھی واپس آجاؤں گی۔ اسی دستاویز کی چوری کا سلسلہ ہے۔ کچھ معاملات طے کرنے ہیں۔"

"تم کسی نہ کسی بہانے کوٹھی سے نکل کر باہر کی سیر کرلیتی ہیں۔ میں کب تک قیدی بنا رہوں گا؟"

"یقیناً تم وہاں رہ کر اکتا گئے ہوں گے۔ تمھاری زندگی تو ایڈونچر سے بھرپور رہی ہے۔ تم ایک جگہ کیسے ٹھہر سکتے ہو ————"

اس آخری جملے نے مجھے چونکا دیا۔ اچانک ہی تہمینہ یاد آگئی۔ بے چاری ایڈونچر کے شوق میں میرے ساتھ ساتھ کہاں بھٹکتی رہی تھی اور آخر کار ماری گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کہاں گم ہوگئے؟"

"سوچ رہا ہوں کہ ایڈونچر کا شوق پورا ہونا چاہیے۔ اس ماحول سے باہر نہیں نکلوں گا تو بیمار پڑ جاؤں گا۔"

"بیمار پڑیں تمھارے دشمن۔ میں رات کے کھانے سے پہلے واپس آجاؤں گی پھر ہم باہر نکلیں گے۔ یہاں کے کاسینو نائٹ کلب صبح تک جوان رہتے ہیں۔ جاگتے رہتے ہیں۔"

میں نے اُسے بتایا کہ ارجن کمار کا تعلق ریڈیو پاور سے ہے اور وہ لوگ پوجی سے ایک سگنل گرل کا کام لیتے ہیں۔ اس کے ذریعے کمیونسٹ باغیوں تک پیغام رسانی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے بتایا کہ ارجن کمار کس طرح رسونتی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سانجھل نے وعدہ کیا ہے کہ جلد از جلد رسونتی کو اس کے پاس پہنچائے گا۔

اعلیٰ بی بی نے کچھ سوچ کر کہا "کیوں نہ دشمنوں کو چھیڑا جائے اور رسونتی کو ان کے سامنے چارہ بنا کر ڈالا جائے؟"

"کیا کہہ رہی ہو۔ رسونتی کو اب میں کسی مشکل میں نہیں ڈالوں گا۔"

"پوری بات پہلے سن لو۔ رسونتی وہیں کوٹھی میں رہے گی۔ اس کے چاروں اطراف سخت پہرہ رہے گا۔ میں رسونتی کے میک اپ میں باہر نکلوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "پرفیکٹ نائس آئیڈیا۔ میں ارجن کمار کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرتا ہوں کہ وہ رات کو کب تک جاگتا ہے اور کہاں کہاں وقت گزارتا ہے۔ اس کے دوست کہاں ہوتے ہیں۔ اس طرح تم اس کے سامنے سے کبھی گزرو گی یا کبھی اس کے دوستوں کی نظروں میں آؤ گی تو وہ لوگ ضرور ارجن کمار کو اس بات کی اطلاع دیں گے اور وہ تمھیں رسونتی سمجھ کر تمھارا تعاقب شروع کر دے گا۔"

"اور یہ خبر سانجھل تک بھی پہنچ سکتی ہے کہ رسونتی رنگون میں کہیں بھٹک رہی ہے۔"

"میں ابھی اس بات پر غور کرتا ہوں۔ تم آؤ گی تو ہم اس پر عمل کریں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ارجن کمار کے دماغ میں جھانک کر اس کی رات کی مصروفیات کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ میں نے اس کے دوستوں کے نام پتے معلوم کیے۔ مجھے ایسی جگہوں کا بھی علم ہوا جہاں سے رسونتی یا اعلیٰ بی بی گزریں تو ارجن کے آلۂ کار انھیں دیکھ سکیں۔

پھر میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ اس کے بعد میں نے مرجانہ کے متعلق سوچا۔ پچھلی بار اس کی بیمار امی کے دماغ سے معلوم ہوا تھا کہ وہ بخیریت ہے اور پہلے جیسی مرجانہ بن چکی ہے۔ اس وقت وہ مشرقی لباس میں بہت ہی حسین اور بہت ہی شرمیلی نظر آرہی تھی۔ ماں اسے دیکھ دیکھ کر اس پر قربان ہو رہی تھی۔ اس وقت میں نے براہ راست مرجانہ کو مخاطب نہیں کیا تھا۔

اس بار میں اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچا وہ چونک سی گئی۔ اسے اپنے دماغ میں کوئی غیر معمولی سی بات محسوس ہوئی۔ اس کی سوچ نے کہا "کیا فرہاد میرے دماغ میں موجود ہے؟"

اس خیال سے ہی وہ شرمانے جھجکنے لگی اور آس پاس یوں دیکھنے لگی جیسے مجھ سے کترانے اور چھپنے کی جگہ تلاش کر رہی ہو۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کیا ہم آپس میں اجنبی ہیں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "فرہاد! چلے جاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں اب وہ نہیں رہی۔ جو کچھ ہمارے درمیان ہو چکا اسے ماضی کی ایک بھول سمجھ کر بھول جاؤ۔"

"مرجانہ! تم بھلائی جانے والی چیز نہیں ہو۔ یاد ہے تم نے ہرجائی پن کا طعنہ دیا تھا اور میں نے جواباً کہا تھا کہ میری زندگی میں جو بھی لڑکی میرے شانہ بشانہ جینے کا سلیقہ اور مرنے کا حوصلہ لے کر آتی ہے میں اس کا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑتا اور تم بھی ایسی ہی ایک لڑکی ہو۔"

"میں ایسی نہیں رہی، میں بدل گئی ہوں۔ میرے دماغ میں اب کسی بھی دشمن سے لڑنے جھگڑنے کا خیال تک نہیں آتا۔ کبھی ایسا موقع آیا تو میں دشمن کو محبت سے موم کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تمھارا دماغ اس حد تک ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ تمھارا غرور ختم ہو گیا ہے اور تم ایک نارمل لڑکی بن گئی ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دشمن اگر جان کے دشمن بن کر آئیں تو تمھاری شریفانہ گفتگو سے موم ہو جائیں۔ کوئی کبھی دشمن ہو۔ کوئی بھی شخص ہو۔ جب بھی اس کے سامنے شریفانہ گفتگو کی جاتی ہے تو وہ اپنے

والے کو کمزور سمجھتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ بابا نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔ میں جو سیکھ کر آئی ہوں اس پر عمل کروں گی اور آزماؤں گی کہ محبت کتنا بڑا اور کتنا زبردست ہتھیار ہے۔ وہ ہتھیار ہاتھ میں نہیں ہوتا، زبان میں ہوتا ہے، دل میں ہوتا ہے اور دشمن اس سے زیر ہو جاتے ہیں۔"

"تم کہاں کی بات کہاں لے جارہی ہو۔ چلو بابا نے جو کچھ سکھایا ہے اس پر عمل کرلینا لیکن بابا نے یہ تو نہیں سکھایا کہ فرہاد سے دور چلی جانا۔"

"انھوں نے یہ بھی سمجھایا ہے کہ فرہاد دماغ میں آتا ہے۔ دل میں جگہ بناتا ہے۔ پھر اس دل کو ہمیشہ کے لیے ویران چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ سمجھدار لڑکیاں پہلے سے محتاط رہتی ہیں۔ اس لیے مجھے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ کبھی اتنی دوستی، اتنی گفتگو، اتنی بے تکلفی نہ ہو کہ بعد میں مجھے پچھتانا پڑے۔"

میں نے حیرانی سے کہا "یہ بابا صاحب تو مجھ سے بڑی ہی ڈھکی چھپی دشمنی کر رہے ہیں۔ آخر میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ نہ وہ مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ نہ خیال خوانی سے فیض بھری باتیں کرتے ہیں۔ اُدھر سونیا کو اپنے پاس بلا کر رکھ لیا۔ اِدھر تمھیں میرے خلاف بہکا دیا۔ کمال ہے! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے متعلق کیا رائے قائم کروں؟"

"بابا صاحب ایک عظیم انسان ہیں۔ تمھاری رائے کیسی بھی ہو ان کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"میں قصیدہ سننا نہیں چاہتا۔ تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے وہ بے تکلفی وہ دوستی نہ سہی، لیکن ہم نے ماضی میں بہت عرصہ ساتھ گزارا ہے۔ بڑے ہی نشیب و فراز سے گزرتے آئے ہیں۔ اس ماضی کے حوالے سے ہم باتیں تو کر سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک دوسرے سے مل تو سکتے ہیں۔"

"ہمارا نہ ملنا، ہمارا باتیں نہ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ بابا نے مجھے ہدایت دی ہے کہ میں جلد ہی اپنی پسند کا کوئی شریف لڑکا دیکھوں اور شادی کر لوں۔ جب میں شادی کر لوں گی اور میرے تمام خیالات، میرے تمام جذبات، میری تمام توجہ اپنے جیون ساتھی کے لیے ہوگی تو پھر مجھ پر تمھاری باتوں کا اور گھاتوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔"

"یعنی میں ایک مہلک مرض ہوں۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے اور شفا پانے کا کامیاب نسخہ تمھیں بتا دیا گیا ہے۔ اب تو مجھے سنجیدگی سے بابا کے متعلق غور کرنا ہوگا۔ سمجھنا ہوگا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔"

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ مرجانہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف جانے لگی۔ میں نے کہا "میں نے کل تمھیں تنگ پاجامے، دوپٹے اور پشواز میں دیکھا تھا۔ تم بہت حسین لگ رہی تھیں۔"

"مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ پلیز چلے جاؤ۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ بے اختیار اپنے حسن و جمال کے متعلق سوچنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ جب اس نے پچھلی رات وہ لباس پہن کر قدِ آدم آئینے میں اپنا سراپا دیکھا تھا تو خود کو دیکھتی رہ گئی تھی۔ کتنی پیاری، کتنی حسین لگ رہی تھی۔ مشرقی لباس نے اس کا رنگ روپ ہی بدل ڈالا تھا۔

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ عورت اندر سے کتنی ہی پتھر ہو، فولاد ہو مگر اپنے حسن کی تعریف سن کر اندر ہی اندر خود حیران بھی ہوتی ہے اور خود کو نثار ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس نے بیرونی دروازے پر پہنچ کر اسے کھول دیا۔ دروازے پر سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ گلے لگ گئی۔ سونیا نے اُسے پیار کیا۔ پھر مسکرا کر بولی "مجھے فرصت ہی فرصت ہے۔ سوچا کیوں نہ تمھارے ساتھ کچھ وقت گزاروں۔"

وہ دونوں اندر آگئیں۔ مرجانہ نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "کیوں مسٹر فرہاد! آپ میرے پاس موجود ہیں؟"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیا فرہاد یہاں ہیں؟"

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں موجود ہوں مگر تم یہاں کیسے؟ تمھیں تو اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق بابا کے پاس ہونا چاہیے۔"

"بابا صاحب نے میرے لیے پیغام بھیجا تھا کہ وہ دو دن تک بالکل تنہا رہیں گے اس لیے میں ان کے کاٹیج میں نہ آؤں۔ جب مجھے یہ خبر ملی تو میں مرجانہ کے پاس چلی آئی۔ اب یہاں پیرس میں اس کے ساتھ پرسوں تک رہوں گی۔"

میں نے پوچھا "یہ بابا صاحب آخر کیا بلا ہیں؟"

سونیا نے گھور کر خلا میں دیکھتے ہوئے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ بابا صاحب کی شان میں گستاخی نہ کرو۔"

"کیوں نہ کروں۔ کبھی تو یوں لگتا ہے کہ دی انسٹی ٹیوٹ آف ونڈرفل نیو جنریشن کا جو ادارہ قائم کیا ہے، اس کی اعلیٰ بی بی اور چاہیں چور اور دوسرے لوگ صرف میری خدمات کے لیے ہیں۔ کبھی پتہ چلتا ہے کہ وہ میرے خلاف محاذ بناتے جارہے ہیں۔"

"تمھیں اس بات کا شبہ کیسے ہوا؟"

"اس طرح کہ تم میری پرانی اور عزیز ترین ساتھی ہو۔ انھوں نے تمھیں مجھ سے دور کر دیا اور اپنے پاس بلا کر رکھ لیا۔ مرجانہ میری دوست تھی۔ اب وہ بالکل ہی بدل گئی ہے۔ کہتی ہے بابا نے مجھ سے بے تکلف ہونے کے لیے منع کیا ہے اور اسے ہدایت دی ہے کہ وہ فوراً کسی اچھے شخص سے شادی کر لے۔"

"تو بابا نے کون سا برا مشورہ دیا ہے۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ مرجانہ سے جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔ وہ اچھی لڑکی ہے اسے

اچھی زندگی گزارنے دو۔ اسے چھیڑو گے تو اچھا نہیں ہوگا۔“

”میں نہیں چھیڑوں گا لیکن بابا صاحب کا رویّہ مجھے کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔“

”کیا سوچنے پر مجبور کر رہا ہے؟“

”یہی کہ آئندہ تم ان کے پاس کالج میں جاؤ گی تو میں ضرور یہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”تم اس خیالِ خام میں نہ رہو۔ میرے دماغ میں موجود رہو گے تو انھیں پتہ چل جائے گا۔ وہ تمھیں فوراً ہی بھگا دیں گے۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ پہلی بار میں ان سے بے حد متاثر کیوں ہوا تھا؟ ان کی شخصیت کا رعب مجھ پر کس طرح پڑا تھا؟ کیا اب بھی وہی کیفیت ہوگی۔ تجربہ کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے۔“

”دیکھو فرہاد، بابا صاحب کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی قدم نہ اٹھانا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں ان کے پاس تمہارے دماغ کے ذریعے نہیں جاؤں گا اور ان کی خواہش کے مطابق مرجانہ کو بھی نہیں چھیڑوں گا لیکن پھر میری شرط یہ ہوگی کہ تم بابا صاحب کو چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں بابا صاحب نے مجھے بہت سکون، بہت آرام دیا ہے۔ میں روحانیت سیکھ رہی ہوں اس سے دماغ کو اور روح کو کتنا سکون ملتا ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔ تم یقین کرو جب سال، دو سال، چار سال کے بعد تمہارے پاس آؤں گی تو مجھے پہچان نہیں سکو گے۔ میں پہلے سے زیادہ حسین، پہلے سے زیادہ کم عمر نظر آؤں گی۔“

”بس بس، نہ مجھے تمہارے حسن کی ضرورت ہے نہ کم عمری کی۔ تم جیسی بھی ہو میرے پاس آجاؤ۔“

”میں نہیں آؤں گی۔“

”کیا بابا صاحب کی اہمیت مجھ سے زیادہ ہے؟“

”میں تم پر اس لیے انھیں ترجیح دے رہی ہوں کہ وہ بزرگ ہیں، اچھی باتیں سکھا رہے ہیں۔ تم اس بات کو سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ وہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو فرہاد سے مجھے دُور کر سکے۔ یا فرہاد کے خلاف میرے دماغ پر غالب آجائے۔“

”باتیں نہ بناؤ میرے پاس چلی آؤ۔ میں بابا صاحب سے ناراض ہوں۔ اگر ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا تو ان سے احتجاج کا یہی ایک طریقہ ہے کہ میں اپنی چیز ان سے واپس لے لوں صرف تم نہیں میرا بیٹا بھی تمہارے ساتھ واپس آئے گا۔“

”فرہاد یہ کیا الٹے سیدھے فیصلے کر رہے ہو۔“

”مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔“

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے آوازیں دینے لگی: ”فرہاد دیکھو مت جاؤ۔ تمھیں خدا کی قسم، میری قسم، پارس کی قسم واپس آؤ اور میری بات سنو۔“

میں اس کی قسم پوری کر رہا تھا کیونکہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ کھڑی ہوئی خلا میں گھورتی ہوئی اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی پھر غصے سے بولی: ”مجھ سے فراڈ مت کرو۔ میں تمہاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں تم میرے پاس موجود ہو۔ سنو! نہ تو پارس یہاں سے جائے گا، نہ میں تمہارے پاس آؤں گی۔ پارس یہاں ہر طرح سے محفوظ ہے تمہاری ضد کی وجہ سے میں اسے خطرات میں نہیں ڈالوں گی۔ تم ناراض ہوگئے ہو تو ہو جاؤ۔ میں نے ایک نہیں ہزار بار تمھیں ناراض ہوتے اور پھر سونیا سے دوستی کرتے دیکھا ہے۔ بس اب بھاگ جاؤ یہاں سے۔“

”جب تم بھگا ہی رہی ہو تو تمہاری اور تمہارے بابا کی ایسی کی تیسی۔ اب میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ آخری بار خدا حافظ“

میں چپ ہو گیا۔ اس بار اس نے پریشان ہو کر مجھے آواز دی: ”فرہاد! میں تو محبت سے بھاگنے کے لیے کہہ رہی ہوں تم میری محبت کو میرے انداز کو خوب سمجھتے ہو۔ مجھ سے ایک بار اچھی طرح خدا حافظ کہہ کر رخصت ہو جاؤ۔“

میں خاموش رہا۔ وہ بار بار مجھے آوازیں دیتی رہی پھر پریشان ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ مرجانہ نے پوچھا: ”کیا بات ہے۔ کیا فرہاد سے جھگڑا ہو گیا ہے؟“

”ہاں، خواہ مخواہ مجھے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ابھی کہہ گئے ہیں کہ کبھی نہیں آئیں گے۔ آخری بار خدا حافظ کہہ گئے ہیں۔ اونہہ! مقناطیس سے کہتا ہے کہ نہیں آئے گا۔“

میں نے اس کے بھرپور اعتماد پر محبت سے مسکراتے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر جمیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اپنے کمرے کے فرش پر بیٹھی ہوئی پلاسٹک کے باریک ریشے کے ذریعے ایک چٹائی بُن رہی تھی۔ اس کی بناوٹ میں بڑی خوبصورتی، بڑا کمال تھا اس چٹائی میں رنگ برنگے پھول بنتے جا رہے تھے۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا میرا بیٹا پارس اس وقت ایک پالنے میں سو رہا تھا۔ وہ مطمئن تھی اور اسی لیے بڑی لگن سے اپنے ہنر کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر سوچنے لگی پھر میں نے اسے یقین دلایا کہ میں فرہاد علی تیمور اس سے مخاطب ہوں۔ وہ خوش ہو گئی۔ اس نے کہا: ”آپ کا بیٹا بالکل خیریت سے ہے

ماشاءاللہ صحت بھی اچھی ہے۔“

”جمیلہ! وہ صرف میرا اور رسونتی کا نہیں تمہارا بیٹا بھی ہے۔ بلکہ تمہارا حق اس پر زیادہ ہے۔ تم میرے بیٹے کے لیے جو کچھ کر رہی ہو اسے میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔“

”جناب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ نے مجھ جیسی ممتا کی ماری کو ایک ایسا تحفہ دیا ہے جسے پا کر میں اپنی پچھلی تمام بدنصیبی کو بھول گئی ہوں۔“

میں نے اس سے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ اس سے کہا کہ وہ ذرا اٹھ کر بچے کے پاس جائے اور اسے دیکھے۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے اپنے بچے کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ بچے کے پاس گئی۔ محبت کے جذبوں سے سرشار ہو کر کبھی اسے چومتی، کبھی اس کے بال سنوارتی، میں اس کے دماغ میں تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں اپنے بیٹے کو چوم رہا ہوں، کھیل رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں اس سے رخصت ہو گیا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا اعلیٰ بی بی دس بجے تک واپس آجائے گی تو ہم باہر نکلنے کا پروگرام بنائیں گے۔ میرے دل نے کہا۔ مجھے رسونتی سے ملنا چاہیے۔ اگرچہ وہ مجھ سے گھبراتی ہے، ذرا کتراتی ہے مگر آہستہ آہستہ مانوس ہو جائے گی۔

میں اعلیٰ بی بی کے بیڈروم سے نکل کر رسونتی کی خوابگاہ کی طرف آیا۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دروازے کا پردہ ایک طرف ذرا ہٹا ہوا تھا۔ میں نے ایک دلچسپ تماشا دیکھا۔ وہاں دو عدد رسونتی ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے فوراً ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ معلوم ہو گیا کہ وہ دوسری اعلیٰ بی بی ہے۔

رسونتی اپنی ہمشکل کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر پہلے تو پوچھا تھا: ”تم کون ہو؟“

اعلیٰ بی بی کا جواب تھا: ”میں رسونتی ہوں۔“

”تم جھوٹ بولتی ہو۔ رسونتی میں ہوں۔“

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر سنجیدگی سے کہا: ”تم درست کہتی ہو تم بھی رسونتی ہو میں بھی رسونتی ہوں۔ ہم دونوں ایک ہیں۔ ہمارے شریر (جسم)، الگ نظر آتے ہیں مگر ہماری آتما ایک ہے۔ میں تمہارے اندر سے نکل کر بھٹک رہی تھی۔ آج مجھے یہ منزل مل گئی۔“

جب اعلیٰ بی بی اسے یہ بات سمجھا رہی تھی تب ہی میں دروازے کے پاس پردے کے پیچھے پہنچ گیا تھا اور ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ رسونتی نے پوچھا: ”تم میرے اندر سے کیسے نکلیں؟ کہاں بھٹک رہی تھیں؟ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔“

”یہی تو مشکل ہے تم بہت کچھ بھول گئی ہو۔ جب تم مندر میں پہنچائی گئیں تو ایک نوزائیدہ بچی تھیں۔ وہاں سے تمھیں جو تعلیم دی گئی اس کے مطابق کیا تمھیں اتنا بھی یاد نہیں ہے کہ جب آتما (روح) بے چین ہو تو وہ اپنی تڑپ اور بے چینی سے مجبور ہو کر کبھی کبھی جسم سے اس طرح الگ ہوتی ہے کہ جسم تو زندہ رہتا ہے مگر روح سے خالی ہوتا ہے جس طرح تم ابھی زندہ ہو مگر تمہاری آتما یہاں سامنے کھڑی ہوئی ہے اور وہ میں ہوں۔ میں اپنے شوہر، اپنے جیون ساتھی فرہاد کے لیے بھٹک رہی تھی۔ اس کے لیے بے چین تھی۔ میں نے انتظار کیا کہ تمہارا شریر (جسم) تمہارا دل، تمہارا دماغ اپنے جیون ساتھی کو پہچان لے گا تو میں پُرسکون ہو جاؤں گی۔ مجھے سکون مل جائے گا لیکن تم اب تک اسے بھلائے بیٹھی ہو تم اسے پہچاننے سے انکار کر رہی ہو تم اس سے گھبراتی ہو۔ دور بھاگتی ہو لیکن اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس سے دور نہیں رہ سکتی۔ میں اس کے پاس رہوں گی۔ اسی لیے میں تمہارے اندر سے نکل آئی ہوں۔ اب تم آدھی اُدھر اور آدھی اِدھر ہو۔“

میں مسکرانے لگا۔ واقعی اعلیٰ بی بی بڑی باکمال تھی۔ بڑے اچھے انداز میں اُسے میری طرف مائل کرنے اور قائل کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔ یوں بھی اسے رسونتی کے میک اپ میں رہنا تھا۔ اس طرح وہ رسونتی کو اس کے مذہبی چکروں میں اُلجھا کر میری طرف دھکیل رہی تھی۔

میں پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا۔ پھر ان دونوں کو دیکھتے ہی جان بوجھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دونوں مجھے دیکھنے لگیں میں نے حیرانی سے پوچھا: ”یہ کیا؟ میری بیوی، میری رسونتی کون ہے؟“

رسونتی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ”میں“ کہنے والی تھی پھر ایک دم سے رک گئی جیسے یہ حرکت اس سے بے اختیار سرزد ہونے والی تھی اور وہ عین وقت پر سنبھل گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: ”اپنے آپ کو رسونتی کہنے کے لیے ہم دونوں میں سے کوئی ’میں‘ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہاری رسونتی ہوں۔ ہمیں ’ہم‘ کہنا ہوگا۔ اس کے لیے کہ ہم دونوں الگ الگ نظر آتے ہوئے بھی الگ نہیں ہیں۔“

میں اعلیٰ بی بی کی باتوں کے دوران رسونتی کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ تذبذب کا شکار تھی۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی سر سے پاؤں تک بالکل وہی تھی۔ ناک نقشہ ہی تھا۔ کہیں سے کوئی فرق نہیں تھا اور وہ دوسری رسونتی دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ اس کے جسم کا، دل کا، دماغ کا وہ حصہ ہے جو اپنے فرہاد کے لیے بے چین رہتا ہے۔ اب تک وہ حصہ اپنے فرہاد کی تلاش میں بھٹکتا رہا اور آج اپنی منزل تک پہنچ گیا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکایا۔

پھر فرش پر گھٹنے ٹیک دیے اور آنکھیں بند کر کے بولی: "میرے سرتاج! میرے جیون ساتھی! میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی ہیں اب تک انتظار کرتی رہی کہ اپنے دونوں وجود کے ساتھ تمہارے پاس چلی آؤں لیکن میرا وہ حصہ جس کا تعلق میرے دماغ سے ہے۔ وہ آپ کو بھول گیا ہے۔ وہ حصہ آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا اس لیے میں الگ ہو کر آپ کے چرنوں میں آگئی ہوں۔"

میں بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ پھر اسے دونوں بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا: "یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میری رسونتی کا ایک حصہ آج مجھے مل رہا ہے۔ کل دوسرا حصہ مل جائے گا۔ میری شریکِ حیات! تمہاری جگہ میرے چرنوں میں نہیں بلکہ میرے دل میں ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اعلیٰ بی بی کو اپنے بالکل قریب کر لیا۔ تب وہ گھبرا گئی۔ وہ تو ڈرامہ کر رہی تھی مگر یہ ڈرامہ دل میں دھک دھک پیدا کرنے لگا تھا۔

اس کے دماغ نے کہا: "فوراً ہی فرہاد سے دور ہو جانا چاہیے۔" مگر دل نے کہا: "نہیں، یونہی ذرا سا سوچنے کے بہلنے سمجھنے کے بہانے، گھبرانے کے بہانے اسی طرح رہنا چاہیے۔ اس طرح دھڑکنوں کو آرام آرہا ہے۔"

ہائے، یہ دل کیسا ہرجائی ہوتا ہے۔ فولادی سینے میں بند کر کے رکھو، تب بھی دوسرے کے لیے بے ایمان ہو جاتا ہے۔ وہ اس وقت اپنی مضبوط قوتِ ارادی سے کام لے کر مجھ سے دور ہونا ہی چاہتی تھی کہ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا: "کیا کر رہی ہو؟ ڈرامہ مکمل ہونے دو۔ اگر تم مجھ سے دور ہو گی تو رسونتی پر بھید کھل جائے گا۔ وہ سمجھ لے گی کہ تم اس کے جسم کا دوسرا حصہ، اس کی آتما، اس کا وہ دل نہیں ہو جو میرے لیے تڑپتا ہے۔ اسے دماغ سے سوچنے دو۔ اس دماغ سے جو مجھے بھول چکا ہے، پلیز۔"

اس نے بڑا ہی کمزور سا اعتراض کیا: "نہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے فرہاد! تم ہی کسی بہلنے مجھ سے دور ہو جاؤ۔ میں کیا بتاؤں۔ دیکھو تم سب سمجھتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا لیکن اس بات کا اعتراف کرو کہ تم میری سامی ہو۔"

وہ چپ رہی۔ ایک دم سے جیسے میرے قریب ٹھہر سی گئی۔ جیسے سب کچھ بھول گئی ہو۔ صرف سامی یاد رہ گئی ہو۔ میں نے کہا: "میں نے تمہیں کتنے ہی دنوں سے سامی کہہ کر، اعلیٰ بی بی کہہ کر یا سمیرا کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ صرف اس لیے کہ تم نے مجھے سامی کہنے کی اجازت نہیں دی۔ اب بولو۔"

اچانک ہی اس نے پوری قوتِ ارادی سے کام لیا۔ ایک دم

سے اپنے آپ کو چھڑا کر الگ ہو گئی۔ منہ پھیر کر شرماتے ہوئے بولی: "چھی چھی، میں بھی کیسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی۔ یہ سچ ہے کہ میں آپ کی شریکِ حیات ہوں۔ آپ میرے جسم و جان کے مالک ہیں لیکن پھر بھی اپنے سائے کے سامنے، اپنے دوسرے حصے کے سامنے کچھ لاج شرم ہوتی ہے۔ میں آپ سے اکیلے میں باتیں کروں گی اور اپنے بے چین دل کا حال سناؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اب رسونتی میرے سامنے تنہا رہ گئی تھی۔ وہ گم صم کھڑی تھی۔ جو کچھ وہ دیکھ رہی تھی اسے یقین آ بھی رہا تھا اور نہیں بھی ——— اور جب یقین آتا تھا تو اس کے دل میں عجیب سی ہلچل پیدا ہوتی تھی۔ دماغ میں ایک حاسدانہ جذبہ پیدا ہوتا تھا جیسے پتہ نہیں اس کی کون سی چیز چھینی جا رہی ہو۔ کبھی اس کا دماغ کہتا تھا کہ وہ خود اپنے اندر سے نکل کر میرے قریب آئی تھی اور کبھی اس کا دماغ کہتا تھا کہ اپنا سایہ بھی اپنے جیون ساتھی کے پاس چلا جائے تو عورت اسے برداشت نہیں کرتی۔ جلنے کڑھنے لگتی ہے۔

یہ سوچتے ہی وہ پھر سنبھل گئی اور سنبھل کر سوچنے لگی: "میں کیوں اس شخص کو جیون ساتھی کہہ رہی ہوں؟ یہ کون لگتا ہے مگر وہ، وہ رسونتی......"

اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ اعلیٰ بی بی کے پیچھے گئی تھی تاکہ اس سے پوری طرح معلومات حاصل کرے اور اپنے آپ کو مطمئن کرے۔ وہ دوسری رسونتی کو تلاش کرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں اعلیٰ بی بی صوفے سے پشت لگائے آنکھیں بند کیے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے دھڑکنوں کو خاموش کرنے میں مصروف تھی۔ اس کی اداؤں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا۔ میں اگر اس کے دماغ میں جا کر اس کی دلی کیفیت معلوم کرتا تو وہ مجھے اپنے دماغ میں داخل نہ ہونے دیتی۔ اس لیے میں رسونتی کے پاس موجود رہا۔

آہٹ سن کر اعلیٰ بی بی نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے خوف محسوس ہوا جیسے میں آ گیا ہوں۔ پھر رسونتی کو دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئی۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ عورت جسے شدت سے چاہتی ہے، اسی سے غیر شعوری طور پر ڈرتی بھی ہے۔ ہاں، ڈرتی بھی ہے کہ چاہنے والا بڑی چاہت سے لوٹنے آ رہا ہے۔

رسونتی اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی: "میں بہت پریشان ہوں۔ سچ سچ بتاؤ، کہیں تم میری ہمشکل تو نہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا: "کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں تمہیں سمجھا چکی ہوں کہ میں تم ہوں اور تم میں۔ ہم دونوں رسونتی ہیں۔ تم رسونتی کا وہ حصہ ہو جس کا تعلق دماغ

سے ہے اور وہ دماغ اپنے جیون ساتھی کو بھول گیا ہے۔ میں رسونتی کا وہ حصہ ہوں جس کا تعلق دل سے ہے اور دل جب تک اپنی دھڑکن کو نہیں بھولتا، اپنے محبوب کو بھی نہیں بھولتا۔"

کہنے کو وہ کہہ گئی پھر ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ سامی کی حیثیت سے میرا اور اپنی دھڑکنوں کا رشتہ جوڑ رہی ہو۔

پھر اسے خیال آیا کہ میں رسونتی کے دماغ میں بیٹھ کر اسے دیکھ سکتا ہوں۔ اسے سن سکتا ہوں۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بولی: "آج انہیں پا کر میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔ ان کے قدموں میں بکھر جانا چاہتی ہوں۔ تم بھی تنہا رہ کر سوچو۔ اگر میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے تو ہم کل صبح تک پھر ایک جان ہو جائیں گے اور ایک ہو کر اپنے فرہاد......"

وہ پھر ٹھٹک گئی۔ بات پوری نہ کر سکی۔ رسونتی سے منہ پھیر کر ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ اسی وقت میں کوریڈور میں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں گئی اور دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔

میں نے ڈرائنگ روم کی طرف دیکھا۔ وہاں رسونتی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ تذبذب میں رہی۔ سوچتی رہی کہ اسے میرے پاس آ کر صحیح حالات کا علم حاصل کرنا چاہیے یا نہیں۔ پھر وہ ذرا حوصلہ کر کے وہاں سے اٹھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم کے دروازے کے پاس آئی۔ پھر دروازے کے ایک پٹ کا سہارا لے کر تقریباً مجھ سے منہ چھپاتے ہوئے بولی: "آپ سچ سچ بتائیں۔ کیا میرے دو حصے ہو گئے ہیں؟"

میں نے بڑے پیار سے کہا: "رسونتی! ہمارے پاس آنکھیں ہیں اور یہ آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اِدھر بھی تم ہو اور اُدھر بھی ایک رسونتی اس کمرے میں گئی ہے۔ پھر ہم آنکھوں دیکھی سچائی کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں۔ مگر ایک بات یاد رکھو۔ تمہارے دو حصے تو کیا دس حصے ہو جائیں تب بھی میں تمہیں چاہتا رہوں گا کیونکہ تمہارا تعلق دماغ سے ہے۔ میں وہ محبت چاہتا ہوں جو دل اور دماغ کے مشترکہ جذبوں سے ہو۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ سنتی رہی اور میری باتوں سے دل کے اندر کچھ ایسا محسوس کرتی رہی جیسے میں وہاں جگہ بنا رہا ہوں اور وہ مجھے اس جگہ سے ہٹا رہی ہے اور یہ ہٹانا، یہ انکار کرنا محض ایک ہٹ دھرمی ہے۔ وہ اس بات کو سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دماغ پر زور مت ڈالو۔ اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

وہ اپنی ساری کو درست کرتے ہوئے، سر پر آنچل رکھتے ہوئے میرے سامنے سے سر جھکا کر گزر گئی۔ گزرتے وقت بھی ایک ذرا سا سہما ہوا انداز تھا۔ جیسے میں قریب پہنچتے ہی اسے پکڑ لوں گا لیکن یہ اس کا خیالِ خام تھا۔ وہ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اسی وقت ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے وہاں پہنچ کر ریسیور کو اٹھانے کے بعد ہیلو کہا۔

دوسری طرف سے سانبھل کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا: "کیا ہوا؟ کیا تمہاری ٹیلی پیتھی اب تک مجھے تلاش نہیں کر سکی؟"

میں نے کہا: "ذلیل کمینے! جب تم مجھے قتل نہیں کر سکے تو تم نے یہ اوچھا وار کیا ہے۔ اتنے سخت پہرے کے باوجود میری رسونتی کو اٹھا کر لے گئے ہو۔"

اس کی ہنسی اچانک ہی رک گئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"انجان مت بنو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ رسونتی کو تم لے گئے ہو۔ وہ اپنی مرضی سے کہیں نہیں جا سکتی اور نہ ہی تمہارے سوا کوئی دوسرا اس کا دشمن ہے۔"

وہ یقیناً سخت حیران اور پریشان ہو گا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہنچنے کی کوشش کرتا تو اسے خبر ہو جاتی اور وہ ریسیور رکھ دیتا۔ مزید گفتگو نہ ہو سکتی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ یقیناً اضطراب میں مبتلا ہو گا اور یہ سوچ رہا ہو گا کہ رسونتی اتنے سخت پہرے سے نکل گئی ہے تو اسے ضرور تلاش کر کے اپنی گرفت میں رکھنا چاہیے۔

میں نے آواز دی: "کیا ہوا؟ کہاں گم ہو گئے ہو؟ میری بات کا جواب دو۔ اگر مجھے رسونتی آدھے گھنٹے کے اندر نہ ملی تو میں تمہیں پاتال سے بھی نکال کر لے آؤں گا۔"

میرے اس چیلنج نے شاید اسے یقین دلایا کہ واقعی رسونتی میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھ کر ٹیلی پیتھی کی چھلانگ لگائی اور رگھیندر ارجن کمار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مجھے اس کے ذریعے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے سانبھل کی آواز سنائی دی: "کیا تم نے رسونتی کو دیکھا ہے؟"

ارجن کمار نے کہا: "میں بھلا کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ تم خود جانتے ہو کہ وہ کتنے سخت پہرے میں ہے۔"

اس نے بات کاٹ کر کہا: "یہی تو بات ہے۔ وہ اتنے سخت پہرے سے بھی نکل گئی ہے۔ میرے دماغ میں یہ بات آئی ہے کہ شاید

تم نے ریڈ پاور کے آدمیوں کے ذریعے اسے حاصل کر لیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ دوست کی حیثیت سے پہلے بھی تم نے میری مدد کی ہے۔ میں بھی تمھارے کام آتا رہا ہوں۔ اس بار ہم رسونتی کے ذریعے فرہاد کو اس کی پناہ گاہ سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"سانجھل! یہ ضروری نہیں ہے کہ جو بات تمھارے دماغ میں آئی ہے، وہ درست ہو۔ یقین کرو دوست! میں نے رسونتی کو ایک عرصے سے نہیں دیکھا ہے اور اسے دیکھنے کی تمنا میں جی رہا ہوں۔ ویسے رسونتی کا وہاں سے نکل جانا ہمارے لیے خوشخبری بھی ہے اور یہ سوچنے کا مقام بھی ہے کہ وہ کیسے نکلی؟ نہ تم نے نکالا نہ میں نے، پھر وہ تیسرا شخص یا تیسری تنظیم کون ہو سکتی ہے؟"

تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچتے رہے۔ پھر کینیڈے ارجن کمار نے کہا "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ رسونتی دماغی طور پر کمزور ہے اور یہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ فرہاد کو اپنے شوہر کی حیثیت سے اور پارس کو اپنے بیٹے کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہے۔ یقیناً فرہاد کو اجنبی سمجھ کر اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کوئی موقع پا کر وہاں سے نکل گئی ہے۔"

"ہاں، تمھاری یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ تم بتاؤ اب اُسے کیسے تلاش کیا جائے؟"

"میں ابھی ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ اس کے تمام آدمی اسے تلاش کرنے کے لیے شہر کے ہر علاقے میں پھیل جائیں گے۔"

"ارجن! دوست کے کام آکر دوستی ثابت کرنے کا موقع ہے۔ تم میرے کام آکر فرہاد کو میرے سامنے آنے پر مجبور کر سکتے ہو۔ اس طرح تمھارا بھی فائدہ ہے۔ میں فرہاد کو ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دوں گا۔ رسونتی پر صرف تمھارا قبضہ ہوگا۔ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی سے تمھیں پھر کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"جانتا ہوں۔ یہ بہت ہی سنہرا موقع ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ میں صبح ہونے سے پہلے ہی رسونتی تک کسی نہ کسی طرح پہنچ جاؤں گا۔ یہ بتاؤ، تم کہاں ہو۔ میں تمھیں کیسے خبر کر سکتا ہوں؟"

"ابھی میرا پتہ نہ پوچھو۔ میں ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ پتہ نہیں فرہاد کس کے ذریعے میرے پاس پہنچ جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اچانک سامنے آئے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اچانک اس کے سامنے پہنچوں۔ دشمن کو دہشت زدہ کرنے، اُسے نفسیاتی طور پر کمزور بنانے کے لیے یہ چال بہت اہم ہوتی ہے۔ بہرحال میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ارجن کمار دوسرے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس نے پہلے ریڈ پاور کے باس کو یہ خبر سنائی اور اس سے درخواست کی کہ سارے آدمی رسونتی کی تلاش میں پھیلا دیے جائیں۔ شہر کا کوئی کوچہ، کوئی گلی نہ چھوڑی جائے بلکہ ہر مکان میں جھانکنے کی کوشش کی جائے۔

باس نے جواب دیا "اطمینان رکھو۔ ہمارے تمام آدمی اس کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔ میں ابھی حکم جاری کرتا ہوں۔ بائی دی وے، یہ تمھاری بیٹی کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

ارجن کمار نے پوچھا "کیا ہوا۔ کیا آپ نے پومی کو کہیں دیکھا ہے؟"

"ہاں، شام کو وہ ریس کورس گراؤنڈ میں تھی۔ ایک امریکی پارٹنر سے شرط لگا رہی تھی کہ وہ گھڑ سواری میں اس سے آگے نکل جائے گی۔ میرے ایک رپورٹر نے بتایا ہے کہ دونوں میں شرط کے مطابق دوڑ شروع ہو گئی۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، پومی خطرات سے کھیلنے کا موقع تلاش کرتی رہتی ہے۔ وہ بہت ہی خطرناک رفتار سے گھوڑے کو دوڑا رہی تھی۔ جب اس امریکی نے دیکھا کہ وہ آگے نہیں نکل سکے گا تو ایک موقع پر اس کے برابر پہنچتے پہنچتے اس نے گھوڑے کی چابک پومی کو رسید کر دی۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ پومی کب پیچھے رہنے والی تھی۔ اس نے اس امریکی گھڑ سوار کی وہ درگت بنائی ہے کہ وہ اس وقت ہسپتال میں ہے اور اس کے سفارت خانے والے پومی کی تلاش میں ہیں۔ یہ تمھاری بیٹی ہمارے لیے مصیبتیں پیدا کر دیتی ہے۔"

ارجن کمار نے ہنستے ہوئے کہا "وہ ہمارے اور آپ کے لیے بھی خطرات سے کھیلتی ہے۔ اس لیے اس کے بچکانہ لڑائی جھگڑے کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔ ہم سفارت خانے والوں سے نمٹ لیں گے۔ وہ اس وقت کہاں ہوگی؟ کیا آپ کے آدمی بتا سکتے ہیں؟"

"آخری اطلاع کے مطابق وہ ایک چائنیز ریستوران چنگ ہلو میں ڈنر کے لیے گئی تھی۔ وہاں فون کر کے معلوم کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں ریڈ پاور کے باس کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ سنجیدگی سے سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ یہ اچھا موقع ہے۔ اگر رسونتی ہمارے ہاتھ لگ جائے گی تو فرہاد صاحب سے ایک بار پھر دوستی کا آغاز ہو سکتا ہے۔ میں انھیں اطلاع دوں گا کہ رسونتی میرے پاس محفوظ ہے۔ وہ جب چاہیں ایک دوست کی طرح آکر لے جا سکتے ہیں یا میں ان کے پاس اسے پہنچا دوں گا۔ یہ ارجن کمار خواہ مخواہ اس کے عشق میں مبتلا ہے۔

میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ بڑے ہی شاطرانہ انداز میں سوچ رہا تھا کہ ایسے موقع پر ریڈ پاور کے لیے کون زیادہ اہم ہے۔ ارجن کمار یا فرہاد علی تیمور۔ یقیناً میں اہم تھا۔ وہ رسونتی کو میرے لیے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ پہلے تو اس نے آنے کی اجازت نہیں

دی۔ پھر دوسرے ہی لمحے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"شرمانا چھوڑ دو۔ اس وقت بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

پھر میں نے اسے بتایا کہ کس طرح میں نے سانجھل، ارجن کمار اور ریڈ پاور کے باس تک یہ اطلاع پہنچا دی ہے کہ رسونتی ہماری پناہ سے نکل کر چلی گئی ہے۔ اب وہ سب اس کی تلاش میں پورے رنگون شہر کی خاک چھانیں گے۔ ان کے درمیان یہ کھیل جاری ہے کہ سانجھل مجھ کو اس پناہ گاہ سے باہر نکالنے کے لیے رسونتی تک پہنچنا چاہتا ہے۔ ارجن کمار اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہے اور ریڈ پاور کا باس میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رسونتی کو تلاش کر رہا ہوگا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ریڈ پاور یا اس کے آدمی رسونتی تک نہ پہنچ سکیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ میں بحیثیت رسونتی ارجن کمار کے آدمیوں کے آس پاس بھٹکتی رہوں گی۔ یقیناً وہ مجھے پکڑ کر اسی کے پاس لے جائیں گے۔ اور اس طرح وہ مجھے سانجھل کے پاس پہنچائے گا اور وہ تمھیں اپنے پاس آنے پر مجبور کرے گا۔ ٹھیک ہے۔ میں اپنے تمام چوروں کو اطلاع دے رہی ہوں کہ وہ ہمارے یہاں سے نکلنے سے پہلے دشمنوں کے آس پاس جال پھیلانے کی پوری کوشش کریں۔"

"ریڈ پاور کے اور سانجھل کے آدمی اس کوٹھی کے آس پاس کہیں ضرور موجود ہوں گے۔ تم رسونتی کے روپ میں اس طرح یہاں سے نکلنا کہ ان کی نظروں میں نہ آسکو۔ کیونکہ رسونتی کے نکل جانے کی اطلاع ان لوگوں کے پاس پہنچ چکی ہے۔ اب وہ تمھیں نکلتے دیکھیں گے تو بات بگڑ جائے گی۔"

"میں یہ سمجھتی ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد میں یہاں سے نکل جاؤں گی۔ تم آدھے گھنٹے بعد مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنا۔ میں بتا دوں گی کہ اس وقت شہر کے کس حصے میں ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ ارجن کمار کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ پومی تک پہنچ سکا ہے یا نہیں؟ پتہ چلا کہ اس نے چینی ریستوران چنگ واہ سے فون کے ذریعے معلومات حاصل کی تھیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ مس پومی یہاں آئی تھیں اور ڈنر کے بعد چلی گئیں۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر بدلی ہوئی آواز میں کہا "ہیلو کون صاحب ہیں؟"

دوسری طرف سے سانجھل کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "تم کون ہو؟ فرہاد کو ریسیور دو۔"

میں نے اسی طرح بدلی ہوئی آواز میں کہا "فرہاد صاحب آرام کر رہے ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ جس کی بیوی گھر سے بھاگ گئی ہو، وہ آرام کیسے کر سکتا ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہماری مادام یہاں سے بھاگی نہیں ہیں بلکہ ایک سانجھل نامی آدمی نے انھیں اغوا کیا ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے چپ رہا۔ پھر اُس نے ہنستے ہوئے کہا "یہی تو میں تمھارے فرہاد صاحب کو بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے رسونتی کو ایک جگہ دیکھا ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "سچ؟ آپ بتائیں کہاں دیکھا ہے۔ میں فرہاد صاحب کو جا کر اطلاع کرتا ہوں۔"

اس نے پوچھا "وہ کہاں ہیں؟"

"اس وقت باہر نکلنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مادام کی تلاش میں جانے والے ہیں۔"

"ان سے کہو۔ مادام رسونتی کو ارجن کمار کی کوٹھی میں دیکھا گیا ہے۔ میں کوٹھی کا پتہ بتا رہا ہوں۔ تم فرہاد صاحب کو بتا دو۔"

اس نے ارجن کمار کی کوٹھی کا پتہ بتا دیا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ایک چور کو بلایا۔ اس سے کہا "میں تھوڑی دیر بعد یہاں سے جانے والا ہوں۔ میرے بعد تم مادام رسونتی کی حفاظت کے ذمہ دار ہو گے۔ چاروں طرف سخت پہرہ رہے۔ میں رہ رہ کر تمھارے دماغ میں جھانکتا رہوں گا اور رسونتی کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔"

"جناب! آپ اطمینان رکھیں۔ ہماری لاش پر سے گزر کر ہی دشمن مادام تک پہنچ سکے گا۔"

پھر میں رسونتی کے بیڈ روم کے دروازے پر آیا۔ اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ قالین پر بیٹھی ہوئی سینٹر ٹیبل پر جھکی ہوئی تھی اور گلدان کے پھولوں کو بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی لیکن اس کی سوچیں ان پھولوں سے گزرتی ہوئی میری طرف منڈلا رہی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی "میرا ایسا دھرم ہے کہ میں یہاں پوجا نہیں کر سکتی۔ میرے کیسے لوگ ہیں کہ مجھے فرہاد کے حوالے کر کے چلے گئے۔ یقیناً وہ پورے یقین سے جانتے ہوں گے کہ میں فرہاد کی دھرم پتنی ہوں۔ میری شادی ہو چکی ہے لیکن کیسے ہوئی۔ میں ہندو ہوں، وہ مسلمان ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اور اس مسلمان سے میرا ایک بچہ بھی ہے۔"

وہ اور زیادہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا سچ مچ میں اس کے بیٹے کی ماں ہوں؟ کیا میں اس کی بیوی ہوں؟"

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ آگے نہ سوچ سکی۔ اس نے اپنے ایک بازو میں شرم سے منہ چھپا لیا۔ مجھے اس کا یہ انداز بہت پیارا لگا۔ یہی مشرقی ادائیں ہیں، یہی مشرقی شرم و حیا ہے۔ چند لمحوں تک میں دماغ کی اسکرین پر اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنے کمرے میں آگیا۔ وہاں میں نے لباس تبدیل کرنے کے دوران رسونتی کی سوچ

سے معلوم کیا کہ وہ میری غیر موجودگی کے دوران یہاں سے باہر نہیں نکلے گی۔ اب اس نے مجھ سے دور بھاگنے کا ارادہ تقریباً ترک کر دیا تھا۔ اگرچہ وہ مجھ سے کتراتی تھی لیکن رفتہ رفتہ متاثر ہو رہی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اس وقت رنگون کے ایک پسماندہ علاقے میں تھی۔ میں نے کہا: "ٹھیک ہے میں اُدھر آرہا ہوں۔"

میں کوٹھی سے باہر نکلا۔ پورچ میں میری وہی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کے شیشوں اور ونڈ اسکرین پر آہنی چادریں چڑھ جاتی تھیں اور گاڑی بلٹ پروف ہو جاتی تھی۔ ایک مسلح محافظ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میں نے بیٹھتے ہوئے کہا: "میرے ساتھ صرف ڈرائیور جائے گا۔"

دروازہ بند ہو گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے چاروں کھڑکیوں پر آہنی چادریں چڑھا دیں۔ ونڈ اسکرین اور پچھلے شیشے پر بھی وہی آہنی چادریں چڑھا دی گئیں۔ پھر اُس نے ایک بٹن کو دبایا۔ ونڈ اسکرین کے شیشے پر آگے کا منظر دکھائی دینے لگا۔ اب ہم اندر بیٹھ کر باہر کے منظر دیکھ سکتے تھے۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اُسے ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل کر مین روڈ پر آیا۔ میں نے اُسے بتایا کہ کس علاقے میں جانا ہے۔ اُس نے گاڑی کا رُخ اُدھر کر دیا۔ میں کبھی کبھی پلٹ کر پیچھے اسکرین پر دیکھتا تھا۔ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب کر رہی ہے یا نہیں۔ رنگون شہر رات کو بھی جاگتا رہتا ہے۔ ٹریفک اچھا خاصا چلتا ہے کتنی ہی کاریں اور مختلف قسم کی گاڑیاں پیچھے آرہی تھیں۔ ہمیں اوور ٹیک کر کے گزر رہی تھیں۔ لیکن کوئی خاص گاڑی ایسی نظر نہیں آئی جس پر شبہ کیا جاسکے۔

ویسے بڑی تنظیموں کے آلۂ کار مختلف انداز میں تعاقب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک گاڑی ایک چوک سے تعاقب کرتے ہوئے دوسرے چوک تک پہنچتی ہے پھر وہاں سے دوسری گاڑی تعاقب میں لگ جاتی ہے اور پہلی گاڑی اپنا راستہ بدل دیتی ہے۔ اس طرح گاڑیاں بدلتی رہتی ہیں اور اشارے دیتی رہتی ہیں کہ شکار آگے جا رہا ہے۔ یوں کسی خاص گاڑی پر شبہ نہیں ہوتا۔

ذرا دیر بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت دو آدمی اس سے باتیں کر رہے تھے اور اس سے پوچھ رہے تھے کہ وہ تنہا کہاں بھٹک رہی ہے۔ اگر کہیں جانا چاہے تو اسے گاڑی میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ وہ اسی لیے بھٹک رہی تھی کہ دشمن کا کوئی ایجنٹ اس کے پاس تو آئے۔ اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "ہاں، میں کسی دھرم شالے میں جانا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے ایک بہت ہی قیمتی کار کے پاس لے کر آئے

اس کار کی اگلی سیٹ پر ارجن کمار بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی گاڑی سے اتر کر آیا۔ پھر مسکرا کر بڑی محبت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا: "آئیے تشریف رکھیے۔ میں آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا دوں گا۔"

اس وقت تک میں اس جگہ پہنچ چکا تھا۔ شاید میں وہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ بیچ میں بہت سے مکانات تھے۔ پیچ در پیچ گلیاں تھیں لیکن اعلیٰ بی بی مجھ سے دور نہیں تھی۔ وہ ذرا ہچکچا رہی تھی۔ اور یہ ظاہر کر رہی تھی کہ تنہا اتنے آدمیوں کے ساتھ جاتے ہوئے اسے خوف آرہا ہے۔

میں نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ علاقہ ایسا تھا کہ وہاں کی تنگ گلیوں میں وہ گاڑی گزر نہیں سکتی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو وہیں انتظار کرنے کے لیے کہا، تیزی سے ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ اس گلی سے گزر کر دوسری گلی میں پہنچا۔ پھر وہاں سے گزرتا ہوا تیسری گلی میں آیا۔ اس وقت تک اعلیٰ بی بی گاڑی میں بیٹھنے سے انکار کر رہی تھی۔ بحث کر رہی تھی۔ تب ارجن کمار نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تم سب چلے جاؤ۔ میں اگلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ دیکھو اگر تمھیں میرے بیٹھنے پر بھی اعتراض ہے تو میں بھی نہیں بیٹھوں گا۔ تم تنہا اس گاڑی میں کسی دھرم شالے تک چلی جاؤ۔ میرا ڈرائیور تمھیں چھوڑ آئے گا۔"

وہ احسان مندی سے ارجن کمار کو دیکھتے ہوئے بیٹھ گئی۔

اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ مجھے چلتے چلتے ٹھوکر لگی تھی۔ میں اوندھے منہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ مجھے ٹھوکر نہیں لگی تھی۔ بلکہ کسی نے ٹانگ اڑا دی تھی۔ میں نے سنبھل کر دیکھا تو ایک شخص گلی کے فرش پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ میں نے ایک طرف دیکھا تو ایک دروازے پر ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ ریوالور کا رُخ میری طرف تھا۔ پھر اس ٹانگ اڑانے والے نے کہا: "فرہاد صاحب! ذرا پیچھے بھی دیکھیں۔"

میں نے اُدھر دیکھا۔ وہاں بھی دو جوان ریوالور لیے کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: "میں بالکل نہتا ہوں۔ آپ میرے دماغ پر قابض ہو کر میرے ساتھیوں پر میرے ذریعے گولیاں نہیں چلا سکیں گے۔ آپ سے صرف اتنا کہنا ہے کہ یہ آپ کے آگے پیچھے چلتے رہیں گے اور آپ ان کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ جائیں گے۔"

میں نے ایک بار چاروں طرف گھوم کر ریوالور والوں کو دیکھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آرہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک میرے آگے چلنے لگا۔ گلی میں بیٹھے ہوئے نہتے شخص نے کہا: "آپ اس کے پیچھے چلتے رہیں۔"

میں نے اس کے پیچھے چلنا شروع کیا۔ چلتے چلتے میں نے ارجن کمار کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا کہ کیا اسکے آدمیوں

نے مجھے گھیرا ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ابھی میرے معاملے سے بے خبر ہے۔ تب میرے دماغ میں بات آئی کہ یہ ریڈ پاور کے آدمی ہیں۔ اور ریڈ پاور کا باس شاید مجھے حراست میں لے کر اپنے پاس بلانا چاہتا ہے جیسا کہ میں اس کی سوچ پڑھ چکا تھا۔ وہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتا تھا لیکن دوستی کرنے کا یہ عجیب نامعقول انداز تھا۔

میں نے چلتے چلتے کہا: "دوستو! اگر تم ریڈ پاور سے تعلق رکھتے ہو تو میں تمھارے باس کا دوست ہوں۔ یقین نہ ہو تو فوراً ہی کہیں سے رابطہ قائم کر کے اس سے باتیں کرو۔"

وہ خاموش رہے۔ میری بات کا انھوں نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ میرے آگے پیچھے چلتے رہے۔ گلی سے باہر آتے ہی ایک ویگن کار نظر آئی۔ مجھے اس میں بیٹھنا پڑا۔ میرے آگے پیچھے وہ ریوالور والے بیٹھ گئے۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میری گاڑی وہاں سے دو گلی کے فاصلے پر تھی اور دوسری طرف اعلیٰ بی بی ارجن کمار کے ساتھ کار میں بیٹھی جا رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا: "یہاں مجھے گھیر لیا گیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی: "کیا مطلب؟ کس نے گھیرا ہے؟"

"یہ ابھی نہیں معلوم۔ اگر ریڈ پاور کے آدمی ہوں گے تو تھوڑی دیر بعد میں آزاد ہو جاؤں گا اور اگر سانجھل کے آدمی ہوئے تو میں ابھی سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"میرے چوروں سے رابطہ قائم کرو۔ انھیں بتاؤ کہ کس گاڑی میں ہو اور کہاں سے گزر رہے ہو۔"

میں نے دو ایک چوروں سے رابطہ قائم کیا اور انھیں بتایا۔ پھر رنگون کے ماسٹر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اس سے بھی یہی کہا کہ میں ایک پیلے رنگ کی ویگن میں ہوں۔ دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں۔ وہ مجھے کہیں لے جا رہے ہیں۔ اس وقت میں ایک بھری پُری شاہراہ سے گزر رہا ہوں۔ افسوس کہ میں اس شاہراہ کا نام نہیں جانتا لیکن دائیں بائیں، اونچی اونچی خوبصورت عمارتیں نظر آرہی ہیں۔ دو عمارتوں کے درمیان ایک خوبصورت سا پارک بھی نظر آرہا ہے۔ رنگ برنگے قمقمے ہیں۔ بہت سی گاڑیاں پارکنگ ایریا میں نظر آرہی ہیں۔

ماسٹر نے کہا: "اتنا اشارہ کافی ہے۔ میرے آدمی ابھی اس راستے پر پہنچ جائیں گے۔ آپ اسی طرح راستوں کی نشاندہی کرتے رہیں۔"

میں ایسا ہی کرتا رہا۔ اس دوران میں نے ایک بار ارجن کمار کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت اس کے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ دوسری طرف سے سانجھل کی آواز سنائی دی: "ہیلو، میں سانجھل ہوں۔ ہیلو، ارجن کمار! اوور۔"

ارجن کمار نے کہا: "میں بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟ اوور۔"

"ہم نے فرہاد کو گھیر لیا ہے۔ میرے تین آدمی اسے لے کر تمھاری لانچ کی طرف آرہے ہیں۔ میں اس لانچ کو یہاں سے لے جا رہا ہوں۔ تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ اوور۔"

اس نے کہا: "میرا انتظار کرو۔ میں بھی اسی طرف آرہا ہوں۔ پھر ہم ساتھ چلیں گے۔ رسونتی بھی ہاتھ میں آگئی ہے اور مجھے اس وقت تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے جیسے ہی ریسیور کو آف کیا۔ اعلیٰ بی بی نے پچھلی سیٹ سے آگے کی طرف کھسک کر ارجن کمار کو جھنجوڑتے ہوئے کہا: "یہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سب سنا ہے۔ تم مجھے کسی لانچ کی طرف لے جانا چاہتے ہو۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

وہ اُسے نرمی سے سمجھانے لگا: "رسونتی! میں تمھاری بھلائی کے لیے وہاں لے جا رہا ہوں۔ فرہاد تمھارا پیچھا کرے گا پھر تمھیں پکڑ کر لے جائے گا۔ ابھی تمھارا دھرم شالا میں جانا مناسب نہیں ہے۔ تم لانچ میں چھپی رہو گی۔ پھر میں تمھیں تمھارے لوگوں میں یا تمھارے دیس میں پہنچا دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی کا اظہار کر کے پوچھا: "کیا آپ مجھے پہلے سے جانتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے لوگ کون ہیں؟ میرا دیس کہاں ہے؟"

"میں تمھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم بھی مجھے بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ ہم نے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر حالات ایسے پیش آئے کہ تم مجھ سے جدا ہو گئیں۔ دشمنوں نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور ان دشمنوں میں سب سے پہلا دشمن فرہاد ہے۔"

پھر ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے آن کیا۔ سانجھل کی آواز سنائی دی: "ہیلو ارجن کمار، میں سانجھل بول رہا ہوں۔ ابھی مجھے پتہ چلا ہے کہ جس گاڑی میں فرہاد کو لایا جا رہا ہے اس کا تعاقب کچھ گاڑیاں کر رہی ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے لوگوں کو ان راستوں کی پہچان کراتا جا رہا ہے۔ اگر تم رسونتی کو اپنے ساتھ لے کر آرہے ہو اور اس کی موجودگی میں ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد رسونتی کے ذریعے تمھارے دماغ میں بھی پہنچ سکتا ہے یا پہنچ چکا ہوگا۔ اگر پہنچ گیا ہے تو میں تمھارے ذریعے سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے لوگوں تک ان راستوں کی نشاندہی نہ کرے اور کسی کو یہ نہ بتائے کہ اسے کسی لانچ میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا اور اس کے آدمیوں کی کمک پہنچی تو اس سے پہلے رسونتی کو قتل کر دیا جائے گا۔"

اس وقت تک ہماری ویگن کار شہری حدود سے باہر نکل

گئی تھی اور ایک ویران کشادہ سڑک پر تیزی سے دوڑتی جا رہی تھی۔

میں نے رنگون کے ماسٹر سے کہا: "آپ اپنے آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ میری گاڑی کا تعاقب نہ کریں ورنہ میری ایک ساتھی کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ آپ کے آدمی دریائی راستے سے لانچ کے قریب پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں تاکہ دشمنوں کو تعاقب نہ کر کے مطمئن کیا جا سکے۔"

اس کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے بھاگتی رہی۔ آخر ہم دریا کے ساحل پر پہنچ گئے۔ چاندنی رات میں وہاں بڑی ہریالی نظر آ رہی تھی۔ ایک خوبصورت سا کاٹیج ساحل کے سامنے نظر آیا۔ کاٹیج کے سامنے ایک سفید رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے پھر لومی یاد آ گئی۔ وہ اسی کاٹیج میں آتی تھی۔ پھر لباس بدلنے کے بعد اسی گاڑی میں بیٹھ کر شہر کی طرف جاتی تھی۔

آخری اطلاع کے مطابق وہ ایک چینی ریستوران میں رات کا کھانا کھا کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں سے واپس اسی کاٹیج میں آئی ہو۔ یقیناً یہی بات تھی کیونکہ وہاں وہی کار کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ میرے دل میں ایک عجیب سی ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے رومانہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ میں لومی کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔

ریوالور والوں نے مجھے اشارے سے اترنے کے لیے کہا۔ میں گاڑی سے باہر آ گیا پھر میں نے ان سے پوچھا: "کیا یہاں لومی رہتی ہے؟"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: "حیران ہونے کی بات نہیں ہے۔ میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا اسے بلا سکتے ہو؟"

ان میں سے ایک نے میری گردن پر ریوالور کی نال رکھ دی۔ پھر دوسرے ہاتھ سے آگے کی طرف دھکا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ میں چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

ساحل پر لانچ لنگر انداز تھی۔ ہم اس پر سوار ہو گئے۔ وہاں خاموشی تھی۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک ریوالور والے نے زینے پر پہنچ کر الٹے قدموں چڑھتے ہوئے مجھے ریوالور کی زد میں رکھتے ہوئے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ میں زینے پر چڑھنے لگا۔ دو ریوالور والے میرے پیچھے تھے۔ اوپر عرشے پر دو کیبن تھے۔ ان کے دروازے بند نظر آئے۔ ایک ریوالور والے نے ایک جگہ سے دو عدد رسیاں حاصل کیں۔ پھر دو ریوالور والے مجھے عرشے کی ریلنگ کے پاس لے گئے اور وہاں میرے دونوں ہاتھ باندھنے لگے اس طرح کہ میرا ایک ہاتھ دائیں طرف ریلنگ سے پھیلا کر باندھا گیا اور دوسرا بائیں طرف پھیلا کر دوسری طرف ریلنگ سے باندھا گیا۔ اس طرح میرا منہ ان کیبنوں کی طرف تھا اور پشت دریا کی طرف۔

میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ سانبھل سامنے آئے گا تو مجھے کیا کرنا ہوگا۔ میں ماسٹر کو مخاطب کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے اپنی موجودہ سچویشن کے متعلق بتا سکوں۔ اسی وقت میں نے جہاز کے عرشے سے ساحل کی طرف ایک کار کو آ کر رکتے دیکھا۔ میں نے فوراً ہی ارجن کمار کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کو رسونتی سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ پھر اس کار کے رکتے ہی کوئی سایہ مجھے کاٹیج کے برآمدے میں نظر آیا۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ شاید وہ لومی ہے۔ شاید گاڑی کی آواز سن کر باہر آئی ہے۔ لیکن وہ میرا دشمن تھا۔ جب وہ کاٹیج سے باہر کھلی چاندنی میں آیا تو میں نے سانبھل کو پہچان لیا۔ وہ ارجن کمار کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا: "تمہاری بیٹی نہ تو کاٹیج میں ہے اور نہ ہی گاڑی میں۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔"

ارجن کمار نے کہا: "وہ ساحل پر ٹہلتے ہوئے دور نکل گئی ہوگی۔ میں اس کی ان عادتوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ ہزار بار سمجھایا کہ آدھی رات کو اکیلی باہر نہ جایا کرے۔"

سانبھل نے پوچھا: "بہرحال یہ بتاؤ۔ تمہارے پاس کوئی ریوالور یا چاقو ہے؟"

ارجن کمار نے انکار میں سر ہلایا۔ اس نے مطمئن ہو کر کہا: "پھر تو خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ فرہاد تمہارے دماغ پر قابض ہو کر تمہارے ہی ہتھیاروں سے کام لے گا۔ چلو، وہاں ہمارا شکار موجود ہے۔"

وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ کسی ایسے شخص کے پاس ہتھیار نہیں دیکھنا چاہتا تھا جس کے دماغ میں میرے پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ وہ لانچ کے زینے سے چڑھتے ہوئے عرشے پر آئے۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس طرح میرے دونوں ہاتھ باندھ کر مجھے بے دست و پا بنا دیا جائے گا۔

سانبھل نے ہنستے ہوئے کہا: "ہیلو فرہاد! میں کہتا تھا صرف ایک بار اپنے بل سے باہر آ جاؤ۔ میں تمہیں خنجر کی نوک پر لے آؤں گا۔ اب میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔"

پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا: "لنگر اٹھاؤ۔ لانچ کو یہاں سے آگے بڑھاؤ۔ ورنہ فرہاد کے کتے جنہیں اس نے ہمارے پیچھے لگا رکھا ہے، ادھر ضرور آئیں گے۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ اعلیٰ بی بی نے سانبھل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "میں آپ سے واقف نہیں ہوں۔ میرا نام رسونتی ہے۔ آپ کی تعریف؟"

اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کی سوچ سے سمجھ لیا۔ اس کی ایک انگلی میں ایک ایسی انگوٹھی تھی کہ مصافحہ کرتے وقت اس میں سے ایک سوئی نکلتی تھی اور تھوڑی دیر کے لیے مصافحہ کرنے والے کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیتی تھی۔ مجھے یاد آیا۔ ایک بار قائم مقام اعلیٰ بی بی نے لاہور میں کبیر بھیل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔

سانبھل نے اعلیٰ بی بی کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا: "رسونتی! تم میرے دوست کی امانت ہو۔ ورنہ میں تمہاری جیسی حسین و جمیل۔۔۔۔۔"

ابھی اس کی بات ادھوری تھی کہ اچانک اعلیٰ بی بی نے اس کے بازو پر اپنا ہاتھ مارا۔ انگوٹھی سے سوئی نکلی ہوئی تھی لیکن سانبھل ذرا سا ایک طرف ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگوٹھی سے نکلی ہوئی سوئی بازو کی طرف قمیص کو پھاڑتی ہوئی گزر گئی اور اس کا جسم محفوظ رہا۔

اعلیٰ بی بی بلا کی حاضر دماغ تھی۔ سمجھ گئی کہ بھید کھل گیا ہے۔ سانبھل دوسری بار اسے قریب نہیں آنے دے گا۔ اگرچہ وہ کسی زہریلی سوئی کو نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن اتنا تو سمجھ سکتا تھا کہ اعلیٰ بی بی کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے قمیص پھٹ سکتی ہے۔

وہ تیزی سے پلٹ کر دوڑتی ہوئی میری طرف آئی۔ پھر ریلنگ کی طرف جھک کر میرے ایک ہاتھ کی رسی کو دانتوں سے کھولنے لگی۔ سانبھل تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اچانک میں نے اس کے دماغ کو ذہنی جھٹکا پہنچایا چونکہ اس نے سانس روکی ہوئی نہیں تھی۔ ایک ذرا سا جھٹکا اس کے دماغ کو پہنچا۔ پھر اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ سانس روکتے روکتے لڑکھڑا کر گرتے ہوئے اس نے اعلیٰ بی بی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں ارجن کمار کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ دوڑتا ہوا میری طرف آیا۔ پھر جھک کر دوسرے ہاتھ کی رسی کو دانتوں سے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رسی بہت مضبوطی سے بندھی ہوئی تھی۔ اسی وقت اس کے پیٹ پر ایک لات پڑی۔ سانبھل نے اسے ٹھوکر مار کر دوسری طرف الٹنے پر مجبور کر دیا۔ گینڈا بھی مضبوط جسم کا مالک تھا۔ دوسری طرف الٹتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر سانبھل سے ٹکرانے کے لیے بڑھا۔ سانبھل اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ وہ اپنے ہی زور میں دوڑتا ہوا ریلنگ کے پاس گیا۔ پھر دوسری طرف دریا میں گرتے گرتے سنبھل گیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض تھا۔ دوسرے لفظوں میں، میں نے ریلنگ کو پکڑ کر اس کے جسم کو دریا میں گرنے سے بچا لیا تھا۔

میں جتنی دیر اسے بچانے میں مصروف رہا۔ اتنی دیر میں سانبھل نے دوڑ کر اس کے پاس پہنچتے ہی پیچھے سے اس کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر دوسری طرف الٹا دیا۔ تب میں اس کے دماغ میں رہنے کے باوجود نہ بچا سکا۔ کیونکہ اس کا جسم بہت بھاری تھا۔ اسے دوسری طرف الٹاتے ہی وہ لانچ سے نیچے دریا میں جا گرا۔

اتنے میں ایک شخص ایک ٹرے کو دو ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے زینے پر چڑھتا ہوا عرشے پر آیا۔ میں نے دیکھا اس ٹرے پر چار عدد خنجر رکھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ بی بی پھر دوڑ کر میرے پاس آ گئی تھی اور رسی کو دانتوں سے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سانبھل نے دو خنجر اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں نچاتے ہوئے کہا: "میں آخری وارننگ دیتا ہوں رسونتی! اگر تم الگ نہ ہوئیں تو میں خنجر پھینکوں گا۔"

وہ فوراً ہی سہم کر کھڑی ہو گئی۔ ایک بار خنجر کو دیکھا۔ دوسری بار مجھے پھر یکبارگی میرے سامنے آ کر میری ڈھال بن گئی۔ اب اس کی حاضر دماغی، اس کی ذہانت سب کچھ ختم ہو چکی تھی۔ وہ صرف ایک عورت تھی۔ وہ عورت جو اپنے محبوب کے لیے آخری وقت میں جان کی بازی لگا دیتی ہے۔ وہ اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار تھی۔ میں نے کہا: "کیا کر رہی ہو۔ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ وہ سفاک قاتل ہے۔ تم نہیں ہٹو گی تو پہلا خنجر تمہارے جسم میں پیوست ہوگا۔ بہتر ہے کہ ذہانت سے کام لو اور ایک طرف ہٹ جاؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: "نہیں، نہیں۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ تم میری زندگی ہو۔ اس سے پہلے کہ تمہیں کچھ ہو جائے، میں اپنی جان دے دوں گی۔"

اس دوران سانبھل تین خنجروں سے کھیل رہا تھا۔ کبھی ایک خنجر فضا میں بلند ہوتا تھا تو دو خنجر ہاتھ میں ہوتے تھے۔ پھر ہاتھ کا دوسرا خنجر فضا میں بلند ہوتا تھا تو فضا میں بلند ہونے والا پہلا خنجر اس کے ہاتھ میں آ جاتا تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے بازی گری کے تماشے دکھا رہا تھا۔ اس نے ایک خنجر کو اعلیٰ بی بی کی طرف پھینکا۔ وہ پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا گیا۔ اعلیٰ بی بی کے ذرا قریب پہنچ کر واپس سانبھل کے پاس چلا گیا۔ اس نے اسے دستے کی طرف سے مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر اس نے بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا: "میں تم جیسی خوبصورت عورت کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ اپنے دوست کو اس لیے پانی میں پھینکنا پڑا کہ فرہاد اس کے دماغ پر قابض تھا۔ وہ ابھی تیر کر واپس آ جائے گا لیکن تم اس بار نہیں ہٹو گی تو۔۔۔۔"

اعلیٰ بی بی میرے گلے کا ہار اور میری موت کے آگے ڈھال بنی

ہوئی تھی۔ میں نے آہستگی سے اس کے کان میں کہا: "جب تک میں تم سے محبتیں مانگتا رہا، تم انکار کرتی رہیں۔ چلو، اب کہہ دو کہ تم میری سامی ہو۔"

"فرہاد! یہ کیسی بات پوچھ رہے ہو۔ میں تمہاری سامی ہوں۔ ہزار بار سامی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "سامی! میری محبت! اب میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ تم نے اپنی محبت بھری دیوانگی میں غور نہیں کیا کہ میرے صرف ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ پاؤں آزاد ہیں۔ ذرا تماشا دیکھو جس وقت یہ خنجر پھینکے گا اس وقت میں الٹ کر ریلنگ کے دوسری طرف چلا جاؤں گا۔ پھر یہ میرے قریب آئے گا۔ اس کی ساری توجہ میری طرف ہوگی۔ تم پھر ایک بار اپنی اس انگوٹھی والی سوئی کو استعمال کرنے کی کوشش کرنا۔"

اعلیٰ بی بی کو عقل آگئی۔ اسے میری باتوں سے اطمینان ہوا تو یہ بھی سمجھ گئی کہ اب تک وہ جذبات میں بہہ رہی تھی، دماغ سے کام لینا بھول گئی تھی۔ وہ فوراً ہی ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ میرے سامنے ذرا فاصلے پر کھڑا سانبھل تین خنجروں کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر سنچار رہا تھا۔ اور دستے سے روکتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "لو سنبھلو۔ میں پہلا خنجر پھینک رہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس کے پیچھے کیبن کا بند دروازہ کھلا۔ میں نے حیران نگاہوں سے دیکھا۔ مجھے رومانہ نظر آ رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر سانبھل کو ایک لات ماری۔ اس کے ہاتھ سے تینوں خنجر چھوٹ کر ادھر ادھر عرشے کے فرش پر گر پڑے۔ سانبھل نے پلٹ کر دیکھا۔ اسی وقت اس کے منہ پر دوسری لات پڑی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا، سوچ رہا تھا۔ کیا وہ رومانہ ہے؟

"ہاہپ ہپ، ہاہپ ہپ۔" وہ لڑکی سے شعلہ بن گئی۔ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی بھڑکتے ہوئے شعلے کی طرح سانبھل کے اطراف چکرانے لگی۔ بالکل وہی رومانہ کا انداز تھا۔ غضب کا لچکتا ہوا بدن تھا۔ غضب کی پھرتی تھی۔ وہ بندوق کی گولی کی طرح سنسناتی ہوئی گزرتی تھی۔ ٹھائیں ٹھائیں۔ جیسے گولی چلتی ہے ویسے ہی سانبھل کے منہ پر یکے بعد دیگرے دو ٹھوکریں پڑیں۔ ٹھائیں، ٹھائیں۔ پھر "ہپ ہاہپ" کی آواز کے ساتھ وہ دور جا کر کمر پہ ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوگئی۔

میری داستان پڑھنے والے سب ہی جانتے ہیں کہ رومانہ جمناسٹک کے آسمان کی بجلی تھی۔ آسمان سے آنے والی بجلی کو بہت کم زمین پر گرتے دیکھا گیا ہے۔ اس وقت رومانہ تھی یا پومی۔ اس کی برق رفتاری سے بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ کب گرتی ہے اور کب سنبھلتی ہے۔

رومانہ کا اسٹارٹنگ پوائنٹ یہ تھا کہ پہلے ہی سے تم ... کی ناک سے لہو کے آنسو ٹپکتے تھے۔ بڑی عجیب بات تھی۔ اس کمسن دوشیزہ کا اسٹارٹنگ پوائنٹ بھی یہی تھا۔ سانبھل کی (ناک) سے لہو بہہ رہا تھا۔ شاید اس کا سر چکرا گیا تھا۔ وہ بوکھلا کر ... سے ٹیک لگاتے ہوئے جھلاتے ہوئے بولا: "کون ہو تم؟"

وہ کمر پہ ہاتھ رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے حقارت سے کہا: "میں جے جوالا کی بیٹی پومی ہوں۔ تُو بلڈی کاورڈ! دشمن کے ہاتھوں کو باندھ کر حملے کرتے ہو؟ کم آن! اگر تم زمین پر پڑے ہوئے ایک خنجر کو بھی اٹھانے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو میں اس دشمن کو تمہارے حوالے کر دوں گی اور اگر ناکام ہوئے تو اس دشمن کے ہاتھ کھول کر تمہیں اس کے حوالے کر دوں گی۔ کم آن......"

سانبھل نے اپنی ناک کے خون کو آستین سے پونچھ کر دیکھا، پھر غرا کر پوچھا: "اچھا تو تم پومی ہو، ارجن کی بیٹی؟"

پومی نے کہا: "وہ گینڈا میرا بناسپتی باپ ہے۔ میں پہلے بتا چکی ہوں، میں جے جوالا کی بیٹی ہوں۔ اگر تم مجھے باتوں میں لگا کر ان خنجروں تک پہنچنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ چلو، میں تمہیں ایک موقع دیتی ہوں۔ میں دوسری طرف منہ پھیرتی ہوں۔ تم اس سے فائدہ اٹھا لو۔"

یہ کہتے ہی وہ دوسری طرف گھوم گئی۔ پھر دوسرے لمحے اسی طرف گھوم کر ایک فلائنگ کک ماری۔ سانبھل اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن اس کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ پومی کا چیلنج برقرار رہا۔ اس نے کہا تھا زمین پر پڑے ہوئے خنجروں میں سے کسی ایک کو بھی اٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا تو وہ مجھے سانبھل کے حوالے کر دے گی۔

وہ لات کھانے کے بعد لڑکھڑاتا ہوا زینے کے پاس پڑا تھا۔ پومی نے زمین پر پڑے ہوئے خنجروں میں سے ایک کو ٹھوکر مار کر میری طرف پھینکا۔ پھر اعلیٰ بی بی سے کہا: "ساڑی والی! چل اٹھا اس خنجر کو اور اپنے مرد کے ہاتھ کھول۔"

سانبھل نے ہڑبڑا کر زمین پر سے اٹھتے ہوئے کہا: "یہ کیا کر رہی ہو؟ میں تمہارے باپ ارجن کمار کا دوست ہوں۔ یہ میرا اور ارجن کمار کا دشمن ہے۔ بہت ہی خطرناک دشمن۔ جانتی ہو اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

وہ مجھے چونک کر دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ نام سے جانتی تھی، آج چہرے سے پہچان رہی تھی۔ اسی وقت سانبھل نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر خنجر کی طرف چھلانگ لگائی۔ میں چوکنے والا نہیں تھا۔ پومی کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے منہ پہ ایک زوردار لات رسید کی۔ وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ خنجر تک نہ پہنچ سکا۔ پومی کا چیلنج اپنی جگہ برقرار رہا۔

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ ابھی چند لمحوں کے لیے وہ غائب الدماغ کیسے ہوگئی تھی۔ اس نے دیکھا، ان چند ساعتوں میں سانبھل پہلے جہاں تھا، وہاں نہیں تھا، دوسری جگہ الٹا پڑا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا: "پومی! تم نے میری مدد کی، میں نے تمہارے چیلنج کو برقرار رکھا۔ یہ خنجر تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں چند ساعتوں کے لیے تمہارے دماغ پر قابض ہوگیا تھا۔ پھر تمہاری لات اس کے منہ پہ پڑی۔ جس کے نتیجے میں وہ تم سے ذرا فاصلے پر پڑا ہوا ہے۔ مجھے اتنا بتا دو، اسے خنجر اٹھانے کا موقع کتنی بار دو گی کیونکہ اس کی ناکامی کے بعد میری باری آئے گی۔"

اس وقت تک اعلیٰ بی بی نے خنجر کے ذریعے میرے دونوں ہاتھوں کو رسیوں سے آزاد کر دیا تھا۔ اسی وقت گینڈا ارجن کمار زینے پر چڑھتا ہوا اوپر آیا۔ وہ سر سے پاؤں تک بھیگا ہوا تھا، کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس نے غصے سے سانبھل کو دیکھا۔ سانبھل نے جلدی سے کہا: "ارجن! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ فرہاد تمہارے دماغ پر قابض ہوگیا تھا اور تمہارے ذریعے مجھے ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے تمہیں پانی میں گرا دیا۔ میں جانتا تھا کہ تم اچھے تیراک ہو اور واپس آ جاؤ گے۔ دیکھو! تم تیر کر واپس آگئے ہو۔"

ارجن کمار نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہاں، ریلنگ کے اس پار پانی میں گرنے سے کچھ پہلے مجھے احساس ہوا تھا۔ واقعی یہ میرے دماغ پر قابض ہوگیا تھا۔"

اس کی باتوں کے دوران تین ریوالور والے اوپر آگئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "ہم لانچ کا انجن اسٹارٹ کرنے گئے تھے۔ پتہ چلا کہ یہاں گڑبڑ ہے۔ اس لیے واپس آگئے۔"

سانبھل نے کہا: "وقت ضائع نہ کرو۔ اسے فوراً ہی گولی مار دو۔"

اس نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا۔ پومی نے کہا: "خبردار! یہ لانچ میری ملکیت ہے۔ یہاں میری مرضی کے بغیر خون خرابہ نہیں ہوگا۔"

سانبھل نے کہا: "پومی! تمہیں ارجن نے بہت سر چڑھا لیا ہے۔ بے شک لانچ تمہاری ہے لیکن ریوالور میرے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پومی نے گھوم کر ایک الٹا ہاتھ ریوالور والے کے منہ پہ رسید کیا۔ اس کا منہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ پومی نے اس کے ریوالور والے ہاتھ کو کلائی سے تھام کر جوڈو کا داؤ استعمال کیا۔ ریوالور زمین پر گرا اور ریوالور والا الٹ کر قلابازی کھاتا ہوا دور جا کر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔

اس دوران میں نے اس ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا جس نے آتے ہی سانبھل سے بات کی تھی۔ اس ریوالور والے نے اپنے ساتھی کو گولی کا نشانہ بنایا۔ سانبھل چیختا ہوا آگے بڑھا "ارے، یہ تم نے کیا کیا؟"

اسی وقت میں نے گینڈے کے دماغ پر قابض ہو کر سانبھل کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ پھر گینڈا پلٹ کر اس ریوالور والے سے لپٹ کر وہاں سے اسے دھکیلتا ہوا زینے کی طرف آیا۔ دونوں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے۔ زینے پر ایک دوسرے کے اوپر نیچے لڑھکتے ہوئے لانچ کے نچلے حصے میں پہنچ گئے۔

پومی نے جس پر جوڈو کا داؤ استعمال کیا تھا۔ اس کا ریوالور اس کے قدموں کے پاس پڑا ہوا تھا۔ سانبھل کوئی موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی ریوالور تک پہنچنے کے لیے چھلانگ لگائی۔ اسی وقت پومی نے ایک گھٹنا اس کے پیٹ میں مارا۔ وہ "آنک" کی آواز کے ساتھ پیٹ پکڑ کر جھک گیا۔ دوسرا گھٹنا اس کے منہ پر پڑا۔ وہ سیدھا ہوگیا۔ پھر پومی کا ایک کراٹے چوپ ٹھوڑی کے نیچے پڑا۔ وہ پیچھے لڑکھڑاتا ہوا گیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ وہ کراٹے چوپ اتنا زبردست تھا کہ اس کی سانس رکتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ پومی نے ریوالور کو اپنے قدموں کے پاس سے اٹھا کر نچلے زینے کی طرف دیکھا۔ وہاں پر ارجن کمار جس ریوالور والے کے ساتھ لپٹ کر پہنچا تھا۔ وہ ریوالور والا اب ارجن کی گرفت سے نکل کر زینے پر چڑھتا آ رہا تھا۔ پومی نے گولی چلا دی۔ اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ نصف زینے سے لڑھکتا ہوا دوبارہ لانچ کے نچلے حصے میں پہنچ گیا۔ پھر پومی نے ریوالور کا رخ سانبھل کی طرف کرتے ہوئے کہا: "تمہارا یہ غرور، یہ دعویٰ ختم ہوگیا کہ ریوالور تمہارے ہیں، اب ریوالور بھی میرے ہیں اور لانچ بھی میری ہے۔"

میں نے ارجن کمار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ زینے کے نچلے حصے سے اٹھ کر تکلیف سے کراہتا ہوا اوپر آیا۔ مجھے غرا کر دیکھنے لگا۔ سمجھ گیا تھا کہ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر ایک ریوالور والے کے ساتھ اسے نیچے گرایا ہے اور اسے جو چوٹیں آئی ہیں۔ وہ سب میری وجہ سے ہیں۔

اس وقت تک سانبھل کی تکلیف میں بھی کمی ہوگئی تھی۔ وہ ایک ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "اب تک میں خاموش تماشائی رہا۔ تم پومی سے شرط ہار گئے ہو۔ میرے قبضے میں ہو۔ بولو، کیسی موت پسند کرتے ہو؟"

اسی اثنا میں میں نے عرشے پر سے دُور ساحل کی طرف دیکھا۔ لومی کے کاٹیج کے پاس کچھ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ بی بی کے چور لومی کے کاٹیج کو اور اس لانچ کو گھیرے میں لے چکے تھے پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ میں نے رنگون کے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور معلوم کیا۔ اسی نے وہ ہیلی کاپٹر روانہ کیا تھا۔ میں نے ماسٹر سے کہا: آپ ہیلی کاپٹر والوں سے رابطہ قائم کرکے کہہ دیں کہ ساحل کے پاس ایک کاٹیج نظر آرہا ہے۔ اس سے ذرا فاصلے پر وہ اتر جائیں۔ یہاں دشمنوں کو میرے آدمیوں نے بھی گھیرے میں لے رکھا ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دشمن اس وقت میری مٹھی میں ہے:

پھر میں نے ارجن کمار سے کہا: ساحل کی طرف دیکھو اور ہیلی کاپٹر کی آواز سنو۔ تم لوگوں کو گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔ فرار کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے چپ چاپ تماشائی بن کر کھڑے رہو:

یہ کہہ کر میں سانبھل کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹا، جیسے سہما ہوا ہو۔ پھر اچانک ہی اس نے فلائنگ کک ماری۔ میں لڑنے کی نیت سے آگے بڑھا تھا۔ کوئی گلے لگنے کے لیے نہیں کہ اس کی نیت کو نہ سمجھ سکتا۔ اس لیے فوراً ہی ایک طرف ہٹ گیا وہ فلائی کرتا ہوا دوسری طرف جاکر عرشے کے فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی پھر وہ کراہنے لگا۔ میں نے کہا: میں خوب جانتا ہوں تم صرف خنجر زنی کے تماشے دکھاتے ہو، تمہیں لڑنے کا فن نہیں آتا ہے:

میں نے قریب پہنچ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے زمین پر سے اٹھایا۔ پھر کھڑا کرنے کے بعد ایک زوردار ٹکر اپنے سر سے اس کے سر پر ماری۔ وہ چیخ کر پیچھے کی طرف لڑکھڑایا۔ میں نے پھر اس کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور دوسری ٹکر ماری۔ اس بار اس کی کھوپڑی جیسے گھوم گئی۔ وہ ایک دم سے یوں کراہنے لگا جیسے اب چیخنے کی بھی سکت نہ رہی ہو۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف گر پڑا۔

"اٹھو۔ تمہارا وہ بازی گری کا تماشا کیا ہوا۔ وہ خنجر کہاں ہے جو پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا جاتا ہے اور گلاب کی گردن کاٹ کر واپس آجاتا ہے۔ وہ خنجر کہاں ہے جو تمہاری وفادار محبوبہ کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔ تم کتنے ڈرامائی انداز میں مجھے چیلنج کیا کرتے تھے اور اب کیسے حقیر کیڑے کی طرح زمین پر پڑے ہوئے ہو؟"

یہ کہہ کر میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ اتنی دیر سے وہ لومی کے ہاتھوں مار کھاتا رہا تھا۔ اب میں نے اس کے سر پر ٹکریں ماریں تو اس کا بھیجہ ہل گیا۔ اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ اب سانس روک کر یوگا کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری سوچ کی لہروں کو روک سکتا۔ اس کے دماغ کا دروازہ اب میرے لیے کھلا ہوا تھا۔

دماغ کو جھٹکا پہنچتے ہی وہ پھر چیخ کر زمین پر لوٹنے لگا۔ اسی وقت اس کا ہاتھ ایک خنجر کی طرف گیا۔ اس نے فوراً ہی اس کے دستے کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ میں نے کہا: شاباش، ہو سکے تو دوسرے خنجر کو بھی اٹھا لو۔ تم سے زیادہ دور نہیں ہے:

اسے ایسی ذہنی اذیتیں پہنچی تھیں کہ وہ آنکھ نہیں کھول سکتا تھا۔ میرے ایسا کہنے پر اس نے دماغی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے ایک ذرا سی آنکھ کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ذرا فاصلے پر دوسرا خنجر نظر آگیا۔ وہ زمین پر اوندھے منہ رینگتا ہوا آگے بڑھا پھر اس نے دوسرے خنجر کو بھی دستے سے پکڑ لیا۔ میں نے کہا: "چلو، اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ بازی گری کا وہی تماشا دکھاؤ۔ فرہاد تمہارے نشانے پر کھڑا ہوا ہے:"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے دونوں خنجر والے ہاتھوں کو ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ رہا تھا۔ وہ اسے مضبوطی سے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اب وہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہوا ڈگمگا رہا تھا۔ یہ اس کی چال بھی ہو سکتی تھی مجھے دکھانے کے لیے کہ وہ کمزور ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اس دھوکے میں وہ میری طرف خنجر پھینک سکتا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس کی ایک ایک سوچ کو پڑھتا رہا۔ وہ واقعی کمزور تھا۔ میں اسے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا تاکہ وہ کچھ توانائی محسوس کرے اور خنجر زنی کا تماشا دکھا سکے۔ ارجن کمار میرے آدمیوں کے درمیان گھر جانے کے بعد مجھ سے دشمنی نہیں کر سکتا تھا۔ لومی چپ چاپ کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ جب جب میں دماغی طور پر حاضر رہا میں نے لومی کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ اب اس کے دماغ میں پہنچا تو میرے متعلق سوچتے ہوئے پایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا دیکھنا، اس کا سوچنا، پہلی نظر کی محبت سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ بہت ساری باتیں ہو سکتی ہیں جن کی تفصیل مجھے اس وقت معلوم نہیں ہے۔

اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر کہا: "فرہاد! یہ کیا تماشا کر رہے ہو۔ اس کا قصہ ختم کرو، ورنہ یہ دھوکے سے بھی خنجر چلا سکتا ہے"

میں نے کہا: میں ایک کمزور آدمی کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارتا۔ اگر وہ سانپ ہے۔ زخمی ہے۔ مجھ پر حملہ نہیں کر سکتا تو میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ وہ خود مر جائے:

میں نے اس کے دماغ میں محسوس کیا۔ بڑی حد تک اس کی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ اب وہ اپنے خنجر کو مضبوطی سے پکڑ کر سوچ رہا تھا

"کیا میں بالکل فارم میں ہوں؟ میں صحیح نشانے پر خنجر پھینک سکتا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "ہاں، اپنے آپ کو آزمانے کے لیے پہلے خنجر کو نچانا چاہیے جیسا کہ میں اپنے سامنے والے شکار کو دہشت زدہ کرنے کے لیے کمالات دکھاتا رہا ہوں:"

اس نے اس سوچ کے مطابق ایک خنجر کو فضا میں اچھالا۔ وہ خنجر اوپر جاکر واپس آیا تو اس نے دستے کی طرف سے پکڑ لیا۔ پھر اس نے دوسرے خنجر کو بھی اسی طرح آزما لیا۔ اس کے بعد وہ اپنے خاص اسٹائل کے مطابق یکے بعد دیگرے خنجروں کو اچھالنے اور انہیں دستے کی طرف سے گرفت میں لینے لگا۔ ایسا کرتے وقت وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ یعنی میری طرف پشت کر لی۔

اس کا ارادہ تھا کہ ایسا ہی کھیل تماشا دکھاتے دکھاتے اچانک ہی پلٹ کر میری طرف خنجر پھینکے گا اور اس کا نشانہ تو کبھی چوکتا نہیں تھا۔

میں سمجھ رہا تھا میرے آس پاس سنسنی پھیل گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی پریشان ہو کر میری طرف بڑھ رہی تھی تاکہ اچانک ہی وہ خنجر پھینکے تو میرے سامنے ڈھال بن جائے۔ دوسری طرف لومی ایک دم مستعد کھڑی تھی۔ اس نے بھی سوچ رکھا تھا کہ جیسے ہی وہ خنجر پھینکنے کے لیے میری طرف مڑے گا۔ وہ اس کی ایسی تیسی کر دے گی۔

میں نے سانبھل کی سوچ میں کہا: "فرہاد کو نشانہ بنانے سے پہلے ایک بار اور خنجر کا تماشا دکھانا چاہیے۔ سامنے کی طرف پھینکنا چاہیے اور اسے واپس اپنی گرفت میں لینا چاہیے"

اس سوچ کے مطابق اس نے خنجر کو ریلنگ کے اس پار دریا کی طرف پھینکا۔ وہ خنجر پنکھے کی طرح گردش کرتا ہوا دور گیا پھر وہاں سے پلٹ کر سانبھل کی طرف آیا۔ اس نے اسے دستے کی طرف سے پکڑ لیا۔ اب میری باری تھی۔

وہ میری طرف پلٹ کر خنجر پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے دونوں خنجروں کو اوپر کی طرف اچھالنے پر مجبور کر دیا۔ خنجر اوپر گئے، پھر نیچے آئے۔ اس نے دونوں کو دستے کی طرف سے پکڑنا چاہا لیکن اس بار یوں تھام لیا کہ دونوں خنجروں کی نوکیں خود اس کی جانب تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوئے چاندنی رات میں دونوں خنجروں کے پھل بجلیوں کی طرح چمکے، پھر بجلیوں کی طرح گرے۔ سب نے دیکھا۔ دونوں بجلیاں سانبھل کے سینے میں گہرائی تک اتر گئی تھیں۔

"سانبھل! تیری وفادار محبوبہ نے جتنی اذیتوں سے آخری ہچکی لی ہوگی، تو بھی لے۔ سانبھل! لے میں نے خنجروں کو تیرے سینے کی تجوری میں ہمیشہ کے لیے چھپا دیا۔ تو اپنی تجوری سے اپنے خنجروں کو اب کبھی نہیں نکال سکے گا:"

وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ کئی بار اس کا ہاتھ خنجروں کی طرف گیا لیکن اس میں اتنی قوت نہیں تھی کہ دستے کو تھام کر انہیں اپنے سینے کی گہرائیوں سے نکال سکتا۔ آخر اس میں تڑپنے کی بھی سکت نہیں رہی۔ دم توڑنے سے پہلے اس نے دیدے پھیلا کر بڑی وحشت سے میری طرف دیکھا۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ آخری وقت دم توڑتے توڑتے اس کے دل میں حسرت تھی کہ ایک موقع مل جائے پھر وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

واقعی اس دنیا میں ایسے بے رحم، سفاک اور ضدی قاتل ہوتے ہیں کہ آخری سانس کے اکھڑتے وقت بھی اپنے دشمن کو قتل کرنے کی تمنا دل میں رکھتے ہیں۔

اس کی سانس اکھڑ گئی۔ جسم ساکت ہو گیا۔ ہمارے چاروں طرف بھی گہرا سکوت طاری ہو گیا تھا۔ چند ساعتوں تک کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر اعلیٰ بی بی نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ وہ اب تک میرے آگے ڈھال بن جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ قاتل کے سرد پڑتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ چاندنی اس کی آنکھوں میں اتر رہی تھی۔ وہ مجھے گہری سنجیدگی، گہری محبت، گہری عقیدت اور گہرے جذبوں سے دیکھ رہی تھی۔ اپنے اندر اپنے آپ سے لڑ رہی تھی۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں بڑی آہستگی سے کہا: "فرہاد! تمہیں خدا کا واسطہ، آئندہ کبھی موت کا ایسا کھیل نہ کھیلنا، نہیں تو میں تم سے پہلے مر جاؤں گی:"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے زینے کے پاس پہنچی۔ وہاں سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ پھر زینے سے اترتے ہوئے نیچے چلی گئی۔ اب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہی تھی۔ اس نے لانچ سے ساحل کی طرف جاتے ہوئے التجا کی: "فرہاد! پلیز میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میری سوچ نہ پڑھو۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ یقیناً وہ مجھ سے دُور اسی لیے جا رہی تھی کہ کہیں بہک نہ جائے۔ مجھے دوبارہ زندگی پاتے دیکھ کر پتہ نہیں جذبوں میں بہتے ہوئے میرے قدموں میں کس طرح ڈھیر ہو جانا چاہتی تھی۔ میرے آگے کس طرح ریزہ ریزہ ہو جانا چاہتی تھی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھالا تھا اور دُور جا رہی تھی۔ میں نے اسے نہیں چھیڑا، نہیں روکا۔

لومی نظریں جھکائے سانبھل کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔ بظاہر دیکھ رہی تھی مگر سوچ رہی تھی: کیا یہ جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے؟ آج تک میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق پڑھا تھا، سنا تھا۔ جب بھی فرہاد کے متعلق سنتی تو میرا ذہن ماضی کے ان دنوں کی طرف چلا جاتا تھا جب میں جوڈو کراٹے نہیں جانتی تھی لیکن میرے اندر جانے کیسی نادیدہ قوت پیدا ہو جاتی تھی کہ میں بڑے بڑے لوگوں سے فاتحانہ انداز میں مقابلہ کرتی تھی۔ میں

نے ایک بہت بڑے ٹرک کو ساڑھے تیرہ برس کی عمر میں ڈرائیو کیا تھا۔ یہ باتیں جب میں سوچتی ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں ایسی صلاحیتیں کس طرح پیدا ہوگئی تھیں۔ پھر یہ صلاحیتیں اچانک کیسے ختم ہوگئیں۔ کیا، کیا فرہاد میرے دماغ میں پہلے بھی آچکا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں مداخلت نہیں کی۔ اس کی طرف سے منہ پھیر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ریلنگ کے پاس آیا۔ پھر اسے تھام کر ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت تک چھ چور عرشے پر آگئے تھے اور سانجل کی لاش کو اٹھا کر لے جارہے تھے۔ ان میں سے دو چور رہ گئے تھے۔ وہ پانی کی بالٹی اور جھاڑو لاکر فرش کو صاف کررہے تھے تاکہ خون کے دھبے نہ رہیں۔ پومی نے ان سے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

ایک نے کہا: "ہم فرہاد صاحب کے خادم ہیں۔ اپنا کام کرکے چلے جائیں گے۔"

پومی نے میری طرف دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ریلنگ کے پاس آکر میرے قریب کھڑی ہوگئی۔ ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "آج میں نے ایسا تماشا دیکھا ہے کہ میری آنکھیں یقین نہیں کر رہی ہیں۔ جب میں تمہارے متعلق سنتی تھی تو تم قصہ کہانیوں کے کردار لگتے تھے لیکن میں سوچتی تھی، مجھ میں جو صلاحیتیں ہیں ان کے آگے تم کچھ نہیں ہو۔ اب ایسا لگ رہا ہے جیسے میں تمہارے آگے بہت چھوٹی ہوں۔ اتنی چھوٹی کہ سر اٹھا کر دیکھوں گی تو گردن دکھنے لگے گی۔"

میں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں اسے بار بار دیکھنا چاہتا ہوں مگر دیکھنے سے کتراتا ہوں۔ اس کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ جب بھی میں اسے دیکھتا تھا مجھے رومانہ سراپا دکھائی دیتی تھی۔ سچ مچ اس میں اور رومانہ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ صورت، ناک نقشہ، جسم، قد اور صلاحیتیں، گویا جس پہلو سے بھی دیکھا جاتا وہ رومانہ ہی نظر آتی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے خدا کو رومانہ سے میری جدائی منظور نہیں تھی۔ ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کوئی چیز حقیقت بن کر نگاہوں کے سامنے آتی ہے مگر ہاتھ بڑھاؤ تو خواب بن جاتی ہے۔ شاید یہ میری جاگتی آنکھوں کا سپنا ہو یا پھر تقدیر کا ایک بہلاوا۔

وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "تم کچھ کہنے والے تھے۔ پھر رُک گئے۔ کیا بات ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تم مجھ سے بہت چھوٹی نہیں ہو، بہت بڑی بھی نہیں ہو۔ میرے برابر ہو۔"

"تم مجھے حوصلہ دے رہے ہو۔ بڑے آدمیوں کا بڑا پن اسی میں ہے کہ وہ چھوٹوں کو بھی اپنے برابر کا درجہ دیتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم پہلے بھی بہت عرصہ تک میرے ساتھ رہی ہو، میرے قدم سے قدم ملا کر چلتی رہی ہو۔"

وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا: "تمہیں یقیناً تعجب ہو رہا ہے لیکن میں ثبوت پیش کرسکتا ہوں۔ تمہارا رابطہ ریڈ پاور کے باس سے ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا: "تم کسی وقت بھی ریڈ پاور کے باس سے مطالبہ کرو کہ تم فرہاد کی پوری ہسٹری شیٹ پڑھنا چاہتی ہو۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں نے اپنے اپنے طور پر میری جو ہسٹری شیٹ بنائی ہیں۔ ان میں ان عورتوں کی تصویریں موجود ہیں جو ماضی میں میرے ساتھ رہیں اور آج بھی میرے ساتھ ہیں۔"

"میں ابھی کاٹیج میں جا کر ریڈ پاور کے باس سے مطالبہ کروں گی۔ تمہاری ہسٹری شیٹ مجھے جلد ہی مل جائے گی لیکن مجھے یقین کیسے آئے۔ میں نے تو زندگی میں پہلی بار آج تمہیں دیکھا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا: "میں جو کہہ رہا ہوں اس کا ثبوت میری ہسٹری شیٹ میں ہے۔ تم اپنے قد میں، اپنے روپ رنگ میں، اپنی صورت میں، اپنی صلاحیتوں میں بالکل وہی ہو جو ماضی میں میرے ساتھ موت سے ہر لمحہ ٹکراتی رہی میرے لیے جان کی بازی لگاتی رہی۔ اس سے آگے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہیں بہت جلد بہت کچھ معلوم ہوجائے گا۔"

اس نے ایک ننھی سی بچی کے انداز میں خوش ہو کر دونوں ہاتھوں سے میرے بازو کو تھام لیا۔ پھر بولی: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا پہلے میں تمہارے لیے جان کی بازی لگاتی رہی ہوں۔ تمہاری باتیں سن کر پھر مجھے وہ بات یاد آگئی۔"

"کون سی بات؟"

"وہی، دو برس پہلے جب میں دشمنوں کی قید میں تھی تو وہاں سے نکل کر بھاگتے وقت مجھ میں کچھ نادیدہ قوتیں سرایت کر گئی تھیں۔ میں اپنے سے بڑے اور شہ زور لوگوں سے مقابلہ کرتی تھی اور ان پر غالب آجاتی تھی۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ کسی کو سنائی جائیں تو کوئی یقین نہ کرے لیکن اچانک وہ نادیدہ قوتیں میرے اندر سے ختم ہوگئیں۔"

"اس سلسلے میں تم نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"پہلے تو میں سوچتی تھی، شاید یہ کوئی روحانی قوت ہے مگر تم سے ملنے کے بعد خیال آرہا ہے، شاید تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ٹریپ کرتے تھے جیسے ابھی میرے دماغ پر قابض ہو کر تم نے میری لات سانجل کے منہ پر ماری تھی۔ شاید دو برس پہلے بھی تم میرے دماغ پر قابض ہو کر میرے کام آتے رہے تھے لیکن....."

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ کچھ سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا

بات ہے؟"

"جب تم میرے دماغ میں پہنچ کر میرے کام آتے رہے تھے تو شاید اس وقت میری تصویریں تمہاری ہسٹری شیٹ میں آگئی ہوں گی لیکن ریڈ پاور کے باس نے کبھی اس کا ذکر مجھ سے کیوں نہیں کیا؟"

"یہ سوال اس سے کرو۔ دیکھو کیا جواب دیتا ہے۔ اگر اس نے تمہاری ہسٹری شیٹ سے تمہاری تصویر چھپا کر رکھی ہوگی تو میں کسی دوسری تنظیم والوں سے اپنی پوری داستان تصویروں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "یہ کیا؟ یہاں سے تمہارے تمام ساتھی کہاں چلے گئے ہیں۔ ساحل پر کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ صرف ایک کار کھڑی ہوئی ہے۔"

"شاید میرے ساتھیوں نے میرے لیے وہ کار چھوڑ دی ہے۔"

"یہ تمہارے کیسے خادم ہیں؟ تم سے اجازت لیے بغیر چلے گئے۔"

"مجھ سے اجازت لینے کے لیے زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ چپ چاپ دماغی رابطے سے باتیں ہوجاتی ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ہوسکتا ہے۔ تمہارے ساتھ دوستی کرنے میں بڑا مزا آئے گا۔ خوب تماشے ہوں گے۔ میں دشمنوں کے ساتھ بڑے دلچسپ تماشے کروں گی۔ میرے پاس وڈیو کیمرہ ہے۔ ان تماشوں کو پکچرائز کروں گی۔ پھر ہم دونوں ٹی وی کے بڑے سے اسکرین پر وی سی آر کے ذریعے دیکھیں گے۔ بڑا لطف آئے گا۔"

میں اس کے بچگانہ شوق پر مسکرانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے ایک ذرا سی مہلت دو۔ میں اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرکے ابھی آتا ہوں۔"

"کتنی دُور جاؤ گے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میرا جسم تمہارے سامنے ہی رہے گا بس دماغی طور پر جاؤں گا اور واپس آجاؤں گا۔"

میں نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے سانس نہیں روکی پھر آہستگی سے پوچھا: "ہاں، بولو۔"

"تم رسونتی کے پاس جارہی ہو؟"

"تم نے معلوم کیا ہے کہ وہ خیریت سے ہے یا نہیں؟"

"خیریت سے ہی ہوگی۔ تمہارے چور آس پاس موجود ہیں۔ پھر ماسٹر نے بھی سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔ ویسے میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔"

میں نے ایک لمحہ میں رس ونتی کی خیریت معلوم کی۔ پھر واپس آکر بتایا: "وہ بالکل حفاظت سے ہے۔ اپنے کمرے میں آرام کررہی ہے۔"

"میں وہیں جارہی ہوں۔ باقی دس چور اس کاٹیج کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ تم جب چاہو انہیں طلب کرسکتے ہو۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں آرام کرنے دو۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ ابھی صرف چار قاتل مارے گئے ہیں۔ آٹھ باقی ہیں۔ میں نے اپنے چوروں کو حکم دیا ہے کہ وہ سانجل کی لاش کو ایک تابوت میں رکھ کر یہاں کی یہودی سوسائٹی میں بھیج دیں۔ جب وہ لاش وہاں پہنچے گی تو باقی چھ قاتلوں میں سے کوئی پھر کر تمہاری طرف آئے گا۔"

میں نے چونک کر پوچھا: "ابھی تم نے کہا ہے کہ تمہارے چور کاٹیج کے آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ کیا تمہیں توقع ہے کہ میری یہ رات کاٹیج میں گزرے گی؟"

"توقع نہیں بلکہ یقین ہے۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ بس اب میرے پاس سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ جیسے ہی حاضر ہوا۔ مجھے اپنے پیچھے کسی کی کراہ سنائی دی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ گینڈا ارجن کمار اپنے پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے کراہ رہا تھا۔ میں نے پومی کی طرف دیکھا۔

پومی نے میرے برابر کھڑے ہی کھڑے اچانک ریلنگ پر دونوں ہاتھوں کا زور دے کر جمناسٹک کے کرتب دکھانے کے انداز میں پیچھے کی طرف اچھل کر لات ماری تھی۔ اس نے محسوس کرلیا تھا کہ پیچھے کوئی خطرہ ہے۔ اس کا اندیشہ درست نکلا تھا۔ اس خطرے کے پیٹ پر زبردست لات پڑی تھی۔

گینڈا ارجن کمار ہمیں غافل سمجھ کر ایک خنجر اٹھائے میری طرف آیا تھا تاکہ ہمیشہ کے لیے میرا کام تمام کردے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے مجھ سے دشمنی کیا تھی؟ جواب یہ ہے کہ وہ بے چارہ رقیب تھا۔ رس ونتی کا عاشق تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اعلیٰ بی بی گئی تھی لیکن میک اپ رس ونتی کا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں یہاں نہ ہوتا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے سانجل کو ختم کرکے اس کے دل میں دہشت پیدا نہ کرتا تو وہ میرے سامنے ہی رس ونتی کی کلائی پکڑ کر اسے اُچک لیتا۔

پومی نے غصے سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیوں پاپا! تمہارے دماغ میں کون سا کیڑا کلبلا رہا ہے۔ تم فرہاد کے دشمن کیوں بن گئے۔ کیا اپنے دوست سانجل کا انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"نہیں، میں رس ونتی کو بہت پہلے سے چاہتا ہوں لیکن اس نے اس پر قبضہ جما رکھا ہے جبکہ وہ اسے پہچانتی نہیں ہے۔ میں نے تو یہی سنا تھا۔ لیکن یہاں پہچان گئی ہے۔" اس کی وجہ بھی میں سمجھ گیا۔ یہ اس کے دماغ پر قابض ہوجاتا ہے اور وہ اس سے محبت

کہنے لگتی ہے۔ جب یہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتا ہے تو وہ نفرت کرنے لگتی ہے۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم رس ونتی سے سچ مچ محبت کرتے ہو؟"

"میں اس کے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ تب اس نے کہا: "میں ابھی اس کی خاطر دریا میں چھلانگ لگا کر دکھا سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتے ہوئے ریلنگ کے پاس آیا۔ پھر ریلنگ پر چڑھ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ پومی حیرانی سے منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "یہ گینڈے کو کیا ہو گیا ہے؟"

"تم اپنے باپ کو گینڈا کہتی ہو؟"

"یہ میرا باپ کہاں ہے۔ اس نے میرے ساتھ عجیب سلوک کیا ہے۔ کبھی مجھ پر ظلم کیا، کبھی مہربان بن گیا۔ اس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔ اس نے ایک بار مجھے بیگار کیمپ میں لے جا کر چھوڑ دیا تھا۔"

وہ باتیں کرتی رہی۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا زینے تک آیا پھر ہم زینے سے اتر کر لانچ کے نچلے حصے میں پہنچے۔ اس وقت تک گینڈا تیرتا ہوا لانچ پر پہنچ گیا تھا۔ اس کا لباس پانی سے تربتر تھا سر سے پاؤں تک بھیگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سر کے بالوں کو پیچھے کی طرف دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کہا: "تم نے تو ایک بار کہا، ہزار بار بھی آگ کے دریا میں کودنے کے لیے کہو گے تو میں رس ونتی کے لیے کود جاؤں گا۔ پھر دیکھو۔"

یہ کہہ کر وہ پھر دوڑتا ہوا زینے تک گیا۔ زینے پر چڑھتا ہوا اوپر عرشے تک پہنچا۔ پھر ریلنگ پر چڑھ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔

پومی میرے پاس نچلے حصے میں کھڑی ہوئی گینڈے کی حرکتوں پر حیران ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ یہ بھول گئی تھی۔ کہ یہ ٹیلی پیتھی کی شرارتیں ہو سکتی ہیں۔

وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی ساحل پر پہنچ کر اچانک بولی۔ "اب سمجھ گئی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سزا دے رہے ہو۔ مائی گڈنس یہ تو عجیب دلچسپ تماشا ہے۔ یہاں پر تیز لائٹ کا انتظام نہیں ہے۔ ورنہ میں ابھی وڈیو کیمرہ لا کر پاپا کی تصویریں اتارتی۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کار کے پاس آئے۔ پومی نے کہا: "کہاں جاؤ گے اتنی رات ہو چکی ہے۔ ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو۔"

"مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ تم بہت اچھے لگتے ہو۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے دماغ کو پڑھا۔ اس کے اندر معصومیت تھی۔ اس کی التجا میں ایک بھولی بھالی بچی کی آرزو چھپی ہوئی تھی۔ جیسے کوئی بچی اپنے سے بڑے سے متاثر ہو گئی ہو اور اس کے سائے میں وقت گزارنا چاہتی ہو۔ اس کی اس خواہش میں، اس آرزو میں جوانی کے جذبوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اس وقت وہ مجھے بڑی پیاری پیاری سی معصوم سی، ننھی سی کلی نظر آئی۔ میں اسے زیادہ دیر نہ دیکھ سکا کیونکہ رسمانہ میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

اس نے پوچھا: "کیا سوچ رہے ہو۔ کیا مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

میں نے پوچھا: "تم چائے میں کتنی چینی استعمال کرتی ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیسا سوال ہے؟"

"سوال کیسا بھی ہو۔ تم جواب دو۔"

"میں آدھا چمچہ استعمال کرتی ہوں۔"

"اگر تمہاری چائے میں دو چمچے چینی ملا دی جائے تو؟"

"اف، اتنی میٹھی چائے تو میں پی نہیں سکوں گی۔"

"اگر چار چمچے چینی ملا دی جائے تو؟"

"ارے واہ، وہ تو مٹھاس نہ ہوئی کڑواہٹ ہو گئی۔ زیادہ مٹھاس کڑوی لگنے لگتی ہے۔"

"یہی بات میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ تم مجھے بہت زیادہ چاہو گی آج کے بعد کل بھی مجھے روکو گی اور پرسوں بھی روکو گی تو مٹھاس بڑھتی جائے گی اور تم کہہ چکی ہو کہ زیادہ مٹھاس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔"

"جی نہیں، چائے کی بات اور ہے۔ کسی کو پسند کرنے کسی سے متاثر ہونے کی بات اور ہے۔"

"اس حد تک کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ وعدہ کرو۔ آج رات کے بعد کل جانے دو گی۔"

"تم بھی وعدہ کرو چینی میں آدھے چمچے کے برابر ہماری ملاقات ہوا کرے گی۔ تمہاری مصروفیات میں میرا حصہ کم از کم آدھے چمچے کے برابر تو ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "بہت ذہین ہو۔ گھما پھرا کر اپنی بات رکھنا چاہتی ہو۔ چلو، میں تم سے ملتا رہوں گا۔ جب تک تقدیر ملاتی رہے گی۔"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی: "میں اپنی تقدیر اپنے ہاتھوں سے بناتی ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو میں ہر روز تم سے ملاقات کرنے کے لیے ایک گھنٹہ مقرر کرتا ہوں مگر یہ کہہ دوں کہ میں تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔"

"میں لڑ سکتی ہوں۔ آندھی آئے، زلزلہ آئے، دشمن میرے راستے میں دیواریں کھڑی کر دیں۔ لیکن میں ہر حال میں تمہاری زندگی کے اس ایک گھنٹے کو اپنے نام کرنے کے لیے روز ملتی رہوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ پھر مجھے کاٹیج کی طرف لے جانے لگی۔ میں نے وہاں چھپے ہوئے چوروں میں سے ایک سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا: "سب میرے پاس آ جاؤ۔"

تھوڑی ہی دیر میں پومی نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ قدموں کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کہا: "گھبراؤ نہیں، سب میرے ساتھی ہیں۔ میں نے انہیں بلایا ہے۔"

ذرا سی دیر میں وہ دس چور میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: "میں اس رات کا باقی حصہ اس کاٹیج میں گزاروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب آرام کرو، یوں کرو کہ دو آدمی اس کاٹیج کے آگے پیچھے ڈیوٹی دیتے رہیں۔ دو دو گھنٹے بعد یہ ڈیوٹی بدلتی جائے۔ اس طرح سب کو آرام کرنے اور سونے کا موقع مل جائے گا۔"

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ اپنے طور پر ڈیوٹی تقسیم کرنے لگے۔ میں پومی کے ساتھ کاٹیج کے برآمدے میں آ گیا۔ پھر میں نے پلٹ کر کہا: "جب تک میں کاٹیج سے باہر آ کر طلب نہ کروں، کوئی مجھے نیند سے بیدار نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ میں صبح دیر تک سوتا رہوں۔"

میں پومی کے ساتھ کاٹیج کے اندر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت گینڈے ارجن کمار کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا آ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا: "پومی! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جو مجھے بار بار پانی میں ڈبو رہا ہے۔ تم اسے اپنے کاٹیج میں لے جا رہی ہو، اس سے دوستی کر رہی ہو؟"

پومی نے کہا: "تم خود ہی اپنے عشق کا ثبوت دے رہے ہو۔ رس ونتی کا نام لے لے کر پانی میں چھلانگ لگا رہے ہو۔"

وہ ہاتھ ہلا کر بولا: "ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ اس کی ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رس ونتی سے عشق نہیں کرتے ہو؟"

"ہاں کرتا ہوں، ہزار بار کرتا ہوں۔"

میں نے کہا: "سوچ سمجھ کر جواب دو۔ اگر عشق کرو گے تو اس کا ثبوت پھر دینا ہو گا۔"

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا: "نہیں نہیں، میں ایسا ثبوت نہیں دینا چاہتا۔"

پومی نے کہا: "کیوں ہماری نیند خراب کر رہے ہو۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ تم شہر چلے جاؤ۔ میں کل صبح آ جاؤں گی۔"

"تم بہت آزاد ہو گئی ہو۔ اگر میں تمہیں ڈھیل دیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو بھی بوائے فرینڈ بنا لو۔ اسے بوائے نہیں کہتے۔ یہ تو پورا کا پورا آدمی ہے۔ تم سے عمر میں بھی بہت بڑا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "یہی بات رس ونتی تمہارے متعلق کہتی ہے۔"

پھر میں نے چوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اگر یہ فوراً شہر کی طرف نہ جائے تو اب میں ٹیلی پیتھی استعمال نہیں کروں گا۔ تم لوگ اسے اٹھا کر پانی میں پھینک دینا۔"

وہ سب اس کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ دوڑتا ہوا پومی کی کار کی طرف گیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چور اس سے ذرا دور رہے۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کر کے کاٹیج سے دور لے گیا۔ اس کے بعد اس نے گاڑی کو شہر جانے والی سڑک پر موڑ دیا۔ میں پومی کے ساتھ کاٹیج کے اندر آیا۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ کاٹیج میں دو کمرے تھے۔ ایک ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ دوسرا بیڈ روم کے طور پر۔ مجھے اچانک زکون کے ماسٹر کا خیال آیا۔ اس نے میری مدد کے لیے ہیلی کاپٹر میں اپنے آدمی بھیجے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر کاٹیج سے کہیں دور اتر گیا تھا۔ ایسا میرے ہی کہنے پر ہوا تھا۔ میں نے فوراً ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا: "جناب! میں آپ کے لیے فکر مند ہوں۔ میرے آدمی ہیلی کاپٹر کے آس پاس موجود ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں یہاں بخیریت ہوں۔ آپ کی مدد کا بہت بہت شکریہ۔ اپنے آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ ہیلی کاپٹر میں واپس چلے جائیں۔ یہاں خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت تک پومی صوفوں کے درمیان رکھے ہوئے سینٹر ٹیبل کے پاس گئی۔ پھر وہاں رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہوا۔ کسی نے دوسری طرف سے کہا: "ہیلو۔"

"میں جے جوالا کی بیٹی بول رہی ہوں اور باس سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "تم جانتی ہو، باس براہ راست کسی سے بات نہیں کرتے ہیں۔ پیغام ریکارڈ کرا دو۔"

میں نے پومی کے دماغ پر قابض ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ پومی نے حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "ٹھہرو، ابھی وہ باس تم سے باتیں کرے گا۔"

میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "ہیلو، کیا بات ہے؟"

"باس! ابھی پومی کا فون آیا تھا۔ وہ آپ سے باتیں کرنا

چاہتی تھی۔ میں نے پیغام ریکارڈ کرانے کے لیے کہا تو اُس نے ریسیور رکھ دیا۔"

"تم احمق ہو۔ جانتے ہو کہ فرہاد اس کے پاس موجود تھا۔" یہ کہہ کر باس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب میں باس کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ فرہاد سے چھپ کر رہنا حماقت ہے۔ آج تک کا تجربہ ہے کہ جس نے بھی چھپنے کی کوشش کی۔ وہ اس کی شہ رگ تک پہنچ گیا۔ پھر یہ کہ ہماری چال یقیناً کامیاب ہوگی۔ ہم نے پومی اور ارجن کمار کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ رومانہ کی ہم شکل ہے۔ ہم آج ہی کے دن کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک فرہاد پومی کو دیکھے اور اس کی پُرانی محبت تازہ ہو جائے۔ وہ اس کے جال میں یقیناً گرفتار ہوگا، اور پومی بھی یقیناً اسے دوست بنائے گی۔"

میں نے اس کا نام معلوم کیا۔ پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو اینجلو کیا تمہارا یہ مقصد پورا ہو چکا ہے؟"

اس نے حیران ہو کر سوچا۔ "یہ میرے دماغ میں کیسی بات آرہی ہے؟"

"تمہارے دماغ میں فرہاد بول رہا ہے۔"

وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ بے یقینی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے سوچنے لگا "نہیں، فرہاد میرے دماغ میں کیسے بول سکتا ہے؟"

"ایسے ہی جیسے تم تھوڑی دیر پہلے سوچ رہے تھے۔ فرہاد سے چھپنا نادانی ہے۔ جو چھپتا ہے فرہاد اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔ دیکھو، تم کرسی پر بیٹھے ہو۔ ابھی اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ گے۔ ارادہ کر لو کہ تم کرسی سے نہیں اٹھو گے۔"

اس نے چُپ چاپ دماغ میں ارادہ کیا۔ مضبوطی سے کرسی کے ہتھوں کو پکڑ لیا۔ اسی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ حیرانی سے اپنے آپ کو، پھر کرسی کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "اب تم کرسی پر بیٹھ جاؤ گے۔"

وہ دوسرے ہی لمحے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ جلدی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں مان گیا فرہاد صاحب! آپ میرے دماغ تک پہنچ گئے ہیں۔ بائی گاڈ۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ میں نے پومی سے رومانہ والی بات صرف اس لیے چھپائی تھی کہ میں بڑے ڈرامائی انداز میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔"

"کیا تمہیں یقین تھا کہ میں برما آؤں گا اور تم یہ ڈرامہ پلے کرو گے؟"

"جی نہیں، میں صرف وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، پومی جمناسٹک کے کرتب میں اور مہارت حاصل کر لے اور آپ کی سونیا کی طرح فائٹنگ کے سلسلے میں ناقابلِ شکست کہلانے لگے گی تو میں اسے آپ کی طرف بھیجوں گا اور وہ ایک ڈرامائی انداز ہوگا۔ لیکن میرے سوچنے کے برعکس آپ اچانک ہی برما پہنچ گئے اور پومی سے آپ کا اس انداز میں سامنا ہو گیا۔"

"یہ میری ہسٹری شیٹ طلب کر رہی ہے۔"

"میں آپ کا پورا ریکارڈ اس کے پاس بھیج دوں گا۔ اس میں رومانہ کی تصویر بھی ہوگی۔"

"تم اس کے نمبر پر فون کرو ——— وہ انتظار کر رہی ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے پومی سے کہا۔ "باس تمہیں مخاطب کرنے والا ہے۔ فون کی گھنٹی ابھی بجنے ہی والی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

دوسری طرف سے باس نے کہا۔ "ہیلو، پومی! میں فرہاد صاحب سے ملاقات کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

"مجھے فرہاد کی ہسٹری شیٹ چاہیے۔"

"مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ تم ان کا ریکارڈ دیکھنا چاہتی ہو، اس میں رومانہ کی تصویر بھی ہے۔"

پومی نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ رومانہ کون ہے؟"

"میں ریکارڈ بھیج رہا ہوں تم خود ہی دیکھ لینا۔ دیکھو گی تو یقیناً حیران رہ جاؤ گی۔"

"فرہاد بھی یہی کہہ رہے تھے۔ کیا وہاں کسی رومانہ کی جگہ میری تصویر ہے یا میں رومانہ کا رول ماضی میں پلے کر چکی ہوں؟"

"میں ریکارڈ بھیج رہا ہوں۔ تم خود ہی پڑھ کر فیصلہ کر لینا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ "ابھی تمہارا تمام ریکارڈ میرے سامنے آجائے گا۔"

میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا وقت دیکھو۔ کیا تم سونا نہیں چاہو گی؟"

"نیند کسے آتی ہے اور وہ بھی تمہارے پاس رہ کر؟ میرا تو جی چاہتا ہے، جاگتی رہوں، ہمیشہ جاگتی رہوں۔ رات گزر جائے دن گزر جائے، پھر رات گزر جائے، پھر دن گزر جائے اور تم میرے پاس رہو۔ مجھے کبھی نیند نہ آئے۔"

"یعنی جاگو گی اور مجھے بھی جگاؤ گی۔"

"میں اتنی خود غرض نہیں ہوں۔ میں تمہیں سلاؤں گی، تمہارے سر کو سہلاؤں گی۔ جانتے ہو مجھے گانے کا شوق ہے۔ میں آہستہ آہستہ گنگناؤں گی۔ پھر تمہیں نیند آجائے گی۔ تم سوتے

رہو گے۔ میں تمہارے پاس بیٹھی تمہیں دیکھتی رہوں گی۔ پتہ نہیں تم اتنے اچھے کیوں لگتے ہو۔ آج پہلی ملاقات ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ میں تمہیں جنم جنم سے جانتی ہوں۔ تمہاری اس بات پر اعتماد کرتی ہوں کہ میں ماضی میں تمہارے ساتھ قدم بہ قدم چلتی رہی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "پہلے مجھے اپنے بیڈ روم میں جا کر لباس تبدیل کرنا چاہیے۔ پتہ نہیں اس کمرے کی کیا حالت ہے۔ فرہاد دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے؟ ذرا میں اس کمرے کو درست کر لوں۔"

پھر اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔ "تم یہاں بیٹھو میں ابھی لباس تبدیل کر کے آتی ہوں۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے اپنی خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ الماری کے پاس گئی۔ وہاں سے شب خوابی کا لباس نکالا۔ جب وہ اسے پہننے لگی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے ریڈ پاور کے باس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ پھر چونک گیا۔ میں نے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کیا تم نے میرا ریکارڈ بھیج دیا ہے؟"

"میرا آدمی یہاں سے روانہ ہونے ہی والا ہے۔"

"اسے روک دو۔ کل دن کے دس بجے وہ ریکارڈ پومی کے پاس بھجواؤ۔ وہ اگر پوچھے کہ رات کو کیوں نہیں بھیجا گیا، تو کہہ دینا تمہارا آدمی اس کے پاس گیا تھا لیکن وہ سو رہی تھی۔ کاٹیج کے باہر پہرہ دینے والے فرہاد کے آدمیوں نے اسے واپس بھیج دیا۔"

باس نے کہا۔ "میں ایسا ہی کروں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر میں نے پومی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی اور اب بستر کی چادر درست کر رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "کیا فرہاد کو اس بستر پر نیند آئے گی؟ پتہ نہیں وہ کتنے آرام دہ بستر پر سوتا ہوگا۔ ذرا میں اس بستر پر لیٹ کر دیکھوں۔"

میں نے اس سوچ کے ساتھ اسے لٹا دیا۔ وہ اِدھر سے اُدھر کروٹ بدل کر دیکھنے لگی۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "میں آنکھیں بند کر کے دیکھوں، فرہاد کو نیند آئے گی یا نہیں؟"

میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ پھر اسے دوبارہ آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ٹیلی پیتھی کی لوری سے اسے سلانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ صبح دس بجے بیدار ہو۔ اس دوران اس کے کمرے میں اگر کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کی آنکھ کھل جائے۔

یہ ہدایت دینے کے بعد میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں نے خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ پہلے میرے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ بیڈ روم میں جا کر بھی اس کا سامنا کرنا ہوگا اور اگر میں اپنی رومانہ کو اپنی نگاہوں کے سامنے یوں دیکھتا رہوں گا تو کیا میں بہک نہیں جاؤں گا؟ نہیں وہ بہت معصوم ہے، جوان ہے مگر کم سِن ہے۔ ابھی زندگی کے عملی میدان میں بڑی تیزی سے اپنے لیے ایک مقام بنا رہی ہے۔ اس منزل کی طرف جا رہی ہے جہاں رومانہ ہے۔ ابھی اسے محبت کا روگ نہیں لگانا چاہیے، اس سے کترانا چاہیے۔

میں نے سوچا۔ اب مجھے اس کوٹھی میں جا کر سونا چاہیے، جہاں رسونتی ہے، اعلیٰ بی بی ہے اور جہاں چاروں طرف سخت پہرہ ہے۔ وہاں میں اطمینان سے کچھ دیر گہری نیند سو سکوں گا۔

میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر دستک دی تھی۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"اب سونے جا رہی ہوں۔"

"میں آرہا ہوں۔"

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے اپنی حالت کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں آرہے ہو؟"

"کیوں، کیا مجھے نہیں آنا چاہیے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں سوچ رہی تھی کہ تمہاری رومانہ مل گئی ہے۔ تم ادھر ہی رہو گے۔"

"میں اُدھر آنا چاہتا ہوں جدھر تم ہو۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ پومی کی طرف سے کوئی لفٹ نہیں ملی۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے اپنی موجودگی میں دیکھا ہے کہ وہ مجھے کس طرح دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ کس طرح وہ مجھ سے متاثر تھی۔"

"اسی لیے تو میں چلی آئی تھی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اگرچہ وہ جسمانی طور پر قد آور اور جوان نظر آتی ہے لیکن۔ ذہنی طور پر بچی ہے۔ اس کے چہرے پر بڑی معصومیت ہے۔ اس کی باتوں سے، اس کے چہرے سے، اس کی اداؤں سے، اس کی کم سِنی بالکل عیاں ہے۔ مجھے اس سے دُور رہنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم بہت اچھے ہو۔"

"تمہارے لیے برا ہوں، اسی لیے دور بھاگتی ہو۔"

"آں، نن، نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ میں..... میں...... کیا بتاؤں؟"

"تم کیا بتا سکتی ہو، خواہ مخواہ اپنے آپ سے لڑ رہی ہو۔ تمہارا دل، تمہارا دماغ، تمہارا پورا وجود میری طرف کھنچا آتا ہے اور تم انکار کرتی ہو۔"

"فرہاد! یہ معمولی بات نہیں ہے۔ مجھے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہے اور میں فیصلہ کرنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم شادی نہیں کرو گے اور میں خود گھریلو زندگی گزارنے والی عورت نہیں ہوں۔ پھر ہمارے درمیان کیا رشتہ ہوگا؟"

"دوستی کا رشتہ، وہ دوستی جو کبھی نہیں ٹوٹتی۔ تم کس جذبے سے میری خدمت کرنے اپنے چوروں کے ساتھ آئی ہو اور جس انداز میں میری خدمت کر رہی ہو۔ جس جذبے سے دن رات میرے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہو۔ میرے ہر دکھ کو اپنا دکھ سمجھتی ہو۔ میری پریشانیوں پر پریشان ہو جاتی ہو۔ موت میرے لیے آتی ہے ڈھال تم بن جاتی ہو۔ ایسا تو کوئی گھریلو عورت بھی نہیں کرتی۔ بہت کم بیویاں ایسی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ تم میری سب کچھ ہو۔ یہ بھی خوب ادا ہے کہ سب کچھ ہو کر سمجھتی ہو کچھ بھی نہیں ہو۔"

"تمہاری باتیں مجھے اور زیادہ الجھا دیتی ہیں۔ پلیز مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ میری ایک بات مانو گے؟"

"ایک ہزار باتیں مانوں گا۔"

"آج نہ آؤ۔"

"میں تمہارے دلی جذبات اور ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے، تم کہتی ہو تو نہیں آؤں گا۔"

"میرے دس چور تمہارے آس پاس ہیں۔ ان کے ساتھ رہنا۔ نہیں تو میری پریشانی بڑھ جائے گی۔"

"چلو، یہ بھی مان لیتا ہوں۔ تمہارے چوروں کی نگرانی میں رہوں گا اور تمہارے پاس نہیں آؤں گا لیکن کل جب بھی کسی وقت آؤں تو سیدھا تمہارے دل میں آؤں اور تم اپنے دل کے دروازے میرے لیے کھلے رکھو گی۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے خدا حافظ کہا اور رخصت ہو گیا۔ سامنے پومی کے بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں مطمئن ہو کر کاٹیج کے باہر آیا۔ برآمدے میں ایک چور اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں نے اس سے کہا: "میں لانچ میں سونے جا رہا ہوں۔ تم محتاط رہنا۔ ویسے پومی کا کوئی دشمن میرے علم میں نہیں ہے لیکن مجھ سے دوستی کرنے والوں کے دشمن اچانک پیدا ہو جاتے ہیں۔"

میں اسے سمجھا کر لانچ میں آیا۔ عرشے پر ایک چور اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ میں نے وہاں سونے کا ارادہ ظاہر کیا تو فوراً ہی میرے لیے ایک کیبن خالی کر دیا گیا۔ میں نے کیبن میں آ کر اندر سے اس کا جائزہ لیا پھر اندر سے دروازے کو بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔

سونے سے پہلے اکثر مجھے سونیا کی یادیں پکارتی ہیں۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پیرس میں دس بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ سونے کے لیے وہاں ایک کمرے میں آئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو سونیا! میں آ گیا ہوں۔"

وہ مسکرائی۔ پھر بستر پر چاروں شانے چت ہو کر بولی: "سناؤ، کیا حال ہیں؟"

"پہلے تم بتاؤ، اتنی رات تک کیسے جاگ رہی ہو جبکہ بابا نے تمہیں یا اپنے دوسرے طلباء اور طالبات کو نو سے ساڑھے نو بجے تک سو جانے کا حکم دیا ہے۔"

"میں بابا کے ساتھ نہیں ہوں، اس وقت مرجانہ کی کوٹھی میں ہوں۔"

"اوہ، ہاں یاد آیا۔ تم نے کہا تھا کہ دو دنوں کے لیے تم مرجانہ کے پاس رہنے آئی ہو۔ بابا نے تم سے کچھ کہا تھا؟"

"ہاں، انہوں نے کہا تھا کہ وہ دو دن تک بہت مصروف رہیں گے، بالکل تنہا رہیں گے۔ اس لیے میں مرجانہ کے پاس آئی ہوں۔"

"پھر بھی اتنی رات تک جاگنے کی وجہ؟"

"جمیلہ بھی پارس کو لے کر یہاں آ گئی ہے۔"

"وہ اتنی محفوظ جگہ چھوڑ کر یہاں کیوں چلی آئی؟"

"بے چاری بہت پریشان ہے۔ پارس کے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیسا خطرہ؟"

"وہ آج شام کو اپنے کمرے میں پارس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انگریز لڑکا اس کے کمرے میں آیا اور کہنے لگا: "بابا نے پارس کو دعائیں دینے کے لیے اپنے پاس بلایا ہے۔"

جمیلہ نے پارس کو اپنے سینے سے لگا کر پوچھا: "مادام سونیا کہاں ہیں؟"

اس نوجوان نے کہا: "سونیا پیرس گئی ہوئی ہے۔ وہ دو دن بعد آئے گی۔"

جمیلہ نے کہا: "پھر تو میں اکیلی اپنے بیٹے کو یہاں سے باہر نہیں لے جاؤں گی۔ مادام نے مجھے تاکید کی تھی کہ کوئی بھی

اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہے تو پارس کو لے کر کبھی اپنے کمرے سے نہ نکلنا۔"

اس نوجوان نے ناراض ہوتے ہوئے کہا: "مادام سونیا کی اہمیت بابا سے زیادہ نہیں ہے۔ میں تمہیں بابا کا حکم بھی سنا رہا ہوں۔"

"میں بابا کا حکم ماننے کو تیار ہوں لیکن پہلے مادام سونیا سے بات کروں گی۔ تم کمرے سے باہر جاؤ۔"

اس نے دیوار سے لٹکے ہوئے ریسیور کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میرے سامنے بات کرو۔ میں بھی مادام سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم باہر جاؤ۔ میں تنہا باتیں کروں گی۔ اگر نہیں جاؤ گے تو مجھے شور مچانا ہوگا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ جمیلہ نے پارس کو بستر پر لٹایا پھر آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ واپس آ کر دیوار سے لٹکے ہوئے ریسیور کو ہک پر سے اٹھایا، ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "میں مادام سونیا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس نمبر پر ملیں گی؟"

ایکسچینج سے کہا گیا: "ایک منٹ انتظار کریں۔ ہمیں مادام نے بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہیں۔ ان کا فون نمبر بھی موجود ہے۔"

بہر حال مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ جب جمیلہ نے مجھے یہ ساری باتیں بتائیں تو میں نے کہا: "کمرے کو اسی طرح اندر سے بند رکھو۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ کر مرجانہ کو ساری باتیں بتائیں۔ مرجانہ نے پوچھا: "کیا تم نے جمیلہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ بابا کی حکم عدولی ہے، اسے جانا چاہیے تھا۔"

"میں نے اسے تاکید کی تھی کہ میری مرضی اور مشورے کے بغیر وہ پارس کو کسی کے ساتھ کہیں نہ لے جائے۔ یہ تاکید کرنے کے بعد میں بھول گئی تھی۔ بابا صاحب کے سلسلے میں، میں نے اسے دوسرا حکم نہیں دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بابا صاحب کو نظر انداز کر کے ابھی مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔" مرجانہ نے پوچھا: "اب کیا ارادہ ہے۔ سوچنے میں دیر نہ کرو۔ ہمیں فوراً جمیلہ کے پاس پہنچنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "ہاں، ذرا ایک ٹیلی فون کر لوں۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر بابا کے ادارے دی ونڈرفل نیو جنریشن کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا۔ پھر میں نے پوچھا: "کیا بابا صاحب کی طرف سے کسی بھی طالب علم یا طالبہ کے کمرے میں کوئی پیغام پہنچا ہے؟"

ایکسچینج کی طرف سے جواب ملا: "بابا صاحب کی طرف سے بالکل خاموشی ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور مرجانہ کے ساتھ باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر جمیلہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ میں بابا صاحب سے جا کر براہ راست پوچھ نہیں سکتی تھی یا ٹیلی فون پر رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ تنہائی چاہتے ہیں۔ میں ان کی اجازت کے بغیر کسی طرح بھی ان سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی۔

بہر حال میں اس ادارے میں پہنچ گئی۔ طلباء و طالبات نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں وقت سے پہلے آ گئی ہوں۔ میں نے کہا: "جمیلہ کے پاس کوئی جوان آیا تھا اور پارس کو بابا صاحب کے پاس لے جانا چاہتا تھا جبکہ بابا صاحب دو دن کی طویل خاموشی اور تنہائی چاہتے ہیں۔"

کچھ طلباء اور طالبات میرے ساتھ جمیلہ کے کمرے تک پہنچے وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ جمیلہ نے میری آواز سن کر فوراً دروازہ کھول دیا۔ پھر ان طلباء و طالبات کو دیکھنے لگی۔ ان میں وہ نوجوان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس اجنبی نوجوان کے سلسلے میں باتیں ہوتی رہیں۔ سب حیران تھے کہ اس انسٹی ٹیوٹ میں کبھی کوئی باہر کا آدمی بغیر اجازت نہیں آیا۔ پھر وہ نوجوان کون تھا جسے جمیلہ نہیں پہچان رہی تھی۔ سارے ہی طلباء اور طالبات یکے بعد دیگرے اس کے سامنے سے قطار بنا کر گزرنے لگے مگر وہ نوجوان ان میں نہیں تھا۔

اسی وقت میں نے فیصلہ سنا دیا کہ میں جمیلہ اور پارس کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔

کچھ ذہین طلباء و طالبات نے کہا: "اگر یہ دشمنوں کی چال ہے تو اس طرح وہ کامیاب ہوں گے۔ شاید وہ یہی چاہتے ہیں کہ آپ کسی طرح پریشان ہو کر پارس کو اپنے ساتھ باہر لے جائیں۔ جب وہ اس ادارے سے باہر نکلے گا تو دشمن کہیں سے بھی حملہ کر سکتے ہیں۔"

مرجانہ نے پارس کو گود میں لے کر کہا: "میں دیکھوں گی کہ کون مجھ سے میرے بچے کو چھین کر لے جا سکتا ہے۔"

میں نے بھی کہا: "میں اور مرجانہ ساتھ ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے باوجود کئی طلباء اور طالبات ہمارے ساتھ باہر آئے۔ انہوں نے اپنی اپنی موٹر سائیکلیں لے لیں۔ پھر ہمارے آگے پیچھے چلتے ہوئے ہمیں مرجانہ کے گھر تک پہنچا کر واپس چلے گئے۔"

سونیا یہ روداد سنا کر خاموش ہو گئی۔ میں چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں تو کبھی سوچ

بھی نہیں سکتا تھا کہ بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں بھی کوئی دشمن گھس سکتا ہے۔ آخر اس نے کون سا راستہ اپنایا ہوگا؟"

"میں پرسوں وہاں جانے کے بعد معلوم کروں گی۔ پرسوں باباصاحب سے ملاقات ہوگی۔"

"یہ تو ثابت ہوگیا کہ یہ دشمنوں کی چال تھی۔ ایسی حالت میں باباصاحب بے خبر نہیں ہوں گے۔ انہیں تم سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔"

"انہوں نے کہا تھا۔ اگر کوئی ضروری بات ہوئی تو وہ مجھ سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے۔ وہ یقیناً مراقبے میں ہوں گے اور ہم سے بے خبر ہوں گے۔"

"سونیا! دشمنوں کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارا بیٹا باباصاحب کے سائے میں ہے۔ آئندہ پارس کو ادھر نہ لے جانا۔ پہلے تم باباصاحب سے ملاقات کرنا۔ ان سے اس واقعے کے متعلق گفتگو کرنا۔ پھر کسی بہتر نتیجے پر پہنچنے کے بعد پارس کو وہاں لے جاکر رکھنے کا فیصلہ کرنا۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔"

پھر اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "اس وقت تم جہاں ہو وہاں چار بج رہے ہوں گے۔ صبح ہونے والی ہوگی۔ کیا تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ یا نیند پوری کرنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہو؟"

"جاگ رہا ہوں۔ بہت مصروف رہا ہوں۔ ایک خوش خبری سنا دوں۔ آج چوتھا قاتل بھی جہنم رسید ہوگیا ہے۔ اب آٹھ رہ گئے ہیں۔"

"یہ کوئی خوش خبری تو نہیں ہوئی۔ چار گئے آٹھ تو باقی ہیں۔"

"باقی صرف خدا کی ذات ہے اور کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تم اطمینان رکھو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے اسے پومی کے متعلق نہیں بتایا۔ وہ جانتی تھی کہ پومی ردمانہ کی ہم شکل ہے۔ وہ مجھے طعنے دینے لگتی۔ میری بات کا یقین نہ کرتی کہ میں پومی سے دور ہونے کی کوشش کر رہا ہوں ویسے بھی سونیا کو بتانا ضروری نہیں تھا۔ جب اسے خود معلوم ہوتا اور وہ جل بھن کر مجھ سے اس سلسلے میں باتیں کرتی تو اسے چھیڑنے میں مزا بھی آتا۔ میں نے فی الحال خاموشی اختیار کی۔ بستر پر آرام سے لیٹ کر دماغ کو ہدایت دی اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

اگر کوئی شخص موت کی سزا پانے والا ہو اور جب پھانسی کا پھندا اس کے گلے میں ڈالا جا رہا ہو، اسے یہ خوش خبری سنا دی جائے کہ اس کی سزائے موت معاف کر دی گئی ہے۔ وہ آزاد کیا جا رہا ہے تو آزاد ہونے کے بعد وہ کتنی گہری اور اطمینان کی نیند سوئے گا، یہ وہی شخص جانتا ہے۔ مجھے بھی اپنے چار قاتلوں سے نجات مل گئی تھی۔ چوتھا قاتل خنجر زنی کے بڑے کمالات دکھا رہا تھا، بہت زیادہ دہشت زدہ کر رہا تھا، اب خود موت کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ اس کے باوجود مجھے اطمینان سے جتنی گہری نیند آنا چاہیے تھی، وہ نہ آسکی۔

زندگی میں پہلی بار دماغ کو ہدایات دینے کے باوجود میں گہری پُرسکون اور اطمینان بخش نیند کے مزے نہ لے سکا۔ ایک بات تھی جو میرے خوابیدہ دماغ میں کھٹک رہی تھی۔ ایک بے چینی تھی اور وہ بے چینی اپنے بیٹے پارس کے لیے تھی۔ دشمن اس کی خفیہ پناہ گاہ کو جان گئے تھے، اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اگرچہ وہ سونیا اور بابا کی آغوش میں محفوظ رہ سکتا تھا۔ لیکن پہلی بار میں نے سمجھا کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے اور وہ ایسی ہوتی ہے کہ مجھ جیسا سنگدل اور مصائب کو سہہ جانے والا شخص بھی اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوگیا تھا اور وہ پریشانی نیند میں بھی قائم تھی۔

میں نے خواب میں دیکھا۔ دو شیطانی ہاتھ میرے بیٹے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لمبے لمبے ناخن اور لمبے لمبے بالوں سے بھرے ہوئے ہاتھ فولاد کی طرح سخت اور شیطانی ارادوں کی طرح مضبوط تھے۔ وہ میرے بیٹے کی گردن تک پہنچنا چاہتے تھے، لیکن نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ایک شیطانی ہاتھ سے سونیا اور دوسرے سے مرجانہ پنجے لڑا رہی تھیں۔ ان ہاتھوں کو میرے پارس تک بڑھنے سے روک رہی تھیں۔

پھر میں نے دیکھا۔ وہ دونوں مقابلہ کرنے میں مصروف تھیں۔ اتنے میں تیسری طرف سے کوئی انجانا ہاتھ آیا اور میرے بیٹے کو اٹھا کر لے گیا۔ ایک دم سے میری آنکھ کھل گئی۔

میں چند ساعتوں تک گم صم چاروں شانے چت پڑا رہا۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ میں کہاں ہوں۔ پھر اچانک ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دوسرے کمرے میں پارس جمیلہ کے پاس ہے۔ میں جمیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بھی سو رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر سوچنے لگی: "یہ مجھے اچانک کیا ہوگیا؟ میں نیند سے بیدار کیسے ہوگئی؟"

اس نے فوراً ہی اٹھ کر سوئچ آن کیا۔ کمرہ روشن ہوگیا۔ پھر اس نے پالنے میں پارس کو دیکھ کر اطمینان کی سانس لی۔ جھک کر اسے چوما اور لائٹ آف کرنے کے بعد اپنے بستر پر آگئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ کمرے کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور اس کمرے کے سامنے والے حصے میں سونیا سو رہی ہے۔

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ میں چونک کر ٹھیک اسی وقت بیدار ہوا تھا۔ جب میں نے دماغ کو بیدار کرنے کی ہدایت دی تھی۔ اس وقت دن کے آٹھ بجے تھے۔ میں نے باتھ روم میں جاکر غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد باہر آکر دیکھا۔ سورج چمک رہا تھا۔ کاٹیج کی طرف خاموشی تھی۔ برآمدے میں ایک چور نظر آرہا تھا۔ میں لانچ سے اتر کر ساحل پر آگیا۔ میری کار وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور بھی موجود تھا۔ اسی وقت ایک گاڑی آکر رُکی۔ اس گاڑی کے اگلے دروازے کو کھول کر ایک مسلح شخص باہر آیا۔ پھر وہ پچھلی سیٹ کے دروازے کو کھول کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اس سیٹ سے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی باہر نکلا۔ پھر وہ آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا: "فرہاد صاحب! میں آپ کو اپنی آواز سنا رہا ہوں۔ یقیناً آپ نے پہچان لیا ہوگا۔"

میں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "بیشک، آپ ریڈ پاور کے باس اینجلو ہیں۔"

"میں نے سوچا، خود ہی مسٹری شیڈ لے آؤں۔ اس طرح آپ سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔"

"مسٹر اینجلو! مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"اگر یہ رسمی خوشی نہیں ہے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے بھی اپنی خدمت کا موقع دے کر خوش ہونے کا موقع دیں۔"

"بھلا میں کیا موقع دے سکتا ہوں؟"

اس نے عاجزی سے کہا: "سپر ماسٹر آپ کے لیے بہت کچھ کر رہا ہے، بہت سی سہولتیں آپ کے لیے فراہم کرتا ہے۔ میں بھی آپ کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ میں اپنی دوستی کا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ جو سپر ماسٹر کر رہا ہے۔ وہ آپ بھی کر سکتے ہیں۔ جہاں تک میری مرضی اور خوشی کا تعلق ہے تو میں آپ دونوں میں سے کسی کو اپنا مخالف نہیں بنانا چاہتا۔ دونوں کو دوست بنائے رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیں میرے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"فی الحال میں درخواست کروں گا کہ آج مجھے میزبانی کا موقع دیں۔ میں آپ سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی میں اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ کچھ دیر وہاں رہوں گا۔ آپ میرے ڈرائیور کو اپنی رہائش گاہ کا پتہ بتا دیں۔ میں ٹھیک ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے خوش ہو کر ڈرائیور کو اپنا پتہ سمجھایا۔ پھر کہا۔ "میں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا کہ آپ ہمارے ہاں آئیں گے۔"

میں اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کھڑکیوں کے شیشے اور ونڈ اسکرین اور بیک اسکرین پر آہنی چادریں چڑھا دی گئیں۔ اینجلو چپ چاپ کھڑا میری کار کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "اونہہ، یہ کار کیا چیز ہے۔ میں فرہاد صاحب کے لیے اس سے زیادہ محفوظ گاڑی فراہم کر سکتا ہوں اور ان کے لیے ایسی ایسی رہائش گاہیں تعمیر کرا سکتا ہوں کہ سپر ماسٹر بھی دیکھے تو حیران رہ جائے۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی ہم اسکرین پر باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے اور اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ میں رسونتی کی خیریت معلوم کرنے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ باتھ روم میں تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "کیا یہ سچ ہے؟ کیا فرہاد میرا مالک رہ چکا ہے؟"

وہ اور زیادہ شرمانے لگی۔ اپنے اندر کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرتے ہوئے مختلف جذبوں سے کترانے لگی۔ وہ جذبے اس کے خلاف تھے اور وہ اپنے جذبوں کے خلاف تھی۔ اس بات سے انکار کرنا چاہتی تھی کہ میں کبھی اس کے قریب آیا تھا۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس حالت میں اس کے پاس رہنے سے میرے اندر ہلچل سی پیدا ہوگئی تھی اور وہ تھی کہ میرے دل کی حالت سمجھنا نہیں چاہتی تھی میرے سائے سے بھی بھاگنا چاہتی تھی۔ میں اپنا دھیان ہٹانے کے لیے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

جب میں کوشش کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ میں دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں اور وہ کوشش ناکام ہو جاتی ہے۔

میں اعلیٰ بی بی کے پاس بار بار پہنچ رہا تھا، دماغ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا مگر وہ دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔ پچھلی رات وہ اپنے آپ سے ڈرنے لگی تھی۔ خود سے گھبرانے لگی تھی۔ اس نے مجھ سے مہلت مانگی تھی کہ دوسرے دن اپنا فیصلہ سنائے گی اور جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تھا تو دماغ کے تمام دروازے بند کرکے اس کے اندر چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔

دروازے بند کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ جسمانی طور سے نہیں چھپ سکتی تھی۔ ابھی میں وہاں پہنچنے ہی والا تھا۔ اسے میرے روبرو آنا ہی ہوتا۔ یہ عورتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ نہیں چھپ سکتیں، چھپتی ہیں۔ محض اس لیے کہ ہم انہیں ڈھونڈتے رہیں اور دریافت کرتے رہیں۔

میری کار رہائش گاہ تک پہنچ گئی۔ بنگلے میں پہنچ کر میں کار سے اتر کر پہلے ڈرائنگ روم میں آیا پھر وہاں سے اعلیٰ بی بی کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے ایک بار پھر اس کے دماغ پر دستک دی مگر دروازہ بند رہا۔ خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی، پھر بھی جواب نہیں ملا۔ تب میں نے دروازے کے ہینڈل کو دبا کر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ خواب گاہ اندر سے خالی تھی۔ میں واپس ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں اعلیٰ بی بی کا ایک چور موجود تھا۔ میں نے پوچھا: "اعلیٰ بی بی کہاں ہیں؟"

"وہ کہیں گئی ہیں۔ انہوں نے ہمیں نہیں بتایا ہے، صرف اتنا حکم دیا ہے کہ ہم آپ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت آپ کے آس پاس موجود رہیں اور کسی بھی حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ کریں۔"

میں نے سوچتی ہوئی نظروں سے چور کو دیکھا۔ پھر کہا: "میرا حکم ہے کہ دس منٹ کے اندر معلوم کرو کہ وہ کہاں ہیں اور مجھے بتائے بغیر کیوں چلی گئی ہیں؟"

اس نے اپنی جیب سے ایک پاکٹ ٹرانسمیٹر نکالا پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی۔ چور نے بتایا کہ میں اس کا پتہ معلوم کر رہا ہوں اور کچھ کہے سنے بغیر جانے کی وجہ معلوم کر رہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "ریسیور فرہاد کو دے دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے کہا: "ہیلو! تم کہاں چلی گئی ہو اور بات کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر کا سہارا کیوں لے رہی ہو؟ اوور۔"

"میں ٹرانسمیٹر یا ٹیلی فون کے ذریعے تم سے گفتگو کروں گی تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ اوور۔"

"یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا اپنے آپ سے ڈر رہی ہو۔ میں کہتا ہوں، فوراً واپس آ جاؤ۔ اوور۔"

"میں نہیں آؤں گی اور تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی میرے تمام چور تمہاری خدمات کے لیے وقف ہیں اور ہمیشہ تمہارے ساتھ لگے رہیں گے۔ اوور۔"

"مجھے تمہارے کسی ساتھی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم گئی ہو تو انہیں بھی اپنے ساتھ لے جاتیں یا تو واپس آؤ یا اپنے تمام ساتھیوں کو اپنے پاس بلا لو۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اوور۔"

"خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔ ہمارے درمیان کوئی ناراضگی، کوئی مخالفت نہیں ہے۔ میں کچھ مہلت چاہتی ہوں۔ اوور۔"

"کل رات بھی تم نے مہلت مانگی اور مجھ سے دور بھاگ گئیں۔ اپنے دماغ کے دروازے بند کر دیے۔ میں مہلت نہیں دوں گا۔ اوور۔"

"میں اچھی طرح سوچنا سمجھنا چاہتی ہوں۔ بابا صاحب نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ جب بھی ایسا موقع آئے تو میں تم سے اتنی دور چلی جاؤں کہ تم سوچ کے ذریعے بھی مجھ تک نہ پہنچ سکو ایسے میں مجھے بڑے سکون سے، اطمینان سے اپنے بارے میں تجزیہ کرنے کا موقع ملے گا اور تم سے دور رہنے کی تدبیریں بھی ذہن میں آتی رہیں گی۔ فرہاد! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھے سنبھلنے کا موقع دو۔ اوور۔"

میں نے غصے سے کہا: "یہ بابا فرید واسطی صاحب تو میرے دانا دشمن ہیں۔ میں انہیں غصہ بھی نہیں دکھا سکتا۔ انہوں نے سونیا کو بلا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اپنی خدمت کے لیے وقف کر کے مرجانہ کو سمجھا دیا کہ مجھ سے دور رہے۔ ادھر تمہیں پہلے سے سمجھا رکھا ہے۔ آخر وہ میرے ساتھ کیا کھیل کھیل رہے ہیں؟ کیا ان کا خیال ہے کہ میں بھی ان کی طرح ساری دنیا کو، ساری رنگینیوں کو چھوڑ کر کسی کاٹیج میں یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر دھونی رماؤں؟ جانتی ہو، وہاں پیرس میں کیا ہو رہا ہے؟ اوور۔"

"کیا ہو رہا ہے؟ اوور۔"

"میرے بیٹے پارس کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمہارے بابا صاحب کے سائے میں کوئی اجنبی آدمی بغیر اجازت نہیں آ سکتا تھا پھر بھی اس انسٹی ٹیوٹ میں ایک اجنبی نوجوان جمیلہ کے کمرے میں پہنچ گیا تھا، اوور۔"

میں نے اسے وہ ساری باتیں بتائیں اور آخر میں یہ بتایا کہ اب پارس سونیا اور مرجانہ کی حفاظت میں ہے۔ یہ سن کر اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں ابھی پیرس کے لیے روانہ ہو جاؤں گی۔ پارس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پہ ہے، اوور۔"

"میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کے آس پاس بڑی مضبوط فصیل ہو۔ کوئی اس کے پاس نہ پہنچ سکے۔ تم پہلے مجھ سے ملو گی پھر ادھر جانے کا ارادہ کرو گی۔ اوور۔"

"میں تم سے نہیں ملوں گی۔ یہ اچھا موقع ہے، میں پیرس جاؤں گی۔ پارس کو اپنی حفاظت میں لوں گی اور بابا کو اپنے دل کی حالت بتاؤں گی، ان سے مشورہ لوں گی۔ ان کے مشورے کے بغیر تمہارے قریب نہیں آؤں گی، اوور۔"

"اگر یہ بات ہے تو تم بھی جاؤ اور تمہارے تمام ساتھی بھی جائیں۔ میں احتجاجاً سب کی خدمات سے انکار کرتا ہوں۔ میں رسونتی کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ پھر اس چور کے حوالے کرتے ہوئے کہا: "اعلیٰ بی بی نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم سب میرے حکم کی تعمیل کرو گے؟"

"یس سر!"

"تو میں آخری حکم دے رہا ہوں، تم اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ اس رہائش گاہ سے دور چلے جاؤ۔ میں آئندہ تم لوگوں کو اپنے آس پاس دیکھنا نہیں چاہتا۔"

چور نے ادب سے کہا: "جناب! شاید آپ ہماری اعلیٰ بی بی سے کسی بات پر ناراض ہیں لیکن ہمیں تو اپنی خدمات سے محروم نہ کریں۔"

"ایک بار میں نے حکم دے دیا۔ اگر اس کی تعمیل نہیں کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اعلیٰ بی بی کی حکم عدولی کر رہے ہو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔ میں رنگون کے ماسٹر سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ رہائش گاہ بدل دوں گا، کسی دوسری جگہ رہوں گا۔ میں نے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ ممی کے وکیل سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ جائداد کے سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ میرے ہی کام میں لگا ہوا تھا۔ میں نے سید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا: "تم نے ابھی تک اپنی خیریت کی اطلاع نہیں دی۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"اب تو اطلاع دے رہا ہوں۔ پریشانی ختم کیجیے۔ صرف اپنی شادی کی خوشیاں منائیے۔ میں شادی کے دن دماغی طور پر آپ کے پاس حاضر رہنے کی کوشش کروں گا۔"

"صرف شادی کے دن نہیں۔ وعدہ کرو کہ روز مجھ سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"آپ خواہ مخواہ مجھ سے اظہار محبت کر رہے ہیں۔ جب محبت کرنے والی آئے گی تو سب کچھ بھول جائیں گے۔"

"مجھے ایسا نہ سمجھو۔ آزما کر دیکھ لینا۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ بتائیں جاوید کو برما بھیجنے کے لیے آپ نے کیا کیا ہے؟"

"انشاء اللہ کل تک پاسپورٹ تیار ہو جائے گا۔ کہو تو میں کل ہی کسی فلائیٹ سے روانہ کر دوں۔"

"یہی مناسب ہے۔ آپ جاوید کے گھر ضرور جائیں اور اپنے فرضی پارس کو بھی دیکھ لیں۔"

میں نے ان سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد ریحانہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ بھابی اس کے قریب ہی بیٹھ کر پارس کو گود میں لیے کھلا رہی تھیں اور ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھیں حالانکہ وہ معصوم نہ سمجھ سکتا تھا، نہ بول سکتا تھا۔ میں نے انہیں مخاطب کیا تو وہ چونک گئیں۔ ریحانہ سے بولی: "مجھے تو فرہاد بھائی اپنے دماغ میں محسوس ہو رہے ہیں۔"

پھر میں نے ریحانہ کو مخاطب کیا اور انہیں یقین دلایا کہ میں موجود ہوں۔ وہ دونوں بہت خوش ہوئیں۔ تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ پھر میں ان سے رخصت ہو کر دماغی طور پر ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت میرے تصور میں پارس تھا میرا اپنا بیٹا پارس۔ میں نے سوچا پھر اس کی خیریت معلوم کر لوں اور سونیا سے کچھ باتیں کر لوں۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور برما سے پیرس پہنچ گیا۔ پیرس میں صبح ہونے والی تھی۔ نیم تاریکی اور نیم روشنی تھی۔ میں نے جمیلہ کے دماغ میں جگہ بنائی تھی تاکہ پارس کو دیکھ سکوں لیکن وہاں سونیا اور مرجانہ بھی نظر آ رہی تھیں۔

جمیلہ کی سوچ نے بتایا کہ اس وقت وہ سب بنگلے کی چھت پر ہیں۔ سونیا بابا صاحب کی ہدایت کے مطابق روز صبح چار بجے بیدار ہونے کے بعد یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اور مرجانہ یوگا کی مشقوں میں مصروف تھیں۔ سونیا کی ایک ٹانگ گھٹنے کی طرف سے مڑی ہوئی تھی۔ دوسری ٹانگ پشت کی طرف اپنی لمبائی میں زمین سے لگی ہوئی تھی اور باقی آدھا جسم کمان کی طرح خم کھا کر پیچھے کی طرف مڑ گیا تھا۔ وہ بالکل کمان ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں اس نے سانس روک رکھی تھی اور آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اپنے جسم کو ڈھیل دیتی اور سیدھا کرتی جا رہی تھی۔ اس کے سامنے مرجانہ بھی ایسی ہی مشقوں میں مصروف تھی۔ ان دونوں کے درمیان میرا بیٹا پارس ایک باسکٹ میں لیٹا ہوا تھا، گرم کپڑوں میں لپٹا ہوا ۔۔۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس کے آس پاس دو ناگنیں اپنے بدن کو توڑ موڑ رہی تھیں، بل کھا رہی تھیں اور جیسے پھن پھیلائے پارس کے قریب آنے والے دشمنوں کو ڈسنے کے انتظار میں تھیں۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ سامنے ڈرائنگ روم کے دروازے پر رسونتی سفید لباس میں ملبوس کھڑی ہوئی تھی۔ یوں لگا جیسے کوئی اپسرا آسمان سے اتر کر سیدھی زمین پر آ گئی ہو اور مجھے اپنے جلوؤں سے مسحور کر رہی ہو۔ اگرچہ وہ بہت قریب سے دیکھی بھالی تھی لیکن اس وقت بالکل نئی نئی، تازہ تازہ اور ایسی اجنبی سی لگ رہی تھی جیسے کسی دور دیس سے آئی ہوئی اجنبی حسینہ ہو اور نئے سرے سے مجھے لبھا رہی ہو۔ میری توجہ کو، میرے جذبوں کو پکار رہی ہو۔

اس لمحے معلوم ہوا۔ رسونتی کے معنی ہیں رس بھری۔ پہلے جو رسونتی تھی وہ میری بیوی تھی، میرے بچے کی ماں تھی۔ اس وقت جو رسونتی نگاہوں کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، وہ رس بھری تھی، اجنبی تھی۔ ایسی محبوبہ تھی جو محبت کی تجدید کر رہی تھی۔ وہ محبت

جیسے وہ بھول چکی تھی — اب اس بھولے ہوئے سبق کو پھر سے پڑھنے آگئی تھی۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ذرا سی سہم گئی۔ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا: ”میں پہچان گیا ہوں۔ تم رسونتی کا وہ حصہ ہو جس کا تعلق دل سے ہے اور دل والی رس ونتی ہمیشہ محبت سے میری طرف کھنچی چلی آتی ہے اور تم میری طرف کھنچی آئی ہو۔“

وہ انکار میں شاید یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں رس ونتی کا دوسرا حصہ نہیں ہوں۔ میں دل والی نہیں ہوں بلکہ دماغ والی ہوں۔ وہ دماغ والی جو بہت کچھ بھول چکی ہے اور یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن میں نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ آزاد نہیں تھی گرفتار تھی، اس کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں، وہ بے حال ہو رہی تھی کچھ سوچنا چاہتی تھی۔ میں اسے سوچنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اس کی سوچ کو گڑبڑا دیتا تھا۔ اسے اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ جب وہ مائل ہو جاتی تھی تو اس کی سوچ کو آزاد چھوڑ دیتا تھا تاکہ وہ اپنے آپ کو پورے ہوش و حواس میں رہ کر دیکھے۔ جب وہ اپنے حال کو دیکھتی تھی تو خود کو بے حال پاتی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ سنبھل کر مجھ سے کترانے کی کوشش کرتی، میں پھر اسے ذہنی طور پر گرفتار کر لیتا تھا۔

پھر میں نے اسے چھوڑ دیا لیکن اس طرح چھوڑا کہ اس کا دماغ میرے قابو میں تھا۔ میں نے اس کے اندر سے انکار اور گھبراہٹ کو ابھرنے نہیں دیا۔ اسے شرماتے، لجاتے ہوئے اپنے سے دور جانے کا موقع دیا۔ وہ یوں شرما رہی تھی جیسے پہلی بار کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا ہو۔ اور وہ ہاتھ چھڑا کر دور بھاگی جا رہی ہو۔ وہ بھاگتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی اور اوندھے منہ بستر پر گر پڑی۔ منہ چھپا کر ان لمحات کے متعلق سوچنے لگی جو اس کے لیے خواب تھے۔

اسے ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھتے دیکھتے جاگ گئی ہو اور آنکھوں کے سامنے تعبیر دیکھتی ہو۔ پھر آنکھ لگ جاتی ہو اور خواب کا سماں گزرتا ہو۔ آنکھ کھلتی ہو پھر تعبیر نظر آتی ہو اور پھر وہ خوابوں میں گم ہو جاتی ہو۔ کیسی عجیب سی بات تھی، کیسے عجیب سے لمحات تھے، جن کے متعلق وہ صحیح طور سے سمجھ نہیں سکتی تھی کہ وہ کیسے آئے اور کیسے گزر گئے۔

جب میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا اور دماغی طور پر حاضر ہو گیا تو میری عجیب حالت ہو گئی۔ اتنی دیر تک میں اس کی سوچوں سے کھیلتا رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں عجیب سے احساسات کا علم ہوا۔ اس کی نگاہیں، اس کا انداز، اس کا وہ شرما شرما کر خود کو چھپانا اور چھپا نہ پانا ایسا تھا کہ میں بڑی دیر تک اسی جگہ کھڑا ہوا ان تصورات میں گم رہا۔

کال بیل کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں آ کر دیکھا۔ ایک ماتحت دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔ میں نے پوچھا: ”کیا بات ہے؟ پہلے تو کبھی کال بیل کی ضرورت پیش نہیں آئی؟“

اس نے سر کو جھکا لیا مگر کوئی جواب نہ دے سکا۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی تو پتہ چلا کہ اس نے تھوڑی دیر پہلے رسونتی کو میرے ساتھ دیکھا تھا۔ مجھے ضروری پیغام بھی دینا تھا۔ اس لیے اس نے کال بیل کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا: ”کہو کیا بات ہے؟“

ماسٹر کے ماتحت نے کہا: ”ہمارے ماسٹر ایک وکیل کے ساتھ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”انہیں بھیج دو۔“

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ماسٹر نے آ کر مجھ سے مصافحہ کیا پھر اس وکیل سے تعارف کرایا۔ وہ آنجہانی ممی کا وکیل تھا۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: ”فرہاد صاحب! میں آپ کو جانتا ہوں۔ ایک بار میں نے مادام مارتھا (ممی) کے ہاں آپ کو دیکھا تھا۔ انہوں نے آپ کا غائبانہ تعارف بھی کرایا تھا۔ میں نے ان کی تمام دولت اور جائداد کے کاغذات آپ کے نام منتقل کرنے کے لیے تیار کر لیے ہیں۔ یہ فائل لایا ہوں۔ آپ ضروری جگہوں پر اپنے دستخط کر دیں۔“

میں وکیل کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے فائل کھولی اور جگہ جگہ کاغذات پر میرے دستخط لینے لگا۔ میں دستخط کرنے سے پہلے کاغذات کو پڑھتا جا رہا تھا۔ آخر یہ کام ختم ہو گیا۔ وکیل نے فائل کو بند کرتے ہوئے کہا: ”دو چار دنوں میں تمام جائداد آپ کے نام ہو جائے گی۔“

اسی وقت ماتحت نے آ کر کہا: ”ماسٹر! بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ریڈ پاور کا باس یہاں آیا ہے اور فرہاد صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔“

یہ سنتے ہی ماسٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کی تنظیم کے درمیان بڑی نفرت تھی اور وہ ایک دوسرے سے ہمیشہ الجھتے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو جانی، مالی نقصان پہنچاتے رہتے تھے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: ”ماسٹر! آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔ اگر اس کے یہاں آنے پر اعتراض ہو تو میں باہر جا کر ملاقات کر لوں گا۔“

وہ جلدی سے تیور بدل کر نرم پڑتے ہوئے بولا: ”جناب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم انکار کیسے

کر سکتے ہیں۔“

میں نے ماتحت سے کہا کہ وہ ریڈ پاور کے باس اینجلو کو یہاں بلا کر لے آئے۔ وہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اینجلو ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرنے کے بعد ماسٹر کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: ”میں آپ کے ہاں مہمان ہوں۔ خوش آمدید نہیں کہہ سکتے تو نہ سہی ایسی نظروں سے تو نہ دیکھیں۔“

میں نے کہا: ”مسٹر اینجلو! آپ لوگ آپس میں چھیڑ چھاڑ نہ کریں، ورنہ بدمزگی پیدا ہو گی۔ جس کام سے آئے ہیں۔ وہ بیان کریں۔“

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا: ”یہاں یہودی تنظیم کی جانب سے آپ پر مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔“

میں نے اور ماسٹر نے چونک کر اسے دیکھا۔ اینجلو نے کہا: ”آپ پاکستان سے جس الزام کی بنیاد پر نکالے گئے ہیں وہی الزام یہاں عائد کیا گیا ہے یعنی مادام رس ونتی کا تعلق یہودی تنظیم سے ہے اور آپ اسے اغوا کر کے یہاں لائے ہیں۔ لہٰذا وہ مادام رس ونتی کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو عدالتی کارروائی جاری رہے گی۔ اس دوران آپ کو ہر پیشی میں عدالت جانا ہو گا اور اپنے بیانات دینے ہوں گے۔“

میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: ”میں ان کی چالوں کو سمجھ رہا ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں عدالت میں بار بار حاضر ہونے کے بہانے اپنی پناہ گاہ سے نکلتا رہوں اور ان کی نظروں میں رہوں تاکہ تیسری لڑکی کے دو قاتل مجھے اپنا نشانہ بنا سکیں۔“

ماسٹر نے کہا: ”میں ان کی یہ چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔“

”ماسٹر! میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اس لیے آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔“

میں نے اینجلو سے کہا: ”آپ مائنڈ نہ کریں۔ میں آپ سے ابھی بات کرتا ہوں۔“

میں نے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: ”یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کے ملک نے یہودیوں کا ساتھ دیا ہے۔ میرے خلاف میرے ملک میں بھی یہ الزام پیش کیا گیا تھا اب یہ الزام یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ یہودیوں کا دباؤ ہے۔ اس لیے آپ زیادہ سے زیادہ سپر ماسٹر کا سہارا لینا چاہیں گے لیکن سپر ماسٹر کھل کر میری مدد نہیں کر سکے گا۔ جتنی بھی امداد مجھے حاصل ہو رہی ہے وہ خفیہ طور پر ہے۔ لہٰذا آپ جو کچھ بھی کرنا چاہیں، خفیہ طور پر کریں ورنہ یہاں ریڈ پاور کا باس اینجلو بیٹھا ہوا ہے۔ وہ آپ کے چیلنج کو سن کر یہ بات یہودیوں تک پہنچا دے گا۔“

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر میں نے اینجلو کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: ”مسٹر اینجلو! آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس کیس کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟“

”میں نے کہا تھا کہ خدمت کا کوئی بھی موقع آئے گا تو میں اپنی بھرپور دوستی کا ثبوت پیش کروں گا۔ یہ وقت آ گیا ہے، میں یہودی تنظیم سے یہ مقدمہ لڑوں گا۔ اس طرح کہ آپ غیر حاضر رہیں گے اور آپ کی جگہ میں عدالت میں حاضر ہوا کروں گا۔ آپ کو ان قاتلوں سے چھپا کر رکھوں گا اور خود ان قاتلوں کا کام تمام کر کے ایک دن آپ کی نگاہوں میں سرخرو ہو جاؤں گا۔“

میں نے مسکرا کر کہا: ”پہلے اپنے ریڈ پاور کے سربراہ ماسک مین سے اس سلسلے میں بات کر لو۔ تب تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارا ملک اور تمہاری تنظیم بھی یہودیوں کے دباؤ میں ہے۔ تم لوگ کھل کر میری مدد نہیں کر سکو گے۔ اگر ایسا ہوتا تو سپر ماسٹر کبھی پیچھے نہ ہٹتا۔ میں ابھی تمہارے سامنے بیٹھے ہوئے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر اسے یہی سمجھا رہا تھا کہ وہ تمہاری طرح دعوے نہ کرے۔ تم دونوں اپنے اپنے سربراہوں کے ماتحت ہو اور تم نہیں جانتے کہ اوپر کیسی سیاست چل رہی ہے۔“

اس نے سوچ کے ذریعے کہا: ”آپ نے عجیب بات کہہ دی۔ میں ابھی اپنے باس ماسک مین سے رابطہ قائم کر کے معلوم کروں گا آخر آپ کی مدد کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟ کیا یہودی اتنے بارسوخ ہیں، اتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں کہ ہم ان کے خلاف آپ کی حمایت نہیں کر سکیں گے؟“

”آپ جائیں۔ اپنے ماسک مین سے معلومات حاصل کریں۔ اس کے بعد میری مدد کا دعویٰ کریں۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا۔ ”ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ آپ سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔ یا آپ مجھ سے رابطہ قائم کریں، میں اس وقت تک ماسک مین سے آپ کی باتوں کی تصدیق کر لوں گا۔“

وہ چلا گیا۔ میں نے ماسٹر سے کہا: ”وہ بھی اپنے سربراہ سے معلوم کرنے گیا ہے۔ آپ بھی معلومات حاصل کریں اور مجھے فی الحال تنہا چھوڑ دیں۔“

ماسٹر وکیل کے ساتھ چلا گیا۔ میں ڈرائنگ روم میں تنہا رہ گیا۔ میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا۔ میں اس وقت کس مقام پر ہوں؟ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میرا کوئی در نہیں ہے۔ میرے پاؤں تلے میری اپنی زمین نہیں ہے۔ میں کبھی سپر ماسٹر کی مدد حاصل کرتا ہوں، کبھی ریڈ پاور والوں سے دوستی کرتا ہوں اور ان دونوں کے درمیان یہودی مجھے دوڑا رہے ہیں۔

ان حالات میں میری داستان مسلمانانِ عالم کی داستان ہے۔ یہ یہودی کچھ اسلامی ممالک پر براہِ راست حملے کرتے ہیں اور کچھ اسلامی ممالک کو بالواسطہ بڑے ممالک کے ذریعہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہم تمام لوگوں کا یہ حال ہے کہ کبھی اس طاقت کی امداد حاصل کرتے ہیں کبھی اُس طاقت میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ بڑی طاقتوں کی یہ کھلی ہوئی پالیسی ہے کہ تمام اسلامی ممالک یہودیوں سے پریشان ہو کر کسی نہ کسی طاقت کے زیرِ اثر رہیں اور ان کے ذریعے یہودیوں کی شیطانیت سے محفوظ رہیں۔ گویا کہ ہم ایک شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے دوسرے شیطانوں کی پناہ باری باری ڈھونڈتے آرہے ہیں۔

آہ! میں کبھی سپر ماسٹر کی پناہ حاصل کرتا تھا کبھی ریڈ پاور کا دوست بن جاتا تھا اور اس طرح ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتا رہتا تھا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میں نے آج تک جو زندگی گزاری وہ باری باری دو تنظیموں کی پناہ میں گزاری کبھی اِس کا کبھی اُس کا احسان لیتا رہا۔ وہ بھی میرے در پردہ دشمن تھے لیکن ایسے دوست بن کر رہتے تھے جو مشکل اوقات میں میری جان بھی بچاتے تھے۔ مجھے مالی امداد بھی پہنچاتے تھے۔ میرے لیے سہولتیں بھی فراہم کرتے تھے میرے لیے ہر طرح کا عیش و عشرت مہیا کرتے تھے۔ اس طرح میرے محسن بن کر مجھے احسان مند بنائے رکھتے تھے۔ اپنے آپ کو آقا نہیں کہتے تھے بلکہ دوست کہتے تھے اور یہ بڑے ملکوں کا، بڑی طاقتوں کا دستور بن گیا ہے۔ اب وہ خود کو آقا نہیں کہتے، دوست کہتے ہیں۔ جب دوست بن کر کسی کو غلام بنایا جاسکتا ہے تو آقا بن کر بدنام ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ کیا کروں؟ کیا پھر ریڈ پاور یا سپر ماسٹر سے امداد حاصل کروں اور برما چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جاؤں لیکن ایسا کب تک ہوگا؟

میں نے جاوید کو پاکستان سے بلایا ہے۔ وہ دو ایک روز میں آکر یہاں ممی کی چھوڑی ہوئی جائداد کو سنبھالے گا۔ میں بار بار ایک ملک سے دوسرے ملک نہیں جاسکتا۔ سفر کی تھکن بھی ہوتی ہے اور نئی جگہ نئی پریشانیاں بھی جنم لیتی ہیں۔

دنیا بہت بڑی تھی۔ مگر کچھ روز چھپ کر آرام سے رہنے کے لیے کہیں چھوٹی سی جگہ بھی نہیں تھی۔ میں جہاں جاتا، ان خطرناک تنظیم کے افراد کو میری خبر ہو جاتی، ایک طرف سپر ماسٹر، دوسری طرف ریڈ پاور، تیسری طرف یہودی تنظیم اور پھر اس تنظیم کے باقی آٹھ قاتل۔ اتنے لوگ تھے، اتنے وسیع ذرائع کے مالک تھے کہ مجھے چھپنے کے لیے کہیں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ میں کہاں جاؤں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

میں پھر صوفے پر بیٹھ گیا اور سر کو پریشانی سے تھام لیا۔ اعلیٰ بی بی نے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے۔ سونیا اور مرجانہ مجھ سے ہزاروں میل دور تھیں اور میں اپنی موجودہ پریشانی بیان کر کے انھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اور بے چاری سونیا کر بھی کیا سکتی تھی۔ میرا ساتھ دے سکتی تھی۔ میرے ساتھ جی سکتی تھی، میرے ساتھ مر سکتی تھی لیکن وہ بھی میرے لیے کوئی پناہ گاہ تلاش نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ہم نے آج تک اپنے لیے کوئی زمین بنائی نہ کوئی مکان بنایا نہ ہی دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان خطرناک تنظیموں کی طرح ایک خطرناک تنظیم بنائی۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اب یہ بات میرے دل اور دماغ میں شدت سے اُٹھ رہی تھی کہ دشمن مجھے فولاد سمجھتے ہیں تو آج تک میں نے کوئی فولادی تنظیم ان کے مقابلے پر کیوں نہیں بنائی؟ اس طرح کم از کم میرے اپنے رہنے اور پناہ لینے کے کچھ ایسے ٹھکانے ہوتے جہاں میں کچھ روز آرام سے زندگی گزار سکتا۔

فی الحال یہی بات سمجھ میں آئی کہ ابھی تو سپر ماسٹر یا ماسکو سے مدد لینا ہی پڑے گی۔ اس کے بعد بڑی سہولت سے، آرام سے اسکون سے سوچا جائے گا کہ مجھے آئندہ کیا کرنا چاہیے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ دوسری طرف سے باس اینجلو کی آواز سنائی دی "جناب! میں اینجلو بول رہا ہوں۔"

"میں فرہاد ہوں۔ بولو۔"

"آپ سوچ کے ذریعے گفتگو کریں، بس اتنی ہی بات کہنا چاہتا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا تھا میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں نے ماسک مین کے نام اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیا ہے اور اس سے معلومات حاصل کی ہیں کہ ہم کھل کر آپ کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بہرحال وہاں سے جو بھی جواب آئے۔ میں ذاتی طور پر آپ کا دوست بن کر آپ کے کام آنا چاہتا ہوں، آپ مجھے آزما سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ کچھ عرصے کے لیے کہیں چھپ جاؤں اور کوئی میری اس پناہ گاہ تک نہ پہنچے۔"

وہ صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "میں آپ کو ایسی جگہ چھپا سکتا ہوں جہاں میرے آدمیوں کو بھی خبر نہیں ہوگی۔ بس ایک خاص آدمی ہے وہ آپ کو وہاں پہنچادے گا لیکن آپ بیرونی وغیرہ کی نظروں سے کس طرح بچ کر نکلیں گے پھر یہ کہ آپ کے آس پاس اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھی بھی موجود ہیں۔"

"اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھی میرے آس پاس نہیں ہیں۔ مجھے ماسٹر کے آدمی، تو میں یہی کر سکتا ہوں کہ رسونتی کو لے کر یہاں سے نکلوں اور آپ کے اس ماتحت سے دماغی رابطہ قائم کروں کسی وقت بھی ماسٹر کے آدمیوں کو ڈاج دے کر آپ کے آدمی سے ملوں اور وہ مجھے اس پناہ گاہ تک پہنچا دے۔"

اینجلو نے اپنے اس خاص ماتحت کو اپنے کمرے میں بلایا، اس سے باتیں کیں تاکہ میں اس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے سکوں۔ اس شخص کا نام کیشو تھا۔ وہ برمی بدھ تھا۔ میں نے کیشو سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اسے سمجھایا کہ کس طرح میں سوچ کے ذریعے گفتگو کرتا ہوں اور کس طرح وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرے گا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "آپ جس وقت بھی اپنی پناہ گاہ سے نکلیں، مجھے خبر کر دیں۔ میں آپ کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہوں گا۔"

"مجھے یہ بتاؤ اس شہر کی سب سے بڑی سپر مارکیٹ یا ڈپارٹمنٹل اسٹور کہاں ہے۔ میں اپنی گاڑی سے اتر کر رسونتی کے ساتھ وہاں جاؤں گا پھر کسی پچھلے دروازے سے باہر نکلوں تو وہاں تمھاری گاڑی موجود رہے۔"

اس نے مجھے ایک بہت بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور کا پتہ بتایا۔ میں نے کہا "میں آدھے گھنٹے بعد یہاں سے نکلوں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے جو ہوگا وہی اس کا نصیب ہوگا۔

اچانک ہی اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"میں اعلیٰ بی بی ہوں۔ تم نے میرے آدمیوں کو واپس کیوں بھیج دیا ہے؟"

"مجھے تمھاری اور تمھارے آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے مجھے تڑپانے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں اور لاپتہ ہو گئی ہو۔ اب میں لاپتہ ہو رہا ہوں اور تم مجھے تلاش کرتی رہو۔"

میں نے رابطہ ختم کیا لیکن ریسیور کو کریڈل پر نہیں رکھا الگ رکھ دیا تاکہ وہ دوبارہ فون نہ کر سکے۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر رسونتی کے دروازے پر دستک دی۔ دستک کی آواز سن کر وہ چونک گئی۔ دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے آواز دی "میں فرہاد ہوں۔ تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بے چینی سے صوفے پر پہلو بدلنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ مجھے اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہیے۔ مجھے اٹھنا چاہیے۔"

وہ اٹھ گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے سر جھکائے کھڑی ہوئی تھی "رسونتی! دشمن ہمارے قریب پہنچ رہے ہیں۔ میں تمھیں یہاں سے دور لے جانا چاہتا ہوں۔ میرا ساتھ دو۔ اگر تم نے مجھ سے بھاگنے کی کوشش کی تو میری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

وہ سر جھکائے چند لمحوں تک خاموش رہی پھر آہستگی سے بولی۔ "کیا میرے وجود کا دوسرا حصہ بھی آپ کے ساتھ جائے گا؟"

اس کی اس بات پر مجھے ہنسی آئی۔ میں نے برداشت کیا۔ نہایت سنجیدگی سے جواب دیا "کیا تمھیں پتہ نہیں ہے۔ تمھارا دوسرا حصہ تمھارے اندر پھر سے سما گیا ہے۔ اب تم دو نہیں، ایک ہو۔"

وہ حیران تھی۔ پریشان تھی سوچ رہی تھی "عجیب بات ہے جب میرا دوسرا حصہ میرے وجود سے الگ ہو کر میرے سامنے آیا تو مجھے پتہ نہیں چلا کہ کب یہ حصہ میرے اندر سے نکل کر باہر آیا۔ اب وہ پھر میرے اندر سما گیا ہے تو مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔ عجیب بات ہے۔"

وہ اس بات پر حیران ضرور تھی لیکن اسے یقین تھا کہ ایسا ہو رہا ہے۔ اس کے دھرم میں بتایا گیا تھا کہ ایک تو آدمی مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے اور دوسرے یہ کہ آدمی کا ایک دوسرا روپ ہوتا ہے جو کبھی کبھی اس کے سامنے آکر بولتا ہے اور اس کی برائی کو بتاتا ہے اور اچھائی کی طرف لے جاتا ہے۔ میں نے کہا "یہ سوچنے اور وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں ہے میرے ساتھ فوراً چلو۔"

میں نے واپس ہوتے ہوئے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ میرے پیچھے چلنے لگی تھی۔ میں مطمئن ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ اتنا جانتا تھا کہ اس میں ابھی جھجک ہے۔ میرے شانہ بشانہ نہیں چلے گی میرے پیچھے پیچھے آئے گی۔ ہم کوٹھی کے باہر برآمدے میں آئے۔ وہاں ماسٹر کے ماتحت کھڑے ہوئے تھے، ڈرائیور بھی موجود تھا۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا۔ پہلے رسونتی بیٹھی، دوسری طرف سے میں بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالنے کے بعد اسے اسٹارٹ کیا پھر ہم کوٹھی سے باہر نکل کر مین روڈ پر پہنچے۔ میں نے ڈرائیور کو اس ڈپارٹمنٹل اسٹور کا پتہ بتایا۔ اس کے بعد میں نے اینجلو کے خاص ماتحت کیشو سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور پہنچنے والے ہیں۔

رسونتی میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی مگر ایک طرف سمٹی ہوئی تھی۔ اس کا خوف دور ہو گیا تھا۔ وہ مجھ سے کترانا نہیں چاہتی تھی لیکن اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ اس لیے ایک سیٹ پر ہونے کے باوجود مجھ سے ذرا دور ہو گئی تھی۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اب وہ مجھے بالکل ہی اجنبی نہیں سمجھتی۔ اس کا ذہن میری طرف مائل تھا۔ وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگی

تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ میں اس کے لیے جان کی بازی لگاتا ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتا رہتا ہوں۔ وہ ابھی تک مجھے اپنا شوہر تو تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن ایک نئی نویلی دوشیزہ کی طرح مجھ سے متاثر ہو رہی تھی۔

ہماری کار اس ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ میں نے کیشو سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا کہ وہ سیاہ پتلون اور زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے ہے اور اس وقت ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ جیسے ہی میں کار سے باہر آؤں گا وہ اس اسٹور میں داخل ہوگا اور ہم اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں گے۔

میں نے یہی کیا۔ کار سے باہر نکل کر دوسری طرف سے گھوم کر رسونتی کے لیے دروازہ کھولا۔ ڈرائیور سے کہا کہ وہ انتظار کرے۔ رسونتی باہر آگئی۔ میں نے آہستگی سے کہا "میرے ساتھ ساتھ چلو ورنہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہمارے درمیان جھگڑا ہے اور تم روٹھی ہوئی ہو۔"

وہ اپنے سر پر ساڑی کا آنچل درست کرنے لگی۔ اس طرح درست کیا کہ وہ گھونگھٹ بن گیا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا "بڑی مشکل ہے جو دشمن تمھیں نہیں جانتے وہ بھی تمھارے اس انداز کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ تم ہی رسونتی ہو۔ بہرحال چلو۔"

میں آگے بڑھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق میرے پیچھے چلنے لگی۔ بہرحال اتنا ہی غنیمت تھا کہ وہ میرا ساتھ دے رہی تھی۔ ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہوئے۔ کیشو ہمارے آگے ذرا فاصلے پر تھا۔ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا یوں چل رہا تھا جیسے اپنے مطلب کی کوئی خاص چیز تلاش کر رہا ہوں۔ رسونتی کو یہ ایکٹنگ نہیں آتی تھی۔ وہ سر جھکائے چل رہی تھی۔ بار بار پیچھے کی طرف پلٹ کر اسے دیکھنا مناسب نہیں تھا اس لیے خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ اسٹور بہت وسیع و عریض تھا۔ کئی جگہ ہم مڑتے گئے۔ ایک موڑ پر وہ اچانک رک گئی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ کچھ خوفزدہ سی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے پیتل سے بنے ہوئے ایک سانپ کو دیکھ رہی تھی۔ دکان کے اس حصے میں پیتل کا بنا ہوا مختلف قسم کا سامان تھا وہ سانپ پھن کاڑھے کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے اب تب میں ڈسنے ہی والا ہو۔

میں اس کے دماغ میں تھا اور اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے سانپ کو کہیں دیکھا ہو۔ اس کے تصور میں بہت سے سانپ اِدھر سے اُدھر کلبلا رہے تھے اور ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اینٹھ رہے تھے۔ بل کھا رہے تھے۔ جب اس کے جسم میں منجالی کے زہر کا اثر پھیل گیا تھا اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی، اپنا ذہنی توازن کھو رہی تھی۔ اس وقت بھی میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس کی ذہنی حالت معلوم کی تھی۔ وہ ایسے ہی سانپوں کو دیکھتی تھی منجالی کا زہر اسے یاد آتا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سب کچھ منجالی کا کیا دھرا ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر سانپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اسے ہتھیلی کے پیچھے چھپا لیا۔ پھر کہا "سانپ کے اس زہر نے تمھارے دماغی توازن کو بگاڑ دیا تھا۔ تم اس لیے مجھے بھول گئی ہو۔ رفتہ رفتہ سب یاد آجائے گا۔ آؤ، یہاں وقت ضائع نہ کرو۔"

میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ ذرا سمٹ کر آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اسٹور کے اگلے حصے میں ریڈی میڈ ملبوسات نظر آرہے تھے۔ کپڑے اوپر سے ہینگروں میں اس طرح لٹکے ہوئے تھے کہ وہ حصہ بالکل چھپ گیا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو ہم بھی دوسروں کی نظروں سے چھپ گئے۔ صرف وہی ہمیں دیکھ سکتے تھے جو ملبوسات خریدنے کے لیے اس حصے میں موجود تھے۔ اب رسونتی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ میرا دماغی رابطہ کیشو سے قائم تھا اور ہم سوچ کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ میری رہنمائی کرتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "میں جس دروازے میں داخل ہو رہا ہوں۔ آپ بھی اسی دروازے سے چلے آئیں۔"

میں رسونتی کو لیے ہوئے اسی دروازے سے گزر گیا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ چاروں سمت ٹی وی اسکرین نظر آرہے تھے۔ اس اسکرین پر ڈپارٹمنٹل اسٹور کے مختلف حصے دکھائی دے رہے تھے۔ کچھ لوگ اس کمرے کے اندر میں بیٹھے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے سامنے ٹرانسمیٹر رکھے ہوئے تھے۔ اگر کوئی گاہک کوئی چیز چھپا کر لے جانے کی کوشش کرتا یا قیمت ادا کیے بغیر کوئی چیز اسٹور سے باہر لے جاتا تو اسکرین پر نظر آجاتا تھا اور وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے وہاں کے مسلح گارڈز کو خبر کر دیتے تھے۔

وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کیشو نے ان سے "کیری آن یور ڈیوٹی۔ یہ میرے آدمی ہیں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے پیچھے آنے کے لیے کہا۔ وہ ایک دروازے سے باہر نکل گیا۔ ہم باہر آئے تو پتہ چلا کہ ڈپارٹمنٹل اسٹور کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے ہیں۔ سامنے ہی فٹ پاتھ کے پاس ایک کار رکھڑی ہوئی تھی۔ کیشو نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ ایک منٹ کے بعد وہ کار اسٹارٹ ہو کر دوڑتی جا رہی تھی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں۔ کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جو

ہمارے پیچھے چلی آرہی ہو۔ میں اطمینان سے سیدھا ہو کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رسونتی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اس سے انجان بنا ہوا تھا لیکن اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ شخص میرے لیے کتنا پریشان رہتا ہے۔ کیسے چاروں طرف توجہ دیتا رہتا ہے۔ ہر دم محتاط نظر آتا ہے۔ اس کی یہ باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے۔ جیسے یہ میری ہی حفاظت کے لیے جی رہا ہو۔"

میں نے تھکے ہوئے انداز میں اپنے سر کو سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ بڑی آزادی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ میں نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ ہمارے نہیں دیکھ سکوں گا کئی دنوں کے بعد وہ میرے چہرے کو بڑی تفصیل سے دیکھ رہی تھی۔ پہلی بار اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے مجھے پہلے بھی کہیں دیکھا ہو۔ شاید سپنوں میں۔۔۔۔"

میں نے اسے اس کے حال پر سوچنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اب وہ اسی طرح رفتہ رفتہ مجھ سے متاثر ہوتی رہے گی اور میری محبت اس کے دل میں جگہ بناتی رہے گی۔ اور ایک دن اسی طرح اپنے ماضی کو تفصیل سے یاد کر لے گی۔

ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں بڑے بڑے خوبصورت بنگلے بنے ہوئے تھے۔ وہ بنگلے ایک دوسرے سے دُور دُور واقع تھے۔ ایسے بنگلوں میں رہنے والوں کی ایک بڑی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے واقف نہیں ہوتے۔ کون کس بنگلے میں آیا اور کس بنگلے سے گیا کسی کو نہ تو اس کی خبر ہوتی ہے نہ کوئی اس خبر سے دلچسپی رکھتا ہے۔

ہماری کار ایک بنگلے کے احاطے کے مین گیٹ کے پاس رک گئی۔ کیشو نے کار سے اُتر کر اس مین گیٹ کو خود کھولا ——— پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا پورچ میں لے گیا۔ کوٹھی کے سامنے خوبصورت لان تھا۔ رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ کار سے اُتر کر واپس مین گیٹ تک گیا۔ پھر اندر سے لاک کرنے کے بعد واپس آگیا۔ بنگلے کا بیرونی دروازہ مقفل تھا۔ اس نے اسے کھولا ہم اندر گئے۔ گھوم پھر کر بنگلے کے ایک ایک کمرے کو دیکھا۔ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچے۔ وہاں بھی مختلف کمروں کو دیکھا۔ اس کے بعد چھت پر آئے۔ چھت سے بنگلے کا پچھلا حصہ نظر آیا وہاں ایک سوئمنگ پول بنا ہوا تھا۔ سورج کی روشنی میں نیلے پول کا صاف و شفاف پانی چمک رہا تھا پھر ہم نچلے حصے میں آگئے کیشو نے کہا۔ "کچن میں کھانے پینے کا سامان موجود ہے کسی چیز کی کمی ہوگی تو میں شہر جا کر لے آؤں گا۔ ویسے بھی یہ علاقہ شہر کے اندر ہی ہے۔"

ہم کچن میں گئے۔ میں نے کہا "آج میں نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا ہے۔"

رسونتی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر کیشو سے کہا "مجھے بتاؤ مصالحے کہاں ہے اور کھانے کا سامان کہاں کہاں رکھا ہوا ہے؟"

کیشو اُسے بتانے لگا ——— میں ڈرائنگ روم میں آگیا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ رسونتی میرے لیے ہلکا پھلکا سا ناشتہ تیار کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا خود اپنے ہاتھوں سے پکانا چاہتی تھی وہ کیشو سے اس سلسلے میں باتیں کر رہی تھی۔ میں ماسٹر کی دی ہوئی کار میں بیٹھ کر ڈپارٹمنٹل اسٹور تک آیا تھا۔ اس کا ڈرائیور ابھی تک میری واپسی کا انتظار کر رہا تھا میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے حکم دیا کہ وہ واپس چلا جائے۔

پھر میں نے رنگون کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا "میں نے اس کی رہائش گاہ چھوڑ دی ہے۔ اب میں واپس نہیں آؤں گا میرا جو بھی سامان وہاں رکھا ہوا ہے اسے ایک جگہ محفوظ کر دیا جائے کبھی آکر واپس لے لوں گا۔"

ماسٹر نے پوچھا "جناب! آپ کہاں گئے ہیں۔ کب تک واپس آجائیں گے؟"

"میں جہاں بھی ہوں، مطمئن اور محفوظ ہوں مصلحتاً کسی کو یہ بتانا نہیں چاہتا۔"

"آپ کی مرضی سر! ہم آپ کے حکم کے بندے ہیں۔ آپ کی رہائش گاہ کا علم ہو جاتا تو اپنے آدمی آپ کے چاروں طرف لگا دیتے۔ پھر دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہوتا۔"

"میں جہاں ہوں وہاں نہ دوست پہنچ سکتے ہیں نہ دشمن۔ آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں۔ مادام مارتھا نے جو دولت اور جائیداد میرے نام کی ہے اس کے کاغذات جلد سے جلد مکمل کرالیں۔ شاید دو دن کے اندر میرا ایک کزن یہاں آنے والا ہے۔ میں اس جائیداد کی نگرانی کا کام اسے سونپنا چاہتا ہوں۔ جب وہ یہاں آئے گا۔ تو میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ تمام جائیداد اس کے حوالے کرنے کے سلسلے میں جو کاغذی کارروائی ہوگی وہ بعد میں ہو جائے گی۔"

"آپ کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ایک طویل عرصے تک ہم سے دور رہیں گے اور ہمیں آپ کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"میں مجبور ہوں۔ مصلحتاً ایسا کر رہا ہوں۔ ریڈ پاور کے باس اینجلو کا فون آئے تو اسے بتا دیجیے گا کہ میں کہیں اچانک ہی گم ہو گیا ہوں۔ میں اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا ورنہ خود اسے بتا دیتا۔"

میں نے ماسٹر سے رابطہ ختم کر دیا۔ اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھا کہ میں ریڈ پاور کے باس اینجلو سے بھی دور ہو گیا ہوں۔

کیشو نے ڈرائنگ روم میں آکر پوچھا: "کیا آپ میک اَپ میں یہاں رہیں گے؟"

"ابھی میں نے سوچا نہیں ہے، جب تک میں اور رسونتی اپنے اصلی روپ میں ہیں۔ اس وقت تک بنگلے سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

"یہاں میک اَپ کا تمام سامان موجود ہے۔ آپ عارضی میک اَپ یا ماسک میک اَپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ آپ کے ملبوسات آپ کے جوتے وغیرہ کا ناپ ہمیں معلوم ہے لیکن رسونتی صاحبہ کے ملبوسات کچھ ایسے ہیں کہ۔۔۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میرے لیے ایک جوڑا اور رسونتی کے لیے ایک شرٹ اور پاجامہ خرید کر لے آؤ۔ اس کے بعد جب ہمیں ضرورت ہوگی تو ہم میک اَپ میں باہر جائیں گے اور اپنی ضرورت کا سامان خود خرید کر لے آئیں گے۔"

وہ جانے کے لیے اٹھ گیا۔ پھر اُسے کچھ خیال آیا تو اس نے پوچھا: "اگر کسی نے پوچھا کہ اس بنگلے میں کون کرایہ دار آیا ہے تو میں کیا نام بتاؤں گا؟"

"یہاں آس پاس کے بنگلوں میں کس قسم کے اور کس مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں؟"

"مختلف ممالک کے سفارتخانے والے رہتے ہیں۔ امریکی یورپی اور ایشائی ممالک کے باشندے آپ کو نظر آئیں گے۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا: "اس بنگلے کے مین گیٹ پر پروفیسر دلاور زیدی کے نام کی تختی لگا دو۔"

"کس چیز کے پروفیسر؟"

"بھئی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بتانے والے بھی پروفیسر کہلاتے ہیں۔ تم کہہ دینا کہ میں ماہر نجومی اور قیافہ شناس ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد رسونتی ایک ٹرے میں ناشتہ لے کر اس انداز سے کمرے میں آئی کہ سر پہ رکھا ہوا ساڑی کا آنچل گھونگھٹ بنا ہوا تھا۔ اس کا آدھے سے زیادہ چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے ٹرے میرے سامنے والی درمیانی میز پر رکھ دی۔ انڈے کا پوچ تھا، ڈبل روٹی کے سلائس تھے، کیتلی میں چائے تھی۔ اس کے ساتھ خالی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "آؤ، تم بھی ناشتہ کرو۔"

وہ منہ سے کچھ نہ بولی۔ اپنے گھونگھٹ کو اور بھی نیچے کیا پھر سر جھکائے وہاں سے چلی گئی۔ خوب ادا تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہوگیا۔

ناشتے کے بعد میں نے پیالی میں چائے انڈیلی۔ اس دوران ریڈ پاور کے باس انجلو سے رابطہ قائم کیا اور ایک نئی پناہ گاہ حاصل کرنے کے سلسلے میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا: "اعلیٰ بی بی کا فون دو بار آچکا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ آپ کہاں ہیں۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی ہے۔"

"بہت اچھا کیا۔ میرے بارے میں آپ میرے کسی آدمی کو بھی کچھ نہ بتائیں۔"

"اور جناب پومی بھی پریشان کر رہی ہے۔ اس نے کئی بار پوچھا ہے۔ میرے انکار کرنے کے باوجود وہ یقین نہیں کر رہی ہے۔"

"آپ انکار کرتے رہیں۔ وہ یقین کرلے گی۔"

میں نے چائے کی پیالی خالی کی۔ پھر پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اعلیٰ بی بی پہنچی ہوئی تھی اور پومی سے میرے متعلق پوچھ رہی تھی۔ پومی خود بھی جھنجلائی ہوئی تھی۔ کبھی اسے اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ میں بغیر کچھ کہے سنے اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ کبھی وہ انجلو پر غصہ دکھا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا تو وہ بھڑک گئی۔ اس نے پوچھا: "تم اس کی کیا لگتی ہو اور اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "میں وہی عورت ہوں جو کل فرہاد کے ساتھ تھی۔ تم نے مجھے رسونتی کے روپ میں دیکھا تھا۔ اِس وقت میں اپنے اصلی روپ میں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کرلوں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"یہاں کاٹیج کے آس پاس جتنے آدمی نظر آرہے ہیں اور جنہیں فرہاد چھوڑ کر گئے ہیں سب میرے آدمی ہیں اور مجھے اعلیٰ بی بی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔"

اس نے اپنے ایک چور کو بلایا۔ اس چور نے گواہی دی۔ پومی نے کہا: "تم سب اس عورت کے ساتھی ہو اور فرہاد کا حکم بھی مانتے ہو۔ اس کی خاطر یہاں تمام رات ڈیوٹی دیتے رہے۔ جیسے تم لوگوں کو ساری عمر کے لیے میرے آگے پیچھے مقرر کردیا ہو۔"

اس چور نے کہا: "آپ یہی سمجھ لیں۔ فرہاد صاحب جب تک ہمیں حکم نہیں دیں گے ہم یہیں رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "وہ تو پتہ نہیں کہاں گم ہوگئے ہیں۔ مجھے بھی نہیں بتایا ہے۔ یہاں ڈیوٹی دینے سے بہتر ہے کہ انہیں تلاش کیا جائے۔ تم سب جاؤ۔ یہاں کے یہودیوں پر کڑی نظر رکھو اور ان کے ساتھ فرہاد کو تلاش کرتے رہو۔"

وہ چلا گیا۔ پومی نے پوچھا: "آخر وہ یک بیک کہاں چھپ گئے۔ کیا بات ہوگئی؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی؟ کل رات جب تک جاگتی رہی وہ مجھ سے بڑی محبت اور وفا سے پیش آتے رہے۔ پھر میں اچانک ہی سوگئی۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ خود نہیں سوئی تھی۔ بلکہ انہوں نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلادیا تھا۔ ایسا انہوں نے کیوں کیا تھا؟"

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر اُسے دیکھا اور کہا: "فرہاد تمہاری بہت عزت کرتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم ایسے والہانہ انداز میں اس کے قریب آؤ یا اُسے اپنے پاس رہنے پر مجبور کرو جس سے تمہاری کم عمری اور معصومیت کو ٹھیس پہنچے۔"

پومی نے اس کی بات سن کر چپ سادھ لی۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ اس بات کو سمجھ رہی تھی اور اپنے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی کہ کل اس نے کس طرح والہانہ انداز میں اتنی بے تکلفی سے فرہاد کو اپنے پاس رہنے پر مجبور کیا تھا اس وقت اس کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے معصومیت کو ٹھیس پہنچتی۔ لیکن آج صبح بیدار ہونے کے بعد جب اسے میری ہسٹری شیٹ ملی تو نعمانہ کی تصویر دیکھنے اور اس کے حالات پڑھنے کے بعد اس کے اندر اچانک ہی انقلاب آگیا تھا اب وہ سمجھ چکی تھی کہ میں اس سے دور کیوں چلا گیا ہوں اور اس کی بھلائی کی خاطر اس سے کترا رہا ہوں۔

اعلیٰ بی بی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا: "میں یہاں بیکار آئی۔ مجھے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ وہ یہاں نہیں آئیں گے۔"

پومی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم فرہاد سے محبت کرتی ہو؟"

وہ یوں چونک گئی جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔ پھر وہ سنبھل کر بولی: "فرہاد سے کون محبت نہیں کرتا۔ عورت ہو، مرد ہو، بچہ ہو یا بوڑھا ہو۔"

"تم باتیں بنا رہی ہو۔ میں صرف تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ کیا تم فرہاد سے محبت کرتی ہو؟"

"پوجا کرتی ہوں۔ میں اس کی کوئی نہیں ہوں مگر اس کی پرچھائیں ہوں۔ ہمیشہ اس کی حفاظت کے لیے اس کے ساتھ لگی رہنا چاہتی ہوں۔ شاید فرہاد نے تمہیں بھی بتایا ہو بہت ہی سفاک اور بے رحم قاتل اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ چار تو مارے گئے۔ لیکن ابھی آٹھ باقی ہیں۔"

پومی نے کہا: "میری تمنا ہے کہ وہ آٹھ قاتل پہلے میرے سامنے سے گزریں۔ فرہاد تک پہنچنے سے پہلے وہ دنیا سے گزر جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کاٹیج کے باہر کسی کی گرجدار آواز سنائی دی: "دھیر از ڈیتھ کاورڈ۔ فرہاد کہاں ہو؟ کہاں چھپے ہوئے ہو؟ باہر نکلو۔ تمہاری موت تمہیں پکار رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی اور پومی دونوں ہی اپنی جگہ سے اچھل پڑیں۔ تیزی سے کاٹیج کے باہر برآمدے میں آئیں۔ وہاں دور ایک جیپ کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ہی تقریباً آٹھ فٹ کا لانبا ڈیل ڈول والا آدمی نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی دیو کھڑا ہوا ہو۔ اس نے سر پر ہیلمٹ پہنی ہوئی تھی۔ پومی اور اعلیٰ بی بی اسے بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھیں۔ ویسے انہوں نے قد آور لوگوں کو دیکھا تھا مگر وہ تو چہرے کے اعتبار سے بڑا ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس نے غرّا کر ان دونوں کی طرف دیکھا۔ اسی وقت دور سے ایک چور نے للکار کر پوچھا: "تم کون ہو؟ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں شوٹ کردوں گا۔"

اس نے ذرا گھوم کر چور کی طرف دیکھا۔ پھر غرّانے کے انداز میں کہا: "میری تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ فرہاد کو میرے سامنے بھیجو۔"

"اول تو فرہاد صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔ دوم فرہاد صاحب تک پہنچنے سے پہلے تمہیں ہماری لاشوں پر سے گزرنا ہوگا۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں ابھی تمہاری لاش پر سے گزر جاؤں گا۔"

وہ آگے بڑھا تو چور نے پیچھے ہٹ کر للکارتے ہوئے کہا: "دیکھو، میں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔"

اس دیو نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے

ہوئے کہا۔" اور تمہاری آخری وارننگ ختم ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری گردن میرے شکنجے میں آئے فائر کرو۔"

چور نے فائر کیا۔ گولی اسے لگی لیکن وہ ہنستا رہا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اس کے لباس کے اندر بلٹ پروف شیلڈ ہے یا پھر موجودہ ایجادات کے مطابق وہ لباس ہی اندر سے بلٹ پروف ہے۔ اعلیٰ بی بی نے چیخ کر اپنے چوروں کو حکم دیا "کوئی اس سے مقابلہ نہ کرے۔ فائرنگ کرنا فضول ہے۔ اس سے دور رہو اور دور ہی سے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔"

وہاں صرف دو چور رہ گئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے اعلیٰ بی بی نے حکم دیا تھا کہ وہ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ باقی چلے گئے تھے۔ صرف دو اعلیٰ بی بی کے ساتھ سائے کی طرح رہتے تھے۔ اس لیے وہ رہ گئے تھے۔

دونوں چوروں نے دو لکڑیاں اٹھائیں وہ لکڑیاں ستون کی طرح لانبی، موٹی اور مضبوط تھیں۔ اگر اس لکڑی کی ایک مار بھی سر پر یا جسم کے کسی حصے پر پڑ جاتی تو مار کھانے والا زمین بوس ہو جاتا۔ پھر پومی اور اعلیٰ بی بی نے دور سے تماشا دیکھا۔ چور اسے دور ہی دور سے گھیر کر لکڑی سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اسے مار پڑ رہی تھی اور وہ قہقہے لگا رہا تھا ایک چور نے پوری قوت سے اس لکڑی کو اس کے پیٹ پر مارا۔ وہ سانس روکے کھڑا تھا۔ کوئی اثر نہ ہوا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ایک مضبوط چٹان پر ڈنڈے برسائے جا رہے ہوں اور تھوڑی دیر بعد وہ ڈنڈے ٹوٹنے والے ہوں۔ پھر اس نے ایک چور کی لکڑی کو پکڑ لیا۔ اسے ذرا زور سے جھٹکا دیا تو چور اس لکڑی کے ساتھ کھنچا چلا آیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی گردن اس دیو ہیکل شخص کے پنجے میں تھی اور وہ اسے زمین سے بلند کر رہا تھا۔ ادھر وہ بے چارہ ہاتھ پاؤں جھٹک جھٹک کر خود کو آزاد کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ناکام ہو رہا تھا پھر اس دیو نے اسے اچھال کر پھینک دیا۔

یقیناً وہ میرا پانچواں متوقع قاتل تھا اسی لیے میں نے اس کے دماغ میں جھانکنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ بھی دوسروں کی طرح یوگا میں مہارت حاصل کر چکا ہوگا۔ اگر میں ابھی اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچاتا تو وہ مجھے محسوس کر لیتا۔ اور اعلیٰ بی بی اور پومی کے سامنے ہنس کر کہتا کہ فرہاد اس کے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ تب ان دونوں عورتوں کو پتہ چل جاتا کہ میں ان کے آس پاس موجود ہوں۔

میں پومی کے دماغ سے وہ تماشے دیکھ رہا تھا اور اس کے اضطراب کو سمجھ رہا تھا وہ کبھی مٹھیاں بھینچتی تھی کبھی دانت پیستی تھی لیکن صبر کر رہی تھی کیونکہ اس کا بھی لڑنے کا ایک اصول تھا۔ پہلے وہ اپنے مدِ مقابل کے لڑنے کا انداز دیکھتی تھی۔ اس کی اچھی طرح اسٹڈی کرنے کے بعد اس کے مقابلے پر آتی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "پومی! جوش میں نہ آنا، اس سے ہاتھ پاؤں کا مقابلہ نقصان پہنچائے گا۔ اسے ذہانت کی مار مارنا ہوگا۔"

وہ بولی "میں برداشت نہیں کر سکتی۔ ایک بار اس سے ضرور ٹکراؤں گی۔"

"تم ابھی بچی ہو۔ ابھی تمہیں تجربات کی بہت سی منازل سے گزرنا ہے۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے بڑی ہوں التجا کرتی ہوں۔ میری بات مان لو۔"

وہ اس دیو ہیکل انسان کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "میں نے مقابلے کے وقت بھاگنا نہیں سیکھا ہے۔ مجھے پتا ہے، تم خود کہتی ہو کہ ابھی مجھے تجربات کی منازل سے گزرنا ہے تو یہ بھی ایک تجربہ ہے۔ ٹکراؤں گی۔ زیادہ سے زیادہ پاش پاش ہو جاؤں گی یا پھر بچ گئی تو دوسری بار اس کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گی۔"

وہ آگے بڑھتی رہی۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز ہوئی۔ ایک گولی پومی کے قدموں کے پاس آئی اور دھول اڑا کر گزر گئی پومی نے فوراً ہی پلٹ کر اعلیٰ بی بی کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ میں پستول تھا وہ کہہ رہی تھی "میں تمہیں آخری بار سمجھا رہی ہوں نہیں مانو گی تو اس دیونما انسان سے پہلے میں تمہیں نقصان پہنچاؤں گی۔ تمہارے پاؤں میں گولی ماروں گی آگے بڑھنے سے روک دوں گی۔ پھر تمہاری مرہم پٹی کروں گی۔ یہ زخم جو مجھ سے ملے گا وہ بھر جائے گا مگر دشمن سے ملے گا تو ہمیشہ کے لیے اپاہج بنا کر چھوڑ دے گا۔ اور میں تمہارا جیسی حسین، نوجوان اور دلیر لڑکی کو اپاہج ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

پومی کو پہلے اعلیٰ بی بی پر غصہ آیا تھا پھر وہ اچانک ہی مکاری سے مسکرانے لگی "تم ٹھیک کہتی ہو، مجھے ابھی اس شخص سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔"

وہ آہستہ آہستہ اعلیٰ بی بی کی طرف بڑھنے لگی۔ چاہتی تو کہ قریب پہنچ کر ریوالور پر ایک ٹھوکر مارے اور اعلیٰ بی بی کو نہتا کر دے لیکن اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "نہیں، یہ فرہاد کو چاہنے والی مجھے بھی چاہتی ہے، مجھے نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی ہے۔ اس کی محبت کی قدر کرنی چاہیے اور اس کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ دانش مندی

جی ہے کہ میں ابھی اس دیونما انسان سے نہ ٹکراؤں۔"

وہ برآمدے میں آکر رک گئی بے چینی سے سوچنے لگی۔ "میں بزدلوں کے سے انداز میں کیوں سوچ رہی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ بزدلی نہیں، دانشمندی ہے۔ عقل کے تقاضے کے مطابق اس وقت تماشائی بنی رہو اور ایک دن اس دیونما انسان کو دنیا کے سامنے تماشا بناؤں لیکن اس کے لیے صرف جسمانی طاقت اور لڑنے کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ ذہنی صلاحیتوں کو بھی آزمانا ہوگا۔"

میں اسے ٹھنڈا کر رہا تھا، اسی وقت اس دیو ہیکل شخص نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو تم اعلیٰ بی بی ہو اور یہ تمہارے ساتھی ہیں۔ یہ تمہارے حکم پر جان بھی دے سکتے ہیں۔ اپنے لوگوں کی جان بچاؤ ان سے کہو کہ مجھے غصہ نہ دلائیں۔ ہو سکے تو انہیں یہاں سے کہیں دور بھیج دو۔"

وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے پومی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے دور جا کر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "مجھے اسٹونی راک کہتے ہیں۔ راک کے معنی چٹان ہوتے ہیں۔ اس چٹان کو آج تک کوئی نہیں توڑ سکا۔ یا تو فرہاد توڑے گا یا خود ٹوٹ جائے گا۔ کہاں ہے فرہاد؟"

وہ جھکتا ہوا برآمدے میں آیا۔ اس لیے جھکنا پڑا کہ اس کے قد کے آگے برآمدے کی چھت نیچی پڑ گئی تھی۔ میں بدستور پومی کے دماغ میں موجود اور محتاط تھا کہ کہیں وہ بھڑک کر اس سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے نہ بڑھ جائے۔ لہٰذا اسے کنٹرول میں رکھنا لازمی تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "فرہاد یہاں موجود نہیں ہے۔ میں خود اسے تلاش کرنے آئی ہوں، وہ صبح سے غائب ہو چکا ہے۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم نے اسے چھپا دیا ہے یا گم نہیں ہوا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دروازے کو ایک گھونسہ مارا۔ وہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر جانے لگا۔ پومی نے آگے بڑھ کر کہا "رک جاؤ۔ اندر کوئی نہیں ہے۔ تم میری اجازت کے بغیر میرے کاٹیج میں داخل نہیں ہو سکتے۔"

مگر وہ داخل ہو چکا تھا۔ اب وہ پومی کے بیڈ روم کے دروازے کو کھولنا چاہتا تھا۔ وہ باہر سے لاک تھا۔ اس وقت تک پومی کاٹیج کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ تھی۔ تب میں نے پومی کے ذہن میں گھس کر دیکھا۔ اسٹونی راک نے ایک لات دروازے کو ماری تھی۔ اور جہاں لات پڑی تھی وہ حصہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس ٹوٹے ہوئے حصے میں اسٹونی راک کی ٹانگ گھس گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اُسے نکالتا اچانک ہی پومی نے چھلانگ لگائی اور ایک کک اس کی پشت پر ماری۔ وہ ذرا اور آگے بڑھ گیا۔

پومی نے اپنی قوت کے مطابق بھرپور کک ماری تھی۔ وہ ایسی کک تھی کہ اس کے بعد حریف زمین سے بڑی مشکلوں کے بعد ہی اُٹھ سکتا تھا لیکن اسٹونی راک پر برائے نام اثر ہوا تھا۔ وہ ذرا آگے چلا گیا۔ اس کی ٹانگ گھٹنے سے اوپر ران تک اندر گھس گئی تھی۔

پومی کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر زور لگا کر اپنی ٹانگ کھینچتا۔ پومی نے دوسری لات اس کی پسلی پر ماردی پھر تیسری لات۔ اس کے بعد وہ کراہٹ کے ساتھ جمانے لگی۔ وہ ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا "بے بی! کچھ اور زور لگاؤ۔ ذرا اپنے لڑنے کا تماشا دکھاؤ جب تم تھک جاؤ گی تو میں تمہاری جیسی بچی کو خوش کرنے کے لیے خود ہی زمین پر گر پڑوں گا کیونکہ آج تک تم نے حریفوں کو شکست دی ہوگی۔ آج میں شکست نہیں کھاؤں گا تو رونا شروع کر دو گی۔ یو پور بے بی کیری آن یور فائٹنگ۔"

اس دوران اس نے اپنی ٹانگ دروازے کے شگاف سے نکال لی تھی۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ دروازے پر مارے۔ وہ بیچ سے ٹوٹ کر اندر کی طرف جھول گیا۔ پھر اس نے ایک اور لات ماری اور اندر جانے کا راستہ بنا لیا۔

میں اس وقت پومی کی سوچ میں اسے سمجھا رہا تھا "اسے ابھی مارنا فضول ہے۔ اس پر اثر نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے واقعی ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے اور اب اسے شکست دینے کا یہی ایک راستہ ہے کہ دوسرے انداز میں کوئی تدبیر سوچی جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اسے کھینچتے ہوئے باہر لے جا رہی تھی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن میں اس کی سوچ میں اسے قائل کر رہا تھا۔ وہ دونوں کاٹیج سے باہر کھلے ہوئے حصے میں آگئیں۔ اعلیٰ بی بی وہاں بھی اسے گھسیٹتے ہوئے دور لے جا رہی تھی۔ کاٹیج کے اندر سے چیزوں کے گرنے، ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں بڑی مشکلوں سے پومی کی سوچ کو کنٹرول کر رہا تھا۔

پھر پومی کی سوچ نے بتایا کہ اب وہ لانچ میں جائیگی اور وہاں سے ایک بڑا سا جال لے کر آئے گی۔ میں نے اُسے جانے دیا۔ وہاں جال محض دکھاوے کے لیے رکھا ہوا تھا حقیقتاً

یہ تھی کہ ریڈ پاور کے لوگ اپنے گوریلا جنگجو جوانوں کے لیے دریائی راستے سے ہتھیار سپلائی کرتے تھے۔ کبھی پولیس کا چھاپہ پڑنے کا خوف ہوتا تھا تو ان ہتھیاروں کو جال میں ڈال کر اور انہیں باندھ کر پانی کے اندر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور خیال رکھا جاتا تھا کہ اس جال کو ہتھیار سمیت کہاں ڈبو یا گیا ہے۔ بعد میں وہ ہتھیار نکال لیے جاتے تھے۔

ادھر پومی لانچ کی طرف گئی۔ ادھر اعلیٰ بی بی آگے بڑھ کر اس جیپ میں بیٹھ گئی جس میں اسٹونی راک بیٹھ کر آیا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کو ایک چور کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا کیونکہ پومی اب وہاں نہیں تھی۔

اسٹونی راک نے پورے کاٹیج کی تلاشی لی۔ مجھے نہ پا کر جھنجلاتا ہوا باہر نکلا جب وہ کھلے ہوئے حصے میں پہنچا تو اچانک ایک رسی کے پھندے نے آکر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ غصے سے بولا "کیوں بچوں جیسا کھیل کھیل رہے ہو مجھے غصہ آئے گا تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔ صرف اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ مجھے فرہاد کی تلاش ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دوسرا رسی کا پھندا آیا۔ دونوں چور پھندا اڑانے میں کامیاب رہے تھے۔ اب وہ اسے پوری قوت سے ایک طرف کھینچ کر لے جا رہے تھے وہ غصہ بھول کر قہقہے لگانے لگا۔ ان کے ساتھ تھوڑی دور تک کھنچتا ہوا گیا۔ پھر اس نے دونوں طرف کی رسیوں کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ دونوں چور لڑکھڑا کر گر پڑے۔ لیکن انہوں نے جلد ہی سنبھل کر اپنی اپنی رسی کو پھر مضبوطی سے تھام لیا۔ اسٹونی راک نے بزرگوں کے انداز میں پچکارتے ہوئے کہا "چلو پھر کھیل شروع کرو۔ اب میں تم لوگوں کو تھکا تھکا کر فرہاد کا پتہ بتانے پر مجبور کر دوں گا۔"

وہ دونوں اسے کھینچ کر گرانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس نے دونوں طرف کی رسیوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ نائلوں کی یہ رسی کاٹی نہیں جا سکتی تھی صرف جلائی جا سکتی تھی۔ دونوں چور اس کی طرف کھنچتے ہوئے آنے لگے وہ پوری جدوجہد کر رہے تھے کہ کسی طرح اپنی مشترکہ کوششوں سے اس دیو ہیکل کو اپنی طرف کھینچ لیں لیکن انہیں ناکامی ہو رہی تھی۔ جب وہ کھنچتے ہوئے قریب آئے تو انہوں نے اچانک ہی اپنی رسیاں چھوڑ دیں۔ اسٹونی راک اس وقت اپنا توازن نہ سنبھال سکا، ڈگمگا گیا۔ اسی وقت ایک جال فضا میں لہراتا ہوا آیا اور اسٹونی راک کے وجود پر چھا گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک اس میں چھپ گیا تھا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے بری طرح پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ ہاتھ پاؤں مار کر جال کو اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ اپنی کوششوں میں مصروف تھا۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے جیپ کار اسٹارٹ کر دی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے دوڑتی کرتے ہوئے آئی اور پھر جیپ کو اسٹونی راک سے ٹکرا دیا جسکہ وہ چٹان تھا لیکن انسان تھا ٹکراتے ہی وہ گر پڑا، چونکہ چٹان بھی تھا اس لیے جیپ کار کو بھی زبردست جھٹکا پہنچا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اچانک ہی بریک لگا دیے تھے۔ کار وہیں رک گئی تھی۔ اسٹونی راک کا آدھا جسم جیپ کے نیچے تھا آدھا باہر۔ وہ فوراً ہی اٹھ نہ سکا۔ یقیناً اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ اس کے حلق سے کراہیں ایسی نکل رہی تھیں جیسے زخمی درندہ غرّا رہا ہو۔

اعلیٰ بی بی نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے بیک کیا اور اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھ کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا اسے دوسری بار زور سے ٹکر ماری۔ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اس بار وہ اچھل کر جیپ کے بونٹ پر آیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوسری طرف الٹ کر گرتا اس نے جھلا کر ایک گھونسہ ونڈ اسکرین پر مارا۔ شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ ادھر وہ دوسری طرف الٹ کر گرا، ادھر جیپ آگے جا کر رک گئی۔

اعلیٰ بی بی کے چہرے اور جسم پر ونڈ اسکرین کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیاں لگی تھیں۔ وہ اپنے چہرے اور جسم سے ان ریزوں کو جھٹکنے کے بعد واپس ڈرائیو کرنا چاہتی تھی۔ دونوں چوروں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ دوڑتے ہوئے آئے پھر اپنے اپنے ہاتھ کی رسی اس جیپ کے پچھلے حصے میں باندھ دی۔ دوسری طرف اسٹونی راک اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب وہ ذرا سنبھلتے ہوئے، ڈگمگاتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے لگا تو اچانک اسے جھٹکا پہنچا، وہ پھر گر پڑا۔

اس لیے گرا کہ جیپ آگے بڑھ گئی تھی اور وہ رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ ان رسیوں کا دوسرا سرا جیپ کے پچھلے حصے میں بندھا ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیپ آگے بڑھ رہی تھی اور وہ اونچی نیچی زمین پر گھسٹتا چلا جا رہا تھا سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جیپ کی رفتار تیز تھی۔ اس دیو کی تیز رفتار فنا ہو رہی تھی سو وہ اپنے جسم کی پوری قوت صرف کر کے رسیوں کو مضبوطی سے تھام کر جیپ کو جیسے روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ جب اس کے قدم زمین پر نہیں جمے ہوئے تھے تو بھلا وہ جیپ کو کیسے اپنی طاقت سے روک سکتا تھا۔ اب اسکا دماغ

مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتا تھا جب کسی یوگا کے ماہر کو سخت چوٹیں پہنچتی ہیں۔ تو وہ سانس روکنے کا عمل بھول جاتا ہے وہ بھی بھول گیا تھا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اسٹونی راک بہت ہی سخت جان تھا۔ جسمانی تکالیف برداشت کر رہا تھا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اب تک بے ہوش ہو چکا ہوتا۔ اس کی تمام جسمانی اور دماغی توتیں اپنے آپ کو آزاد کرانے میں مصروف تھیں اس لیے وہ مجھے محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بہت ہی عمدہ موقع تھا۔ میں اس کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ میں اس کے دماغی تہہ خانے میں اتر گیا۔ پھر معلوم کرنے لگا کہ وہ برما میں کہاں ہے؟ کن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور کن لوگوں سے اس کا تعلق ہے؟ اس وقت میں اپنی خفیہ پناہ گاہ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسونتی کچن میں تھی۔ میں خیال خوانی کے دوران اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ ایک کمرے میں مجھے لکھنے پڑھنے کا سامان مل گیا۔ میں فوراً ہی ان تمام ناموں اور پتوں کو نوٹ کرنے لگا جن کے ذریعے میں کسی وقت بھی اسٹونی راک تک پہنچ سکتا تھا۔

یہ سب کچھ کاغذ پر نوٹ کرنے کے دوران خیال خوانی تھوڑی دیر کے لیے ملتوی ہو گئی تھی۔ اس ورق کو پیپر پیڈ سے الگ کرنے کے بعد میں نے اسے تہہ کیا۔ پھر وہیں قالین کے نیچے اسے چھپا دیا تاکہ کبھی ضرورت پڑے تو میں وہاں سے ان ناموں اور پتوں کو نکال سکوں۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ اپنی کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں چور پچھلی سیٹ پر تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اعلیٰ بی بی جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے بہت دور نکل گئی ہے۔ لہٰذا جیپ نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ پومی نے کار کو اسٹارٹ کیا۔ اسے آگے بڑھاتے ہوئے رفتار تیز کی۔ دونوں چور اس کے ساتھ تھے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جیپ نظر آنے لگی۔ جب وہ قریب پہنچی تو کار کو ایک جھٹکے سے روکنا پڑا۔ کیونکہ جیپ موجود تھی۔ اعلیٰ بی بی موجود نہیں تھی۔

یہ سوچا جا سکتا تھا کہ اعلیٰ بی بی کسی ضرورت کے تحت کہیں گئی ہے مگر ایسا اس لیے نہ سوچا گیا کہ اسٹونی راک بھی موجود نہیں تھا وہ رسیوں سے بندھا ہوا، جال میں پھنسا ہوا گھسٹتا گھسٹتا جیپ کے پیچھے اتنی دور تک چلا آیا تھا۔ اس میں اپنے آپ کو بچانے اور آزاد کرانے کی سکت نہیں رہی تھی پھر وہ خود کہاں غائب ہو گیا تھا۔ دونوں کے غائب ہونے کا مطلب یہی تھا کہ وہاں تیسرے چوتھے لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اعلیٰ بی بی کو گھیرا ہو گا۔ اسے بے بس کیا ہو گا۔ دوسری طرف اسٹونی راک کو رسیوں اور جال سے آزاد کرایا ہو گا۔ اور اس کے بعد وہاں سے انہیں لے گئے ہوں گے۔

پومی اور دونوں چور اسی انداز میں سوچ رہے تھے میں انہیں چھوڑ کر اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تکلیف سے کراہ رہا تھا میں نے اس کی سوچ کو پڑھا کہ وہ ایک ویگن میں سفر کر رہا ہے چونکہ وہ لیٹا ہوا تھا اس لیے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ گاڑی کدھر جا رہی ہے۔ ویسے وہ مطمئن تھا۔ اس کے جتنے اڈے تھے ان میں سے کسی ایک اڈے کی طرف یقیناً وہ گاڑی جا رہی ہو گی اور وہ تمام اڈے مجھے یاد تھے۔

اس کی سوچ نے آگے بتایا کہ سامنے والی سیٹ پر اعلیٰ بی بی کے اطراف دو مسلح شخص بیٹھے ہوئے ہیں اعلیٰ بی بی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے تاکہ نہ وہ راستے کو دیکھ سکے اور نہ میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا تعاقب کر سکوں اور نہ ان کے اڈے تک پہنچ سکوں۔

اعلیٰ بی بی کے سامنے والی سیٹ پر ایک شخص ویگن کو ڈرائیو کر رہا تھا اس کے سامنے والی سیٹ پر شیو کا نیپالی بیٹھا ہوا تھا اس کا نام شیو کا تھا۔ نیپال کا رہنے والا تھا۔ اس لیے نیپالی کہلاتا تھا۔ وہ اسٹونی راک کا ساتھی تھا یعنی وہ بارہ قاتلوں میں سے یہ دو قاتل تھے جو اب میرے سامنے آ رہے تھے۔ حساب یوں تھا کہ چار قاتل مارے گئے تھے۔ جینا اور داسکوڈی میں سے داسکوڈی پاکستان میں گرفتار کر لیا گیا تھا اس کا کیا بنا۔ یہ معلوم کرنے کی مجھے ابھی تک نہ تو فرصت ملی تھی نہ ہی میرا دھیان اس کی طرف گیا تھا۔ اس کا ساتھی جینا فرار ہو گیا تھا۔ بہرحال اسٹونی راک اور شیو کا نیپالی چوتھی ٹولی کے دو قاتل تھے۔

اسٹونی راک کے کمزور دماغ سے یہ تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ پر دستک دی۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "فرہاد تم ہو؟"

"اور کون ہو سکتا ہے۔ تم میری مصیبتوں میں کام آتی رہی ہو اس لیے تمہیں مصیبت میں دیکھ کر آ گیا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ہم وہاں ہیں جہاں کی خبر ہمیں نہیں معلوم۔"

"ایسے وقت شاعری کر رہے ہو جب کہ میری جان پر بنی ہوئی ہے۔"

"جب اتحاد ختم ہو جاتا ہے اور دوست مختلف راستوں

پر چل پڑتے ہیں تو ہر ایک کی جان پر بن آتی ہے۔ صرف تمہاری ہی نہیں میری جان پر بھی بنی ہوئی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا ہوا؟ تم کہاں ہو؟ کیا کسی مصیبت میں گرفتار ہو؟"

"میں اپنے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھ پر جو بھی مصیبت آئے تمہاری مدد حاصل نہیں کروں گا۔ آئندہ تمہارا کوئی احسان نہیں لوں گا۔ بس میرا اتنا ہی کام ہے کہ میں چھپ کر تمہاری مدد کروں اور تمہیں ان دشمنوں سے نجات دلاؤں۔"

"فرہاد! میں دشمنوں کی دشمنی برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنے دوست کی ناراضگی برداشت نہیں سکتی۔"

"چھوڑ کر جانے والوں کے منہ سے دوست کا لفظ اچھا نہیں لگتا۔"

"میں کہیں نہیں گئی تھی۔ اتنی دور نہیں تھی کہ تمہاری خبر بھی نہ رکھ سکوں۔"

"بہر حال مجھے اطلاع دیئے بغیر چلی گئیں۔ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھیں، تم نے مجھے ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد کہنے کیلیے کچھ نہیں رہ جاتا۔ اب مجھے تمہارے احسانات کا قرض اتارنا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ یقیناً وہ پریشان ہو گئی ہو گی۔ میں اس کے دماغ میں دوبارہ جا کر اس کے دلی کیفیات کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ دماغ میں پہنچتے ہی وہ پھر مجھے محسوس کر لیتی۔

اتنے میں گاڑی کی آواز سنائی دی۔ میں نے ڈرائنگ روم سے نکل کر دیکھا۔ کیشو ہماری ضروریات کا سامان لے کر آیا تھا۔ رسونتی بھی گاڑی کی آواز سن کر آ گئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی سر کا آنچل درست کرتے ہوئے بولی "ابھی تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو جائے گا۔ آپ کس وقت کھانا پسند کریں گے؟"

"جس وقت تمہیں بھوک لگے۔"

"میں بعد میں کھاؤں گی۔ پہلے آپ کو کھلاؤں گی۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "ایسا کیوں؟"

اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ پھر بولی "ہمارے یہاں پہلے مرد کو کھلایا جاتا ہے، پھر عورت کھاتی ہے۔"

"ایسا تو اپنے مرد کے لیے کیا جاتا ہے۔ میں تمہاری نظروں میں اجنبی ہوں۔ تم مجھے وہ مرد تو نہیں سمجھتی ہو جس کیلیے یہ اصول ہے کہ پہلے مرد کھائے پھر عورت۔"

وہ جواب نہ دے سکی۔ تیزی سے کچن کی طرف چلی گئی۔

میں اس کے دماغ میں تھا اور اس کے دل میں دھڑک رہا تھا۔ بے شک وہ مجھے اجنبی سمجھ رہی تھی لیکن حالات نے اسے سمجھا دیا تھا کہ میں اجنبی نہیں ہوں۔ اس کا دل آہستہ آہستہ اسے میری طرف مائل کر رہا تھا۔ اس کے دل نے کہا تھا کہ وہ میرے لیے کھانا پکائے۔ اس کے دل نے کہا تھا کہ پہلے مجھے کھلائے بعد میں آپ کھائے۔ اس کی یہ حرکتیں بتا رہی تھیں کہ اس کے اندر میرے لیے اپنائیت، محبت اور خدمت گزاری کا جذبہ پیدا ہو چلا ہے۔

میں کیشو کے لائے ہوئے سامان کو دیکھنے لگا۔ میرے لیے لباس تھا۔ رسونتی کے لیے ایک سلیپنگ سوٹ، میرے لیے جوتے، موزے، نکٹائی کے علاوہ میک اپ کا سامان بھی تھا۔ کیشو نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر دیتے ہوئے کہا "آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کر لیتے ہیں لیکن باس نے کہا ہے، کبھی انہیں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی تو وہ یہ ٹرانسمیٹر استعمال کریں گے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر لے لیا۔ اس نے دوسری جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر کہا "اس کی گولیاں اس پیکٹ میں موجود ہیں۔ اگرچہ آپ ایسے ہتھیار نہیں رکھتے ہیں لیکن شاید مادام رسونتی کو اس کی ضرورت پیش آ جائے۔"

میں نے اس پستول کو بھی لے کر رکھ لیا۔ پھر اس سے کہا "اب تم جا سکتے ہو۔ اس کوٹھی کے احاطے میں اس وقت تک قدم نہ رکھنا جب تک میں تمہیں نہ بلاؤں۔"

وہ چلا گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا۔ مجھے اطمینان ہو گیا ریڈ پاور کا باس اور کیشو دونوں ابھی تک میرے ساتھ دیانت دار تھے۔ انہوں نے کسی تیسرے شخص کو میری موجودہ رہائش گاہ کے متعلق نہیں بتایا تھا۔ ہاں، اتنا ضرور تھا کہ ماسک مین کو میرے متعلق ساری معلومات پہنچا دی گئی تھیں۔ لیکن یہ اینجلو کا فرض تھا۔ میں اس پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا۔ پھر میں نے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر معلوم کیا۔ کھانا تیار ہونے میں ابھی تیس منٹ کی دیر تھی۔ میں اینجلو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ٹیلیفون سے منسلک رہنے والے ٹیپ ریکارڈر کو آن کر کے پومی کی آواز سن رہا تھا۔ یعنی پومی نے اپنے باس اینجلو کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ چند نامعلوم لوگ اعلیٰ بی بی کو لے گئے ہیں۔ پومی نے اعلیٰ بی بی کے دو ساتھیوں کے ساتھ دور دور تک جا کر دیکھا تھا لیکن کوئی ایسا سراغ نہیں ملا جس

ے ذریعے وہ اعلیٰ بی بی تک پہنچ سکتی یا یہ معلوم کر سکتی کہ لے جانے والے کس راستے سے گئے ہیں۔

یہ تمام رپورٹ سننے کے بعد اینجلو نے ریکارڈر کو آف کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر گینڈے کے نمبر ڈائل کیے تھوڑی دیر بعد اسے پومی کی آواز سنائی دی۔ اینجلو نے پوچھا "یہ سب کیسے ہوا۔ تم نے تفصیل نہیں بتائی کہ اعلیٰ بی بی تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی تھی اور وہ لوگ کون تھے جو اسے لے گئے ہیں۔ تم نے انہیں دیکھا تو ہوگا؟"

پومی وہ ساری باتیں بتانے لگی۔ کس طرح اعلیٰ بی بی فرہاد کو تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس آ گئی تھی۔ پھر اسٹونی راک نے وہاں آ کر کیسی تباہی مچائی اور کس طرح اس کو قابو میں کیا گیا لیکن جب وہ قابو میں آیا تو بری طرح زخمی ہو گیا تھا اسی وقت اعلیٰ بی بی اغوا کر لی گئی۔ یہ تمام واقعات بتانے کے بعد پومی نے پوچھا "مسٹر اینجلو! کیا آپ فرہاد کو تلاش کر سکتے ہیں؟"

"تم فرہاد کو کیوں تلاش کرنا چاہتی ہو جبکہ اعلیٰ بی بی اغوا کی گئی ہے؟"

"فرہاد ملے گا تو اسے اعلیٰ بی بی کے متعلق بتایا جائے گا۔ وہ اس کے دماغ میں گھس کر معلوم کر سکے گا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے اور ہمیں کہاں پہنچنا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اینجلو نے ریسیور کو رکھ دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ اب ٹرانسمیٹر اٹھا کر مجھ سے رابطہ قائم کرے گا اور مجھے یہ چونکا دینے والی خبر سنائے گا۔ میں نے کہا "ٹرانسمیٹر رکھ دیجیے۔ میں ساری باتیں سن چکا ہوں۔"

"کیا آپ جانتے ہیں کہ اعلیٰ بی بی کہاں ہیں؟"

"ہاں، ابھی اس کا سفر جاری ہے۔ وہ لوگ اسے لے جا رہے ہیں۔ وہ جہاں بھی جائے گی۔ میں اس کی مدد کروں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

"کیا آپ اس کی مدد کے لیے اپنی خفیہ رہائش گاہ سے نکلیں گے؟"

"میرا یہاں سے نکلنا ضروری نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے دشمنوں سے نجات دلا سکتا ہوں۔ میں نے کہا نا آپ پومی سے لاعلمی ظاہر کریں۔ میں اپنے معاملات خود نمٹا لوں گا۔ ویسے آپ نے اس خفیہ رہائش گاہ کے متعلق کسی اور کو نہیں بتایا ہے اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ ان کا سفر ختم ہو گیا تھا، اعلیٰ بی بی کو ایک ایسے مکان میں پہنچایا گیا تھا جس کے آس پاس دور دور تک ویرانی تھی۔ ہدنگون سے تقریباً پچیس میل دور ہائی وے سے پانچ میل کے فاصلے پر وہ مکان تھا۔

اسٹونی راک اسی ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ اعلیٰ بی بی کو ایک مکان میں لے گئے تھے۔ اس لیے مجھے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچنا پڑا۔ اس نے مجھے محسوس کیا اور مطمئن ہو کر ان لوگوں کی باتیں سننے لگی۔ شیو کا نیپالی کہہ رہا تھا "اگر تم ہمارے خلاف کوئی حرکت نہیں کرو گی، یہاں آرام سے رہنا پسند کرو گی تو ہم تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ کر نہیں رکھیں گے۔ تم اس کمرے میں بالکل آزاد رہو گی لیکن کمرے کے باہر نہیں جا سکو گی۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا مجھے اس لیے قیدی بنایا جا رہا ہے کہ فرہاد میری مدد کے لیے آئے گا اور تم اسے ٹریپ کرو گے، قتل کرو گے؟"

"ہاں، ہم نے سنا ہے کہ تم فرہاد کی برے وقتوں میں مدد کرتی رہی ہو۔ یقیناً فرہاد بھی تمہاری مدد کے لیے آئے گا۔ سچ سچ بتاؤ۔ کیا ابھی وہ تمہارے دماغ میں موجود ہے؟"

"نہیں میرا اس سے ایک بات پر اختلاف ہو گیا تھا۔ میں اسے چھوڑ کر آ گئی تھی۔ اب پچھتا رہی ہوں۔ شاید وہ بھی مجھ سے ناراض ہے اس لیے اب تک رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

شیو کا نیپالی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تمہارے دماغ میں موجود ہو یا نہ ہو، میں تمہیں زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ اس مدت میں نہ آیا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

پھر میں اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سیٹ پر اوندھا پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ میں نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کیا۔ وہ ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ میں اس کے دماغ کے ذریعے اس مکان کی شناخت کر رہا تھا۔ اتنے میں شیو کا نیپالی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ گیا۔ پھر اس نے کہا "میں جا رہا ہوں اسٹونی راک کو طبی امداد دلانے کے بعد واپس آؤں گا۔ پتہ نہیں کتنی دیر ہو جائے۔ میری واپسی تک بہت محتاط رہنا۔ اگر فرہاد یہاں پہنچ گیا اور وہ اعلیٰ بی بی کو یہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا۔ میں اعلیٰ بی بی

کے پاس آیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہوئے کہا "کیا میرے پاس آ رہے ہو؟"

"ابھی تدبیر سوچ رہا ہوں۔"

"تم تو مجھ سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو، مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو پھر کیسے آؤ گے؟"

"یہ بات تمہیں سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ پہلے تم نے مجھ سے دور بھاگنا چاہا اور دشمنوں کے جال میں پھنس گئیں۔"

"اگر طعنے دے رہے ہو تو میری مدد نہ کرو۔ میرے چوروں کو یہ جگہ بتا دو۔ وہ خود ہی مجھے یہاں سے چھڑا کر لے جائیں گے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے اور یہ میری خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے کہ صرف میں ہی تمہیں وہاں سے چھڑا کر لا سکتا ہوں۔ تم نے شیوکا نیپالی کی بات سنی ہے؟"

اس نے پوچھا "یہ شیوکا نیپالی کیا بلا ہے؟"

"وہی شخص جو ابھی تم سے باتیں کر کے گیا ہے۔ بہت ہی ظالم، بے رحم اور سفاک قاتل ہے۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ میں تمہیں چھڑانے آؤں گا تو اس کا یقین بڑی حد تک درست ہے۔ اگر تمہارے چور وہاں جائیں گے اور کسی وجہ سے ناکام رہے تو تمہاری جان جائے گی۔ لہٰذا میں اپنی جان کے لیے اپنی جان پر کھیل کر آؤں گا۔"

اس بات سے اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے احساسات کہتے کہ میں اس کے لیے جان پر کھیلنا چاہتا ہوں۔ ایک عورت کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اسی بات پر فخر کرتی ہے کہ ایک مرد جان کی حد سے گزر جانے کی حد تک اسے چاہتا ہے۔

اچانک ہی اسے خیال آیا کہ میں اس کے دماغ میں ہوں اور اس کے جذبوں کو سمجھ سکتا ہوں۔ میں نے مسکرا کر کہا "کہاں تک چھپو گی؟ کہاں تک مجھ سے بھاگو گی؟ جب کوئی محبت کرنے والی مجھ سے دور بھاگتی ہے تو تقدیر اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دیتی ہے۔ تمہاری زنجیروں کو میں ہی کاٹنے آ رہا ہوں۔ اب رخصت ہوتا ہوں، کچھ تدبیریں کرنی ہیں۔ اس کے بعد کوئی عملی قدم اٹھاؤں گا۔"

میں نے ٹھیک وقت پر خیال خوانی ختم کی۔ رسونتی ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑی ہوئی گھونگھٹ میں چھپی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "کھانا تیار ہے۔"

میں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ وہ نظریں چرا رہی تھی۔ "میں ایک ہی شرط پہ کھاؤں گا کہ تم میرا ساتھ دو گی۔ میں نے ناشتہ اکیلے کیا ہے۔ کھانا اکیلے نہیں کھاؤں گا۔"

وہ دھیمی سی آواز میں بولی "میں کھانے سے پہلے اشنان کرتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میں انتظار کروں گا۔ جا کر غسل کرو۔ کپڑے جو لباس لایا ہے اسے پہن لو۔ اگرچہ وہ لباس ذرا مضحکہ خیز لگے گا لیکن تم اپنا یہ لباس دھو کر ڈالو گی تو شام تک اسے پہن سکو گی۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر چلی گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرنے جا رہی ہے۔ میں اسٹونی راک کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک بستر پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ شیوکا نیپالی نے کہا "ڈاکٹر! اب یہ تمہارے حوالے ہے۔ اسے جلد از جلد اچھا کرنے کی کوشش کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ اتنی جلدی اچھا نہیں ہو سکے گا اگرچہ یہ ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہے۔ اس کی ہڈیاں فولادی ہیں اس کے باوجود ایکسرے رپورٹ ضروری ہے۔"

پھر اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے شخص سے کہا "چینزی! تم اس کے بدن پر مالش کرو۔ شاید تمہیں چوٹوں کا اندازہ ہو سکے۔"

چینزی نے کہا "میں مالش کروں تو مجھے اندازہ ہو سکتا ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے ان سے ذرا دور ہو گیا اس کے بعد پلٹ کر بولا "لیکن میں چینزی نہیں ہوں، بھلا مجھے اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

ڈاکٹر اور شیوکا نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر شیوکا نے کہا "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم ہمارے آدمی ہو۔"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں اور تم سے دو دو ہاتھ کرنے آیا ہوں۔"

یہ سنتے ہی شیوکا نیپالی اچانک ہی فرش پر گر پڑا۔ مجھے یہ خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ میرا نام سن کر چکرا گیا ہے۔ میں نے چینزی کی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ نظر نہیں آیا، زمین پر گرنے کے بعد پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا۔ یقیناً اس بستر کے نیچے گیا تھا جس پر اسٹونی راک پڑا ہوا تھا۔ میں نے شیوکا کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی تو ناکامی ہوئی۔ وہ سانس روکے ہوئے تھا۔ عجیب بات تھی، وہ بستر کے نیچے کیوں چھپ گیا تھا؟ میرا قاتل بزدل تو نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس بات کی تائید ہو گئی کہ وہ بزدل نہیں تھا۔ اچانک ہی چینزی کی ٹانگوں پر ایک ضرب پڑی اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ تب پتہ چلا کہ وہ پلنگ

کے نیچے سے سرکتا ہوا اور فرش پر جیسے تیرتا ہوا لیٹے ہی لیٹے چینزی کے پاس پہنچا تھا، اس کی ٹانگوں پر ٹانگ ماری تھی پھر اسے گرانے کے بعد اس کی ٹانگوں کو اپنی دونوں ٹانگوں میں جکڑ لیا تھا۔

اس طرح اس کے لڑنے کے انداز کا پتہ چلا۔ میں نے چینزی کو اسی لیے اپنا آلۂ کار بنایا تھا کہ شیوکا نیپالی کی صلاحیتوں کا اندازہ کر سکوں۔ وہ کبھی دونوں پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنے مدِ مقابل کے سامنے نہیں آتا تھا۔ اس کے لڑنے کا انداز نہایت ہی انوکھا اور سب سے الگ تھلگ تھا۔ وہ ہمیشہ مقابل کے سامنے زمین پر گر پڑتا تھا۔ جس طرح مچھلی پانی میں تیرتی ہے اسی طرح وہ خشکی میں تیرتا تھا۔ فرش پر اتنی تیزی سے سرکتا تھا جیسے سانپ بل کھاتا ہوا تیز رفتاری سے آ رہا ہو۔

اس وقت اس نے ایک سانپ کی طرح بل کھا کر چینزی کی ٹانگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور میں چینزی کے دماغ سے محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ٹانگوں کی ہڈیاں جیسے ٹوٹنے والی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر کتنے ہی داؤ استعمال کیے۔ آزاد ہونے کی ہر طرح کوشش کی۔ پتہ چلا کہ آزاد ہونا بہت مشکل ہے۔ تب میں نے سوچا اس وقت شیوکا اپنے داؤ پیچ میں مصروف ہے۔ میں نے یکبارگی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔

ٹیلی پیتھی کا یہ داؤ کام کر گیا۔ وہ اس وقت سانس لے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچانے کا موقع مل گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں چینزی کے دماغ میں واپس آ کر اس کی ٹانگوں کو نجات دلا چکا تھا۔ جب شیوکا نے سنبھل کر سانس روکی تو اس وقت تک میں نے چینزی کو اس کے دونوں پاؤں پر کھڑا کر دیا تھا۔

ابھی مجھے دشمن کی صلاحیتوں کا پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ تاہم اتنا جانتا تھا کہ کوئی بھی مدِ مقابل سست رو نہیں ہوتا۔ اپنے طور پر پوری تیز رفتاری دکھاتا ہے، جیسے ہی چینزی اپنے دونوں پاؤں پر کھڑا ہوا، شیوکا پھر فرش پر جیسے تیرتا ہوا آیا۔ چینزی نے چھلانگ لگائی، وہ اس پر سے اچھل کر فضا میں اڑتا ہوا اس کے سرہانے پہنچ کر اس کے سر پر ٹھوکر مارنا چاہتا تھا لیکن یہ چینزی کی یا میری زبردست بھول تھی۔ میں نے صرف شیوکا کی ٹانگوں کا خیال کیا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چینزی کی ٹانگوں پر کراسنے کا داؤ استعمال کیا۔ چینزی جو فضا میں اچھل کر اس کے سرہانے پہنچنے والا تھا اس سے پہلے ہی مار کھا کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، چینزی کے دونوں ٹخنے شیوکا کی مٹھیوں میں جکڑ گئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آہنی مٹھیاں ہوں یا آہنی شکنجہ ہو جس سے نکلنا یقیناً دشوار تھا۔

چینزی تڑپنے لگا۔ اس کے اندر رہ کر میں بھی تڑپ رہا تھا، اس کے دونوں ٹخنوں کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے کمر کی طرف سے جھک کر شیوکا کے سر کی طرف پہنچ کر ضرب لگانے کی کوشش کی۔ لیکن اچانک ہی ٹخنوں میں اتنی شدید تکلیف ہوئی کہ چینزی چیختا ہوا سیدھا ہو گیا۔ شیوکا اسے بچاؤ کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

میں نے ایک بار پھر اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی، اب وہ محتاط تھا۔ تاہم اس وقت سانس روکے ہوئے تھا جس سے چینزی کو بڑی اذیتوں میں دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے پھر اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی پھر ناکامی ہوئی، اسی وقت شیوکا نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھائی اور چینزی کی کمر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ چینزی کے دونوں ٹخنے اس کے ہاتھوں میں ہی رہے۔ پھر میں نے چینزی کی دردناک چیخ سنی۔ اس کی کمر کی ہڈی جیسے ٹوٹنے والی تھی۔ شیوکا اسے کمر کی طرف سے موڑ رہا تھا اور چینزی تڑپ رہا تھا۔

میں نے یکبارگی پھر دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اس بار ناکامی نہیں ہوئی، آخر وہ کب تک سانس روک سکتا تھا۔ اس نے سانس لینے کی مہلت حاصل کی تھی۔ اس مہلت سے میں نے فائدہ اٹھا لیا تھا اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچتے ہی وہ ایک طرف فرش پر الٹ گیا۔ میں نے چینزی کو لڑھکاتے ہوئے دوسری طرف لے جا کر اٹھانے کی کوشش کی پتہ چلا کہ اب اس میں اٹھنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ وہ اپنی کمر میں شدید تکلیف محسوس کر رہا ہے۔

میں نے سمجھ لیا کہ چینزی کو آلۂ کار بنا کر شیوکا سے مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے مجھے کسی ایسے شخص کو آلۂ کار بنانا ہو گا جو جسمانی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہو اور حاضر دماغ بھی ہو۔ چینزی بالکل ہی بودا ثابت ہوا تھا۔ میں ہی مقابلہ کر رہا تھا اس کی عقل کچھ کام نہیں کر رہی تھی، نہ ہی وہ جسمانی طور پر مضبوط اور مستحکم تھا کہ شیوکا کے مقابلے پر ٹھہر سکتا۔

میں نے شیوکا سے مقابلہ کرنے کی آخری کوشش کرنا چاہی۔ اسی وقت پتہ چلا کہ چینزی بڑی ہی اذیتوں میں مبتلا ہے۔ اس کی گردن اچانک ہی شیوکا کی دونوں ٹانگوں میں پھنس گئی تھی اور وہ اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے

پھر شیوکا کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ میں ٹھہر ٹھہر کر اس کے دماغ کے دروازے پر دستک دینے لگا۔ وہ سانس روکے ہوئے تھا یقیناً جس حد تک اس نے سانس روکنے کی مشق کی تھی اس حد تک چیزی اپنی سانس نہیں روک سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر بعد جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو پہنچ نہ سکا۔ وہاں اندھیرا ہی اندھیرا خاموشی ہی خاموشی تھی۔ موت کی خاموشی۔

میں ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس وقت شیوکا فرش پر سے اٹھ کر چیزی کے چہرے کو ٹٹول رہا تھا اس کی گردن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ڈاکٹر! یہ تو اپنا اصلی چیزی ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ فرہاد اس کے میک اپ میں آیا ہے یا پھر فرہاد کا کوئی آدمی مجھے للکارنے آیا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد نے چیزی کے دماغ کو ٹریپ کیا اور اس کے ذریعے تم سے لڑتا رہا۔"

شیوکا نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔ "ہاں بہت چالاک ہے وہ میرے ہی ایک آدمی کو اپنا آلۂ کار بنا کر مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے میری صلاحیتوں کا اندازہ کرتا رہا ہے۔ اس نے میرا ایک حد تک اندازہ کر لیا ہے اگر وہ اب بھی یہاں موجود ہے تو میں اس سے کہتا ہوں ایک نہیں ہزار بار مجھ سے آزمائشی مقابلے کرتا رہے لیکن جب بھی وہ سامنے آئے گا تو وہ مقابلہ آزمائشی نہیں آخری ہوگا۔ اس کی زندگی کا آخری مقابلہ۔"

ڈاکٹر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اسٹونی راک کا دماغ کمزور ہوا تو وہ اس کے دماغ میں جگہ بنا کر یہاں تک آیا ہے۔"

"ہاں، یہی بات ہے۔ اس وقت بھی وہ تمہارے اور اسٹونی راک کے دماغ میں موجود ہے۔"

ڈاکٹر نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔ "پھر اب کیا ہوگا؟ وہ میرے ذریعے ہمارے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچے گا۔ ہم سب تو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔"

شیوکا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اسٹونی راک کی بات الگ ہے۔ یہ بیمار ہے۔ کمزور ہے اس کا علاج کوئی دوسرا ڈاکٹر بھی کر سکتا ہے۔ اس ڈاکٹر کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ اسٹونی راک کے سامنے زبان نہ کھولے۔ جو بھی اس کی تیمارداری کے لیے آئے گا۔ اسے بھی یہی ہدایت کی جائے گی۔ چونکہ تمہارے دماغ میں فرہاد پہنچ چکا ہے۔ اس لیے تمہارا اس کمرے سے زندہ واپس جانا مناسب نہیں ہے۔"

ڈاکٹر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ اور شیوکا کی نیپالی کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا اسی وقت شیوکا فرش پر گر پڑا۔ اس کے بعد ہی ڈاکٹر کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

دوسرے ہی لمحے میں، میں اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ رسونتی نے مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کھانا تیار ہو چکا ہے۔ میں آجاؤں اور میں اس کے پیچھے پیچھے ڈائننگ روم میں پہنچ گیا۔ ہم دونوں میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ کھانے سے پہلے میں نے ڈاکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اب اس کا دماغ اس دنیا میں نہیں تھا۔ میں نے کھانا شروع کر دیا۔

شیوکا نیپالی کیا ہے؟ یہ کسی حد تک معلوم ہو چکا تھا۔ جب بھی اس کا سامنا ہوتا تو میں لڑنے کے عام طریقے استعمال نہیں کر سکتا تھا مثلاً میں اسے گھونسے نہیں مار سکتا تھا، کراٹے کے ہاتھ نہیں دکھا سکتا تھا۔ فلائنگ کک نہیں مار سکتا تھا کیونکہ وہ روبرو کھڑا نہیں رہتا تھا۔ سامنے ہوتے ہوئے بھی فرش پر پڑا رہتا تھا اور لیٹے ہی لیٹے لڑنے میں بڑی حیرت انگیز مہارت رکھتا تھا۔

مگر ایک بات ہے۔ چیزی کے ساتھ اس کی جو لڑائی ہوئی تھی وہ چار دیواری کے اندر ہوئی تھی۔ چیزی کو زیادہ دور ہٹنے یا اپنے بچاؤ کا راستہ نکالنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر یہی لڑائی کسی کھلے میدان میں ہوتی، نیچے چکنا فرش نہ ہوتا اور کوئی پتھریلی زمین ہوتی تو کیا ایسی حالت میں بھی شیوکا اسی انداز سے لڑ سکتا تھا؟

میرے دماغ نے سمجھایا، اسے کھلے میدان میں بھی آزمانا چاہیے۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ نیپالی کا جو بھی قاتل ہوگا وہ کھلے میدان میں اپنا خاطر خواہ بچاؤ کر سکتا ہوگا۔ اسے دور بھاگنے اور پھر قریب آکر شیوکا پر حملہ کرنے کا موقع مل سکتا تھا، چار دیواری کے اندر ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

میں اعلیٰ بی بی کو اس کی قید سے چھڑا کر لانے سے پہلے شیوکا کے متعلق پوری معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ اب مجبوری یہ تھی کہ اس نے اسٹونی راک کے آس پاس بھی بولنے کی پابندی عائد کر دی تھی۔ میں اس کے کسی آدمی کے ذریعے اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں اس کے آس پاس رہنے کی کوئی تدبیر سوچ رہا تھا۔

تب میں نے محسوس کیا کہ رسونتی کھاتے کھاتے رک گئی ہے مجھے پریشان ہو کر دیکھ رہی ہے۔ میں نے انجان بن کر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ رہی تھی: "میں اس کے لیے کیا کروں؟ یہ میرے لیے پریشان رہتا ہے۔ میں جانتی ہوں میرے لیے جی رہا ہے اور میرے لیے بہت کچھ کر رہا ہے مگر میں ہوں کہ صرف اسے کھانا پکا کر کھلا سکتی ہوں۔

یہ نہیں کر سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مگر میں اتنا تو کر سکتی ہوں کہ اپنے بھولے ہوئے ماضی کو یاد کروں اور اسے اپنی بھرپور محبت دوں۔ محبت ایک ایسا مضبوط ہتھیار ہے جس کے آگے دوسرے ہتھیار کند ہو جاتے ہیں۔"

اس کے دماغ میں ایسی سوچ بھرنے کے بعد میں نے اچانک سوال کیا: "تم نے ہاتھ کیوں روک لیا۔ کھاتی کیوں نہیں ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بڑی آہستگی سے بولی: "میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم مجھے بتاؤ۔ میں تمھیں سمجھاؤں گا۔"

"اتنے دنوں سے تم مجھے سمجھا رہے ہو۔ اعلیٰ بی بی سمجھا رہی ہے۔ تیرے جو اپنے لوگ یہاں آئے تھے اور پھر چلے گئے ــــ وہ بھی سمجھاتے رہے ہیں۔ مگر میں پتہ نہیں کیوں تم سے ڈرتی بھی ہوں اور تمہارے سائے میں رہنا بھی چاہتی ہوں۔ تم میرے لیے پریشان کیوں ہوتے ہو؟ بھگوان کے لیے، یہ پریشانی چھوڑ دو۔ خوش رہا کرو۔ آس پاس کی دنیا کو دیکھا کرو۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم کسی کو نہیں دیکھتے۔ سر جھکائے سوچتے رہتے ہو ایسے تو بیمار پڑ جاؤ گے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "اگر تم اسی طرح محبت سے میرے لیے سوچتی رہیں تو کوئی بیماری، کوئی پریشانی میرے قریب نہیں آئے گی۔ چلو مجھے پریشان نہیں دیکھنا چاہتی ہو تو کھانا شروع کرو۔"

وہ آہستہ آہستہ کھانے لگی میں بھی کھانے لگا۔ کھانے کے دوران اس نے کہا: "کوئی ایسی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ جو میرے متعلق بتایا جا رہا ہے اسے میں فوراً یاد کر لوں۔"

"ایک تدبیر ہے۔ جب ہم ٹیلی پیتھی سیکھنے کی ابتدا کرتے ہیں تو پہلا سبق شمع بینی کا ہوتا ہے۔ اپنے آگے ایک شمع روشن کر کے اس کی جلتی ہوئی لو کو ایک ٹک دیکھتے رہتے ہیں۔ اپنی نگاہیں اس پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ اپنے خیالات اِدھر اُدھر بھٹکنے سے روکتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ہمیں اس بات کی مشق ہو جاتی ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "اگر شمع بینی اور ٹیلی پیتھی کے ابتدائی سبق سے میں کچھ حاصل کر سکتی ہوں تو آج ہی سے یہ عمل شروع کروں گی۔"

"اس کا مشورہ میں نہیں دوں گا تم ابھی جسمانی اعتبار سے اور دماغی اعتبار سے مکمل طور پر صحت مند نہیں ہو۔ کچھ عرصے تک اچھی طرح کھاتی پیتی رہو۔ تمام پریشانیوں اور ذہنی الجھنوں کو اپنے دماغ سے نکالتی رہو، خوش رہنے کی کوشش کرو پھر میں تم سے کہوں گا کہ تم شمع بینی کا عمل شروع کرو۔ تب تم جلد ہی اپنے ماضی کو پہچان لوگی اور اپنی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی حاصل کر لوگی۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچ رہی تھی: "میں اپنی کھوئی ہوئی محبت کو حاصل کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی۔"

میں انجان بن کر کھاتا رہا اور اس کی محبت بھری سوچیں پڑھتا رہا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا: "اب ایک کپ چائے پلا دو۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں بھی کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں ڈرائنگ روم میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چائے لے کر آئی۔ میں نے چائے کی ایک چسکی لیتے ہوئے کہا: "اگر میں باہر جاؤں تو کیا تم یہاں تنہا رہ سکو گی؟"

"کہاں جاؤ گے؟"

"اعلیٰ بی بی اس وقت دشمنوں کی قید میں ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی: "کیا اسے چھڑانے جاؤ گے؟ پھر کسی نئی مصیبت میں پھنسنا چاہتے ہو؟ میں تمھیں نہیں جانے دوں گی۔"

ہماری نگاہیں چار ہوئیں۔ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔ اچانک دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا: "میں کیسی بے بس ہو گئی ہوں۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی ہوں۔ میں ان کے لیے اندر سے بیشک ٹوٹ گئی ہوں لیکن یہ بات زبان پر تو نہیں آنی چاہیے۔"

میں نے پوچھا: "رسونتی! تم نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ دشمن جس نے مندر میں تم لوگوں کو قید کیا تھا اور میری جان لینا چاہتا تھا۔ اس کا کیا بنا؟"

"میں نے کئی بار سوچا لیکن میرا ذہن اتنا الجھا ہوا رہتا ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ پوچھ نہ سکی۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل تم مجھ سے زیادہ باتیں کرنے سے کتراتی ہو۔ تم میں اور دوسروں میں یہ فرق ہے کہ دوسرے میرے دشمنوں کے متعلق پریشان ہو کر پوچھتے ہیں لیکن تم پریشان ہو کر میرے لیے دعائیں مانگتی ہو۔ مجھے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے دل ہی دل میں اپنے بھگوان سے پرارتھنا کرتی ہو۔"

اس نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں اندر کے حال تو نہیں جانتا لیکن چہرے پڑھ لیتا ہوں۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "بیشک میں اپنا ماضی بھول چکی ہوں لیکن اتنی نادان بھی نہیں ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے خیالات پڑھ لیتے ہو۔ تمھارے آس پاس رہنے والے لوگوں کی زبان سے میں نے تمھاری خیال خوانی کی داستانیں سنی ہیں۔ مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ سچ بتاؤ میرے خیالات پڑھتے ہو، نا؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "کبھی فرصت ملتی ہے تو تمھارے دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔ کیا کروں۔ دل سے مجبور ہوں۔ تمھارے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تمھارا مزاج

مدد لے گا؟ میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ تم میری طرف مائل ہو رہی ہو اور بھولی ہوئی الفت تمھیں یاد آتی جا رہی ہے۔"

اس نے اپنے آنچل کو سر پر سے کھینچ کر گھونگھٹ بنا لیا۔

میں نے کہا "میری بات ادھوری رہ گئی، میں اس اطمینان سے جانا چاہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تم اس بنگلے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر کے بے خوف و خطر رہو گی اور میرا انتظار کرو گی۔ میں تمھیں ایک پستول دوں گا۔"

"میں پستول چلانا نہیں جانتی۔"

"تم خوب جانتی ہو۔ ایک بار اسے چلاؤ گی تو تمھیں یاد آ جائے گا۔ تم نے پہلے بھی پستول اور ریوالور وغیرہ استعمال کیے ہیں۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا "میں جب یہاں آؤں گا تو پہلے خیال خوانی کے ذریعے تمھیں اطلاع دوں گا کہ تمھیں دروازہ کھولنا چاہیے ورنہ کوئی بھی آئے تم اپنی یہاں موجودگی بھی ظاہر نہیں کرو گی۔ خواہ کتنی ہی دستک ہو، بالکل خاموش رہو گی۔ دستک دینے والے تھک ہار کے چلے جائیں گے۔"

میں اسے دیر تک سمجھاتا رہا۔ اس نے پوچھا "کیا تمھارا جانا ضروری ہے؟ تمھارے تو بہت مددگار ہیں ـــ ان سے کہو۔ اعلیٰ بی بی کو چھڑا کر لے آئیں۔"

"میری وہ بات ادھوری رہ گئی، جس دشمن نے تم لوگوں کو مندر میں قید کیا تھا اور میری جان لینا چاہتا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ میں نے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم مجھے جھوٹی تسلیاں دے کر جانا چاہتے ہو۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ اعلیٰ بی بی اور ایک لڑکی پومی کی مدد کے ذریعے میں نے اس دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو پھر اعلیٰ بی بی کو کس نے قید کیا ہے؟"

"یہ اعلیٰ بی بی کے ذاتی دشمن ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اعلیٰ بی بی اور اس کے دشمنوں کے درمیان سمجھوتہ کرانا چاہتا ہوں۔ لڑائی جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کب تک واپس آ جاؤ گے؟"

"دراصل مجھے شہر سے دور جانا ہے۔ واپسی میں صبح ہو سکتی ہے ورنہ میں شام تک بھی آ سکتا ہوں۔"

"جب بہت طویل فاصلہ طے کرنا ہے تو تم شام تک کیسے واپس آ سکو گے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "تم تو وکیلوں کی طرح جرح کر رہی ہو۔ میں یہاں اسی شہر میں رہ کر سپر ماسٹر یارڈ پاور کے آدمیوں کے ذریعے معاملات طے کرانے کی کوشش کروں گا۔ یہیں معاملات طے ہو جائیں گے تو شام تک تمھارے پاس چلا آؤں گا۔ نہ طے ہو سکے تو مجھے وہاں سے سیکڑوں میل کا فاصلہ طے کرنا ہوگا۔ اسی لیے دیر ہوگی اور کل صبح تک واپس آ سکوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے دھیمی آواز میں کہا "میں یہاں پورے حوصلے سے رہوں گی۔ تمھارا انتظار کروں گی۔ ایک بات کا وعدہ کرو کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کے ذریعے اپنی خیریت سے آگاہ کرتے رہو گے۔"

ایسا کہتے ہی وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ اپنے آنچل اور گھونگھٹ کو سنبھالتے ہوئے مجھ سے دور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف چلی گئی۔ کیونکہ اس نے بڑی محبت سے یہ بات کہی تھی اب میرا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ اس وقت چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی۔ اس نے پوچھا "تم اتنی دیر تک کہاں رہے؟ کیا کچھ معلومات حاصل کرتے رہے؟"

میں نے اسے شیوکا نیپالی کی لڑنے والی صلاحیتوں کے متعلق بتایا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "یہ تمھاری جان کے دشمن عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ نت نئے انداز میں حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شیوکا نیپالی سے سامنا ہوگا تو تم اس سے کس طرح مقابلہ کرو گے؟"

"ابھی میں دشمن کو سمجھ رہا ہوں۔ نہ سمجھ سکوں تب بھی اس کا سامنا کرنا ہی ہوگا، نہیں کروں گا تو تمھیں وہاں سے کس طرح لاؤں گا؟"

"فرہاد! میرے آدمیوں کو اطلاع دو۔ تم ادھر نہ آؤ۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا، سامنے شیوکا نیپالی نظر آیا۔ اس نے اعلیٰ بی بی کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا فرہاد موجود ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے انکار میں سر ہلا دیا۔ وہ غصے سے بولا "تم جھوٹ بولتی ہو۔ پہلے بھی تم نے جھوٹ کہا تھا۔ وہ شروع سے تمھارے اور اسٹونی راک کے ذریعے میرے آس پاس رہنے کی کوشش کرتا رہا ہے لیکن میں اس کے تمام راستے مسدود کر رہا ہوں۔ یہاں بھی تمھارے سامنے نہ تو پہلے کوئی بول رہا تھا نہ اب بولے گا۔ سب محتاط ہو گئے ہیں۔ دیکھتا ہوں کہ وہ کس طرح تمھیں یہاں سے لے جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمھیں پتہ چل جائے گا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ ابھی تو میں خود نہیں جانتی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "ابھی آتا ہوں۔"

اس سے رخصت ہو کر میں اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور ایکسرے کے ذریعے ہڈیوں اور پسلیوں کو دیکھا جا رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "شیوکا نیپالی سے کہو کہ وہ اپنے دوست اسٹونی راک کی خبر لے۔ وہاں وہ کچھ گڑبڑ کر رہا ہے۔"

یہ بات اعلیٰ بی بی نے شیوکا سے کہی۔ وہ فوراً ہی پریشان ہو کر وہاں سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں اسٹونی راک کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قابض ہوتے ہی ایک گھونسہ اس اسکرین پر مارا جہاں اس کی ہڈیاں اور پسلیاں دکھائی جا رہی تھیں۔ شیشہ ایک چھناکے سے چور ہو گیا۔ کسی نے کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو۔ تم سب تماشا کیوں دیکھ رہے ہو۔ اسے قابو میں کرو۔"

میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دوسرا ڈاکٹر تھا۔ اچانک اس ڈاکٹر کو احساس ہوا کہ بے اختیار نہیں بولنا چاہیے تھا۔ شیوکا نیپالی نے بڑی سختی سے منع کیا تھا اور منع کرنے کے باوجود بولنے کا انجام وہ پہلے ڈاکٹر کی موت کی صورت میں دیکھ چکا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھا جو اسٹونی راک کو قابو میں کر رہے تھے۔ شاید کسی نے توجہ نہیں دی تھی کہ ڈاکٹر بے اختیار بول اٹھا ہے۔

اسٹونی راک کو قابو میں کرنا آسان ہو گیا تھا کیونکہ میں اس ڈاکٹر کے دماغ میں تھا۔ وہاں کے لوگ اسٹونی راک کو ہر طرف سے دبوچے ہوئے تھے اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ خود اسٹونی انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہ حرکت کیوں ہو رہی ہے۔ تب وہ لوگ اسے چھوڑ کر آہستہ آہستہ ہٹنے لگے۔ دیکھنے لگے۔ وہاں دوبارہ ایکسرے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ اسکرین ٹوٹ چکا تھا۔

ڈاکٹر اپنے ماتحتوں کو باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس ایکسرے روم سے باہر آ گیا پھر وہاں سے دور جانے لگا۔ وہ ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا ایک دور افتادہ کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے ماتحت اس کے پیچھے آ گئے۔ اس نے کہا "اسٹونی راک کو اس کے کمرے میں پہنچا دو۔ دوسری ایکسرے مشین کا انتظام کیا جائے گا۔"

یہ سن کر اس کے ماتحت جانے لگے۔ ڈاکٹر نے مخاطب کیا۔ "وہاں سنو اسٹونی نے ہمارے خلاف توقع حرکت کی تھی۔ ایسے وقت کسی نے بے اختیار کچھ کہا تو نہیں تھا؟"

وہ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر ایک نے کہا "مجھے لگتا ہے کسی نے کچھ کہا تھا۔"

ڈاکٹر نے اندر ہی اندر خوف سے لرزتے ہوئے پوچھا "کس نے کہا تھا؟"

وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بات ایسی ہی تھی۔ اچانک ہی اسٹونی راک نے ایسا گھونسہ اسکرین پر رسید کیا تھا کہ وہ بوکھلا گئے تھے۔ انھوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا تھا کہ بولنے والا کون تھا۔

ڈاکٹر نے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔ "دروازے کو اندر سے بند کر دو۔"

اس کے ایک ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر ڈاکٹر نے رازدارانہ انداز میں کہا "دیکھو یہاں تم چار ہو۔ مجھے ملا کر ہم پانچ ہو گئے۔ اگر ہم میں سے کسی نے کچھ کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد اس کے دماغ کے ذریعے ہم سب کے دماغوں تک پہنچ گیا ہے۔"

وہ سب تائید میں سر ہلانے لگے۔ ڈاکٹر نے کہا "اگر وہ ہمارے دماغوں میں پہنچ گیا ہے۔ تو پھر جانتے ہو۔ شیوکا نیپالی ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

انھوں نے تائید میں پھر سر ہلایا۔ وہ سبھی خوفزدہ تھے۔ ڈاکٹر نے کہا "ایک کی وجہ سے ہم سب کی جان جائے گی اور ہم نہیں جانتے کہ وہ ایک کون ہے جس کے ذریعے فرہاد ہم تک پہنچ رہا ہوگا۔ لہٰذا ہمارے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا "راستہ یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے میں خاموش رہیں۔ ہم یہ ظاہر نہ کریں کہ اس وقت اسٹونی راک کے سامنے کوئی بے اختیار بول پڑا تھا۔"

وہ سب اثبات میں سر ہلانے لگے۔ ایک نے کہا "ڈاکٹر صاحب! یہ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر آپ ہمارے رازدار رہیں گے تو ہم بھی اس راز کو اپنے دل میں چھپائے رکھیں گے۔ شیوکا نیپالی تک یہ خبر نہیں پہنچے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا "ٹھیک ہے ہم سب اسٹونی راک کے سامنے گونگے بنے رہیں گے۔ جاؤ اور اسے اس کے کمرے میں پہنچا دو۔"

وہ لوگ کمرے سے چلے گئے۔ میں نے فی الحال ڈاکٹر کو بھی چھوڑ دیا۔ وہاں سے دماغی طور پر اپنے کمرے میں پہنچا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر وہ پستول لے کر رسونتی کے پاس آیا۔ رسونتی اسی کمرے میں تھی۔ جہاں میں نے شیوکا نیپالی اور اسٹونی راک کے تمام اڈوں کے پتے اور ان کے ملنے والوں کے نام نوٹ کر رکھے تھے۔ میں نے وہ پستول رسونتی کے حوالے کیا۔ پھر قالین کے نیچے سے اس تہہ کیے ہوئے کاغذ کو نکال کر رسونتی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ذرا یہ نام اور پتے پڑھ کر سناؤ۔"

اس نے تہہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا۔ انگریزی

میں لکھا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار پڑھنے لگی۔ پھر ایک نام پڑھنے کے بعد چونک کر بولی: "میں تو انگریزی سمجھ بھی لیتی ہوں اور پڑھ بھی لیتی ہوں۔"

"یہ میرے دشمنوں کے نام اور پتے ہیں۔ میں ان نام اور پتوں کو یاد نہیں رکھ سکتا اور یاد رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ میں تمہارے دماغ کے ذریعے معلوم کر سکتا ہوں۔ اسے یہیں قالین کے نیچے چھپا کر رکھو۔ جب میں دماغی رابطہ قائم کروں گا اور مجھے ان میں سے کسی کے نام اور پتے کی ضرورت ہوگی تو میں تمہارے ذریعے معلوم کر لوں گا۔"

میں اسے ایک ایک بات اچھی طرح سمجھاتے ہوئے اس کے ساتھ ایک ایک کمرے میں پہنچتا رہا۔ تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتا رہا۔ وہ اندر سے بند تھے۔ ہر کمرے سے نکل کر ہم نے اوپر زینے کی طرف جانے والے دروازے کو بھی مقفل کر دیا گیا۔ آخر میں وہ میرے ساتھ بیرونی دروازے تک آئی۔ پھر ہم وہاں رک گئے، ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ وہ مجھ سے زیادہ دیر نظریں نہ ملا سکی۔ نظریں جھکا کر آہستگی سے بولی: "میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"کیا اکیلی ڈرتی رہو گی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں تنہا ساری زندگی تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔ شرط یہ ہے کہ میرے انتظار کی لاج رکھو گے اور واپس آجاؤ گے۔"

"میں ضرور آؤں گا۔ میرا خدا مجھے تمہارے پاس پہنچائے گا۔"

میں نے جانے سے پہلے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اس کے ہاتھ کو بوسہ دے کر جاؤں گا مگر ہاتھ بڑھاتے ہی وہ ذرا سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اپنے سر پہ آنچل کو درست کرتے ہوئے ذرا منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ شرما رہی ہے اور اس حد تک مجھ سے بے تکلف نہیں ہونا چاہتی کہ اس کے ہاتھ کو تھام سکوں۔

میں نے کہا: "کوئی بات نہیں۔ میرے لیے اتنا ہی سہارا کافی ہے کہ تم مجھے اپنا سمجھنے لگی ہو۔ میرا انتظار کرو گی۔ میں آؤں گا۔ ضرور آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے دروازے کو کھولا۔ پھر کہا: "اندر سے بند کر لو۔ خدا حافظ۔"

اس نے بند کر لیا۔ وہ بند دروازے کے پیچھے کھڑی ہوئی اپنی دل کی دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھے اور کان کو دروازے سے لگائے میرے قدموں کی چاپ سننا چاہتی تھی۔ میں وہاں سے جانے لگا۔ اس کے کان میرے جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنتے رہے۔ پھر وہ آوازیں اس کی سماعت میں ڈوب گئیں۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور خالی کمرے کو دیکھنے لگی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا کیونکہ اب مجھے دماغی طور پر وہاں سے دور جانا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ کیشو آس پاس نہیں ہے۔ باس [illegible] کا بھی کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ میں کوٹھی کے پچھلے حصے سے نکل کر پائیں باغ کی طرف آیا تھا۔ سوئمنگ پول کی طرف سے گزرتا ہوا اس احاطے کو پار کر کے ایک سڑک پر پہنچ گیا۔ اس خفیہ کوٹھی میں آنے سے پہلے میں نے اس علاقے میں ایک خوبصورت سا پارک دیکھا تھا۔ میں وہاں پہنچ کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔ اس وقت شام کے چار بج رہے تھے۔ دور دور تک کچھ جوڑے، کچھ حسین لڑکیاں، کچھ مرد نظر آ رہے تھے۔ سب اپنے آپ میں مگن تھے۔ میں ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ڈاکٹر اس وقت اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں پہلے چپ چاپ اس کے دماغ میں یہ معلوم کرتا رہا کہ وہاں شیوکا نیپالی کے کتنے ماتحت ہیں اور یہودیوں نے کتنے ڈاکٹروں، کتنے فائٹروں کو پال رکھا ہے۔ پتہ چلا کہ فائٹر تو اچھی خاصی تعداد میں ہیں لیکن چند ایسے ہیں جن کے نام شیوکا کے ساتھیوں اور ماتحتوں میں آتے ہیں۔ ان میں ایک واستو نامی فائٹر ہے۔ جو شیوکا کی صلاحیتوں سے حسد کرتا ہے۔ ایک بار اس سے مقابلہ بھی ہو چکا ہے۔ چونکہ دونوں یہودی تنظیم کے آلۂ کار ہیں اس لیے یہودیوں نے انھیں آپس میں لڑنے سے روک دیا تھا۔

میں نے اس کے ذریعے واستو کا پتہ معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ واستو ایک رئیس زادہ ہے اور ایک یہودی دوشیزہ کے عشق میں گرفتار ہے۔ اس کا فون نمبر ڈاکٹر کو معلوم تھا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ پھر وہ میرے لیے اس کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ میں نے ڈاکٹر کے لہجے کو بدل کر کہا: "میں مسٹر واستو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ شیوکا نیپالی کے متعلق ایک بہت ضروری اطلاع ہے۔"

تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد واستو کی آواز سنائی دی: "ہیلو! میں واستو بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

ڈاکٹر نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک میز کے پاس گیا۔ وہاں اس نے ایک کاغذ پر لکھا۔

"ڈاکٹر! تم تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر رہے تھے۔ تمہاری زندگی کے چند لمحات فرہاد نے چرا لیے تھے۔ اس نے تمہیں اپنے طور پر استعمال کرنے کے بعد دماغی طور پر یہاں حاضر کر دیا ہے تاکہ تم اس تحریر کو پڑھ سکو۔ اسے پڑھنے کے بعد جلا دینا اور بھول جانا کہ فرہاد تمہارے دماغ میں آیا تھا۔ نہیں بھولو گے تو

جان سے بھی جاؤ گے۔ فقط فرہاد علی تیمور۔"

اس نے لکھ کر جیسے ہی قلم کو رکھا، میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ پہلے کہاں تھا اور اب کہاں پہنچ گیا ہے۔ پھر میں نے اس کے ذہن کو اس کاغذ کی طرف مائل کیا جس پر اس کی اپنی تحریر تھی۔ اس نے اٹھا کر پڑھا تو خوف سے کانپنے لگا۔ فوراً ہی اس کاغذ کو مٹھی میں دبوچ لیا۔ گھبرا کر یوں دروازے کی طرف دیکھنے لگا جیسے شیوکا نیپالی اس کی موت بن کر پہنچنے والا ہو۔ اس نے فوراً ہی جیب سے لائٹر نکالا اور خط کو جلا دیا۔

میں واستو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اس سے پہلے آنے والے فون کے متعلق اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ یہی سمجھا کہ کسی کی شرارت ہو سکتی ہے۔ اس رات وہ اپنی محبوبہ کو فون پر مخاطب کرنے لگا۔ میں نے ان کی باتیں سنیں۔ دوسری طرف سے ایک لڑکی بڑے ہی محبت بھرے انداز میں باتیں کر رہی تھی اور آج رات کلب میں ملنے کا وعدہ کر رہی تھی۔ میں نے اس لڑکی کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ جب واستو نے ریسیور رکھا تو میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا اپنی کوٹھی کے باہر آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا اس پارک میں پہنچ گیا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ پارک کے باہر کار کو روکنے کے بعد وہ وہاں سے چلتا ہوا میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس کا بدحواس ہونا لازمی تھا۔ وہ پریشان ہو کر کبھی خود کو اور کبھی پارک کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے میری طرف توجہ دی۔ میں اسے گھور رہا تھا۔ پھر میں نے مسکرا کر کہا: "ہیلو، واستو! آؤ یہاں بیٹھو۔ شاید تم میرے نام سے واقف ہو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور حیرانی سے میری طرف دیکھا۔ پھر بے یقینی سے پوچھا: "تم؟ تم واقعی فرہاد ہو؟"

"ہاں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم غائب دماغ ہو کر یہاں تک پہنچے۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری مرضی نہیں تھی مگر تم آگئے۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا: "تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟"

"میں نے سوچا شیوکا نیپالی تمہارا دشمن ہے۔۔۔"

"تم نے غلط سوچا۔ ہم ایک ہی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"تم تنظیم کی بات کرتے ہو۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں تم نیپالی سے ایک بار مقابلہ کر چکے ہو۔ مقابلہ برابر رہا تھا۔ ہار جیت کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی یہودیوں نے تم دونوں کو روک دیا۔ کیا آج فیصلہ نہیں کرو گے؟"

"ضرور کروں گا لیکن تمہاری موت کے بعد۔ میرا اور شیوکا کا فیصلہ تمہارے بعد بھی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں، واستو! آج ہی ہوگا۔ میں جانتا ہوں تم اس یہودی دوشیزہ پر مرمٹے ہو۔ اس کی خاطر تم یہودیوں کے آلۂ کار بن گئے۔ میری بات مان لینے میں تمہیں دو فائدے ہیں بلکہ تین فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم زندہ رہو گے۔ میں تمہیں بے موت نہیں ماروں گا۔ دوسری بات یہ کہ شیوکا نیپالی سے مقابلہ کرنے کے دوران میں دماغی طور پر تمہاری مدد کروں گا۔ تم اس پر سبقت لے جاؤ گے۔ تیسری بات یہ کہ وہ یہودی دوشیزہ تمہاری ہے اور تمہاری رہے گی۔ انکار کرنے کی صورت میں کیا ہوگا، جانتے ہو؟"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "دوسری صورت میں تمہاری محبوبہ آج میری خوابگاہ میں رہے گی اور کل صبح تمہیں اس کی لاش ملے گی۔"

وہ اچانک ہی مجھ پر چھلانگ لگانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ایک ہلکا سا دماغی جھٹکا پہنچایا پھر کہا: "حماقت نہ کرو۔ یہاں پارک میں دور تک لوگ نظر آرہے ہیں۔ وہ ہماری طرف متوجہ ہوں گے اور بات بگڑ جائے گی۔ جو کہتا ہوں اسے خاموشی سے سنو۔ عمل کرنے میں تمہارا فائدہ ہے۔ انکار کرنے میں نقصان۔"

اس نے شکست خوردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر میرے قریب آکر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں اسے بہت زیادہ چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق ایسا نہ کہو۔"

میں نے نرمی سے کہا: "ٹھیک ہے، جو کچھ میں نے اس کے متعلق کہا وہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم میرے دوست بن جاؤ۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ یہودی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ دوشیزہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ہو جائے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"یہودیوں نے تمہیں قتل کرانے کے لیے اس نیپالی کو پچیس ہزار ڈالر دیے ہیں۔ اس سے اور بھی بڑے بڑے وعدے کیے ہیں۔ تم میرے ذریعے اس نیپالی کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ خود مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟"

"میں اس کے داؤ پیچ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ اسی لیے تمہیں استعمال کر رہا ہوں۔"

"اگر میں مارا گیا تو؟"

"ایک نہ ایک دن تم اُس سے ٹکراؤ گے۔ تم اپنے مزاج سے مجبور ہو اور تمھارے مزاج کو میں تمھارے دماغ میں رہ کر سمجھ چکا ہوں۔"

"یہ درست ہے۔ میں کسی کو اپنے سے برتر نہیں دیکھ سکتا۔ تمھارے آگے تمھاری ٹیلی پیتھی کی وجہ سے مجبور ہوں لیکن وہ نیپالی میرے ہاتھوں سے ایک دن ضرور مارا جائے گا۔"

میں نے کہا: "اور وہ دن آج کا دن ہے۔"

"اگر یہودیوں کو یہ معلوم ہوگا کہ نیپالی میرے ہاتھوں سے مارا گیا ہے تو وہ سب میرے دشمن بن جائیں گے۔ وہ لڑکی بھی مجھ سے دور ہو جائے گی۔"

"ایسی محبت کس کام کی جو بُرے وقتوں میں ساتھ نہ دے۔ وہ دوشیزہ تمھیں چھوڑ دے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تمھارے پیچھے لگا دوں گا۔ چلو، ایسا کرو شیوکا نیپالی سے رابطہ قائم کرو۔ اسے بتاؤ کہ تم نے فرہاد علی تیمور کو یہاں کے ایک اسٹیڈیم میں دیکھا ہے۔ یقیناً وہ اُدھر دوڑا ہوا آئے گا۔ تم اس کے مقابلے کے لیے تیار رہنا۔"

"اس سے فائدہ کیا ہوگا؟"

"یہی کہ نیپالی سے مقابلہ کرتے ہوئے کوئی یہودی تمھیں نہیں دیکھے گا۔ وہ مارا جائے گا تو تم پر الزام نہیں آئے گا۔ اس طرح یہودی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گے۔ وہ دوشیزہ بھی تمھاری رہے گی۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "یہ تدبیر اچھی ہے۔ میں ایسا کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر جاؤ اور اسے اسٹیڈیم میں بلا لو لیکن اتنا کام کرو کہ مجھے اُس جگہ تک پہنچا دو جہاں انھوں نے اعلیٰ بی بی کو قید کیا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ اعلیٰ بی بی کون ہے اور اسے کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"تمھیں نہیں معلوم تو میں بتا دوں گا۔ مجھے اپنی گاڑی میں لے چلو۔"

ہم وہاں سے باتیں کرتے ہوئے پارک کے باہر آئے۔ میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ہائی وے کے اس حصے تک لے گیا جہاں سے کچے راستے پر پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ شکستہ سا مکان نظر آتا تھا۔ وہیں اعلیٰ بی بی کو قید کیا گیا تھا۔ کچھ راستہ طے کرنے کے بعد میں نے کہا: "اب تم واپس جاؤ۔ جب شیوکا تمھارے مقابلے پر پہنچے گا تو میں یہاں سے اپنا کام دکھاؤں گا۔"

وہ کار لے کر چلا گیا۔ میں اس کچے راستے پر آگے بڑھنے لگا۔ مجھے اس بات کا خیال تھا کہ کوئی گاڑی اُدھر سے گزرے گی یا کوئی آتا جاتا ہوا نظر آئے گا تو میں اس کچے راستے سے ہٹ کر کسی درخت کے پیچھے چھپ جاؤں گا۔ بہرحال ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ کچھ دیر چلنے کے بعد مجھے وہ مکان نظر آگیا۔ میں نے اسٹونی راک کے دماغ میں رہ کر اس مکان کے آس پاس کے ماحول کو جس طرح دیکھا تھا بالکل وہی ماحول اور وہی مکان نظر آرہا تھا۔ میں نے پھر اپنا راستہ بدل دیا اور اس مکان سے دور گھنے درختوں کے سائے میں جا کر ٹھہر گیا۔ وہاں سے واستو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

ابھی اس کی کار سپر ہائی وے پر تھی اور وہ شہر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میری ہدایت کے مطابق شیوکا نیپالی کو ایک اسٹیڈیم میں بُلانے جا رہا ہے۔

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر کہا: "میں تمھارے قریب آگیا ہوں۔ اس مکان سے تھوڑے فاصلے پر ہوں۔ موقع دیکھ کر تمھارے پاس پہنچوں گا۔ تمھارے اندازے کے مطابق وہاں کتنے آدمی ہوں گے؟"

"میں نے یہاں چار آدمیوں کو دیکھا تھا۔ پانچواں وہ نیپالی تھا جو چلا گیا ہے۔"

میں نے اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں نیپالی پہنچا ہوا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا: "آئندہ فرہاد تمھارے دماغ میں آئے تو سانس روکنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سانس روکنے میں ناکام رہو گے تو میں نے ڈاکٹر کو سمجھا دیا ہے۔ وہ تمھیں انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دے گا۔ پھر فرہاد تمھیں استعمال نہیں کر سکے گا۔ میرے دوست، میں تمھیں جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں اسٹونی راک کے دماغ پر پوری طرح قابض ہوگیا۔ اس نے کہا: "شیوکا! اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے پہلے میں اپنی طاقت کو آزمانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک لات شیوکا کو رسید کی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے دیوار سے لگ گیا۔ پھر اُس نے مسکرا کر کہا: "اچھا تو فرہاد یہ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ میں صبح سے شام تک چار دیواری میں چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے باہر تفریح کے لیے نکلا تھا کہ ایک حسینہ سے ٹکرا گیا۔ بڑی زبردست چیز ہے۔ سوچا اس کے ساتھ وقت گزارتے وقت تمھارا بھی دھیان رکھوں اور معلوم کرتا رہوں کہ کہاں ہو۔ بس معلوم کر لیا۔ اب جا رہا ہوں۔"

میں یہ کہہ کر اسٹونی راک کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ اسٹونی کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا: "کیا تم جا چکے ہو؟" میں خاموش رہا۔ اس نے پوچھا: "اسٹونی! کیا تم اسے اپنے دماغ میں محسوس کر رہے ہو؟"

اس نے کراہتے ہوئے کہا: "یار! میں کہہ چکا ہوں کہ نہ سانس روک سکتا ہوں اور نہ ہی کسی کو محسوس کر سکتا ہوں۔"

اسی وقت ایک شخص کمرے میں آیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے شیوکا نیپالی کو مخاطب کیا اور بتایا کہ اس کا فون ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر گیا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا اسے سطح پر محسوس کر لیتا۔ اس لیے واستو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹیلیفون بوتھ کے اندر تھا اور ریسیور اٹھائے نیپالی کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی: "ہیلو کون ہے؟"

"میں واستو بول رہا ہوں۔ یاد ہے جب یہودیوں نے تمھیں فرہاد کو ہلاک کرنے کے لیے مقرر کیا اور بھاری معاوضہ دیا تو میں نے کہا تھا کہ میں بلامعاوضہ فرہاد کو قتل کر سکتا ہوں۔"

"مجھے یاد ہے۔ کیا یہی کہنے کے لیے مجھے فون پر بلایا ہے؟"

"نہیں، تمھیں ایک چونکا دینے والی خبر سنانا چاہتا ہوں۔ میں چاہوں تو ابھی فرہاد کو قتل کر سکتا ہوں۔ اس وقت وہ میرے نشانے پر ہے۔"

"کیا مطلب؟ کہاں ہے وہ؟"

"کیا یہ بتانا ضروری ہے؟ تمھیں اس کے قتل کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ تم اسے تلاش کرو لیکن میں نے اُسے قتل کر دیا تو یہودیوں کے سامنے تمھاری پوزیشن کیا ہوگی؟"

شیوکا نے ذرا نرم پڑتے ہوئے کہا: "واستو! کچھ بھی ہو، ہم دونوں ایک ہی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے درمیان اختلافات ہیں لیکن اس وقت ۔۔۔"

واستو نے بات کاٹ کر کہا: "میں جانتا تھا تم نرم پڑ جاؤ گے۔ میں بھی تمھارا دشمن نہیں ہوں۔ میں ایک شرط پر تمھیں فرہاد کا پتہ بتا رہا ہوں۔ اس وقت وہ تمھیں بالکل تنہا مل جائے گا لیکن شرط سُن لو۔ تم میری محبوبہ کو جانتے ہو۔ اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں تم میری مدد کرو گے۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ تم اس سے بڑی شرط لگاتے تو میں اسے بھی تسلیم کر لیتا۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد کی لاش گرانے کے بعد سب سے پہلے کام تمھارا ہوگا۔"

"تو پھر نیشنل اسٹیڈیم میں پہنچ جاؤ۔ وہ ایک بہت ہی حسین لڑکی کے ساتھ وہاں وقت گزار رہا ہے۔"

واستو یہ نہیں جانتا تھا کہ میں نے شیوکا سے کسی حسین لڑکی کے ساتھ وقت گزارنے کی بات کہہ دی ہے۔ اسی لیے میں نے واستو کی سوچ میں آخری جملہ خود کہا۔ تاکہ اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ جو بات میں نے کہی ہے وہی بات واستو کہہ رہا ہے پھر تو یقیناً فرہاد کسی لڑکی کے ساتھ اسٹیڈیم میں موجود ہوگا۔

سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔ واستو بوتھ سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ میں ان کے دماغ سے واپس آگیا۔ رسونتی کی خیریت معلوم کرنا ضروری تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی میرے متعلق سوچ رہی تھی اور میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "رسونتی! میں فرہاد ہوں۔"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی: "کیا واقعی وہ آگئے ہیں یا میری اپنی سوچ ہے؟"

"میں آگیا ہوں۔ دیکھو ابھی یقین دلاتا ہوں۔"

"کیسے یقین دلاؤ گے؟"

"تمھیں یاد ہے تم سے رخصت ہوتے وقت میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا۔ محبت سے تمھارے ہاتھ کو چوم کر رخصت ہونا چاہتا تھا مگر تم شرما کر دور ہٹ گئیں۔ اس وقت تم اپنے اسی ہاتھ کو میری طرف چوم لوگی۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی: "نہیں، مجھے شرم آتی ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"تم ایسا کر رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو تھام لیا۔ پھر اس ہتھیلی کی پشت کو بوسہ دیا۔ اُسی وقت میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی۔ پھر شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ کو چھپا لیا۔

میں اس کی شرمیلی اداؤں سے محظوظ ہونے لگا۔ وہ میرے انتظار میں وہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی کہ میں آکر دستک دوں گا یا خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کروں گا تو فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دے گی لیکن اب وہ اس انتظار سے بھی شرما رہی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی، شرماتی ہوئی، لجاتی ہوئی اپنی خوابگاہ میں آگئی اور بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔

وہاں بھی اُسے قرار نہیں آرہا تھا۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر چھت کو تکنے لگی۔ میں نے آہستگی سے اس کی سوچ میں کہا۔

"اپنے سر دکھ میں،
میں اداس ہوں۔
نیم وا دریچوں سے،
نم ہوائیں آتی ہیں،
میرے جسم کو چھو کر،
آگ سی لگاتی ہیں،
تیرا نام لے کر،
مجھ کو گدگداتی ہیں،

کاش میں تیرے پر ہوتے،
تیرے پاس اُڑ آتی،
کاش میں ہوا ہوتی،
تجھ کو چھو کے لوٹ آتی،
ہائے میں بھی کیا ہوں،
آپ اپنی دشمن ہوں،
اپنی سوچ کے اندر،
عمر قید کی ملزم،
میں بڑی ابھاگن ہوں۔

وہ تڑپ کر بولی:"بس کرو فرہاد، تمھیں خدا کا واسطہ، چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"میں تمھیں تنہا ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔ خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا وہ معلوم ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر تمھارے پاس آؤں گا۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر دماغی طور پر گھنے درختوں کے درمیان پہنچ گیا۔ دراصل میں وہاں تھوڑا وقت گزارنا چاہتا تھا۔ اِدھر چھپ چھپنے والے تھے۔ تھوڑی دیر میں اندھیرا پھیلنے والا تھا۔ میں تاریکی میں ہی اس مکان تک پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہاں پہنچنے سے پہلے شیوکا نیپالی اور واستو کے درمیان ہار جیت کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

شیوکا نیپالی کو میرا پتہ معلوم ہو چکا تھا پھر بھلا وہ کیسے نہ آتا۔ وہ تو تیر کی طرح اسٹیڈیم میں پہنچا تھا۔ وہاں میں نے واستو کے دماغ میں رہ کر دیکھا تو نیپالی تیزی سے اسٹیڈیم میں داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ واستو ایک زینے کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ شیوکا نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا پھر پوچھا:"کہاں ہے فرہاد؟"

"تمھارے سامنے کھڑا ہے۔"

"اچھا تو تم نے واستو کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تعجب ہے۔ میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"اگر سوچ لیتے تو کیا یہاں نہ آتے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا:"بیشک میں یہاں آنے سے ضرور کتراتا۔ میں جانتا ہوں تم نے پہلے چار دیواری کے اندر چیزی کے ذریعے مجھ سے مقابلہ کیا۔ میرے لڑنے کے انداز کو سمجھتے رہے۔ اب یہاں کھلے میدان میں مقابلہ کرنے آئے ہو تاکہ معلوم ہو کہ ان ڈور اور آؤٹ ڈور میں میرے فائٹنگ کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔"

"اب سوچنے سے کیا ہوتا ہے، مجھ سے مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔ بھاگنا چاہو گے تو تمھیں بھاگنے نہیں دوں گا۔ اس لیے چلو، زمین پر لیٹ جاؤ۔"

میں نے واستو کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ وہ تقریباً آزاد تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اپنی زبان بول رہا ہوں اور شیوکا نیپالی کو جواب دے رہا ہوں۔ میرے کہتے ہی شیوکا نیپالی فوراً ہی پھسل کر زمین پر لیٹ گیا۔ صرف لیٹا ہی نہیں تھا بلکہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا تیزی سے رینگتا ہوا واستو کے پاس پہنچا تھا۔ واستو بھی پھرتیلا تھا فوراً ہی چھلانگ لگا کر اس کے سرہانے پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ اس کے سر پر ٹھوکر مارنا چاہتا تھا مگر دوسری طرف شیوکا [illegible] کے عمل اور ردِ عمل کو خوب سمجھتا تھا اس لیے واستو کی ٹھوکر خالی گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ واستو کی ٹھوکر مارنے والی ٹانگ واپس اپنی جگہ آتی۔ شیوکا نے اس کی دوسری ٹانگ پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ واستو دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ [illegible] وقت ہی سمجھ گیا تھا کہ شیوکا اس کی گردن کو اپنی ٹانگوں کی گرفت میں لینے کے لیے آئے گا۔ وہ لڑھکتے ہوئے اس سے دور چلا گیا۔ شیوکا واقعی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا تیزی سے اس کی طرف آرہا تھا۔ واستو الٹی قلابازی کھا کر پھر اپنی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔

اِدھر وہ کھڑا ہوا۔ اُدھر شیوکا نے دونوں ہاتھوں کے بل اوندھے لیٹے لیٹے پچھلی ٹانگوں سے اچھل کر مقابل کے سینے پر لات ماری، جیسے گدھا اپنی پچھلی ٹانگ استعمال کرتا ہے۔ واستو لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس بار وہ جھنجلا گیا کیونکہ اب تک نیپالی کا ہی پلہ بھاری تھا۔ اسی نے بار بار حملے کیے تھے اور واستو کو حملہ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ جھنجلا کر حملہ کرتا میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے شیوکا سے دور لے گیا۔ پھر میں نے سمجھایا، "ہوش میں رہ کر مقابلہ کرو۔ غصے میں آؤ گے، جھنجلاؤ گے تو شکست کھا جاؤ گے۔ لو، میں تمھیں موقع دیتا ہوں۔ اس پر حملہ کرو۔"

یہ کہتے ہی میں نے شیوکا کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ میں اتنا سمجھ رہا تھا کہ مقابلے کی ابتدا سے اس نے سانس روک رکھی ہوگی مگر کب تک روک سکتا ہوگا۔ اس وقت تو یقیناً سانس لے رہا ہوگا۔ میں نے اپنے اندازے کے مطابق جھٹکا پہنچایا تو وہ تلملا گیا۔ اسی وقت واستو نے چھلانگ لگائی۔ دونوں ٹانگوں سے اس کے چہرے پر آکر کھڑا ہوا۔ وہاں سے اچھل کر اس کے پیٹ پر گیا پھر وہاں سے قلابازی کھا کر دوسری طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے بھی اس نے پلٹ کر ایک ٹھوکر شیوکا کے منہ پر ماری۔ ٹھوکر کھانے کے بعد زمین پر لڑھکتا ہوا وہ واستو سے دور جانے لگا۔ میں نے پھر اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچانے کی کوشش کی لیکن وہ سانس روکے ہوئے تھا۔

پھر میں نے واستو کے دماغ سے معلوم کیا شیوکا زمین پر چاروں شانے چت لیٹے ہی لیٹے گول چکر کھا رہا تھا۔ تیزی سے یوں گھوم رہا تھا جیسے گرد آلود ہوا کا بگولا زمین پر چکر کھاتے ہوئے فضا میں بلند ہوتا ہے۔ شیوکا بلند تو نہیں ہو رہا تھا مگر چکراتے ہوئے بڑی تیزی سے واستو کے قریب آرہا تھا۔ واستو نے چھلانگ لگا کر دور جانے کی کوشش کی۔ وہ کامیاب تو ہوا لیکن جہاں وہ پہنچا اس سے پہلے شیوکا پہنچ چکا تھا۔ وہاں اس نے ایک ایسی لات رسید کی کہ واستو اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ دھپ سے زمین پر گرا، دوسرے ہی لمحے واستو کی گردن شیوکا کی دونوں ٹانگوں کے درمیان پھنس چکی تھی۔

یہ وہی داؤ تھا جس کے ذریعے اس نے چیزی کو بے بس کیا تھا۔ میں نے اس پر غور کیا، اس نے دو خطرناک داؤ استعمال کیے تھے۔ ایک بار چیزی کی پشت پر سوار ہو کر اس کی دونوں ٹانگوں کو گرفت میں لے کر اسے پیچھے کی طرف یوں موڑنا شروع کیا تھا کہ چیزی کی ریڑھ کی ہڈی چٹخنے لگی تھی۔

اس وقت میں نے واستو کو اس داؤ سے بچانے کی حتی الامکان کوششیں کیں۔ واستو نے اپنے دونوں ہاتھوں کو شیوکا کی دونوں ٹانگوں کے درمیان رکھ لیا تھا اور پورا زور لگا کر اپنی گردن کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں واستو کی قوت کا اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ کتنی طاقت صرف کر رہا ہے لیکن شیوکا کی ٹانگیں تھیں کہ اس کی گردن سے الگ نہیں ہو رہی تھیں۔

اتنا ضرور ہوا کہ پوری قوت صرف کرنے کے باعث واستو کو ذرا سانس لینے کی مہلت مل گئی۔ اب اس کی گردن بری طرح پھنسی ہوئی نہیں تھی۔ واستو نے آہستگی سے اپنا ایک ہاتھ اپنی پتلون کی جیب کی طرف بڑھایا اور وہاں سے چاقو نکالنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد ہی شیوکا کی چیخ سنائی دی وہ تیزی سے لڑھکتا ہوا دور چلا گیا۔ واستو اپنی گردن سہلاتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چاقو تھا۔ وہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا شیوکا کی طرف تیزی سے جانے لگا۔ شیوکا خاموش لیٹا ہوا اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا جیسے ہی واستو نے چاقو سے حملہ کیا وہ کروٹ بدل کر ذرا دور چلا گیا۔ دوسرے ہی لمحے کروٹ بدل کر واپس آیا پھر اُس نے چاقو والے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اب دونوں کے درمیان طاقت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ واستو اس چاقو کو شیوکا کے سینے میں پیوست کرنا چاہتا تھا اور شیوکا لیٹے ہی لیٹے اس چاقو کو گھما کر واستو کی طرف بڑھا رہا تھا۔

اکثر لڑنے والے طاقت صرف کرنے کے دوران اپنی سانس روکے رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے شیوکا کے دماغ کو جھٹکا نہیں پہنچایا۔ میری ساری توجہ اس پر تھی کہ وہ چاقو واستو کی طرف نہ آنے پائے۔ میری اور واستو کی اس توجہ نے شیوکا کے لیے آسانی فراہم کی۔ پھر پتہ نہیں۔ اس نے کیسے لیٹے ہی لیٹے ایک گول چکر لگایا۔ اس طرح کہ چاقو والا ہاتھ اس کی گرفت میں رہا۔ واستو دوسری طرف اُلٹ کر گرا پھر اُس کے اوپر شیوکا چھا گیا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے واستو کی ایک کربناک چیخ سنائی دی۔ وہ خنجر واستو کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔

شیوکا نیپالی نے غصے سے دانت پیسنے کے بعد کہا۔ "فرہاد! اس کے ڈوبتے ہوئے دماغ سے بات سن لو۔ میں تمھاری چال کو سمجھ گیا ہوں۔ تم نے واستو کو یہاں مجھ سے الجھایا اور وہاں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو۔ شاید پہنچ چکے ہو۔ میں ابھی موت بن کر تمھارے سر پر پہنچتا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اس مکان کی طرف دیکھا۔ اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ مکان ایک سیاہ خاکے کی طرح نظر آرہا تھا۔ میں تیزی سے اُدھر بڑھنے لگا۔ جب قریب پہنچا تو اپنی تیز رفتاری کو سست رفتاری میں بدلنا پڑا۔ مکان کے آس پاس گہرا سناٹا تھا۔ اندر بھی خاموشی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں سب گونگے بستے ہوں۔

میں ایک دیوار سے جا کر لگ گیا۔ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں کہا:"تم کمرے میں قید ہو۔ کیا کسی کو بولنے پر مجبور کر سکتی ہو۔"

"کوشش کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے بند دروازے کو پیٹنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہا تھا:"کیا بات ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے اس ریوالور والے کے پیچھے دیکھا۔ وہاں دو آدمی اور کھڑے ہوئے نظر آئے۔ یعنی وہاں تین آدمی تھے۔ چوتھا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ بولی:"میں تمھارے اس نیپالی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

ریوالور والے نے اشارے سے پوچھا:"کیا بات ہے؟"

"میں تم سے کیا بول سکتی ہوں۔ تم لوگ گونگے بنے ہوئے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ ریوالور والے کے قدموں کی طرف دیکھ کر چیختے ہوئے بولی:"سانپ.....۔"

ریوالور والا ایک دم سے اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ اس سے توقع تھی کہ وہ گھبراہٹ میں کچھ بولے گا لیکن وہ بڑے چالاک تھے ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ اعلیٰ بی بی بھی کم چالاک

نہیں تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ داؤ خالی گیا ہے تو ایک دم سے چیختے ہوئے کمرے سے نکل کر بھاگنے لگی۔ ایک کمرے سے گزر کر دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔ باقی دو آدمیوں نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ وہ کترا کر آگے بڑھی۔ آگے زینہ تھا۔ وہ جان بوجھ کر زینے پر لڑکھڑائی اور گر پڑی۔ وہاں سے لڑھکتے ہوئے نیچے جانے لگی۔ بیشک اعلیٰ بی بی نے میری خاطر بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ جان بوجھ کر زینے سے لڑھکتے ہوئے، خود کو زخمی کرتے ہوئے نیچے پہنچ کر بے ہوش ہو گئی۔ تینوں دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ اسے ٹٹول کر دیکھنے لگے۔ نبض دیکھی۔ پھر اس کے سانسوں کی رفتار کو محسوس کرنے لگے۔

وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ سانس روکنے میں اسے مہارت حاصل تھی۔ یوگا کے ماہر ایسے وقت مردہ سے نظر آتے ہیں۔ وہ تینوں یقیناً پریشان ہو گئے ہوں گے۔ چونکہ اعلیٰ بی بی کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ بے ہوشی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس لیے میں اس کے ذریعے تینوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ہاں، محسوس کر رہا تھا کہ اسے تینوں نے اٹھا لیا ہے اور اب اوپر کی طرف جا رہے ہیں یعنی زینہ چڑھتے جا رہے ہیں۔ پھر اسے ایک کمرے میں لا کر ڈال دیا گیا۔

تب ایک نے کہا: "ارے، اس کے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔"

کسی نے اپنا سر اعلیٰ بی بی کے سینے پر رکھ دیا۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہاں سانس رکی ہوئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں قابو میں تھیں۔ یہی یوگا کے ماہروں کی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ انھیں یقین ہو گیا کہ وہ پہلے بے ہوش تھی، اب مر چکی ہے۔ سر اٹھا کر کسی نے کہا: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ تو ختم ہو گئی ہے۔"

اب میں بولنے والے کے دماغ میں تھا اور جس کے دماغ میں تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ اٹھتے ہوئے بولا: "وہ ختم نہیں ہوئی ہے۔ ہم سب ختم ہونے والے ہیں۔"

اس نے ریوالور کا رُخ اپنے ساتھیوں کی طرف کیا۔ اس کے ساتھی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے: "تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں، فرہاد کی زبان سے کہہ رہا ہوں۔ اعلیٰ بی بی اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ ڈرامہ ختم ہو چکا ہے۔"

اعلیٰ بی بی مسکراتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں ایک طرف گئی اور تولیے سے اپنے چہرے اور پیشانی کے لہو کو پونچھنے لگی۔ اسی وقت دو بار ٹھائیں، ٹھائیں کی آواز سنائی دی۔ دو دشمن ڈھیر ہو چکے تھے۔ تیسرا میرے قابو میں تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی تیزی سے زینے پر چڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ وہ چوتھا پہریدار تھا۔ جیسے ہی اوپر آیا، میں نے اسے گولی مار دی۔ وہ واپس زینے پر لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔ ریوالور والے نے اعلیٰ بی بی کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا: "میں تمھارا پرانا عاشق ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولی: "اب تم شرارت پر اُتر آئے ہو۔"

"شرارت سمجھو یا سنجیدگی۔ مجنوں نے لیلیٰ کی خاطر صحرا میں بھٹکتے ہوئے جان دی۔ فرہاد نے شیریں کی خاطر اپنے سر پر تیشہ مار لیا تھا۔ ہر سچا عاشق اپنی معشوقہ کے لیے خودکشی کرتا رہا۔ آج میں تمھارے لیے اپنی جان دے رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا لیا۔ پھر کہا: "میری جان ایک بار کہہ دو۔ فرہاد میں تمھاری ساحی ہوں۔ تمھیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ایک ادائے ناز سے کہا: "میں تو کبھی نہیں کہوں گی۔ یہ دیکھنا چاہوں گی کہ عاشق کس طرح جان دیتے ہیں۔"

"یہ بات ہے تو لو۔"

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کے سامنے کھڑا ہوا عاشق فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں تھا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اس پر جھک گئی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور لیا پھر اس کی کمر سے کارتوس کی پیٹی کھولنے لگی۔ میں نے کہا: "فوراً چلی آؤ۔ شیوکا یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے زینے سے اتری۔ اور اس مکان کے باہر آ گئی۔ میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ پہلے تو دشمن سمجھی تھی۔ پھر دوست کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے کچے راستے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "چلی آؤ۔ دشمن نے چیلنج کیا ہے کہ وہ موت بن کر میرے سر پر پہنچے گا۔ یقیناً آ ہی ہو گا۔"

وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میرے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ پھر اس نے کہا: "اس کچے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف چلنا چاہیے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن ہم راستہ چھوڑ کر بھٹک جائیں گے۔ یہ جنگل ہے اور جنگل میں بھٹکنا ہمارا مقدر بن جائے گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ اس طرح دشمن کی نظروں میں نہیں آئیں گے۔"

میں نے اس کی بات مان لی۔ کچے راستے کو چھوڑ دیا۔

دوسری طرف اس کے ساتھ چلنے لگا۔ ذرا دور جانے کے بعد ہی ہمیں اس اندھیرے میں تیز روشنی دکھائی دی۔ وہ روشنی ایک طرف سیدھی چلی جا رہی تھی۔ وہ کسی گاڑی کی ہیڈلائٹس تھیں اور وہ کچے راستے پر چل رہی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "یقیناً شیوکا پہنچ گیا ہے۔"

ہم وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلنے لگے۔ کبھی کبھی دوڑنے لگے۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد میں نے شیوکا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ پوچھا: "تم یہاں موجود ہو؟"

"موجود تھا۔ افسوس تمھارے ساتھی اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ تم نے چیلنج کیا تھا کہ میں بارہ گھنٹے کے اندر اعلیٰ بی بی کو لے جاؤں اور میں لے جا رہا ہوں۔"

اس نے طعنہ دیا: "کیسے بزدل ہو۔ مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ رہے ہو۔"

"تمھاری نظروں میں یہ بزدلی ہے۔ میری نظروں میں دور اندیشی ہے۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا ہوں۔ تمھارے آس پاس پانچ مسلح جوان ہیں۔ میں اتنا احمق تو نہیں ہوں کہ تم لوگوں سے تنہا لڑنے کے لیے ٹھہر جاتا۔ اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جب تمھاری موت آئے گی تو تم میرے سامنے خود بخود چلے آؤ گے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ یقیناً اسے غصہ آ رہا ہو گا کہ میں اس کے ہاتھ آ کر نکل گیا اور اعلیٰ بی بی کو بھی اس سے چھین کر لے گیا۔ ہم تیز تیز چل رہے تھے۔ اونچا نیچا راستہ تھا۔ کبھی کبھی پتھریلی زمین بھی محسوس ہوتی تھی۔ اس جنگل میں اونچی نیچی پہاڑیاں بھی تھیں۔ ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے اس مکان میں کوئی ٹارچ لائٹ تلاش نہیں کی۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ اصل راستہ چھوڑ کر اس طرح بھٹکنا ہو گا۔

چلتے چلتے اچانک ہی اعلیٰ بی بی ٹھوکر کھا کر گری۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ میں نے رک کر اس کی طرف جھک کر اسے سہارا دیا: "اٹھو ذرا سنبھل کر چلو۔"

وہ کراہتے ہوئے بولی: "اندھیرے میں نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔ ریوالور کہیں گر گیا ہے۔"

میں زمین پر بیٹھا اور دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر ریوالور کو تلاش کرنے لگا۔ وہ بھی تلاش کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں ہی ریوالور مل گیا۔ میں نے اس ریوالور اور کارتوس کی پیٹی کو اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے ساتھ بڑھنے لگی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے پوچھا: "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ خدا ہی جانتا ہے۔ پختہ سڑک نظر آئے گی تو ہمیں راستے کا علم ہو گا۔ راستہ ملے گا تو منزل بھی ملے گی۔"

"تم میرے چوروں کو اطلاع دے دیتے تو خطرہ مول لے کر آنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔"

"شیوکا نے کہا تھا کہ مجھے ہی آنا ہو گا۔ اگر میں نہ آتا کوئی دوسرا رہائی دلانے کے لیے آتا تو وہ تمھیں کبھی زندہ نہ چھوڑتا۔"

وہ چپ ہو گئی۔ خاموشی سے چلنے لگی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی انجانی مسافت طے کرنے کے بعد وہ تھک ہار کر بولی: "آخر کچھ پتہ تو چلے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

ہم ایک اونچے سے ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ میں ریوالور کے چیمبر میں کارتوس بھرنے لگا۔ اندھیرے میں آس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دُور دُور تک دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پتہ نہیں دشمن کہاں تھا۔ ہمارا تعاقب کر رہا تھا یا نہیں۔ میں نے کچھ معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے اپنے دماغ کے دروازے نہیں کھولے۔

یقیناً وہ محتاط ہو گیا ہو گا۔ پچھلی بار میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد اس کے آس پاس پانچ مسلح جوانوں کو دیکھ لیا تھا۔ اب وہ نہیں چاہے گا کہ میں اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا: "دشمن ہمیں اس تاریکی میں نہیں دیکھ سکے گا۔"

"ہم بھی اُسے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"پھر کیا ہو گا، ہم کہاں بھٹکیں گے؟ کیسے اس ہائی وے تک پہنچ سکیں گے؟"

"ذرا دیر خاموش رہو۔ میں رسونتی کی خیریت معلوم کر لوں۔"

میں نے اس کی خیریت معلوم کی۔ اسے تسلی دی کہ میں جلد ہی پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی بہت ہی مصروف ہوں۔ اسے سمجھانے کے بعد میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "رسونتی کہاں ہے؟"

"جہاں میں آج کل رہتا ہوں۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں۔ کہاں رہتے ہو؟"

"انھیں پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہوتا جو ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ کو تھام کر پوچھا: "کیا اب تک ناراض ہو؟"

"ناراضگی ایسی ہے جس سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ دیکھ لو۔ تمھیں بچانے کے لیے آیا ہوں۔"

"فرہاد! تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ تم اتنی شہرت رکھتے ہو۔ اپنی شخصیت میں اتنی کشش رکھتے ہو کہ دنیا جہاں کی حسین عورتیں

تمھارے پاس کھنچی چلی آتی ہیں۔ ایک میرے نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔"

"پہلے تم ہی کھنچی چلی آئی تھیں۔ ابتدا تم نے کی تھی۔ یہ کیسی بات ہے کہ ابتدا کرو اور انتہا تک پہنچنے نہ دو۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر دوستی اپنی انتہا کو پہنچے۔"

"بیشک ضروری نہیں ہے۔ اسی لیے میں انتہا تک پہنچنے والے راستے سے ہٹ گیا ہوں۔ خود کو روپوش کر رہا ہوں۔ پھر میرا پتہ کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیوں مجھے بھڑکا رہی ہو؟ کیوں مجھے انتہائی راستے پر لے جا رہی ہو؟"

وہ سر جھکا کر چپ ہو گئی۔ میں نے اٹھ کر اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی کو باندھتے ہوئے کہا "تھکن دور ہو گئی ہو تو اٹھو یہاں رات ہے۔ تاریکی ہے سناٹا ہے۔ تنہائی ہے۔ اس سے پہلے کہ مجھ پر انتہا پسندی کا الزام آئے میں تمھیں کسی آبادی تک پہنچا دینا چاہتا ہوں۔"

میں آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے پیچھے آنے لگی۔ بہت دور تک ہم آگے پیچھے چلتے رہے۔ ایک جگہ وہ پھر ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے سنبھل گئی۔ میرے بازو کو تھام لیا۔ پھر میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی "کب تک خاموش رہو گے؟"

"کوئی بات نہ ہو تو کوئی بات کیا کرے۔"

"میں کرتی ہوں۔ تم جواب دو۔"

"پوچھو۔"

"تم یوگا کی مشقیں کیوں نہیں کرتے؟"

"یہ نیا مشورہ دے رہی ہو۔"

"تمھاری بھلائی کے لیے دے رہی ہوں۔ اگر تم اس میں مہارت حاصل کر لو گے۔ سانس روکنا سیکھ جاؤ گے تو اپنے نفس پر بھی قابو پا سکو گے۔ یقین کرو جب میں تمھاری طرف جھکنے لگتی ہوں۔ تمھاری طرف کھنچی چلی آتی ہوں تو سانس روک کر اپنے خیال کو، اپنی تمام سوچوں کو ایک طرف مرکوز کر لیتی ہوں۔ تمھاری طرف سے ہٹا دیتی ہوں۔ اس طرح بہکتے بہکتے سنبھل جاتی ہوں۔ تم بھی ایسا کر سکتے ہو۔"

"شکریہ۔ میں انسان ہوں۔ کبھی کبھی بہکنا پسند کرتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تمھیں میری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تمھیں تمھاری منزل تک پہنچا کر دور ہو جاؤں گا۔"

"میں تمھیں دور نہیں ہونے دوں گی۔"

میں چلتے چلتے رک گیا۔ میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو سختی سے جکڑ کر کہا "نہ مجھے دور بھی نہیں جانے دیتیں۔ قریب بھی نہیں آنے دیتیں۔ مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ سانس روکنا بھول گئی۔ شیر اچانک ہی جھپٹ پڑے تو شکاری گولی چلانا بھول جاتا ہے۔ وہ جو اتنی دیر سے بول رہی تھی وہ اپنی گفتار بھول گئی تھی، اپنی رفتار بھول گئی تھی۔ ایسے ہی وقت کہتے ہیں کہ ہرن چوکڑی بھول گیا۔

میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا "دس بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ذرا رسونتی اور سونیا وغیرہ کی خبر لے لوں۔"

اعلیٰ بی بی خاموش رہی۔ میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بار بار دروازے کی طرف دیکھتی تھی۔ میں نے کہا "میں تمھارے پاس ہوں۔"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "ہاں، میں ہی ہوں۔ تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

"تم کہاں ہو۔ کیوں نہیں آ رہے ہو؟"

"بہت مصروف ہوں۔ دشمنوں سے سمجھوتہ نہیں ہوا ہے مگر ہو جائے گا۔ تم اطمینان رکھو۔ کیا تم نے کھانا کھا لیا ہے؟"

"میں تمھیں کھلائے بغیر نہیں کھا سکتی۔"

"مجھے واپس آنے میں پتہ نہیں کتنی دیر ہو۔ شاید رات گزر جائے۔ تم کب تک بھوکی رہو گی۔"

"یہاں دیکھ رہے ہو کیسی گہری تاریکی ہے۔ میں لائٹ آن کرنا نہیں چاہتی۔ دوسروں کو میری موجودگی کا علم ہو گا۔"

"کیا تم اندازے سے اندھیرے میں چلتے ہوئے کچن تک نہیں جا سکتیں۔ وہاں کوئی موم بتی ہو تو اسے جلا لینا۔ کھانا کھانے کے بعد بجھا دینا۔ پھر اپنے بیڈ روم میں جا کر سو جانا۔"

"میں اکیلی اتنے بڑے گھر میں جس حوصلے سے ہوں یہ میرا دل جانتا ہے۔ میں یہاں تنہا سو نہیں سکوں گی۔ چونک چونک کر اٹھ جاؤں گی۔"

"تم کھانے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمھیں سلا دوں گا۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اندازے سے چلتی ہوئی دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتی ہوئی کسی طرح کچن میں پہنچی۔ اسے معلوم تھا کہ لائٹر کہاں رکھا ہوا ہے۔ اس نے لائٹر کو اٹھا کر اس کی روشنی میں ایک کپ بورڈ سے موم بتی نکالی اور اسے جلا دیا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر بعد کھانے کے دوران پوچھا "کیا اعلیٰ بی بی تمھارے ساتھ ہے؟"

"ہاں، میرے ساتھ ہے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی۔ سوچتی رہی۔ میں اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ پھر اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا "وہ۔ وہ تمھارے پاس اکیلی ہے؟"

میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے شعور کے تہ خانے

میں یہ حسد اور جلاپا چھپا ہوا تھا کہ میرے ساتھ اتنی رات کو کوئی عورت کیوں ہے۔

میں نے کہا: "ہمارے ساتھ سپر ماسٹر کے آدمی ہیں اور اعلیٰ بی بی کا محافظ بھی ہیں۔"

اُسے اطمینان ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا "میرے ذہن میں اعلیٰ بی بی کا ہی نام آتا ہے۔ شاید اسی لیے کہ جس سامی نے محبت کی رنگینی اور سنگینی سے حاصل کیا، وہ ابھی تک اس رات کی تاریکی میں چھپی ہوئی تھی۔ میں اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا یا شاید اس لیے کہ سامی نے اعلیٰ بی بی کا کردار بڑی خوبصورتی سے ادا کیا تھا اور اب بھی کر رہی تھی کہ اعلیٰ بی بی کی حیثیت سے ذہن پر چھا گئی تھی۔ بہرحال اس نے پوچھا "بڑی دیر سے خیال خوانی ہے۔ خیریت تو ہے؟ رسونتی کا کیا حال ہے؟"

"وہ خیریت سے ہے۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے سلانے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو جاؤں گا۔"

جب رسونتی کھانے سے فارغ ہو گئی اور موم بتی لے کر اپنی خوابگاہ میں پہنچ گئی تو میں نے اُسے موم بتی بجھانے کے لیے کہا۔ میں جو کہہ رہا تھا وہ اس پر عمل کر رہی تھی۔ میری ہدایت کے مطابق اس نے کمرے میں اندھیرا کر دیا۔ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو میں دماغی طور پر واپس آ گیا۔

اعلیٰ بی بی ابھی تک میری پشت کی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کی طرف گھوم گیا۔ پھر ہم دونوں تھوڑی دیر تک گھومتے رہے۔ اس نے پوچھا "کیا رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے؟"

"میں پہلے سونیا اور پارس کی خبر لوں گا۔ آؤ ذرا دیر کے لیے بیٹھ جائیں۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں۔ تم اپنے چاروں طرف نظریں دوڑاتی رہنا۔"

میں اسے سمجھانے کے بعد سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرنے سے پہلے اس کے ماحول اور اس کے مزاج کو سمجھنے لگا۔ پتہ چلا وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بابا فرید واسطی کے علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ اس وقت اس نے چست پتلون اور سیاہ جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کی ایک جیب میں بھرا ہوا پستول تھا۔ دوسری جیب میں ایک چاقو۔ اس کا یہ لباس بتا رہا تھا کہ وہ کوئی بہت ہی اہم مرحلہ سر کرنے جا رہی ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ ایک ویران راستے سے گزر رہی ہے اور میں اچانک اسے مخاطب کروں گا تو کسی دوسری گاڑی سے ٹکرانے کا اندیشہ نہیں ہے تو میں نے اُسے مخاطب کیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "اتنی دیر بعد خبر لینے آئے ہو۔ میں تمھیں عزیز نہ سہی، اپنی اولاد کو تو یاد کر لیا کرو۔ کیسے بیدرد بے رحم باپ ہو۔"

"جب میرا بیٹا تمھارے اور مرجانہ کے درمیان ہے تو مجھے کس بات کی فکر ہو سکتی ہے کہاں ہے پارس؟"

"مرجانہ کے پاس۔"

"تم نے اُسے مرجانہ کے پاس تنہا کیوں چھوڑ دیا؟"

"مجبوری تھی۔"

"کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ وہ تنہا پارس کی حفاظت کر سکے گی؟"

"یقین نہ ہوتا تو چھوڑ کر نہ آتی۔ میں نے تمام حفاظتی تدابیر کر لی ہیں۔ مرجانہ کے باپ کی جو خفیہ دولت ہے اور جن ہیرے جواہرات کا تذکرہ ہم نے سنا ہے وہ ایک خفیہ تہہ خانے میں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ سائرہ بانو کے پاس اتنی دولت اور ایسے قیمتی ہیرے جواہرات ہیں کہ وہ پیرس کی امیر ترین خواتین میں شمار ہوتی ہیں لیکن اس کا ذکر یہاں کیوں ہو رہا ہے؟"

"چپ چاپ سنتے رہو۔ جس تہہ خانے میں یہ دولت ہے۔ وہ تہہ خانہ اس کوٹھی میں نہیں ہے۔ جہاں سائرہ بانو اور مرجانہ رہتی ہیں۔"

"پھر وہ تہہ خانہ کہاں ہے؟"

"جس کوٹھی میں یہ رہتی ہیں وہاں سے ایک خفیہ زمین دوز راستہ دوسری کوٹھی میں گیا ہے۔ وہ دوسری کوٹھی وہاں سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ اس دوسری کوٹھی تک پہنچنے کے خفیہ راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں ہیں۔ وہ رکاوٹیں مخصوص نمبروں کے ذریعے دور کی جاتی ہیں۔ پھر اس کوٹھی تک پہنچا جاتا ہے۔"

"تم مجھے کسی پُراسرار حویلی کا قصہ کیوں سنا رہی ہو؟"

"تم پھر بیچ میں بولے۔ چپ چاپ سنتے رہو۔"

"ایک تو اتنی دیر بعد ملاقات ہوتی ہے اس پر تم بیویوں کے سے انداز میں ڈانٹنے لگتی ہو۔ کچھ تو خیال کرو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"اپنا تعارف کرانے سے پہلے یہ نہ بھولو کہ میں سونیا ہوں۔ اُفوہ بات کہاں سے کہاں لے جاتے ہو۔ میں کہہ رہی تھی کہ اس دوسری کوٹھی میں پہنچنا دشمنوں کے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ اس وقت پارس، مرجانہ اور سائرہ بانو اور جمیلہ کی نگرانی میں ہے اور اس دوسری کوٹھی میں ہے۔ دشمن یہی سمجھ کر آ سکتے ہیں کہ پارس مرجانہ کے پاس ہوگا لیکن جب کوٹھی میں پہنچیں گے تو وہاں انھیں کوئی نظر نہیں آئے گا۔ بات سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا۔ یہ تم نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے پہلی بار ذہانت کا ثبوت دیا ہو۔"

"چلو اور تعریفیں کر دیتا ہوں۔ خوش ہو جاؤ کہ تمھارے جیسی ذہین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا: "اب بابا صاحب کے پاس جا رہی ہو؟"

"جب تم سوچ پڑھ لیتے ہو تو پھر پوچھتے کیوں ہو؟"

اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ بابا صاحب نے تمھیں کہا تھا کہ دو دن تک وہ مصروف رہیں گے تم بھی ان کے پاس نہیں جاؤ گی۔"

"اس کے باوجود میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان سے جاکر ملوں گی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ پارس کو اغوا کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ بابا خاموش رہے۔ پھر جمیلہ پارس کے ساتھ وہ ادارہ چھوڑ کر میرے پاس پناہ لینے آگئی۔ تب بھی بابا نے اپنی کوئی رائے پیش نہیں کی۔ کوئی اجنبی جوان پارس کو اغوا کرنے اس ادارے میں گھس آیا تھا۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا، اب ایسا کیوں ہوا؟ کیا ان سب باتوں کی خبر بابا کو نہیں ہوگی؟ اگر نہیں ہوگی تو پھر میرا فرض ہے کہ میں انھیں موجودہ حالات سے آگاہ کروں۔"

اس دوران وہ بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ گئی — اس نے کار روکی۔ اس کے سامنے ہی ایک بڑے گیٹ کے اوپر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ "دی انسٹیٹیوٹ آف ونڈرفل نیو جنریشن،، اس ادارے کی چاردیواری کئی میل کے رقبے کا احاطہ کرتی تھی۔ اس کے بڑے سے گیٹ پر دو مسلح گارڈ نظر آرہے تھے۔ سونیا نے کار سے اتر کر انھیں اپنی شکل دکھائی تاکہ گارڈ اسے پہچان لیں اور دروازہ کھول دیں لیکن وہ جوں کے توں رائفل کے کندے کو زمین پر ٹیکے کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا نے قریب جاکر دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ وہ بالکل مجسمہ نظر آرہے تھے۔ اس نے آواز دی۔ قریب پہنچ کر ایک ہاتھ لگایا تو وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔

سونیا نے دوسرے باڈی گارڈ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی رائفل کے کندے کو زمین سے ٹیکے چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ اسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ انھیں مار کر بت کی طرح کھڑا کر دیا گیا ہے۔

سونیا نے گیٹ کو ذرا سا دھکا دیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کھلے ہوئے دروازے سے دور دو منزلہ ہوسٹل نظر آرہے تھے۔ اس وقت سات بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ طلباء اور طالبات یقیناً کھانے اور گپ شپ میں مصروف ہوں گے۔ گیٹ کے قریب پہرے دار کے طور پر کچھ لوگ موجود رہتے تھے لیکن اس وقت سناٹا تھا۔ اس کی چھٹی حس نے بتایا کہ خطرہ ہے۔ دشمن کہیں آس پاس اس کی تاک میں چھپے بیٹھے ہیں۔

وہ گیٹ میں داخل ہونے کے بجائے ایک طرف چلتے ہوئے اس کیبن کی طرف گئی جہاں ایک مسلح گارڈ ہوتا تھا اور وہ ٹیلیفون کے ذریعے کسی بھی طالبہ یا طالب علم کو بتاتا تھا کہ اس کا فلاں ملاقاتی آیا ہوا ہے۔

سونیا نے وہاں جاکر دیکھا۔ وہ مسلح گارڈ چپ چاپ کرسی پر سیدھا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ ایک ٹک سامنے دیکھے جارہا تھا۔ یقیناً وہ بھی مر چکا تھا۔

وہ دوڑتے ہوئے اپنی کار کے پاس آئی۔ اور کار کو اسٹارٹ کیا اور ڈرائیو کرتے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہونے لگی گیٹ سے داخل ہوتے ہی اس نے رفتار بہت تیز کردی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسے کھٹا کھٹ کی آواز سنائی دی ایسا لگ رہا تھا جیسے گاڑی کی باڈی پر پتھر برسائے جارہے ہوں۔ وہ سیٹ سے نیچے جھک گئی تھی۔ اسے اس احاطے کا اندرونی راستہ معلوم تھا۔ وہ اسٹیرنگ کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے سیٹ کے نیچے جھکی ڈرائیو کر رہی تھی۔ تقریباً چالیس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اب گاڑی کی باڈی اور شیشے پر پتھر نہیں برسائے جارہے ہیں۔ وہ ذرا اٹھ گئی۔ اس نے اپنی پاس والی کھڑکی کے شیشے کو دیکھا وہاں پتھر نہیں برسائے گئے تھے بلکہ گولیاں برستی تھیں دشمن سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ دور سے صرف پتھر برسانے کے لیے چھپے بیٹھے ہوں گے۔ وہ تو جان کے دشمن ہوں گے دوسرے یہ کہ پتھر برسائے جاتے تو گاڑی کے شیشے چکنا چور ہوجاتے مگر وہاں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور استعمال کیے گئے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ وہ فائرنگ کی آواز کو ہوسٹل تک نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہوگا کہ آواز سن کر طلباء اور طالبات ادھر چلے آئیں گے۔"

میں نے کہا "جتنی خاموشی سے گیٹ پر پہرہ دینے والے مسلح گارڈز کو ہلاک کیا گیا ہے اس سے یہی پتہ چلتا تھا کہ وہ لوگ کھل کر مقابلہ نہیں کریں گے اور کوئی آواز والا ہتھیار استعمال نہیں کریں گے۔"

سونیا نے کہا "یہی بات میرے دماغ میں آئی تھی اس لیے میں نے سوچا کار میں بیٹھ کر حملہ کرنے والوں سے چھپ کر ادارے میں داخل ہوجاؤں گی، پھر دیکھا جائے گا۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی ایک طرف جارہی تھی۔ میں نے پوچھا "ادھر کہاں جارہی ہو؟"

"آگے ایک اونچی سی پہاڑی پر بابا صاحب کا کاٹج ہے۔ پہلے میں انہی کے پاس جارہی ہوں۔"

"نہیں سونیا، ہوسٹل کی طرف جاؤ۔ طلبا اور طالبات کو اس بات کی اطلاع دو کہ یہاں کتنی دور تک سازشیں کی جارہی ہیں۔ وہ سب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ بابا فرید واسطی کے ادارے میں کوئی دشمن داخل نہیں ہوسکتا۔ تم ان کی خوش فہمی ختم کردو۔"

اس نے گاڑی کو دوسرے راستے پر موڑ لیا۔ پھر وہ ہوسٹل کی ایک عمارت کے پاس پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مختلف طلبا اور طالبات سے مل کر انھیں خطرات سے آگاہ کررہی تھی۔ ہوسٹل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسنی پھیل گئی۔ سب جوش اور جذبے میں باہر نکل آئے۔

جوش اور جنون کی حالت میں بھی وہ اتحاد اور تنظیم کا خیال رکھتے تھے۔ وہ سب چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ہر ٹولی کا ایک لیڈر ہوگیا۔ سونیا انھیں بتارہی تھی کہ صرف دو ٹولیوں کو مین گیٹ کی طرف جانا چاہیے۔ باقی مرکزی عمارت کے چاروں طرف دور دور تک پھیل جائیں اور اپنے چھپے ہوئے دشمنوں کا سراغ لگائیں۔ وہ ابھی بابا صاحب سے مل کر آتی ہے۔

اس نے ایک طالب علم کی موٹر سائیکل لی۔ اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر اس پہاڑی کی طرف جانے لگی۔ وہ پہاڑی تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھی۔ اس نے پوچھا: "فرہاد! کیا تمھیں بابا صاحب کا لب ولہجہ یاد ہے۔"

"یاد ہوتا تو میں اب تک ان کے پاس پہنچ چکا ہوتا۔ میں تمھارے ذریعے پہلی بار ان کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ انھوں نے سختی سے مجھے چلے جانے کے لیے کہا۔ اس کے بعد میری جرأت نہ ہوئی کہ میں ان کے لب ولہجے کو بھی یاد رکھ سکتا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے۔ بابا ہم سے بے خبر کیوں ہیں؟"

"ظاہر ہے کہ وہ مراقبے میں ہوں گے۔ ایسی صورت میں دنیا والوں کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ وہ جہاں بھی ہوں گے، اپنے دھیان میں گم ہوں گے۔ شاید انھوں نے اپنے لیے کوئی وقت مقرر کیا ہوگا۔ اسی وقت وہ اپنے دھیان گیان سے واپس آئیں گے۔"

سونیا نے پہاڑی کے قریب پہنچ کر موٹر سائیکل وہاں چھوڑ دی۔ پھر اس پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ اوپر ایک کاٹج تقریباً برف سے لپٹا ہوا نظر آرہا تھا۔ وہ تیزی سے چل رہی تھی۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے مخاطب کیا: "اتنی دیر تک خاموش نہ رہو۔ کچھ مجھے بھی بتاؤ۔ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"ابھی مداخلت نہ کرو۔ تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔"

بیا پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کاٹج کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ احتیاطاً بے قدموں سے چلتی ہوئی کاٹج کے قریب پہنچ رہی تھی۔ پھر اس نے دھیمی آواز میں کہا "بابا صاحب میں بے وقت آنے اور مداخلت کرنے کی معافی چاہتی ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاٹج کے دروازے پر پہنچی۔ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ اندر نیم تاریکی تھی۔ اس نیم تاریکی میں بابا فرید واسطی صاف طور پر نظر آ رہے تھے۔ جہاں ان کے بیٹھنے کی جگہ تھی وہاں وہ پلتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ سانس روکے بیٹھے ہیں اور کسی دھیان میں گم ہیں۔

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا "فرہاد! یہ مراقبے میں ہیں۔ کیا میں انھیں مخاطب کروں؟ کہیں یہ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے؟"

"میں خود سوچ رہا ہوں۔ بزرگوں میں جتنی نرمی اور سنجیدگی ہوتی ہے۔ اتنا ہی جلال ہوتا ہے۔ غصے میں آ جاتے ہیں لیکن دوسری طرف ضرورت کا تقاضا ہے کہ انھیں مخاطب کیا جائے۔"

سونیا نے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے قریب جا کر انھیں دیکھا۔ [illegible] کرنے کی کوشش کی مگر حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر وہ دو زانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھ اس نے اپنے گھٹنوں پر رکھ دیے۔ پھر سر جھکا کر بولی "میں مداخلت کی معافی چاہتی ہوں۔ میرے حالات نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے۔"

وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ بابا صاحب کے جواب کی منتظر تھی مگر جواب نہیں ملا۔ اس نے آہستگی سے سر اٹھا کر دیکھا پھر اسی طرح ڈرتے ہوئے مخاطب کیا "بابا! میں سونیا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے بابا کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔ وہ آنکھیں جب پوری طرح کھل گئیں تو یوں لگا جیسے ان کی آنکھوں سے انگارے برس رہے ہوں۔ ایسی سرخ آنکھیں تھیں کہ آنکھیں نہیں ملائی جا رہی تھیں۔ سونیا نے نظریں جھکا لیں۔

ادھر نظریں جھکیں۔ اُدھر ایک زبردست ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بابا اس پر ہاتھ اٹھائیں گے۔ میں بھی حیران رہ گیا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھ کر بیٹھتی۔ ایک شپ کی آواز آواز آئی۔ جانے بابا کے پاس وہ ہتھیار کہاں سے آیا تھا۔ اس کے دستے سے ایک تلوار جیسا لانبا سا پھل نکلا پھر اس تلوار کی نوک سونیا کی گردن سے لگ گئی۔

ہم جو کبھی سوچ نہیں سکتے تھے وہ ہو رہا تھا۔ اسی لیے نہ تو سونیا کو سنبھلنے کا موقع ملا تھا، نہ ہی میں حالات کو سمجھ پا رہا تھا۔ اسی وقت بابا فرید واسطی کی گرجتی ہوئی آواز کاٹج کی محدود فضا میں گونجنے لگی: "بتاؤ، پارس کہاں ہے؟"

سونیا فرش پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ تلوار کی نوک ابھی تک اس کی ٹھوڑی سے نیچے لگی ہوئی تھی۔ [illegible] میں پارس کا نام گونج رہا تھا "پارس۔ پارس۔ پارس۔۔۔۔"

پھر بابا کی گونجتی، گرجتی ہوئی آواز سنائی دی "[illegible] تھا کہ پارس یہاں رہے گا تو ہماری نظروں میں رہے گا۔ ہم کسی دن بھی فرہاد کی کمزوری سے کھیل سکیں گے لیکن [illegible] پارس نے کئی اور تم نے وہاں سے بھی اسے غائب [illegible] آدمیوں نے سائرہ بانو کی کوٹھی کو کھنگال ڈالا ہے [illegible] نہیں آ رہا ہے۔ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

کاٹج کی نیم تاریکی میں بابا فرید واسطی کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اور وہ انگارے پوچھ رہے تھے [illegible] وہ بزرگ جو پارس کے لیے سلامتی کی تمنا [illegible] دشمن بن کر پوچھ رہے تھے پارس کہاں ہے؟

میں نے سونیا کے دماغ میں کہا "[illegible] بابا صاحب کی بزرگی کا بہت احترام ہو چکا۔ اب جوابی کارروائی [illegible]"

یہ کہتے ہی میں نے بابا کے دماغ کو ایک [illegible] پہنچانا چاہا لیکن وہاں سانس روک لی گئی۔ پھر بابا فرید واسطی نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ اتنا سمجھتا ہوں کہ تم سونیا کے ساتھ [illegible] تمھاری ٹیلی پیتھی مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا۔ [illegible] تلوار کی نوک سونیا کی ٹھوڑی کے نیچے چبھ رہی تھی وہاں سے اب خون بہہ رہا [illegible] میں نے غصے سے دانت پیسنے کے بعد کہا "مسٹر فرید واسطی! تم [illegible] کے دل و دماغ پر تمھاری پچھلی شخصیت کے تاثرات ہیں [illegible] لیے یہ بڑی شرافت سے فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ یہ اب تک تمھاری [illegible]"

فرید واسطی نے کہا "یہاں میں نے تمھارے دو عزیز اہم رشتے ہاتھ میں رکھے تھے ایک سونیا، دوسرا پارس۔ میں [illegible] ہوں دونوں میں سے تم کسی کو بھی کھو دینا نہیں چاہو گے۔ اگر سونیا کی زندگی چاہتے ہو تو اس سے کہو۔ پارس کو میرے حوالے [illegible] دے میں وعدہ کرتا ہوں تمھارے بیٹے کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچے گا ورنہ پارس کی حفاظت کی خاطر یہ ماری جائے گی۔ کیا تمھیں اس کی موت منظور ہے؟"

میں گم صم سا ہو کر سونیا کی آنکھوں سے سامنے بیٹھے بابا فرید واسطی کو دیکھ رہا تھا۔ اس بابا فرید واسطی کی بزرگی اور عظمت کا باب ختم ہو چکا تھا اور اس کی شیطانیت کا [illegible] شروع ہو رہا تھا۔ اس نے پھر گرجتے ہوئے پوچھا "پارس کہاں۔۔۔"

کاٹج کی محدود فضا میں بابا فرید واسطی کی گرجتی ہوئی آواز چند لمحوں تک

گونجتی رہی "پارس کہاں ہے؟ کہاں ہے۔ ہے۔ ہے۔۔۔؟"

پھر وہ گونج ختم ہوگئی۔ سونیا نے تلوار کے پھل کو ایک چٹکی میں دبا کر ذرا زور لگا کر اسے اپنے گلے کے پاس سے ہٹاتے ہوئے کہا "تم میرے بابا نہیں ہو۔"

فرید واسطی کا قہقہہ بلند ہوا۔ پھر اس نے کہا "میں نے تمھیں اپنے عمل کے ذریعے اور اپنی شخصیت کے ذریعے اس قدر عقیدت مند بنا لیا ہے کہ تم مجھے دشمن کسی حال میں نہیں سمجھو گی۔"

"میں تمھیں دشمن سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے بابا نہیں۔"

اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ تیور بدل گئے۔ اس نے گھور کر پوچھا "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"ایسے کہ بابا نے کبھی زخم نہیں لگایا۔" وہ اپنے گلے کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی "میرے گلے سے خون بہہ رہا ہے۔ اگر بابا ہوتے تو وہ اپنا ہاتھ اس زخم پر رکھتے اور یہ خون بند ہو جاتا، زخم بھر جاتا۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر تم میرا زخم بھر دو تو میں ابھی پارس کا پتہ بتا دوں گی۔"

پہلے تو وہ ہچکچایا، پھر غصے سے بولا "میں زخم بھرنے کے لیے نہیں، زخم لگانے کے لیے آیا ہوں۔ مجھے پارس کا پتہ چاہیے۔"

سونیا نے سخت اور مستحکم لہجے میں کہا "اور مجھے اپنے بابا کا پتہ چاہیے۔"

وہ غصے سے اٹھتے ہوئے چیخ کر بولا "تم ایسے نہیں مانو گی۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ کسی کو اندر بلاتے ہوئے اٹھ رہا تھا مگر اسے پوری طرح اٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ سونیا نے لیٹے ہی لیٹے اس کی ٹانگ پر ایک زور کی ٹانگ ماری۔ کاٹج کے اندر کئی قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی تھی۔ وہ دشمن جو کھڑا ہونا چاہتا تھا، سونیا کے وار سے سنبھل نہ سکا۔ دوسری طرف الٹ کر گرتے گرتے اس کی تلوار کی نوک اس کی پسلی کی طرف آ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک زور کا جھٹکا پہنچا دیا۔

یقیناً ایسے وقت جب انسان گرتے گرتے سنبھلنے لگتا ہے یا کسی آفت میں مبتلا ہوتا ہے تو سانس روکنا بھول جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچانے میں کامیاب رہا۔ ادھر اسے ذہنی تکلیف پہنچی، ادھر میں نے اس کے ہاتھ کی تلوار کو اس کی پسلی کے پاس چبھو دیا۔ پہلے تو وہ نوک چبھی پھر اس کے جسم میں اترتی چلی گئی۔

کاٹج کے اندر آنے والوں نے جب یہ دیکھا تو فوراً ہی لپک کر اس تلوار کو اس کے جسم سے ایک جھٹکے کے ساتھ نکال دیا۔ اس وقت تک سونیا اپنے پیروں پر کھڑی ہو چکی تھی اور لڑنے مرنے پر آمادہ تھی۔ میں نے اسے نہ تو لڑنے کا مشورہ دیا نہ مرنے کا، کیونکہ آنے والے دشمنوں کے ہاتھوں میں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔

ان ریوالور والوں کے گرم لباس پر کہیں کہیں برف لگی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سب جھونپڑی کے آس پاس برفیلی زمین کو کھود کر نیچے چھپے ہوئے تھے اور اب سونیا کو گھیرنے آ گئے تھے۔

ادھر جو دشمن بابا فرید واسطی کے روپ میں تھا اس کی حالت خراب تھی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ تلوار ایسی جگہ پیوست ہوئی تھی جہاں اس کی کوئی آنت یا رگ کٹ گئی تھی۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس کے دو ساتھی اسے فوری طور پر طبی امداد پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے سونیا کو سمجھایا "تم فی الحال خود کو دشمن کے حوالے کر دو۔ وہ دشمن جو اس وقت زخمی پڑا ہوا ہے اس کے دماغ کے راستے میرے لیے کھل گئے ہیں میں ان راستوں پر چل کر ابھی تمھارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں اس زخمی دشمن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ کمزوری سے کراہ رہا تھا۔ اس کے اندر اب اتنی سکت نہیں تھی کہ سانس روک سکتا۔ اب وہ میری موجودگی کو بھی اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "آہ، اب کیا ہوگا۔ کیا میں بچ جاؤں گا۔ یہ لوگ مجھے فوراً ہی طبی امداد پہنچانے کے لیے کہاں لے جائیں گے؟"

وہ کراہتے ہوئے سوچنے لگا "اور کہاں لے جائیں گے، زمین دوز راستے سے الیکٹرونا فارم لے جائیں گے۔ یقیناً کوئی ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے حالات سپر ماسٹر کو بتا رہا ہوگا۔ میرے لیے دنیا کے بڑے سے بڑے ڈاکٹر اور ماہر سرجن منٹوں میں الیکٹرونا فارم تک پہنچائے جا سکتے ہیں۔ میرا فوراً علاج ہوگا۔ آہ، مگر یہ دیر کیوں کر رہے ہیں؟"

میں اسی طرح اس کی سوچ کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ اس دوران سونیا کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے تھے۔ وہاں چار ریوالور بردار تھے۔ سب گیس ماسک پہنے ہوئے تھے۔ ایک گیس ماسک سونیا کو بھی

پہنایا گیا اور اس زخمی دشمن کو بھی جس کا نام موردانانا تھا۔ وہ اٹلی کا رہنے والا تھا۔ فرانسیسی بہت اچھی طرح بولتا تھا اور سپر ماسٹر کا بہت ہی چہیتا ماسٹر تھا۔

مجھے سپر ماسٹر پر غصہ تو آرہا تھا لیکن وہ غصے میں وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں تھا۔ جب تمام لوگوں نے گیس ماسک پہن لیے تو دو جوان اس جگہ آئے جہاں موردانانا۔ بابا فرید واسطی کے روپ میں ٹیلی پیتھی مارے مراقبے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس جگہ ایک بڑی سی چٹان رکھی ہوئی تھی۔ اس چٹان کو ایک طرف ہٹایا گیا تو اندر جانے کا راستہ نظر آنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "تم ان کے ساتھ جاؤ، مجھے معلوم ہے' یہ کہاں جانے والے ہیں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

میں پھر موردانانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "بابا فرید واسطی کو تو خوب جکڑ دیا گیا ہے۔ اب وہ۔۔۔"

میں نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی سوچ نے بات کو پورا کیا۔ "وہ اس وقت اٹلی کے سیون اپولو میں قیدی کی حیثیت سے پڑا ہوا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ بابا فرید واسطی ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد اور سونیا سے رابطہ قائم کرے اور انہیں وہ باتیں بتادے جو اب تک انہیں معلوم نہیں ہیں۔"

وہ کراہنے لگا۔ اس کی کراہتی ہوئی سوچ نے کہا۔ "فرید واسطی اس قابل نہیں ہے کہ خیال خوانی کر سکے۔ اسے کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی دوا ملا کر دی جا رہی ہے جس سے اس کا ذہن کمزور ہوتا جا رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "سیون اپولو۔"

وہ بے اختیار سیون اپولو کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ اٹلی کا ماسٹر تھا۔ اس نے شہر کے مضافاتی علاقے میں ایک بہت بڑی عمارت تعمیر کرائی تھی۔ اس کا نام اس نے سیون اپولو رکھا تھا۔ اسی عمارت کے تہہ خانے میں بابا فرید واسطی کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

میں کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت تک وہ کالج کے کمرے والے تہہ خانے میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں ایک سرنگ کہیں دور تک چلی گئی تھی یقیناً وہ سرنگ وال ارا ستہ الیکزونا فارم تک جاتا تھا۔ اس سرنگ میں لوہے کی چھوٹی پٹڑیاں بچھی ہوئی نظر آئیں۔ ان پٹڑیوں پر دو ٹرالیاں کھڑی تھیں۔ ایک ٹرالی پر موردانانا کو آرام سے لٹا دیا گیا۔ اس کے ساتھ دو مسلح جوان بیٹھ گئے۔ دو مسلح جوان سونیا کو دوسری ٹرالی میں لے کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے اسے اسٹارٹ کیا۔ سرنگ میں انجن کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ پھر وہ دونوں ٹرالیاں آگے بڑھنے لگیں۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا پھر طلبہ اور طالبات میں سے ایک طالب علم کے دماغ میں پہنچا، جس سے پہلے بھی سونیا کے ذریعے بات چیت ہو چکی تھی۔ اور آج بھی میں نے اس کی باتیں سنی تھیں لہٰذا اس کا لب و لہجہ یاد تھا۔ اس کا نام پیڈرو تھا۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ میں نے کہا۔ "پیڈرو! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ہم سے ملاقات ہو چکی ہے۔ سونیا نے ہماری ملاقات کرائی تھی۔"

اس نے اپنی سوچ میں کہا۔ "ہاں! اس ملاقات کو بھول نہیں سکتا۔ ڈائننگ ٹیبل پر ہم نے بڑی دیر تک باتیں کی تھیں۔ وہاں آپ نے ایک طالبہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک نظم سنانے پر مجبور کیا تھا۔ بڑا مزہ آیا تھا لیکن مجھے عجیب سا لگ رہا ہے بہت دنوں بعد آپ آتے ہیں۔"

"بہرحال یہ ملاقات رسمی نہیں ہے۔ میں بہت اہم گفتگو کے لیے آیا ہوں۔ اس وقت تمہاری مادام سونیا مشکل میں گرفتار ہیں۔"

وہ تن کر سیدھا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "یہاں تمہارے ادارے میں بہت سے دشمن گھس آئے ہیں' جو دوستوں کے روپ میں ہیں۔ انہیں پہچاننے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ تم اپنے اعتماد کے طلبہ اور طالبات کو ایک جگہ جمع کرو۔ میں بہت ہی اہم باتیں کہنے والا ہوں۔"

"جناب! پندرہ منٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں جو میرے آس پاس بیٹھے ہوتے ہیں' وہ میرے بالکل جانے پہچانے اور اعتماد کے لوگ ہیں۔ کیا کافی نہیں ہیں یہ؟"

"یہ لوگ کتنی تعداد میں ہیں؟"

اس نے ایک نظر چاروں طرف ڈالتے ہوئے کہا۔ "تقریباً پینتیس یا چالیس ہوں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہاری زبان سے ان لوگوں کو وہ باتیں سنا رہا ہوں۔ تم بھی سنتے رہو گے۔"

وہ کھڑا ہوا تو میں نے اس کے دونوں ہاتھ اٹھادیے۔ پھر وہ ایک مقرر کے انداز میں خطاب کرنے لگا۔ "میرے ساتھیو! اس وقت فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں موجود ہیں اور وہ میری زبان سے آپ کو کچھ اہم باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ آپ توجہ سے سنیں۔"

میں ان سب کو بتانے لگا۔ "بابا فرید واسطی صاحب کی جگہ ایک بہروپیا اس کالج میں پتہ نہیں کتنے دنوں سے تھا۔ اس کے متعلق بعد میں معلومات حاصل ہوں گی لیکن فوری طور پر جو معلومات حاصل ہوئی ہیں' وہ یہ ہیں کہ بابا یہاں سے

دور اٹلی کے ایک شہر کے مضافاتی علاقے میں قید ہیں ہم وہاں بھی جلد ہی پہنچ جائیں گے۔ فی الحال سونیا کو وہ لوگ اس کالج کے تہہ خانے میں لے گئے ہیں۔ اس تہہ خانے سے انہوں نے ایک سرنگ الیکٹرونا فارم تک کھودی ہوئی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ یہ الیکٹرونا فارم کہاں ہے؟"

اس کے متعلق وہ سب جانتے تھے۔ ایک نے جواب دیا۔ "ہاں، ہم سب جانتے ہیں۔ الیکٹرونا فارم یہاں سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔"

"وہ لوگ اس سرنگ میں ایک ریل کی پٹری پر ٹرالی کے ذریعے سفر کر رہے ہیں۔ میں نے بابا فرید واسطی کا بہروپ اختیار کرنے والے کو بری طرح زخمی کر دیا ہے۔ وہ لوگ اسے علاج کے لیے لے جا رہے ہیں۔ اب تم میں سے ایک ایسی ٹیم بنائی جائے جو وہاں الیکٹرونا فارم پہنچ جائے اور دور ہی سے اس فارم کو گھیر لیا جائے۔ جب تک میں نہ کہوں دشمنوں کو نہ چھیڑا جائے۔ میں تم لوگوں سے رابطہ قائم کروں گا اور تم لوگوں کو وہاں کے حالات بتاتا رہوں گا۔"

ایک جوان نے کہا۔ "کیوں نہ ہم اس کالج کے سرنگ والے راستے سے جائیں؟"

میں نے کہا۔ "میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ وہاں گھٹن بہت زیادہ ہے۔ اسی لیے وہ لوگ آکسیجن ماسک پہن کر گئے ہیں۔"

وہ لوگ الیکٹرونا فارم تک جانے کے لیے ایک ٹیم بنانے لگے۔ اس ٹیم کا ایک لیڈر مقرر کیا گیا۔ لڑکیاں احتجاج کرنے لگیں۔ ایک نے کہا۔ "ہر جگہ لڑکے لیڈر شپ حاصل نہیں کر سکتے۔ اس ٹیم کی لیڈر میں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، نادیہ کو لیڈر بنا دو۔ میں وہاں اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔"

پھر میں نے پیڈرو سے کہا۔ "تم یہاں کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ اور تمام استادوں کو بلاؤ۔"

یہ کہہ کر میں پھر موروانانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ بیہوش ہونا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کے دماغ میں ایک قوت پیدا کی اور یہ سوچ پیدا کی کہ سیون اپولو کے تہہ خانے میں پہنچنے کا کوئی دوسرا خفیہ راستہ ہے یا نہیں؟

اس کا ڈوبتا ہوا دماغ سوچنے لگا۔ سیون اپولو کی عمارت سات منزلہ ہے۔ دوسری منزل پر اس ماسٹر موروانانا کا اپنا ایک ذاتی کمرہ ہے۔ اس کمرے کے پیچھے ایک اور خفیہ کمرہ ہے۔ اس میں ایک لفٹ ہے جو اوپر جانے کے بجائے نیچے جاتی ہے اور تہہ خانے میں پہنچاتی ہے۔

میں نے اس کی رہائش گاہ کا پتہ معلوم کیا۔ اس کی پرسنل سیکرٹری کا نام اور پتہ معلوم کیا، پھر میں نے پوچھا۔ "کیا خفیہ راستے پر جانے کے لیے کوڈ ورڈز استعمال ہوتے ہیں؟"

اس بات کا وہ جواب نہ دے سکا۔ اس وقت تک اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔

میں پیڈرو کے پاس آیا۔ وہاں ماہر انجینئر، ڈاکٹر، مختلف قسم کے فائٹر اور بہت سے ماہرین جمع ہو گئے تھے۔ میں نے پیڈرو کی زبان سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ پیڈرو نے آپ کو موجودہ حالات سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ آپ کے اس عظیم ادارے کے بانی بابا فرید واسطی صاحب دشمنوں کی قید میں ہیں۔ وہ اس وقت کہاں ہیں، میں نشاندہی کرتا ہوں۔ کیا یہاں سیلی کاپٹر دستیاب ہو سکتا ہے؟"

ایک انجینئر نے اٹھ کر کہا۔ "جناب! آپ حکم دیں، یہاں سب کچھ حاضر ہو جائے گا۔"

"آپ اپنے تمام طلبہ اور طالبات میں سے ایسے ذہین اور حاضر دماغ جوانوں کا انتخاب کریں جو بابا صاحب کو وہاں سے رہائی دلا سکیں۔ اس وقت بابا صاحب اٹلی کے شہر روم اور نیپل کے درمیان ایک چھوٹے سے گاؤں گاکٹا میں ہیں۔ گاکٹا میں ایک سات منزلہ عمارت ہے جسے سیون اپولو کہا جاتا ہے۔ اسی کے تہہ خانے میں بابا صاحب کو رکھا گیا ہے۔ تمہاری منتخب کی ہوئی جو ٹیم جائے گی میں اس ٹیم کے لیڈر سے رابطہ قائم کروں گا اور اس کی رہنمائی کروں گا۔"

ان لوگوں نے اس ٹیم کے لیڈر کی حیثیت سے پیڈرو کا انتخاب کیا۔ میں نے کہا۔ "اور ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ سپر ماسٹر یا کسی دوسری تنظیم سے کسی طرح کی مدد نہ لی جائے۔ نہ ہی انہیں اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا جائے کیونکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سپر ماسٹر کی سازش سے ہی ہو رہا ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ اس وقت مجھے سپر ماسٹر پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ مگر میں تنہا ایک پہاڑی علاقے میں بیٹھا اس پر غصہ دکھا کر کیا کر سکتا تھا۔ مجھے اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا تھا۔

رات اب تاریک نہیں تھی۔ چاند پوری طرح نکل آیا تھا۔ جس پہاڑی پر ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی ڈھلان میں دور دور تک گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ دشمن کے لیے آڑ

ہوگئی تھی۔ اب وہ ٹارچ روشن نہ کرتا اور چاندنی میں ابھر چلا آتا۔ ہمارے لیے مشکل یہ ہوگئی تھی کہ ہم وہاں بیٹھ کر گھنے درختوں میں دور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ دشمنوں کو چھپ کر آنے کے لیے دور تک گھنے درختوں کا سایہ مل گیا تھا۔

لیکن میں "ہم" کا استعمال غلط کر رہا ہوں کیونکہ میں تنہا جاگ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی بڑی دیر تک میرا انتظار کرنے کے بعد ایک پتھر پر سر رکھ کر گہری نیند سو گئی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ میں نے لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر خوش ہو کر بولا۔ "جناب! حکم دیجیے بندہ حاضر ہے۔"

اس کی اس عاجزی اور انکساری پر مجھے غصہ نہیں آیا، کیونکہ وہ بالکل بے قصور تھا۔ میں نے اس کے ذہن کو اچھی طرح کھنگال لیا تھا۔ کئی بار اس کے تحت الشعور میں ڈوب کر میں نے معلوم کیا تھا۔ وہ میرے لیے مخلص تھا۔ سپر ماسٹر کے اندرونی منصوبے کیا ہوتے ہیں، وہ کس طرح دوسرے ذرائع سے سازشیں کرتا ہے یہ بات لندن کا ماسٹر نہیں جانتا تھا۔

میں نے کہا۔ "ماسٹر! میں ایک مشکل سچویشن میں ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ بابا فرید واسطی نے ایک بہت بڑا ادارہ قائم کر رکھا ہے جس کی اعلیٰ بی بی ان دنوں میرے ساتھ ہیں اور سونیا، پارس اور مرجانہ کے ساتھ بابا کے سائے میں رہتی ہے لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ اب وہاں گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"کیسی گڑبڑ جناب! آپ تفصیل میں نہ جائیں، مختصراً بتائیں۔"

اس نے کھانا چھوڑ دیا تھا اور میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "جس کالج میں بابا فرید واسطی مراقبے میں رہتے ہیں وہاں کسی دشمن نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ مجھے پتہ نہیں چل رہا ہے کہ بابا فرید واسطی کا کیا ہوا ہے۔ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے ضرور رابطہ قائم کرتے۔"

ماسٹر نے کہا۔ "پھر تو جناب یہی ثابت ہوتا ہے کہ بابا صاحب مارے گئے ہیں۔ وہ آدمی کون ہے۔ کیا آپ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں نے اسے کسی طرح زخمی کر دیا۔ خیال تھا کہ زخمی ہونے کی صورت میں وہ سانس نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے دماغ سے کچھ معلوم کر سکوں گا لیکن وہ بڑی اذیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میں اس کے دماغ کو ٹریپ نہ کر سکا۔ ٹریپ کرنے کا وقت آیا تو وہ بیہوش ہو گیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "مادام سونیا، مرجانہ اور پارس کہاں ہیں؟"

"مرجانہ اور پارس جہاں بھی ہیں بحفاظت ہیں البتہ ان دشمنوں نے سونیا کو گرفتار کر لیا ہے۔ اسے بے بس کر کے اپنے ساتھ کہیں لے جا رہے ہیں ـــــ میں سونیا کے دماغ میں ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ وہ کسی سرنگ سے گزر رہے ہیں۔ جب وہ کہیں پہنچائی جائے گی تو آپ کو بتاؤں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے ذاتی کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "آپ تھوڑی سی مہلت دیجیے۔ میں ابھی سپر ماسٹر کے ذریعے معلوم کرتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب میں دیکھنا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر کیا کرتا ہے۔ اتنا تو یقین تھا کہ وہ کھل کر دشمنی نہیں کرے گا۔ وہ پیچھے سے حملہ کراتا تھا اور سامنے سے آ کر مدد کرتا تھا جیسا کہ بڑی طاقتوں کا دستور رہا ہے۔

میں پھر ماسٹر نیومین کے پاس پہنچا۔ اس وقت تک وہ سپر ماسٹر کے نام اپنا پیغام ریکارڈ کرا چکا تھا اور تاکید کر رہا تھا "فوراً ہی جواب دیا جائے۔ فرہاد صاحب انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ماسٹر! ایک بات ابھی معلوم ہوئی ہے۔ بابا فرید واسطی نے بڑی اذیت میں مبتلا ہو کر مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ بہت تکلیف میں ہیں۔ انہوں نے رک رک کر کہا کہ سیون اپولو، روم اور نیپل کے درمیان گاکٹا نام کا چھوٹا سا گاؤں، وہاں سیون اپولو کے تہہ خانے میں وہ قید ہیں۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کے نام مزید پیغام ریکارڈ کرنے کا انتظام کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ایک بات آپ سپر ماسٹر کو میری طرف سے کہہ دیجیے کہ بابا فرید واسطی کی زندگی کا ثبوت مل چکا ہے۔ اب ان کی سلامتی ہمارے اور سپر ماسٹر کے دم قدم سے ہوگی۔ ہم سب کی یہ کوشش ہو کہ دشمن انہیں ذہنی طور پر ایسا نقصان نہ پہنچائیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہیں۔"

"آپ اطمینان رکھیں ابھی سب کچھ ہو جائے گا۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کے نام پیغام ریکارڈ کرانے لگا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ اتنی دیر تک کہاں رہے؟"

"جال بچھا رہا ہوں۔ دیکھو نتیجہ کیا نکلتا ہے۔"

"ایسا نتیجہ نہ نکالو کہ میں بڑی آسانی سے رہا ہو جاؤں اور مجھے ہاتھ پاؤں نہ ہلانا پڑیں۔ ایسی رہائی مجھے منظور نہیں ہے۔ ذرا مجھے بھی کچھ موقع دینا۔"

"فی الحال اپنے شوق کو کچل دو۔ یہ مقابلہ کرنے اور دشمنوں سے انتقام لینے کا موقع نہیں ہے۔ بابا صاحب کو دشمنوں کی قید سے چھڑا کر لانا سب سے اہم کام ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہمیں ہاتھ پاؤں نہ ہلانا پڑیں اور وہ رہا کر دیے جائیں۔"

"ہاں دیکھو۔ میں تو ہاتھ پاؤں ہلا بھی نہیں سکتی۔"

وہ ایک کرسی پر رسیوں سے بندھی ہوئی بیٹھی تھی۔ جو لوگ اسے گرفتار کر کے لائے تھے وہ کسی دوسرے کمرے میں تھے میں نے مودوانانا کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن بے سود وہ بیہوش پڑا ہوا تھا۔

میں نادیہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اور اس کے ساتھی الیکٹرونا فارم تک پہنچ گئے تھے اور اسے چاروں طرف سے اس طرح گھیر رہے تھے کہ فارم والوں کی نظروں میں نہ آ سکیں۔ میں نے پوچھا۔ "وہاں تم کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس نے کہا۔ "جناب! اس فارم میں صرف مویشی ہی مویشی نظر آ رہے ہیں۔ یہ فارم تقریباً دس ہزار گز کے رقبے میں ہے۔ درمیان میں ایک بڑا سا پختہ مکان نظر آ رہا ہے۔ اس مکان کے برآمدے میں ایک بوڑھا کرسی پر بیٹھا پائپ کے کش لگا رہا ہے۔"

نادیہ آنکھوں سے دوربین لگائے فارم کی طرف دیکھتے ہوئے کمنٹری کرتی جا رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "اب ایک قد آور شخص مکان کے اندر سے نکلا ہے۔ برآمدے میں آیا ہے وہ ریوالور سے سائلنسر نکال رہا ہے۔ اب اس نے سائلنسر کو جیب میں رکھ لیا ہے اور ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ رہا ہے۔ جناب! مویشیوں کی وجہ سے ہمارے لیے بڑی آسانیاں ہیں۔ آپ حکم دیں تو ہم یہاں سے رینگتے ہوئے آگے بڑھ سکتے ہیں اور مویشیوں کے درمیان چھپ کر اس مکان تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"نہیں، سونیا ابھی اس مکان کے اندر بخیریت ہے۔ اسے کوئی تکلیف پہنچے گی یا اس کی زندگی خطرے میں ہوگی، تب میں کوئی دوسرا حکم دوں گا۔"

میں پیڈرو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت ہیلی کاپٹر میں تھا اور ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا اٹلی کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ابھی میری ضرورت وہاں نہیں تھی۔ میں لندن کے ماسٹر نیومین کے پاس پہنچ گیا۔

اور ٹھیک وقت پر پہنچا۔ وہ ایک ٹیلکس مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس مشین سے ایک کاغذ باہر نکلتا جا رہا تھا اور اس میں سپر ماسٹر کے الفاظ درج ہوتے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مشین رک گئی۔ ماسٹر نے اس کاغذ کو مشین کے سرے سے پھاڑ کر اس کے دوسرے سرے کو تھام لیا۔ پھر پڑھنے لگا۔ اس میں سپر ماسٹر نے میرے نام لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد علی تیمور!

میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اپنی شرمندگی کا اظہار کر سکوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا ایک ماسٹر آپ کے خلاف ایسی سازش کرے گا۔

آپ نے میرے نام پیغام بھیجے۔ وقت بابا فرید واسطی صاحب کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کے مطابق انہوں نے بڑی عقل سے آپ سے خیال خوانی کی اور آپ سے رابطہ قائم کیا۔ ان کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ جنیگ والم اور نیپل کے درمیان ایک چھوٹا سا ٹاؤن گاٹنا ہے۔ وہاں جو سات منزلہ عمارت ہے اسے سیون اپولو کہتے ہیں اور وہ عمارت اٹلی کے ماسٹر کی ملکیت ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو یقین کریں میرا دماغ سن ہو گیا۔ میں اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگا۔ میرے اس ماسٹر مودوانانا نے بھی ویسی ذلیل حرکت کی ہے جو برما کے ماسٹر نے پچھلے دنوں آپ کے ساتھ کی تھی۔ اور آپ کے خفیہ حالات معلوم کرنے کے چکر میں رہا تھا۔

بہرحال آپ میری بلیک فورس کے متعلق اچھی طرح جان چکے ہیں۔ جب ایسے حالات میں ہمارا کوئی ماسٹر کسی دوسری تنظیم کے ہاتھوں بک جاتا ہے یا یہودیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جاتا ہے تو بلیک فورس میدان عمل میں آ جاتی ہے۔ میں نے اس بلیک فورس کو حکم دیا ہے کہ وہ فوراً ہی سیون اپولو کا محاصرہ کرلے۔ وہاں سے ماسٹر مودوانانا کی حاکمیت ختم کریں اور پہلی فرصت میں بابا فرید واسطی کو تہہ خانے سے نکال کر فوری طبی امداد پہنچائی جائے اور دیکھا جائے کہ ان کے ذہن کو تباہ کرنے کے سلسلے میں کیا سازشیں کی گئی ہیں۔

جناب فرہاد صاحب! آپ نے ماضی میں بھی دیکھا ہے جب بھی میرے کسی ماسٹر یا کسی ماتحت کی طرف سے کوئی گستاخی ہوئی یا آپ کو کوئی نقصان پہنچنے کی بات سامنے آئی تو میں نے جی جان سے اس کی تلافی کی ہے۔ اب بھی میں یہی کر رہا ہوں۔ میں نے ماسٹر مودوانانا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ وہ فرانس میں ہے۔ میں نے فرانس کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس ماسٹر نے بتایا کہ اٹلی کا ماسٹر مودوانانا پچھلے پانچ دنوں سے پیرس کے ایک دور افتادہ مضافاتی علاقے میں ہے۔ اس جگہ کا نام الیکٹرونا فارم ہے۔

میں نے فرانس کے ماسٹر کو مختصر طور پر موجودہ حالات سے آگاہ کر دیا ہے اور اسے بتایا ہے کہ اگر مادام سونیا کو ان لوگوں نے گرفتار کیا ہے تو یقیناً وہ مادام کو الیکٹرونا فارم میں لے

آئے ہوں گے۔ آپ اطمینان رکھیں، مجھے ذرا سی مہلت دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک گھنٹے کے اندر مادام سونیا آزاد ہو جائیں گی اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

یہ سپر ماسٹر کا وعدہ ہے کہ بابا فرید واسطی صاحب اور مادام سونیا کوئی نقصان اٹھائے بغیر آزاد ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ میرے ماسٹر نے جو غلطی کی ہے اور آپ کو اور آپ کے لوگوں کو جس طرح پریشان کیا ہے میں اس کی تلافی کسی اور طرح سے بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ حکم دیں کہ میں کیا کروں۔ میں بہت پریشان ہوں اور آپ سے شرمندہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ غلط انداز میں میرے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کریں گے۔

فقط: آپ کا خادم — سپر ماسٹر"

میں جانتا تھا کہ وہ اسی طرح چاپلوسی سے کام لے گا اور اپنی خدمت گزاری اور وفاداری کا سکہ بٹھانے کی کوشش کرے گا۔ میں نے ماسٹر نیومین سے کہا۔ "میں یہ پڑھ چکا ہوں۔ آپ میری طرف سے جوابی پیغام بھیج دیں کہ جب مجھے بابا فرید واسطی صاحب نے خیال خوانی کے ذریعے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے متعلق اطلاع دی تو میں نے فوراً اپنے آدمیوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں روانہ کر دیا۔ سپر ماسٹر کی بلیک فورس اگر سیون اپولو کا محاصرہ کر چکی ہے تو انہیں بتا دیا جائے کہ میرے آدمی بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ ان کا لیڈر ایک نوجوان پیڈرو ہے۔ سیون اپولو کے مین دروازے پر سفید جھنڈا لہرا دیا جائے اس طرح میرے آدمیوں کو پتہ چل جائے گا کہ وہاں خطرہ نہیں ہے۔ پیڈرو آ کر بلیک فورس کے لیڈر سے ملاقات کرے گا اور بابا صاحب کو اپنی نگرانی میں لے لے گا۔"

میں نے یہ بات پیڈرو کو بتا دی۔ اس کا سفر ابھی تک جاری تھا۔ پیڈرو نے کہا۔ "آپ نے جو ہدایات دی ہیں میں ان پر عمل کروں گا۔"

میں اسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اب وہ کرسی سے بندھی ہوئی نہیں تھی۔ وہ ایک میز پر کرسی رکھے اس پر چڑھی روشن دان سے دوسرے کمرے میں جھانک رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہ تم رسیوں سے آزاد کیسے ہو گئیں؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "پہلے تو میں بھی حیران رہ گئی تھی۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے میرے پیچھے کھلی ہوئی کھڑکی سے کوئی کمرے میں داخل ہوا ہو۔ میں نے ذرا سر گھما کر دیکھنے کی کوشش کی کوئی نظر نہیں آیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں کے پاس بندھی ہوئی رسی کو کوئی کھول رہا ہے۔ پھر کسی نے میری ہتھیلی کو زبان سے چاٹنا شروع کیا۔ تب میں سمجھ گئی کہ وہ کوئی کتا تھا اور میری رسی کی گرہ کھول رہا تھا۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "کیا کتے نے تمہیں آزاد کرایا ہے؟"

"ہاں جب میں آزاد ہو گئی اور اسے دیکھا تو فوراً پہچان گئی۔ وہ نادیہ کا کتا ہے۔ تم نادیہ کو نہیں جانتے۔ وہ ہمارے ہوسٹل کی طالبہ ہے۔"

"میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اسی کی لیڈر شپ میں یہاں بہت سے طلبا اور طالبات تمہیں رہا کرانے آئے ہیں اور میرے حکم کے منتظر ہیں۔"

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "جب اس کمرے کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے تو تم روشندان سے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اس طرف کتنے لوگ ہیں۔ اس کے بعد میں اس کتے کا انتظار کروں گی۔"

"کیا وہ پھر آئے گا؟"

"ضرور آئے گا اور اس بار میرے لیے ریوالور یا رائفل وغیرہ لے کر آئے گا۔ تم اس کتے کو نہیں جانتے۔ نادیہ اور دوسرے طالب علموں نے اسے بڑی اچھی ٹریننگ دی ہے۔ بڑے اچھے اچھے کمالات دکھاتا ہے۔"

میں نادیہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت کتا اسی کے پاس تھا اور اس کی جیب کی طرف منہ مار رہا تھا۔ نادیہ اپنی پتلون کی جیب پر ہاتھ رکھ کر پوچھ رہی تھی۔ "کیا چاہتے ہو؟ تم نے دیکھا ہے، میں نے اس جیب میں ریوالور رکھا ہے۔"

وہ پھر جیب کی طرف منہ لے جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "نادیہ! اس کتے کو ساتھ لانے سے پہلے تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ یہ تمہارے کنٹرول سے باہر ہو جائے گا اور اس مکان تک پہنچ جائے گا۔"

نادیہ نے شرمندگی سے کہا۔ "جناب! میں معافی چاہتی ہوں اور اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ ہم لڑکیاں لیڈر شپ کے قابل نہیں ہیں۔ میں کچھ اور سوچ کر اسے لائی تھی۔ پتہ نہیں یہ وہاں مکان میں جا کر کیوں واپس آگیا ہے اور اب کیا چاہتا ہے؟"

"وہ تم سے ریوالور مانگ رہا ہے۔ اسے دے دو اور جانے دو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ جیسے ہی ریوالور نکالا، کتے نے جھپٹ کر اسے اپنے منہ میں دبا لیا۔ پھر وہاں سے بھاگتا ہوا اس مکان کی طرف جانے لگا۔ نادیہ نے پوچھا۔ "جناب! ہم آگے بڑھنے کے لیے بے چین ہیں۔"

"تم سونیا کو نہیں جانتیں۔ وہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر

آزاد ہونے والی عورت نہیں ہے۔ جب تک اپنے ہاتھ پاؤں نہیں ہلائے گی۔ دو چار کو نہیں گرائے گی، اس وقت تک اپنی رہائی منظور نہیں کرے گی۔ اسے اپنی من مانی کرنے دو۔"

وہ آنکھوں سے دور بین لگا کر دیکھنے لگی۔ چاندنی میں چاروں طرف جمی ہوئی برف چمک رہی تھی۔ اس کے باعث چاندنی سے بھی زیادہ اجالا محسوس ہو رہا تھا۔ کتا اس وقت سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں بھی سونیا کے پاس تھا۔ وہ ریوالور لے کر اسے پچکار رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "یہ تو سمجھ میں آگیا کہ چاندنی میں یہ کتا یہاں تک آیا ہوگا لیکن اسے کیسے پتہ چلا کہ تم اس کمرے میں ہو؟"

"یہ میری بُو پہچانتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کھڑکی کے باہر دور دور قدموں کی آواز سنائی دی۔ کتا اسی طرف بھونکتے ہوئے جانے لگا۔ آخر کتا تھا اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ یہ مصلحت نہیں جانتا تھا کہ بھونکنا نہیں چاہیے۔ چپ چاپ کہیں دُبک جانا چاہیے۔ باہر سے کسی نے کہا۔ "ارے یہ کتا کہاں سے آگیا ہے؟"

اسی وقت کتے نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ سونیا کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ کتے نے اسے ریوالور نکالنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اس کے پیچھے آنے والا شخص ریوالور نکال چکا تھا لیکن اس سے پہلے ہی سونیا نے اس پر گولی چلا دی۔ وہ اپنے ریوالور سمیت زمین بوس ہو گیا۔ سونیا کھڑکی سے باہر نکلی۔ دوسرا شخص کتے سے الجھا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری اور اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

اب مکان کے دوسرے حصے سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "اسے زخمی کرو تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

سونیا نے اپنے ریوالور کی ایک گولی اس کے بائیں بازو میں اتار دی۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ کراہنے کے دوران اس نے مائی گاڈ کہا، اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے سونیا سے کہا۔ "میں اس کے دماغ پر قابض ہو چکا ہوں۔ اس کا ریوالور اسے دے دو۔"

سونیا نے ریوالور اس کے حوالے کر دیا۔ وہ ریوالور لے کر کراہتا ہوا وہاں سے اُدھر جانے لگا جدھر سے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ اچانک آنے والوں کا سامنا ہوا۔ وہ ٹھٹک کر دیوار کی آڑ میں ہو گئے، ایک نے پوچھا۔ "والٹن! کیا یہ تم ہو؟"

میں نے اس کی زبان سے کراہتے ہوئے کہا۔ "ہاں، میں ہوں۔ پتہ نہیں کس نے فائرنگ کی۔ ہمارا ایک ساتھی مارا گیا ہے ایک گولی میرے بائیں بازو میں لگی ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "تم ادھر چلے آؤ۔ ہم سونیا کے پاس جاکر اسے ریوالور کی زد میں رکھیں گے تاکہ اس کی مدد کو آنے والے ہم پر فائر نہ کر سکیں اور مزید نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس زخمی شخص کے ذریعے اس پر فائر کیا۔ وہ دوڑتے دوڑتے لڑکھڑا کر گرا اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ساتھ جو دوسرا تھا اس نے گھبرا کر اس زخمی کو دیکھا۔ پھر تیزی سے بھاگتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ مجھے اتنا موقع نہیں مل سکا کہ میں اس پر فائر کرتا۔ میں اس شخص کو دوڑاتا ہوا ادھر لے جانے لگا۔ اچانک اس طرف سے فائر ہوا اور وہ زخمی شخص تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ اب اس کا دماغ میرے لیے بیکار تھا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک کوریڈور سے گزر کر دوسرے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ تب اسے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ دیوار کے ایک موڑ پر ٹھہر گئی۔ کان لگا کر سننے لگی۔ کوئی دوڑتے دوڑتے رک گیا تھا۔ پھر کسی کو مخاطب کرتے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر الیکٹرونا! یہاں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں سونیا کی طرف جا رہا ہوں۔ تم ماسٹر موروانانا کو زہریلا انجکشن لگا دو۔ ادھر سے حکم آیا ہے کہ یہ زندہ حالت میں سونیا یا فرہاد کے ہاتھ نہ لگے۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کمرے کی طرف جانے لگا جہاں سونیا کو باندھ کر رکھا گیا تھا لیکن کوریڈور میں پہنچتے ہی گولی چلی اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر بوڑھے کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر الیکٹرونا! اپنا انجکشن اپنے پاس رکھو۔ ماسٹر موروانانا کو ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ ہم اس سے اصل راز اگلوائیں گے۔"

یہ سنتے ہی بوڑھا دوڑتے ہوئے کمرے کی طرف جانے لگا۔ سونیا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جلدی جلدی انجکشن کی سرنج تیار کر رہا تھا۔ سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ [illegible] ہے، میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ رہے ہو پھر بھی اسے انجکشن لگانا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں اپنے ایک ساتھی کا انجام نظر نہیں آرہا؟"

وہ کانپتے ہاتھوں سے سرنج کو لے کر ایک طرف ہٹتے ہوئے کہنے لگا۔ "جب تک میں زندہ ہوں، اپنے ماسٹر کا حکم ہر صورت میں بجا لاؤں گا۔"

وہ ایک شیشی کے پاس پہنچا جس پر زہر لکھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس شیشی کو ہاتھ میں لیتا، سونیا نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ بوڑھا بجلی کی تیزی کے ساتھ پلٹ کر سونیا پر اسی سرنج کی نوک سے حملہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف

ہو گئی۔ وہ اپنے ہی زور میں اوندھے منہ زمین پر گرا۔ سونیا نے اس کے سرنج والے ہاتھ پر پاؤں رکھ کر کہا۔ "بڈھے! میں تجھ پر کیا ہاتھ اٹھاؤں؟"

میں سونیا کے دماغ سے نکل کر نادیہ کے پاس پہنچا۔ پتہ چلا کہ وہ اور اس کے ساتھی گھیرا تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ "اجازت ہے اس مکان میں پہنچ جاؤ۔ اب کوئی دشمن نہیں رہا۔ سونیا وہاں تنہا ہے۔"

نادیہ فوراً ہی ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرنے لگی۔ وہ انہیں موجودہ سچویشن بتا رہی تھی۔ میں پھر سونیا کے پاس آگیا۔ سونیا نے بوڑھے کو زبردستی کھینچ کر ایک کرسی پر بٹھا دیا تھا اور کہہ رہی تھی۔ "تم اتنے بوڑھے ہو گئے ہو۔ اتنی زندگی گزار لی ہے کہ تمہیں مرنے کا بھی افسوس نہیں ہوگا لیکن مجھے مارنے کا افسوس ہوگا۔ بتاؤ تمہیں کس ماسٹر نے یہ حکم دیا ہے کہ اس بیہوش ماسٹر کو زہریلا انجکشن لگا کر ختم کر دیا جائے؟"

میں بوڑھے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں نہیں بتاؤں گا۔ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھے کسی طرح اس زخمی کو مار ڈالنا چاہیے۔ اسے مارنے کے بعد جب میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دوں گا کہ کام ہو چکا ہے تو پیرس کا ماسٹر کمفرٹ یہاں اپنے آدمی سونیا کی مدد کے لیے بھیجے گا اور اسے رہا کرا کے لے جائے گا لیکن اب تو رہا کرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس کمبخت عورت نے تو ہمارے سارے آدمی مار ڈالے۔ یہ عجیب بلا ہے۔ جیسا سنا تھا ویسا ہی پا رہا ہوں۔"

میں نے اس بوڑھے الیکٹرونا کے دماغ پر قابض ہو کر کہا۔ "سونیا! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ نادیہ اور اس کے ساتھی یہاں پہنچ رہے ہیں۔ تم اس بوڑھے کو اجازت دے دو۔ یہ زخمی ماسٹر کو زہریلا انجکشن لگائے۔ ہمیں جو معلومات حاصل کرنا تھیں، وہ حاصل ہو چکی ہیں۔"

سونیا ایک طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس بوڑھے کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ذرا چکرا سا گیا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ جاؤ، کیا یاد کرو گے۔ اپنا کام پورا کر لو۔"

بوڑھا اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ پھر وہ بے یقینی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے زہریلی دوا کے پاس جانے لگا۔ اس وقت تک بہت سے قدموں کی آہٹیں سنائی دینے لگی تھیں۔ اس نے پریشان ہو کر دروازے کے باہر دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ "فکر نہ کرو، یہ سب میرے ساتھی ہیں تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر آئی پھر نادیہ کو دیکھ کر کہا۔ "سب یہیں رک جاؤ، اندر کوئی نہ جائے۔"

اس وقت تک بوڑھے نے زہریلا انجکشن تیار کر لیا تھا اور اب ماسٹر موروانانا کے پاس جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خالی سرنج لے کر وہاں سے پلٹ گیا۔ اس نے سرنج کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "مادام سونیا! تمہاری یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پہلے تو مجھے روک رہی تھیں، پھر خود ہی اسے مار ڈالنے کی اجازت دے دی۔"

میں نے سونیا کی زبان سے کہا۔ "اس لیے اجازت دے دی کہ تمہارے دماغ سے فرہاد نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ پیرس کے ماسٹر کمفرٹ نے تمہیں اسے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔"

بڈھا بوکھلا کر اس کا منہ تکنے لگا۔ سونیا سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ پھر اس نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "الیکٹرونا! ہم یہ معلومات حاصل کر چکے۔ اب اگر تمہیں یہاں سے زندہ چھوڑ کر جائیں گے تو ماسٹر کمفرٹ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں تمہارے دماغ کے ذریعے اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ پھر یہ بات سپر ماسٹر تک پہنچے گی تو وہ بابا صاحب کی راہ میں روڑے اٹکا سکتا ہے۔ اگر تم مر جاؤ گے تو سپر ماسٹر اور ماسٹر کمفرٹ مطمئن ہو جائیں گے کہ ساری بات راز میں ہے اور یہ زخمی ماسٹر راز کھلنے سے پہلے ہی زہریلے انجکشن کے ذریعے مارا گیا ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا نے نادیہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اپنے ساتھیوں کو حکم دو کہ اس بوڑھے کو ختم کر کے یہاں سے چلیں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔"

وہ حکم دے کر ایک طرف چلی گئی۔ میں نے کہا۔ "اب تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے ادارے میں پہنچو۔ میں تھوڑی دیر بعد آکر بابا فرید واسطی صاحب کے متعلق تمہیں بتاؤں گا۔"

میں پیڈرو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ سیون اپولو کی عمارت کے سامنے پہنچا ہوا تھا۔ عمارت کے بڑے دروازے کے پاس ایک سفید پرچم لہرا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بلیک فورس کے لوگ وہاں پہنچ گئے ہیں اور پیڈرو کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پیڈرو نے آگے بڑھ کر بلیک فورس کے سربراہ سے ملاقات کی۔ پھر وہ تہہ خانے کی طرف جانے لگے۔

میں اس وقت تک پیڈرو کے ساتھ لگا رہا جب تک کہ بابا فرید واسطی کو تہہ خانے سے نکال کر آرام سے ایمبولنس میں نہ پہنچا دیا گیا۔ بابا صاحب کو روم کے ایک بہت بڑے ہسپتال میں لے جایا جا رہا تھا۔ میں نے ان کے دماغ میں جھانکنے

کی کوشش کی لیکن وہ بیہوش تھے۔ میں نے سونیا کو بتایا کہ اب ان کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جلد ہی ان کی خیریت کی اطلاع ملے گی۔ وہ آزاد ہو چکے ہیں۔

پھر میں نے سونیا سے پوچھا "اگر بابا میں اتنی مسیحائی ہے کہ وہ کسی کے زخم پر ہاتھ رکھ دیں تو زخم بھر جائے۔ بہتا ہوا خون رک جائے تو کیا وہ اپنا علاج آپ نہیں کر سکتے؟"

"میں کیا جانوں کہ ان میں کس حد تک مسیحائی ہے میں نے تو کبھی یہ بھی نہیں سنا ہے کہ بابا صاحب کسی کے زخم پر ہاتھ رکھیں تو وہ زخم بھر جاتے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا مطلب! اس وقت تم ماسٹر موسوانانا سے تو یہی کہہ رہی تھیں۔"

"اس وقت میرے ذہن میں یہی تدبیر آئی تھی کہ اس کی اصلیت اگلوانے کے لیے کوئی مکاری کرنا ہوگی۔ اسی لیے میں نے اس سے جھوٹ کہا کہ وہ بابا فرید واسطی ہے تو میرے بہتے ہوئے خون پر ہاتھ رکھے۔ خون رک جائے گا، زخم بھر جائے گا اور ایسا نہ ہوا تو پھر وہ بابا نہیں ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم نے واقعی ثابت کر دیا ہے کہ اوّل درجے کی مکار ہو۔ ماسٹر موسوانانا تمہاری اس بات سے چکرا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ بابا صاحب کا رول ادا نہ کر سکا۔ مائی ڈیر! مجھے تم پر فخر ہے۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنی ریڈیم ڈائل کی گھڑی دیکھی۔ چار بجکر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں دن نکلنے والا تھا۔ میں نے چاندنی میں حدِ نظر تک دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ کمبخت شیو کا نیپالی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھے تلاش کر رہا ہے یا نہیں؟ کیا وہ ساری رات میرے تعاقب میں بھٹکتا رہا ہے؟

یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے اچانک ہی شیو کا نیپالی کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا اور سانس روکنے کی کوشش کرتا، میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ بس اتنی سی دیر میں معلوم ہو گیا کہ وہ ایک آرام دہ بستر پر سو رہا تھا اور کسی کمرے میں تھا۔ اس کے بعد اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر غصے سے سوچا۔ "کمبخت، وہ کسی کمرے میں آرام دہ بستر پر رات گزار رہا اور میں یہ سمجھتا رہا کہ ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔ ادھر وہ سوتا رہا، ادھر اعلیٰ بی بی اپنی نیند پوری کرتی رہی۔ میری ہی تقدیر میں رات بھر جاگنا لکھا تھا۔"

میں نے رسونتی کی خبر لی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ اس کوٹھی کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو یا اس کے کمرے کے آس پاس ذرا سی بھی آہٹ ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ چونکہ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اس لیے اطمینان ہوا کہ وہاں کوئی گڑبڑ نہیں ہے اور وہ بخیریت ہے۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے ریڈ پاور کے باس اینجلو کے دماغ پر دستک دی۔ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے کہا "اینجلو! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری نیند خراب کی۔"

وہ جلدی سے بولا "کوئی بات نہیں باس! فرمائیے کیا حکم ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ میں کس طرح اعلیٰ بی بی کو نیپالی کی قید سے رہا کرا کے نکل رہا تھا کہ رات کو جنگل میں بھٹک گیا۔ اس وقت ایک پہاڑی کے دامن پر اعلیٰ بی بی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں مجھے راستے کا علم نہیں ہے۔ پتہ نہیں دن میں مجھے راستہ ملے گا یا اور بھٹک جاؤں گا۔

"جناب! آپ جہاں ہیں وہیں بیٹھے رہیں، میں ہیلی کاپٹر لے کر ابھی پہنچتا ہوں۔"

ابھی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابھی کہا اور ابھی پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر لے کر آنے میں وہ جتنی بھی جلدی کرتا، کم از کم آدھا گھنٹہ ضرور صرف ہوتا۔ پھر مجھے اور اعلیٰ بی بی کو تلاش کرنے میں بھی کچھ وقت صرف ہوتا۔ میں نے دیکھا۔ ابھی رات مہربان تھی۔ ابھی چاند ہماری محبت کا رازدار بن سکتا تھا اس لیے میں نے بڑی محبت سے جھک کر اعلیٰ بی بی کو بیدار کر دیا۔ اس کی آنکھیں فوراً ہی کھل گئیں۔ وہ خواب زدہ آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اسے ہوش آیا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ مسکرانے لگی "تم نے مجھے کیوں جگا دیا؟"

"دشمن نیند کے مزے لیں۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔"

"اچھا تو میں دشمن ہو گئی؟"

"میں تمہاری بات نہیں کر رہا ہوں۔ وہ شیو کا نیپالی آرام سے رات بھر سوتا رہا اور میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ تعاقب کر رہا ہے۔ ابھی میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تو وہ اٹھ بیٹھا۔ اب یقیناً پھر سو گیا ہوگا۔ ٹھہرو، ذرا میں اسے پھر جگا دوں۔"

یہ کہہ کر میں نے شیو کا نیپالی کے دماغ کو پھر ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر غصے سے مجھے یقیناً گالی دینا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔

کہیں گالی ملتی ہے کہیں پیار ملتا ہے۔ میں پیار سے ملنے آ گیا۔ اس نے بڑی پیار بھری سرگوشی میں کہا "فرہاد! میں کتنی نادان تھی۔ اپنی ساری مسرتوں سے دور بھاگ رہی تھی۔ تم بہت اچھے ہو، بہت ظالم ہو۔ نہ زیادہ دور جانے دیتے ہو نہ بہت قریب رکھتے ہو۔ اب بتاؤ مجھے کب اپنے سے دور کر دو گے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں ہمیشہ، ہمیشہ اسی طرح تمہاری چھاؤں میں رہوں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ابھی اسی وقت تمہاری چھاؤں میں زندگی کے دن پورے کر لوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "انسان کو جس سے محبت ملتی ہے وہ اسے اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا لیکن میری قسمت ہی ایسی ہے جو مجھے تن سے، من سے اور سو جتن سے چاہتا ہے، تقدیر اسے دور کر دیتی ہے۔"

وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "کیا کہنا چاہتے ہو کیا مجھے دور کر دو گے؟"

"میں نے کہا نا، میں نہیں تقدیر دور کرے گی۔ تم نے پوچھا نہیں کہ رات بھر کہاں رہا؟ اور تقدیر کیا تماشے دکھاتی رہی؟"

"ایسے وقت کوئی سوال کرنے کو جی نہیں چاہتا۔" پھر میں نے ابھی مناسب نہیں سمجھا کہ ابھی اسے سونیا اور بابا فرید واسطی کے متعلق بتاؤں۔

●

دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ ہی چٹان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ شرما رہی تھی۔ منہ سے بول نہیں سکتی تھی مگر سوچ کے ذریعے بہت سی باتیں کر رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر وہ بھی چونک گئی۔ سر اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

میں نے اینجلو سے کہا "میں ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہا ہوں۔"

وہ اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہوا نیچے دور دور تک دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "ہاں مجھے ایک پہاڑی نظر آ رہی ہے۔"

"کیا تم ہیلی کاپٹر کو یہاں اتارو گے؟"

"میرا خیال ہے آپ ہیلی کاپٹر میں سوار نہ ہوں تو بہتر ہے کیونکہ یہاں سے آپ فلائنگ کلب پہنچیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ دشمنوں کو یا ماسٹر کے آدمیوں کو معلوم ہو جائے یا کوئی اتفاقاً دیکھ لے تو آپ کا چھپنا بیکار ہو جائے گا۔"

میں نے تائید کی "یہ درست ہے۔ پھر کیا کرو گے؟"

کیشو کار لیے ہوئے ہائی وے پر موجود ہے۔ آپ اس سے رابطہ قائم کریں اور اسے بتائیں کہ آپ ہائی وے کے کس سمت ہیں اور وہ پہاڑی کون سی ہے تو کیشو اسی کے قریب ہائی وے پر کار لے کر پہنچ جائے گا۔"

پھر اس نے پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو، دور ڈیرا پہاڑی کے دامن میں دو ہیولے نظر آ رہے ہیں۔ یقیناً وہ فرہاد صاحب اور اعلیٰ بی بی ہو سکتی ہیں اس طرف چلو۔"

ہیلی کاپٹر ایک لمبا چکر کاٹ کر گھومتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس نے کہا "آپ مناسب سمجھیں تو میں یہاں ہیلی کاپٹر اتار کر اعلیٰ بی بی کو ساتھ لے جاؤں اور انہیں فلائنگ کلب تک پہنچا دوں۔ وہ اپنے آدمیوں میں پہنچ جائیں گی۔"

"یہ میرے ساتھ جائیں گی۔ تم ہیلی کاپٹر کو واپس لے جاؤ۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ڈیرا پہاڑی کہلاتی ہے۔ اب مجھے کس سمت جانا ہے، بتا دو۔"

"میں آپ کو صاف طور سے دیکھ رہا ہوں۔ آپ جس رُخ پر بیٹھے ہوئے ہیں اسی رُخ پر سیدھے چلے جائیں۔ تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آپ ہائی وے پر پہنچ جائیں گے۔ وہاں کیشو کار لیے آپ کا منتظر رہے گا۔"

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ میرا سہارا لے کر اٹھ گئی۔ پھر میں نے اسی رُخ پر چلتے ہوئے کیشو کو مخاطب کیا اور اسے بتایا کہ میں ڈیرا پہاڑی سے سیدھا ہائی وے کی طرف آ رہا ہوں۔

ہم ادھر جانے لگے۔ میں راستے میں اعلیٰ بی بی کو پچھلی رات کے واقعات سناتا رہا۔ تمام باتیں سننے کے بعد وہ پریشان ہو کر بولی "بابا صاحب دکھ مصیبت میں ہیں اور میں ان سے دور ہوں۔"

میں نے چلتے چلتے اسے مسکرا کر دیکھا تو وہ بولی "میں تو بڑی الجھن میں پڑ گئی۔ بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا بھی ضروری ہے اور میرا دل یہ کسی طرح نہیں مانتا کہ تم سے ایک لمحے کے لیے جدا ہو جاؤں۔"

"میں نے تمہیں پایا ہے تو تمہاری طلب اور بڑھ گئی ہے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

وہ خوش ہو کر رک گئی۔ میرا راستہ بھی روک دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہم پھر آگے بڑھ گئے۔ میں نے چلتے چلتے رسونتی کی خبر لی۔ وہ پانچ بجکر تیس منٹ پر بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی بیداری کا وہی وقت مقرر کیا تھا۔ اس وقت وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پچھلے دن کے دھلے ہوئے کپڑے پہن چکی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ بولی "تم کہاں رہ گئے ہو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ رات گزر گئی، مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ یقیناً تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سلا دیا تھا۔"

"یہی بات ہے۔ میں تمہارے پاس ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔ اعلیٰ بی بی میرے ساتھ ہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "رات بھر کہاں تھے؟"

یہ پوچھتے وقت اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ جیسے میں سامنے موجود ہوں اور وہ یہ سوال کرتے ہوئے کچھ شرما رہی ہو۔ کچھ جھجک رہی ہو۔ کچھ اپنا حق سمجھ رہی ہو۔ میں نے بات بنائی "ریڈ یادر کا باس اینجلو مجھے مجبور کرکے اپنے گھر لے گیا تھا اس وقت رات کے تین بج گئے تھے۔ میں نے اتنی رات کو واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ کوئی دشمن میرے لیے مصیبت بن سکتا تھا۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "اچھا ہوا جو نہیں آئے۔ اپنی حفاظت کا پوری طرح خیال رکھو۔ میں یہاں اکیلی ڈرتی رہتی ہوں اور اپنے اندر ڈوب کر سوچتی ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ میں اپنے لیے نہیں، تمہارے لیے ڈر رہی ہوں اور انجانے میں تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں مانگ رہی ہوں۔"

"رسونتی! تمہاری دعائیں قبول ہوتی رہتی ہیں۔ اسی لیے تو ہی بخیریت ہوں اور تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کہاں گئے تھے؟"

"رسونتی کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔"

"تم مجھ سے ناراض ہو کر چھپ گئے تھے۔ پاسٹر وغیرہ کو بھی اپنا پتہ نہیں بتایا۔ آخر کہاں چھپے ہوئے ہو اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ رسونتی تمہیں دیکھ کر سہم جاتی تھی۔ تم سے کتراتی تھی پھر تمہارے ساتھ تنہا چھپنے کے لیے چلی گئی؟"

"وہ لاکھ مجھ سے کترائے لیکن اس کے تحت الشعور میں میرے لیے اپنائیت ہے اور مجھ پر اعتماد ہے۔ اسی اعتماد کے سہارے وہ میرے ساتھ ہے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ہائی وے تک پہنچ گئے۔ کچھ فاصلے پر ہمیں ایک کار نظر آئی۔ میں نے پہچان لیا۔ کیشو کار کے باہر کھڑا ہوا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی طرف مخاطب کیا۔ اس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا پھر تیزی سے چلتا ہوا قریب آیا، میں نے کہا "یہاں سے ہم کسی سپر مارکیٹ میں جائیں گے۔ کچھ ضروری سامان خریدنا ہے۔ پھر پروفیسر ولادر زیدی کی کوٹھی جائیں گے۔"

ہم دونوں پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ کیشو نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "یہ پروفیسر زیدی کون ہے؟"

"میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ ماہر نجومی، قیافہ شناس۔"

ایک گھنٹے بعد کیشو نے ایک سپر مارکیٹ کے سامنے کار روک دی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تمہارا اور رسونتی کا قد ایک جیسا ہے۔ جسامت بھی تقریباً ایک ہی ہے۔ تم نے اس کا روپ بھی خوب اختیار کیا تھا۔"

وہ جھکی جھکی آنکھوں سے شرماتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "تم بہت ہی بدمعاش ہو جب میں نے رسونتی کا روپ اختیار کیا تھا تو تم نے اس سے بڑا فائدہ اٹھایا تھا۔ مجھے بے بس کر دیا تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم کیشو کے ساتھ دکان میں جاؤ اور رسونتی کے لیے ساڑی اور ریڈی میڈ بلاؤز وغیرہ لو۔ اپنی ضرورت کا بھی کچھ سامان خرید لینا۔"

وہ چلی گئی۔ اس وقت سات بج کر بیس منٹ ہو رہے تھے۔ اتنی صبح کوئی دکان نہیں کھلتی لیکن وہ دن رات کھلا رہنے والا اسٹور تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے رسونتی سے کہا "میں ایک دکان کے پاس رک گیا ہوں۔ تمہارے لیے ضروری ملبوسات خرید کر لا رہا ہوں۔ اطمینان رکھو۔ میں آجاؤں گا۔"

"میں کل سے یہی سن رہی ہوں کہ ابھی آ رہے ہو۔ آخر کب تک انتظار کروں؟"

"تھوڑی دیر اور۔"

"میں نے ناشتہ تیار کیا ہے۔ جلدی آجاؤ۔ پتہ نہیں رات کو کچھ کھایا بھی تھا یا نہیں۔"

اس کے کہنے سے مجھے یاد آیا کہ میں پچھلی رات بھوکا ہوں۔ یہ مہم جوئی کی زندگی بھی عجیب ہے۔ آدمی بھوکا رہنے اور رات بھر جاگتے رہنے کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ کبھی بھی بے خوابی کا احساس نہیں ہوتا۔ کبھی بھوک کا خیال نہیں آتا۔

میں نے اس سے رخصت ہو کر سونیا کی خبر لی۔ اس وقت وہاں رات کے تین بجے تھے۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ ذہن سے معلومات حاصل کیں۔ اس وقت وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی اور ایک سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے پشت سے ٹیک لگا کر سو گئی تھی۔ اس وقت وہ روم کے اس ہسپتال میں جا رہی تھی جہاں بابا فرید واسطی کو علاج کے لیے لایا گیا تھا۔

میں نے بابا صاحب کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس وقت وہ ہوش میں تھے اور خاموشی سے لیٹے ہوئے چھت کو تک رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ اس وقت دماغی طور پر کمزور تھے، لیکن سالہا سال تک دماغ کی وسیع کائنات میں زندگی گزارتے آئے تھے۔ دوسروں کے دماغ سے کھیلتے اور اپنے دماغ کو خیال خوانی کی وسعت دیتے چلے آئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ دماغی کمزوری کے باوجود مجھے محسوس کر رہے تھے لیکن یہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ دماغ میں کون ہے۔

میں نے کہا "بابا صاحب! میں آپ کا خادم فرہاد علی تیمور ہوں۔"

میری سوچ کی لہریں ان کے کمزور دماغ میں تھوڑی دیر تک ٹکراتی رہیں۔ وہ تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ ان کا سر دکھ رہا تھا۔ انہوں نے آہستگی سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ ابھی وہاں جانا، انہیں مخاطب کرنا اور ان سے باتیں کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے پیڈرو سے رابطہ قائم کر کے ان کے علاج کے متعلق معلوم کیا۔ اس نے بتایا "علاج بہت توجہ سے ہو رہا ہے۔ بلیک فورس کا سربراہ ڈاکٹروں کی نگرانی کر رہا ہے۔ وہ جلد ہی تک ہم سے باتیں کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔"

میں دماغی طور پر اپنی کار میں حاضر ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ راستے میں یہ طے پایا تھا کہ اسے ہر حال میں بابا صاحب کے پاس پہنچنا چاہیے۔ اس لیے وہ جائے گی لیکن اتنی جلدی بچھڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ چاہے تو یہاں رہے، چاہے تو چلی جائے اور میں جانتا تھا کہ ابھی وہ جائے گی بھی تو دل سے نہیں جائے گی۔ آخر اس نے طے کیا کہ آج کا دن، آج کی رات میرے لیے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ کل صبح یہاں سے بابا صاحب کی خدمت میں پہنچنے کے لیے روانہ ہو جائے گی۔

وہ شاپنگ کر کے آگئی۔ ڈھیر سارے پیکٹ نظر آرہے تھے۔ وہ سب ڈگی میں رکھ دیے گئے۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستے میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ اس خفیہ کوٹھی تک پہنچنے کے بعد مطمئن ہو گئے۔ دوست اور دشمن کسی کو بھی اس رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔ رسونتی گاڑی کی آواز سنتے ہی پہلے کھڑکی کے پاس آئی تھی۔ پھر مجھے کار سے اترتے دیکھ کر اس نے لپک کر دروازہ کھول دیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ جب اس نے اعلیٰ بی بی کو میرے ساتھ دیکھا تو ایک ذرا سی مرجھا گئی۔ حالانکہ میں اسے بتا چکا تھا کہ وہ میرے ساتھ آرہی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے قریب پہنچ کر مسکراتے ہوئے اس کی خیریت پوچھی۔ رسونتی جواب دینے کے بجائے گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ میں سوچ پڑھ سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی کا حلیہ اس کے دل میں شبہات پیدا کر رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی اس کی نظروں کو پہچان گئی۔ فوراً ہی سنجیدگی سے بولی "دیکھو بہن! دشمنوں نے میرا یہ حال کیا ہے۔ اگر فرہاد وقت پر نہ پہنچتے تو شاید میں اس وقت زندہ نظر نہ آتی۔ میرا یہاں تک زندہ سلامت چلے آنا شاید تمہیں ناگوار گزر رہا ہے۔"

رسونتی جلدی سے سنبھل کر بولی "نہیں تو۔ میں بھلا ناگواری کیوں محسوس کروں گی۔ تم اور تمہارے ساتھی ان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے دن رات مصروف رہتے ہیں۔ مجھے تو خوشی ہے کہ یہ بھی تمہارے کام آتے ہیں۔ باہر کیوں کھڑی ہو؟ اندر آجاؤ۔"

وہ دروازے سے ایک طرف ہٹ گئی۔ ہم اندر آگئے۔ کیشو کار سے تمام سامان اٹھا کر لے آیا۔ میں نے کہا "رسونتی! اس میں تمہارے لیے کچھ ملبوسات ہیں۔ انہیں دیکھ لو۔"

"بعد میں دیکھ لوں گی۔ ناشتہ تیار ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر چلو۔"

یہ کہتے ہوئے وہ کچن کی طرف جانے لگی۔ میں نے اور اعلیٰ بی بی نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ ہم پہلے غسل کرنا چاہتے تھے لیکن ہم چپ چاپ ڈائننگ روم میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم تینوں ناشتہ کر رہے تھے۔ کیشو وہاں سے جا چکا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تمہارا دن کے وقت یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ آج کا دن، آج کی رات یہاں گزارو، کل صبح ہوتے ہی تمہیں ایئرپورٹ پہنچا دیا جائے گا۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ تمہارے لیے کس طیارے میں سیٹ ریزرو ہو سکتی ہے۔"

پھر میں نے اعلیٰ بی بی کے ایک چور کو مخاطب کیا اور اس سے کہا "اعلیٰ بی بی کے لیے کسی فلائیٹ میں سیٹ ریزرو کراؤ۔ کل صبح کی کوئی فلائیٹ ہو تو بہتر ہے۔"

"جناب! ان کے ساتھ کتنے لوگ جائیں گے؟"

میں نے یہی سوال اعلیٰ بی بی سے کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "اصولاً تو سبھی کو میرے ساتھ جانا چاہیے۔ بابا صاحب کی خدمت میں ہم سب کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ ایسے وقت

وہ کچھ ضروری ہدایات دے سکتے ہیں۔"

"پھر تو تمہارے لیے ہمارا مخصوص طیارہ 'سونیا' مناسب رہے گا۔ تم اپنی پوری ٹیم کے ساتھ سفر کر سکتی ہو۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"اگر میرے تمام ساتھی میرے ساتھ چلے جائیں گے تو تمہارے آس پاس کون رہے گا۔ تم نے سپر ماسٹر کے متعلق جو کچھ بتایا ہے اس کے بعد ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ریڈ پاور والے بھی کسی موقع پر دھوکا دے سکتے ہیں۔"

"اچھا ٹھہرو، میں اس موضوع پر ابھی گفتگو کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اسی چور سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا کہ وہ طیارے 'سونیا' کو یہاں سے پیرس تک چارٹر کرائے اور اس سلسلے میں ضروری اجازت نامے حاصل کرے۔ اسے یہ ہدایات دینے کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "بیشک سپر ماسٹر اور ریڈ پاور والوں پر پوری طرح اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ ان سے ہم دشمنی بھی نہیں کریں گے لیکن دوستی اسی حد تک کریں گے کہ وہ ہمیں نقصان نہ پہنچائیں اور کبھی کسی ضرورت کے وقت ہمارے کام آجائیں۔ ہم بھی اس شرط پر ان کے کام آئیں گے کہ ہمارے ملک، ہماری قوم، ہماری انا اور ہماری غیرت کو کسی طرح ٹھیس نہ پہنچے۔"

"میں وہاں پہنچتے ہی باباصاحب سے اس سلسلے میں بات کروں گی۔ فی الحال تمہارے پاس میرے کچھ آدمی ضرور رہیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ سبھی کو ساتھ لے جاؤ۔ میں یہاں بالکل محفوظ ہوں اور کوشش کروں گا کہ رسونتی کے ساتھ اس کوٹھی سے باہر نہ نکلوں۔"

"یہ ماننے والی بات نہیں ہے۔ تم تلون مزاج ہو، ایک جگہ رہ نہیں سکتے۔ بہر حال میں اس بارے میں غور کرتی ہوں۔ میرے ماتحتوں میں کم از کم دو چار نام ایسے ضرور ہیں جو تمہارے آس پاس رہیں اور تمہارے دس دشمنوں پر تنہا بھاری پڑیں۔"

ان باتوں کے دوران میں نے اچانک ہی رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی۔ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے اور وہ سمجھ رہی تھی کہ ہم اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

وہ چونک کر بولی۔ "میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے۔ جو اچھے بُرے حالات مجھے پیش آئیں گے ان میں تم بھی شریک ہو گی۔ اس لیے تم ہی صحیح مشورہ دے سکتی ہو۔ مجھے اتنی بڑی دنیا میں تم سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے مشورے کو زیادہ اہمیت دیتا رہا ہوں اور آئندہ بھی دوں گا۔"

وہ اندر سے بہت خوش ہوئی مگر اوپر سے گہری سنجیدگی طاری رکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ اس نے کن انکھیوں سے اعلیٰ بی بی کو دیکھا، پھر کہا۔ "یہ تمہاری حفاظت کرتی ہیں، اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہارے کام آتی ہیں۔ جب میں یہ سوچتی ہوں تو اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھتی ہوں کہ میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتی۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ تم کیا ہو، کتنی اہم ہو، ان باتوں کو بھلا چکی ہو۔ اگر یاد ہوتا تو میرے کہنے کا یقین کرتیں۔ میری طرح تم بھی ٹیلی پیتھی میں اتنی مہارت رکھتی ہو کہ دشمن تمہارے نام سے تھراتے ہیں۔ تمہاری اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ تم میری وہ محبت ہو جو شادی کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم میرے بیٹے پارس کی ماں ہو۔"

یہ سنتے ہی وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر جانے لگی، میں نے کہا۔ "اسی لیے تو میں ایسی باتیں نہیں کرتا، تم شرما کر یا شاید ناراض ہو کر چلی جاتی ہو۔"

میں نے ناراض ہونے کی بات کہی تو وہ جاتے جاتے رک گئی۔ اس نے ذرا سر گھما کر گھونگھٹ کی اوٹ سے مجھے دیکھا، سر جھکایا، پھر وہاں سے چلی گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میں شرماتی ضرور ہوں مگر اب مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا۔"

وہ چلی گئی۔ پیٹ بھر کر ناشتہ کرنے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اب میں سونے جا رہا ہوں۔ شاید آج رات بھی جاگنا پڑے۔"

میں وہاں سے کچن میں آیا۔ پھر رسونتی سے بولا۔ "میں اپنے بیڈ روم میں سونے کے لیے جا رہا ہوں۔ میری عادت ہے کہ سونے سے پہلے کھڑکی دروازے اندر سے بند کر لیتا ہوں مگر تمہیں اس کمرے میں کوئی کام ہو تو میں دروازہ بند نہ کروں۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی۔ پھر آہستگی سے بولی۔ "احتیاط ضروری ہے، جانے کس وقت کیا ہو جائے۔ دروازے کو اندر سے بند ہی رکھو۔"

میں اپنے کمرے میں آیا۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ اور میرا دماغ بوجھل ہو رہا تھا، اس لیے پہلے میں نے غسل کیا۔ پھر بستر پر آکر لیٹا تو اپنے آپ کو بالکل ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ جی چاہتا تھا فوراً آنکھیں بند کر کے سو جاؤں لیکن ایک بار سونیا اور باباصاحب کی خیریت معلوم کرنا لازمی تھا۔ میں نے معلوم کیا۔ سونیا باباصاحب کے پاس پہنچ گئی تھی اور انہی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ باباصاحب سے پوچھ رہی تھی۔ "ان لوگوں نے اندر ہی اندر سرنگ کھود لی۔ جب وہ ایسا کرتے ہوئے کاٹیج کی تہہ میں پہنچے ہوں گے تو کیا آپ کو اس وقت پتہ نہ چلا؟"

باباصاحب نے نقاہت سے کہا۔ "سرنگ کھود کر کاٹیج تک پہنچنے کا کام ایک دو دن کا نہیں ہے۔ پتہ نہیں وہ کتنے مہینوں سے اور کتنے برسوں سے یہ کام کرتے چلے آرہے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ میں کبھی کبھی دو چار دن کے لیے اس کاٹیج سے چلا جاتا ہوں۔ ایسے ہی وقت وہ میرے کاٹیج کے تہہ خانے تک سرنگ کھودتے ہوئے پہنچ گئے تھے۔ میں جہاں مراقبے میں بیٹھا کرتا تھا وہاں سے وہ میرے کاٹیج میں چلے آتے تھے۔ آخری بار جب میں اپنے کاٹیج میں داخل ہوا تو انہوں نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا، اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرتا، انہوں نے ایک انجکشن لگا دیا، جس کے بعد میں ہوش میں نہ رہ سکا۔"

"اس اٹلی کے ماسٹر مورو دانا نے آپ کا روپ بڑی کامیابی سے اختیار کیا تھا۔ میں آخری وقت تک یہی سمجھتی رہی کہ وہ آپ ہیں۔ آپ مجھے اتنا بتا دیں کہ میری اور آپ کی آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟ کیا اس وقت جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں دو دن تک آپ کے پاس نہ آؤں۔ آپ مراقبے میں رہیں گے؟"

"یہ میں نے نہیں اسی بہروپیے نے کہا ہوگا۔ میں نے آخری بار جو تمہیں اطلاع دی وہ یہ کہ مرجانہ کی والدہ سائرہ بانو کی طبیعت بہت خراب ہے۔ اسے وہاں پہنچا دیا جائے۔"

خیال خوانی کے دوران میری سوچ کی لہریں کمزور پڑنے لگیں۔ میں بار بار وہاں سے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اونگھنے لگا تھا۔ نیند کا غلبہ تھا۔ میں سونیا کے پاس سے واپس آگیا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

چھ گھنٹے تک سونے کا ارادہ تھا۔ میری آنکھ دس بجکر پینتالیس منٹ پر لگی تھی۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ پانچ بجے تک آنکھ کھل جائے لیکن ساڑھے تین بجے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً ہی رسونتی کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ معلوم ہوا وہی دروازے پر کھڑی مجھے نیند سے جگا رہی تھی۔

میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے ہی دونوں ہاتھ جوڑے سر جھکائے یوں کھڑی ہوئی تھی جیسے بھگوان کے درشن ہونے والے ہوں اور وہ پوجا کے لیے تیار ہو۔ میں نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا، پھر ایک طرف ہٹ کر بولی۔ "بہت دیر سے سو رہے ہو۔ میں دوپہر کا کھانا تیار کر کے انتظار کر رہی ہوں۔ برداشت نہ ہوا تو میں نے آکر جگا دیا۔"

"یہ تو میں سمجھ گیا لیکن ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہنے کا مطلب تو یہی ہوا کہ مجھے اپنے شوہر کی حیثیت سے پہچاننے لگی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کاش میں اتنا ہی جان لیتی کہ وہ کون سا جذبہ ہے۔ کون سی بھولی بسری بات ہے جو مجھے انجانے میں تمہاری طرف کھینچ کر لے آتی ہے اور میں تمہارے سامنے یوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہنے پر مجبور ہو جاتی ہوں جیسے اپنے بھگوان کے سامنے پہنچ رہی ہوں۔ پتہ نہیں، میں کب تک اپنے مقدر کی تاریکی میں بھٹکتی رہوں گی۔"

میں نے نرمی اور محبت سے کہا۔ "پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ جلد ہی تمہاری یادداشت واپس آجائے گی۔ تم اعلیٰ بی بی سے کہو کہ ڈائننگ روم میں آجائے۔ میں منہ ہاتھ دھو کر آرہا ہوں۔"

"وہ بھی اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی ہے۔ تم کہتے ہو تو اسے بھی جگا دیتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں منہ ہاتھ دھونے کے لیے باتھ روم میں آگیا۔ اچانک مجھے جاوید کا خیال آیا۔ وہ شاید آج ہی برما پہنچنے والا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ واقعی وہ رنگون کے ایک ہوٹل میں موجود تھا، اور میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اسے اس بات کی پریشانی تھی کہ میں یا میرا کوئی آدمی اسے ایئر پورٹ لینے نہیں آیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ "جاوید! مجھے افسوس ہے، میں اتنا مصروف رہا ہوں کہ تمہیں لینے کے لیے ایئر پورٹ نہ آسکا۔ تم اس ہوٹل کا نام پتہ بتاؤ۔ میرے آدمی تمہارے لیے کسی مناسب جگہ رہائش کا انتظام کر دیں گے۔ اس کے بعد میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے ہوٹل کا پتہ بتایا۔ میں نے اس سلسلے میں رنگون کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "جناب! آپ کل سے کہاں غائب ہیں۔ ہم بے حد پریشان ہیں۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو سپر ماسٹر ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میں سپر ماسٹر کو سمجھا دوں گا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"پھر بھی جناب! ہمیں کچھ تو خدمت کا موقع دیجیے۔"

"اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میری آنجہانی ممی کی جائداد کا کیا ہوا؟"

"کل تک وہ تمام جائداد آپ کے نام ٹرانسفر ہو جائے گی۔"

"اس سلسلے میں میرا بھائی یہاں آیا ہوا ہے۔ میں پتہ بتاتا ہوں۔ آپ اسے ریسیو کریں اور ممی کی کوٹھی میں اس کی رہائش کا انتظام کر دیں — کل جو جائداد ٹرانسفر ہو گی، اس کا مختار نامہ آپ میرے اس بھائی جاوید کے نام کرا دیں۔ کوشش کریں کہ جاوید کو یہاں کی شہریت حاصل ہو جائے۔ یہ ایسی خدمات ہیں جس کی تکمیل کے بعد آپ کی تسلی ہو سکتی ہے کہ آپ نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔"

"میں ابھی آپ کے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ آپ صرف اتنا بتا دیں کہ آپ سے کسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے یا نہیں؟"

"یہ ملاقات ہی تو ہو رہی ہے۔"

اس نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں رو برو ملنے کی بات کر رہا ہوں۔ اگر مجھے یہ شرف حاصل ہو جائے تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "صاف کیوں نہیں کہتے کہ مجھے میری خفیہ پناہ گاہ سے نکالنا چاہتے ہو۔"

"میں کان پکڑ کر کہتا ہوں۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو محض سپر ماسٹر کی نظروں میں ایک اونچا مقام حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اسے بتانا چاہتا ہوں کہ آپ چھپنے کے باوجود بھی مجھ سے ملاقات کر لیتے ہیں۔"

"میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔ جس دن میری جائداد میرے نام ٹرانسفر کرنے کے بعد جاوید کو اس کا مختار مقرر کرو گے اس دن میں ایک شاندار پارٹی دوں گا اسی پارٹی میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

میں نے اس سے رخصت ہو کر جاوید کو اطلاع دی کہ رنگون کا ماسٹر اس کے پاس پہنچنے والا ہے۔ اس کے متعلق تفصیلات بتانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے چور سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ اعلیٰ بی بی کی روانگی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ کل صبح ہمارا خاص طیارہ "سونیا" یہاں سے اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھیوں کو لے کر پرواز کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہم تینوں ڈائننگ ٹیبل کے اطراف بیٹھ کر لنچ کرنے لگے تو میں نے اعلیٰ بی بی کو بتایا "تم کل دس بجے پیرس کے لیے روانہ ہو جاؤ گی۔ تمہارے ایک ماتحت نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔"

یہ بات بتا کر میں نے رسونتی کی طرف دیکھا، وہ بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانکا، اسے ایسی خوشی حاصل ہو رہی تھی جیسے ایک عورت کو اپنے مرد کے آس پاس دوسری عورتوں کا کانٹا صاف کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں نے بہت غور کیا ہے۔ میرے تمام ماتحتوں میں صرف ایک لڑکی ایسی ہے جو تمہارے دشمنوں پر بھاری پڑ سکتی ہے۔ میں اسے تمہاری حفاظت کے لیے بلانا چاہتی ہوں۔"

رسونتی نے کھاتے کھاتے رک کر اعلیٰ بی بی کو دیکھا، پھر پوچھا "کیا ضروری ہے کہ ان کی حفاظت کے لیے کوئی لڑکی ہو۔ کوئی مرد باڈی گارڈ نہیں ہو سکتا؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں فرہاد کے دشمنوں کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔ کیا تم منجالی کو یاد کر سکتی ہو؟"

منجالی کا نام سن کر وہ سوچنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ایسی کوئی اندیشے کی بات نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں اب منجالی کا زہر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے بہت اچھی طرح دوائیں دی تھیں، بڑی توجہ سے علاج کیا تھا۔ ایک ہی بار کے علاج سے اس کا زہر بالکل نابود ہو گیا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمہیں یاد نہیں آئے گا۔ وہ بہت خدمت گزار اور بہت ہی وفادار ملازمہ کی حیثیت سے پہلے بھی تمہارے پاس رہ چکی ہے۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! میری ٹیم کے سبھی افراد منجالی کی عزت بھی کرتے ہیں اور اس سے خوفزدہ بھی رہتے ہیں۔ خوفزدہ رہنے کی وجہ محض یہ ہے کہ کبھی بھولے سے اس کا جھوٹا پانی یا جھوٹا کھانا کسی کے زبان تک پہنچ جائے یا وہ غصے میں آ کر کسی پر مہربان ہو جائے تو اس کی مہربانی اور محبت بڑی مہنگی پڑتی ہے۔"

رسونتی نے ذرا مطمئن ہو کر پوچھا "کیا وہ زہریلی ہے؟"

"ہاں اس کو وش کنیا یا زہریلی دوشیزہ کہا جاتا ہے۔ اس کی پرورش دودھ کے بجائے زہر کے ذریعے ہوئی ہے۔"

رسونتی نے پھر اپنے اطمینان کے لیے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد اس لڑکی کو اپنی بیوی نہیں بنا سکتا؟"

"اسی لیے تو کہتی ہوں کہ سبھی اس سے خوفزدہ رہتے

ہیں لیکن وہ اتنی اچھی ہے کہ سب اس کی عزت بھی کرتے ہیں۔ اس کا بچپن افریقہ کے گھنے جنگلوں میں گزرا ہے اس لیے وہ جنگل کے جانوروں جیسی خاصیت رکھتی ہے۔ دور سے آنے والے ہلکے سے ہلکے قدموں کی چاپ بھی سن لیتی ہے۔ کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی چھٹی حس اسے چوکنا کر دیتی ہے۔"

رسونتی نے کہا "پھر تو یہ لڑکی بہت اچھی رہے گی۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ میرا مطلب ہے وہ فرہاد کے ساتھ رہے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرے کسی ساتھی سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ وہ منجالی کو یہاں پہنچنے کا حکم دے۔"

"کسی اور سے کہنے کی کیا ضرورت ہے، منجالی جیسی لڑکیاں بھلائی نہیں جاتیں۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو ابھی تک یاد رکھا ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اٹھتے ہوئے کہا "رسونتی! تم یہاں بیٹھو، میں کافی لاتی ہوں۔"

رسونتی نے اٹھتے ہوئے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم میرے ہاں آئی ہو، میری مہمان ہو۔ کل چلی جاؤ گی۔ میں کافی بناتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے جبراً کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں نے رسونتی سے کہا "تھوڑی دیر خاموش رہوں گا کیونکہ منجالی سے رابطہ قائم کرنا ہے۔"

رسونتی نے سر کو جھکا لیا۔ وہ تنہائی میں میری باتوں کا بہت کم جواب دیتی تھی۔ اپنی اداؤں سے ظاہر کر دیتی تھی کہ اس کا جواب کیا ہے۔ میں اپنی سوچ کی لہروں کو منجالی کے دماغ تک لے گیا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ منجالی کا زہریلا دماغ بہت حساس ہے۔ دماغ میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ فوراً محسوس کر لیتی ہے۔ وہ یوگا کی ماہر نہیں تھی لیکن سوچ کی لہروں کو سمجھ لیتی تھی۔ اس وقت وہ ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو بھی کرتی جا رہی تھی اور اپنے دماغ میں کوئی غیر معمولی بات بھی محسوس کر رہی تھی۔ میں نے کہا "فکر نہ کرو، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم اپنی بات مکمل کر لو۔"

میرا نام سنتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر پر اوور اینڈ آل کہا، پھر خوش ہو کر بولی "آپ جناب! آپ میرے پاس آئے ہیں، مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ چھت کی طرف سر اٹھا کر یوں دیکھنے لگی جیسے بہت بلندی پر مجھے تصور میں دیکھ رہی ہو، اور پرواز کرتی ہوئی اس بلندی تک آنا چاہتی ہو۔ میں نے پوچھا "ٹرانسمیٹر پر کس سے گفتگو ہو رہی تھی؟"

"جناب! وہاں ہیڈ کوارٹر سے یعنی انسٹی ٹیوٹ آف دی ونڈرفل جنریشن کے ایک منتظم نے اطلاع دی ہے ہمارے بابا فرید واسطی صاحب کے خلاف دشمنوں نے سازش کی ہے۔ انہیں اغوا کیا تھا۔ مادام کے ساتھ بھی کچھ زیادتیاں ہوئی تھیں لیکن اب وہ دونوں بخیریت ہیں۔ شاید مادام سونیا آج شام تک بابا صاحب کے انسٹی ٹیوٹ میں واپس آ جائیں گی۔ ہم لوگوں کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ تمام مصروفیات چھوڑ کر بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ بابا صاحب کی طرف سے ضروری ہدایات دی جائیں گی۔"

"میں جانتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور ان کے تمام ساتھیوں کو یہاں برما سے روانہ کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔ انشاء اللہ وہ کل شام تک پیرس پہنچ جائیں گے۔"

"ہمیں آپ کے متعلق اطلاع ملتی رہتی ہے۔ وہاں برما میں دشمن آپ کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے اڑ کر آپ کے پاس آ جاؤں۔ بابا صاحب اور مادام سونیا سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی بابا صاحب کی طرح آپ کی خدمت کروں اور وقت پڑنے پر دشمنوں کے لیے عذاب جان بن جاؤں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "جو تمنا دل کی گہرائیوں سے کی جائے وہ دعا بن کر عرش تک جاتی ہے اور قبول ہو جاتی ہے۔ سو تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ہے کہ میں یہاں تنہا نہ رہنے پاؤں۔ تم میری حفاظت کے لیے یہاں آ ؤ گی۔ بولو، کب وہاں سے روانہ ہو رہی ہو؟"

"جناب! آپ کب کی بات کر رہے ہیں؟ میں ابھی روانہ ہو رہی ہوں۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ مجھے کون سی فلائٹ میں سیٹ مل سکتی ہے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر جاوید کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ رنگون کے ماسٹر کے ساتھ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے کہا "مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ میں بہت مصروف تھا۔ بہر حال میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیا ہے۔ یہ رنگون کا ماسٹر ہے اور میری ہی ہدایت کے مطابق تمہیں آنجہانی ممی کی کوٹھی میں لیے جا رہا ہے۔ وہ تمہاری مستقل رہائش گاہ ہے۔ جلد ہی تمہیں میری تمام جائداد کا نگراں بنا دیا جائے گا۔"

اس سے تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی کافی لے کر آ گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ منجالی سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ وہ یہاں آنے کی کوشش کر رہی ہے۔ بابا صاحب کے جتنے طلبہ و طالبات اور جتنے عقیدت مند دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں انہیں اطلاع دے دی گئی ہے کہ وہ انسٹی ٹیوٹ آف دی ونڈر فل جنریشن میں حاضر ہو جائیں۔ بابا صاحب کچھ ضروری ہدایات دینے والے ہیں۔

کافی پینے کے بعد میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "اب میں اپنے دونوں دشمنوں اسٹونی راک اور شیو کا نیپالی سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"

رسونتی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آخر دشمنوں کو منہ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں خطرات کو دعوت دیتے ہو۔ کیوں اس خفیہ جگہ سے نکل کر دشمنوں پر ظاہر ہونا چاہتے ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا "میں باہر نہیں جاؤں گا، خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹنا چاہتا ہوں۔"

وہ مطمئن ہو کر میز پر سے کھانے کے برتن سمیٹنے لگی۔ میں نے ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "یہاں آکر تو میں بُری طرح پھنس گئی۔ تم سے دو باتیں بھی نہیں کر سکتی۔ جی چاہتا ہے اپنے دل کی باتیں خوب سناؤں لیکن رسونتی شیرنی کی طرح گھورتی رہتی ہے۔"

اسی وقت میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ سے رسونتی کی آواز سنی۔ وہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "تم بیٹھے ہی بیٹھے کہاں کھو گئی ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے چونک کر کہا "کہیں نہیں، میں کل یہاں سے روانہ ہونے کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ مجھے بابا صاحب کی فکر ہے۔ بیچارے بہت زیادہ بیمار ہیں۔"

"اتنے زیادہ بیمار ہیں تو تم نے آج کسی فلائیٹ سے اپنی سیٹ ریزرو کیوں نہیں کرائی؟"

"یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ میرے ساتھ بہت سے ساتھی بھی جا رہے ہیں۔ ان کے لیے ہمارا مخصوص طیارہ ضروری تھا اور یہ طیارہ کل سے پہلے پرواز نہیں کر سکے گا۔"

اعلیٰ بی بی رسونتی کے سامنے باتیں بناتی رہی اور میں اس کے دل میں جھانکتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔ کڑھنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ رسونتی کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھ رہی تھی۔ کانٹا تو وہ تھی لیکن میری شریکِ حیات تھی، میرے بچے کی ماں تھی۔ اس لیے اس کا ایک مقام تھا، ایک مرتبہ تھا۔ اس سے کڑھنے کے باوجود اس سے بیزاری ظاہر نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہرحال اس کا احترام لازمی تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "رسونتی کے ساتھ لگی رہو، اسے شبہ نہ ہونے دو۔"

اسے تسلیاں دے کر میں اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا جو اسٹونی راک کا علاج کر رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر اور اس کے ماتحت وغیرہ یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ سب شیو کا نیپالی سے خوفزدہ رہتے تھے۔ اس کا حکم تھا کہ اسٹونی راک کے سامنے کوئی اپنی زبان نہ کھولے۔ سب گونگے بنے رہیں ورنہ فرہاد ان کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ اگر ایک کے دماغ میں بھی پہنچا تو شیو کا نیپالی سب کا خاتمہ کر دے گا۔

اپنی جان کسے عزیز نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر اور اس کے ماتحت جب بھی اسٹونی راک کے سامنے علاج کے لیے جاتے تھے اپنے منہ پر ٹیپ چپکا دیتے تھے تاکہ کسی بھی موقع پر بے اختیار نہ بول پڑیں۔

اس وقت میں نے ڈاکٹر کی سوچ سے معلوم کیا کہ اسٹونی راک کے بائیں پاؤں کے گھٹنے کے نیچے ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اس لیے وہاں پلاسٹر کیا گیا ہے۔ باقی جسم کی مالش کی جا رہی ہے۔ اس مالش کے ذریعے اس کی ہڈیوں کا درد دور ہو جائے گا۔ اسٹونی راک پہاڑ جیسے جسم کا مالک تھا۔ دو پہلوان جیسے کٹھے نوجوانوں نے اس کے جسم کی مالش کی تھی۔ اب اس کے لیے وہ ڈاکٹر ایک انجکشن تیار کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ پچھلی رات ایسا ہی ایک انجکشن لگایا گیا تھا جس کے بعد اسٹونی راک کے بدن کی تکلیف دور ہو گئی تھی اور وہ ذہنی طور پر نارمل رہا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ اسٹونی راک دماغی طور پر نارمل رہے۔ کم از کم ذہنی اذیتوں میں مبتلا رہے تاکہ یوگا کے ذریعے میری سوچ کی لہروں کو نہ روک سکے۔ میں نے ڈاکٹر کی اپنی سوچ کے ذریعے معلومات حاصل کیں "ایسا کون سا انجکشن لگایا جا سکتا ہے یا دوا کھلائی جا سکتی ہے جس کے ذریعے مریض کا ذہن قدرے کمزور پڑ جاتا ہے؟"

جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے ڈاکٹر کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر اس انجکشن میں اس دوا کو حل کرا دیا۔ پھر اس کے دماغ کو میں نے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بُری طرح گھبرانے لگا۔ پھر اس نے کہا "ڈاکٹر! تم جان چکے ہو کہ میں تمہارے دماغ پر آ چکا ہوں۔ اس راز کو راز رکھنا چاہتے ہو تو جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو۔ یہ انجکشن اسٹونی راک کے جسم میں پیوست کر دو جاؤ۔"

اس نے سرنج کو ایک ٹرے میں رکھا۔ اس ٹرے میں اسٹونی راک کے لیے دوسری دوائیں بھی تھیں۔ پھر اس نے ایک نرس کو طلب کرتے ہوئے کہا "اسے لے جاؤ۔ پہلے دوا کھلانا، اس کے بعد انجکشن لگا دینا۔"

نرس نے خوفزدہ ہو کر کہا "وہاں شیو کا نیپالی موجود ہے، مجھے اس شیطان کے سامنے جانے سے ڈر لگتا ہے۔"

ڈاکٹر نے نرس کے منہ پر ایک ٹیپ چپکاتے ہوئے کہا "جب تم خاموش رہو گی، کچھ نہیں بولو گی تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ جانے لگی، میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ اسٹونی راک کے کمرے میں پہنچی تو میں نے اس کے ذریعے شیو کا نیپالی کو دیکھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا اسٹونی راک سے باتیں کر رہا تھا۔ نرس اپنی ڈیوٹی انجام دینے لگی۔ اسٹونی راک اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ نرس کے ہاتھ سے کیپسول لے کر کھا رہا تھا۔ پھر نرس نے اس کے بازو میں وہ انجکشن لگا دیا۔ شیو کا نیپالی نے کہا "اسٹونی! مجھے امید ہے کہ کل تک اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ تمہاری بائیں ٹانگ ایک ہفتے کے اندر پلاسٹر سے آزاد ہو جائے گی۔"

اسٹونی راک نے کراہتے ہوئے کہا "ذرا میں دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہو جاؤں تو اس چھوکری کو دیکھ لوں گا۔"

"تم چٹان کی طرح مضبوط اور دلیر ہو کر کراہ رہے ہو۔ کیا بات ہے؟"

"پتہ نہیں، یہ انجکشن لگنے سے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی نوک میرے دماغ میں آ کر چبھی ہو۔"

"بعض دوائیں ایسی ہوتی ہیں جو زہر کی طرح کڑوی ہوتی ہیں اور فوراً ہی دماغ کو چڑھتی ہیں لیکن ان کا نتیجہ بہرحال اچھا نکلتا ہے۔ ڈاکٹر تمہیں اچھی دوائیں دے رہا ہے۔ یہ ابھی تم نے کس چھوکری کو چیلنج کیا ہے؟" شیو کا نیپالی نے پوچھا۔

"وہی جو دریا کے کنارے ایک کاٹیج میں رہتی ہے۔ وہ کیا نام ہے اس کا، ہاں یاد آیا یومی۔"

شیو کا نیپالی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے پوچھا "اس چھوکری نے کیا کیا ہے؟"

"اسی نے مجھ پر جال پھینکا تھا اور میں بے بس ہو گیا تھا۔"

شیو کا نیپالی نے اپنی ران پر ہاتھ ملتے ہوئے کہا "یہ بڑی نا بات ہے۔ میں اتنی دیر سے سوچ رہا تھا کہ کس کے ذریعے فرہاد کو گھیرا جا سکتا ہے۔ اب میں...؟"

اس کی بات پوری نہ ہو سکی کیونکہ نرس دوا کی ٹرے اٹھا کر کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ میں اسی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اسٹونی راک کے ذریعہ سننا ضروری نہیں تھا۔ اس کے ارادے سمجھ میں آ گئے تھے۔ میں ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے دماغ سے معلوم کیا کہ دوسرا انجکشن کب لگایا جائے گا۔

اس کی سوچ نے کہا "اب انجکشن نہیں لگے گا، دوائیں دی جائیں گی۔"

"کسی دوا میں وہی دوا ملا کر دو جس کے ذریعے اس کا دماغ کمزور ہوتا جائے۔"

"جناب! میں یہی کروں گا، آپ اطمینان رکھیں۔"

"ابھی تو مجھے اطمینان ہے لیکن اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمہارے دماغ کو کرید کر معلوم کر لوں گا۔ اس کے بعد اپنا انجام خود سوچ لو۔"

اسے دھمکی دے کر میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ میں تصور میں رومانہ کو دیکھنے لگا۔ وہ رومانہ تھی یا یومی، دونوں میں سے جو بھی تھی اس وقت میری نظروں میں مجسم ہو رہی تھی۔ یقیناً وہ یومی ہی تھی کیونکہ بہت کمسن نظر آ رہی تھی۔ رومانہ کو مجھ سے بچھڑے ہوئے برسوں گزر گئے تھے۔ میں اسے تصور میں لاتا تھا تو یومی اس تصور پر حاوی ہو جاتی تھی۔

میں یومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ریڈ اوور کی مارشل آرٹ کلب میں موجود تھی۔ وہاں مارشل آرٹ سیکھنے والے بہت سے جوان لڑکے لڑکیاں موجود تھے۔ ریڈ اوور کا باس ایک اسٹیج پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ مارشل آرٹ کا بلیک بیلٹ ماسٹر بھی موجود تھا۔ یومی بھی وہاں بیٹھی تھی۔ اینجلو تقریر کرنے کے انداز میں کہہ رہا تھا "تم سب ماسک مین کے وفادار ہو۔ ریڈ اوور کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکے ہو۔ اس صلے میں تمہیں جو عیش و آرام نصیب ہوتا ہے جو معاوضہ ملتا ہے وہ دنیا کی کوئی دوسری تنظیم تمہیں نہیں دے سکتی۔ تمہیں اس فن میں اور زیادہ مہارت حاصل کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں میں نے یہ کلب تمہارے لیے قائم کیا ہے۔ تمہارے سامنے اس وقت دنیا کے سب سے خطرناک بلیک بیلٹ ماسٹر واشیدو کی تشریف فرما ہیں۔ تم سب ان کی صلاحیتوں کا اندازہ صرف اسی سے لگا سکتے ہو کہ انہوں نے فرہاد علی تیمور کی ایک اہم ساتھی مرجانہ کو ایک فولادی دوشیزہ بنا دیا ہے۔ وہ ایسی ناقابلِ شکست دوشیزہ ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے شہ زور ٹھہر

نہیں سکتے۔"

وہاں تقریر سننے والے تمام نوجوان لڑکے اور لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اینجلو نے کہا "تم میں سے جو بلیک بیلٹ حاصل کر چکے ہیں وہ اب ماسٹر والشوروکی کے شاگرد بنیں گے۔ بلیک بیلٹر ہونے کے بعد بھی کس طرح فولاد بنا جاتا ہے یہ سبق ان سے حاصل کریں گے۔ مسٹر والشوروکی تمہیں ٹریننگ حاصل کرنے کے آداب سکھائیں گے۔"

وہ بیٹھ گیا۔ سب تالیاں بجانے لگے۔ والشوروکی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مجھے تقریر کرنا نہیں آتا۔ میں صرف کام کرنا جانتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں تم میں سے کچھ لوگوں کو کچھ سکھانے کی ابتدا کروں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا کا سب سے بڑا شہ زور اور سب سے بڑا فاتح وہی ہے جو ہر حال میں اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھنا جانتا ہے۔ میرے پاس لڑنے اور دشمن پر غالب آنے کے بہت سے داؤ پیچ ہیں۔ میں بذاتِ خود ایک فولاد ہوں، اسی لیے دوسروں کو فولاد بنا سکتا ہوں۔ اس کے باوجود مجھ میں غرور نہیں ہے۔ مجھ میں غصہ نہیں ہے۔ کوئی کسی وقت بھی آزما لے، مجھے کسی حال میں غصہ نہیں آتا۔ اگر دشمن مجھے بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں تو میں بڑی سہولت سے سوچتا ہوں کہ ان کا جواب کس طرح دینا چاہیے یا ان کی زبان کس طرح بند کرنا چاہیے۔ تم اسی انداز سے دشمنوں پر غالب آسکتے ہیں۔ اگر دشمنوں کے سامنے غصہ آجائے، جوش اور جذبے میں اگر تم میں سے کسی نے لڑنے کی حماقت کی تو اس حماقت کا نتیجہ ہمیشہ شکست کی صورت میں سامنے آئے گا۔"

وہ بہت ہی اہم بنیادی باتیں سمجھا رہا تھا۔ جب وہ اپنی بات ختم کر کے بیٹھنے لگا تو تمام لڑکے اور لڑکیوں نے فرمائش کی کہ وہ اپنے لڑنے کے اسٹائل کا مظاہرہ کرے۔ ان کی فرمائش پر وہ اس ہال میں پہنچا جہاں مارشل آرٹ سکھایا جاتا تھا۔ وہاں وہ ان کے سامنے مظاہرہ کرنے لگا۔ دو دو چار چار کی ٹولیوں میں جوان لڑکے اور لڑکیاں بڑھ بڑھ کر اس پر حملہ کرتے تھے۔ وہ روکتا تھا اور انہیں سمجھاتا جاتا تھا کہ کس طرح حملہ کرنے والوں کے تیور کو ایک نظر میں بھانپ لینا چاہیے۔

میں نے باس اینجلو کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "فرمایئے جناب! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"جہاں تم نے رہنے کی جگہ دی ہے۔ وہاں ہم بخیریت ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ والشوروکی کو تنہا کسی کمرے میں لے جائیں اور اس سے باتیں کریں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ والشوروکی کو کسی ضروری بات کے بہانے ایک کمرے میں لے گیا۔ وہاں میں نے اینجلو سے کہا "والشوروکی سے کہیے کہ میں یہاں موجود ہوں اور اس سے آپ کی ... کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اینجلو نے یہ بات والشوروکی کو بتائی۔ وہ بہت ... ہوا، اس نے کہا "میں نے جب سے سنا ہے کہ مرجانہ ... کے ساتھ رہنے لگی ہے تو یقین کیجیے میرا دل بہت چاہتا ... کہ فرہاد صاحب سے کبھی ملاقات ہو۔"

میں نے اینجلو کی زبان سے کہا "ماسٹر والشوروکی! ... فرہاد بول رہا ہوں۔ مجھے بھی اس وقت خوشی محسوس ہو رہی ... بلکہ اس بات پر فخر ہے کہ میں ایک بہت بڑے مارشل ... کے فن کار سے ملاقات کر رہا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے کہ آپ دماغ کے اندر پہنچ کر بھی ... ہیں، کیا یہ سچ ہے؟"

"میں ابھی آپ کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔ آپ ... ہی کی سوچ کے ذریعے گفتگو کروں گا۔ لب و لہجہ میرا ہو گا۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر ... کہا "اس وقت میں آپ کے دماغ میں موجود ہوں۔ آپ ... میں سوچتے ہیں یہ سوچ ذرا بدلی ہوئی ہے۔ میرا لب و لہجہ آپ پہچان سکتے ہیں۔"

"میں پہچان رہا ہوں اور مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ واقعی آپ نے بہت ہی حیرت انگیز علم حاصل کیا ہے۔"

"آپ بھی حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتے ہیں۔"

"آپ میری مرجانہ بیٹی کے متعلق مجھے کچھ بتائیں۔ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟"

"ان دنوں پیرس میں ہے اپنی والدہ کے ساتھ۔ ... یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس کا مزاج بہت ہی نرم ہو ... جیسا آپ چاہتے ہیں کہ لڑنے والے کو ٹھنڈا دماغ رکھنا ... آج کل اس کی یہی حالت ہے۔"

"تعجب ہے۔ اس میں ایسی تبدیلی کیسے آگئی؟"

میں نے بابا فرید واسطی کے متعلق بتایا۔ یہ بھی بتایا ... مرجانہ کی برین واشنگ کس طرح ہوئی تھی۔ بات ... نکلتی گئی۔ پھر بات یہاں پہنچی کہ میرے کچھ جانی دشمن ... پیچھے پڑے ہوئے ہیں جن میں سے چار ہلاک ہو چکے ... باقی ابھی زندہ ہیں۔"

والشوروکی نے یہ تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میری ...

خوش نصیبی ہے کہ میں ایسے وقت برما پہنچا ہوں۔ یقیناً آپ کے دشمنوں پر برا وقت آپہنچا ہے۔ میں انہیں آپ تک پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔ آپ سے ایک گزارش ہے کہ مجھ سے دوبدو ملاقات کریں۔"

"ضرور کروں گا لیکن ابھی آپ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیجیے۔"

"جو دشمن ابھی میرے پیچھے پڑا ہوا ہے اس کا نام شیوکا نیپالی ہے۔ میں اس کے لڑنے کا انداز آپ کو بتاتا ہوں۔"

میں نے شیوکا نیپالی کے متعلق تفصیلات بیان کیں پھر اسے بتایا "اب وہ پومی کے ذریعے مجھے گھیرنا چاہتا ہے۔ یقیناً پومی کو اغوا کرے گا یا اسے کوئی نقصان پہنچائے گا تاکہ میں اس کی مدد کے لیے پہنچوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کم از کم دو چار دن پومی کے ساتھ رہیں۔"

"آپ دو چار دن کی بات کر رہے ہیں، جب تک شیوکا نیپالی اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا اس وقت تک میں پومی کے ساتھ رہوں گا۔ آپ بتائیں مجھ سے کب ملاقات کر رہے ہیں؟"

"جس وقت آپ شیوکا نیپالی سے دو دو ہاتھ کر رہے ہوں گے۔ میں وہ تماشا دیکھنے کے لیے پہنچ جاؤں گا۔ میری بڑی خواہش ہے کہ میں آپ کو لڑتے ہوئے دیکھوں۔"

والشوروکی نے مسکراتے ہوئے کہا "شاید آپ کو مایوسی ہوگی۔ میں دشمنوں سے بہت کم لڑتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہی لڑنے کے انداز سے مار کھا جاتے۔"

"یہ تو اور کمال کی بات ہے۔ میں آپ کا یہ کمال بھی دیکھوں گا۔"

ہم تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ اس وقت رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی، سات بج کر پینتیس منٹ ہو رہے تھے۔ میں اٹھ کر کچن میں آیا۔ رسونتی رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "کیا تم صبح سے شام تک کھانا ہی پکاتی رہتی ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی "میرا اور کام ہی کیا ہے۔ میں سوچتی ہوں اسی طرح تمہاری خدمت کر سکتی ہوں۔"

میں نے ساڑھے چار بجے تمہارے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا ہے۔ رات کے کھانے کی گنجائش نہیں ہے۔"

"تم رات کو دیر تک جاگتے ہو، شاید بھوک لگ جائے۔ میں کھانا تیار رکھوں گی۔ بھوک لگے تو مجھ سے کہہ دینا میں دوبارہ گرم کر دوں گی۔"

"رسونتی! صرف پکا کر کھلا دینے اور میرے آرام کا خیال رکھنے سے محبت اور فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ اس کے آگے بھی تمہارے بہت سے فرائض ہیں۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے سنتی رہی۔ انتظار کرتی رہی کہ میں اس کے فرائض کی وضاحت کروں گا۔ میں نے کہا "میں تمہارا شوہر ہوں۔ اس بات کو تسلیم کرو۔"

وہ لجا کر کچن کے دوسری طرف چلی گئی۔ کسی کام کا بہانہ کرنے لگی۔ "میں شوہر کا رشتہ ظاہر کرتا ہوں، تم کترانے لگتی ہو۔ چلو میری بات چھوڑ دو مگر ایک ماں کی حیثیت سے اپنے بیٹے کے لیے تمہارے بہت سے فرائض ہیں۔ تم اپنی ممتا کو نہیں سمجھو گی تو ہمارے بچے کا کیا بنے گا؟"

وہ آہستگی سے بولی "میں بہت دنوں سے کسی بیٹے کی بات سنتی آرہی ہوں۔ سوچتی ہوں میں کسی بچے کی ماں ہوں تو وہ بچہ کہاں ہے؟ آج میں پوچھتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟"

"یہاں سے بہت دور بابا فرید واسطی کے سائے میں ہے۔ سونیا اس کی محافظ ہے۔ سونیا کو تم پہچانتی ہو نا؟"

سونیا کا نام اس کے دماغ میں گونجنے لگا۔ اس کے دماغ کے اندر سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے سر کو تھام کر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ کسی عورت کا تصور کرنے لگی۔ سونیا کی تصویر اس کے ذہن میں واضح نہیں تھی لیکن وہ نام اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ بج رہا تھا۔ "سونیا، سونیا، سونیا۔۔"

سونیا نے اس کے لیے اتنی بڑی قربانی دی تھی جسے وہ کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔ یہ اس کا المیہ تھا کہ پچھلی باتیں اس کے دماغ سے مٹ گئی تھیں لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دماغ کے تہہ خانے میں محفوظ رہتی ہیں۔ وہ بیوی تھی مگر مجھے بھول چکی تھی۔ وہ ماں تھی، پارس کو بھی بھلائے بیٹھی تھی۔ سونیا اس کی کوئی نہیں تھی لیکن اس کا نام جب بھی سامنے آتا تھا وہ کچھ عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی تھی جیسے سونیا اس کی روح میں رچ بس گئی ہو۔

اسی وقت اعلیٰ بی بی کچن میں آئی۔ اس نے کہا "فرہاد! تمہارا وہ پاکٹ ٹرانسمیٹر تمہارے کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا اس میں سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ ریڈ پاور کا باس اینجلو تمہیں مخاطب کر رہا تھا۔ ذرا دیکھو تو کیا بات ہے؟"

میں کھڑے ہی کھڑے اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "جناب! کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے پومی سے فون پر بات کی تھی؟"

برگز نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو یہاں چھپایا ہوا ہے پھر بھلا اس سے رابطہ کیسے قائم کر سکتا ہوں؟"

اینجلو نے کہا "یہی تو میں نے بھی سوچا کہ جب آپ چھپے ہوئے ہیں تو پھر کس طرح پومی سے ملنے کے لیے کالج میں جا سکتے ہیں۔"

"یہ کس نے کہا کہ میں کالج میں اس سے ملنے والا ہوں؟"

"پومی کہہ رہی تھی کہ آپ نے اسے فون کیا ہے اور ابھی کالج میں بلایا ہے۔ وہ تنہا جا رہی تھی۔ والشورڈ کی نے کہا کہ وہ بھی اس کے ساتھ جائے گا۔ پومی نے بہانے کیے۔ اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ والشورڈ کی نے کہا "ذرا عقل سے کام لو۔ فرہاد صاحب کو ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے کی ضرورت کیا تھی جب وہ خیال خوانی کر سکتے ہیں۔ مسٹر رڈکی پومی کے ساتھ گئے ہیں۔"

"مسٹر اینجلو! آپ نے مجھے یہ اطلاع دے کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ واقعی کسی نے میری آواز بنا کر پومی کو کالج کی طرف آنے پر مجبور کیا ہے اور وہ یقیناً شیو کا نیپالی ہے۔"

"کیا آپ وہاں جائیں گے؟"

"میں رسونتی کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ پھر والشورڈ کی کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت وہ ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ پومی کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں نے کہا "مسٹر رڈکی! میں آپ کے پاس موجود ہوں لیکن اس کا علم پومی کو نہ ہو۔"

"آپ پومی سے اپنی موجودگی چھپانا کیوں چاہتے ہیں؟"

"وہ میرے ساتھ رہنے پر بضد ہے۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ وہ کم سن ہے اور ابھی اسے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہے گی تو اسے مرجانہ کی طرح فولاد بننا ہو گا۔"

"یہ بات ہے تو آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کے لیے میں پومی پر پوری توجہ دوں گا۔ ایسی محنت کروں گا کہ دوسری مرجانہ بنا دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر رڈکی! میں اپنے وعدے کے مطابق صبح ضرور ملوں گا لیکن ابھی آپ کے پاس موجود رہوں گا۔ خیال خوانی کے ذریعے دیکھوں گا کہ آپ شیو کا نیپالی کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔"

"واقعی اس کے لڑنے کا ایک حیرت انگیز اسٹائل ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس سے دو دو ہاتھ کرنا فضول ہے خواہ مخواہ وقت ضائع ہو گا۔ کیوں نہ اس سے مقابلہ ہو تو چھوٹے چھوٹے کانچ کے ٹکڑے زمین پر بکھیر دیے جائیں یا ایسا سفوف بھی ملتا ہے جسے زمین پر چھڑک دیا جائے اور وہ لوٹتا ہے تو اسے کھجلی شروع ہو جاتی ہے۔ سارا بدن کھجاتا رہے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اس طرح تو وہ جسم کھجاتے کھجاتے مر جائے گا۔"

"کوشش کرتا ہوں کہ دشمن کو ہاتھ نہ لگانا پڑے اور وہ خود ہی مر جائے لیکن ابھی یہ ناممکن نہیں ہے۔ وہ نیپالی ہم سے پہلے کالج میں موجود ہو گا۔ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ چلیے اس کے ساتھ مقابلہ کر کے ہی آپ کو دکھا دوں۔"

اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی کہہ رہی تھی "یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے کہ جہاں بیٹھے، جہاں کھڑے ہوتے وہیں خیال خوانی شروع کر دی۔ چولہا قریب سلگ رہا ہے۔ شعلہ بھڑکے گا تو کیا ہو گا۔ کسی مسئلے میں الجھ گئے ہو تو آرام سے بیٹھ کر اس کا حل تلاش کرو۔"

میں نے اسے مسکرا کر محبت سے دیکھا پھر کچن سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا پھر وہاں آرام سے بیٹھ گیا۔ بے چاری اعلیٰ بی بی میرے ساتھ نہیں آ سکتی تھی نہ میرے ساتھ تنہا رہ سکتی تھی۔ رسونتی اس کے لیے دیوار بن گئی تھی۔ ویسے اعلیٰ بی بی قریب رہنے کے باوجود مجھ سے جتنی دور تھی دماغ میں اتنی ہی قریب تھی۔ میں نے فی الحال اس کے خیال کو دماغ سے نکال دیا اور والشورڈ کی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ساحلی کالج کے قریب پہنچنے والے تھے۔ جس قدر وہ کالج قریب آ رہا تھا پومی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اور گاڑی کی رفتار بھی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ رڈکی نے کہا "میں تمہارے دل کی کیفیت کو سمجھتا ہوں۔ فرہاد سے ملنے کی بے چینی ہے۔"

وہ خوشی سے مسکرا رہی تھی۔ والشورڈ کی نے کہا "ابھی تمہاری یہ عمر نہیں ہے کہ تم کسی کو پسند کرو تو وہ پسند محبت کا درجہ حاصل کر لے۔"

وہ بولی "محبت تو اچھی چیز ہے۔ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی۔"

"بے بی! یہ بتاؤ تم ایک لوہے کو لکڑی کی آری سے کاٹ سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بھلا لکڑی کی آری سے کوئی لوہا کاٹ سکتا ہے۔ لوہے کو کاٹنے کے لیے لوہے کی آری ضروری ہے۔"

"یہی بات میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ فرہاد کو پانے کے لیے فرہاد جیسا بننا لازمی ہے۔ اس کے شایانِ شان سونیا اور مرجانہ جیسی ناقابلِ شکست بن کر دکھاؤ۔ تب تمہاری طلب اس کے دل میں جگہ بنائے گی۔ وہ تم سے بھاگا بھاگا نہیں پھرے گا۔"

وہ ذرا اداس ہوئی، پھر خوش ہو کر بولی "وہ بھاگا بھاگا کیوں پھرے گا۔ اس نے مجھے فون کر کے یہاں بلایا ہے۔"

"یہی تو تمہاری خوش فہمی ہے۔ کسی دشمن نے فرہاد کے لیے جال پھیلایا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تم کو اغوا کیا جائے گا یا تم کو خطرات میں ڈالا جائے گا تو فرہاد تمہیں بچانے کے لیے ضرور آئے گا اور جب آئے گا تو دشمنوں کا نشانہ بن جائے گا۔"

"یعنی دشمنوں کو بھی یقین ہے کہ فرہاد میری خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر خطرات میں کود سکتے ہیں۔"

"فرہاد تمہیں اس سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔ اس کی چاہت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہیں کچھ بنتے دیکھنا چاہتا ہے۔ تمہیں پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی سطح پر، جس سطح پر سونیا اور مرجانہ ہیں۔"

والشورڈ کی بولتا جا رہا تھا اور کالج کے آس پاس دور دور تک دیکھتا جا رہا تھا۔ اس وقت گاڑی وہاں سے گزرتی ہوئی ایک ٹرن لے کر کالج کے سامنے رک گئی تھی۔ پھر وہ گاڑی سے باہر آئے۔ پومی دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ کالج کا برآمدہ ویران تھا۔ دروازے مقفل تھے۔ وہ ان بند دروازوں کے پیچھے میری توقع نہیں کر سکتی تھی، اس لیے زیادہ تر ساحل کی طرف نظریں دوڑا رہی تھی۔

"میں یہاں ہوں" شیو کا نیپالی کی آواز سنائی دی۔

آواز سنتے ہی پومی اور والشورڈ کی سر اٹھا کر کالج کی چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ چھت پر شیو کا نیپالی چار مسلح اور بردار جوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، اس نے کہا "میں نے احتیاطاً اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ سوچا ادھر میں فرہاد بن کر بلاؤں، ادھر فرہاد کسی طرح پومی سے رابطہ قائم کر لے تو بھید کھل جائے گا۔ پھر فرہاد مجھے گھیرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو بھیجے گا مگر یہاں تو..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پھر والشورڈ کی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہاں تو ایک جاپانی گڈا تمہارے ساتھ نظر آ رہا ہے۔"

والشورڈ کی نے مسکرا کر انہیں دیکھا پھر کہا "بیٹے! میں گڈا بھی ہوں اور بڈھا بھی ہوں۔ بھلا مجھ جیسے آدمی کے لیے ان ریوالورز کی کیا ضرورت ہے؟"

اس کے جواب میں شیو کا نیپالی نے چھت پر سے چھلانگ لگائی اور برآمدے کے سامنے زمین پر آ گرا۔ یوں لگا جیسے واقعی گر پڑا ہو، لیکن وہ چاروں شانے چت ہوا تھا پھر وہیں سے لیٹے لیٹے ہی پہیے کی طرح گردش کرتا ہوا والشورڈ کی کے پاس آیا، اور اس کی ٹانگ پر ٹانگ مار دی۔ رڈکی اس کے داؤ میں آ کر گر پڑا۔ ایک ہاتھ سے ٹانگ پکڑ کر کراہتے ہوئے کہنے لگا "اس بڈھے پر کیا طاقت آزماتے ہو بیٹا! یہ تو جوانوں کے مشغلے ہیں۔"

پومی حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے استاد کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے غصے سے کہا "یہ بڈھا ہو سکتا ہے، کمزور ہو سکتا ہے، میں نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی پومی نے شیو کا نیپالی پر چھلانگ لگائی، لیکن جہاں وہ پہنچی، شیو کا وہاں نہیں تھا۔ لڑھک کر دوسری طرف چلا گیا تھا۔ پومی خالی زمین پر آ کر دونوں ٹانگوں کے بل کھڑی ہوئی، لیکن شیو کا دھوکا کھا گیا۔ اسے محض ایک نادان بچی سمجھ رہا تھا۔ پومی نے وار خالی جاتے ہی گھوم کر ایک لات رسید کی۔ وہ اس کے منہ پر پڑی۔ نیپالی ایک دم سے جھلا گیا۔

اسی وقت ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائرنگ ہوئی۔ گولیاں پومی کے قدموں کے آس پاس آئیں۔ وہ ایکدم سے لڑکھڑا کر پیچھے چلی گئی۔ نیپالی نے کہا "لڑکی! تم بہت تیز طرار ہو۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اتنی پھرتیلی بھی ہو سکتی ہو۔ اگر اب میرے خلاف کوئی حرکت کی تو میرے آدمی تمہیں گولی مار دیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم لوگ نیچے اتر آؤ۔"

والشورڈ کی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "فرہاد صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟"

"میں موجود ہوں۔"

"کیا آپ پومی کو فوراً ہی اس برآمدے میں پہنچا سکتے ہیں؟"

"آپ جب کہیں گے وہ پہنچ جائے گی۔"

"میں تین کہوں تو اسے پہنچا دیجیے۔ ایک... دو... تین..."

تین کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو چکا تھا۔ پھر وہ برآمدے کی طرف کیوں نہ بھاگتی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا والشورڈ کی نے پیچھے سے چھلانگ لگا کر دونوں ہاتھوں کے ذریعے شیو کا کی گردن میں قینچی ڈالی، پھر اسے لیے ہوئے زمین پر گرا۔ شیو کا نیپالی کے داؤ کے مطابق ہی لڑھکتا ہوا برآمدے کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز

سنائی دی۔ گولیاں چلیں لیکن وہ گولیاں زمین کی خاک اڑاتے ہوئے گزر گئیں۔

میں نے یومی کے دماغ پر قابض رہ کر دیکھا، والشورو کی کی دو انگلیاں نیپالی کی ٹھوڑی کے نیچے حلق میں گڑی ہوئی تھیں وہ کہہ رہا تھا: "یہ انگلیاں نہیں نشتر ہیں۔ ابھی تمہارے حلقوم میں پیوست ہوں گی اور تمہاری سانس کا رشتہ توڑ دیں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے نیپالی کو داؤ سے آزاد کیا لیکن گردن کی قینچی لگائے رکھی۔ دوسرے ہاتھ کی دو انگلیاں اس کے حلق میں چبھتی رہیں۔ وہ اسے گھسیٹ کر برآمدے میں لے آیا۔ پھر اس نے یومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! یومی کو ادھر کونے میں لے جائیے۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ برآمدے میں جہاں دو دیواریں آکر ملتی تھیں وہاں یومی دبک گئی۔ اس کے سامنے والشورو کی آگیا۔ والشورو کی کے سامنے شیوکا نیپالی اس کے داؤ میں الجھا ہوا تھا۔ اس وقت تک اس کے ساتھی نیچے آگئے تھے اور ریوالور تانے سوچ رہے تھے کہ فائرنگ کیسے کریں جدھر سے بھی وہ فائرنگ کرتے، گولی شیوکا نیپالی کو ہی لگتی۔

والشورو کی نے کہا: "نیپالی! اپنے آدمیوں سے کہو ریوالور اس طرح پھینکیں کہ وہ ہمارے سامنے آکر گریں۔ جلدی کرو ورنہ تمہاری موت قریب ہے۔"

اس نے دونوں انگلیوں کے دباؤ کو ذرا کم کیا۔ نیپالی نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا: "کوئی فائر نہ کرے۔ ریوالور یہاں میرے سامنے پھینک دو۔"

اس کے ساتھی ہچکچانے لگے۔ والشورو کی نے پھر دونوں انگلیاں اس کے حلقوم میں گاڑ دیں۔ وہ تڑپنے لگا۔ پھر انگلیوں کی گرفت نرم ہوگئی۔ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں چیخ کر کہا: "کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا، ریوالور پھینک دو۔"

وہ چند لمحے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے رہے پھر باری باری ریوالور پھینکنے لگے جو ان کے قدموں کے قریب گرتے رہے۔

ادھر میں نے یومی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ یہ تماشہ بھی دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ فرہاد دماغ میں موجود ہے ورنہ وہ یہاں تک کیسے پہنچتی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! تم میرے دماغ میں موجود ہو، تم نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ مجھ سے نہ چھپو، پلیز! مجھ سے باتیں کرو۔"

"میں موجود ہوں لیکن جو میں کہوں اس پر عمل کرتی جاؤ۔ ان چاروں ریوالوروں کو اٹھا لو لیکن کسی پر فائر نہ کرنا۔"

اس نے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیے۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں تھا اس لیے اس کے دل کی دھڑکنوں کو سمجھ رہا تھا وہ بہت خوش تھی۔ والشورو کی نے شیوکا نیپالی کو اپنے داؤ سے آزاد کرتے ہوئے، اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا: "جاؤ، اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ۔"

اس نے بے یقینی سے بوڑھے جاپانی کو دیکھا۔ بوڑھے نے مسکرا کر کہا: "یہاں برآمدے کے فرش پر گر کر لڑنے کا اندازہ دکھانا۔ میں تمہیں لڑنے کا موقع دوں گا۔ باہر کھلے میدان میں جاؤ۔"

وہ الٹے قدموں چلتا ہوا برآمدے کے باہر گیا۔ برآمدے کی روشنی باہر تک جا رہی تھی۔ اس وقت چاند بھی طلوع ہو رہا تھا۔ میں نے یومی کی زبان سے کہا: "شیوکا! کل یہی وقت تھا جب تم نے فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا تعاقب کیا تھا۔ انہیں جنگلوں میں رات بھر بھٹکنے پر مجبور کیا تھا۔ آج یہی چاند تمہاری موت کا تماشہ دیکھے گا۔"

شیوکا نیپالی اپنے آدمیوں کے درمیان پہنچ گیا تھا۔ وہ پانچوں نہتے تھے۔ والشورو کی نے کہا: "میں تمہیں گولی سے نہیں ماروں گا۔ تم لوگوں کو بھی وارننگ دیتا ہوں، کوئی ہتھیار ہو تو ابھی پھینک دو۔ میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے دوران کسی نے کوئی ہتھیار استعمال کیا تو میری یہ بیٹی اس پر گولی چلا دے گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ برآمدے سے نکل کر کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ پھر شیوکا نیپالی سے دو گز کے فاصلے پر رکتے ہوئے بولا: "جس طرح داؤ آزمانا چاہو آزماؤ۔ اگر اپنے کسی داؤ سے اس بوڑھے کو گرا دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو پھر مجھے مارنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں خود شرم سے مر جاؤں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیوکا نیپالی اچانک ہی پلٹ کر دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر پہنچا۔ پھر دونوں ٹانگیں اٹھا کر گدھے کی طرح دو لتیاں رسید کرنا چاہیں۔ والشورو کی نے اس کی لاتوں کو اپنی دونوں کلائیوں پر روکا۔ پھر اسے ایک طرف پھینک دیا۔

گرتے ہی وہ پھر زمین پر گردش کرتا ہوا آیا اور والشورو کی کی ٹانگ پر زور کی ٹانگ ماری لیکن وہ بوڑھا جاپانی زمین پر یوں کھڑا ہوا تھا جیسے اس کی دونوں ٹانگیں آہنی ستون کی طرح زمین میں نصب ہو گئی ہوں۔

ایک حملہ ناکام ہوا تو اس نے دوسرا حملہ کیا۔ پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اسے جتنے داؤ پیچ آتے تھے وہ استعمال کر رہا تھا۔ کبھی دونوں

ٹانگیں والشورو کی کی ٹانگوں سے لپیٹ کر کمر کی طرف سے جھک کر اسے ہاتھوں سے ضربیں لگانے کی کوشش کرتا۔ ایسے ہی وقت والشورو کی نے اس کی دونوں ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں الجھا لیا۔ اس طرح قینچی لگائی کہ وہ تڑپنے لگا۔

قاتل، بے رحم، سفاک قاتل۔ ان کے لیے خطرناک ہوتے ہیں جو ان کے حملوں کا توڑ نہیں جانتے۔ اب سے پہلے میں نے شیوکا کو تیزی سے لڑتے دیکھا۔ پھر واستو سے لڑتے دیکھا۔ دونوں ہی اچھے فائٹر تھے لیکن نیپالی کے مقابلے میں کمتر تھے۔ اس دنیا میں خدا تعالیٰ نے سیر پر سوا سیر پیدا کیا ہے۔ یہ شہ زوروں کے لیے عبرت کا مقام ہے کہ وہ خود کو دنیا کا سب سے زیادہ شہ زور کبھی نہ سمجھیں۔ جب وہ معبود دیتا ہے تو زیادہ سے زیادہ دیتا چلا جاتا ہے۔ پتہ نہیں کس کو سب سے زیادہ دیتا ہے۔ اس لیے اس زیادہ دینے والے معبود سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

تھوڑی دیر میں شیوکا نیپالی کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ میں بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی اذیتوں کو سمجھنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی ٹانگوں کی ہڈیاں والشورو کی کی ٹانگوں سے الجھ کر ٹوٹنے ہی والی ہوں۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ مدد کے لیے اپنے ساتھیوں کو پکار رہا تھا۔ برآمدے سے یومی نے للکار کر کہا: "کوئی شیوکا کے قریب جائے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

وہ سب ایک طرف کھڑے بے بسی سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ والشورو کی سیدھا کھڑا ہوا دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چاند اس کی آنکھوں میں چمک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی رعونت، ایسا جلال تھا جیسے کوئی شہنشاہ کسی کو سزائے موت دیتے وقت انداز بے نیازی سے کھڑا ہو۔ پھر اس نے اپنی دونوں ٹانگوں کو ایک طرف جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی شیوکا نیپالی کی الجھی ہوئی ٹانگوں کی ایک ہڈی سے چٹاخ کی آواز بلند ہوئی۔ والشورو کی اسے چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر ایک گھٹنا ٹیک کر ذرا سا جھک گیا۔ یقیناً شیوکا کی کوئی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے والشورو کی کی دونوں انگلیاں اس کے حلقوم میں پیوست ہو گئیں۔ جب اس نے دونوں انگلیوں کو بل دے کر باہر نکالا تو نیپالی کے کٹے ہوئے حلقوم سے خرخر کی آواز نکل رہی تھی اور وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ اس زمین پر تڑپ رہا تھا جس پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے جانے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ آج وہ اسی زمین میں جا رہا تھا۔

والشورو کی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اسکیپنگ کر رہا تھا۔ یعنی دونوں پنجوں کے بل اچھل رہا تھا۔ ادھر سے ادھر دوڑ لگا رہا تھا۔ جیسے کھلاڑی میدان میں اترتے وقت اسکیپنگ کرتے ہیں اور اپنے بدن کو گرم رکھتے ہیں لیکن والشورو کی کا بدن پہلے ہی گرم تھا۔ خون تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ وہ خون اس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا۔ اس پر جنون سوار ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سرد کرنے کے لیے اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے دونوں پنجوں کے بل اچھلتا ہوا دور تک جا رہا تھا۔

میں نے یومی سے کہا: "تم ریوالور لیے اسی طرح ان لوگوں کو اپنے نشانے پر رکھو۔ میں تمہارے جاپانی ماسٹر کے دماغ میں ہوں۔ ابھی واپس آؤں گا۔"

میں پھر والشورو کی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ تیزی سے اچھلتا ہوا دور جاتے جاتے دریا کے ساحل پر پہنچا۔ پھر اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اور محتاط تھا کہ وہ ڈوبے گا تو اسے بچا لوں گا لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ وہ ٹھنڈے پانی میں غوطے لگا رہا تھا۔ کبھی جان بوجھ کر ڈوب رہا تھا، کبھی ابھر رہا تھا۔ ذرا دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ نارمل ہو رہا ہے۔

جب وہ پانی سے نکل کر ساحل پر پہنچا تو میں یومی کے پاس آگیا۔ وہ ان چاروں سے کہہ رہی تھی: "تم لوگ یہاں پیدل نہیں آئے ہو گے۔ تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

وہ چاروں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یومی نے ایک کا نشانہ لیتے ہوئے کہا: "زبان نہیں کھولو گے تو گولی مار دوں گی۔"

دوسرے نے جلدی سے کہا: "نہیں نہیں ہم بتاتے ہیں۔ یہاں سے قریب ہی ایک جھاڑی کے پیچھے ہم نے اپنی جیپ چھپا رکھی ہے۔"

"جاؤ اس گاڑی کو یہاں لے آؤ، مگر یاد رکھنا تمہاری آواز فرہاد تک پہنچ گئی ہے۔ تم فرار نہیں ہو سکو گے۔"

اس نے اپنے ایک ساتھی کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا: "تم نے سنا نہیں یہ کیا کہہ رہی ہے۔ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے اور اس وقت فرہاد نے ہی تمہیں طمانچہ لگایا ہے۔ چلو، زبان کھولتے جاؤ۔ یکے بعد دیگرے اپنی اپنی آواز سناؤ ورنہ یا تو گولی سے مرو گے یا میری ٹیلی پیتھی سے۔"

وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ باری باری بے تکا بولنے لگے۔ میں نے چاروں کے لب و لہجے کو یاد رکھا پھر ایک کو جیپ لانے کے لیے روانہ کر دیا۔ ادھر یومی بھاگتے ہوئے والشورو کی کے پاس پہنچی۔ اس کے اس ہاتھ کو تھام لیا جس کی دو انگلیوں نے شیوکا نیپالی کا کام تمام کیا تھا۔ وہ ان انگلیوں کو چھو کر حیرانی سے بولی: "ماسٹر! آپ تو کمال کے فائٹر ہیں۔ میں ایسے ہی وحشیانہ

انداز میں دشمنوں پر غالب آنا چاہتی ہوں۔ پلیز! مجھے اسی طرح فولاد بنا دیجیے۔"

واشوروکی نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کچھ بننے کے لیے بہت سی قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ بلندی تک جانے کے لیے ان تمام پستیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے جو بلندیوں کا راستہ روکتی ہیں۔"

"میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کروں گی۔ آپ حکم دیجیے۔"

"میں جب قربانی مانگتا ہوں تو پھر اس پر عمل کرنا پڑتا ہے عمل نہیں کروگی تو میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاؤں گی۔ آپ کے قدموں کی خاک بن جاؤں گی۔ آپ حکم تو دیجیے۔ میں ثابت کردوں گی۔"

"اچھا تو سنو۔ میرا سب سے پہلا حکم ہے کہ جب تک میں تمہیں فولاد نہ بنا دوں اور تمہیں سونیا اور مرجانہ کی سطح پر لاکر کھڑا نہ کردوں اس وقت تک فرہاد سے ملاقات کی تمنا بھی نہ کرو۔"

پومی کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر التجا آمیز نظروں سے واشوروکی کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "کیوں پومی! کیا ہوا؟ تمہارا سارا جوش اور ولولہ سرد پڑ گیا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "نہیں، ماسٹر نہیں۔ آپ نے مجھے دوراہے پر پہنچا دیا ہے۔ میں سنبھلنے کی کوشش کر رہی ہوں مجھے فیصلہ کرنے کی مہلت دیجیے۔"

واشوروکی نے سخت لہجے میں کہا۔ "مردانہ وار فیصلے مہلت نہیں مانگتے۔ وہ پلک جھپکتے ہی طے کر لیتے ہیں کہ انہیں کس وقت کیا کرنا چاہیے۔ یہ تمہاری آزمائش کا وقت ہے۔ اس میں کامیاب ہو جاؤ۔"

پومی نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔ دانت پیس کر واشوروکی کو دیکھا۔ پھر ایک جھٹکے سے بولی۔ "میں تیار ہوں۔ میں فرہاد سے نہیں ملوں گی۔ میں فولاد بنوں گی اور اسی کے لیے بنوں گی۔ جس سے مجھے دور رکھا جا رہا ہے۔"

میں نے واشوروکی سے کہا۔ "ماسٹر! آپ نے واقعی استاد بننے کا فرض ادا کیا ہے۔ اسے بہت اچھے فیصلے پر مجبور کر دیا ہے اب میں ادھر نہیں آؤں گا۔ کل صبح دس بجے میں اپنی ایک ساتھی اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھیوں کو سی آف کرنے ایئرپورٹ جاؤں گا۔ ایئرپورٹ کے کارنر رن وے پر وہ طیارہ موجود ہوگا۔ اس طیارے پر جلی حروف میں 'سونیا' لکھا ہوا ہے۔ آپ وہاں آنے کی زحمت فرمائیں تو مجھ سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"یہ میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں ضرور آؤں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر خوش خوش دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں اعلیٰ بی بی، رسونتی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ایک دشمن مارا گیا۔"

اعلیٰ بی بی نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کون؟"

"شیوکا نیپالی۔"

"اور وہ دوسرا اسٹونی راک؟"

"اس کا بھی فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ ابھی وہ ہسپتال میں زخمی پڑا ہے۔"

"فرہاد! یہی بے پروائی تمہیں مصیبتوں میں مبتلا کرتی ہے اگر وہ زخمی حالت میں پڑا ہے تو اسے چھوڑتے کیوں ہو؟ ختم کر دو۔"

"میں نے اسے چھوڑا نہیں ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور بنا رہا ہوں۔ آئندہ اسے اپنے لیے استعمال کروں گا۔"

رسونتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟"

"ابھی اعلیٰ بی بی سے یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ بتا رہی تھیں کہ تمہارا ایک دشمن مرتا ہے تو دس پیدا ہو جاتے ہیں۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟"

"داناؤں کا قول ہے کہ موت ہر موجودہ سانس کے بعد ہے حادثے ہر اگلے قدم پر ہیں۔ جب تک انسان زندہ ہے وہ ان دیکھے دشمنوں اور ناگہانی مصیبتوں کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کسی کی زندگی میں بہت مدتوں بعد کوئی دشمن آتا ہے، یا کوئی مصیبت آتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو قدم قدم پر حادثات کا شکار ہوتے ہیں۔ ان میں میرا نام بھی آتا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "گیارہ بجنے والے ہیں۔ کیا بھوک نہیں لگی ہے؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں اپنے کمرے میں جا کر سونا چاہتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اپنی جگہ سے اٹھنے لگی۔ رسونتی نے کہا۔ "کل صبح تم چلی جاؤ گی۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ تمہیں اپنے سے الگ کروں۔ ہم آج رات ایک ہی بستر پر سوئیں گے۔ خوب باتیں کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر کنکھیوں سے مجھے دیکھا۔ ادھر رسونتی ہم دونوں کی نظروں کو تاڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ رسونتی کمرے میں تنہا نہیں رہے گی۔ اعلیٰ بی بی تم اس کے ساتھ سو جاؤ۔ میں اپنے

کمرے میں جا رہا ہوں۔"

میں نے وہاں سے جاتے جاتے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "مسکراتی رہو۔ رسونتی کو شبہ نہ ہونے دو۔"

میں نے اپنے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر بستر پر لیٹ کر رسونتی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ اعلیٰ بی بی سے کہہ رہی تھی۔ "انہوں نے کچھ کھایا نہیں ہے۔ کم از کم ایک گلاس دودھ ہی پی لیں۔ تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔"

بے چاری اعلیٰ بی بی کیا کر سکتی تھی۔ وہ نہ تو میرے پاس آ سکتی تھی، نہ اس کی کسی بات سے انکار کر سکتی تھی چپ چاپ کمرے میں بیٹھی رہی۔ رسونتی کچن میں گئی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "کاش میرے پاس خواب آور دوا ہوتی۔ میں دودھ میں ملا کر انہیں پلا دیتی۔ وہ آرام سے صبح تک گہری نیند میں رہتے۔"

میں اس کی سوچ پر مسکرانے لگا۔ وہ دودھ کا گلاس لیکر میرے کمرے کے دروازے پر آئی۔ دراصل وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں نے دروازہ کھلا رکھا ہے یا بند کر کے سو رہا ہوں۔ اس نے دروازے کو ہولے سے دھکا دیا۔ وہ بند تھا۔ پھر اس نے دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا۔ "بھوکے نہیں سونا چاہیے۔"

میں نے گلاس لیتے ہوئے کہا۔ "تم میرا کتنا خیال رکھتی ہو کیا اسے محبت نہیں کہتے؟"

اس نے جلدی سے پھر منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا۔ "میں دروازے کو اندر سے بند کر لیتا ہوں۔"

میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ اطمینان سے چلی گئی۔ دودھ پینے کے بعد میں نے کرسی پر بیٹھ کر سونیا کی خبر لی۔ معلوم ہوا کہ وہ بابا صاحب کو انسٹی ٹیوٹ آف ونڈرفل جنریشن کے ادارے میں لے آئی ہے۔ انہیں ایک آرام دہ کمرے میں رکھا گیا ہے اور ڈاکٹروں کا علاج ہو رہا ہے۔

سونیا نے کہا۔ "یہاں بابا صاحب کے تمام طلبہ اور طالبات پہنچ رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی اور اس کے چیلوں کا بھی انتظار ہو رہا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ وہ کل وہاں سے روانہ ہوگی۔"

"ہاں، روانگی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ کل شام تک وہ اپنے ساتھیوں سمیت بابا صاحب کی خدمت میں پہنچ جائے گی صرف منجالی میرے ساتھ رہے گی۔"

"اب ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق بڑی سنجیدگی سے فیصلہ کرنا ہوگا۔ دشمنوں نے بابا صاحب کے ساتھ جو سازش کی ہے اس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ہم کسی بھی تنظیم پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔"

"ہاں، کسی پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ بابا صاحب کی طبیعت سنبھلنے دو۔ دیکھیں گے وہ کیا فیصلہ سناتے ہیں۔"

سونیا سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد میں دماغی طور پر واپس آ گیا۔ ادھر دوسرے کمرے میں رسونتی باتیں کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ میں چپکے چپکے تھکن پیدا کرنے لگا۔ اسے ایک ذرا سی سستی کا احساس ہونے لگا۔ ذرا سی دیر میں اس نے جماہی لی۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں سونا نہیں چاہتی تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں مگر جماہی پہ جماہی چلی آ رہی ہے۔"

"تم وقت پر سونے اور وقت پر جاگنے کی عادی ہو، اس لیے سو جانا چاہیے۔"

رسونتی نے اسے غور سے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی اس سے نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر بستر پر لیٹ کر بولی۔ "تم جاگنا چاہو تو میں بھی جاگتی رہوں گی ورنہ میں بھی سو جاؤں گی۔"

رسونتی بستر پر آ کر اس کے برابر لیٹ گئی۔ پھر باتیں کرنے لگی۔ میں رفتہ رفتہ اس کے دماغ کو سست کرتا جا رہا تھا۔ تھکن کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے دوبار جماہیاں لیں۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں اسے تھپکی تھپکی کی لوریاں دے کر سلانے لگا۔

پانچ منٹ بعد ہی وہ نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ اسی طرح گہری نیند سوتی رہے گی۔

اسے ہدایت دینے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اٹھو اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول دو۔"

وہ آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور محتاط نظروں سے رسونتی کو دیکھنے لگی ۔۔۔ وہ گہری نیند میں تھی ۔۔۔

اعلیٰ بی بی آہستگی سے پلنگ سے اتر کر دبے قدموں چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ جب اس نے دروازے کو کھولا تو سامنے میں کھڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ خوش ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے جدا ہو اور ملن کی ایک گھڑی نصیب ہوئی ہو۔ وہ بھی چور گھڑی تھی۔ جانے کب رسونتی اس چوری کو پکڑ لیتی۔

چار بجے تک ہم دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے۔ چار بجے میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "اب تم جا کر کچھ دیر آرام کرو تمہیں صبح جانا بھی ہے۔"

"میرا جانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔"

"میں نے رسونتی کے بیدار ہونے کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہ بیدار ہو جائے گی تو تمہاری جانی دشمن بن جائے گی۔"

میں اسے دیر تک سمجھاتا رہا۔ پھر وہ جانے پر مجبور ہو گئی۔ میں نے اس کے ساتھ رسونتی کی خواب گاہ کے سامنے

پہنچ کر کہا "اب جاؤ اور دروازے کو اندر سے بند کر لو۔ رسونتی نے سونے سے پہلے اسے اندر سے بند کیا تھا۔"

وہ جاتے جاتے بھی نہیں جا رہی تھی اور نہیں جاتے ہوتے بھی اسے جانا ہی تھا اس لیے چلی گئی۔ دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ میں وہاں سے چلتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آیا — پھر دروازے کو اندر سے بند کیا اور بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اس وقت تک اعلیٰ بی بی رسونتی کے پاس ہی بستر پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ خوب گہری نیند میں رہے اور آٹھ بجے تک بیدار ہو جائے۔

میں چند لمحوں تک خاموشی سے لیٹا رہا۔ اب مجھے سو جانا چاہیے تھا لیکن میں رسونتی کا نفسیاتی علاج کرنا چاہتا تھا۔ مجھے ایک اچھا راستہ سجھائی دیا تھا۔ اسے اضطراب میں مبتلا کر کے اسے حاسد بنا کر میں زیادہ سے زیادہ اپنی طرف مائل کر سکتا تھا۔ میں اس کے خوابیدہ ذہن میں پہنچ گیا۔

وہ بہت پُرسکون تھی۔ گہری نیند کے مزے لے رہی تھی۔ پھر وہ خواب دیکھنے لگی کہ اس کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اعلیٰ بی بی میرے پاس آ کر اس کا حق چھین رہی ہے۔ وہ غصے سے پاؤں پٹختے ہوتے قریب آ ئی۔ پھر اعلیٰ بی بی کے بالوں کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوتے چیخی "تجھے شرم نہیں آتی۔ کیا اتنی بڑی دنیا میں تجھے میرا ہی مرد ملا تھا؟ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اعلیٰ بی بی ہونہہ کہہ کر پھر میرے پاس آ گئی۔ رسونتی نے اسے پھر پکڑ کر کھینچا۔ اس بار اعلیٰ بی بی نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور اسے اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ دروازے سے ٹکراتے ہوتے ایک فلاور اسٹینڈ پر آ ئی۔ پھر اس اسٹینڈ کے ساتھ زمین پر گر پڑی۔ اسی وقت میں نے اسے چونکا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ دماغ صاف ہو گیا تھا۔ اب وہ نہ تو ٹرانس میں تھی نہ نیند میں۔ اس نے گہری گہری سانس لیتے ہوتے سوچا۔ کیا وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی سو رہی تھی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی کہ جو آنکھوں نے دیکھا وہ خواب تھا جو دل نے سوچا وہ افسانہ تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں ہار گئی۔ میں مان گئی کہ اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے مگر وہ میرا ہے۔ کوئی اسے دیکھتی ہے تو میں جل جاتی ہوں۔ کوئی اس سے مسکرا کر باتیں کرتی ہے تو مسکرانے والی کا منہ نوچنے کو جی چاہتا ہے۔ میں کیا کروں۔ جتنا بھی انکار کروں، میرا دل، میرا دماغ، میری روح، میرا شریر (جسم) اسی کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ مجھے جلد ہی اپنی گمشدہ یادوں کو ڈھونڈ نکالنا ہو گا۔ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

اس نے میری خواب گاہ کے دروازے کے پاس آ کر اسے ایک انگلی سے ذرا دبایا، پتہ چلا وہ اندر سے بند ہے۔ پھر وہ ایک کھڑکی کی طرف گئی۔ کھڑکی کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر کے پردے کو ذرا سا ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ میں اسے سوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ادھر وہ سو رہی ہے، ادھر یہ سو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سلا دیا تھا اور پھر۔ ۔"

وہ آگے سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ میں کسی عورت کو اپنے قریب آنے کی اجازت دوں گا۔ وہ یہی دیکھتی آئی تھی کہ میں اس کی محبت کا دم بھرتا ہوں۔ اس کے ساتھ رہتا ہوں، اس کے لیے پریشان رہتا ہوں۔ اس کے لیے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہوں۔ ایسے میں عورت یہی سمجھتی ہے کہ مرد اس کا اور صرف اس کا ہے، کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔

اس نے بڑی محبت سے مجھے دیکھا، پھر سر کو جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے جیسے پوجا کر رہی ہو۔ یہ بڑے ترنم کی بات ہے کہ عورت عبادت کی حد تک بھروسہ کرے اور مرد اس کے بھروسے کو ٹھیس پہنچائے لیکن میں اپنے دل کی بات جانتا تھا۔ میرے دل میں اگر کوئی ہمیشہ قائم رہنے والی محبت ہے تو وہ دو میں ایک رسونتی جو میری شریکِ حیات ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کو شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں اور بناؤں گا تو وہ سونیا ہے۔ باقی آتی جاتی ہیں اور جو آتی جاتی ہوں ان کے لیے یہ نہیں سوچتا کہ میں رسونتی یا سونیا کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہا ہوں۔ میری محبت، میرا خلوص کیا ہے؟ یہ میں اپنے اندر سمجھتا ہوں۔

رسونتی دوسرے کمرے میں جا کر بستر پر لیٹ گئی۔

پھر وہ آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ پھر میں نے باس رانجلو کے خاص ماتحت کیشو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ وہ چھ بجے سو کر اٹھ جائے اور آٹھ بجے تک ہمارے لیے گاڑی لے کر آ جائے۔ ہم ایئرپورٹ جائیں گے۔

اسے ہدایات دینے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ وہ آٹھ بجے کے بجائے سات بجے بیدار ہو اور گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں روانگی کے لیے بالکل تیار ہو جائے۔ اس وقت پانچ بج چکے تھے، میں بھی دو گھنٹے کے لیے سو گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو سات بجنے والے تھے۔ میں نے رسونتی کو جگایا۔ وہ آنکھیں کھول کر تھوڑی دیر تک بستر پر لیٹی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر یاد آیا کہ اس نے رات کو اپنا کمرہ بدل دیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، سوچنے لگی، جانے میں کب بیدار ہو جاؤں میرے لیے ناشتہ تیار کرنا چاہیے۔ رات کو بھی میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اسے میری بڑی فکر تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا "رسونتی! میں بیدار ہو گیا ہوں صرف چائے پینا چاہتا ہوں۔ ابھی ہم اعلیٰ بی بی کو ایئرپورٹ تک چھوڑنے جائیں گے تو کسی اچھے سے ریستوران میں ناشتہ کریں گے۔"

وہ کچن میں چلی گئی۔ میں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں آیا۔ وہ میرے لیے چائے لے کر آ گئی۔ میرے سامنے چائے کی کیتلی اور پیالی رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔ اس وقت میں اعلیٰ بی بی کی خبر لے رہا تھا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد آئینے کے سامنے ہلکا سا میک اپ کر رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ رسونتی شبہے میں مبتلا ہو چکی ہے۔ ابھی وہ شش و پنج میں ہے۔ مجھے تو وہ بے قصور یا معصوم سمجھ رہی ہے لیکن دل میں یہ گرہ پڑ گئی ہے کہ تم مجھے بہکا رہی ہو۔"

"یہ مشرقی عورتیں بڑی شکی ہوتی ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا شک غلط ہوتا ہے؟"

"تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔"

"جہاں تک شک کی بات ہے درست ہے۔ جہاں تک تمہاری محبت کی بات ہے اس کا تعلق ہمارے جذبوں سے ہے۔"

میں نے ایک پیالی چائے پی، پھر دوسری بار آدھی پیالی تیار کی۔ رسونتی کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی پیالی بھی ختم ہو گئی وہ واپس نہیں آئی۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پائیں باغ میں پھولوں کے درمیان ہری بھری گھاس پر اوندھے منہ پڑی ہوئی رو رہی تھی۔

میں فوراً ہی ڈائننگ روم سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پائیں باغ میں پہنچ گیا "رسونتی۔ ۔" میں نے قریب پہنچ کر ہولے سے پکارا۔

وہ ایک دم سے چونک کر اٹھ گئی۔ جلدی سے ساڑھی کا پلو لے کر آنسو پونچھنے لگی۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ تم گندے ہو۔" وہ پیچھے سرکتے ہوئے بولی۔

میں ٹھٹک گیا۔ بہت کچھ سمجھ گیا۔ پھر بھی میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"انجان مت بنو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کے سارے گندے کمالات سمجھ گئی ہوں۔ کل رات تم نے مجھے بیوقوف بنا دیا۔"

میں نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچا۔ پھر اس کے سامنے ذرا دور گھاس پر بیٹھ گیا۔ وہ رو رہی تھی۔ اس نے روتے روتے چور نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ رو رہی ہے اور میں دیکھتا رہوں اور اس طرح مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو۔ میں نے کہا "رسونتی! مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔"

وہ جواب دینے کے بجائے اسی طرح روتی رہی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ وہ چاہتی ہے کہ میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتا رہوں۔ میں نے اس کے برعکس کہا "لیکن میں اپنی غلطی پر شرمندہ نہیں ہوں۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غصے سے بولی "میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ اچھا ہوا میں تمہارے فریب میں نہیں آئی۔"

"تم مجھ سے نفرت نہیں کرتی ہو، تمہیں مجھ سے دور بھاگنے کی بیماری ہو گئی ہے۔ اگر میں نے غلطی کی ہے تو تمہیں سوچنا چاہیے کہ یہ غلطی کیوں ہوئی؟ جو عورت دور بھاگتی ہے! اس کا مرد اسی طرح در بدر بھٹکتا ہے۔"

یہ کہہ کر میں وہاں سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے اندر آ گیا لیکن میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ پہلے اس نے روتے روتے سوچا "اونہہ، چوری اوپر سے سینہ زوری۔ مجھے غصہ دکھا کر جا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "لیکن وہ جو بات کہہ گئے ہیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔"

پھر میں نے اپنے لب و لہجے میں کہا "جو عورت دور بھاگتی ہے اس کا مرد اسی طرح در بدر بھٹکتا ہے۔ ۔"

میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس کے دماغ میں یہ بات اس انداز میں کہتا رہا جیسے وہ باتیں یاد آ رہی ہوں اور اس کے دماغ میں گونج رہی ہوں۔ میرا یہ نفسیاتی عمل بڑی حد تک کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ اگرچہ مجھ سے ناراض تھی۔ زبان سے کہہ رہی تھی کہ نفرت کرتی ہے۔ لیکن میری طرف کچھ اور کھنچی چلی آئی۔ اس کا رونا اس کی نفرت، محض اسی لیے تھی کہ وہ بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔

عورت کی محبت حد سے تجاوز کر جائے تو پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کے ناز نخرے ایسے ہوتے ہیں کہ مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اچانک مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور ہمارے ساتھ ایئرپورٹ جانے کے لیے تیار

ہو رہی تھی۔ اس کا ساتھ جانا میرے لیے خوشی کا باعث تھا۔ میں یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے اور اعلیٰ بی بی کے درمیان دیوار بنے گی۔ اعلیٰ بی بی کو تو اب جانا ہی تھا لیکن اس کے دماغ میں یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ جب میں ایئرپورٹ پر اعلیٰ بی بی کو محبت سے الوداع کہہ رہا ہوں گا تو وہ چپ چاپ کہیں چلی جائے۔ مجھ سے دور ہو جائے گی۔ چاہے دشمنوں کے ہتھے چڑھ جائے، چاہے دشمن جان سے مار ڈالے۔ ایسے پریمی سے دشمن بہتر ہیں جو ہر دم دل میں کچوکے لگاتا رہتا ہے۔

میں نے سر تھام لیا۔ اب یہ نئی مصیبت شروع ہو رہی تھی۔ میں ایئرپورٹ تک اس پر کڑی نظر رکھ سکتا تھا لیکن میں کب تک اس کی نگرانی کرتا۔ میں صرف اسی کی طرف دھیان نہیں دے سکتا تھا۔ اگر وہ کسی وقت مجھے چھوڑ کر کہیں چلی جائے گی تو کیا ہو گا؟

آٹھ بجے سے کچھ پہلے کیشو گاڑی لے کر آ گیا۔ گاڑی کی آواز سن کر رسونتی آ گئی۔ میں نے اسے دیکھا اتنی پیاری لگ رہی تھی۔ اتنے خوبصورت انداز میں ساڑی باندھے ہوئے تھی کہ میں اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ وہ ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے میری طرف توجہ دینے کے بجائے باہر کی طرف جانے لگی۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی آئی۔ وہ بھی اس انداز میں بن سنور کر آئی جیسے جاتے جاتے میرے ذہن میں نقش ہو جانا چاہتی ہو۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا رسونتی کو نہ پا کر وہ آخری بار میرے قریب آنا چاہتی تھی۔ میں نے جلدی سے کہا "ایسی غلطی نہ کرنا۔ سارا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ رسونتی بہت غصے میں ہے۔"

میں آہستہ آہستہ اسے سمجھاتا ہوا کوٹھی کے باہر آیا۔ رسونتی کار کے اگلے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ جیسے ہی ہم کار کے قریب پہنچے، اس نے اگلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "اعلیٰ بی بی یہاں بیٹھ جاؤ۔"

وہ چپ چاپ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ رسونتی کے لیے کھولا۔ وہ آگے بڑھی، پھر رک کر بولی "پہلے تم بیٹھو۔"

میں نے بحث نہیں کی، چپ چاپ بیٹھ گیا۔ میرے بعد وہ سیٹ پر آئی پھر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر دیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ اندر ہی اندر تلملا رہی تھی، سوچ رہی تھی "جب مجھے فرہاد سے دور ہی جانا ہے تو پھر اعلیٰ بی بی یہاں بیٹھے یا وہاں، میری بلا سے۔ میں نے کیوں اعلیٰ بی بی کو آگے بٹھا دیا۔ کیوں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ یہاں میری جگہ آ کر بیٹھے۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے سوچتے رہنے اور الجھتے رہنے کے لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اپنے حال پر غور کرنے لگا کہ اگر وہ اچانک ہی مجھے دھوکا دے کر کہیں چلی جائے گی تو کیا ہو گا۔ میں اسے کس طرح روک سکتا ہوں۔ آخر یہی بات سمجھ میں آئی کہ یہاں سے واپسی پر محتاط رہوں اور برابر اس کا خیال رکھوں۔ کوٹھی میں واپس جانے کے بعد میں اسے اچھی طرح سمجھاؤں گا۔ اسے اس کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔

ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ اعلیٰ بی بی کے تمام ساتھی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ میں اعلیٰ بی بی کے خیالات کو سمجھ رہا تھا۔ اس کا دل میری طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ بڑی بے چین ہو کر سوچ رہی تھی، ذرا دیر کے لیے بھی تنہائی میں دو باتیں کرنے کا موقع مل جائے لیکن رسونتی ساتھ لگی ہوئی تھی۔ رخصت کے وقت رسونتی نے کہا "میں ریستوران جا رہی ہوں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

یقیناً وہ مجھ سے دور ہونا چاہتی تھی۔ کہیں گم ہونا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "ٹھہر جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ہم دونوں ساتھ ناشتہ کریں گے۔"

"میں نے کہا نا، میں رک نہیں سکتی۔ مجھے جانے دو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ میں اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ اندر ہی اندر بہت خوش تھی۔ اپنے مرد کو اپنے پیچھے لگا کر عورت کتنا خوش ہوتی ہے۔ یہ میں اس وقت سمجھ رہا تھا۔

میں نے کہا "یہ کیسی نادانی ہے۔ اعلیٰ بی بی کیا سوچے گی، بے چاری جا رہی ہے۔"

"اس بے چاری کے پاس جاؤ، میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟"

"میں تمہارے پیچھے دنیا کے آخری سرے تک جا سکتا ہوں لیکن اعلیٰ بی بی اور اس کے ساتھیوں نے ہماری خدمت کی ہے۔ دن رات ہماری حفاظت کی ہے۔ کم از کم انہیں ہنستے بولتے تو رخصت کر دیں۔"

"اسی لیے تو میں یہاں چلی آئی ہوں تاکہ تم اچھی طرح ان کے ساتھ ہنس بول سکو۔"

"دیکھو رسونتی! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسا نہیں ہو گا۔"

میں اسے مناتا ہوا ریستوران میں داخل ہوا۔ وہ ایک میز کے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے ایک کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ضد ہے۔ تم میرے ساتھ چلو گی یا نہیں؟"

"یوں ڈانٹ کر کیوں پوچھ رہے ہو؟ نہیں جاؤں گی تو میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

"میں کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسی لیے تو محبت سے منا رہا ہوں۔ چلو، وہ کیا سوچے گی؟"

"ادھر وہ ہے، ادھر میں ہوں جدھر جانا ہو چلے جاؤ۔"

میں نے پریشان ہو کر ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا "میرے ہزاروں دشمن ہیں۔ ہزاروں روپ میں رہتے ہیں۔ پہچانے نہیں جاتے۔ کسی نے کہیں سے چھپ کر گولی چلا دی تو ابھی تم بیٹھے ہی بیٹھے بیوہ ہو جاؤ گی۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف یوں دیکھنے لگی جیسے میرے دشمنوں کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا "چلو یہاں سے۔"

میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "عورت حسد اور جلاپے میں اپنے حقوق چھیننے کے دوران مرد کی سلامتی کو بھی بھول جاتی ہے۔"

وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی کہ اس نے واقعی میری سلامتی کا خیال کیوں نہیں رکھا۔ مجھے حفاظت کرنے والوں سے دور یہاں کیوں لے آئی تھی۔

اعلیٰ بی بی طیارے کی سیڑھی کے پاس کھڑی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ میں واپس آؤں گا اور اس سے آخری بار ملاقات کروں گا۔ میں رسونتی کے ساتھ پہنچ گیا۔

طیارے "سونیا" کو رن وے پر لانے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی صرف ہمارے انتظار میں کھڑی رہ گئی تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے طیارے میں چلی گئی۔ سیڑھی ہٹا دی گئی، دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ شاید ایسی سیٹ پر بیٹھی تھی، جہاں سے نظر نہ آ سکے۔

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی نے جس رویے کا اظہار کیا ہے میں اس کی طرف سے معذرت چاہتا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "فرہاد! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر میں تمہاری شریکِ حیات ہوتی تو شاید میں بھی ایسا ہی کرتی۔ کسی کو تمہارے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتی۔ رسونتی نے جو کچھ کہا یہ اس کا حق ہے۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے آواز سنائی دی "اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ مسٹر فرہاد ہیں۔"

میں نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا سامنے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا تھا۔ اس کے سر کے بال سفید تھے۔ بھنویں بھی کہیں کہیں سفید ہو چلی تھیں۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے سے پہچان لیا تھا۔ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مسٹر والشورسکی! مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"اور مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے اس کا اندازہ آپ میرے دل میں اور دماغ میں جھانک کر کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کے لیے یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ بائی دی وے میں دیر سے آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی۔"

باتیں کرنے کے دوران "سونیا" رن وے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں نے رسونتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر روکی! یہ میری شریکِ حیات رسونتی ہیں۔"

والشورسکی حیرت سے اور مسرت سے رسونتی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا "میں آج کتنا خوش نصیب ہوں کہ مادام رسونتی کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "مگر یہ بات افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ رسونتی فی الحال نہ تو کسی کو پہچانتی ہے اور نہ ہی اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر سکتی ہے ورنہ میں مرجانہ کے حوالے سے آپ کا تعارف پیش کرتا۔"

والشورسکی نے کہا "اوہ ہاں، باس اینجلو نے کل مجھے بتایا تھا کہ مادام آپ کو بھی شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہیں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے پارکنگ لاٹ کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا "ماسٹر روکی! آپ تھوڑی دیر میری واقف

سے باتیں کریں میں اپنے دوستوں کو الوداع کہہ دوں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کو الوداع کہنے سے پہلے رسونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ میرے بارے میں سوچ رہی تھی۔ "کیسے ڈھیٹ ہیں۔ میں انکار کرتی جاتی ہوں اور یہ ہیں کہ دوسروں کے سامنے بھی وائف کہنے لگے ہیں۔ ہاں مجھے اب یاد آیا، وہاں ریستوران میں بیٹھ کر کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی دشمن آ گیا تو میں بیٹھے ہی بیٹھے بیوہ ہو جاؤں گی۔ مائی گڈنس! میں بھی گھبرا گئی تھی، جیسے واقعی میں بیوہ ہو جاؤں گی۔ توبہ ہے جب میں انکار کر رہی ہوں کہ میری شادی نہیں ہوئی، میرا کوئی شوہر نہیں ہے تو میں بیوہ کیسے ہو جاؤں گی لیکن یہ جانے کیسے دماغ سے کھیلنے لگتے ہیں، میں آپ ہی آپ کھیل تماشا بن جاتی ہوں۔"

میں نے دل ہی دل میں سوچا، رسونتی کے لیے یہ طریقہ علاج بھی مناسب ہے۔ سوسائٹی میں دوسروں کے سامنے اسے شریک حیات کہا جاتا ہے تاکہ وہ دوسروں کے سامنے وہ میری بات رکھنے کے لیے خاموش رہا کرے۔ خاموشی انسان کو بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو سوچ رہا تھا، شہر کے کسی اچھے سے ریستوران میں ناشتہ کریں گے، چلو یہیں سہی۔"

ہم تینوں اسی ریستوران میں پہنچے اور میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "تم اور مسٹر دکی ناشتے کا آرڈر دو میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے ریستوران کی کھڑکی سے دیکھا۔ طیارہ سونیا، جو اب تک رن وے پر کھڑا ہوا تھا آہستہ آہستہ دوڑتا جا رہا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سیفٹی بیلٹ باندھے ہوئے میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی بولی۔ "میں سمجھتی ہوں رسونتی نے تمہیں اس قدر مصروف رکھا ہو گا کہ خیال خوانی کی بھی فرصت نہیں ملتی ہو گی۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ مرجانہ کے استاد دانشور دکی سے ملاقات ہو گئی ہے۔ انہی سے باتیں کرنے میں مصروف رہا۔ بہرحال تم جا رہی ہو میری دعائیں اور نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔"

"خواہشات کی باتیں نہ کرو۔ تم سے وابستہ ہونے والی ہر خواہش پر دم نکلتا ہے۔ میں کیسے اپنے آپ کو سمجھاؤں گی، یہ میں جانتی ہوں۔"

"میں بھی جانتا ہوں۔ تم شہر شہر آباد رہو گی مگر تمہارا وقت دل کے ویرانے میں گزرے گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کبھی تو وہ دن آئیں گے جو میرے اور تمہارے لیے وقف رہیں گے۔"

اس وقت تک طیارہ رن وے کو چھوڑ کر پرواز کرنے لگا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ "اس وقت نہ میں زمین پر ہوں نہ آسمان پر۔ نہ میں اپنی ہوں نہ تمہاری ہوں۔ تقدیر نے مجھے معلق کر دیا ہے، کہیں کا نہیں رکھا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر وہ بہت ہی محبت میں ڈوب کر بولی۔ "فرہاد! بہت محتاط رہنا۔ دشمن بہت مکار، بہت بے رحم، بہت چالاک ہیں۔ اپنا خیال رکھنا۔"

"میں محتاط رہوں گا۔"

پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم تو ایسے سنجیدہ ہو گئے ہیں جیسے ہمیشہ کے لیے بچھڑ رہے ہوں۔ بھئی تم بابا صاحب کی علالت کی وجہ سے مجبوراً دور جا رہی ہو۔ وہ جلدی صحت یاب ہو جائیں گے اور تم جلد ہی میرے پاس آ جاؤ گی۔ آؤ گی نا؟"

ہم تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد رخصت ہو گئے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اب ناشتہ میز پر چن دیا گیا تھا۔ دانشور دکی بہت ہی زندہ دل آدمی تھا۔ اپنی باتوں سے رسونتی کو ہنساتا جا رہا تھا۔ میں نے خوش ہو کر اسے دیکھا، پھر کہا۔ "بڑی مدت کے بعد میں نے تمہیں ایک آزاد پنچھی کی طرح چہکتے ہوئے دیکھا ہے۔ خدا تمہیں اسی طرح ہنستا بولتا رکھے۔"

میری بات پر وہ یک لخت سنجیدہ ہو گئی یوں جیسے ناچتے ہوئے مور کو اپنے پاؤں نظر آ گئے ہوں۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہے اور میرے ساتھ اس کا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جس پر وہ ناز کر سکے یا جس رشتے کو وہ پہچان سکے۔

ناشتہ کرنے کے بعد چائے آ گئی۔ اس وقت میں نے آس پاس دیکھا۔ برما کی پولیس والے ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی احساس ہو گیا کہ ہم چاروں طرف سے پولیس کے گھیرے میں تھے۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو پیچھے ایک پولیس آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ ہی مسٹر فرہاد ہیں۔"

میں نے اپنے پاس والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ تشریف رکھیں اور یہ بتائیں کہ میری تلاش کیوں ہے؟"

وہ خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یہاں کی جیوش سوسائٹی کے چیئرمین نے آپ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کی یہودی تنظیم کی ایک اہم رکن مادام رسونتی کو آپ نے اغوا کیا ہے۔ پہلے اسے آپ پاکستان لے گئے۔ جب وہاں آپ کو قانونی تحفظ نہ مل سکا تو آپ اسے لے کر یہاں آ گئے ہیں۔"

رسونتی نے سختی سے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اغوا نہیں

کیا گیا ہے۔ میں اپنی مرضی سے، اپنی خوشی سے ان کی پناہ میں آئی ہوں اور آئندہ بھی رہنا چاہتی ہوں۔"

انسپکٹر نے کہا۔ "آپ یہ بات عدالت میں کہہ سکتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مسٹر فرہاد کو عدالت میں پیش کریں۔"

"اتنا تو میں جانتا ہوں کہ آج ہی عدالت میں پیشی نہیں ہو سکتی۔ پہلے آپ اس کی اطلاع دیں گے۔ قانونی کارروائی کریں گے۔ پھر پیشی کا ایک دن ایک تاریخ مقرر ہو گی۔ اس مقررہ تاریخ کو پیش ہونے تک میری پوزیشن کیا ہو گی؟"

"ابھی تو آپ ہماری حراست میں رہیں گے۔ آپ کی ضمانت لے لی گئی تو آپ کو آپ کی رہائش گاہ تک محدود کر دیا جائے گا۔"

"یعنی کہ مجھے نظر بند رکھا جائے گا۔"

"آپ جو بھی سمجھ لیں۔ کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں فرہاد ہوں اور یہاں پایا جا سکتا ہوں؟"

انسپکٹر نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ یہودی تنظیم کے ایڈووکیٹ ڈیوڈ سولجر ہیں۔ انہوں نے ہمیں آپ تک پہنچایا ہے۔"

میں نے اس سادہ لباس والے کی طرف دیکھا جو پولیس والوں کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد صاحب! میں اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں۔ میری بیوی، میرے بچے، میرے رشتہ دار کوئی بھی نہیں۔ میں آدھی سے زیادہ عمر گزار چکا ہوں۔ اب آپ کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مارا جاؤں تو اس کا افسوس نہیں ہو گا، بلکہ خوشی ہو گی کہ میں یہودی ہوں اور اپنی تنظیم کے لیے جان دے رہا ہوں۔ ہاں اگر آپ نے مجھ پر رحم کھایا اور مجھے زندہ چھوڑ دیا تو میں ہی آپ کے خلاف مقدمہ لڑوں گا اور آپ کو رسونتی کے اغوا کرنے کی سزا ضرور دلاؤں گا۔"

رسونتی کرسی سے اٹھ کر غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے اغوا نہیں کیا گیا۔"

ڈیوڈ سولجر نے بڑے تحمل سے کہا۔ "آپ نہیں جانتی ہیں، آپ ماضی کو بھول چکی ہیں۔ آپ کو جب اپنی حقیقت معلوم ہو گی تب یقیناً آپ اس بات کو تسلیم کریں گی کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ کے بہی خواہ ہیں اور ہمیشہ آپ کے وفادار اور محافظ رہے ہیں۔ یہودی تنظیم نے آپ کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچایا ہے۔ آپ وقت کا انتظار کریں۔ آپ کو جلد ہی ماضی کی بہت ساری باتیں یاد آ جائیں گی اور آپ دوست اور دشمن کو پہچان لیں گی۔"

میں نے پولیس آفیسر سے پوچھا۔ "آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "آپ تو بہت ہی مشہور ہستی ہیں۔ آپ کے متعلق میں نے بہت کچھ سنا تھا۔ آج آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے۔"

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ میرے متعلق کیا جانتے ہیں، اسے دو لفظوں میں بیان کریں۔"

"یہی کہ آپ دشمنوں کے لیے جان لینے کی حد تک خطرناک ہیں اور دوستوں کے لیے جان دینے کی حد تک پرخلوص انسان ہیں۔"

"آپ مجھے دشمن بنانا چاہتے ہیں یا دوست؟"

وہ میرے سوال پر ہچکچانے لگا، پھر اس نے کہا۔ "دیکھیے میں عجیب دوراہے پر ہوں۔ آپ کو گرفتار کر کے لے جاؤں تو دشمن کہلاؤں اور ایسا نہ کروں تو اپنے فرض کو پورا نہ کر سکوں گا۔"

"آپ دوستی نباہتے ہوئے بھی اپنا فرض پورا کر سکتے ہیں۔"

"ایسا میں ضرور کروں گا۔ آپ مجھے مشورہ دیں۔"

"آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ پولیس اسٹیشن تک چلوں اور اس وقت تک آپ کی حراست میں رہوں جب تک کہ میری ضمانت نہ ہو جائے۔ تو ان تمام سپاہیوں کو رخصت کر دیں۔ میں آپ کے ساتھ دوستانہ انداز میں جاؤں گا۔ آپ میری کار میں میرے ساتھ چلیں گے۔ یہ ہوئی دوستی کی بات۔ دشمنی کی بات یہ ہے کہ ابھی دیکھتے ہی دیکھتے یہاں زلزلہ آئے گا۔ آپ تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں تو میں دکھاؤں؟"

وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں نہیں جناب! میں دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں۔"

پھر اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ چلے جائیں۔ اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ یہودی تنظیم کا ایڈووکیٹ ڈیوڈ سولجر بھی وہاں سے جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو۔ گھر پہنچنے تک تم خودکشی کرنے والے ہو۔"

وہ ایک دم سے پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "آپ یہ نہ سمجھیں کہ میرے مر جانے سے آپ کا مقدمہ لڑنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ ہماری تنظیم میں ایک سے بڑھ کر ایک قانون داں ہے۔ وہ آپ کو کبھی بچ کر نکلنے نہیں دیں گے۔"

میں نے انجان بنتے ہوئے حیران ہو کر پولیس آفیسر سے پوچھا "یہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔"

اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتا، میں پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے میرے اور پولیس آفیسر کے درمیان آیا۔ پھر اس سے پہلے کہ پولیس آفیسر کچھ سمجھتا، اس نے اس کے ہولسٹر پر ہاتھ مارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ریوالور ڈیوڈ سولجر کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔

آفیسر نے اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا "مسٹر ڈیوڈ! یہ کیا حرکت ہے۔ میرا ریوالور واپس کرو۔"

وہ آفیسر کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "خبردار! میرے قریب کوئی نہ آئے۔"

وہ تمام سپاہی جو واپس جا رہے تھے، یہ تماشہ دیکھ کر رک گئے اور ڈیوڈ کے اطراف گھیرا تنگ کرنے لگے۔ ڈیوڈ سولجر نے کہا "خبردار مجھ سے دور رہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں فرہاد اپنے بچاؤ کے راستے نکال لے گا۔ قانون کی گرفت میں نہیں آ سکے گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا، یہیں ختم کردوں گا۔"

رسونتی چیختی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے سامنے ڈھال بن کر بولی "نہیں نہیں! انہیں نہ مارو۔ انہیں چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"تم راضی ہو تو میری طرف چلی آؤ۔"

رسونتی نے مجھے ڈبڈبائی ہوئی الوداعی نظروں سے دیکھا۔ وہ جانا ہی چاہتی تھی کہ میں نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ "میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ دشمنوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ ہم دونوں جئیں گے ایک ساتھ مریں گے ایک ساتھ۔"

یہ کہتے ہی میں پھر ڈیوڈ سولجر کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ جتنی دیر میں نے اس کے دماغ کو کھلا چھوڑ کر رسونتی سے یہ بات کہی تھی اتنی دیر میں وہ اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھ کر حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور وہ ریوالور لیے کیوں کھڑا ہے۔ جب تک بات اس کی سمجھ میں آتی، میں پھر اس کے اندر سما چکا تھا۔

اچانک ہی اس پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ دوسرے لفظوں میں میرے اوپر قیامت ٹوٹ پڑی کیونکہ میں اس کے اندر تھا۔ جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوا گویا میرے ساتھ بھی ہوا۔ ادھر سے واٹسورد کی نے اچانک ہی ایک کرسی اٹھا کر اس پر پھینک دی تھی۔ وہ کرسی سمیت لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے جا کر گرا۔

میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس کی انگلی ریوالور کے ٹرائیگر پر دبا دی۔ چھت میں سے ایک فائر کی آواز گونجی، اس کے ساتھ ہی رسونتی چیخ مار کر میرے ساتھ لپٹ گئی۔ اس کا دل میرے دل کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔

اس وقت اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ گولی آسمانی بجلی فرہاد کے سینے میں اترنے والی ہے۔ اس سے پہلے ہی لڑکی سپر ہو رہی ہے۔ اس لیے گولی پہلے اس کے جسم میں اترے گی، پھر فرہاد تک پہنچے گی۔ وہ موت کو میرے پاس آنے سے روک دینا چاہتی تھی۔

مگر قصہ یوں تھا کہ میں نے ریوالور کو ڈیوڈ سولجر کی طرف گھما کر ٹرائیگر پر انگلی دبائی تھی۔ ریوالور کی نال ایسے وقت اس کی ٹھوڑی کے نیچے لگی ہوئی تھی۔ گولی اس کے چہرے کے اندر سے گزرتی ہوئی، کھوپڑی میں سوراخ کرتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ وہاں یہی رائے قائم کی گئی کہ کرسی کی زد میں آ کر جب وہ نیچے گرا تو ریوالور کا رخ آپ ہی آپ اس کی طرف ہو گیا تھا اور وہ اپنی ہی گولی سے ہلاک ہو گیا تھا۔

ریستوران میں اچھی خاصی ہلچل مچ گئی تھی یہاں بیٹھے ہوئے لوگ دور ہٹ گئے تھے مرد، عورت، بچے اور بوڑھے سبھی سہمے ہوئے ڈیوڈ سولجر کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ آپس میں تبصرے کر رہے تھے۔ جو لوگ قریب آنا چاہتے تھے پولیس والے انہیں روک رہے تھے۔ ریستوران سے باہر جانے کے لیے کہ رہے تھے۔

ایک شخص نے مجھے مخاطب کیا "مسٹر فرہاد!"

میں نے آواز کی سمت دیکھا۔ مجھ سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی میز کی طرف سے گھوم کر میری طرف رخ کیا، پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ سر پر سفید فیلٹ ہیٹ۔ اس کے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کی چھڑی تھی۔ اس نے گہری چبھتی ہوئی آواز میں کہا "پہلے سر سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھ لو۔"

میں نے اس کے پاؤں کی طرف دیکھا۔ اس نے جوتے پہنے ہوئے تھے مگر وہ جوتے بڑی عجیب ساخت کے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بے داغ فولاد کے جوتے ہوں۔ نیلے سوٹ کا کپڑا بھی کچھ غیر معمولی قسم کا تھا۔ شاید اس میں بھی کوئی غیر معمولی خوبی ہو۔ اس کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی، اس کے متعلق کہہ چکا ہوں کہ وہ بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر بھی

نیلی تھی۔ اس نے گلے میں ایک سونے کی چین پہنی ہوئی تھی اس چین کا لاکٹ اس کی نکٹائی پر چمک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر جو سیاہ چشمہ تھا، وہ بھی عام چشموں سے مختلف تھا۔ سر پر جو ہیٹ تھی تو اس کے متعلق بھی میں نے یہی سوچا کہ جب وہ اپنے پاؤں سے لے کر چہرے تک غیر معمولی نظر آ رہا ہے، تو ہیٹ میں بھی کوئی غیر معمولی بات ہو گی۔

واٹسورد کی مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ سیاہ چشمے والا مجھے نہیں بلکہ واٹسورد کی کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رخ اسی کی طرف ہے۔ میں نے کہا "مسٹر! میں نے تمہیں سر سے پاؤں تک دیکھ لیا ہے۔ تم کون ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ سرد لہجے میں بولا "میں ڈیوڈ سولجر ہوں۔ وہی ڈیوڈ سولجر جسے تم ابھی ہلاک کر چکے ہو۔ ادھر اس کی لاش پڑی ہوئی ہے اور ادھر وہی تمہارے سامنے زندہ کھڑا ہوا ہے۔"

اس کی بات پر ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ اسے توجہ اور بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا "فرہاد! ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ اس بھرے پرے ریستوران میں جوابی ہی فائرنگ سے ہلاک ہو چکا ہے دراصل وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے۔ آنکھوں دیکھی بات کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اس لیے میں بھی جھٹلانا مناسب نہیں سمجھتا پھر اتنی ساری آنکھوں والوں کی موجودگی میں کوئی میری بات کا یقین کیسے کرے گا؟ میں آنکھوں والا نہیں اندھا ہوں۔"

میں نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔ اس وقت میری حیرانی اور بڑھ گئی جب اس نے اپنی آنکھوں پر سے اس سیاہ چشمے کو ہٹایا۔ اس کی آنکھیں دور ہی سے بے نور نظر آ رہی تھیں۔ آنکھوں کے دونوں پپوٹے اپنی جگہ بھٹے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے تقریباً چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں پھوٹی ہوئی ہیں۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا "آ جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اندر سے بھی اچھی طرح دیکھ لو۔ دیکھو کہ میرے اندر کتنا اندھیرا ہے۔ میرے راستے روشن نہیں ہیں لیکن میں اپنے راستوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ اپنے سامنے والی رکاوٹوں کو دور کرنا بھی جانتا ہوں۔ دیکھو میں یہاں سے باہر پارکنگ ایریا میں اپنی گاڑی تک جا رہا ہوں۔ کیسے جا رہا ہوں یہ دیکھنا تمہارے لیے ضروری ہے پھر کہنا کہ میں نے اپنے متعلق معلومات فراہم نہیں کیں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ اپنے دائیں طرف گھومنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس نے جو جوتے پہنے ہوئے ہیں ان میں ریڈار سسٹم ہے یعنی وہ جوتے سامنے والی رکاوٹوں سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ جس طرح چمگادڑ اندھی ہوتی ہے لیکن تیزی سے اڑنے کے باوجود جب دیوار کے سامنے آتی ہے تو اچانک ہی مڑ جاتی ہے۔ چمگادڑیں قدرتی طور پر ریڈار سسٹم کی حامل ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی تکنیک ان جوتوں میں تھی۔ وہ آگے بڑھنے سے پہلے بولا "آفیسر! میں یہ کہنا بھول گیا کہ جو شخص اب تک ایڈ دکیٹ ڈیوڈ سولجر بنا ہوا آپ کی راہنمائی کر رہا تھا اور جس نے آپ کو فرہاد تک پہنچایا، وہ ہماری تنظیم کا ایک معمولی آدمی تھا۔ ڈیوڈ سولجر میں ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ریستوران سے باہر جانے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد ذرا رک گیا۔ کیونکہ سامنے میز اور کرسیاں تھیں۔ وہ دوسری طرف راستہ بدل کر جانے لگا۔ اس کے جوتے اسے بتا رہے تھے کہ راستہ صاف ہے۔ آگے بڑھ کر پھر وہ رک گیا۔ سامنے سے آنے والا ایک سپاہی اسے کراس کر رہا تھا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزر گیا تو وہ پھر آگے بڑھنے لگا۔

اس کی سوچ نے یہ بھی بتایا کہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کے ایک اسپیکر پوائنٹ سے مخصوص قسم کی آوازیں آہستہ آہستہ نشر ہوتی ہیں۔ جب ایک مخصوص آواز نشر ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ راستے میں جو چیزیں آئی ہیں وہ ساکت ہیں مثلاً میز، کرسیاں یا کہیں کھڑی ہوئی گاڑی وغیرہ۔

پھر دوسری مخصوص آواز ایسی ہوتی ہے جسے سن کر ڈیوڈ سولجر سمجھ لیتا ہے کہ اس کے سامنے آنے والی چیزیں متحرک ہیں مثلاً انسان، کتے، بلیاں وغیرہ۔ اگر کوئی چیز موت کی طرح برق رفتاری سے اس کی طرف آ رہی ہو تو اس اسپیکر پوائنٹ سے خطرے کی گھنٹی سنائی دیتی ہے۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خطرات کے وقت وہ کیا کرتا ہے۔ کس طرح اپنا بچاؤ کرتا ہے اور کس طرح اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگاتا ہے؟

اس نے سوچ کے ذریعے کہا "نہیں مسٹر فرہاد! میرے دماغ کو ٹٹولنے کی کوششیں نہ کرو۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے اپنے دماغ میں تمہیں مہمان بنایا ہے۔ میزبان کی مرضی سے جو ملے معزز مہمان کی طرح قبول کرو۔ اس سے زیادہ حاصل کرنے کا لالچ کرو گے تو میزبان تمہیں اپنے گھر سے باہر کر دے گا۔"

میں نے اس کی بات کا برا نہیں مانا۔ مجھے واٹسورد کی کی یہ نصیحت اچھی طرح یاد تھی کہ انسان کو غصے میں نہیں آنا

چاہیے۔ دماغ کو ہمیشہ ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔ ڈیوڈ سولجر بڑی آزادی سے آنکھ والوں کی طرح چلتا ہوا ریستوران کے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ تب پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ سولجر! رک جائیے۔"

وہ رک گیا۔ پلٹ کر آواز کی سمت دیکھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی اسے یہ بھی بتا رہی تھی کہ کس سمت سے آواز آ رہی ہے اور اسے کس سمت رخ کرنا چاہیے۔ پولیس آفیسر نے کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ! تمہیں ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چل کر بیان دینا ہوگا کہ اس مرنے والے شخص نے تمہارے نام سے ہماری رہنمائی کیوں کی؟"

اندھے نے مسکرا کر پوچھا "کیا اس نے غلط رہنمائی کی؟ کیا اس نے آپ کو فرہاد علی تیمور تک نہیں پہنچایا؟"

"پہنچایا تو ضرور ہے لیکن آپ کون ہیں؟ اندھے ہونے کے باوجود آنی باتیں کیسے جانتے ہیں؟"

"میں اپنی گاڑی تک جا رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ پولیس اسٹیشن تک میری گاڑی میں چل سکتے ہیں۔"

"میں مسٹر فرہاد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آپ کے ساتھ دوسپاہی جائیں گے۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ سپاہی نہیں آپ جا سکتے ہیں ورنہ میری گاڑی میں کوئی نہیں آ سکے گا۔"

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "آفیسر! آپ ڈیوڈ سولجر کو اپنی گاڑی میں تنہا جانے دیں۔ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ اندھا شخص اپنے وعدے کے مطابق پولیس اسٹیشن ضرور پہنچے گا۔"

ڈیوڈ سولجر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جو شخص خود کسی جرم میں ملوث ہو کر پولیس اسٹیشن جا رہا ہو، میں اس کی ضمانت لینے لیے قبول نہیں کروں گا۔ ہماری تنظیم کا چیف یہاں موجود ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی ایک شخص ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی ایک آنکھ چمڑے کے چوکور پردے کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ وہ کانا تھا۔ اسے دیکھتے ہی پولیس آفیسر نے خوشامدانہ انداز میں آگے بڑھ کر مصافحہ کیا پھر کہا۔ "جناب! آپ نے یہاں آنے کی زحمت فرمائی ہے۔ کیا واقعی آپ مسٹر ڈیوڈ سولجر کے لیے آئے ہیں؟"

جواب میں اس کانے نے ایک کاغذ آفیسر کی طرف بڑھایا۔ آفیسر نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "مسٹر ڈیوڈ سولجر کو جانے کی اجازت دی جائے۔ اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔"

وہ کانا یہودیوں کا چیف مجھ سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔ اپنی ایک آنکھ کو بھی جھکائے ہوئے تھا تاکہ میں ایک آنکھ کے راستے سے بھی اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکوں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کمال ہے۔ یہودیوں کا سربراہ یا تو کانا ہے یا بالکل ہی اندھا۔ مزید کمال کی بات یہ ہے کہ تم کانے یہودیوں کو اب تک اپنے اندھے پن کا احساس نہیں ہوا۔"

یہودیوں کا چیف کچھ کہے بغیر وہاں سے جانے لگا۔ میں چاہتا تو اس پر جھپٹ سکتا تھا لیکن اس وقت میں قانون کی گرفت میں تھا۔ وہ اندھا ہماری طرف سے پلٹ کر دروازے کی طرف گیا۔ وہاں کھڑے ہوئے دربان نے دروازہ کھول دیا۔ وہ دروازے کے کھلے ہوئے پٹ سے اور دربان سے کتراتا ہوا باہر جانے لگا۔ یقیناً اس کے جوتے بتا رہے تھے کہ کس طرح اسے کترا کر گزرنا چاہیے۔ آگے زینہ تھا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ رک گیا۔ اس کی چھڑی اشارہ دے رہی تھی کہ آگے راستہ ہموار نہیں ہے۔ یا گڑھا ہے یا پھر زینہ ہے۔ اس نے چھڑی کو زمین پر ٹیک دیا۔ پھر اس کے سہارے زینے سے اترنے لگا۔ زینے کے تین پائیدان سے اترنے کے بعد پھر ہموار راستہ آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ راستے کے دائیں طرف جانے سے آگے پارکنگ لاٹ ہے۔ وہ ادھر جانے لگا۔ بالکل ایسے انداز میں چل رہا تھا جیسے آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ اس کے پاس جو آلات تھے وہ سب اس کی آنکھوں کا کام کر رہے تھے۔

وہ پارکنگ ایریا میں پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! تم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ خطرات کے وقت میں کس طرح اپنا بچاؤ کرتا ہوں۔ تو یہ تماشہ بھی تمہیں دکھا دیتا ہوں۔"

وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گیا۔ کار میں کوئی ایسا آلہ تھا جو اس کی چھڑی تک اشارہ پہنچاتا تھا اور وہ اشارہ مل جاتا تھا اسی لیے وہ سیدھا اپنی کار تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔ "یہاں سے تھوڑی دور میرا ایک آدمی ایک بلڈ ہاؤنڈ کو اپنے قابو میں رکھے ہوئے ہے۔ اس کتے کو میرا ایک رومال سونگھا دیا گیا ہے۔ اب وہ اس کی بو پر میری طرف جھپٹتا آئے گا۔ اگر مجھ سے ذرا بھی غفلت ہوئی تو وہ مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا بایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ چٹکی بجائی۔ اس وقت تک میں پولیس آفیسر، رسونتی اور واتورو وغیرہ کے ساتھ پارکنگ ایریا تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں ہم نے

دیکھا، ایک بہت ہی خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤنڈ تیزی سے دوڑتا ہوا ڈیوڈ سولجر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اندھا نہیں جانتا تھا کہ کتا کدھر سے آ رہا ہے لیکن اس کی چھڑی جانتی تھی۔ پھر جیسے ہی وہ کتا چھلانگ لگا کر اس کی طرف گیا تو بس چھلانگ لگا کر ہی رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑا تھا۔

میں نے اندھے کی سوچ سے معلوم کیا۔ اس کی چھڑی کے دستے سے ایک بے آواز فائر ہوا تھا — اور وہ کتا اس فائر کی زد میں آ گیا تھا۔ ڈرائیور نے اپنے اندھے باس کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "فرہاد! میرا پتہ نوٹ کر لو۔"

اس نے مجھے اپنی رہائش گاہ کا پتہ بتایا، پھر کہا۔ "تم جب چاہو میرے پاس آ سکتے ہو لیکن آنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ وہ ہماری آخری ملاقات ہو گی۔ اگر تم میرے پاس نہیں آؤ گے تو میں کسی بھی وقت تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔ جانتے ہو کیوں؟"

اس وقت تک اس کے ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی اور وہ گاڑی آگے بڑھتے ہوئے اس پارکنگ ایریا سے نکل رہی تھی۔ اس اندھے نے بڑے ہی بے رحم لہجے میں کہا۔ "اس لیے کہ میں تمہارا پانچواں قاتل ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل گیا یا نکال دیا گیا کیونکہ اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کی کار نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی اور وہ میری ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے بھی اوجھل ہو گیا تھا۔ میرے ساتھ ایک قانون کا محافظ تھا۔ میں یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ ابھی جو اندھا یہاں سے گیا ہے وہ آئندہ میرے قاتل کی حیثیت سے سامنے آئے گا۔

واتورو کی نے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! کیا آپ خیال خوانی میں مصروف ہیں؟"

"میں اس اندھے کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہودی مجھے قتل کرنے کے لیے دنیا کے حیرت انگیز اور غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے قاتلوں کی خدمات حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ اس بار انہوں نے اس اندھے کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

پولیس آفیسر نے چونک کے پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ سے نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ ہی قانون کی مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس اندھے کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہودی تنظیم والے بھی اس بات سے انکار کر دیں گے۔"

واتورو کی سوچ میں ڈوبا ہوا ادھر دیکھ رہا تھا جدھر اس اندھے کی کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "بے شک یہ خطرناک بھی ہے، غیر معمولی بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ یہ آنکھوں والوں سے زیادہ محتاط، چالاک اور چوکنا ہے۔ ابھی ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حملہ کرنے والوں کو آن واحد میں کس طرح ہلاک کر دیتا ہے۔ خیر ہم اسے بعد میں دیکھیں گے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اپنی کار کے پاس آئے۔ میں نے کہا۔ "مسٹر روکی! آپ اپنی کار میں ہمارے ساتھ چلیں۔ میں راستے میں خیال خوانی کے ذریعے برما کے ماسٹر کو بلاؤں گا۔ وہ میری ضمانت لے گا۔ معاملہ جلد ہی نمٹ جائے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دو گاڑیاں پارکنگ ایریا میں پہنچیں۔ ایک گاڑی میں برما کا ماسٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گاڑی سے اتر کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! ہمیں اس بات کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی کہ طیارہ 'سونیا' یہاں سے پرواز کرنے والا ہے۔ میں نے سمجھ لیا تھا، آپ یہاں ضرور آئیں گے اور یقیناً دشمن آپ کو گھیرنے کی کوشش کریں گے۔ جس دن ریڈیو کے باس ایجلو نے یہ اطلاع دی تھی کہ یہودی یہاں بھی آپ پر مادام سونتی کے اغوا کا الزام لگا رہے ہیں اور آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنا چاہتے ہیں، میں نے اس کے دوسرے دن ہی عدالت سے آپ کے حق میں ضمانت قبل از گرفتاری حاصل کر لی تھی۔ یہ دیکھیے۔"

اس نے چند کاغذات پولیس آفیسر کی طرف بڑھائے۔ قانون کے معاملات کسی حد تک وہیں نمٹ گئے۔ عدالت کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ مجھے حراست میں نہ رکھا جائے اور میری ضمانت لینے والوں پر یہ پابندی عائد کی گئی تھی کہ مجھے رنگون شہر سے باہر نہ جانے دیا جائے تاوقتیکہ مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں نہ ہو۔

پولیس آفیسر مطمئن ہو کر چلا گیا، ماسٹر نے پوچھا۔ "جناب آپ تو اچانک غائب ہو گئے۔ کم از کم ہمیں اپنی رہائش گاہ کا پتہ تو بتا دیجیے۔"

"میری رہائش آپ کے دماغ میں ہے۔ جب بھی میری ضرورت پڑے گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ نے جو ضمانت لی ہے اس کا پابند رہوں گا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "ہم جانتے ہیں کہ آپ قانون کا احترام کریں گے لیکن......"

وہ کہتے کہتے رک گیا، اس کی نظر اس کار پر گئی جو انجلو نے

مجھے دی تھی۔ اس کا ماتحت کیشو وہاں کھڑا ہوا تھا۔ کار کو اور کیشو کو وہ دیکھنے کے بعد ماسٹر نے کہا "میں سمجھ گیا، آپ ریڈ پاور کی پناہ میں ہیں۔"

"یہ ایک احتیاطی تدبیر ہے۔"

"لیکن جناب! ہم سے کیا غلطی ہو گئی ہے۔ ہم نے آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ مانا کہ پچھلے ماسٹر نے بہت بڑی حماقت کی تھی لیکن اسے اس کی سزا بھی دیدی گئی۔ ہم تو ہر لمحہ آپ کے لیے جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

"میں مانتا ہوں لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے ریڈ پاور والوں کو بھی دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ آپ لوگوں کی پالیسی ہے۔ کیا آپ لوگ ایک طرف مسلمانوں اور دوسری طرف یہودیوں کے دوست نہیں ہیں؟"

"وہ تو ہیں لیکن یہودیوں کے دوست ہونے کے باوجود ہم مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "براہِ راست نقصان نہیں پہنچاتے لیکن مسلمانوں کو یہودیوں کے ہاتھوں سے نقصان پہنچتا ہے تو ایک کنارے ہو جاتے ہیں۔ طرح طرح سے اپنی مجبوریاں ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہی معاملہ دیکھ لیں کہ یہودی خواہ مخواہ مجھ پر رسونتی کے اغوا کا مقدمہ چلا رہے ہیں۔ آپ نے اتنا ہی کیا کہ میرے لیے ضمانت حاصل کر لی۔ بڑی مہربانی کی اور جتنی مہربانی کی، میں اتنی ہی دوستی کر رہا ہوں۔"

"جناب! میں سپر ماسٹر کو کیا جواب دوں؟"

"میں تھوڑی دیر بعد آپ سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔ پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے اسے پھر مخاطب کیا "ماسٹر! میں جاوید کے متعلق پوچھنا بھول گیا۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ جاوید صاحب بخیریت ہیں۔ کل تک انھیں مادام مارتھا کی تمام جائداد کا نگراں بنا دیا جائے گا۔"

میں نے جاوید کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ آنجہانی ممی کی کوٹھی میں مقیم تھا، خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔ نئی جگہ سے کچھ بیزار نظر آتا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ یہاں گزارہ کیسے ہوگا۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ اس نے پوچھا "بھائی جان! کیا آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں جلد ہی تم سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں اپنا دل بہلانے کی کوشش کرو، خوب تفریح کرو۔ کل تک تمہیں ایک بہت بڑی جائداد کا نگراں بنا دیا جائے گا۔ اس کے بعد جلد ہی تم اپنی بیگم اور ریحانہ کو یہاں بلا سکو گے۔"

میں اسے تسلیاں دے کر دماغی طور پر حاضر ہوا۔ میری کار کے پاس ہی رسونتی وانشورد کی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا "میرے ساتھ رہنے میں ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں موقع محل نہیں دیکھتا، خیال خوانی میں مصروف ہو جاتا ہوں اور میرے ساتھ رہنے والوں کو میرا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں تمہاری ان عادتوں سے بیزار ہو کر کیا کروں گی۔ تمھیں چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتی۔ ابھی دیکھ لیا ہے کہ دشمن کس طرح مجھے حاصل کرنے کے لیے قانونی کارروائی کر رہے ہیں۔"

میں نے وانشورد کی سے پوچھا "آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"میرا تو جی چاہتا ہے آپ کے ساتھ دن رات رہوں لیکن لوپی نے جلد واپس آنے کی تاکید کی ہے۔"

میں نے بھی تائید کی "آپ کو اس کے پاس رہنا چاہیے۔ یاد ہے نا آپ نے اسے دوسری مرتبہ بنانے کا وعدہ کیا ہے۔"

اس نے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یقیناً لیکن میری ایک خواہش ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے میں اس اندھے سے ٹکراؤں گا۔ اس کے بعد آپ۔"

"اس کے بعد کا مطلب ہوا کہ آپ کا ٹکرانا ناکام ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اس نے آپ کو جانی نقصان پہنچایا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ نہیں مسٹر روکی! میں آپ کو اتنے خطرناک دشمنوں کے سامنے نہیں جانے دوں گا۔"

"یہ میری توہین ہوگی۔"

"توہین کی بات نہیں ہے۔ آپ بلاشبہ ناقابلِ شکست فائٹر ہیں، آپ کو شاید ہی کوئی شکست دے سکے لیکن آپ ایک بات نہیں جانتے۔ جو انتقاماً لڑنے کے لیے آتے ہیں، وہ لڑنے کے اصول کو مدِ نظر نہیں رکھتے۔ کوئی مکاری ایسی کرتے ہیں کہ اچھے سے اچھا لڑنے والا بھی جان سے چلا جاتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں آپ کی فرمائش کے مطابق لوپی کو فولاد بناؤں گا، آپ میری یہ فرمائش پوری کر دیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "جب آپ اس اندھے ڈیولوپر کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کی کسی مکاری سے مارے جائیں گے تو پھر لوپی کو فولاد کون بنائے گا؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں وہاں سے زندہ واپس آؤں گا۔"

"چلیے ایسا کرتے ہیں کہ میرے سات قاتل اور ہیں، ان ساتوں میں سے آپ جس کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیں گے۔ میں آپ کو اجازت دے دوں گا۔ آپ یقین کریں یہ اندھا بظاہر جس قدر خطرناک نظر آ رہا ہے اس سے کہیں زیادہ خطرناک وہ قاتل ہیں جو آئندہ میرے سامنے والے ہیں، بولیے کیا فیصلہ ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "ٹھیک ہے، آئندہ سات قاتلوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ میں کروں گا۔"

اس نے دوسری بار مصافحہ کیا اور یہ وعدہ لے کر رخصت ہو گیا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ اس کے جانے کے بعد ہم کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور اپنی خفیہ رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ راستے میں میں نے پوچھا "تم میری خیال خوانی سے بیزار ہو جاتی ہو؟"

"ہرگز نہیں لیکن ہر بات کی ایک انتہا ہوتی ہے۔"

"ابھی تم انتہا نہ سمجھو تو میں ضروری خیال خوانی کروں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ منجالی کب تک یہاں آئے گی۔"

وہ خاموش ہو کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔ میں منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے محسوس کرنے لگی۔ اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم آ گیا۔ میں نے محسوس کیا اس کے دل کی رفتار کچھ تیز ہو گئی تھی۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ انسان خواہ عورت ہو یا مرد۔ اگر اس کے اندر کوئی خوش گوار تبدیلی ہوتی ہے تو وہ اس کے مزاج میں اور اس کے جذبوں میں بھی نمایاں ہونے لگی ہے، وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ صنفِ نازک ہو اور اس کے اندر کوئی مرد سما جائے، ایسا مرد جو میری طرح تنہا سا تو ہو مگر ان دیکھا ہو۔ اور دماغ میں آ بسے تو یقیناً دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔

وہ ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی، میں نے پوچھا، "جب بھی میں تمہارے دماغ میں آتا ہوں تمہارا دل عجیب طرح سے دھڑکنے لگتا ہے، ایسا کیوں ہے؟"

میرے اس سوال سے وہ کچھ پریشان ہوئی پھر سنبھل کر بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ غیر معمولی صلاحیت کے مالک ہیں، عالمی شہرت کے حامل ہیں آپ جیسی شخصیت میرے اندر سماتی ہے تو یقیناً حیرت سے اور مسرت سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا، وہ مجھے سمجھتے وقت اپنی دوسری سوچ کو دبا رہی تھی۔ میں نے کہا "مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، ہر انسان کے دماغ میں منفی اور مثبت خیال کی تکرار ہوتی رہتی ہے، اس تکرار کو مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "آپ جانتے ہیں میں کس قدر زہریلی ہوں، میں کبھی کسی سے شادی نہیں کر سکتی، کسی کو اپنا بوائے فرینڈ نہیں بنا سکتی۔ اسی لیے میں نے ابتدا ہی سے سونیا کو اپنا آئیڈیل بنا رکھا ہے۔"

"کیا ایک جوان لڑکی کسی عورت کو آئیڈیل بنا کر ساری زندگی گزار سکتی ہے؟"

"میں دوسروں کے متعلق نہیں کہہ سکتی کہ ان کی زندگی میں کیسی تبدیلیاں آ جاتی ہوں گی، کیسے وہ ارادے بدل کر کسی عورت کی بجائے کسی مرد کو آئیڈیل بنا لیتی ہوں گی میرے ساتھ بڑی مجبوریاں ہیں، میں کسی سے بھی محبت کروں گی تو وہ زہریلی محبت ہوگی۔"

وہ چند لمحوں کے لیے چپ رہی، اس کی خاموش سوچیں کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگوں سے دور بھاگتی ہے مگر دل پھینک قسم کے نوجوان اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں وہ انھیں باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگرچہ وہ کالی ہے مگر اس کے زہر نے اسے غیر معمولی طور پر پرکشش بنا رکھا ہے۔ مرد یوں کھنچے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میری زندگی میں تین مرد ایسے آئے جو بہت ضدی اور خود کو ناقابلِ شکست سمجھتے تھے وہ ایسے سر پھرے تھے کہ جسے چاہتے تھے حاصل کر لیتے تھے۔ اسی ضد سے انھوں نے مجھے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان کا نتیجہ کیا ہوا یہ میں سونیا کو بتا چکی ہوں۔ شاید آپ نے بھی سنا ہو۔ دو تو میرے زہر سے مر گئے۔ تیسرا میری معلومات کے مطابق پاگل ہو گیا تھا۔ جیسے کہ مادام رسونتی پاگل ہوتے ہوتے بچ گئیں، آپ کی فوری توجہ نے انھیں دوسری زندگی دی ہے۔"

"میرا سوال کچھ اور تھا، جواب کچھ اور ملا ہے، میں پوچھ رہا ہوں تم اپنی پہاڑ جیسی زندگی کیسے گزارو گی، سنا ہے تم مین ایج میں ہو۔ شاید سولہ، سترہ یا اٹھارہ برس کی۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں، اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ لیا، پھر بولی "ایک تو یہ زہر مجھے مار ڈالے گا۔ پتہ نہیں میرا کیا انجام ہو۔ سچ پوچھیے تو میں آپ کے لیے پریشان ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "میرے لیے کیوں؟"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی، اس کے بعد بولی "میں اپنی تعریف نہیں کرنا چاہتی لیکن اتنی سی عمر میں تجربات نے مجھے بتایا ہے کہ جو شخص بھی مجھے دیکھتا ہے، مجھ پر سے نظریں نہیں ہٹا سکتا۔ لوگ میرے چہرے کو، میرے سراپا کو دیکھتے رہ جاتے ہیں، اس وقت بھی طیارے کے کتنے ہی مسافر کسی نہ کسی بہانے سے میری طرف دیکھ رہے ہیں، درمیانی پیسج سے گزرنے کے دوران بھی مجھے دیکھتے ہوئے گزرتے ہیں، اگر میں کسی کو نظر بھر کر دیکھوں تو اس پر ہپناٹزم کا عمل شروع ہو جائے گا۔ زہر میں کتنی قوت ہوتی ہے، کتنی کشش ہوتی ہے، یہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔ اس کا تجربہ اس وقت ہوگا جب میں آپ کے سامنے آؤں گی۔"

اس نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "آپ زندہ دل ہیں اور حسن کے رسیا بھی، مجھے دیکھ کر آپ میری طرف مائل ہوں گے تو یہ مجھ جیسی لڑکی کے لیے ایک طرف خوش نصیبی ہوگی مگر دوسری طرف بڑی بدنصیبی ہوگی کیونکہ میرے بعد پھر کوئی دوسری لڑکی آپ کی زندگی میں نہیں آ سکے گی کیونکہ میرے ساتھ ہمیشہ موت آتی ہے۔"

میں نے سوچا۔ کیا وہ جو کچھ کہہ رہی ہے۔ وہ درست ہو سکتا ہے؟ کیا میں اس کی طرف مائل ہو جاؤں گا؟ نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے نہیں نہیں کی گردان کرتے وقت انکار میں سر ہلایا، اچانک میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کس بات پر انکار کر رہے ہو؟"

میں نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا "ابھی آتا ہوں۔"

میں پھر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس سے کہا "تم اطمینان رکھو، میں خود کو قابو میں رکھنا جانتا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔"

میں دوبارہ دماغی رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ میں رسونتی سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس وقت کیشو نے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے گاڑی روک دی۔ پھر اس نے پلٹ کر کہا "میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ آپ کچھ شاپنگ کرنا چاہیں تو مادام کے ساتھ اندر چلے جائیں۔ شاپنگ کے دوران مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتے رہیں۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ تعاقب کرنے والے آپ کے پیچھے اس اسٹور میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں۔"

"کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہو یا نہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ میں ابھی تمہارے باس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ دوسری کار ڈپارٹمنٹل اسٹور کے پیچھے دوسری شاہراہ پر پہنچا دے۔ تم وہاں موجود رہنا۔ ہم اس کار میں چلے جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں رسونتی کے ساتھ کار سے باہر نکلا اور اس ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہو گیا۔ وہاں ہم نے آدھا گھنٹہ گزارا، اس دوران میں نے انجلو سے رابطہ قائم کیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں نے کیشو کو بتایا کہ اس کا باس کس میکر کی اور کس رنگ کی گاڑی دوسری شاہراہ پر پہنچا رہا ہے۔ وہ وہاں جائے اور اس کے ڈرائیور کو اپنی کار کی چابی دے اور دوسری کار کی چابی لے لے۔

ادھر کیشو نے بتا دیا تھا کہ دو شخص ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہوئے ہیں، ایک پتلون اور بشرٹ پہنے ہوئے ہے، دوسرا بنیان اور نیکر میں ہے، وہ دونوں دور ہی سے نظر آ گئے۔ میں نے رسونتی سے کہا "ادھر ان دو آدمیوں کو دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگی، میں ان کا حلیہ اور ان کے لباس کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے پوچھا "مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تم اتنے بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور میں یوں بھٹکتی رہو جیسے مجھ سے بچھڑ گئی ہو اور مجھے تلاش کر رہی ہو، کبھی کسی کاؤنٹر گرل سے کسی چیز کی قیمت بھی پوچھ لینا۔"

وہ مجھ سے بچھڑ گئی۔ میں اسٹور کے اس حصے میں گیا جہاں کتابیں فروخت ہوتی تھیں، میں یونہی کتابیں دیکھنے کے بہانے رسونتی کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ بھٹکتی ہوئی ایک طرف گئی تھی جب اس نے دیکھا کہ وہ دونوں اس کی طرف چلے آ رہے ہیں تو وہ ایک کاؤنٹر پر رک گئی، اس نے کاؤنٹر مین سے کہا "مجھے شیونگ کا پورا سیٹ چاہیے۔"

کاؤنٹر مین نے دوسرے کاؤنٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آپ وہاں چلی جائیں۔"

رسونتی ادھر جانے لگی، میں کاؤنٹر مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ کاؤنٹر کے قریب آئے تو ایک نے آہستگی سے کہا: "اکیلی نظر آ رہی ہے۔ فرہاد کہاں چلا گیا؟"

دوسرے نے کہا "جائے گا کہاں؟ اسی اسٹور میں ہوگا۔"

پھر پہلے نے کہا "کہیں کوئی چال تو نہیں ہے؟ اس ٹیلی پیتھی والے سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں چھپ کر ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

"تم ڈرتے بھی ہو اور بول بھی رہے ہو، ہمیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم گونگے بنے رہیں۔"

میں نے رسونتی سے کہا "جدھر کتابیں فروخت ہوتی ہیں ادھر چلی آؤ۔" وہ اس طرف چل دی۔

وہ دونوں اس کا پیچھا کرنا چاہتے تھے، میں نے ان میں سے ایک کو ایک عورت کی طرف گھما دیا۔ اس نے کہا "ہائے میری جان کہاں منہ پھیر کر جا رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس عورت کے بازو کو پکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحے تڑاخ سے اس کے منہ پر طمانچہ پڑا، دوسرے ساتھی نے کہا "یار! یہ کیا کر رہے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اس عورت سے کہا "دیکھو یہ خواہ مخواہ تمہیں چھیڑ رہا ہے حالانکہ تم اس کی نہیں میری جان ہو۔"

وہ اس عورت کی طرف بڑھا تھا۔ وہ چیخ کر پیچھے ہٹ گئی۔ یہ تماشہ دوسرے بھی دیکھ رہے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب نے ان دونوں کو گھیرے میں لے لیا، ان کی پٹائی کرنے لگے۔

ذرا سی دیر میں مسلح گارڈ آ گئے۔ ان کا کیا حشر ہوا۔ یہ جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں رسونتی کو لیے ہوئے اس ڈپارٹمنٹل اسٹور کے پچھلے حصے میں آیا، پھر وہاں سے نکل کر دوسری شاہراہ پر پہنچ گیا۔ ایک کار کے پاس کیشو کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہم اس کار میں سفر کر رہے تھے، رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا "آخر یہ دشمن کب تک پیچھے لگے رہیں گے؟"

"جب تک ٹیلی پیتھی ساتھ رہے گی، دشمن لگے رہیں گے۔"

"چولہے میں گئی ایسی ٹیلی پیتھی، جان کا عذاب بن گئی ہے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"

"چھوڑ دوں گا تو دشمن چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دیں گے، مجھے نہ اس کروٹ چین ہے نہ اس کروٹ۔"

"کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ سارے کے سارے دشمن مر جائیں؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "جب سے یہ دنیا بنی ہے تب سے انسان اپنے اپنے وقت پر مرتا آیا ہے لیکن شیطان کبھی نہیں مرتا۔"

پھر میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے کہا "میں نے سوچا ہے کہ دشمنوں کے خلاف بہت بڑا محاذ قائم کروں، یہ بات میں سوچ کے ذریعے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کیشو نہ سن سکے۔"

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیسا محاذ قائم کر رہے ہو؟"

"ابھی میرے ذہن میں پوری طرح منصوبہ نہیں ہے، میں بابا صاحب کے پاس پہنچوں گا۔ سونیا سے مشورہ کروں گا پھر فیصلہ کروں گا۔"

سونیا کا نام سن کر وہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے کہا۔ "اپنے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالنا، وقت آنے پر تم سونیا کو اچھی طرح پہچان لو گی۔"

"یہ بابا صاحب کون ہیں؟"

"ایک محترم بزرگ ہیں، ابھی بیمار ہیں، میں رات کو کسی وقت ان سے رابطہ قائم کروں گا تاکہ وہ اچھی طرح صحت یاب ہو جائیں تو کوئی کام کی بات ہو سکے۔"

"کیا منجالی یہاں آ رہی ہے؟"

"اس کا سفر جاری ہے، شام کے سات بجے تک یہاں پہنچے گی۔"

ہم اپنی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ گئے، کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے کہا "مجھے تنہائی چاہیے، تم ایک کپ چائے پلا دو۔ میں دشمنوں سے نمٹنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے کیشو کو رخصت کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ ہمارے ہر کمرے میں ایک ٹی وی، ریڈیو گرام اور ٹیپ ریکارڈ موجود تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈ کو آن کیا۔ اس میں سے ویسٹرن آرکسٹرا کی آواز ابھرنے لگی، میں نے اسے آف کرنے کے بعد بلو ہنڈ کیا۔ اس کے بعد اس ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا جو اسٹونی راک کا علاج کر رہا تھا۔

وہ اپنے گھر میں تھا، دوپہر کے کھانے کے بعد آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، گھبرا کر دروازے کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے یہودی تنظیم کا کوئی بھی فرد آ کر اسے محض اس لیے گولی مارے گا کہ فرہاد اس کے دماغ میں کیوں پہنچ گیا ہے۔

میں نے کہا "گھبراؤ مت۔ میری مہربانیوں سے تم ابھی تک زندہ ہو، صرف اس لیے کہ میرے ساتھ تعاون کر رہے ہو۔ جیسا میں کہوں ویسا کرتے جاؤ۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے۔"

"آپ کی بڑی مہربانی ہے، میں آپ سے بھرپور تعاون کرتا رہوں گا۔"

"تم جیسے لوگ ہمیشہ ایسے ہی وقت کام آتے ہیں جب سر پر تلوار لٹکی رہتی ہے، مجھے بتاؤ۔ یہاں یہودی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

وہ زبان کھولنے والا تھا کہ میں نے پھر سختی سے کہا "کچھ کہنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو، اگر جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو...."

"نہیں نہیں جناب میں سچ بتا رہا ہوں یہاں عام طور پر جو یہودی تنظیم ہے اس سے ہم سب کا رابطہ ہے لیکن اصل کام جیوش انٹیلی جنس والے کرتے ہیں، وہ کسی سے نہیں ملتے۔ خفیہ طور پر اپنے احکامات یہودی تنظیم تک پہنچاتے ہیں، وہ تنظیم والے ہمیں اپنا اپنا کام سونپ دیتے ہیں۔"

"جیوش انٹیلی جنس کے لوگ کس طرح اپنے احکامات تنظیم والوں تک پہنچاتے ہیں؟"

"یہ میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ شاید ٹیلی فون کے ذریعے یا تحریر کے ذریعے احکامات موصول ہوتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ پیغامات یہودی تنظیم کے سربراہ کو براہِ راست موصول ہوتے ہوں گے۔ کسی ایرے غیرے کو احکامات اور ہدایات نہیں دی جا سکتیں۔"

"جی جناب یہی ہو سکتا ہے۔"

"یہودی تنظیم کے سربراہ سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرو۔"

"جناب! براہِ راست ان سے بات نہیں ہو سکتی۔ ان کی سیکریٹری کو پیغام دیا جاتا ہے۔"

"چلو، سیکریٹری سہی، وہ لوگ تم سے اسٹونی راک کی حالت

معلوم کرتے ہوں گے۔"

"جی ہاں میں اس کی رپورٹ بھیجتا رہتا ہوں۔"

"اس وقت فون پر کوئی خاص رپورٹ دو۔ میں سننا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے اپنے ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی میز کے پاس آیا۔ وہاں سے ایک پیپر پیڈ اور قلم اٹھا کر ٹیپ ریکارڈ کے پاس آگیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا، میں وہ نمبر نوٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک سُریلی سی آواز سنا دی "ہیلو!"

اُدھر سے ڈاکٹر نے کہا "مس فلورا! میں ڈاکٹر بول رہا ہوں ابھی دو گھنٹے پہلے مسٹر اسٹونی راک نیند کی حالت میں اچانک ہی اٹھ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ فرہاد ان کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ میں نے ایک ذرا آواز نہیں نکالی۔ فوراً ہی کمرے سے نکل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ دیکھیے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں اسٹونی راک کے کمرے میں دو پہلوان قسم کے اچھے فائٹر موجود رہنے چاہئیں تاکہ کبھی وہ اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچے تو پہلوان اسے کنٹرول کر سکیں۔ یہ ہم ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائے وغیرہ کے بس کی بات نہیں ہے۔"

دوسری طرف سے مس فلورا نے کہا "آل رائٹ، مسٹر والٹر تک تمہارا یہ پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی فلورا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ریکارڈ کو آن کیا اور فلورا کے لب و لہجے کی نقل ریکارڈ کرنے لگا۔ جتنی بات اس نے کہی تھی اتنی ہی بات میں نے ریکارڈ کی۔ پھر ریکارڈ کو آف کر دیا۔

اس کے بعد میں نے دروازے کی طرف دیکھا وہاں رسونتی ہاتھ میں چائے کی پیالی لیے حیرانی سے مجھے تک رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے پوچھا "یہ تم عورتوں والے انداز میں اپنی آواز ریکارڈ کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے چائے کی پیالی کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "اپنے ایک دشمن کے لب و لہجے کو ریکارڈ کر رہا ہوں تاکہ بھول نہ جاؤں۔"

اس نے آگے بڑھ کر چائے کی پیالی میرے ہاتھ میں دی۔ میں نے کہا "میرے چائے پینے تک ریکارڈر کے پاس کھڑی رہو اگر کچھ لکھنے کے لیے کہوں تو اس کاغذ پر لکھتی جانا۔"

میں اسے ہدایت دے کر چائے کی پیالی لیے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر فلورا کے دماغ میں پہنچ گیا، اس وقت وہ ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی، میں نے فوراً ہی رسونتی سے کہا "لکھنا شروع کرو۔ میں بول رہا ہوں۔"

اُدھر فلورا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں وہ نمبر اُونچی آواز میں بولنے لگا۔ رسونتی اسے لکھتی گئی۔ ڈائلنگ ختم ہوتے ہی کہیں دوسری طرف سے کسی نے ریسیور اٹھایا، ذرا خاموشی رہی پھر دو بار چٹکیاں بجانے کی آواز سنائی دی۔

فلورا کی سوچ نے بتایا۔ دو بار چٹکیاں بجانے کا مطلب پوچھا جا رہا ہے "کون ہے؟"

اس نے جواباً تین بار چٹکیاں بجائیں اس کا مطلب تھا "میں فلورا ہوں تم آزادی سے باتیں کر سکتے ہو۔"

چٹکیاں بجانے کے بعد فلورا نے یہ بات اپنی زبان سے کہی دوسری طرف سے کسی نے کہا "میری جان! اس وقت کیسے یاد کیا؟"

وہ مسکرا کر بولی "رومانس کے لیے نہیں ضروری کام کے لیے۔ ڈاکٹر کی رپورٹ ہے کہ فرہاد دو ڈھائی گھنٹے پہلے اسٹونی راک کے دماغ میں پہنچا تھا۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی کمرے سے باہر نکل کر دروازے کو باہر سے بند کر لیا تھا۔ وہ بار بار اصرار کر رہا ہے کہ اسٹونی راک کے کمرے میں دو پہلوان قسم کے مضبوط ہٹے کٹے آدمیوں کو ہونا چاہیے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "ٹھیک ہے۔ میں مسٹر والٹر کو کہہ آیا ہوں گا کہ وہ دو اچھے مضبوط قسم کے فائٹروں کو اسٹونی راک کے کمرے میں بھیج دیں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ریکارڈر کے پاس آیا۔ پھر اسے آن کر کے فلورا کے عاشق کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو ریکارڈ کرنے لگا۔ جیسے ہی میں نے ریکارڈنگ ختم کی۔ رسونتی نے غصے سے کہا "لعنت ہے تمہاری ٹیلی پیتھی پر۔ وہاں چائے ٹھنڈی ہو گئی کیا دو منٹ چائے کے لیے نکال لو گے تو دشمن بھاگ جائیں گے۔"

میں ہنستے ہوئے صوفے کی طرف آیا۔ پھر چائے کی پیالی اٹھا کر پینے لگا۔ چائے واقعی ٹھنڈی ہو گئی تھی لیکن میں نے ایک گھونٹ حلق سے اتار کر یوں منہ بنایا جیسے گرم ہو پھر سر ہلا کر کہا۔ "گرم ہے۔"

میں نے دوسرا گھونٹ پیا۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی بلکہ گھور رہی تھی۔ وہ میرے قریب آئی، پھر اس نے پیالی میرے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا "مجھے الّو بناتے ہو، چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں گرم ہے۔"

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ میں پی کر دیکھتی ہوں۔"

اس نے چائے کا ایک گھونٹ اپنے حلق سے اتارا، اچانک احساس ہوا کہ اس نے میرا جھوٹا پیا ہے۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کہا "ہاتھ نہ چھڑانا۔ پیالی گر جائے گی یا چائے چھلک جائے گی۔"

وہ شرماتے ہوئے دوسری طرف منہ پھیر کر بولی "مجھے چھوڑ دو۔ پلیز جانے دو۔"

وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بھاگی، پیالی ہم دونوں کے ہاتھ میں تھی اب میرے ہاتھ میں رہ گئی۔ وہ جا چکی تھی میں نے مسکرا کر پیالی کو میز پر رکھی۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر فلورا کے عاشق کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے عاشق کا نام ماتھیو تھا۔ وہ جیوش انٹیلی جنس کا ایک اہم جاسوس تھا۔ اس انٹیلی جنس میں صرف چار افراد تھے جن میں سے تین جاسوس تھے اور چوتھا پالیسی میکر تھا یعنی وہ منصوبے بناتا تھا، پلان چاک آؤٹ کرتا تھا۔ اس کے مطابق اس کے جاسوس عمل کرتے تھے۔ جو کام یہودی تنظیم سے لینا ہوتا اس کے لیے وہ مسٹر والٹر سے رجوع کرتے تھے۔

والٹر ایک بوڑھا تجربہ کار قانون داں تھا۔ وہی میرے خلاف برا میں مقدمہ لڑنے والا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ رسونتی کو قانونی طور پر مجھ سے چھین لے گا۔ جیوش انٹیلی جنس کے پالیسی میکر کے پاس رسونتی کی ایسی تصویریں تھیں جو یہ ثابت کرتی تھیں کہ وہ یہودی تنظیم سے تعلق رکھتی ہے اور یہودیوں کے اہم افراد کے ساتھ زندگی گزارتی رہی ہے۔ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کچھ تحریریں سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ ابتدا سے ہی فرہاد کی دشمن رہی ہے کیونکہ فرہاد ہی اس کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس سے دشمنی کرتا آیا ہے، جن دنوں رسونتی یہودیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی انہی دنوں یہ سب کچھ حاصل کیا گیا تھا۔ رسونتی کی آواز بھی ریکارڈ کی گئی تھی۔ اس کے ذریعے بھی یہ ثابت کیا جا سکتا تھا کہ فی الحال رسونتی نے اپنے ماضی کو بھلا دیا ہے اسی لیے اپنے یہودی دوستوں کو پہچاننے سے انکار کر رہی ہے اور دشمن فرہاد نے اسے اپنی فرضی محبت کے جال میں جکڑ لیا ہے۔

وہ تینوں جاسوس اپنے پالیسی میکر سے احکامات حاصل کرتے تھے اور ان احکامات کو والٹر تک پہنچاتے تھے۔ والٹر یہودی تنظیم کا سربراہ تھا۔ مس فلورا اس کی سیکریٹری تھی لیکن فلورا اور ماتھیو کے درمیان جذباتی رشتہ تھا اس لیے وہ دونوں براہِ راست ایک دوسرے سے اہم معاملات پر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اہم گفتگو کرنے کے بعد ذاتی گفتگو کرنے لگے تھے اور میں ماتھیو کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر یہ ساری معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا آخر ماتھیو نے کہا "آج رات کو کلب میں ملاقات ہوگی۔ اس وقت اجازت دو۔ ابھی ایک بہت اہم میٹنگ ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں دو آدمی بیٹھے شراب سے شغل کر رہے تھے۔ ایک نے پوچھا "یہ کس سے اتنی دیر باتیں ہوتی رہیں؟"

دوسرے نے کہا "اور کس سے ہو سکتی ہیں فلورا ہوگی۔"

ماتھیو نے مسکراتے ہوئے کہا "وہی تھی یہاں رنگون میں اس کے ساتھ اچھا وقت گزر رہا ہے۔"

اس کے دوسرے جاسوس ساتھی نے کہا "یاد ہے ہمیں تل ابیب کے ہیڈ کوارٹر سے آخری نصیحت کیا کی گئی تھی؟ یہی کہ ایک اچھا جاسوس شراب، شباب اور دولت کی چھین جھپٹ سے دور رہتا ہے یہ تین چیزیں ایسی ہیں جو دشمن کے ہتھے چڑھا دیتی ہیں۔"

ماتھیو نے کہا "مشکل یہ ہے کہ ہم تل ابیب کے ہیڈ کوارٹر والوں سے خود رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ جب وہ چاہتے ہیں تو اپنی طرف سے تحریری پیغام بھیج دیتے ہیں۔ اب یہی دیکھو کہ شیو کا نیالی کی موت کے بعد ہم تیز طرار، چرب زبان، چالاک، مکار اور خطرناک قسم کے قاتل کی توقع کر رہے تھے مگر ہیڈ کوارٹر والوں نے حکم صادر کر دیا کہ اندھے ڈیوڈ سولجر کو استعمال کریں فوری طور پر کوئی دوسرا قاتل نہیں پہنچ سکے گا۔"

ایک نے پوچھا "تمہیں اس اندھے پر کیا اعتراض ہے؟ کیا وہ خطرناک نہیں ہے؟"

"بے شک خطرناک ہے فرہاد کے چھکے چھڑا دے گا لیکن اس کم بخت اندھے کی کمزوری بھی عورت ہے۔ تم لوگ ابھی مجھے فلورا سے دور رہنے کی تاکید کر رہے تھے لیکن وہ اندھا اپنی رہائش گاہ میں تنہا نہیں رہتا، اس کی خدمت کے لیے ایک عورت چاہیے اور وہ بھی ایک پر قناعت نہیں کرتا۔ ایک کی جگہ دوسری چلی جاتی ہے ایسے میں ہم کو کس قدر محتاط رہنا ہوگا۔ کوئی ایسی عورت اس کے پاس نہ چلی جائے جو فرہاد کے زیرِ اثر ہو۔"

ان کی باتیں سن کر میں نے ذرا اطمینان کی سانس لی۔ فوراً ہی یہ تدبیر سمجھ میں آگئی کہ اس اندھے کے لڑنے کے انداز کو اور اس کے بچاؤ کی تدبیر کو مزید سمجھنے کے لیے یہودیوں کی ہی کسی عورت کو ٹریپ کر کے بھیجوں گا۔

وہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے اور میں تینوں کے لب و لہجے کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر کے پاس جا کر باقی دو جاسوسوں کی آواز اور ان کے لب و لہجے کو ریکارڈ کر لیا۔ اسی وقت مجھے دروازے پر آہٹ سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا۔ رسونتی چائے کی دوسری پیالی لے کر آئی تھی لیکن وہ کمرے کے اندر نہیں آئی، دروازے کے باہر ہی سے ہاتھ بڑھا کر اس نے کمرے کے قالین پر چائے کی پیالی رکھی پھر یوں بھاگی جیسے ڈر رہی ہو کہ میں دوبارہ اس کا ہاتھ نہ پکڑ لوں۔

میں نے آگے بڑھ کر قالین پر سے چائے کی پیالی اٹھائی پھر چائے کی چسکی لیتا ہوا ان جاسوسوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اس

وقت اس کا پالیسی میکر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "بڑی اہم خبر لایا ہوں۔ ہیڈ کوارٹر سے تحریری اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اسٹونی راک کو قتل کر دیا جائے۔"

"کیا؟" تینوں حیرانی سے اپنے پالیسی میکر کو دیکھنے لگے پھر مانتھیو نے پوچھا: "مسٹر داؤد! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

پالیسی میکر مسٹر داؤد نے کہا: "میں درست کہہ رہا ہوں۔ یہ اسٹونی راک ہمارے لیے دردِ سر بن گیا۔ فرہاد جب چاہتا ہے اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائے وغیرہ کو محتاط رہنا پڑتا ہے، وہ گونگے بنے رہتے ہیں پھر یہ کہ ہمیں بھی خطرہ لاحق رہتا ہے۔ میں نے یہ بات ہیڈ کوارٹر تک پہنچائی تھی۔ وہاں سے جواب موصول ہوا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

"قتل کرنا کیا ضروری ہے؟ آخر وہ ہمارا وفادار رہا ہے۔ اسے ہم برما سے کہیں باہر بھیج دیں گے۔"

داؤد نے کہا: "ذرا عقل سے کام لو۔ فرہاد اس کے دماغ میں موجود رہے گا، وہ اسے برما واپس لے آئے گا اور ہمارے لیے دردِ سر بنا رہے گا۔ بہتر ہے کسی کرائے کے قاتل کو اس ڈیلومیکل اسٹونی راک کے پیچھے لگا دیا جائے۔"

مانتھیو نے کہا: "وہ ڈیلومیکل زخموں سے چور ہے مگر پھر بھی کبھی ایک پر بھاری پڑ سکتا ہے، احتیاطاً دو زبردست قسم کے قاتل مقرر کیے جائیں۔"

داؤد نے کہا: "اب دوسری بات سنو۔ اسٹونی راک نے زخموں سے چور ہونے کے بعد اسپتال میں پہنچ کر لوپی کے متعلق جو بیان دیا تھا۔ اسی کے مطابق ہم نے معلومات حاصل کی ہیں، پتہ چلا کہ لوپی اس رومانہ کی ہم شکل ہے جس کی تصویر فرہاد کے ریکارڈ میں موجود رہتی ہے۔"

داؤد نے ایک جاسوس کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔ "مارشل! تم نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے۔ تم لوپی کو دیکھ چکے ہو، میں نے یہ بات ہیڈ کوارٹر تک پہنچائی تھی، وہاں سے حکم ملا ہے کہ اس لڑکی کو اغوا کیا جائے یقیناً فرہاد کو اس سے جذباتی لگاؤ ہوگا، کچھ تو اس کی کمزوری ہمارے ہاتھ آئے گی۔"

مارشل نے کہا: "یہ کون سی بڑی بات ہے، وہ لڑکی آزاد گھومتی رہتی ہے کسی دن بھی اٹھا کر لے آئیں گے مگر اسے کہاں پہنچانا ہوگا؟"

"برما سے باہر اسمگل کیا جائے گا، فرہاد لوپی سے دور ہے۔ ہمارا یہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق فرہاد پھر روپوش ہو گیا ہے، آخر وہ دو دن سے کہاں چھپا ہوا ہے۔ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتہ کیوں نہیں چلا سکتے؟"

"میں نے تو پوری کوشش کی تھی۔ ہماری تنظیم کے دو آدمی اس کی کار کا تعاقب کر رہے تھے، ان دونوں آدمیوں کے پیچھے میری کار تھی، وہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے رک گئے تھے پھر فرہاد رسونتی کو لے کر اندر چلا گیا تھا۔ ہمارے دونوں آدمی ان کے پیچھے گئے مگر فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی پٹائی کرا دی۔ میں احتیاطاً کار میں بیٹھا رہا کیونکہ فرہاد کی کار اور اس کا ڈرائیور میری نظروں میں تھا مگر میں بھی دھوکا کھا گیا۔ بہرحال اس بار وہ نظر آیا تو میں اس کی پناہ گاہ تک پہنچ کر رہوں گا۔"

داؤد نے کہا: "میرے ذہن میں ایک اور تدبیر ہے، ہم اس سلسلے میں اپنی یہودی تنظیم کے سربراہ والٹر سے بھی مشورہ لیں گے۔ تدبیر یہ ہے کہ رسونتی کو بھی اغوا کیا جائے۔ ادھر فرہاد کے خلاف مقدمہ چلے گا اور عدالت میں یہ کہا جائے گا کہ رسونتی کو قانون کی تحویل میں دیا جائے۔ رسونتی ہمارے ہاتھ لگ جائے گی تو فرہاد قانونی احکامات کی تعمیل نہیں کر سکے گا۔ اس پر دوہرا مقدمہ چلے گا۔"

میں نے چائے کی خالی پیالی ایک طرف رکھی پھر ٹیپ ریکارڈ کو آن کر کے پالیسی میکر داؤد کے لب و لہجے کو ریکارڈ کرنے لگا۔ جب میں اس کے دماغ میں دوبارہ پہنچا تو وہ اپنے تینوں جاسوسوں سے کہہ رہا تھا: "آخری بات یہ ہے کہ آج لینزا کو اندھے کے پاس بھیجا جائے۔ لینزا ڈیوڈ سولجر کی رہائش گاہ کا پتہ نہیں جانتی ہے۔ فلورا سے کہا جائے کہ وہ اسے وہاں پہنچا دے۔"

وہ باتیں کر رہے تھے اور شراب پی رہے تھے۔ بلکہ صرف پی رہے تھے۔ اہم باتیں ختم ہو چکی تھیں، میں واپس آ گیا۔ اس وقت پانچ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ سات بجے تک منجالی یہاں پہنچنے والی تھی، میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت وہ ڈھاکا ایئرپورٹ کی عمارت میں تھی، میں نے پوچھا: "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس نے کہا: "جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی، یہ لوگ کہہ رہے ہیں، کل صبح دوسرا طیارہ آئے گا تو ہمیں رنگون پہنچایا جائے گا، میں سوچ رہی ہوں آج رات شہر میں گزار لوں۔"

میں نے پوچھا: "تمہیں ایئرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت کیسے ملے گی؟"

"یہاں بڑی افراتفری مچی ہوئی ہے، یہ نیا نیا بنگلہ دیش بنا ہے۔ ایئرپورٹ کا عملہ کچھ عجیب سا ہے، کوئی کسی کی خبر نہیں لیتا۔ نہ ہی کوئی خاص چیکنگ ہو رہی ہے، ابھی ایک مسافر مجھے کہہ رہا تھا کہ کسی بھی آفیسر کے ہاتھ میں پانچ ڈالر کا ایک نوٹ رکھو۔ وہ ایئرپورٹ سے باہر جا کر شہر میں رات گزارنے کی اجازت دے

گا۔ میں یہی کروں گی۔"

میں اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا اور رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں آرام کر رہی تھی، میں نے مخاطب کیا تو اٹھ کر بیٹھ گئی: "بابا صاحب کا کیا حال ہے؟ کیا میں ان کے پاس جاؤں؟"

"وہ سو رہے ہیں، بہتر ہے انہیں ڈسٹرب نہ کرو، میں اعلیٰ بی بی کا انتظار ہے، سنا ہے وہ یہاں پہنچنے والی ہے۔ بابا صاحب نے کہا تھا اعلیٰ بی بی آ جائے گی تو کل صبح وہ ایک اہم فیصلہ سنائیں گے۔"

"اس کالج کا کیا ہوا جس کے نیچے سرنگ بنائی گئی ہے؟"

"وہ سرنگ ایکٹرونا فارم تک گئی ہے، ہمارے طلباء اور طالبات نے اس فارم پر قبضہ جما لیا ہے۔ ہم اس بات کا دعویٰ کرنے والے ہیں کہ وہ فارم ہمارے ہاتھ فروخت کر دیا جائے۔ پھر وہ سرنگ ہماری موجودگی میں اس طرح بند کی جائے کہ دوبارہ کھودی نہ جا سکے۔"

"اس بہروپیے بابا نے تمہاری گردن میں تلوار کی نوک چبھوئی تھی، اب وہ زخم کیسا ہے؟"

"ایسے زخم کھائے ہیں کہ اب کوئی زخم، زخم نہیں رہا۔"

وہ بڑے پیار سے مسکرانے لگی، میں بڑے پیار سے رخصت ہو کر جمیلہ کے پاس پہنچا۔ اس کی سوچ کے ذریعے اپنے بیٹے پارس کا حال معلوم کیا۔ وہ مرجانہ کی پناہ میں تھا۔ میں نے مرجانہ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ اس لیے وہاں نہیں گیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گیا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ منجالی کل سے پہلے یہاں نہیں آ سکتی تھی، بابا صاحب بھی کل صبح اپنا کوئی اہم فیصلہ سنانے والے تھے، میرا بیٹا پارس مرجانہ کی پناہ میں محفوظ تھا فی الحال ادھر کوئی فکر نہیں تھی۔ ادھر اپنے قاتلوں کی فکر کرنا تھی اور قاتل ایک اندھا تھا جو آنکھ والوں سے زیادہ شاطر اور خطرناک تھا۔

پہلے میں واشو رو کی کے پاس پہنچا، اسے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہو کر کہا: "جناب! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"بس یونہی۔ آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تھا اس لیے اندر ہی اندر کچھ اضطراب سا تھا۔"

"میں ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔ یہاں لوپی کے لیے سخت خطرہ ہے، دشمن اسے اغوا کرنا چاہتے ہیں۔"

"دشمنوں کی شامت آ گئی ہے۔"

"مسٹر رو کی! یقیناً آپ کی موجودگی میں لوپی کو اغوا کرنے کے لیے انہیں لوہے کے چنے چبانے پڑیں گے۔ پھر بھی وہ کیسی مکاری دکھائیں گے، کس طرح جال بچھائیں گے، یہ ہم اور آپ نہیں جانتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ لوپی کو رنگون بلکہ برما سے باہر بھیج دیا جائے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے بشرطیکہ لوپی اپنا وطن چھوڑنے کے لیے راضی ہو جائے۔"

"وہ راضی ہو جائے گی، آپ میرا حوالہ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ریڈ پاور کی تنظیم سے نکل جائے۔ ان سے پیچھا چھڑانے کا یہ ایک طریقہ ہے کہ وہ برما چھوڑ دے اور آپ کے ساتھ رہے۔"

واشو رو کی نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے سامنے بیٹھی ہوئی لوپی کی طرف دیکھا، پھر سوچ کے ذریعے کہا: "آپ کی خاطر شاید راضی ہو جائے، آپ کی فرمائش کے مطابق میں نے اس سے کہا تھا کہ آپ اسے فولاد بنتے دیکھنا چاہتے ہیں، اس کے لیے کم از کم دو سال کا عرصہ چاہیے، یہ اس بات کے لیے راضی ہو گئی ہے محض آپ کی خاطر......"

میں نے واشو رو کی کے دماغ میں رہ کر سامنے بیٹھی ہوئی لوپی کو دیکھا۔ پہلے تو میں سمجھ رہا تھا کہ وہ یونہی بیٹھی باتیں کر رہی ہو گی، بعد میں خیال آیا کہ وہ فرش پر بیٹھی ہوئی ہے۔ ماسٹر واشو رو کی اسے سکھا رہا تھا کہ اچانک بیٹھے بیٹھے کس طرح کسی سہارے کے بغیر اچھل کر کھڑا ہونا چاہیے، اس طرح کہ زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے جائیں، میں نے کہا: "آپ اسے نئے گر سکھا رہے ہیں، مجھے اب اجازت دیجیے۔"

"ذرا ٹھہریے، ایک بات بہت دیر سے سوچ رہا ہوں اور وہ یہ کہ آپ مادام رسونتی کی حفاظت کے متعلق کیوں نہیں سوچ رہے ہیں۔"

"آپ نے عجیب سوال کیا ہے، میں تو اس کا محافظ ہوں۔"

"اس طرح حفاظت نہیں ہو سکے گی۔ دشمن آپ کے پیچھے ہیں، میں آپ کی بات آپ کو لوٹا رہا ہوں۔ ہم اور آپ نہیں جانتے کہ دشمن کیسی چالیں چلیں گے۔ کس طرح جال بچھائیں گے اگر انہوں نے مادام کو بھی......"

میں اس کی بات پوری طرح نہ سن سکا، مجھے یاد آ گیا تھا کہ داؤد رسونتی کو بھی اغوا کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "آپ درست کہتے ہیں لیکن میں مجبور ہوں، رسونتی کو کسی کے بھروسے نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کسی پر تو بھروسہ کرنا ہی ہوگا۔"

"بس ایک ہی جگہ ہے اور وہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ وہاں بھی دشمن گھس آئے تھے لیکن جب تک سونیا اور مرجانہ ہیں مجھے اپنے بیٹے کی طرف سے بھی اطمینان ہے اور رسونتی بھی وہاں محفوظ رہ سکتی ہے۔"

"وہ ایسی ہی جگہ ہے جہاں مادام سونیا اور میری شاگرد مرجانہ سے ملاقات ہو سکتی ہے تو کیوں نہ میں لومی اور مادام رسونتی کو لے کر ان کے پاس پہنچ جاؤں؟ آپ یہاں تنہا مطمئن رہیں گے۔ اگر چاہیں گے تو دشمن سے نمٹتے رہیں گے نہ چاہیں گے تو ہمارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

میں نے وانسورو کی کے مشورے پر غور کیا پھر کہا۔ "ٹھیک ہے میں اس پر مزید غور کرتا ہوں۔ آپ بھی سوچیں کہ آپ کس طرح دشمنوں کی نظروں سے چھپ کر لومی اور رسونتی کو یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں ریڈ پاور کے پاس انجلو کے پاس پہنچا۔ پھر اس سے کہا کہ لومی کو دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہے لہٰذا وہ اور وانشورو کی جہاں بھی رہیں ان کے اطراف پہرہ سخت کر دیا جائے۔ یہ ہدایت دے کر میں فلورا کے پاس پہنچ گیا۔

اب ہر طرف سے اطمینان تھا۔ صرف اس اندھے قاتل سے نمٹنا تھا ۔۔۔ فلورا کسی لیزا کو وہاں لے جانے کے لیے اپنے بنگلے سے نکل رہی تھی۔ ایک ملازم کو آواز دے کر کہہ رہی تھی کہ گاڑی باہر نکالے۔ پھر وہ سبک خرامی سے چلتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر آکر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پھول دار میٹی کوٹ اور نیلے رنگ کا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ اس نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ وہاں ایک نوجوان زمین پر چھوٹی سی چادر بچھا رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بولی۔ "اے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

نوجوان نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہا۔ "ہم مشرقی پاکستان سے جان بچا کر آئے ہیں اور مغربی پاکستان پہنچنے کے لیے چاکری (نوکری) ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ کے ہاں کوئی کام ہو تو دے دیجیے۔"

وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔ "اس کو ایسٹ پاکستان کیوں بولتے ہو۔ بنگلہ دیش بولو۔ تمہارے جیسے لوگ اور بھی ٹھوکریں کھائیں گے اور بھیک مانگتے پھریں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے پرس کو کھولا اس میں سے ایک ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ نوجوان نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "نہیں ہم بھیک نہیں مانگتے ہیں۔"

"پھر یہاں کپڑا بچھا کر کیا کر رہے ہو؟"

"نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "سنا ہے نماز پڑھنے سے پہلے پانی سے ہاتھ منہ دھوتے ہیں اور اگر نہ دھویا جائے تو نماز نہیں ہوتی اور اگر دھو لیا جائے اور کسی کافر حسینہ کو دیکھ لیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی؟"

اس نے جواب دیا۔ "نیت صاف ہو۔ دل میں ایمان ہو تو عبادت قبول ہو جاتی ہے۔"

فلورا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر بولی۔ "ادھر دیکھو۔"

نوجوان نے نظریں اٹھائیں تو فلورا نے اپنی ایک آستین ذرا نیچے کی طرف ڈھلکا دی۔ مارے غصے کے میرے اندر آگ سی لگ گئی۔ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں بہت ہی کٹر اور پکا مسلمان ہوں۔ نمازیں پڑھتا ہوں اور دین کے احکامات کی پابندی کرتا ہوں لیکن ایسا نہ کرنے کے باوجود جب کوئی ہماری ذات پر، ہماری قوم پر، ہمارے ملک پر اور ہمارے مذہب پر کیچڑ اچھالتا ہے یا کسی طرح کا مذاق اڑاتا ہے تو پھر برداشت نہیں ہوتا۔

بات صرف اپنے مذہب کی بھی نہیں ہے، دنیا کے ہر شخص کا مذہب، دھرم اپنی اپنی جگہ محترم ہیں، جب ہم کسی کی عبادت میں خلل نہیں ڈالتے ہیں تو کوئی دوسرا ہمارے ساتھ ایسا کیوں کرے؟ میں نے دانت پیس کر اس کے دماغ میں رہ کر سوچا، جب اسے اپنی جوانی پر ناز ہے اور یہ دعویٰ ہے کہ کسی بھی شریف آدمی کو شجرِ ممنوعہ کی طرف لے جائے گی تو میں دیکھتا ہوں کہ اس کا دعویٰ کتنی دیر تک قائم رہتا ہے۔ اب میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

وہ ایک ادائے ناز سے اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "مسٹر مسلمان! میرے گھر میں گٹر اور ٹوائلٹ صاف کرنے کا کام ہے۔ کرنا چاہو تو کل صبح آ جانا۔"

وہ لچکتی ہوئی سوسو بل کھاتی ہوئی اپنی کار کی طرف جانے لگی، اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز ہے، پوری یہودی سوسائٹی میں لوگ اس کے دیوانے رہتے ہیں، اسے فلورا دی پرنسس آف فلاورز کا خطاب دیا گیا ہے۔

ڈرائیور اس کی کار احاطے سے باہر لے آیا تھا۔ میں فلورا کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "تم جاؤ، میں خود ڈرائیو کروں گی۔"

ڈرائیور چلا گیا۔ اس نے پرس کو کھول کر نوٹ گنے۔ تقریباً ساڑھے تین ہزار ڈالر تھے۔ اس نے پلٹ کر اس مہاجر کو دیکھا جو ایک پاکستان سے نکالا گیا تھا اور اب دوسرے پاکستان تک پہنچنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اس وقت وہ نماز میں مصروف تھا۔ فلورا دبے قدموں چلتے ہوئے اس کے پیچھے گئی، پیچھے ایک

چھوٹی سی گٹھڑی رکھی ہوئی تھی اس میں کپڑے اور کچھ ضروری سامان تھا۔ فلورا نے وہ ساڑھے تین ہزار ڈالر اس میں ٹھونس دیئے پھر واپس اپنی کار کے پاس آئی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی، دروازے کو بند کیا۔ اس وقت اسے دو عورتیں، دو بچے اور ایک بوڑھا شخص نظر آیا۔ وہ سب اس نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ ایک لڑکی نے کہا۔ "ابا، بھائی جان تو یہاں نماز پڑھ رہے ہیں ہم ادھر تلاش کر رہے تھے۔"

میں نے فلورا کے دماغ سے حساب لگایا، اطمینان ہو گیا کہ وہ پورا خاندان ساڑھے تین ہزار ڈالر میں بآسانی بحری جہاز کے ذریعے کراچی تک پہنچ جائے گا۔

فلورا نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے آگے جانے لگی۔ ان کے پروگرام کے مطابق اسے پہلے لیزا کے پاس جانا تھا تاکہ وہ اسے ڈیوڈ سولجر تک پہنچا دے لیکن میں نے اسے وہاں نہیں جانے دیا۔ مجھے ڈیوڈ سولجر کا پتہ معلوم تھا، میں نے اس پتے پر فلورا کو پہنچا دیا۔

وہ ایک چھوٹا سا کاٹیج تھا، کاٹیج کے اطراف ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ میں نے باغیچے کے احاطے کے باہر گاڑی رکوا دی تھی۔ جب وہ کار سے باہر نکل کر مین گیٹ کے پاس آئی تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے گڑبڑا گئی، پریشان ہو کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ "یہ کیا ہے، میں یہاں کیسے آ گئی؟"

اس نے کاٹیج کو توجہ سے دیکھا، پھر ڈیوڈ سولجر کی رہائش گاہ کو پہچان گئی۔ اس نے سوچا۔ "لیزا کے پاس جانا چاہیے اور اسے یہاں لانا چاہیے۔"

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا۔ "جب میں یہاں آ ہی گئی ہوں تو ڈیوڈ سولجر سے ملاقات کر لوں، اسے بتا دوں کہ لیزا کے پاس جا کر آنے میں ذرا وقت لگے گا۔ لہٰذا وہ انتظار کرے۔"

میں اسے اس کی سوچ کے ذریعے قائل کرتا ہوا گیٹ کے اندر لے گیا، اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ کس طرح اندھے ڈیوڈ سولجر کا بیرونی دروازہ کھلوانا چاہیے کیونکہ وہ ہر آنے جانے والے کے لیے دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ وہ دروازے کے پاس ایک چھوٹے سے سفید پلاسٹک بورڈ کے سامنے کھڑی ہو گئی، اس بورڈ پر ایک سے لے کر دس تک نمبر لکھے ہوئے تھے، ان بٹنوں کے اوپر اسپیکر نظر آ رہا تھا۔ فلورا نے دو، چار اور صفر کا بٹن باری باری دبایا پھر ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

دوسرے ہی لمحے اسپیکر سے آواز آئی۔ "ہیلو فلورا! تم آئی ہو؟ ذرا اپنی آواز سناؤ؟"

"ہاں میں فلورا ہوں، تم سے ملنے آئی ہوں۔"

"کسی لڑکی کو ساتھ لائی ہوں؟"

فلورا کچھ کہنا چاہتی تھی، میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا، وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کیا میں لڑکی نہیں ہوں؟"

دوسری طرف اس اندھے کے ہنسنے کی آواز آئی۔ "میں تمہیں ویلکم کہتا ہوں۔ دروازہ کھل رہا ہے آ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی دروازے کے پاس کلک کی آواز سنائی دی جیسے اندر سے لاک ہٹایا گیا ہو، پھر وہ دروازہ آپ ہی آپ کھلتا چلا گیا، میں فلورا کے دماغ پر قابض تھا، وہ دروازے سے گزر کر ایک کوریڈور میں آئی، دروازہ پھر بند ہونے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے سے پھر کلک کی آواز آئی تھی، وہ مقفل ہو چکا تھا۔

شاید اس لیے مقفل ہوا تھا کہ شکار اگر محبت سے آیا ہے تو دوسری صبح واپس جائے اور دشمنی سے آیا ہے تو پھر نہ باہر جا سکے، نہ آئندہ دشمنی کے لیے آ سکے۔

کہیں اسپیکر سے آواز سنائی دی۔ "فلورا ڈرائنگ روم میں انتظار کرو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دو دروازوں کے درمیان آئی، ایک طرف کا دروازہ شاید بیڈ روم کا تھا۔ وہ اندر سے بند تھا، فلورا اس کھلے ہوئے دروازے سے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پھر پریشان ہو گئی، اس بار وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا ہوں۔ اس نے ڈرائنگ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے بیڈ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ "اندھا احتیاطی تدابیر میں مصروف ہو گا۔ پہلے وہ اپنے مخصوص جوتے، لباس، چشمہ اور چھڑی سے لیس ہو گا اس کے بعد یہاں آئے گا۔"

وہ اتنا انتظار نہیں کر سکتی تھی، چیخ کر اسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی تھی لیکن چیخ نہ سکی، پھر میری مٹھی میں آ گئی۔ میں نے اس کے پرس کو کھولا۔ اس میں سگریٹ اور لائٹر تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر ایک سگریٹ کو لائٹر سے سلگانے لگی۔ پھر اس نے پہلا کش لگایا، سگریٹ کی ننھی سی آگ مسکراتے ہوئے روشن اور روشن ہونے لگی۔

میں نے جلتی ہوئی سگریٹ اس کے اس بازو سے لگا دی جس کی نمائش کر کے اس نے ایک باوضو نوجوان کی عبادت میں خلل ڈالنا چاہا تھا ۔۔۔ پھر میں نے فوراً اس کے دماغ کو آزاد

چھوڑا، وہ ہیجانی انداز میں چیختی ہوئی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کر قالین پر گر پڑا تھا۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر سگریٹ کو اٹھا لیا۔

بیڈ روم سے اندھے ڈیوڈ سولجر کی آواز سنائی دی "کیا ہوا فلورا؟ کیا ہو گیا؟"

"کچھ نہیں مسٹر ڈیوڈ سگریٹ پی رہی تھی پھسکا لگ گیا ہے کوئی بات نہیں۔"

بیڈ روم کے اندر خاموشی رہی۔ شاید ڈیوڈ سولجر اس کے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا۔ اِدھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ تکلیف سے کراہنے لگی، بڑی جلن محسوس ہو رہی تھی اس نے اپنے جلے ہوئے حصے کو دیکھا پھر سگریٹ کو دیکھ کر دور سے پھینکنا چاہتی تھی۔ میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ سگریٹ پھر آہستہ آہستہ اپنے ٹارگٹ کی طرف جانے لگا۔ اس طرح کہ میں اس کے دماغ کو کبھی آزاد چھوڑتا تھا تو وہ گھبرا کر ننھی سی آگ کو روکتی تھی کبھی میں قابض ہو جاتا تھا تو وہ ہاتھ آگے بڑھتا تھا وہ رک رہی تھی، بچ رہی تھی، میں سمجھ رہا تھا کہ جہنم کے دہکتے ہوئے شعلے اسے ہر طرف سے جلائیں گے۔ آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے، اوپر سے، نیچے سے، اندر سے، باہر سے، کہیں سے بچنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ وہ جہنم کی آگ ہوگی اور یہ تو آگ کا ایک ننھا قطرہ ہے، ایک ننھی سی مسکراتی ہوئی سزا ہے، لو یہ سزا....

اسے دوسرا چرکا لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا وہ پھر تلملا کر پاگلوں کے سے انداز میں چیخ مار کر کھڑی ہوئی۔ اِدھر سے اُدھر ڈرائنگ روم کے اندر بھاگنے لگی۔ وہ بری طرح جلن کو محسوس کر رہی تھی، اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے دھواں ہی دھواں تھا۔ کہیں فرار کا راستہ نہیں مل رہا تھا اور وہ مجھ سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی، اسی لیے وہ ڈرائنگ روم کے اندر ایک اندھی چمگادڑ کی طرح اِدھر سے اُدھر پھڑ پھڑا رہی تھی۔

پھر ڈیوڈ سولجر کی گرجدار آواز سنائی دی "تم اس طرح کیوں چیخ رہی ہو؟ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

میں نے اسے ایک جگہ روک دیا۔ ایسی جگہ جہاں سے بیڈ روم کا کھلا ہوا دروازہ نظر آ رہا تھا، اس کھلے ہوئے دروازے پر ڈیوڈ سولجر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں میں وہی مخصوص جوتے تھے۔ لباس بھی وہی تھا، گلے میں ~~[illegible]~~ اور اس چین سے منسلک لاکٹ اس کی کنپٹی پر لٹکا ہوا تھا، اس کے ہاتھ میں وہی حیرت انگیز چھڑی تھی جو اسے چاروں طرف کے خطرات سے آگاہ کرتی تھی اور ناگہانی حملوں کے وقت دشمنوں پر جوابی حملے کرتی تھی، وہ اپنی چھڑی کے دستے کا رخ فلورا کی طرف کرتے ہوئے محتاط

انداز میں چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، پھر اس نے پوچھا "کیا تم واقعی فلورا ہو؟"

میں فلورا کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق جواب دینے لگی "میں فلورا ہوں کیا تم مجھے آواز سے نہیں پہچان سکتے۔ تم نے اپنے کاٹج کا دروازہ کھولنے سے پہلے مجھے صرف ان نمبروں کے ذریعے پہچان لیا تھا جس کے بٹن میں نے دبائے تھے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "ٹھیک ہے اتنا تو تم جانتی ہو کہ میرے سامنے کوئی بھی ہتھیار لے کر آتا ہے تو اس چھڑی سے فوراً ہی فائرنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اگر تمہارے پرس میں ریوالور یا پستول وغیرہ ہے تو اسے پرس سے باہر نہ نکالنا، جیسے ہی کوئی آہنی چیز میری چھڑی کی زد میں آئے گی اس کا نتیجہ تمہاری موت کی صورت میں ہوگا۔"

فلورا کے پرس میں ایک چھوٹا سا پستول تھا، میں نے اس کی زبان سے کہا "میں جانتی ہوں اسی لیے میرے پرس میں کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے پرس کو کھولا تھا، پستول کے دستے کو مٹھی میں لے کر ٹریگر پر انگلی رکھ دی تھی لیکن اس طرح کہ پستول پرس کے اندر ہی تھا۔ میں اسے باہر نکالتا تو اس کی چھڑی خطرے کا الارم دیتی اور فلورا پر فائرنگ شروع ہو جاتی میں نے پرس کے اندر ہی سے اندھے دشمن کے دل کا نشانہ لیا، اس لمحے میں اسے ہلاک کر سکتا تھا۔ اس نے کہا "فلورا! تمہارے پرس میں کوئی ہتھیار ہے یا نہیں میری چھڑی یہ معلوم نہیں کر سکتی۔ میں معلوم کرنا بھی نہیں چاہتا، اگر تم فلورا ہو اور آج میرے ساتھ وقت گزارنے آئی ہو تو میرے قریب آ کر یقین دلا دو کہ تم فلورا ہو۔"

فلورا اپنی موجودگی کا یقین دلانے کے لیے اس کے قریب چلی گئی۔ اندھے نے جھپٹ کر اسے بازوؤں میں جکڑ لیا اور بولا۔ "فرہاد! ایمان سے بولو، آج تک کسی دشمن نے تمہیں اس طرح گلے سے لگایا ہے؟"

میں نے فلورا کے ذریعے ہنستے ہوئے کہا "اچھا تو تم نے پہچان لیا۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ آنکھوں والوں سے زیادہ دیکھتا ہوں اور زیادہ سنتا ہوں، جس وقت تم نے فلورا کی زبان سے کہا کہ تمہارے پرس میں ہتھیار نہیں ہے، اسی وقت مجھے اس چھڑی کے ذریعے زپ کے کھلنے کی آواز آئی، یقیناً تم نے پرس کی زپ کو کھول کر اندر ہاتھ ڈال کر کسی ہتھیار کو گرفت میں لیا ہوگا، تم

بھول گئے کہ ہلکی سے ہلکی آواز بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔"

میں نے پوچھا "تم نے یہ جانتے ہوئے بھی مجھے فلورا کے ذریعے بلا کر اپنے سینے سے لگا لیا، تم بھی ایمان سے بولو۔ آج تک کوئی دشمن تمہارے بلاوے پر آگے بڑھ کر تمہارے سینے سے لگا ہے؟"

اس نے بڑی سفاکی سے ہنستے ہوئے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں تمہارا مزاج کیا ہے، تم میرے متعلق تجسس میں مبتلا ہو جب تک پوری طرح معلومات حاصل نہیں کرو گے، مجھے قتل نہیں کرو گے اور یہی تمہاری سب سے بڑی بھول ہے اور بھول کی سزا تو ملتی ہی ہے۔"

اچانک میں نے محسوس کیا جیسے فلورا کے دماغ کو بجلی کا جھٹکا پہنچا ہو، اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے۔ ہاتھ سے پستول پرس کے ساتھ چھوٹ کر گر پڑا تھا اور اس کا دماغ آہستہ آہستہ تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔ اندھے نے کہا "فرہاد! جب اس کا دماغ تمہارے کام کا نہ رہے تو میرے دماغ میں چلے آنا، میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دوں گا۔"

میں نے تب محسوس کیا کہ فلورا کے سینے میں کوئی چیز چبھی تھی پھر ایک بار اسے جلن کا احساس ہوا تھا۔ میں نے اسے اس اندھے سے الگ کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے آئی، اس کی ڈوبتی ہوئی نظروں سے وہ لاکٹ نظر آ رہا تھا جو اس کی کنپٹی پر تھا، اس لاکٹ سے ایک باریک سی سوئی نکلی ہوئی تھی بس اتنا دیکھا گیا اس کے بعد وہ چکرا کر فرش پر گر پڑی، اس کے سارے جسم میں زہر پھیل رہا تھا۔ وہ جان کنی کی حالت میں اندھے کو دیکھ رہی تھی، اندھا آہستہ آہستہ چلتا ہوا سینٹر ٹیبل کے پاس پہنچا پھر اس نے ٹھیک اس جگہ ہاتھ رکھا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ وہ چھڑی ایک ایک جگہ کی نشان دہی کر رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر کہا "میں ڈیوڈ سولجر بول رہا ہوں" میرے جواب میں کچھ نہ بولا کیونکہ فرہاد اس وقت دم توڑتی ہوئی فلورا کے دماغ میں موجود ہے، مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ فلورا ہماری تنظیم کے سربراہ کی سیکریٹری تھی، مجھے صرف لڑکیوں سے دلچسپی ہے، یہاں سے ایک مردہ لڑکی لے جاؤ اور ایک زندہ لے آؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چھڑی کی رہنمائی میں ایک صوفے تک پہنچ کر بیٹھ گیا، اس وقت میری سوچ کی لہر کو جگہ نہ مل سکی، فلورا کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا میں فوراً اندھے ڈیوڈ سولجر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ مجھے محسوس کرتے ہوئے بڑے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

کی چھڑی بھی اندھی ہوتی ہے۔ لیکن اندھے کو راستہ دکھاتی رہتی ہے۔ ڈیوڈ سولجر صوفے پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ وہ غیر معمولی چھڑی اس کے آگے بائیں ہاتھ میں تھی اور وہ چھڑی اسے بتا رہی تھی کہ فرش پر پڑا ہوا جسم جو پہلے متحرک تھا۔ اب ساکت ہو گیا ہے۔

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس چھڑی سے مخصوص قسم کی آوازیں نشر ہوتی تھیں۔ اگر ڈیوڈ سولجر کے سامنے کوئی ساکت چیز آتی تو چھڑی سے ایک مخصوص آواز نشر ہوتی تھی اور اگر کوئی متحرک چیز آتی تو دوسری مخصوص آواز نشر ہونے لگتی تھی اس وقت بھی فلورا کا جسم جب تک فرش پر تڑپتا رہا، متحرک رہا۔ اس وقت تک چھڑی سے وہی اشارہ موصول ہوتا رہا کہ فلورا ابھی زندہ ہے۔ مرنے والی ہے۔ جب اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ ساکت ہو گیا تو وہ بھی اس کمرے کی دوسری ساکت چیزوں میں شامل ہو گئی۔ چھڑی سے اب ایسی آواز نشر ہو رہی تھی۔ جیسے میز، کرسیاں اور صوفوں کے سامنے آ جانے سے نشر ہوا کرتی تھی۔

اندھے نے کہا "فرہاد! تم میرے دماغ میں رہ کر دیکھ رہے ہو۔ مجھے اپنے آس پاس کی چیزوں کی موجودگی یا عدم موجودگی کا علم ہو جاتا ہے۔ میرا دشمن میرے خلاف چال چلنے سے پہلے ہی میری چال میں پھنس جاتا ہے۔"

میں خاموش رہا۔ وہ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کر رہا تھا اس نے کہا "تم یہ بھی معلوم کر چکے ہو کہ میرے سامنے کوئی ہتھیار آتا ہے تو میری چھڑی سے فوراً فائرنگ شروع ہو جاتی ہے، اور تم یہ بھی معلوم کر چکے ہو کہ وہ ہتھیار اگر کسی پرس میں یا کسی چیز کی آڑ میں رہے تو میری چھڑی اس کی نشاندہی نہیں کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ تم ہتھیار لے کر آؤ گے، تو یہی حربہ استعمال کرو گے۔ اپنے ساتھ کسی ہتھیار کو کسی چیز میں چھپا کر لاؤ گے۔"

"ڈیوڈ! شاید تم نے میری ہسٹری شیٹ توجہ سے نہیں پڑھی۔ اوہ سوری، تم کیسے پڑھ سکتے ہو۔ تمہیں تو کسی نے پڑھ کر سنایا ہوگا۔ ایک بار اور میری ہسٹری شیٹ کو سنو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں کبھی اپنے دشمنوں کے سامنے ہتھیار لے کر نہیں جاتا۔ کوئی مجبوری آڑے آئے یا ہتھیار خود میرے ہاتھ لگ جائے تو دوسری بات ہے اور یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہارے سامنے ہتھیار لے کر کبھی نہیں آؤں گا۔"

"کب آ رہے ہو؟"

"آنے کو تو ابھی آ جاؤں لیکن یہ زندگی میرے اور تمہارے لیے بڑی اہم ہے، بہت خوبصورت ہے، ایک بار چلی جائے گی۔

تو پھر نہیں آئے گی۔ کیوں نہ آخری بار ہم ایک رات اور ایک دن خوب آزادی سے گزار لیں۔ اس دنیا کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ تم بھی اپنی حسرتیں پوری کر دا اور میں بھی اپنی رہی سہی حسرتوں کو پورا کرنے کی کوشش کروں۔ کل کا دن گزر جائے گا تو آنے والی رات میری یا تمہاری زندگی کی آخری رات ہو گی۔"

"اچھی باتیں کرتے ہو۔ قائل کر دیتے ہو۔ چلو کل رات ہی سہی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے تھوڑی دیر تک اپنے ماحول کا جائزہ لیا۔ میں اپنی خفیہ رہائش گاہ میں تھا۔ رس ونتی کچن میں تھی۔ یہودی تنظیم والوں کا ردِ عمل دیکھنا تھا کہ فلورا کی موت کے بعد وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اس لیے میں اس جاسوس کے دماغ میں پہنچ گیا جو فلورا کا عاشق تھا اور جس کا نام ماتھیو تھا۔

ماتھیو کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بہت پریشان ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فرہاد کس طرح فلورا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اگر اس کے دماغ میں شام سے پہلے پہنچا تھا، تو کیا تمام جاسوسوں کے دماغ میں بھی اس کے ذریعے پہنچ چکا ہے۔ یہ ایسی پریشان کن بات تھی کہ اب انہیں تمام رات نیند نہیں آ سکتی تھی۔

ماتھیو نے یہودی تنظیم کے سربراہ والٹر کو اس بات کی اطلاع دے دی تھی اور کہا تھا کہ وہاں سے فلورا کی لاش منگوا لی جائے۔ کل صبح عدالت کا دروازہ کھلتے ہی یہ اپیل کی جائے کہ ملزم فرہاد اور مغویہ رس ونتی کو ایسی جگہ رکھا جائے جو مدعی اور قانون کی نظروں میں ہو۔ ان کا چھپا رہنا ہمارے لیے مزید خطرات پیدا کرے گا۔

یہودی تنظیم کے سربراہ نے اسے اطمینان دلایا تھا اور کہا تھا کہ وہ ابھی رنگون کے ماسٹر سے بھی اس سلسلے میں بات کرے گا۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی میں ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماسٹر کان سے ریسیور لگائے دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا: "آپ لوگ ایک طرف ہمارے دوست بنتے ہیں۔ دوسری طرف فرہاد کو ہم سے چھپاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں مان سکتے کہ فرہاد جہاں بھی ہے وہ جگہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہے۔"

رنگون کے ماسٹر نے کہا: "مسٹر والٹر! آپ یقین کریں۔۔۔ فرہاد کی ہم کوئی مدد نہیں کر رہے ہیں۔ نہ ہی ہم نے اسے کہیں چھپایا ہے۔ ہم آپ دونوں سے بالکل الگ تھلگ ہیں ——— جس طرح دوسرے معاملات میں فرہاد کی مدد کر دیتے ہیں اسی طرح آپ لوگوں کی بھی ایسے معاملات میں مدد کرتے ہیں جن سے فرہاد کا کوئی تعلق نہ ہو۔"

"آپ کی یہ وضاحتیں ہمیں مطمئن نہیں کر سکتیں۔ ہم ایک آخری بات کہہ رہے ہیں۔ کل صبح تک فرہاد اور رس ونتی کو کسی ایسی جگہ ہونا چاہیے۔ جہاں وہ سب کی نظروں میں رہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو آپ ہمارے وسیع ذرائع کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کل شام تک آپ رنگون کے ماسٹر نہیں رہیں گے بلکہ آپ کو کوئی عہدہ نہیں ملے گا۔ آپ کی سماجی حیثیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ آمدنی کے ذرائع چھین لیے جائیں گے۔ دربدر کی ٹھوکریں کھانا آپ کا مقدر بن جائے گا۔"

یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، کیا کروں؟ اگر فرہاد کا پتہ معلوم ہوتا تو اس سے بات کی جاتی لیکن بات کرنے کا نتیجہ بھی کچھ نہ ہوتا۔ ریڈ پاور کے ماسک مین نے بڑی زبردست چال چلی ہے۔ فرہاد کو ہم سے چھپا دیا ہے۔ خود انجان بنا ہوا ہے۔ اس طرح یہودی ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔ ہم جتنی بھی وضاحت پیش کریں، وہ یقین نہیں کریں گے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اگر مجھے فرہاد کا پتہ معلوم ہو جائے تو میں چپ چاپ یہودی تنظیم کے سربراہ کو بتا دوں گا۔"

وہ جلدی سے چونک گیا، سوچا: "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر فرہاد صاحب کو معلوم ہو گیا اور یہ بات سُپر ماسٹر تک پہنچی تو مجھے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ میں نے پہلے والے ماسٹر کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اسے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔"

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو ماسٹر!"

وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "کوئی کسی کا وفادار، کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ تم بھی میری وفاداری کا دعویٰ کرتے ہو۔ محض اس لیے کہ تمہیں اپنی موجودہ پوزیشن عزیز ہے، سُپر ماسٹر کا ڈر ہے۔ اپنی زندگی پیاری ہے۔ بہرحال میں تمہاری مشکل آسان کر رہا ہوں۔ کل صبح میں اپنے آپ کو اور رس ونتی کو ظاہر کر دوں گا۔ مگر یاد رہے۔ اگر دشمنوں نے ہم دونوں میں سے کسی کو ذرا سا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کی ذمّے داری سراسر آپ پر ہو گی۔ آپ اس سلسلے میں پہلے ہی سُپر ماسٹر سے بات کر لیں۔ میرے لیے ایک چھوٹے سے کاٹیج کا انتظام کر دیں۔ اس کاٹیج کو ابھی سے قانون کے محافظوں کے حوالے کر دیں تاکہ وہ ہماری حفاظت کی ذمّے داری سنبھال لیں آپ کے خاص آدمی وہاں میرے ملازم اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے موجود رہیں گے۔"

میں نے اس سے کل صبح ملنے کا وعدہ کیا۔ پھر ریڈ پاور کے باس اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ کل میں خود کو اور رس ونتی کو ظاہر کرنے والا ہوں تو اس نے حیرانی سے پوچھا: "آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"مسٹر اینجلو! اب تک آپ میرے رازدار رہنے کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اس لیے ایک اور راز کی بات سن لیں۔ کل میں یہودی تنظیم والوں کا خاتمہ کرنے والا ہوں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ قانون کے محافظوں کی نظروں کے سامنے بیٹھا رہوں اور اُدھر وہ تباہ ہوتے رہیں۔ اس طرح مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔ قانون کے سارے محافظ میری بے گناہی کے گواہ رہیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا: "یہ بہت ہی عمدہ آئیڈیا ہے۔ آپ بتائیں کہ میں آپ کے کس طرح کام آ سکتا ہوں؟"

"آپ اپنے خفیہ آدمی اس کاٹیج کے آس پاس لگا دیں۔ وہ بھی میرے دشمنوں پر نظر رکھیں گے۔ کاٹیج کہاں ہو گا۔ یہ میں بعد میں ماسٹر سے معلوم کر کے بتا دوں گا۔"

"کیا بعد میں آپ اپنی اسی خفیہ رہائش گاہ میں واپس آ جائیں گے؟"

"یہ حالات پر منحصر ہے۔ اس خفیہ رہائش گاہ کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کیشو کو یہاں بھیج دیں۔ میں اپنی آنجہانی ممی مادام مارتھا کی کوٹھی میں رات گزاروں گا۔ صبح خود کو ظاہر کر دوں گا۔"

میں اینجلو سے دماغی طور پر رخصت ہو کر کچن میں پہنچا۔ رس ونتی کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھتے ہی جلدی سے اپنے سر پر آنچل درست کرنے لگی۔ میں نے پوچھا: "کیا تمہارا یہی کام رہ گیا ہے۔ مجھے دیکھو تو سر کا آنچل درست کرو یا پھر کھانے پکاتی رہو؟"

"میں اور کس کام کی ہوں۔ اتنا ہی کر سکتی ہوں کہ اچھے اچھے کھانے پکا کر تمہیں کھلاتی رہوں۔ کچھ تو آرام پہنچاتی رہوں۔ تم ڈائننگ روم میں چلو۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہم کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: "رس ونتی! کیا تم کو اپنے بیٹے کا ذرا بھی خیال نہیں آتا؟"

وہ کھاتے کھاتے رک گئی، پھر بولی: "میں اگر کسی بچے کی ماں ہوں تو بڑی ابھاگن ہوں کہ میرے دل میں ممتا پیدا نہیں ہو رہی ہے۔"

"خود کو ابھاگن یا بدنصیب نہ کہو۔ ماحول انسان کو سب کچھ سمجھا دیتا ہے، سکھا دیتا ہے۔ میری بات کو یوں سمجھو کہ پہلے تم مجھ سے کتراتی تھیں، مجھے دشمن سمجھتی تھیں۔ میرے ساتھ رہنا گوارا نہیں کرتی تھیں۔ آج وہ دُوری، وہ غیریت ختم ہو چکی ہے۔ اگر اسی طرح تم اپنے بچّے کے قریب رہو گی تو وہ بچّہ بھی رفتہ رفتہ تمہارے دل میں ممتا پیدا کر دے گا۔"

وہ ایک ٹک مجھے دیکھ رہی تھی، میری باتیں سُن رہی تھی۔ پھر اس نے آہستگی سے پوچھا: "وہ بچّہ کہاں ہے؟"

"پیرس میں ہے۔ میں چاہتا ہوں تم وہاں چلی جاؤ۔ وہاں سونیا ہے۔ جب سونیا کو دیکھو گی تو شاید اسے پہچان لو گی۔ تم اس دنیا میں اگر کسی عورت کو پسند کرتی ہو تو وہ صرف سونیا ہے۔"

اس نے نظریں جھکا کر کھانے کی پلیٹ کو دیکھا پھر کہا۔ "میں چلی جاؤں گی تو تم اکیلے رہ جاؤ گے۔ تمہیں کون پکا کر کھلائے گا۔ کون تمہارا خیال رکھے گا؟"

میں نے اس کی توجہ سے خوش ہو کر کہا: "میں چاہتا ہوں جس طرح تمہارے دل میں رفتہ رفتہ میرے لیے محبّت پیدا ہوئی ہے۔ اپنے بیٹے کے لیے بھی ہو جائے۔ یہی عمل زیادہ مناسب ہے۔ شاید اس طرح تم اپنے ماضی کو اچھی طرح پہچان لو۔ مجھے یقین ہے کہ بابا صاحب بھی تمہیں بہت کچھ سکھائیں گے، سمجھائیں گے۔ ان کے سائے میں رہ کر یقیناً تمہارا دماغ صحت مند ہو جائے گا۔ تم اپنی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی حاصل کر لو گی۔ تمہارا وہاں جانا ہر لحاظ سے بہتر ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے کھانا کھانے لگی۔ میں کھانے کے دوران اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے اتنی بڑی دنیا میں صرف میں ہی اس کا ہوں۔ اگر میں بچھڑ گیا تو سب کچھ اس سے چھن جائے گا۔

بات درست بھی تھی۔ اس دنیا میں میرے سوا اس کا کوئی نہیں تھا۔ میں نے اُسے خود سوچنے اور خود فیصلہ کرنے کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا: "جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہم ممی مارتھا کی کوٹھی میں چل کر رات گزاریں گے۔ وہاں میرا ایک کزن جاوید آیا ہوا ہے۔ اس سے ملاقات کرنا ہے۔ کل صبح ہم اپنے آپ کو ظاہر کر دیں گے۔"

اس نے حیران ہو کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا: "تم یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو۔ میں راستے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ کچن کی صفائی کرنے اور برتن دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام دوسرے کر لیں گے۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔ کیشو آنے والا ہے۔"

تقریباً ایک گھنٹے بعد ہم ممی مارتھا کی کوٹھی میں تھے۔ جاوید مجھے دیکھتے ہی مارے خوشی کے لپٹ گیا۔ میں نے رس ونتی کا تعارف کرایا: "یہ تمہاری بھابی ہیں۔"

اس نے سلام کیا پھر کہا: "میں نے آپ کو پنڈی کے اسپتال میں دیکھا تھا۔"

میں نے ریحانہ اور بھابی کی خیریت پوچھی۔ اس نے کہا۔ "وہ دونوں بخیریت ہیں اور آپ کو یاد کرتی رہتی ہیں۔ انہیں توقع تھی کہ میں یہاں آؤں گا تو آپ میرے حوالے سے ہی ان سے باتیں کریں گے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں بہت مصروف رہا۔ ابھی ان سے باتیں کر لیتا ہوں۔"

میں نے ان سے رابطہ قائم کیا۔ تھوڑی دیر ان سے باتیں کیں۔ انہیں شفقت سے تسلیاں دیں اور وعدہ کیا کہ جلد ہی ان دونوں کو جاوید کے پاس بلا لیا جائے گا۔ میں بھی یہاں موجود رہا کروں گا۔ اس کے بعد میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ جاوید رس ونتی کو اپنے ساتھ کوٹھی کے دوسرے کمرے دکھلانے لے گیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو رس ونتی ایک جگہ کھڑی ہوئی ممی کی بڑی سی تصویر کو تک رہی تھی جو سامنے دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ اس چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے اس نے اس بوڑھی خاتون کو پہلے بھی دیکھا ہے اور بہت قریب سے دیکھا ہے لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔

"رس ونتی! یہ وہی بزرگ خاتون ہیں جنہوں نے تمہاری جان بچائی تھی۔ دشمن تمہیں گولی مارنا چاہتا تھا۔ یہ تمہارے سامنے آ کر ڈھال بن گئیں۔ گولی انہیں لگ گئی۔"

رس ونتی کے سینے سے ایک آہ نکلی۔ میں نے دیکھا، اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ بڑی عقیدت اور محبت سے ممی کی تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے حسرت سے کہا: "میں اب بھی پہچان نہ سکی، یاد نہ کر سکی لیکن میری تمام محبتیں ان کے لیے ہیں۔ اگر مرنے کے بعد انسان کو دوسرے جہاں میں زندگی ملتی ہے تو میری دعا ہے کہ میری اس جہاں کی تمام خوشیاں انہیں نصیب ہوں!"

ہم ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ ماسٹر نے جاوید کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ کا بھی انتظام کر دیا تھا۔ اس ملازمہ نے ہمیں چائے پلائی۔ چائے پینے کے بعد میں دوسرے کمرے میں آ گیا۔ مجھے منجالی یاد آ گئی تھی لیکن اس سے پہلے میں نے رنگوں کے ماسٹر کو مخاطب کیا اور اس سے پوچھا کہ اس نے کہاں میرے لیے کاٹیج کا انتظام کیا ہے؟

اس نے اس کاٹیج کا پتہ بتایا۔ میں نے ریڈ ہاورکے باس اینجلو کو اس کا پتہ بتا دیا تا کہ اس کے آدمی کاٹیج کے آس پاس میرے دشمنوں پر نظر رکھنے کے لیے موجود رہیں۔ اس کے بعد میں منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک سائیکل رکشہ میں بیٹھی ہوئی جا رہی تھی۔ بیرونی ممالک سے ڈھاکہ آنے والوں کے لیے سائیکل رکشہ ایک دلچسپ سواری ہے۔ غیر ملکی ایسے رکشہ میں ضرور بیٹھتے ہیں۔ منجالی کو بھی اس میں دلچسپی محسوس ہوئی۔ وہ شہر سے رکشے میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔

اگر وہ تفریحی موڈ میں ہوتی تو میں اس سے محض دو باتیں کر کے چلا آتا۔ لیکن اس کی سوچ نے بتایا کہ کچھ لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ رکشے کے آس پاس دو موٹر سائیکلیں چل رہی تھیں، ان پر دو دو مسلح آدمی سوار تھے۔ پیچھے بھی ایک جیپ کار چلی آ رہی تھی۔ میں نے کہا: "منجالی! یہ یقیناً مکتی باہنی کے لوگ ہیں۔ اسی لیے اتنی آزادی سے ہتھیار لیے پھر رہے ہیں۔"

منجالی نے پوچھا: "یہ مکتی باہنی کیا چیز ہے؟"

"یہ بنگلہ دیش کی ایک بے لگام فوج ہے۔ مکتی باہنی کا مطلب ہے "نجات دلانے والی فوج"۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے پوری بنگالی قوم کو مغربی پاکستان کے ظلم سے نجات دلائی ہے۔ یہ لوگ مغربی پاکستان والوں کے جانی دشمن ہیں۔"

منجالی نے پوچھا: "یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"جب تک یہ تمہیں نہ چھیڑیں۔ تم چپ چاپ اپنا سفر جاری رکھو اور کتنی دور جانا ہے تمہیں؟"

"یہ میرے لیے اجنبی جگہ ہے لیکن میرے دائیں ہاتھ پر ریس کورس گراؤنڈ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ میرا ہوٹل قریب ہے۔ یہاں میں نے انٹرکان میں کمرہ لینے کی کوشش کی لیکن نہیں ملا۔ اس کے قریب ہی ایک گرین ہوٹل ہے۔ میں وہاں رات گزاروں گی۔"

اسی وقت موٹر سائیکل پر جانے والے ایک مسلح شخص نے رکشہ چلانے والے سے بنگالی زبان میں کچھ پوچھا۔ رکشے والے نے بھی بنگالی میں ہی جواب دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ آپس میں کچھ باتیں کرتے ہوئے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر آگے نکل گئے۔ میں اس رکشے والے کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

جب وہ رکشہ گرین ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوا تو وہ مسلح لوگ وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہو گیا انہوں نے رکشے والے سے پہلے ہی پوچھ لیا تھا کہ وہ لڑکی کو کہاں لے جا رہا ہے۔ رکشہ والے نے گرین ہوٹل کا پتہ بتایا تھا اور وہ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔

وہ رکشے کا کرایہ ادا کر کے ہوٹل کے اندر جانے لگی۔ وہ

تمام مسلح افراد اس کے آس پاس ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ منجالی نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچ کر منیجر سے انگریزی زبان میں پوچھا: "یہ لوگ میرے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

منیجر انہیں دیکھ کر گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا: "یہ مکتی باہنی کے جوان ہیں۔ تمہیں زندہ چھوڑنے کے لیے مجھ سے سودا کریں گے۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں ان سے معاملات طے کر لیتا ہوں۔"

میں نے اس منیجر کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک اردو بولنے والا بہاری ہے۔ اس کا نام اشرف علی ہے۔ مکتی باہنی کے جوان اُن بہاریوں کو زندہ رکھتے ہیں —— جو بہت دولت مند ہوتے ہیں اور ان کے جائز و ناجائز مطالبات پورے کرتے رہتے ہیں۔

مکتی باہنی کا مطالبہ تھا کہ ہوٹل کے جس کمرے میں جو مسافر قیام کرے اسے زندہ سلامت رکھنے اور ہوٹل کو بدنامی سے بچانے کے لیے ہر مسافر کی طرف سے ایک مخصوص رقم ادا کی جائے جس مسافر کے سلسلے میں رقم ادا نہیں کی جائے گی۔ اس مسافر کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ ہوٹل کا مالک اور منیجر اپنے ہوٹل کی نیک نامی قائم رکھنے کے لیے اور دوسروں کو دہشت سے بچانے کے لیے ان کا مطالبہ پورا کرتے رہتے تھے۔

میں نے منجالی کی زبان سے کہا: "منیجر! میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ پریشان ہوں۔ میں ان کا مطالبہ پورا کروں گی یا پھر ان سے پوچھو۔ اگر میں اس ہوٹل کو چھوڑ کر چلی جاؤں تو یہ میرے حساب میں آپ سے رقم نہیں لیں گے؟"

منیجر اشرف علی نے کہا: "نہیں مس! یہ یہاں سے کسی کو ادائیگی کے بغیر نہیں جانے دیتے۔ اگر رقم کی ادائیگی کے دوران کوئی مسافر جانا چاہے تو اس سے پوچھتے ہیں۔ کس طرح مرنا چاہتے ہو؟ چاقو سے، رائفل کی گولی سے، چھت پر رسی لٹکا کر پھانسی پر چڑھا دیا جائے یا زہر کا پیالہ پلایا جائے؟"

آخری بات پر منجالی چونک گئی۔ اس نے پوچھا: "اگر کوئی مسافر ان حربوں سے نہ مر سکے جن سے یہ مارنا چاہتے ہیں تب اس مسافر کو واپس جانے دیتے ہیں؟"

مکتی باہنی کے دو چار جوان انگریزی اچھی طرح جانتے تھے۔ ان میں سے ایک نے ہنستے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بنگلہ زبان میں کچھ کہا۔ میں اشرف علی کی سوچ کے ذریعے معلوم کر رہا تھا۔ وہ نوجوان اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "یہ لڑکی پوچھ رہی ہے، اگر ہم اسے چاقو سے، رائفل کی گولی سے ماریں یا پھانسی پر چڑھائیں یا زہر کا پیالہ پلائیں اور اگر یہ نہ مر سکے تو کیا ہم اسے واپس جانے دیں گے؟"

اس کی بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ پھر ایک نے کہا: "اگر یہ ہمارے مارنے کے بعد زندہ بچ جائے تو ہم قسم کھا کر کہتے ہیں۔ اسے ذرا بھی ہاتھ نہیں لگائیں گے اور جو رقم ہم لینے آئے ہیں۔ وہ رقم اسے دے کر چلے جائیں گے۔"

ایک اور مکتی باہنی کے سپاہی نے کہا: "اس لڑکی سے پوچھو، یہ کس طرح مرنا چاہتی ہے؟"

منیجر اشرف علی پریشان ہو کر منجالی کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بتایا کہ یہ مکتی باہنی کے لوگ اس سے کیا پوچھ رہے ہیں؟ منجالی نے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر انگریزی زبان میں کہا: "میں زہر پی کر مرنا چاہتی ہوں یا کوئی بہت ہی زہریلا سانپ ہو تو اسے میرے پاس چھوڑ دو۔ وہ مجھے ڈس لے گا۔ ہاں، اس کے بعد بھی اگر زندہ رہ گئی تو اپنے وعدے پر ہمیشہ قائم رہنا۔"

سب نے کہا: "بے شک ہم زبان کے پکے ہیں۔"

ایک جوان نے منجالی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "تم یوں بھی دیکھنے میں ناگن لگتی ہو کالی ناگن۔ تمہارے اندر عجیب سی کشش ہے۔ کیا یہ کشش صرف میں محسوس کر رہا ہوں یا ---؟"

اس کی بات پر دوسرے جوانوں نے کہا: "بے شک ہم بھی محسوس کر رہے ہیں۔ یہ کوئی غیر معمولی لڑکی لگتی ہے۔"

ایک طرف سے ایک جوان نے کہا: "اگر یہ مر جائے گی تب بھی نقصان ہے۔ زندہ رہے گی تب بھی نقصان ہے۔ اس لیے کہ اس کے مرنے کے بعد ہم اپنی زبان کے مطابق ہوٹل کے منیجر سے اپنی مطلوبہ رقم نہیں لیں گے اور اس لڑکی سے وعدہ کر ہی چکے ہیں کہ یہ زہر پینے کے بعد زندہ رہے گی تو اسے بخیریت واپس جانے دیا جائے گا۔ میرے دماغ میں ایک اور تدبیر ہے۔"

اس کے ساتھیوں نے پوچھا: "وہ کیا ہے؟"

"اس لڑکی کو اس ہوٹل کے اسٹیج پر پہنچا دیا جائے۔ وہیں اسے سانپ سے ڈسوایا جائے گا۔ اگر یہ زندہ بچ گئی تو عجیب و غریب تماشا ہو گا۔ اور ایسا تماشا دیکھنے والے شوقین بہت ہیں۔ کیوں نہ ہم پچیس روپے ٹکٹ لگا دیں۔ اس سے ہماری آمدنی ہو گی۔ لڑکی مرے یا زندہ رہے۔ ہم نقصان نہیں اٹھائیں گے اور اپنی زبان پر بھی قائم رہیں گے۔"

سب نے اس کی تائید کی۔ میں نے منجالی سے کہا: "یہ تم کہاں آ کر پھنس گئی ہو؟ اس سے تو بہتر تھا کہ یہ رات ایئرپورٹ پر گزار دیتیں۔"

"اب تو پھنس ہی گئی ہوں۔ یہ لوگ فوج کی صورت میں ہیں۔ دو چار ہوتے تو یہیں ٹھنڈا کر دیتی۔ پھر یہ کہ پرائے ملک میں کسی سے دشمنی مول لینا نادانی ہے۔ اس طرح کام نکل جاتا ہے۔ جان بچ جاتی ہے تو یہی سہی۔"

اسی وقت ایک طرف سے آواز سنائی دی: "یہ موت کا تماشا نہیں ہوگا۔"

سب نے اس آواز کی سمت دیکھا۔ ایک قدآور شخص آہستہ آہستہ ان کی طرف آرہا تھا۔ وہ مکتی باہنی کے جوانوں کے پاس سے گزر کر کاؤنٹر کے پاس آیا اور منجالی سے بولا: "تم ہمارے دیش میں مہمان ہو۔ تمہاری سلامتی کی ذمّے داری ہم پر ہے۔ اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔"

ایک جوان نے ریوالور کا نشانہ لیتے ہوئے اس شخص سے پوچھا: "اے تم کون ہو؟ ہمارے درمیان کیوں آئے ہو؟ اگر زندگی چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔"

اس شخص نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا تھا کہ ایک اور مکتی باہنی کے جوان نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ادھر ریوالور والے کی انگلی ٹریگر پر گئی۔ ادھر اچانک ہی منجالی نے پلٹ کر اس کے ہاتھ پہ ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ ٹھائیں سے فائرنگ کی آواز ہوئی لیکن ہاتھ اوپر اٹھ چکا تھا۔ گولی چھت کی طرف گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ فائر کرنے والا سنبھلتا۔ منجالی نے اپنے گھونسوں پر رکھ لیا اور وہاں کھڑے ہوئے لوگ دُور ہٹنے لگے۔ یہ اُن لوگوں کے لیے بڑا ہی عجیب اور حیرت انگیز منظر تھا کہ ایک لڑکی اپنے لڑنے کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ آج تک انہوں نے فلموں میں دیکھا تھا یا شاید کتابوں میں پڑھا تھا۔ لیکن کسی عورت کو اس طرح لڑتے دیکھنا تو دُور کی بات ہے۔ کبھی مردوں کے انداز میں چلتے پھرتے اور باتیں کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اب دیکھ رہے تھے۔ شاید اس اعتماد سے بھی دیکھ رہے ہوں کہ اکیلی لڑکی ہے۔ اس پر کسی وقت بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔

چند سیکنڈ میں فیصلہ ہوگیا۔ مار کھانے والا فرش پر گر کر بے ہوش ہوگیا تھا یا پھر بے ہوش بنے رہنے میں اپنی عافیت سمجھ رہا تھا۔ منجالی تیزی سے پیچھے ہٹ کر کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پھر بولی: "میں نے صرف ایک شخص کو ریوالور کی گولی سے بچانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ مجھے اس پر مجبوراً ہاتھ اٹھانا پڑا۔ میں اپنی پہلی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کے لیے خود کو خطرناک سانپوں کے درمیان لے جا سکتی ہوں یا زہر کا پیالہ پی سکتی ہوں۔ میری شرط اتنی سی ہے کہ کسی کی جان کو نقصان نہ پہنچے۔"

جس شخص کو ٹیلی فون کرنے سے روکا گیا تھا۔ اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالتے ہوئے کہا: "تم لوگوں نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں فون کرنے والا ہوں؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں ملٹری انٹیلی جنس کا آدمی ہوں، اور اس وقت قریبی کیمپ میں فون کر کے کچھ فوجیوں کو بلا رہا ہوں تاکہ وہ تم لوگوں کو یہاں سے بھگا سکیں۔ تم سب اگرچہ بنگلہ دیش بنانے میں بہت اہم رول ادا کر چکے ہو لیکن یہ نہیں سوچتے کہ تمہاری ان غلط حرکتوں سے دیش کے باہر ہماری بدنامی ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ یہاں سے جائیں گے تو ہمارے متعلق اخبارات میں کیسے کیسے بیانات دیں گے؟"

مکتی باہنی کے ایک جوان نے کہا: "ہم تو صرف بہاریوں سے اپنا انتقام لیتے ہیں۔ یہ باہر سے آنے والی نیگرو لڑکی خواہ مخواہ ہمارے درمیان میں آگئی اور ہم سے شرط لگانے لگی ہے۔"

انٹیلی جنس کے آفیسر نے کہا: "میں خوب سمجھتا ہوں۔ مجھے سمجھانے سے بہتر ہے یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں ابھی فون کرتا ہوں۔"

انہوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر وہ اپنے ساتھی کو فرش پر سے اٹھانے لگے۔ اب وہ ہوش میں تھا اور منجالی کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ انٹیلی جنس کے آفیسر نے منجالی کے کندھے کو تھپکتے ہوئے کہا: "لڑکی! تم نے عین وقت پر میری جان بچائی۔ ذرا بھی دیر ہوتی تو چھت کی طرف جانے والی گولی میرے جسم میں اتر جاتی۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ اور کہاں جانا چاہتی ہو؟ جب تک میرے دیش میں رہو گی۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

میں نے منجالی کی زبان سے کہا: "باہر سے آنے والے لوگ دو چار دن رہتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ میں کل صبح چلی جاؤں گی ہماری حفاظت کرنا کوئی دلیری یا بہت بڑا انسانی فرض نہیں ہے۔ آپ کو یہ بات بُری لگے گی لیکن میں ضرور کہوں گی۔ آپ کا فرض پہلے اپنے گھر میں رہنے والوں کی حفاظت کرنا ہے۔ آپ کے اس گھر میں، اس دیش میں جو بہاری مظلوم کی حیثیت سے ہیں۔ انہیں مکتی باہنی یا دوسرے متعصب لوگوں سے بچانا، ان کی حفاظت کرنا آپ کا فرض ہے۔"

آفیسر نے کہا: "ہم کوشش کرتے رہتے ہیں کہ یہ مکتی باہنی والے ایسی حرکتیں نہ کریں۔ جہاں بھی ہمیں خبر ملتی ہے۔ ہم انہیں روکنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت ابھی تم نے دیکھا ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ موت کا تماشا نہیں ہونے دیا۔ ویسے

تم ان بہاریوں کو نہیں جانتی ہو۔ یہ بھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ خود کو پاکستانی کہتے ہیں۔ پھر تو انہیں پاکستان جا کر رہنا چاہیے اور اگر انہیں پاکستان میں جگہ نہیں ملتی ہے تو اس میں ہمارا قصور نہیں ہے۔ ہم بھلا کب تک ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے رہیں گے؟"

اچانک ہی میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دے رہی تھی۔ رسونتی کے سوا اور کون جرأت کر سکتا تھا کہ مداخلت کرے۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہی دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ اس نے کہا: "میں جانتی تھی کہ تم آرام سے نہیں سوؤ گے۔ آخر کب تک خیال خوانی کرتے رہوگے؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "تم آرام سے سو جاؤ۔ میں بھی جلد ہی سونے کی کوشش کروں گا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم جلدی سو جاؤ۔ میں چائے لے کر آرہی ہوں۔"

"میں چائے نہیں پیوں گا۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ ابھی سو جاؤں گا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں؟"

"میں تمہارے سامنے بستر پر جا کر سوتا ہوں۔ آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ جب تک تمہیں یقین نہ ہو کہ میں گہری نیند میں ڈوب چکا ہوں، تم یہاں سے نہ جانا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم کس طرح سوتے ہو۔ چلو۔"

میں اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ وہ قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی طرف کروٹ لے کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑے پیار سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اسے دیکھ رہا ہوں۔ اسے یقین تھا کہ بند آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس لیے وہ بڑی آزادی سے دیکھ رہی تھی۔

اس کی سوچ نے کہا: "یہ تو بالکل اپنے لگتے ہیں۔ اب مجھے شرم نہیں آتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "پھر مجھے اپنی طرف سے بھی ایک قدم آگے بڑھنا چاہیے۔ میں انہیں تھپک کر سُلا سکتی ہوں۔ ان کے سر کو سہلا سکتی ہوں۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ جھجک رہی تھی مگر جھجکتے ہوئے بڑھتی بھی جا رہی تھی۔ پھر وہ میرے سرہانے آکر کھڑی ہوگئی۔ آہستگی سے ہاتھ بڑھایا۔ میری پیشانی تک آکر ہاتھ رُک گیا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں حوصلہ دیا۔ وہ اپنی مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں آہستہ آہستہ کنگھی کرنے لگی۔ میں نے اچانک ہی اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ وہ چونک گئی۔ پھر یونہی رسمی طور پر ہاتھ چھڑانے کی ناکام سی کوشش کرنے لگی میں نے کہا: "اب اس ہاتھ کو میرے ہاتھ میں رہنے دو۔ بہت دُوری ہوگئی۔"

پھر میں نے منجالی کی خبر لی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ اس نے منیجر سے کہا تھا کہ کھانا کمرے میں بھیج دیں۔ اب وہ انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "تم نے کمرے میں کھانا کیوں منگوایا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "میں وہاں سب لوگوں کے سامنے تماشا بن گئی تھی۔ میرے متعلق طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ میں زہریلی لڑکی ہوں۔ اس لیے سانپ سے ڈسوانے کا چیلنج قبول کیا تھا۔ کچھ لوگ میرے لڑنے کے انداز پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں نے سوچا۔ ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر کھانا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم نے واقعی بہت اچھے انداز میں لڑنے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ایک اچھی فائٹر بھی ہو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے کہا: "آجاؤ۔"

دروازہ کھُلا۔ ایک بیرا ایک ٹرے میں کھانا لے کر آیا تھا۔ پھر اس نے ٹرے کو میز پر رکھتے ہوئے کہا: "میں تازہ پانی لے کر آتا ہوں۔"

وہ پانی کا تھرماس اٹھا کر چلا گیا۔ دروازے کو اس نے بند کر دیا۔ منجالی نے کھانے کی طرف دیکھا۔ ایک بڑی سی ڈش رکھی ہوئی تھی۔ اوپر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ منجالی نے مینو پڑھنے کے بعد بنگالی مچھلی کا آرڈر دیا تھا۔ شاید اس ڈش میں بنگالی طرز کے پکے ہوئے چاول ہوں گے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ڈھکن کو اٹھایا۔ یکبارگی وہ ذرا سیدھی ہوگئی۔ پھنکارنے کی آواز کے ساتھ ہی ایک سانپ ڈش کے اندر کنڈلی مار کر، پھن کاڑھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ڈش بنگالی مچھلی کی نہیں بلکہ بنگال کے زہریلے سانپ کی تھی اور وہ سانپ اس کی طرف منہ اٹھائے بیٹھا تھا۔ جیسے اب تب میں ڈسنے ہی والا ہو۔

وہ مسکرائی، پھر خلافِ توقع ہولے ہولے گنگنانے لگی۔ بڑی سُریلی آواز تھی۔ میں نے پہلی بار اسے گنگناتے ہوئے سنا۔ پھر اس کی گنگناہٹ گیت میں تبدیل ہونے لگی۔ وہ الفاظ ادا کر رہی تھی مگر وہ اجنبی زبان کے الفاظ تھے۔ اس کی سوچ اس اجنبی زبان کا ترجمہ کرتی جا رہی تھی۔

اب وہ میز پہ جھک گئی تھی۔ سانپ کے بالکل سامنے ہو گئی تھی۔ اس کی سُریلی آواز کہہ رہی تھی۔

" ایک انسان دوسرے انسان سے لڑتا آیا ہے۔ لیکن آج تک کسی نے ایک سانپ کو دوسرے سانپ سے لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر سانپ آپس میں لڑتے تو سپیرے، لوگوں کو ان کے لڑنے کا تماشا ضرور دکھاتے ۔"

وہ سانپ ڈسنا بھول گیا تھا۔ ایسی محویت سے پھن کاڑھے اس کی طرف تک رہا تھا جیسے اس کی مدھر آواز اور گیت کے بولوں میں گم ہو گیا ہو۔ وہ گا رہی تھی۔

" اے زہر کے پالے میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ تو بنگال کا ناگ ہے۔ میں افریقہ کی ناگن ہوں۔ تو بھی مجھے پہچان لے۔ پھر نہ کہنا کہ منجالی نے اپنا بھید نہیں بتایا تھا۔"

اس کی آواز یقیناً رس بھری تھی۔ لیکن آواز کے ترنّم کو اور گیت کے بولوں کو سانپ سنتا نہ ہو، سنتا ہو تو سمجھتا نہ ہو۔ دوست اور دشمن کو دیکھتا بھی ہو تو شاید پہچانتا نہ ہو۔ منجالی نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے چشم زدن میں اسے ڈس لیا۔

منجالی کے منہ سے ہائے نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سر چکرانے لگا۔ میں نے اس کے بدن میں بے طرح گرمی محسوس کی۔ جیسے نشے کی زیادتی سے دل و دماغ اور سارا جسم حرارت سے تپ رہا ہو۔ واقعی وہ نشے کی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ میز کے پاس سے ہٹ کر اِدھر اُدھر ڈگمگاتے ہوئے کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ کمرے کے در و دیوار اِدھر سے اُدھر ڈولتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

میں نے پریشان ہو کر اسے مخاطب کیا " منجالی! یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ زہر تم پر اثر کر رہا ہے؟"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم آگے گئی۔ پھر رک گئی اور ڈگمگاتے ہوئے اپنا توازن قائم رکھتے ہوئے بولی " کون ہے؟ یہ مجھے کون آواز دے رہا ہے؟"

" منجالی! میں ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔"

" فرہاد؟ " وہ سوچتی ہوئی نظروں سے خلا میں تکنے لگی۔ تصوّر میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے آئی۔ گرتے گرتے سنبھل گئی۔ پھر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔ پھر میرا تصوّر اس کی نگاہوں کے سامنے قائم ہو گیا۔ اس نے کہا " ہاں۔ فرہاد۔ وہ فرہاد جو دماغ میں آ کر بولتا ہے۔ میرے دماغ میں بھی بولو۔ کہاں ہو تم فرہاد! کہاں ہو؟"

" میں اس وقت تمہارے دماغ میں ہوں۔ ہوش میں رہنے کی کوشش کرو۔"

وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولی " تم ہوش میں کب رہنے دیتے ہو۔ دماغ میں آتے ہو اور سمجھتے ہو، دل میں آئے بغیر چلے گئے ہو۔ آخر میں بھی عورت ہوں۔ مجھ پر اتنا ظلم کیا گیا ہے کہ شاید دنیا کی کسی عورت پر نہ کیا گیا ہو۔ مجھے زہریلی بنا دیا گیا۔ آہ، میں کیا کروں؟ جسے دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اسے نہیں چاہ سکتی۔ میں کتنی بدنصیب ہوں۔"

اس لمحے مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ اگرچہ یہ بھید کھلا کہ وہ مجھے چاہتی ہے۔ لیکن اپنی چاہت کو میری موت کا سبب نہیں بنا سکتی۔ مجھ پر اس طرح مرتی ہے کہ میرے لیے مر جانا چاہتی ہے لیکن مجھے اپنے زہر سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ اس نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ میں اس میں کشش محسوس کروں تو یہ اس کی بہت بڑی بدنصیبی ہو گی۔ کیسی عجیب بات تھی کہ میں محبت کروں۔ تب بھی وہ بدنصیب، اس سے دُور بھاگوں تب بھی بدنصیب۔

میں نے کہا " میں زندگی میں پہلی بار یہ عجیب تماشا دیکھ رہا ہوں۔ سانپ کے ڈسنے سے تم پر نشہ طاری ہو گیا ہے۔ اس سانپ کو مار ڈالنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پھر......."

وہ ہنسنے لگی۔ ہنستے ہوئے آگے بڑھی۔ پھر الٹے پاؤں لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے لگ گئی۔ اب وہ اس ٹرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہاں سے سانپ نے اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ سانپ وہیں موجود تھا۔ منجالی پھر ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھی۔ اس بار میں نے بھی اپنی سوچ کے ذریعے اسے سہارا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی میز کے قریب آئی۔ سانپ کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا وہ مر چکا تھا۔

میرے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ میں نے اپنی زندگی میں موت کے بے شمار رُوپ دیکھے ہیں۔ مگر ایک زہریلے سانپ کو ڈسنے کے بعد خود مرتے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ منجالی کے زہر سے مر گیا تھا۔

میں چند لمحے کے لیے خیال خوانی بھول گیا۔ دماغی طور پر حاضر رہ کر میں نے محسوس کیا کہ میں پسینے پسینے ہو رہا ہوں۔ اس لیے میرا دماغ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ فرہاد علی تیمور بہت عاشق مزاج بنتے ہو۔ اب ذرا حساب کر کے بتاؤ۔ منجالی سے عشق کرنے کے لیے تمہاری کتنی سانسیں تمہارے کام آ سکیں گی؟

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ لڑکی مظلوم اور قابلِ رحم تھی اور وہ لڑکی بے حد خطرناک بھی تھی۔ بابا صاحب کے تمام طلباء اور طالبات اس سے محبت کرتے تھے اور سبھی اس سے

ڈرتے بھی تھے۔ میں نے ہوٹل کے منیجر اشرف علی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اس واقعے سے بے خبر تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔ پھر اسے ہوٹل کے دو آدمیوں کے ساتھ منجالی کے کمرے میں پہنچا دیا۔ جب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو منجالی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ نشے کی حالت میں گنگناتے ہوئے اِدھر سے اُدھر کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ ان کے ٹھٹکنے کی وجہ یہ تھی کہ سانپ ابھی تک منجالی کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس کی لڑکھڑاتی زبان سے کہا " مسٹر اشرف علی! جانتے ہو کسی دشمن نے اسے میرے پاس بھیجا تھا۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ زہر مجھے نہیں مار سکتا۔ دیکھ لو میرے زہر نے اسے مار دیا۔"

اس نے سانپ کو ایک طرف فرش پہ پھینک دیا۔

اشرف علی نے پوچھا " کیا آپ نے نشہ کیا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی " دنیا کا سب سے اونچا نشہ سانپ کا زہر ہے۔ کیا تم نے سُنا نہیں، جب لوگ نشے کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو خود کو سانپوں سے ڈسوانے لگتے ہیں۔ بس وہی نشہ مجھ پہ طاری ہو گیا ہے۔"

مجھے اس ملٹری انٹیلی جنس کے آفیسر سے رابطہ قائم کرنا چاہیے، اور بتانا چاہیے کہ دشمنوں نے اس لڑکی پہ ناکام حملہ کیا ہے۔ آئندہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس کی ہر طرح سے حفاظت کی جانا چاہیے۔

اس طرح سوچنے کے دوران اشرف علی آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر منجالی کے قریب پہنچتے ہی ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے منجالی آگ کا مجسمہ ہو۔ اس کے بدن سے آنچ اٹھ رہی تھی۔ یہ بات میں بھی اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کرتا رہا تھا۔ اس کے بدن کا درجۂ حرارت یقیناً اتنا تھا کہ ایک عام آدمی کی موت واقع ہو جاتی۔ چونکہ وہ بچپن ہی سے زہر کی گرمی اور اس کی تلخی کو برداشت کرتی آئی تھی۔ اس لیے یہ اس کے لیے محض ایک نشے کی بات تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

اشرف علی چلا گیا۔ میں منجالی کے پاس موجود رہا۔ وہ اسی طرح نشے کی حالت میں بڑبڑا رہی تھی۔ مجھے پکار رہی تھی اور بتا رہی تھی کہ اس نے سونیا کو آئیڈیل اس لیے بنایا۔ کہ وہ دوسری سونیا بننا چاہتی تھی۔۔۔ فرہاد کے لیے دوسری سونیا۔ اور یہ سب کچھ اس کا خیال تھا، خواب تھا۔ خواب اور خیال سے آگے جو حقیقت تھی وہ زہریلی تھی۔

انٹیلی جنس کا آفیسر دو فوجی جوانوں کے ساتھ اشرف علی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہ بھی منجالی کے قریب گیا تو ٹھٹک گیا۔ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسے آنچ محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے منجالی کے دماغ پہ قابض ہو کر کہا " آفیسر! آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔ مجھے دنیا کا کوئی زہر نہیں مار سکتا۔ میں اس وقت نشے میں ہوں۔ تھوڑی دیر میں سو جاؤں گی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لوں گی۔ آپ صرف اتنی مہربانی کریں کہ کل صبح مجھے بحفاظت ایئرپورٹ تک پہنچا دیں۔"

آفیسر نے وعدہ کیا۔ تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرنا چاہی مگر میں نے منجالی کی زبان سے معذرت چاہی۔ وہ چلا گیا۔ منجالی کو میں نے آگے بڑھایا۔ اس کے ذریعے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر اسے بستر پہ لا کر سُلا دیا۔ اس وقت نشہ اس پہ غالب آیا ہوا تھا۔ کچھ میری ٹیلی پیتھی نے تھپک تھپک کر اسے سُلا دیا۔

پھر میں بستر پہ لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایت دی اور نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میں جہاں تھا۔ وہ میری آنجہانی ممی کا کمرہ تھا۔ میری ممی کا بستر تھا۔ مجھے سوتے وقت ایسا لگا تھا۔ جیسے ماں کی گود میں سو رہا ہوں۔ بڑا سکون مل رہا تھا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے میری آنکھ کھل جائے لیکن ذرا دیر کے بعد ہی مجھے محسوس ہوا جیسے میری نیند ٹوٹنے والی ہے۔ آنکھ کھلنے والی ہے۔ لیکن وہ کھُل نہ سکی۔ کسی طرح کی مداخلت ہو رہی تھی۔ جسے میں فوری طور پہ نہ سمجھ سکا۔

تب میں نے ایک بزرگ کو دیکھا۔ وہ میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور میں سو رہا تھا۔ آنکھیں بند کیے نیند کی حالت میں تھا یا پھر ایسی بے خوابی تھی جو خواب خواب سی تھی ——————

میں نے دیکھا۔ میں ایک پتھریلی زمین پر لیٹا ہوا ہوں۔ وہ بزرگ میرے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا " اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے آس پاس دھواں دھواں سے بادل تیر رہے تھے۔ وہ بزرگ جو میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے اب وہ پلتھی مار کر بیٹھ گئے۔ ان کے پیچھے ایک عمودی چٹان تھی جس سے انہوں نے ٹیک لگا لی تھی۔ اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ جیسے مراقبے میں جانے والے ہوں۔ میں دوزانو ہو گیا۔

انہوں نے کہا " فرہاد! میں بہت بیمار ہوں۔ یہ میری آخری بیماری اور آخری رات ہے۔ کل صبح میں اس دنیا کی تمام ذمے داریوں سے نجات حاصل کر لوں گا۔ اس وقت میں اپنے ادارے کے ایک بہت بڑے آڈیٹوریم میں ہوں۔ مجھے ایک بہت اونچی سی مسند پہ لٹا دیا گیا ہے۔ دُور تک چاروں طرف طلباء و طالبات اور دوسرے عقیدت مندوں کا ہجوم ہے۔ میرے سرہانے سونیا اور اعلیٰ بی بی سر جھکائے بیٹھی ہوئی ہیں۔ میرے پائینتی مرجانہ اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے پاؤں تھامے زمین پہ دوزانو

بیٹھی ہے اور پارس علی تیمور میرے پہلو میں لیٹا ہوا میرے کلمے کی انگلی کو چوس رہا ہے۔

میری آواز پورے آڈیٹوریم میں سنی جا رہی ہے۔ میری زندگی کے ان آخری لمحات میں میرے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کو ریکارڈ کیا جا رہا ہے ——— تم نے دیکھا کہ یہودیوں نے مرجانہ کا برین واش کیا تھا۔ اس کے دماغ سے پچھلی تمام باتیں مٹا دی تھیں۔ میں نے اپنے علم اور عمل سے یہودیوں کے طلسم کو توڑ دیا۔ رسونتی کے ساتھ حالات دوسرے تھے۔ اس کا دماغ منجالی کے زہر کے اثر سے دھندلا گیا ہے۔ وہ پتہ نہیں کتنے عرصے میں اپنے ماضی کو یاد کر سکتی ہے میں نے سوچا۔ اب جا رہا ہوں جاتے جاتے پارس علی تیمور کے لیے اس کی ماں کو واپس لے آؤں۔ میں تم لوگوں کو مخاطب کرنے سے پہلے مراقبے میں تھا اور اس حالت میں رسونتی کے دماغ کی دھندلائی ہوئی تختی کے حروف واضح کر رہا تھا۔ وہ واپس آگئی ہے لیکن ابھی نیند کی حالت میں ہے۔ میں نے اس کی بیداری کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔

میں اپنے تمام طلبا و طالبات اور تمام عقیدت مندوں کو رسونتی کے حوالے سے ایک بات سمجھا رہا ہوں۔ اگر کسی کو ایک بار آزما لو۔ اگر وہ پُرخلوص ہے مگر احمق ہے، تو اس کی عزت کرو۔ اسے اپنے ساتھ رکھو۔ مگر یہ کبھی نہ بھولو کہ وہ احمق ہے کسی وقت پھر اپنی حماقت سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ رسونتی بے شک ایک وفادار شریکِ حیات ہے۔ تمہیں صرف دل و جان سے ہی نہیں بلکہ اپنی روح کی گہرائیوں سے چاہتی ہے۔ لیکن کوئی عورت اپنے مرد کو اور اپنے بچے کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے کے لیے دشمنوں کے جال میں پھنس جائے یا کوئی ایسی حماقت کرے کہ بسے بسائے گھر کو آگ لگ جائے تو پھر اس عورت سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

رسونتی کا ذہن صاف ہو گیا ہے۔ اب اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن اس کے ذہن کی ایک کمزوری کو میں نے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ وہ جب بھی شمع بینی کرے گی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ تو اس کا دماغ ساتھ نہیں دے گا۔ یہ تمہارے اور پارس کے حق میں بہتر ہے۔ اسے محض ایک وفادار بیوی اور ایک ذمے دار ماں رہنے دو۔ ایسی عورت کو ٹیلی پیتھی کی ساحرہ نہیں بننا چاہیے۔

میرے بعد اس ادارے کا کاروبار اسی طرح جاری رہے گا۔ اعلیٰ بی بی اپنے عہدے پر بدستور رہیں گی۔ میری جگہ کسی ایسے بزرگ شخص کو دی جائے جو صاحبِ ایمان اور باعمل ہو انسانوں کو خوب پہچانتا ہو۔ نئی نسل کے تقاضوں کو سمجھتا ہو۔ صرف ماضی کی روایات پر تکیہ کرنے کے بجائے موجودہ حالات کی نبض ٹٹولنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور نئے رجحانات کو اپنا سکتا ہو۔ یاد رکھو۔ ماضی کے علوم ہوں، حال کے ہوں یا مستقبل میں متعارف ہونے والے نئے علوم ہوں۔ ہر علم قابلِ توجہ اور قابلِ حصول ہوتا ہے کسی سے منہ نہ پھیرنا۔ اسے نظر انداز کرنا اپنی تنگ نظری کا ثبوت دینا ہے۔ یاد رکھو— تنقید کرنا، تخریب کرنا بہت آسان ہے لیکن تعمیر کرنا بہت مشکل ہے مشکل مرحلوں سے گزرنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

میرے بعد اس ادارے کی پالیسی کچھ بدل دی جائے۔ اب تک ہم فرانسیسی حکومت کے وفادار تھے۔ کسی ایک بڑی طاقت کا ساتھ دیتے آئے تھے لیکن آئندہ ہماری پالیسی مختلف ہو گی۔ ہم بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ ہماری دوستی تمام سُپر پاورز سے ہو گی۔ سپر ماسٹر کی تنظیم اور ریڈ پاور کی تنظیم سے دشمنی نہ کی جائے۔ حتی الامکان ان سے کترانے کی کوشش کی جائے۔ حالات مجبور کریں تو یہ دوسری بات ہے۔ دوستی کا موقع آئے تو اس حد تک دوستی نہ کی جائے کہ ان کی دوستی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔ فرہاد علی تیمور! تمہارے لیے یہ نصیحت ہے کہ دشمنوں سے اونچی سطح پر نہ ٹکراؤ۔ تم اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے بڑے بڑے سربراہوں کو ہلاک کر سکتے ہو۔ مگر ان کی پھلتی پھولتی قوتوں کو کچل نہیں سکتے۔ تم ایک دو کو ہلاک کرو گے پوری تنظیم تمہاری جانی دشمن بن جائے گی۔ ابھی بارہ قاتل تمہارے پیچھے ہیں۔ آئندہ بارہ ہزار قاتل تمہاری ایک ایک سانس کے دشمن بن جائیں گے۔ وہ تمہیں اسی طرح چھوٹ دے رہے ہیں۔ اسی طرح تم سے کھیل رہے ہیں جس طرح دوسرے اسلامی ممالک سے کھیلتے چلے آ رہے ہیں۔ تم اکیلے اس دنیا کو اپنے رنگ میں نہیں رنگ سکتے۔ اکیلے یہودیوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ جو ممالک بے شمار دولت کے انبار میں عیش و عشرت کی محفلیں جمائے بیٹھے ہیں یہ ان کے کام ہیں۔ وہ نہیں کریں گے تو تم بھی نہیں کر سکو گے۔ ہماری جدوجہد اس حد تک ہو گی کہ وہ ہمارے لیے ہوّا بنے ہوئے ہیں تو ہم بھی ان کی راتوں کی نیندیں حرام کریں گے اور ثابت کر دیں گے کہ ایمان اور سچائی کو ختم کر دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ تم دنیا والوں پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ، دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ثابت کر دو۔ تمہارے خلاف یہودیوں کا غصہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ صرف بارہ قاتلوں پر اکتفا نہ کریں۔ تم کسی بھی ملک کی سرزمین پر ان کی مرضی کے خلاف شاید قدم نہ رکھ سکو۔ ایسے وقت میرا مشورہ ہے کہ سونیا کو قدم قدم پر اپنے ساتھ رکھو۔ دشمنوں کے دماغوں

میں تمہاری ٹیلی پیتھی، موت کی آخری چاپ ہے لیکن یہ بعد کی بات ہے۔ اس سے پہلے دشمنوں کے دماغوں میں سونیا کا نام خطرے کا سگنل ہے۔ اس لیے تمہارے مخالفوں کو یہ سگنل ملتا رہے گا۔ سونیا مجھے رخصت کرنے کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ ایک بات یاد رکھو۔ تمہارے اور سونیا کے درمیان ایک فاصلہ قائم رہے گا۔ تم دونوں کے درمیان اخلاقی پابندیاں ہوں گی۔ اس وقت تک جب تک تم دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک نہ ہو جاؤ اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ فرہاد! میں نے تم سے کبھی رُوبرو ملاقات نہیں کی۔ کبھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کیا۔ میں ایسے لوگوں سے تعلق قائم نہیں کرتا جن کی زندگی کا کوئی واضح مقصد نہ ہو۔ تم راستے کی گرد ہو۔ ہوا تمہیں جہاں اڑا کر لے جاتی ہے تم چلے جاتے ہو اور اس بات پر فخر کرتے ہو کہ بہتے ہوئے دریا ہو۔ کبھی رکتے نہیں، اخلاقی پابندیوں سے آزاد رہ کر زندگی گزارنا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے تم سے کبھی رابطہ قائم نہیں کیا۔ آج یہ رابطہ اس لیے ضروری تھا کہ میں نے بہت پہلے تمہارا اور رسونتی کے نام کا زائچہ تیار کیا تھا۔ اس کے مطابق تم دونوں کی اولاد میری محنتوں کا ثمر ہے ——— پارس علی تیمور میرے اس ادارے کو اور زیادہ مستحکم اور پائیدار بنائے گا۔ تم اس ادارے میں اس وقت تک قدم نہ رکھنا جب تک تمہارا بیٹا تمہیں اجازت نہ دے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے بھی تمہیں اِدھر نہیں بلایا اور نہ ہی تم سے رابطہ قائم کیا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہی خواب کا منظر تھا اور بابا صاحب میرے سامنے پلتھی مارے، پیچھے ایک عمودی چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے یوں نظر انداز کر دیا۔ جیسے میں ان کے سامنے نہیں ہوں۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو مخاطب کرنے لگے "میرے بچو! میرے عقیدت مندو! میں تم سے رخصت ہونے کے بعد تمہارے دلوں میں، تمہارے دماغوں میں موجود رہوں گا۔ میں نے تمہیں جو تعلیم دی ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارتے رہو۔ جو سکھایا ہے، دوسروں کو سکھاتے رہو۔ انسان کی سب سے بڑی نیکی یہی ہے کہ وہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلاتا رہے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ میں ان کی طرف تک رہا تھا خاموشی بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر مجھے ہوا کی سائیں سائیں سنائی دی۔ ماحول کا سکون درہم برہم ہو رہا تھا۔ جو سفید بادل ہمارے آس پاس تیر رہے تھے، اب بکھرنے لگے تھے۔ پھر بادل گرجنے لگے۔ اچانک ہی بجلی کی کڑک دار آواز سنائی دی۔ ایک بجلی میرے اور بابا صاحب کے درمیان گری۔ پھر وہ گم ہوئی تو میرے سامنے کچھ نہیں تھا۔ جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ جگہ خالی ہو چکی تھی وہاں دھواں دھواں سا تھا۔ عمودی چٹان تنہا رہ گئی تھی۔ میں نے چیخ کر آواز دی "بابا.... بابا.... بابا...."

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں کچھ اندھیرا تھا۔ کچھ دھیمی دھیمی سی روشنی تھی۔ کھڑکی کے شیشے کچھ اجلے سے نظر آ رہے تھے۔ باہر صبح ہو رہی ہے۔ چڑیوں کے چہچہانے کی بھی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میں اپنی ممی کے بستر پر چند لمحوں تک خاموشی سے بیٹھا رہا۔ پھر میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی زلفیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بابا کے سامنے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی بھی بال کھولے اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ بابا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میں نے پیڈرو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک طرف سر جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کیا۔ تب اس کی نظروں سے مجھے وہ آڈیٹوریم نظر آیا جس کا ذکر بابا نے خواب میں کیا تھا۔ بالکل وہی منظر تھا۔ تمام طلبا و طالبات اور بے شمار عقیدت مند وہاں موجود تھے۔ بابا صاحب ایک اونچی سی مسند پر چاروں شانے چت لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ مرجانہ نے پارس کو ان کے پاس سے اٹھا لیا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے سر کو جھکا لیا۔

میں چند لمحوں تک اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے دل پر کیسا صدمہ گزر رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔"

وہ چپ چاپ سر جھکائے، زلفیں بکھرائے بابا کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی۔ بالکل خاموش جیسے سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ اس نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! مجھے ہمیشہ اس بات پر فخر رہا کہ میں کبھی نہیں روتی۔ کیسے بھی حالات ہوں۔ موت سر پر پہنچ جائے میری آنکھ سے کبھی آنسو نہیں نکلتے۔ آج اسی بات پر افسوس ہو رہا ہے۔ میں کیوں نہیں رو رہی ہوں؟ انسان کو اتنا پتھر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میں بابا صاحب کی موت پر خوب چیخ چیخ کر رونا چاہتی ہوں مگر کیسے رویا جاتا ہے فرہاد؟"

تب مجھے احساس ہوا کہ پتھر میں بھی ہوں۔ میں بھی بابا صاحب کے سوگ میں سر جھکائے بیٹھا ہوں۔ لیکن آنکھ سے آنسو نہیں نکل رہے ہیں۔ میں نے سونیا کے ذریعے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ پارس کو سینے سے لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں پھاڑے بابا کے چہرے کو دور ہی سے تک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں خشک اور ویران تھیں۔ لیکن دل اور دماغ میں صدمات کی آندھی چل رہی ہو گی۔ میں

سونیا اور مرجانہ اس معاملے میں ہم مزاج تھے۔ ہم کسی کے دُکھ پہ سر جھکا سکتے تھے۔ اس صدمے کو محسوس کر سکتے تھے۔ مگر ہمیں رونا نہیں آتا تھا۔ ہمارے برعکس اعلیٰ بی بی سر جھکائے رو رہی تھی۔

میں تھوڑی دیر بعد بستر سے اتر کر باتھ روم میں چلا گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا۔ پھر رس ونتی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سو رہی تھی۔ جاوید کی خبر لی۔ وہ کوٹھی کے دوسری منزل پہ بالکونی میں بیٹھا اخبار پڑھتے ہوئے چائے پی رہا تھا۔ میں رس ونتی کے دماغ میں واپس آ کر اسے ہولے ہولے جگانے لگا۔

اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک چُپ چاپ لیٹی رہی۔ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ کہاں ہے؟ پھر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ سوچ رہی تھی: "میں کہاں آ گئی ہوں؟ میں تو طیارے میں ان کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ نہیں طیارے میں نہیں۔ ہاں یاد آیا، میری طبیعت خراب ہونے لگی تھی۔ میں پاکستان پہنچ گئی تھی۔ پھر مجھے ایک ہسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اس کے بعد..... اس کے بعد.....؟"

وہ سوچتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگی: "یہ اس اسپتال کا کمرہ نہیں ہے۔ کسی کوٹھی کا شاندار بیڈروم ہے۔ مگر میرا بیٹا کہاں ہے۔ میرا پارس.....؟"

بیٹے کی یاد آتے ہی ماں کا کلیجہ دہل گیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بستر سے اتری۔ چیخ کر مجھے مخاطب کیا: "فرہاد! فرہاد! تم کہاں ہو؟"

وہ دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر باہر نکلی پھر اس اجنبی کوٹھی کو دیکھنے لگی۔ وہ پچھلی باتیں بھول گئی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ پچھلی رات میرے ساتھ یہاں جاوید سے آ کر ملی تھی اور یہ ممی مارتھا کی کوٹھی ہے۔

میں نے اپنے بیڈروم کا دروازہ کھول دیا۔ سوچ کے ذریعے اس کی رہنمائی کی۔ وہ سیدھی میرے کمرے کے دروازے پہ پہنچ گئی۔ وہ مجھ سے شکایت کرنے لگی: "تم نے مجھے دوسرے کمرے میں کیوں چھوڑ دیا تھا۔ خود یہاں چلے آئے۔ میرے بیٹے کو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ کہاں ہے میرا بیٹا؟"

وہ میرے بستر کی طرف دیکھنے لگی مگر میرا بستر خالی تھا۔ اس نے قدرے پریشانی سے پوچھا: "پارس کہاں ہے؟"

میں نے کہا: "ذرا آرام سے بیٹھو۔ اطمینان سے میری بات سنو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ اس وقت تم کہاں ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں۔ میرا بیٹا میرے پاس ہونا چاہیے۔"

"ہمارے بیٹے کو دشمنوں کی طرف سے بہت زیادہ خطرہ تھا، میں نے اسے ایک جگہ حفاظت سے رکھا ہے۔"

وہ میرا بازو جھنجوڑ کر بولی: "وہ کہاں حفاظت سے رہ سکتا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ تم اس کے باپ ہو۔ ہم سے زیادہ اس کی حفاظت کوئی نہیں کر سکتا۔ جبکہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میں بھی ٹیلی پیتھی جانتی۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ میں نے کہا: "اگر جانتی ہو۔ تو میرے دماغ میں پہنچ کر بتاؤ۔"

وہ کوشش کرنے لگی۔ میں نے کہا: "تم اپنے ماضی کو کچھ عرصے کے لیے بھول گئی تھیں۔ اس بُری طرح بیمار پڑی تھیں کہ تمہارے بچنے کی امید نہیں تھی۔ تم شاید یہ سمجھ رہی ہو کہ اس وقت پاکستان میں ہو۔ نہیں، یہ ہماری ممی مارتھا کی کوٹھی ہے اور ہم برما کے شہر رنگون میں ہیں۔"

وہ میرا منہ حیرانی سے تک رہی تھی۔ بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے نرمی سے پوچھا: "میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"وہ پیرس میں سونیا کی حفاظت میں ہے۔"

اس نے چونک کر کہا: "سونیا؟" پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے چہرے سے اطمینان جھلک رہا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: "تم میرے دیوتا ہو۔ سونیا دیوی ہے۔ میں ساری زندگی اس دیوی کی خدمت کرتی رہوں تب بھی اس کے احسانوں کا بدلہ نہیں دے سکوں گی۔ میرا بیٹا اس کے پاس ہے۔ میرے لیے یہ اطمینان کی بات ہے لیکن مجھے بیٹے کے پاس جلدی پہنچا دو۔ میری ممتا بے چین ہے۔ تم میری حالت کو سمجھنا چاہتے ہو، تو میرے دماغ میں پہنچ کر دیکھ لو۔"

میں نے پھر اسے تھپکتے ہوئے کہا: "میں تمہاری دلی حالت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اطمینان رکھو، جلد ہی تمہیں پیرس پہنچا دیا جائے گا۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ ناشتہ کریں گے۔"

وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے جاوید کو مخاطب کیا اور اس سے کہا کہ ناشتہ تیار کرائے۔ ہم آ رہے ہیں۔

پھر میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا: "بابا صاحب کی تجہیز و تکفین کے موقع پہ دشمن اس ادارے میں گھسنے کی کوشش کریں گے۔ تم بہت ہوشیار رہنا اور مرجانہ کو بھی سمجھا دو، ایک سیکنڈ کے لیے بھی پارس سے غافل نہ رہے۔"

پھر میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کیا۔ وہ بہت مغموم تھی۔ میں نے کہا: "یہ صدمہ دل سے جا نہیں سکتا۔ لیکن دل کو پتھر بنانے کی کوشش کرو۔ یہ دشمنوں کے لیے سنہرا موقع ہے۔ وہ یقیناً تم لوگوں میں گھلنے ملنے کی کوشش کریں گے۔ طلباً اور طالبات کے علاوہ باہر سے بہت سے عقیدت مند

آئے ہوں گے۔ تم کتنوں کا حساب رکھو گی؟ ان میں کتنے دوست ہیں اور کتنے دشمن؟ اپنے تمام ساتھیوں کو فوراً حکم دو کہ وہ وہاں کے ایک ایک فرد کی سختی سے چیکنگ کریں۔ ان کا محاسبہ کریں۔ اس میں کسی کے بُرا ماننے کی بات نہیں ہے۔ جو ایسی چیکنگ پر اعتراض کرے، اسے ادارے سے باہر نکال دو۔"

اسے اچھی طرح سمجھانے کے بعد میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھیڑ میں دُور دُور تک دیکھ رہی تھی۔ مرجانہ اُسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ پارس مرجانہ کے پاس ہی تھا۔ میں دوسرے ہی لمحے میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس نے مجھے محسوس کیا۔ میں نے کہا: "مرجانہ! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آؤں گا لیکن مجبوری تھی۔ سونیا تمہیں بھیڑ میں تلاش کر رہی ہے اور تم نظر نہیں آ رہی ہو۔ ابھی تمہارے آس پاس بھیڑ نہیں ہے۔ تم تنہا ہو۔ بتاؤ کہاں ہو؟"

وہ بولی: "تم واقعی بات کے سچے ہو۔ اس دن سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا میری کسی بات سے ناراض ہو گئے ہو؟ میرے اعتراض کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ضرورت کے وقت بھی تم مجھ سے رابطہ نہ رکھو۔ یہ تو دشمنی والی بات ہو گئی اور میں زندگی کے کسی بھی مقام پر تم سے دشمنی کی بات سوچ بھی نہیں سکتی۔ ابھی میں ہوسٹل کے ایک کمرے میں ہوں۔ پچھلی شام میں پارس کو لے کر بابا صاحب کے پاس آئی تھی۔ اسی وقت سونیا نے بہت زیادہ محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ لوگ باہر سے آ رہے ہیں۔ ان میں دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔ یہی دیکھنے کے لیے میں کمرے میں آ گئی ہوں۔ کوئی پارس کی تاک میں ہو گا، تو اِدھر ضرور آئے گا۔"

رس ونتی باتھ روم سے واپس آ گئی۔ اس نے مجھے مخاطب کیا تو خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں اس کے ساتھ ڈائننگ روم میں آیا۔ میں نے جاوید سے اس کا پھر تعارف کرایا۔ کیونکہ پچھلی رات کا تعارف وہ بھول چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے کہا: "ہم چُپ چاپ ناشتہ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دروازے کے ایک طرف دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ پارس اس کے سینے سے لگا ہوا تھا اور وہ باہر قدموں کی آواز سن رہی تھی۔ کوئی آہستہ آہستہ اس دروازے کی طرف آ رہا تھا۔ پھر وہ قدموں کی چاپ دروازے کے پاس رُک گئی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی تھی۔ پھر آہستہ سے دستک کی آواز سنائی دی۔ وہ بالکل خاموش رہی۔

تھوڑی دیر بعد پھر دستک کی آواز سنائی دی۔ مرجانہ نے پوچھا: "کون ہے؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ مرجانہ نے دوبارہ انگریزی میں پوچھا: "ہُو از ناکنگ دی ڈور؟" (دروازے پر کون دستک دے رہا ہے؟)

پھر خاموشی رہی۔ میں نے کہا: "یقیناً وہ جانتا ہے کہ تمہاری بات کا جواب دے گا۔ تو میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

مرجانہ نے تیزی سے دوسری دیوار کے پاس پہنچ کر ایک سرخ رنگ کے بٹن کو دبایا۔ اسے دباتے ہی پورے ہاسٹل میں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ مرجانہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ جہاں جہاں گھنٹی بج رہی ہے وہاں وہاں نمبر پلیٹ پر اس کمرے کا نمبر واضح طور پہ نظر آ رہا ہو گا۔ سب ادھر ہی آئیں گے۔

اس کی سوچ درست تھی۔ ذرا سی دیر میں بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر دروازے پہ دستک ہوئی۔ کسی نے پوچھا: "اندر کون ہے؟ کس نے خطرے کی گھنٹی بجائی ہے؟"

"میں مرجانہ ہوں۔ سونیا کو بلاؤ۔ یہاں کوئی آیا تھا۔ دستک دے رہا تھا۔ پوچھنے پر جواب نہیں ملا۔ تم لوگوں کے آنے پہ وہ فرار ہو گیا ہے۔ یا پھر تم لوگوں میں شامل ہو گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سونیا کی آواز سنائی دی: "مرجانہ! تم بیٹھی رہو۔ میں ابھی سخت حفاظتی انتظامات کر رہی ہوں۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت رس ونتی نے مداخلت کی۔ میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی: "میں تمہاری خاموشی برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے بتاؤ۔ میرا بیٹا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

میں نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا: "وہ خیریت سے ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ میں دوسرے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ ابھی آتا ہوں۔"

میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت اعلیٰ بی بی تمام لوگوں کو دُور جانے اور چالیس چوروں کو سامنے آ کر چار قطاروں میں کھڑے ہونے کا حکم دے رہی تھی۔ حکم کی تعمیل ہو رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں چالیس چور چار قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں صرف منجالی کی کمی تھی۔

سونیا نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "اپنے بیس ساتھیوں کو حکم دو کہ مسلح رہ کر اس ہوسٹل کے چاروں طرف پھیل جائیں۔ سختی سے پہرہ دیں۔ کسی کو اِدھر آنے کی اجازت نہ دیں۔ کوئی بغیر اجازت آنا چاہے تو بے دریغ گولی مار دیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "سونیا! تم ہم سب کے لیے محترم ہو۔ تم خود ہی حکم دے سکتی ہو۔"

"نہیں اعلیٰ بی بی! یہ تمہارا شعبہ ہے۔ تمہیں حکم دینا چاہیے۔ بہرحال باقی ساتھیوں کو اس کام پر لگا دو کہ یہاں آنے والے تمام مہمانوں کو ایک قطار میں کھڑا کرکے باری باری بابا صاحب کا دیدار کرانے کے بعد رخصت کرتے جائیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سب کے سب ان کی آخری رسومات تک یہاں موجود رہیں۔ سب کا موجود رہنا ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "ان لوگوں کے علاوہ ابھی اور بڑے بڑے لوگ آئیں گے۔ ہم انہیں نہیں روک سکتے۔ لیکن ان پر پابندی عاید کرسکتے ہیں۔ آنے والوں کو احاطے کے مین گیٹ کے پاس گیسٹ رُوم اور ویٹنگ رُوم وغیرہ میں بارہ بجے تک بٹھا کر فرہاد سے کہیں کہ وہ برما کے وقت کے مطابق شام پانچ بجے ہم سے دماغی رابطہ قائم کرے اور ہمارے ذریعے ان تمام آنے والوں کے دماغوں کو باری باری کُرید کر دیکھے۔ جن سے اطمینان حاصل ہو جائے انہیں بابا کی آخری رسومات تک ٹھہرنے اور ہمارے درمیان رہنے کی اجازت دے دی جائے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "میں تم لوگوں کی ان احتیاطی تدابیر سے مطمئن ہوں۔ یہاں کے وقت کے مطابق پانچ بجے پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اگر رسن ونتی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ پارس کن خطرات میں گھرا ہوا ہے، تو وہ کبھی مطمئن نہ ہوتی۔ میرا یہاں سکون سے رہنا مشکل کر دیتی۔ میں نے اس سے چائے کی فرمائش کی۔ وہ جاوید سے باتیں کر رہی تھی۔ ایک پیالی میں چائے انڈیلتے ہوئے بولی: "میرا بیٹا اب کچھ بڑا ہو گیا ہوگا؟"

"ہاں، جوان ہو گیا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ ابو چھادی کلوں گا۔"

جاوید نے بے اختیار قہقہہ لگایا —— رسن ونتی نے جھینپ کر کہا: "میں اتنا بڑا ہتھوڑی کہہ رہی ہوں۔ دیکھو نا۔ اسے دیکھے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے ابھی پَر لگ جائیں میں اُڑ کر چلی جاؤں۔"

"میں تمہارے جانے کا بندوبست کردوں گا۔ فی الحال میرے ساتھ باہر چلنے کی تیاری کرو۔ ہم دوسری جگہ رہیں گے۔ تمہاری یادداشت کیا گم ہوئی۔ دشمنوں نے میرا ایک جگہ رہنا مشکل کر دیا ہے۔ مجھ پر الزام ہے کہ میں نے تمہیں اغوا کیا ہے اور تم یہودیوں کی دوست ہو۔"

رسن ونتی نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اسے یاد آگیا کہ اس نے یہودیوں سے دوستی کی تھی۔ اس کی حماقت کی وجہ سے مجھے کتنی پریشانیاں اٹھانا پڑی تھیں۔ اچانک میری نظر جاوید پر گئی۔ اس نے سر کو یوں ہلایا جیسے مجھے اپنے پاس آنے کے لیے کہہ رہا ہو۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا: "کیا بات ہے جاوید؟"

"بھائی جان! آپ نے جس پارس کو ہماری حفاظت میں دیا ہے۔ بھابی اسے اپنا بیٹا سمجھ رہی ہیں۔ کیا اسی پارس کو بھابی کے حوالے کیا جائے گا؟"

"یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا۔ واقعی رسن ونتی اس پارس کو پہچانتی ہے۔ جو اس وقت تمہاری بیوی اور بہن کے پاس ہے۔ ٹھہرو ذرا میں تمہاری بھابی کے ذہن میں جھانک کر معلوم کرتا ہوں۔"

میں رسن ونتی کے دماغ میں چُپ چاپ پہنچ گیا۔ چائے پینے کے دوران میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "میں اپنے بیٹے کو اتنے دنوں بعد دیکھ کر پہچان سکوں گی؟"

وہ چائے کی چسکی لے رہی تھی۔ اس کی اپنی سوچ نے کہا: "ضرور پہچان لوں گی۔ آخر میرا بیٹا ہے۔ میں نے اسے جنم دیا ہے۔ پھر اس میں پہچاننے کی بات کیا ہے۔ اس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر ایک نشان ہے۔ وہی اس کی سب سے بڑی پہچان ہے۔"

اس کی سوچ نے مجھے چکرا دیا۔ میں پہلے رسن ونتی کو چکر دے رہا تھا۔ نقلی پارس اس کی گود میں پہنچا کر اصلی پارس کو سونیا کے حوالے کر چکا تھا۔ اب سوال پیدا ہوا۔ کیا رسن ونتی کو اصل بات بتا دی جائے؟

میرے دماغ نے جواب دیا۔ یقیناً جو سچ ہے وہی بتایا جائے۔ بابا صاحب نے آخری وقت کہا تھا کہ انہوں نے پارس کی وجہ سے رسن ونتی کے دماغ میں ماضی کو واضح کر دیا ہے۔ اسے واپس لے آئے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ رسن ونتی اپنے بیٹے کے پاس پہنچے اور اسے بھرپور ممتا دے۔ بابا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ رسن ونتی کو اب ٹیلی پیتھی کی ساحرہ نہیں بننا چاہیے۔ صرف ایک وفادار بیوی اور ذمے دار ماں بن کر رہنا چاہیے۔ لہٰذا اسے اصل بات بتا دی جائے۔

میں نے سوچ کے ذریعے جاوید سے کہا: "میں تمہاری رسن ونتی بھابی کے ساتھ جا رہا ہوں۔ راستے میں پارس کے سلسلے میں بات کروں گا۔"

میں نے رنگون کے ماسٹر کو اطلاع دی: "میں اپنے وعدے کے مطابق اس کاٹیج میں پہنچ رہا ہوں، جو میرے لیے وقف کیا گیا ہے۔"

اس کے بعد میں نے ریڈ پادری کے پاس ایجلو سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پوچھا: "اس کاٹیج کے آس پاس آپ کے انتظامات کیسے ہیں؟"

"بالکل اطمینان بخش ہیں۔ آپ چاہیں تو میرے ذریعے ان ماتحتوں کے دماغ میں پہنچ کر خود معلوم کر سکتے ہیں۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ میں آپ پر پورا بھروسہ کرتا ہوں۔"

"یہ میری عزت افزائی ہے۔ کیا میں کیشو کو آپ کے پاس بھیج دوں؟"

"نہیں کیشو کو مجھ سے الگ رہنا چاہیے۔ جب بھی خفیہ رہائش گاہ میں جانے کی ضرورت ہوگی تو کیشو ہی میرے کام آئے گا۔"

ایک گھنٹے کے بعد میں اور رسن ونتی تیار ہو کر اپنی چھوٹی سی اٹیچی لے کر جاوید سے رخصت ہوئے۔ پھر کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ اس کار کو رنگون کے ماسٹر کا ایک ماتحت ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ اس کاٹیج کا پتہ جانتا تھا۔ رسن ونتی نے کہا: "سونیا بہت دلیر اور حاضر دماغ ہے۔ یقیناً وہ میرے بیٹے کی حفاظت کر سکتی ہے۔ لیکن اس نے کبھی بچے نہیں پالے۔ پارس اسے بہت پریشان کرتا ہوگا۔ بے چاری مصیبت میں پڑ گئی ہوگی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں فوراً وہاں پہنچ جاتی۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "میں پارس کے سلسلے میں بہت ضروری اور اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ توجہ سے سنو اور زبان سے کچھ نہ بولو۔ یہ جو ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہے۔ رنگون کے ماسٹر کا آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ ہماری باتیں سُنے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں زبان نہیں ہلاؤں گی۔"

میں نے کہا: "تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ یہودیوں سے مل گئی تھیں اور اپنے طور پر یہ سوچا کہ بچّے کی سلامتی انہی کے سائے میں ہوگی اور میں تمہاری اور بچّے کی محبت سے مجبور ہو کر یہودی بلاک میں آجاؤں گا.....۔"

رسن ونتی نے سوچ کے ذریعے کہا: "فرہاد! مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں نے بہت بڑی حماقت کی تھی۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"میں تمہیں شرمندہ کرنے کے لیے نہیں، کچھ اور کہنے کے لیے بات کہہ رہا ہوں۔ تم سنتی جاؤ۔ جب تم نے ایسا کیا تو میں تم سے بھرپور انتقام لینے پر تل گیا۔ تم سے نفرت کرنے لگا۔ وہ تو سونیا نے ہماری نفرت کو محبت میں بدل ڈالا تھا۔"

وہ بولی: "سونیا میری بہن ہے۔ میرا دھرم ہے۔ اس کی بات آتی ہے۔ تو میرا سر عقیدت سے جُھک جاتا ہے۔"

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا: "تم نے پارس کو جنم دینے کے بعد پوری توجہ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ تمہیں دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ تم دماغی کمزوریوں میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ بہرحال ہم نے تمہیں اور پارس کو دشمنوں کی قید سے نکالا۔ لیکن ہم جانتے تھے کہ دشمن پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ مجھے کمزور بنانے کے لیے پارس کو ضرور حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ تب جانتی ہو، میں نے کیا کیا؟"

اس نے مجھے خاموشی سے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا: "میں نے پارس کو بدل دیا۔"

وہ حیرانی سے بولی: "بدل دیا کا مطلب کیا ہوا؟"

"میں نے لاوارث بچوں کے ادارے سے ایک بچّہ حاصل کیا پھر اسے تمہاری گود میں پہنچا دیا۔ ہمارا اصل بیٹا پارس سونیا کے پاس رہا۔ وہ اسے لے کر بابا فرید واسطی صاحب کے پاس چلی گئی۔"

رسن ونتی مجھے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "نہیں فرہاد! ایسا نہ کہو۔ میں جس بچّے کو لے کر پاکستان آئی تھی۔ وہ میرا تھا۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "اس کی پہچان یہ نہیں ہے کہ اس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر سرخ نشان ہے۔ وہ نقلی پارس ہے۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا تھا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا تھا تو مجھے کیوں دھوکا دیا؟ یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی؟ تم مجھے تو بتا سکتے تھے؟"

"میں نے اس وقت تک تمہیں دل سے معاف نہیں کیا تھا۔ سونیا کے کہنے سے معاف کیا تھا۔ لیکن تم پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔"

"مجھ پر اب کیوں بھروسہ کر رہے ہو؟"

وہ منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔

میں نے کہا: "دیکھو رس ونتی!..."

اس نے بات کاٹ کر کہا: "مجھے مخاطب نہ کرو۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا رہنے دو۔ میں اپنے طور پر سوچنا چاہتی ہوں۔ سمجھنا چاہتی ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ تصور میں اس پارس کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان تھا۔ وہ اسے سینے سے لگا رہی تھی۔ جیسے اس نے بھرپور ممتا دی تھی۔ جیسے بیماری کے دوران بھی چیخ چیخ کر پکارتی رہی تھی اور جیسے دل و دماغ اور روح کی گہرائیوں سے دیکھتی رہی تھی۔ اب اس کی محبت سے انکار نہیں ہو رہا تھا۔ ممتا اسی کے لیے مچل رہی تھی۔

تب اس کے دماغ نے کہا: "یہ سراسر دھوکا ہے۔ فرہاد کسی نہ کسی بہانے مجھے دھوکا دیتے رہتے ہیں۔ اب میرے بیٹے کے سلسلے میں مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے۔ یہ میں برداشت نہیں کروں گی۔ اس میں ضرور کوئی بھید ہے۔ مجھے میرے پارس سے دُور رکھنے کے لیے کسی دوسرے پارس کے پاس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جواب سونیا کے پاس ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا: "فرہاد دھوکا دے سکتا ہے۔ کیا سونیا بھی جھوٹ بولے گی؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا: "وہ کبھی ایسا نہیں کرے گی۔ مجھے دھوکا نہیں دے گی۔ لیکن فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے سونیا کو جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے پر مجبور کر دے گا۔ وہ بے چاری اسی زبان سے کہے گی جو فرہاد اس کے دماغ میں بولتا رہے گا۔"

میں سر پکڑ کر رہ گیا۔ جی میں آیا کہ اس نقلی پارس کو اس کی گود میں ڈال دوں۔ میرا کیا تھا۔ وہ اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی رہتی۔ میرا اپنا بیٹا اطمینان اور حفاظت سے بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پاتا رہتا۔ لیکن مجبوری تھی۔ بابا صاحب کی آخری خواہش تھی کہ پارس کو رس ونتی کی ممتا ملنا چاہیے اور رس ونتی کو اس ادارے کی حدود میں پارس کے ساتھ رہنا چاہیے۔

اس نے کھڑکی کی طرف سے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"میں پوچھتی ہوں آخر تم کب تک چکر چلاتے رہو گے؟ اگر میں تمہاری ہسٹری لکھنے بیٹھوں تو پتہ چلے گا کہ تم ہر روز کوئی نیا چکر چلاتے ہو۔ میں اپنے بچے کے سلسلے میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔ نہ میں چین سے بیٹھوں گی نہ تمہیں سکون سے رہنے دوں گی۔"

"رس ونتی! میں تمہیں اتنی شدت سے چاہتا ہوں، تمہیں دھوکا کیسے دے سکتا ہوں؟"

"تم کہہ چکے ہو، جب ہم پاکستان آ رہے تھے تو تم نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ میری گود میں نقلی پارس کو ڈال دیا تھا۔ اگر یہ سچ مچ نقلی پارس ہے تو پھر تسلیم کرو کہ مجھے دھوکا دیتے ہو اور مجھے دھوکا دیتے ہو تو اس بات کا دعویٰ کیوں کرتے ہو کہ شدت سے چاہتے ہو۔ تم پکے جھوٹے ہو۔"

میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا لیکن خاموش ہو گیا۔ اب ہم کاٹیج کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ میں نے کاٹیج کے احاطے کے باہر دیکھا۔ وہاں بہت سے مسلح جوان دُور دُور تک نظر آئے۔ مین گیٹ پر گاڑی رُک گئی۔ میں ماسٹر کو اپنی آمد کی اطلاع دے چکا تھا۔ وہ موجود تھا۔ فوراً ہی کار کے پاس آیا۔ پھر اس کی اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ بڑا سا مین گیٹ کھول دیا گیا۔ کار دوڑتی ہوئی اندر گئی۔ پھر کاٹیج کے سامنے رک گئی۔ وہ ایک چھوٹا سا کاٹیج تھا۔ اس کے آس پاس بہت بڑا باغیچہ تھا۔ باغیچے میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ نہایت ہی خوش نما منظر تھا۔ ماسٹر نے کار سے اترتے ہوئے کہا: "اندر پولیس والے بیٹھے ہیں۔ یہودی تنظیم کا ایک نمائندہ بھی ہے۔ وہ دیکھنے آیا ہے کہ واقعی آپ رس ونتی کے ساتھ یہاں آئے ہیں یا نہیں؟ اور پولیس والے اس بات کے ذمے دار ہیں کہ آپ قانون کی نظروں میں رہیں اور پیشی کے وقت عدالت پہنچیں۔"

میں رس ونتی کے ساتھ کار سے باہر آیا۔ ماسٹر کے پیچھے چلتا ہوا کاٹیج کے اندر داخل ہوا۔ ڈرائنگ روم میں تین افراد نظر آئے۔ ماسٹر نے ان سے تعارف کرایا۔ ایک پولیس آفیسر تھا۔ دوسرا اس کا اسسٹنٹ اور تیسرا یہودی تنظیم کا نمائندہ تھا۔ انسپکٹر نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ آپ قانون سے تعاون کرنے مادام رس ونتی کے ساتھ آئے ہیں۔"

"میں ہر ملک کے قانون کا احترام کرتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں یہاں اس وقت تک موجود رہوں گا، جب تک مقدمے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور شاید آپ بھی اسی کاٹیج میں رہیں گے۔"

"نہیں ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ اُدھر مین گیٹ کے پاس ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ وہاں ہمارا ایک آدمی موجود رہا کرے گا اور وہ ہمیں اطلاع دیا کرے گا کہ آپ کب کاٹیج میں رہتے ہیں اور کب باہر جاتے ہیں اور اگر جاتے ہیں تو کہاں جاتے ہیں؟ آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ آپ جہاں بھی جائیں، ہمارے آدمی کو اطلاع دے دیں۔ اس سے آپ کا بھی فائدہ ہے۔ ہم آپ کی نگرانی کرتے رہیں گے اور دشمن آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں نے شکریہ ادا کیا۔ پھر اس کے اسسٹنٹ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد یہودی تنظیم کے نمائندے نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: "تمہاری آنکھوں پر یہ سیاہ چشمہ کہہ رہا ہے کہ صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں سامنے آ گیا ہوں اور اپنی آواز بھی سنا رہا ہوں۔ گویا کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر آیا ہوں۔ رہ گیا یہ چشمہ، تو یہ اس لیے ہے کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔"

میں نے ماسٹر سے کہا: "آپ اپنی مادام کو اس کاٹیج کے دُوسرے کمرے دکھائیں جب تک میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔"

ماسٹر رس ونتی کو لے کر چلا گیا —— ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پولیس آفیسر نے کہا: "فرہاد صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں پہنچ کر باتیں کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "لوگ ایک بات کو اتنا طول دیتے ہیں کہ وہ داستانِ ہوشربا بن جاتی ہے۔ ٹیلی پیتھی کا علم اتنا ایڈوانس نہیں ہوا ہے۔ لوگ اس کے لیے پتہ نہیں سالہاسال تک کیسی ریاضت کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اس علم کا دائرۂ اثر محدود ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر آپ کے متعلق کچھ موٹی موٹی سی باتیں بتا سکتا ہوں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ کس طرح؟"

آفیسر نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا: "کس طرح؟"

"ٹیلی پیتھی سے زیادہ ہم قیافہ شناسی کرتے ہیں۔ چہرے کے اتار چڑھاؤ سے گفتگو کے ذریعے اور آنکھوں کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرتے ہیں۔ تب کچھ باتیں کہہ دیتے ہیں۔ یوں سمجھ لیجیے، کہ ہم میں اور نجومیوں میں ذرا سا فرق ہے۔ نجومی آپ کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق بڑی سچی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ ان میں کچھ غلط ہوں تو یہ الگ ہی بات ہے۔ لیکن ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے زیادہ سے زیادہ آپ کے ماضی اور حال کے متعلق بتا سکتے ہیں۔ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یہ کوئی نجومی ہی بتا سکتا ہے۔"

آفیسر نے مایوسی سے پوچھا: "کیا یہ غلط ہے کہ آپ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دُور کسی کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں؟"

میں نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پھر اس سے پوچھا: "آپ تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ نے کبھی کسی کتاب میں پڑھا ہے یا آپ کے پاس کوئی ایسی اطلاع آئی ہے کہ دنیا کے کسی آدمی نے ٹیلی پیتھی کا علم اتنے ایڈوانس طریقے سے حاصل کیا ہو کہ ایک جگہ بیٹھ کر ہزاروں میل دُور پہنچ جاتا ہو؟"

آفیسر نے جھینپ کر کہا: "ہمارے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں نے کہا نا، لوگ ایک بات کو طول دے کر داستانِ ہوشربا بنا دیتے ہیں۔ جیسے ہمارے ان یہودی دوستوں نے میرے متعلق افواہیں اڑائی ہیں۔"

وہ یہودی نمائندہ اپنی جگہ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ اس نے کہا: "آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟ کیا آپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری تنظیم کی مس فلورا کو قتل نہیں کیا تھا؟"

میں نے گہری سنجیدگی سے اسے دیکھ کر کہا: "یہ تم کہہ سکتے ہو، یا تمہارے ساتھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ مجھ سے دشمنی ہے۔ دشمنی نہ ہوتی تو یہ مقدمے بازی نہ ہوتی۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ ایسا اس دنیا میں ہو سکتا ہے؟ کیا دنیا کی کوئی عدالت یہ تسلیم کرے گی؟"

پولیس آفیسر نے کہا: "انہوں نے اس قتل کا الزام آپ پر عاید کیا ہے۔ لیکن نہ تو اسے عدالت تسلیم کرے گی اور نہ ہی ہم اتنے احمق ہیں۔"

یہودی نے کہا: "جناب! آپ ان کی باتوں میں آ گئے۔ یہ بھول گئے ابھی تھوڑی دیر پہلے ماسٹر نے ہم سے کہا تھا کہ یہ دماغ میں پہنچ کر باتیں کرتے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "ماسٹر سے میرے سامنے پوچھا جائے گا تو وہ انکار کریں گے۔"

"آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر انکار کرائیں گے۔" یہودی نے کہا۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "چت بھی میری پٹ بھی میری۔ اگر وہ انکار کرے تب بھی میں قصوروار، نہ کرے تب بھی میں قصوروار۔ چلو فرض لیتا ہوں کہ دماغوں میں پہنچ کر باتیں کرتا ہوں۔ آپ کا کیا بگڑتا ہے یا اس میں قانون کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ جب میرے ذریعے کسی کو نقصان پہنچے تو آپ مجھے پکڑنے کے لیے آئیں اور پھر پکڑنے کے لیے تو یہاں بیٹھے ہی ہوئے ہیں۔"

وہ یہودی نمائندہ اور پولیس آفیسر اس سلسلے میں گفتگو کرنے لگے۔ میں ذرا موقع سے فائدہ اٹھا کر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا اور اسے سمجھا دیا کہ اس سے یہ بات پوچھی جائے تو وہ انکار کر دے۔ میں خود اس کی زبان سے انکار کروں گا اور باتیں بناؤں گا۔ اس لیے وہ کسی بہانے سے اِدھر چلا آئے۔

وہ آ گیا۔ اس نے آتے ہی پوچھا: "کیا چائے چلے گی؟"

یہودی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: "چائے بعد میں چلے گی پہلے آپ بتائیں۔ کیا فرہاد صاحب آپ کے دماغ میں پہنچ کر باتیں نہیں کرتے ہیں؟"

ماسٹر نے کہا: "میری سمجھ کے مطابق باتیں کرتے ہیں لیکن یہ بذاتِ خود دماغ میں موجود نہیں رہتے۔"

یہودی نمائندے نے چونک کر پوچھا: "یہ کیا بات ہوئی؟"

"جب بھی ہم فرہاد صاحب سے کہتے ہیں کہ ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑا وقت گزارنا چاہتے ہیں تو یہ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم انہیں اپنے دماغ میں محسوس کریں۔ بڑی شدت سے محسوس کریں۔ آپ یقین کریں۔ جب ہم نے ان کی ہدایت پر عمل کیا تو ہم نے کئی بار محسوس کیا کہ یہ ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہم سے باتیں کر رہے ہیں اور ان کی باتوں کا ایک ایک لفظ ہمارے دماغ میں گونج رہا ہے۔"

پولیس آفیسر نے پوچھا: "یعنی یہ فرضی باتیں ہیں۔ ٹیلی پیتھی سے اس کا تعلق نہیں ہے؟"

یہودی نے کہا: "یہ بات یوں نہیں ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ دوسروں کے دماغ پر قبضہ جما لیتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ جما لیا ہے۔ اسے تسلیم کرو کہ وہ ناجائز قبضہ ہے پھر میرے متعلق کہنا کہ کسی کے دماغ پر قبضہ جماتا ہوں۔ ویسے تمہارا اب یہاں کوئی کام نہیں ہے۔ تم نے مجھے یہاں دیکھ لیا، مطمئن ہو گئے۔ جب بھی میری موجودگی کے متعلق معلوم کرنا ہو تو باہر گیٹ پر پولیس والے موجود ہیں۔ وہ تمہیں میرے متعلق بتاتے رہیں گے۔ پلیز گیٹ آؤٹ۔"

وہ غصے سے جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "اُلّو کا پٹھا......"

پھر فوراً ہی انسپکٹر سے پوچھا: "کیا آپ چائے پینا پسند کریں گے؟"

یہودی نے غصے سے پلٹ کر کہا: "دیکھیے، دیکھیے آفیسر! ابھی میرے دماغ میں فرہاد صاحب نے مجھے گالی دی ہے۔"

آفیسر نے اسے گھور کر کہا: "یہ تو مجھ سے باتیں کر رہے ہیں تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پلیز، یہاں سے جاؤ۔"

اس نے غصے سے مجھے دیکھا، بے بسی کا اظہار کیا۔ پھر ڈرائنگ روم کے دروازے تک گیا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر کہا: "تم آفیسر نہیں گدھے کے بچے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ وہاں سے بھاگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ باہر لڑکھڑا کر سنبھل گیا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ وہاں تک کیسے آیا۔ اِدھر آفیسر غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "جانے بھی دیجیے۔ یہ لوگ مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں اور ناکامی پر جھنجلا رہے ہیں۔ دیکھیے نا۔ آپ کو بھی گالی دی ہے۔"

آفیسر کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "سوری۔ میں پھر کبھی آپ کے ساتھ چائے پیوں گا۔"

وہ اپنے اسسٹنٹ کو ہدایات دیتا ہوا چلا گیا کہ وہ گیٹ کے پاس والے کمرے میں موجود رہا کرے اور اس یہودی نمائندے کو یہاں داخل نہ ہونے دے۔ اس کے جاتے ہی میں منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایئرپورٹ پر موجود تھی۔ میں نے کہا: "سوری منجالی! میں اس قدر مصروف رہا کہ تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں خیریت سے ہوں۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ دوسرا طیارہ کب آئے گا اور ہم یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

"تمہارے نشے کا کیا حال ہے؟ رات کو تم نے بڑا ہی دہشت ناک تماشا دکھایا تھا۔"

وہ ہولے سے مسکرائی: "آپ میرے دماغ میں محسوس کر سکتے ہیں۔ نشہ ابھی تک طاری ہے۔ میرے جسم سے جو حرارت خارج ہوتی ہے۔ اسے میرے آس پاس والے اب بھی محسوس کرتے ہیں۔ حیرانی سے مجھے دیکھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ لوگوں سے دُور ہی رہوں۔"

"میں نے سنا تھا کہ کسی وِش کنیا (زہریلی لڑکی) کو اگر سانپ ڈس لے تو وہ مر جاتا ہے۔ جو سنا تھا وہ پچھلی رات دیکھ لیا۔ واقعی تم بہت ہی زہریلی، بہت ہی خطرناک ہو۔ جہاں پہنچ جاؤ وہاں موت تمہارے شانہ بشانہ کھڑی ہو گی۔"

"جو لوگ میری زہریلی صلاحیت کو دیکھتے ہیں۔ مجھ سے ڈر جاتے ہیں۔ اس خوف کے پیچھے نفرت ہوتی ہے۔ جس کا اظہار کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں یا مروّتاً خاموش رہتے ہیں۔ آپ سچ بتائیے کیا آپ مجھ سے نفرت کر رہے ہیں؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ تم تو بہت ہی پیاری سی لڑکی ہو۔ معلوم ہے۔ کل رات نشے کی حالت میں کیا کہہ رہی تھیں؟"

"کیا؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کہ تم مجھے تن سے، من سے اور رُوح کی گہرائیوں سے چاہتی ہو۔ لیکن میری زندگی بھی چاہتی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں اتنا چاہتی ہوں کہ آپ کبھی مجھ سے نفرت نہ کریں اور مجھے اپنی خدمت کا موقع دیتے رہیں۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر دوسری بار رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں رس ونتی کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی: "ہیلو مادام رس ونتی! کیا آپ بول رہی ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ مجھے رس ونتی کی آواز سنائی دی: "ہاں، میں رس ونتی ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

یقیناً اس کاٹیج کے دوسرے کمرے میں بھی ٹیلی فون تھا...... رس ونتی وہاں سے ریسیور اٹھا کر بول رہی تھی، اور جو رس ونتی کو مخاطب کر رہا تھا۔ اسے میں نے پہچان لیا تھا۔ وہ وہی یہودی نمائندہ تھا جو یہاں سے غصے کی حالت میں گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "مادام! میں آپ سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے فرہاد صاحب نے مجھے بھگا دیا۔ کیا آپ ہمیں یاد کر سکتی ہیں۔ ہم آپ کے بڑے گہرے دوست رہے ہیں۔ ہم آپ سے اس مقدمے کے سلسلے میں کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اس بات کرنے کا موقع مل سکتا ہے؟"

رسونتی چند لمحوں تک خاموشی سے سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا: "مجھے پچھلی تمام باتیں یاد آگئی ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہودیوں نے میرا بہت ساتھ دیا۔ مجھے اور میرے بچے کو ہمیشہ پناہ دینا چاہتے تھے۔ وہ فرہاد کو بھی میرے ساتھ رکھنا چاہتے تھے لیکن حالات بدل گئے۔ مجھے یہودیوں کی دوستی پر اس لیے شرمندہ ہونا پڑا کہ یہ بات میرے شوہر کو پسند نہیں ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں، میں ایک مشرقی عورت ہوں۔ میری اپنی پسند کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ میری نظروں میں میرا شوہر سب سے اہم ہے۔ اگر وہ آپ لوگوں سے نفرت کرتا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں آپ کا نام بھی زبان پر نہ لاؤں اور نہ ہی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر آپ سے گفتگو کروں۔"

ایسا کہتے وقت اچانک ہی رسونتی کو اپنے بیٹے کی یاد آئی۔ اس بات کو اچانک نہیں کہنا چاہیے۔ وہ ماں ہے ہر لمحے اس کے متعلق سوچتی رہتی تھی۔ جیسے ہی پارس کا خیال آیا۔ اس نے کہا: "ہاں، مگر ایک بات ضرور پوچھنا چاہوں گی۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ضرور پوچھیے۔ ہماری خوش نصیبی ہے۔ ہم آپ کے سوالوں کا صحیح جواب دیں گے۔"

"کیا میرے بیٹے پارس کی تصویریں تم لوگوں کے پاس ہیں؟"

"ضرور ہیں۔ بلکہ تصویروں کا پورا البم موجود ہے۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا آپ اپنے بیٹے کی صورت بھول گئی ہیں؟"

"مجھے اپنا بیٹا اچھی طرح یاد ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ ان تصویروں میں میرے بیٹے کے جسم پر کوئی خاص نشان ہے یا نہیں؟"

میں اس کی بات پر مسکرانے لگا۔ وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی بیٹا کون ہے؟ وہ جس کے دائیں شانے پر نشان ہے یا وہ جس کے متعلق میں کہہ رہا ہوں، وہ یہودی ہمارے اصلی پارس کو ہی اس کا بیٹا بتا سکتا تھا تاکہ مقدمے کی کارروائی کے دوران اصلی پارس کو عدالت میں حاضر کرنے کا حکم دیا جا سکے۔

لیکن میری حیرانی کی انتہا نہیں رہی۔ جب اس نے ٹیلیفون پر رسونتی سے کہا: "آپ تصویریں کیا دیکھیں گی۔ میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ آپ کے بیٹے کے دائیں شانے پر ایک نئے پیسے کے برابر نشان ہے۔"

رسونتی نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ پھر ریسیور کو رکھ دیا۔ میں نے غصے سے دانت پیس کر اس یہودی کے دماغ میں پہنچتے ہوئے کہا: "اُلّو کے پٹھے تم نے ابھی رسونتی سے کیا کہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا: "آہا تو واقعی آپ دماغ میں پہنچ کر بولتے ہیں۔"

"میں جو پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔"

"ہم اپنے بڑوں کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ ان کا حکم ہے کہ نقلی پارس کو رسونتی کا بیٹا ثابت کیا جائے۔ اصلی پارس تو ہماری نظروں میں ہے۔ ہم اسے سونیا اور مرجانہ کی پناہ گاہ سے نکال کر ایک دن ختم کر دیں گے۔ جانتے ہو اس طرح کیا ہو گا؟"

وہ چند لمحوں کے لیے چپ ہوا۔ پھر سوچ کے ذریعے بولا۔ "اِدھر رسونتی ہماری احسان مند رہے گی کہ ہم نے اس کے بیٹے کو اس کے پاس رکھا ہے۔ اِدھر تمہارا کلیجہ دہل جائے گا، جب ہم تمہارے بیٹے کو قتل کریں گے۔ کہو کیسی تدبیر ہے؟ رسونتی سے دوستی بھی رہی۔ اس پر احسان بھی ہوا۔ اور وہ کبھی جان نہ سکے گی کہ ہم نے اس کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔"

"تم اپنی منحوس زبان سے کئی بار میرے بیٹے کو قتل کرنے کی بات کہہ چکے ہو۔ چلو اب اس ٹیلیفون بوتھ سے باہر نکلو۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ بوتھ سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر پہنچا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر بولا: "یہ...... یہ کیا؟ آپ مجھے یہاں کیوں لے آئے؟"

"سڑک کی طرف دیکھو۔ یہاں بہت سی گاڑیاں تیز رفتاری سے گزر رہی ہیں۔ بولو کس گاڑی کی زد میں آ کر مرنا پسند کرو گے؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا: "مم...... میں مرنا نہیں چاہتا۔ دیکھیے، آپ مجھ سے ناحق دشمنی کر رہے ہیں۔ میں تو ایک معمولی آلۂ کار ہوں۔ مجھے تنظیم سے جو حکم ملتا ہے، اس پر عمل کرتا ہوں۔ آپ کو مارنا ہے تو بڑوں کو ماریں۔ میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔"

"بلندی تک پہنچنے کے لیے پہلے زینے کے نچلے پائیدان پر ہی قدم رکھنا پڑتا ہے۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ زیبرا کراسنگ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی ایک ہیوی ٹرک تیز رفتاری سے گزرنے

لگا۔ میں نے اسے دوڑا دیا۔ دیکھنے والوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ کوئی عجلت میں سڑک کراس کر رہا ہے۔ اس عجلت میں اس پر جو گزری، اس کے بعد میں اس کے دماغ میں نہ رہ سکا کیونکہ دماغ میں اب جگہ نہیں رہی تھی۔

میں ڈرائنگ روم کے دروازے سے گزرتا ہوا دوسرے کمرے کے دروازے میں پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ رسونتی ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی سوچ میں گم تھی۔ میری آہٹ سنتے ہی چونک گئی۔ پھر اس نے مجھے غصے اور شکایت بھری نظروں سے دیکھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہو کر انجان بنتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم کہتے ہو کہ میں تم سے لڑتی جھگڑتی رہتی ہوں۔ تمھاری بات نہیں مانتی اور دشمنوں کے بہکانے میں آجاتی ہوں۔ تم خود اپنے ایمان سے کہو، تم مجھے کس طرح دھوکا دیتے رہتے ہو۔ کس طرح جھوٹ بول کر مجھے بے وقوف بناتے رہتے ہو۔ ابھی اس یہودی کا فون آیا تھا جو تمھارے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرا پارس وہی ہے جس کے شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے۔ یہ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے بھی کہتی ہوں۔ تم جھوٹ بول کر میری ممتا کا امتحان لے رہے ہو۔ مجھے میرے بیٹے سے کس مصلحت کی بنا پر دور کر دینا چاہتے ہو؟"

"تم مجھ کو اور بچے کو بھولی ہوئی تھیں تو بہتر ہی تھا۔ اب ماضی یاد آیا ہے تو میرے لیے پھر عذاب بن گئی ہو۔ تم کیا سمجھتی ہو، کیا میں تم سے تمھارے بیٹے کو چھپا کر کہیں سے بہت بڑا انعام حاصل کر لوں گا؟ بتاؤ۔ میں کس مصلحت کی بنا پر تمھارے بیٹے کو تم سے دور رکھ سکتا ہوں؟"

"میں نہیں جانتی، مصلحت کیا ہے۔ اتنا تو سمجھتی ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو لیکن مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ سمجھتے ہو کہ میں یہودیوں سے دوستی کر لوں گی یا ان کی باتوں میں آجاؤں گی۔ میں تمھیں یقین دلاتی ہوں۔ ابھی فون پر میں نے ان سے جو کچھ کہا ہے وہ میں ہی جانتی ہوں۔ میں کسی حال میں نہ تمھیں چھوڑ سکتی ہوں نہ تم سے بے وفائی کر سکتی ہوں لیکن ان باتوں سے کیا حاصل ہے فرہاد؟ سیدھی سی بات ہے۔ میں جس بچے کو اپنا سمجھتی ہوں وہ مجھے دے دو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا "تمھاری یہی ضد ہے تو چلو یہی سہی۔ یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے جس پارس کو تم چاہتی ہو، وہ پاکستان میں ہے۔ ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ وہ کل یا پرسوں تک یہاں پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی "وہ کوئی مہمان نہیں ہے کہ اس کے آنے کا اور ملنے کا انتظار کروں۔ میں ماں ہوں، وہ میرا بچہ ہے۔ تم میری ممتا کو کیوں نہیں سمجھتے۔ میں ابھی اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ وہ کیوں آئے گا؟ کیا میں اس کے پاس نہیں جا سکتی؟"

میں اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "تم حالات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ دشمن ہماری جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ کتنے ہی دشمن مجھے موت کے گھاٹ اتارتے اتارتے خود مر گئے۔ تم یہاں سے نکلو گی۔ پاکستان جانا چاہو گی اور ان کے ہتھے چڑھ جاؤ گی تو ان کے ہاتھوں میں میری بہت بڑی کمزوری آجائے گی۔"

"تم باتیں ہی بناتے رہو گے۔ جب کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پھر سپر ماسٹر تمھارا دوست ہے اور وہ تمھارا ساتھ دینے والی (علی بی بی کہاں چلی گئی؟ اتنے سارے محافظوں کے ہوتے ہوئے دشمن کس طرح مجھ تک پہنچ سکیں گے؟ دیکھو صاف بات تو یہ ہے کہ یہودی اتنے دشمن نہیں ہیں جتنا تم سمجھتے ہو۔ وہ کم از کم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں نے اسے غصے سے دیکھا "ایسا تم اپنے بچے کی محبت میں کہہ رہی ہو۔ کیا تم دل سے کہتی ہو کہ یہودی تمھیں نقصان نہیں پہنچائیں گے؟"

"میں ان کے ساتھ اتنے عرصے تک رہی ہوں۔ وہ خود کو دوست کہتے تھے مگر خاکسار بن کر رہتے تھے۔ فرہاد تم صرف دشمنی کی عینک لگا کر دیکھو گے تو سبھی دشمن نظر آئیں گے۔ ایک بار ان کے آگے دوستی کا ہاتھ بڑھا کے تو دیکھو۔ وہ کس طرح تمھیں اپنے سر کا تاج بنا کر رکھتے ہیں۔"

میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ وہ ذرا ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی "تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

میں نے بڑے تحمل سے پوچھا "تم پارس کو لینے کے لیے پاکستان جانا چاہتی ہو؟"

"میں تم سے اجازت لے رہی ہوں۔"

"اور یہودیوں سے دوستی کرنے کی بھی اجازت لے رہی ہو؟"

"میں انسان دوستی کی بنیاد پر ایسا کہہ رہی ہوں۔ آخر تم نے سپر ماسٹر کو کئی بار دوستی اور دشمنی کے درمیان آزمایا۔ ریڈ پاور والوں کے ساتھ بھی یہی سلسلہ رہا۔ ایک بار یہودیوں سے دوستی کر کے دیکھو۔"

"اس سے پہلے کہ مجھے غصہ آئے یہاں سے چلی جاؤ، تمھیں میری طرف سے اجازت ہے۔"

"اجازت دے رہے ہو تو راضی خوشی مجھے میرے بیٹے تک پہنچانے کا انتظام بھی کر دو۔"

"تمھارے یہودی دوست تمھیں اس پارس تک پہنچا دیں گے۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں نے اپنا اصلی بیٹا طلب کیا تو اب غصہ دکھا رہے ہو۔ تم میرے شوہر ہو۔ تم ہی انتظام کر سکتے ہو۔ میں دوسروں کے سامنے کیوں اپنی زبان کھولوں؟"

میں اس سے دور چلا گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولا۔ "دنیا کہتی ہے، میں ہرجائی ہوں ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ کہیں اپنا گھر نہیں بناتا کسی سے شادی نہیں کرتا۔ اب دنیا والے آ کر دیکھ لیں کہ ایک سے شادی کے بعد میرا کیا انجام ہو رہا ہے۔ میں بیوی سمجھ کر اپنے بچے کی ماں سمجھ کر تمھیں ڈھیل دیتا جاتا ہوں، تم سر چڑھتی جاتی ہو۔"

"عورت دل میں جگہ بنانا چاہتی ہے اور تم مرد سمجھتے ہو کہ وہ سر پہ چڑھ رہی ہے۔ ہمارا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ تمھیں سر سے پاؤں تک صرف اپنا بنا کر رکھیں؟"

"اپنا بنانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد کو بالکل ہی غلام بنا لیا جائے۔ اس سے یہ توقع کی جائے کہ وہ تمھاری ہر جائز و ناجائز بات تسلیم کرتا چلا جائے گا۔"

"میں اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ کیا میرا مطالبہ ناجائز ہے؟"

"بے وقوف عورت! میں تمھیں بیٹے سے ملنے سے نہیں روک رہا ہوں۔ بیٹے کو یہاں بلا رہا ہوں۔ تمھیں جانے سے منع کر رہا ہوں۔ تمھاری حفاظت، تمھاری سلامتی میری ذمے داری ہے۔ تم دشمنوں میں گھر جاؤ گی۔"

اچانک ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ روتے روتے کہنے لگی "میرا بچہ مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ میں یہاں ہوں۔ میری محبت کو، میری ممتا کو کوئی نہیں سمجھتا۔ میں اس کے لیے تڑپ رہی ہوں۔ میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ بس چلے جاؤ۔ میں بالکل تنہائی چاہتی ہوں۔"

میں نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازوؤں کو محبت سے تھامتے ہوئے کہا "میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تم نہیں جانتیں۔ میں تمھاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

وہ میرے ہاتھوں کو جھٹک کر دور ہٹ گئی "مجھ پر محبت نہ جتاؤ۔ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ عورت اولاد کے بغیر اپنے شوہر کی مکمل بیوی نہیں بن سکتی اور شوہر کے بغیر اپنی اولاد کی مکمل ماں بھی نہیں بن سکتی۔ عورت دونوں کے درمیان ادھوری رہتی ہے۔ وہ دونوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر اپنے وجود کا ذرہ ذرہ دونوں میں تقسیم کر دینا چاہتی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری بن کر ہی رہوں تو پہلے میرا بیٹا میری گود میں دے دو۔"

میں ایک گہری سانس لے کر پیچھے ہٹ گیا "اچھی بات ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے پارس کو یہاں بھیجنے کے لیے کہتا ہوں۔ یہاں سے خود جانے کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔ میں تمھیں تنہا کہیں نہیں جانے دوں گا۔"

میں جانے لگا تو اس نے کہا "ایک بات اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو۔ کیا سچ مچ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو؟"

میں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور کہا "خدا اس بات کا گواہ ہے۔"

"جب خدا گواہ ہے تو آؤ ہم دونوں اپنے بیٹے کے پاس چلیں۔ بیٹے سے بڑھ کر اس دنیا کی کوئی مصروفیت نہیں ہو سکتی۔"

"تم مجھے آزمائشوں میں مبتلا کرنا چاہتی ہو، رسونتی! میں تمھیں کیسے سمجھاؤں کہ کتنے خطرناک قسم کے قاتل میرے پیچھے پڑے ہیں۔ میں ان سے بچتا پھر رہا ہوں۔ انھیں ٹھکانے لگاتا جا رہا ہوں۔ ابھی یہاں کی پوری یہودی تنظیم میری ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں ہے۔ میں ان لوگوں کو تباہ کیے بغیر کہیں نہیں جا سکتا۔ منجالی اس وقت بنگلا دیش میں ہے۔ وہ میری ہی خاطر سفر کرتی ہوئی وہاں تک پہنچی ہے اور شاید شام تک یہاں پہنچ جائے۔ سب سے اہم بات یہ کہ چوبیس گھنٹے کے اندر سونیا پہنچنے والی ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے تمھیں اس کی خبر نہیں ہے۔ میں یہ جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

میں اس کا جواب سنے بغیر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آگیا۔ میں نے اس کا جواب نہیں سنا لیکن میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "دیکھو، کیسے پتھر ہیں۔ اولاد کی محبت ذرا بھی دل میں نہیں ہے، سمجھتے ہیں، میں بھی پتھر ہوں۔ یہ اپنے بیٹے کے پاس اس لیے نہیں جا رہے ہیں کہ یہاں منجالی آرہی ہے۔ سونیا آرہی ہے۔ یہاں دشمنوں سے انتقام لینا ہے۔ یہ ساری باتیں کیا بعد میں نہیں ہو سکتیں؟ میں خوب سمجھ گئی ہوں۔ یہ مجھ سے کوئی خاص بات چھپا رہے ہیں۔ اسی لیے کبھی بچے کے بارے میں چکر دیتے ہیں کبھی کہتے ہیں، میں پاکستان اپنے بچے کے پاس نہیں جا سکتی۔ بچہ یہاں آئے گا۔ بھلا کیوں آئے گا؟ کیا میں وہاں جا کر اپنے بچے کو لانے کا حق نہیں رکھتی۔ خواہ مخواہ یہودیوں کو دشمن سمجھ رہے ہیں۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ میں تنہا پاکستان جاؤں گی تو یہودی مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے بلکہ ہاتھوں ہاتھ مجھے وہاں لے جائیں گے اور میرے

بچے کو میرے حوالے کریں گے۔"

وہ ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ پھر اپنے سر کو تھام کر بولی: "میں کیا کروں؟ ایسے شوہر پر کس حد تک بھروسہ کروں؟ کیا عورت ہی ساری عمر وفادار بن کر رہے؟ مرد اس کے لیے کچھ نہ کرے؟ اس کی کوئی بات نہ مانے؟ مردوں کے ایسے ہی سلوک سے عورتیں بہک جاتی ہیں۔ اپنی من مانی کرتی ہیں۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں یہودیوں سے رابطہ قائم کر کے اپنے بچے کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں لیکن بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔"

میں نے اسے اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرتے ہی خوش ہو کر کہا: "مجھے اُمید نہیں تھی کہ تمھیں میری شادی کا دن یاد ہوگا۔ تعجب ہے کیسے یاد کر کے پہنچ گئے۔"

ان کی بات سن کر یاد آیا کہ آج سلمیٰ سے ان کی شادی ہو رہی ہے۔ میں نے جلدی سے کہا: "ہاں مجھے یاد تھا اسی لیے وعدے کے مطابق چلا آیا ہوں۔ آپ پنڈی سے لاہور کب آئے؟"

"میں کل رات ہی کو پوری بارات کے ساتھ آگیا ہوں۔ آج شام کو سلمیٰ کے ہاں بارات جائے گی۔ شاہینہ بار بار تمھیں پوچھ رہی تھی۔ میں نے اسے اطمینان دلایا ہے کہ صاحب بہادر کو یاد ہوگا تو شادی کے وقت پہنچ جائیں گے۔"

"میں ابھی شاہینہ سے رابطہ قائم کروں گا۔ جاوید یہاں خیریت سے ہے۔ کیا تم اس کی بہن اور بیوی سے ملنے گئے تھے؟"

"تم ملنے کی بات کر رہے ہو۔ میں ریحانہ اور بھابی کو اپنے ساتھ باراتی بنا کر لایا ہوں۔ وہ یہاں موجود ہیں اور وہ تمھارا نقلی پارس بھی ہے۔"

"میں پارس کے سلسلے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔ کیا بات ہے؟"

"کیا اس کو فوری طور پر یہاں بھیجا جا سکتا ہے؟ اس کی سخت ضرورت ہے۔ بھابی اور ریحانہ بھی یہاں آسکیں تو بہتر ہوگا۔"

انھوں نے پریشان ہو کر کہا: "اتنی جلدی بھیجنے کی کیا تدبیر کروں؟ آج میری شادی ہے۔ میں یہاں اُلجھا ہوا ہوں۔ دوسرے جمعہ کا دن ہے۔ دفاتر بند ہیں۔ ریحانہ اور بھابی کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار نہیں ہیں ——— کل ہی یہ کام کر سکوں گا۔ اس کے لیے بھی مجھے نئی دلھن کو لے کر پنڈی جانا ہوگا۔ یار کیوں رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہو۔ ذرا سہولت سے وقت گزارنے کا موقع دو۔ آخر پارس کو وہاں جلدی بھیجنا کیوں ضروری ہو گیا ہے خیریت تو ہے؟"

"رسونتی کی ذہنی حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔ وہ اپنے بچے کو یاد کر رہی ہے۔ پارس کے لیے ضد کر رہی ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسونتی بھابی کو یہاں بھیج دو۔ یہ بات تمھارے لیے آسان ہوگی۔ میرے لیے یہ مشکل ہوگا کہ میں بھابی اور ریحانہ کو بچے کے ساتھ جلد از جلد روانہ کر سکوں، پرسوں وہ یہاں سے روانہ ہو سکیں گی۔ تم مجھے پریشانیوں سے بچانا چاہتے ہو تو رسونتی بھابی کو بھیج دو۔"

"اچھا۔ میں سوچ کر جواب دوں گا۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کھولی۔ وہاں سے وہ ساؤنڈ ٹیپ نکالا جس میں یہودی تنظیم والوں کی آوازیں ریکارڈ کی گئی تھیں، میں نے اسے ریکارڈر میں لگایا اور یہودی اینٹلی جنس والوں کی آوازیں سننے لگا۔ اس اینٹلی جنس میں تین جاسوس تھے۔ ایک ماتھیو جو فلورا کا عاشق تھا۔ دوسرا مارشل اور تیسرا الفریڈ۔ ان میں چوتھا شخص پالیسی میکر تھا۔ اسے داؤد کہتے تھے۔ میں داؤد کی آواز اور لب و لہجہ سننے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

میں نے محسوس کیا، وہ میری آمد سے بے خبر ہے۔ ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اس لیے دماغ میں میرے آنے سے کوئی ہلچل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کو چپ چاپ پڑھا۔ پتہ چلا کہ جب سے فلورا کی لاش اس اندھے کے کاٹیج سے ملی ہے اُس وقت سے وہ سب پریشان ہیں۔ اسی شبہے میں مبتلا ہیں کہ کہیں فرہاد فلورا کے ذریعے یہودی تنظیم کے تمام لوگوں تک نہ پہنچ چکا ہو بلکہ اینٹلی جنس کے آدمیوں ـ ـ ـ تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔

داؤد نے یہ اطلاع ہیڈ کوارٹر ـ ـ ـ پہنچا دی تھی۔ اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ یہاں یہودیوں کا تمام اسٹاف بدل دیا جائے۔ حتیٰ کہ اینٹلی جنس والے بھی یہاں سے چلے جائیں اور دوسرے آجائیں۔ میرے خلاف مقدمے کے سلسلے میں جو اہم کاغذات تیار کیے گئے تھے۔ داؤد نے انھیں ایک ایسے یہودی کے پاس پہنچا دیا تھا جس کے متعلق پورا یقین تھا کہ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک تو وہ ان سب سے لاتعلق رہتا تھا۔ دوسرے وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس کے علاوہ رسونتی کی جو تصویریں، تحریریں اور ریکارڈ کی ہوئی آوازیں تھیں، وہ بھی اس یہودی تک پہنچا دی گئی تھیں۔ اس یہودی کا نام ڈی این کرسٹوفر تھا۔

میں نے داؤد کے ذریعے ڈی این کرسٹوفر کا پتہ معلوم کیا۔ پھر یہ کہ وہ کس طرح کرسٹوفر سے باتیں ـ ـ ـ کس حد تک بے تکلفی ہے اور اس نے وہ تمام چیزیں کرسٹوفر کے پاس رکھتے وقت کیا کہا تھا۔ ساری باتیں معلوم کرنے کے بعد میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے نکلا۔ کار میں بیٹھا۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے اس پتے پر جانے لگا۔ میں رنگون شہر کے راستوں کو اچھی طرح نہیں پہچانتا تھا۔ جہاں مجھے محسوس ہوتا کہ میں بھٹک رہا ہوں تو داؤد کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ دیتا تھا۔ وہ بوکھلا کر سوچتا تھا گاڑی کو سڑک کے کنارے لے جانا چاہتا تھا۔ اتنی دیر میں میں یہ معلوم کر لیتا تھا کہ یہ کون سا راستہ ہے اور اس کی سوچ کس راستے کی نشاندہی کر رہی ہے۔ پھر میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس راستے پر چل دیتا تھا۔ حتیٰ کہ میں کرسٹوفر کے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔

کرسٹوفر نے داؤد کو دیکھ کر مصافحہ کیا۔ اسے گھر میں لے گیا۔ داؤد نے کہا: "ابھی ہیڈ کوارٹر سے فون آیا تھا۔ میں نے انھیں بتایا تھا کہ تمام ضروری کاغذات تمھارے پاس چھپا کر رکھ دیے گئے ہیں۔ اس پر ہیڈ کوارٹر سے اعتراضات ہو رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے، کسی ایسے وکیل کو انگیج کیا جائے جو گونگا رہ کر ہمارے مقدمے کی کارروائی کرے۔"

کرسٹوفر نے پوچھا: "گونگا رہ کر کسی مقدمے کی پیروی کیسے کی جا سکتی ہے؟"

"ہمارا ایک یہودی وکیل گونگا بنا رہے اور اہم پوائنٹ لکھ کر دیا کرے۔ اس تحریر کو دوسرا وکیل پڑھے گا اور عدالت میں بولے گا۔ بہرحال جو گونگا وکیل ہوگا اس کے پاس یہ تمام چیزیں رکھی جائیں۔ کیا تمھاری نظروں میں کوئی ایسا ——— ایڈووکیٹ ہے جس پر ہم پوری طرح بھروسہ کر سکیں؟"

کرسٹوفر نے تھوڑی دیر تک سوچا۔ پھر کہا: "وہ اینلجان راس ہے۔ اگرچہ عیسائی ہے لیکن کتوں سے بھی زیادہ وفادار ہے۔ چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔"

ـ ـ ـ اٹھ کر بولا: "میں ابھی وہ تمام ـ ـ ـ کرتا ہوں۔"

وہ گیا۔ پھر پانچ منٹ کے بعد ایک بریف کیس لے کر آگیا۔ داؤد نے کہا: "مسٹر کرسٹوفر! مجھے یہ بریف کیس کھول کر دکھا دو۔ میری تسلی ہو جائے کہ تمام چیزیں موجود ہیں۔"

کرسٹوفر نے بریف کیس کو کھولا۔ میں داؤد کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ تمام چیزیں موجود تھیں۔ اس نے بریف کیس کو بند کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا: "تم سانس روکنے میں ماہر ہو؟"

کرسٹوفر نے مسکرا کر کہا: "یہ میں نے صرف فرہاد سے محفوظ رہنے کے لیے سیکھا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے داؤد نے جیب سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "فرہاد سے بچ جاؤ گے مگر اس ریوالور کی گولی سے ہمیشہ کے لیے سانس رک جائے گی۔"

دوسرے ہی لمحے گولی چل گئی۔ کرسٹوفر لڑکھڑا کر گرا۔ پھر اٹھ نہ سکا۔ داؤد نے جیب سے لائٹر نکالا۔ پھر بریف کیس کو لے کر ٹوائلٹ میں گیا اور تمام اہم کاغذات جلانے شروع کر دیے۔ پھر ایک قینچی تلاش کی اور ساؤنڈ ٹیپ کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹنے لگا۔ آخر کار اس نے تمام تصاویر اور کاغذات کی جلی ہوئی راکھ اور ٹیپ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے ساتھ گٹر میں بہا دی۔ بریف کیس کو لے کر واپس اسی کمرے میں آیا۔ پھر اپنے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ اس کے بعد یقیناً گولی چلنا چاہیے تھی اور وہ چل گئی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

اس کے بعد میری انتقامی کارروائی آگے بڑھی۔ جاسوس ماتھیو نے اپنے دس ساتھیوں کو ہلاک کیا اور کسی یہودی نے جواباً اسے ہلاک کر دیا۔ پھر مارشل اور الفریڈ کی باری آئی۔ ان دونوں نے بھی اپنی اپنی جگہ وہی حرکتیں کیں۔ اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ ایسی دہشت پھیلی کہ رنگون شہر کے مختلف حصوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ جہاں یہ خبر پہنچتی تھی سنسنی پھیل جاتی تھی۔ قانون کے محافظ یعنی اینٹلی جنس اور پولیس کے تمام افسران بھاگے بھاگے پھر رہے تھے، معلوم کر رہے تھے، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور یہودی چیخ رہے تھے کہ یہ سب فرہاد کی کارگزاری ہے۔

لیکن انھیں کاٹیج میں میری موجودگی کا ثبوت مل رہا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ریکارڈر کے پاس گیا۔ اس ٹیپ کو ریوائنڈ کیا۔ پھر اس میں جتنی آوازیں ٹیپ کی تھیں۔ انھیں مٹا دیا۔ ان یہودیوں میں صرف ان کا سربراہ والٹرز زندہ رہ گیا تھا۔ اس کے کچھ ساتھی بھی تھے۔ والٹرز کا لب و لہجہ مجھے اچھی طرح یاد تھا اس لیے میں نے اسے بھی مٹا دیا تاکہ پولیس والے یہاں آکر چیکنگ کریں تو انھیں میرے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے۔

میں رسونتی کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں اسی ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں یوں سوجی ہوئی تھیں۔ جیسے بڑی دیر تک روتی رہی ہو۔ مجھے دیکھ کر پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے بڑے ہی التجا آمیز لہجے میں کہا: "پارس میرا پارس۔۔۔"

میں نے سر جھکا لیا۔ واقعی وہ اپنے بچے کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ دونوں محبتیں چاہتی تھی۔ ایک طرف شوہر، دوسری طرف بیٹا۔ میں نے کہا: "میں نے سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ پرسوں رات تک تمھارا پارس یہاں پہنچ جائے گا۔"

میں آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے کہا: "اگر پولیس والے پوچھیں تو کہنا۔ ہم دونوں تقریباً دو گھنٹے سے اسی کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں بالکل تنہا نہیں رہا تھا۔"

میں اس کے ساتھ کمرے کے باہر آیا۔ پھر وہاں سے گزرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس کے باوجود پولیس آفیسر دستک دے رہا تھا۔ میں نے کہا: "اندر آجائیے۔" اس کے ساتھ اور دوسرے افسران تھے اس نے ان کا تعارف

کرایا۔ وہ سب انٹیلی جنس اور پولیس کے بڑے بڑے افسر تھے۔ میں نے انھیں ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ ایک آفیسر نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ اس کاٹیج سے باہر نہیں گئے۔ باہر جو بھی ہنگامے ہورہے ہیں، ہم آپ کو اس کا ذمے دار نہیں ٹھہرا سکتے لیکن جیوش سوسائٹی والوں کا بیان ہے کہ یہ سب کچھ آپ گھر میں بیٹھے بیٹھے کررہے ہیں۔ حالانکہ اسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "یہودی مجھ پر طرح طرح کے الزامات عائد کررہے ہیں۔ میری بیوی کے متعلق کہا گیا کہ اسے میں نے اغوا کیا ہے۔ آپ خود رسونتی سے پوچھ لیں۔"

رسونتی نے کہا "میں ایک مشرقی عورت ہوں۔ شادی کے بغیر کسی مرد کے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتی۔ میں ان کی .... شریک حیات ہوں اور یہودی جو کچھ ہمارے خلاف کہہ رہے ہیں وہ بکواس ہے۔"

ایک اور آفیسر نے کہا "اس کا فیصلہ عدالت میں ہوجائے گا۔ ہم آپ کی ٹیلی پیتھی کا ثبوت تلاش کررہے ہیں۔ یہودیوں کے پاس آپ کی پوری ہسٹری شیٹ ہے اور آپ کے نام کے ساتھ کچھ اور نام بھی ہیں اور تصویریں بھی موجود ہیں۔ اس ہسٹری شیٹ میں ہر جگہ آپ کی ٹیلی پیتھی کا ذکر کیا گیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ ہسٹری شیٹ یہودیوں نے تیار کی ہے۔"

"ایسی ہی ہسٹری شیٹ سپر ماسٹر کے پاس موجود ہے اور ریڈ یاوڈ کی تنظیم میں بھی موجود ہے۔"

"کیا آپ کو دوسری تنظیموں کی طرف سے میری ہسٹری شیٹ دستیاب ہوئی ہے؟"

آفیسر نے انکار میں سر ہلا کر کہا "دونوں تنظیموں کی طرف سے یہی جواب مل رہا ہے کہ فرہاد صاحب کے متعلق ایسی کوئی اطلاع ان کے پاس نہیں ہے۔"

ایک اور آفیسر نے کہا "ان تنظیموں کی طرف سے یہ جواب ملا ہے کہ وہ آپ کے متعلق اپنی کوئی رائے نہیں دیں گے۔ جو پوچھنا ہے براہ راست آپ سے پوچھا جائے۔"

"تو آپ مجھ سے پوچھنے آئے ہیں۔ بائی دی وے، میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ تباہی مچائی ہے؟ یہ یہودی عرصے سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر میں چاہتا تو وہاں انھیں تباہ کرسکتا تھا۔ میں ان لوگوں کے بڑے بڑے سربراہوں سے مل چکا ہوں۔ باتیں کرچکا ہوں۔ اگر ان کے دماغوں میں پہنچتا تو زندہ نہ رہتے۔ لیکن میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ہر ملک میں ان لوگوں نے میرے خلاف چالیں چلیں۔ مجھے وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اب یہاں انھوں نے مجھ پر مقدمہ دائر کیا ہے میں بآسانی اس مقدمے میں کامیاب ہوسکتا ہوں۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں کتنی آسانی سے کامیاب ہوسکتا ہوں؟"

وہ سب میرا منہ تک رہے تھے۔ میں نے کہا "جناب! اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں تو عدالت میں جو بھی وکیل میرے خلاف بولنا چاہے گا میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا بیان بدل دوں گا جو بھی جج میرے خلاف فیصلہ سنانا چاہے گا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا فیصلہ بھی بدل دوں گا۔ جب میں ایسا کرسکتا ہوں تو مجھے ان موت کے ہنگاموں اور تماشوں سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

وہ تائید میں سر ہلانے لگے۔ ایک نے کہا "ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی آپ بڑے سے بڑے مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کراسکتے ہیں۔"

ایک آفیسر نے کہا "ہم مانتے ہیں کہ آپ نے ایسا نہیں کیا ہوگا لیکن آپ مان لیں کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ بہت عرصہ پہلے اخبارات میں آپ کا بڑا چرچا ہوا تھا۔ بنکاک میں آپ نے غیر معمولی کمالات دکھائے تھے اور شاید ایک الگ مملکت قائم کرنے کا ذکر کیا تھا۔ یہ باتیں اخبارات میں آئی تھیں۔"

"یقیناً آئی تھیں۔ ان میں بہت سی باتیں درست ہیں۔ بہت سی غلط ہیں۔ میں ایک علیحدہ مملکت قائم کرنا چاہتا تھا لیکن اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئیں وہ سپر ماسٹر کی تنظیم کے ذریعے ہوئیں۔ اس وقت یہ تنظیم میری جانی دشمن تھی۔ انھوں نے میرے متعلق بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ اس میں ٹیلی پیتھی کا بھی ذکر یوں کیا جیسے وہ ٹیلی پیتھی نہ ہو کوئی کالا جادو ہو۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ اس شہر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں آپ کا ہاتھ نہیں ہے لیکن آپ اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کرسکتے ہیں؟ کیا ان مجرموں کا سراغ لگا سکتے ہیں جو ایسا کررہے ہیں؟"

اگر میں آپ سے کہوں کہ یہ خود یہودیوں کی چال ہے۔ جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی جیوش سوسائٹی کے کچھ لوگ ناکارہ ہوگئے ہیں۔ ان کے مرجانے سے تنظیم کو نقصان نہیں پہنچے گا تو یہ انھیں مار کر اس کا الزام دوسروں پر عائد کرتے ہیں۔ جیسا کہ مجھ پر کررہے ہیں۔ آپ میری اس بات کو نوٹ کریں۔ آج شام تک یا کل تک جتنے یہودی مارے گئے ہیں اتنے پھر یہاں پہنچ جائیں گے۔ ان کی تنظیم کا ایک نیا سربراہ آئے گا انھوں نے ایک خفیہ انٹیلی جنس کی ٹیم بنائی ہے۔ وہ ٹیم پہلے پہنچ جائے گی۔"

ایک انٹیلی جنس کے آفیسر نے چونک کر کہا "آپ کی بات ...حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا ایک آفیسر جو یہاں آنے جانے والی فلائٹوں کو چیک کرتا ہے۔ اس نے بتایا ہے یورپ ...ایک فلائٹ جو ہانگ کانگ جاتی ہے۔ اس کی بریک جرنی لگون ...ہے۔ اس فلائیٹ سے تل ابیب کے دس مسافر یہاں پہنچ ...ہیں۔ شاید تل ابیب سے آنے والے ان یہودیوں کا یہاں ...جیوش سوسائٹی سے ہی تعلق ہو۔"

دوسرے آفیسر نے کہا "ہم ان آنے والوں کو چیک کریں ...لیکن مسٹر فرہاد! آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"میں نے محض اپنے تجربے کی بنا پر کہا ہے۔ یہ یہودی ایسی ...چالیں چلتے ہیں۔ میرے خلاف پہلے بھی ایسا کرچکے ہیں۔ آج ...ہوں نے دیکھا کہ پہلے والی تنظیم ناکارہ ہے تو اسے اپنے ہی ہاتھوں ...سے تباہ کردیا۔ اِدھر مجھے قاتل، مجرم قرار دینے کی بھرپور کوشش ...ادھر اپنی نئی تنظیم کی ابتدا بھی کردی۔"

وہ تمام افسران اسی موضوع پر بحث کرنے لگے۔ میں نے ...ن کی مصروفیت سے فائدہ اٹھایا اور والٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ...کے آس پاس پولیس کا سخت پہرہ تھا۔ کسی کو اس کے کمرے میں ...نے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف ایک ملازم اس کے پاس جاتا ہے۔ ...نے والٹر کے ذریعے اس ملازم کی آواز سنی۔ پھر واپس اپنی جگہ ...ہوگیا۔ اسی وقت ایک آفیسر نے پوچھا "مسٹر فرہاد! اس سلسلے ...آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے ان کی بات نہیں سنی تھی۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ مجھ ...کس سلسلے میں میرا خیال پوچھ رہے ہیں۔ میں نے مسکرا کر کہا "بھلا ...کیا خیال ظاہر کرسکتا ہوں ... لوگ قانون کے محافظ ہیں۔ ...اپنی طرف سے صفائی پیش کرنا تھی، وہ کرچکا، فیصلہ آپ لوگوں ...کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تم ذرا ان ...لوگوں سے باتیں کرو۔ یہ تم سے گفتگو میں الجھیں گے۔ میں اپنا کام ...گزاروں گا۔"

دوسرے ... لمحے رسونتی نے کہا "... آپ لوگوں نے ...میرے شوہر سے بہت ساری باتیں کیں۔ کچھ مجھ سے بھی سوالات ...کیا ہوسکتا ہے، میں آپ لوگوں کی تسلی کرسکوں۔"

...اس سے گفتگو کرنے لگے۔ میں نے ایک دو باتیں سنیں۔ ...وہ صحیح جواب دے رہی تھی۔ جو باتیں اسے نہیں معلوم ہوتیں اس ...کے متعلق کہہ دیتی کہ اتنے دنوں تک وہ دماغی طور پر غیر حاضر رہی تھی ...سلسلے میں اس کا میڈیکل سرٹیفکیٹ موجود ہے۔

...اس کی باتوں سے مطمئن ہوکر والٹر کے ملازم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنے سربراہ کے کمرے سے نکل کر جا رہا تھا۔ کمرے کے کھلے ہوئے دروازے پر ایک پولیس آفیسر کھڑا ہوا تھا تاکہ ملازم باہر نکلے تو دروازہ بند کرے۔ جب وہ دروازہ بند کرنے لگا تو اچانک ہی ملازم نے ہولسٹر پر ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ آفیسر نے چونک کر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

ملازم نے سخت لہجے میں کہا "پیچھے ہٹ جاؤ۔"

وہ خوف سے ذرا پیچھے چلا گیا لیکن اسے دھمکی دینے لگا۔

"حالت اچھی نہیں ہے ریوالور واپس کردو۔"

ملازم نے دروازے کو کھولا۔ پھر اندر جا کر اسے بند کرلیا۔ باہر سے آفیسر دروازہ پیٹنے لگا۔ اندر اطمینان سے بیٹھا ہوا والٹر دہشت سے کانپنے لگا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ، یہ تم ریوالور لے کر کیوں آئے ہو؟"

"تم خوب سمجھ رہے ہو کہ تمھارے سامنے کون کھڑا ہے۔ مجھے بہت زیادہ فرصت نہیں ہے اس لیے قصہ مختصر...."

یہ کہتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ اس کے بعد دوسری گولی چلنے کی آواز آئی اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ رسونتی ابھی تک ان لوگوں سے باتیں کررہی تھی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک آفیسر نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف کی بات سنی پھر شدید حیرانی سے پوچھا "کیا کہا؟ کیا کہا؟ مسٹر والٹر کو بھی قتل کردیا؟ کس نے کیا؟"

وہ دوسری طرف کی آواز سننے لگا۔ سب کے کان کھڑے ہوگئے تھے۔ سب اسے تک رہے تھے۔ پھر اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "بڑی حیرانی کی بات ہے۔ والٹر کا ملازم خود اُن کا دشمن بن گیا تھا جیسا کہ پہلے بھی دیکھنے میں آیا ہے، جو لوگ یہ تخریبی کارروائی کر رہے ہیں، وہ قتل و غارت گری پر اتر آئے ہیں ان میں سے جو لوگ قتل کرتے ہیں وہ خود اپنے آپ کو گولی مارتے ہیں۔ والٹر کے ملازم نے پہلے اپنے مالک کو گولی ماری۔ اس کے بعد دوسری گولی اپنے دماغ میں اتارلی۔"

سبھی لوگ بے اختیار میری طرف دیکھنے لگے۔ میں چپ چاپ ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میں نے پوچھا "آپ لوگ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

ایک آفیسر نے گہری سانس لے کر انکار کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! ہم آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جو قاتل ہوتا ہے وہ قتل کرنے کے بعد ہاتھ نہیں آتا۔ اس سے پہلے ہی خود کو ہلاک کردیتا ہے۔ تمام ثبوت ختم ہوجاتے ہیں۔"

"آفیسر! یہاں مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں بڑی آسانی سے آپ لوگوں کی پریشانیاں ختم کردیتا۔"

آفیسر نے پوچھا "وہ کیسے؟"

"میں فوراً ہی آپ کے ملک سے باہر چلا جاتا۔ نہ یہاں رہتا نہ آپ لوگوں کو میرے سلسلے میں پریشان ہونا پڑتا۔"

دوسرے آفیسر نے مسکرا کر کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں تب بھی ہم نہیں چاہیں گے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ باہر جانے کے بعد بھی آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر آپ لوگوں نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہم کیا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ سپر ماسٹر اور ریڈ پاور کی تنظیم سے ہمیں جواب ملا ہے کہ مسٹر فرہاد اور یہودیوں کے درمیان نہ تو سمجھوتہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کی کشیدگی اور اختلافات ختم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ بات ہمیں درست نظر آ رہی ہے۔ آپ یہاں رہیں یا نہ رہیں۔ یہودی ضرور رہیں گے۔ وہ رہیں گے تو آپ کہیں بھی جا کر ان کے لیے تباہی کا باعث بنتے رہیں گے۔"

"میرے اور یہودیوں کے درمیان سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ آپ انھیں سمجھائیں کہ میری بیوی کے سلسلے میں جھوٹا مقدمہ واپس لے لیں میں ان سے دشمنی نہیں کروں گا وہ مجھ سے دشمنی نہ کریں۔

ایک آفیسر نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ سمجھوتہ ہونے کے بعد شہر میں امن و امان ہو جائے گا؟"

میں نے مسکرا کر کہا "میں بھلا شہری امن و امان کی ضمانت کیسے دے سکتا ہوں۔ نہ خون خرابے میں میرا ہاتھ پہلے تھا، نہ آئندہ رہے گا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہودی الٹی چال چلتے ہیں۔ مجھے پھانسنے کے لیے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔ اگر سمجھوتہ ہو جائے گا تو شاید وہ اپنی چالوں سے باز آ جائیں گے۔"

کئی افسران نے میری تائید کی اور کہا، وہ سمجھوتہ کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ورنہ جیوش سوسائٹی پر اور مجھ پر بہت سی پابندیاں عاید کی جائیں گی۔ یہ نظر بندی جلدی ختم نہیں کی جائے گی۔ مجھے باہر تفریح کے لیے بھی نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور یہی سلوک یہودیوں سے ہوگا۔

وہ سب چلے گئے۔ میں نے ڈرائنگ روم کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ رسونتی نے کہا "میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "آؤ، ہم دوسرے کمرے میں چل کر باتیں کریں۔"

پھر میں نے سوچ کے ذریعے کہا "خیال خوانی کے ذریعے بات چیت ہوگی۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ویسے کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"اتنے سارے یہودی مارے جا رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں اس لیے انکار نہ کرو۔ اس میں تمھارا ہاتھ ہے۔"

"میں اپنے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں نے مجھے بہت پریشان کیا ہے اور آئندہ بھی کریں گے میں انھیں خوب سمجھتا ہوں۔"

"فرہاد! میری ایک بات مان لو۔ ایک بار ان سے دوستی کر کے دیکھو۔"

"میں تمھاری بات مان لیتا ہوں، صرف ایک شرط پر دوستی کر لوں گا۔ اپنے دوستوں سے کہو، وہ فلسطینی عوام کی زمین، جائداد اور ان کے تمام جائز حقوق واپس کر دیں۔"

"تم ان سے دوستی کرنے کے بعد رفتہ رفتہ اپنی باتیں منوا سکتے ہو۔"

"رسونتی! تمھاری جتنی عقل ہے اتنی ہی باتیں کرتی ہو اور میری جتنی معلومات اور تجربات ہیں میں ان کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ اس لیے فضول باتیں نہ کرو۔"

"اب میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی۔ بس مجھے میرا بچہ لا دو۔ معلوم تو کرو، وہ لوگ اسے بھیجنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟"

"معلوم کر لوں گا۔ جب سے تمھاری یادداشت واپس آئی ہے تم نے مجھ سے پیار کا ایک لفظ نہیں کہا۔ اپنے بچے کی رٹ لگائے ہوئے ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں، بچے کے بغیر تمھاری محبت ادھوری ہے اور تمھارے بغیر بچے کی محبت ادھوری ہے۔ تم دونوں میری دو آنکھیں ہو۔ میرا دھڑکتا ہوا دل ہو۔ میرا دھرم ہو۔ میری آتما ہو۔ پلیز ان لوگوں سے کہہ دو کہ پارس کو جلد سے جلد بھیجنے کی کوشش کریں۔ معلوم تو ہو کہ ہو کیا رہا ہے؟"

"میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔ ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ ذرا خاموش رہو۔"

وہ ایک جگہ بیٹھ گئی۔ میں نے بھی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی اور سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ میں انھیں مخاطب کرنا چاہتا تھا مگر چپ رہا۔ وہ پریشان معلوم ہو رہے تھے۔ جب میں نے دماغ کو ٹٹولا اور پریشانی کی وجہ معلوم کی تو خود گھبرا گیا۔ میں نے ایک دم خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر کے سامنے بیٹھی ہوئی رسونتی کی طرف دیکھا وہ سر جھکائے سوچنے میں مصروف تھی۔ میں پھر سعید صاحب کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہم جو سوچ بھی نہیں سکتے تھے وہ ہو رہا تھا۔ وہ فرضی پارس غائب ہو گیا تھا۔

میں نے پوچھا "سعید صاحب! یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیسے ہو گیا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میں خود حیران ہوں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ میں نے سلمیٰ کی کوٹھی کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا تھا۔ ہم جس کوٹھی سے بارات لے کر جانے

والے ہیں وہاں بھی بڑی سختی ہے۔ کوئی غیر ضروری آدمی ہماری اجازت کے بغیر کوٹھی کے احاطے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا جس وقت تم نے ریحانہ اور بھابی سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت پارس بھابی کے پاس تھا تھوڑی دیر بعد وہ رونے لگا۔ بھابی نے اسے چپ کرانے کے لیے ملازمہ کو دے دیا۔ وہ اسے باہر لے گئی۔ اس کے بعد غائب ہو گئی۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

وہ تیز رفتاری سے اپنی کار ڈرائیو کر رہے تھے۔ انھوں نے جواب دیا "میں ائیرپورٹ جا رہا ہوں۔ ابھی پتہ چلا ہے کہ وہاں ایک چارٹرڈ طیارہ قاہرہ سے آیا تھا۔ اب وہ دہلی کی طرف گیا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس طیارے میں کون مسافر تھے۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسونتی کہہ رہی تھی "تم کچھ بتاؤ تو سہی۔ کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا "سب ٹھیک ہے۔ پارس کو بھیجنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ آج جمعہ کا دن ہے۔ دفاتر بند ہیں۔ کل ہی یہ کوشش کی جائے گی۔ پرسوں اسے روانہ کر دیا جائیگا۔"

"وہ کل کیوں نہیں آ سکتا؟"

"یہی تو میں سعید صاحب سے پوچھ رہا تھا تم نے خیال خوانی کا سلسلہ توڑ دیا۔"

"اچھا اب کچھ نہیں بولوں گی۔ تم ان پر زور ڈالو کہ وہ کل ہی میرے بیٹے کو روانہ کر دیں۔"

میں نے خیال خوانی کے بہانے آنکھیں بند کر لیں لیکن سعید صاحب کے پاس نہیں گیا۔ میں خود الجھا ہوا تھا۔ دشمنوں نے اس مقام پر مجھے پہنچا دیا تھا جہاں رسونتی کے سامنے مجرم بننے والا تھا۔ وہ کہہ چکی تھی کہ میں کسی مصلحت کی بنا پر اس کے بیٹے کو دور رکھنا چاہتا ہوں اور کوئی فرضی بچہ اس کی گود میں دینا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے کل یا پرسوں تک اس کے بیٹے کو اس کے پاس نہ پہنچایا جس کو وہ اپنا سمجھ رہی تھی تو بات بگڑ جائے گی۔ وہ سچ مچ مجھے اپنا اور اپنے بیٹے کا دشمن سمجھنے لگے گی۔ یہودیوں کی ہمدردیاں اس کے دل میں اور گہری ہو جائیں گی۔

میں سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ائیرپورٹ کی عمارت میں ایک پولیس آفیسر کے ساتھ جا رہے تھے۔ پولیس آفیسر کہہ رہا تھا "میں آپ کو اطلاع دینے والا تھا۔ تعجب ہے۔ کون اس بچے کو آپ کے ہاں سے لا کر ائیرپورٹ پر چھوڑ گیا ہے۔"

سعید صاحب مطمئن ہو گئے تھے۔ میں نے خوش ہو کر آنکھ کھولتے ہوئے رسونتی کی طرف دیکھا۔ وہ میری طرف متوجہ نہیں تھی۔ میں پھر آنکھیں بند کر کے سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک دفتر میں تھے۔ وہاں پولیس کے کچھ اور آدمی تھے۔ ایک طرف ایک بچہ کپڑے میں لپٹا پڑا تھا۔ سعید صاحب اس کے پاس گئے۔ اسے دیکھا پھر پریشان ہو کر بولے "نہیں۔ یہ بچہ نہیں ہے۔ اس بچے کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے۔"

آفیسر نے پوچھا "تو پھر یہ کس کا ہے؟"

سعید صاحب نے کہا "کسی کا بھی ہو۔ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، مجھے اس چارٹرڈ طیارے کے مسافروں کی فہرست دی جائے۔"

تھوڑی دیر میں وہ فہرست مل گئی — اس میں کچھ مردوں اور کچھ عورتوں کے نام تھے۔ ایک عورت ایسی تھی جو بچے والی تھی

سعید صاحب نے کہا "میری معلومات کے مطابق چارٹرڈ طیارہ صبح آیا تھا۔ پھر اتنی دیر یہاں کیسے رہ گیا؟"

"اس طیارے کے پائلٹ نے کہا تھا کہ کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔ اس کو پوری طرح چیک کیا جائے۔ پھر اس میں ایندھن کی بھی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں دیر ہو گئی۔ طیارہ آٹھ بجے یہاں پہنچا تھا بارہ بجے یہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کے کئی مسافر طیارے سے اتر کر یہاں آئے تھے۔"

سعید صاحب نے چونک کر پوچھا۔ یقیناً وہ بچے والی عورت بھی اپنا بچہ لے کر آئی ہوگی؟"

"یہ ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے نہیں، یہی ہوا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ عورت بچے لے کر آئی۔ اس نے اپنا بچہ یہاں چھوڑا اور ہمارے بچے کو اپنے ساتھ لے گئی۔"

جناب! کوئی عورت اپنے بچے کو چھوڑ کر آپ کا بچہ کیسے لے جا سکتی ہے؟"

"اگر یہ بچہ اس عورت کا نہ ہو یعنی یہ بچہ لاوارث ہو صرف اس لیے کہیں سے حاصل کیا گیا ہو کہ اسے یہاں چھوڑا جائے گا اور اس کی جگہ ہمارا بچہ اس عورت کی گود میں جائے گا تاکہ اس عورت کے پاسپورٹ اور سفری کاغذات کے مطابق بچہ اس کی گود میں موجود رہے۔ چیکنگ کے دوران کوئی اعتراض نہ کرے اور وہ کسی کے اعتراض کے بغیر اس بچے کو لے گئی ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ سعید صاحب کا یقین بالکل درست لگتا تھا۔ دشمنوں نے میرے خلاف یہی چال چلی ہوگی۔ رسونتی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"آں؟" میں نے چونک کر کہا "کچھ نہیں میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔"

"وہ تو ہوگا۔ جب تک جاگتے رہتے ہو۔ دماغ کے اکھاڑے میں کشتی لڑتے رہتے ہو۔ دیکھ لینا ایک دن تمھارا یہ سر ہی نہیں رہے گا۔ اس

خیال خوانی سے باز آجاؤ۔ اس کے لیے ایک وقت مقرر کر لو۔"

"کیسے وقت مقرر کرلوں؟ تم نے فرمائش کردی کہ تمہارے بیٹے کے سلسلے میں، میں خیال خوانی کروں۔ اسی طرح دوسروں کے بھی تقاضے ہوتے ہیں۔ سونیا، اعلیٰ بی بی منجالی، جاوید، ریحانہ بھابی شاہینہ، سعید صاحب اور دنیا جہاں کے ایسے رشتے، ایسی محبتیں ہیں جنہیں میں بھلا نہیں سکتا۔ جنہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ چھوڑ کر دور چلا جاتا ہوں تو خیال خوانی کے ذریعے ہی ان کے قریب پہنچ سکتا ہوں۔"

"میں مان گئی۔ لیکچر نہ دو۔ بتاؤ سعید صاحب نے میرے بیٹے کے متعلق کیا کہا؟"

"وہ کہہ رہے ہیں، کل دفتر کھلے گا۔ جائیں گے۔ کاغذات تیار کریں گے۔ ہوسکا تو کل شام کی فلائیٹ سے ہی بچے کو روانہ کریں گے اور اگر نہ ہوسکا تو پرسوں رات تک وہ ضرور آجائے گا۔"

پھر میں نے دل میں کہا "آہ! کہاں سے آئے گا؟ میں کہاں سے اس فرضی پارس کو لاؤں جس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے اور جسے رسونتی اپنا بیٹا تسلیم کرے۔ میں بڑی مشکل میں پڑ گیا تھا۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ میں اسے سچ بات بتلا دیتا۔

میں نے سوچا۔ پہلے اسے دوپہر کا کھانا کھلایا جائے۔ پہلے بتا دوں گا تو وہ کچھ نہیں کھائے گی۔ مجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس کے دل میں میری طرف سے جو عداوت پیدا ہوگی اس کے متعلق میں صحیح سکتا تھا، انداز ہ کر سکتا تھا اس لیے میں نے کھانے کے لیے کہا۔ وہ میرے پاس آئی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کہا "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ میں نے بیٹے کی محبت میں تمہیں فراموش کردیا۔"

"یہ وقت ان باتوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔ آج صبح بابا فرید واسطی کا انتقال ہوگیا ہے۔ تم نہیں جانتی ہو کہ انھوں نے اپنی وفات سے پہلے تم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ تمہارے دماغ میں تمہارے ماضی کو روشن کردیا ہے۔"

وہ میری طرف دیکھ رہی تھی مگر میری بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ میں نے کہا "تم نہیں سمجھ سکو گی۔ بابا صاحب نے تم پر جو عمل کیا وہ تمھاری غفلت کے دوران کیا۔ اس وقت تم نیند کی حالت میں تھیں۔"

ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ اس وقت تین بجے تھے۔ کھانے کے بعد اس نے کہا "مجھے تھکن محسوس ہورہی ہے سونے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ چلی گئی اور یہ میرے لیے اچھا ہی ہوا میں بچے کے سلسلے میں پریشان تھا۔ کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا تھا اب کیا کیا جاسکتا ہے؟ میرے دشمن جانے کتنے دنوں سے فرضی پارس کی تاک میں ہوں گے۔ اتنا تو وہ جانتے ہی تھے کہ میں رسونتی کو لے کر پاکستان سے نکلا ہوں تو میرے ساتھ بچہ نہیں تھا یقیناً پارس کو پاکستان میں چھوڑا گیا تھا یہ انھوں نے معلوم کرلیا۔ پھر بڑی سہولت سے منصوبہ بنا کر اسے اغوا کرلیا۔

لیکن وہ فرضی پارس کو دہلی کیوں لے گئے؟ وہیں اسے رکھا جائے گا یا کہیں اور لے جائیں گے یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس بچے کے سلسلے میں انھوں نے مجھے بالکل تاریکی میں چھوڑ دیا تھا۔ روشنی کی ایک ہلکی سی رمق بھی ایسی نہ تھی جو مجھے اس بچے تک پہنچاتی۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "تم یہاں کے وقت کے مطابق بارہ بجے آنے والے تھے۔ اس وقت سوا گیارہ ہوئے ہیں۔ چلو ٹھیک ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی ممالک کی بڑی بڑی ہستیاں ہیں۔ میں نے ان سے بڑی معذرت کے ساتھ کہا تھا کہ بارہ بجے کے بعد انھیں اس ادارے کے اس حصے میں جانے دیا جائے گا جہاں بابا صاحب کی میت رکھی ہوئی ہے۔ پھر وہ وہاں تک جاسکیں گے جہاں ان کی تدفین ہوگی۔ اس سے پہلے فرہاد علی تیمور آپ سب لوگوں کے دماغوں میں باری باری پہنچیں گے اور خیالات کے ذریعے دوست اور دشمن کو پہچان لیں گے جو دشمن ہوں گے کسی سازش کے خیال سے آئے ہوں گے ہم ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ جانتے ہو۔ میری اس بات کا ردعمل کیا ہوا؟"

"میں سن رہا ہوں۔ بولو۔"

"ان میں سے کتنے ہی لوگ طرح طرح کے بہانے کرکے واپس جانے لگے۔ ان میں فرانس کا ماسٹر بھی تھا۔"

"یعنی دوست نما دشمن اور سازشی افراد کترا کر جاچکے ہیں؟"

"چلے تو گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے۔ کچھ ڈھیٹ قسم کے لوگ رہ گئے ہوں۔"

"سونیا! اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔ میں فرداً فرداً ہر ایک کے دماغ میں جھانکنا اور وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔"

"پریشانی کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔"

میں اسے بتانے لگا۔ کس طرح فرضی پارس کو اغوا کیا گیا ہے اور اس وقت رسونتی کے سامنے میری پوزیشن کتنی کمزور ہوگئی ہے میرے ہزار یقین دلانے کے باوجود وہ یہی کہے گی کہ میں اس سے جھوٹ بولتا آیا ہوں۔ دھوکا دیتا آیا ہوں۔ اب بھی اسے دھوکا دے رہا ہوں۔

"تم نے اس فرضی پارس کو پرسوں رسونتی کے پاس پہنچانے کا وعدہ کیا ہے اور پرسوں ابھی بہت دور ہے۔ پہلے اپنے دماغ سے پریشانیاں نکال دو۔ پریشانیوں کے ساتھ کوئی تدبیر نہیں سوچ سکو گے۔ میرا مشورہ ہے کہ یہودی تنظیم کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچو۔ شاید ان کے ذریعے کچھ معلوم ہوجائے۔"

"میں نے یہودی تنظیم کے تمام اہم افراد کو ختم کردیا ہے۔ کچھ بچ گئے ہیں۔ ان باقی ماندہ لوگوں سے دوسرے تمام یہودی دور رہیں گے اور انھیں اپنے کسی منصوبے اور پروگرام میں شریک نہیں کریں گے۔"

"تم نے جوش اور غصے میں آکر انھیں ختم کردیا۔ دشمنوں کو زندہ چھوڑنا پڑتا ہے تاکہ کسی بھی موقع پر انھیں اپنا آلۂ کار بنایا جاسکے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "انتقامی جذبہ پورا ہوگیا ہے لیکن غلطی کا احساس ہورہا ہے۔ جو لوگ ختم ہوچکے ہیں ان کی جگہ دوسرے آرہے ہیں۔ افسوس، آدمی مارنے سے نہیں مرتا۔ اس دنیا میں ازل سے جتنے انسان مرتے آئے ہیں ان کی جگہ کئی گنا پیدا ہوتے رہے ہیں۔ چاہے دوست ہوں یا دشمن۔"

"میں مانتی ہوں، بعض حالات میں دشمن کو قتل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن دشمن کو دہشت زدہ کرکے زیادہ سے زیادہ احساسِ کمتری میں مبتلا کرنا بہتر ہے تاکہ وہ ہتھیار ڈال دے اور ہمارے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹ جائے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہم نے اب تک یہی کیا ہے۔ بڑی مجبوری کی حالت میں کبھی دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ ورنہ ہلاکت سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔ آئندہ بھی یہی کوشش کی جائے گی۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد اپنی جگہ واپس آگیا میں سونیا سے باتیں کرتا ہوں تو عجیب طرح کا ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ خاص طور پر پریشانی کے وقت وہ میرے دل کا چین اور دماغ کا سکون ہے۔ اس وقت بھی اس نے کتنی اچھی بات کہہ دی تھی۔ پارس کے لیے میں نے پرسوں کا وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا پرسوں تک پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دشمنوں تک پہنچنے کے لیے دو دن بہت ہوتے ہیں ہوسکتا ہے آج ہی شام تک یا رات تک فرضی پارس کا سراغ مل جائے۔

مجھے اطمینان ہوا میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کالج کے اندرونی حصوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا۔ ذرا ٹہلنا چاہتا تھا پھر برآمدے میں آگیا۔ باہر خوبصورت باغیچہ تھا۔ دور دور مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ کچھ پولیس کے آدمی تھے کچھ رنگون کے ماسٹر نے اپنے مسلح افراد کو میری حفاظت کے لیے مامور کیا تھا۔۔۔ البتہ انجلو کے آدمی نظر نہیں آرہے تھے۔

میں نے انجلو کے پاس پہنچ کر پوچھا "تمہارے آدمی کہاں ہیں؟"

اس نے کہا "آپ حکم دیں۔ فوراً آپ کے سامنے حاضر ہوجائیں گے ویسے ابھی وہ خود کو ظاہر نہیں کررہے ہیں۔ آپ کے کالج کے بائیں طرف اور پیچھے کی جانب جو بنگلے ہیں وہ ہمارے آدمیوں نے کرائے پر حاصل کیے ہیں۔ وہاں سے آپ کے دشمنوں پر نظر رکھی جارہی ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں، ہم پر زور دیا جارہا ہے کہ ہم آپ کا اصلی ریکارڈ ظاہر کردیں۔ عدالت میں وہ ہسٹری شیٹ پیش کریں جس سے یہ ظاہر ہوجائے کہ آپ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ باقی دی وے، آپ نے یہ بات کیوں چھپائی ہے جبکہ اخبارات میں بھی اس کا چرچا ہوچکا ہے۔"

"اخبارات میں جھوٹے پروپیگنڈے بھی ہوتے ہیں۔ فی الحال میری ہسٹری شیٹ سے میری اصلیت ظاہر نہ ہو۔"

"نہیں ہوگی۔" ہمارے ماسک مین نے کہا ہے "ہم آپ کی خاطر دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے، تنظیموں سے، ممالک سے مخالفت مول لیں لیکن آپ کے خلاف کبھی کوئی بیان نہ دیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ایسے ہی وقت دوستی آزمائی جاتی ہے اپنے ماسک مین سے کہہ دینا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔"

"آپ نے اس شہر میں بڑی دہشت پھیلا دی ہے۔ پولیس اور اعلیٰ حکام بڑی سختی سے پیش آئیں گے۔ ہوسکتا ہے آپ کو برما چھوڑ دینے کا حکم دیں۔"

"دیکھا جائے گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر رنگون کے ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس کو بھی اپنی ہسٹری شیٹ کے متعلق ہدایت کی۔ اس نے جواب دیا "دنیا کے جتنے ممالک اور جتنے شہروں میں ہمارے ماسٹر ہیں۔ انھیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی ہسٹری شیٹ اور دوسرے تمام اہم ریکارڈز کو انڈر گراؤنڈ پہنچا دیا جائے کسی بھی یہودی کو آپ کے ریکارڈ کا ایک صفحہ بھی نہ ملے۔ سپر ماسٹر نے کہا ہے، ہم دنیا کی تمام طاقتوں، تنظیموں اور تمام بڑے ملکوں کی مخالفت مول لیں لیکن آپ کے خلاف کبھی کوئی بیان نہ دیں۔"

میں نے وہاں بھی مسکراتے ہوئے کہا "دوستی ایسے وقت آزمائی جاتی ہے۔ سپر ماسٹر سے کہنا کہ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔"

"جناب! برمی حکومت آپ کے خلاف سخت اقدامات کرنا چاہتی ہے۔ شاید آپ کو برما سے باہر چلے جانے کا حکم دے۔ ابھی اعلیٰ حکام کے درمیان اس فیصلے پر اختلافات ہیں۔ سپر ماسٹر کی طرف سے زور دیا جارہا ہے کہ ایسا فیصلہ نہ کیا جائے۔"

"جب یہاں کی حکومت میرے خلاف کوئی فیصلہ سنائے گی تو دیکھا جائے گا۔"

میں اس سے بھی رخصت ہوگیا۔ پھر میں نے کالج کے کمرے میں آکر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے منجالی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ جس طیارے میں سفر کررہی تھی، وہ رنگون پہنچنے ہی والا تھا۔ میں نے کہا "یہاں مجھ پر بڑی پابندیاں ہیں۔ تمہیں لینے ائیرپورٹ نہیں آسکوں گا۔ بہرحال ریڈ پاور کے باس انجلو کو بھیج رہا ہوں۔"

"کیا آپ اینجلو کے دماغ میں موجود رہیں گے؟"
"میں کوشش کروں گا کسی مصروفیت کی بنا پر اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکا تو کوڈ ورڈ مقرر کر لیتے ہیں۔ اس کے مطابق تم اسے پہچان لو گی۔"
میں نے ذرا سوچا پھر کہا: "اپنی زہریلی شخصیت کے مطابق یہ کوڈ ورڈ یاد کر لو: زہر زندگی کا آخری اور موت کا دائمی ذائقہ ہے۔"
وہ مسکرانے لگی۔ میں نے اینجلو کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کیا اس وقت بہت مصروف ہو؟"
"بالکل نہیں جناب! دنیا جہاں کی مصروفیات آپ کے لیے ختم کی جا سکتی ہیں۔ حکم دیجیے۔"
"اسی وقت ائیر پورٹ روانہ ہو جاؤ۔ ایک افریقی سیاہ فام لڑکی آ رہی ہے وہ میری بہت اہم ساتھی ہے۔ اس کا نام منجالی ہے۔ سیاہ فام ہونے کے باعث وہ طیارے کے تمام مسافروں میں جانی پہچانی جا سکتی ہے۔ دوسری افریقی عورتیں ہوں تو اس کی ایک پہچان اور ہے وہ ہمیشہ سفید بے داغ لباس پہنتی ہے۔"
"مس منجالی! مجھے کیسے پہچانیں گی؟"
"آپ تعارفی کوڈ ورڈز یاد کر لیں۔"
میں نے وہ کوڈ ورڈز بتائے۔ وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ائیر پورٹ پر متعین کسی ماتحت سے رابطہ قائم ہو گیا وہ طیارے کے پہنچنے کا صحیح وقت معلوم کر رہا تھا۔
پھر اس نے دوسرے نمبر ڈائل کیے اور منجالی کی رہائش کا انتظام کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ مجھے چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔
"دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔ اب اٹھ بھی جاؤ۔"
اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے پوچھا: "کیا ایک کپ چائے ملے گی؟"
وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی: "میں ابھی چائے لے کر آتی ہوں۔ پلیز ایک بار پھر معلوم کرو۔ کیا میرا بیٹا کل تک پہنچ جائے گا؟"
"میں نے معلوم کیا ہے۔ بہت مجبوری ہے۔ وہ پرسوں سے پہلے نہیں آ سکے گا۔"
وہ مایوس ہو کر کچن کی طرف جانے لگی۔ میں سونیا کے مشورے کے مطابق تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ رسونتی میرے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ میں نے پھر اسے اور فرضی پارس کو دماغ سے جھٹک دیا۔ اندھے ڈیوڈ سولجر کے دماغ پر دستک دی۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا: "کون مسٹر فرہاد؟"
"میں ہوں۔ میرے حساب کے مطابق یہودیوں میں ایک تم ہی باقی رہ گئے ہو۔"
"ہاں، تنہا رہ گیا ہوں۔ کیا مجھے قتل کرنے آئے ہو؟"
میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تعجب ہے، ایک قاتل اپنے بسمل سے پوچھ رہا ہے۔ تم نے تو مجھے قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔"
"جو عہد کیا ہے اسے پورا کروں گا لیکن ایک اندھے کو تنہا گھیر کر مارنا دلیری نہیں ہو گی۔"
"کیا تمہارے آس پاس حفاظتی انتظامات نہیں ہیں؟ تمہاری تو چھڑی بھی حفاظت کے لیے کافی ہے۔"
"یہ درست ہے۔ پھر بھی مجھے تھوڑی سی مہلت چاہیے۔"
"میں نے بھی تمہیں مہلت دی تھی۔"
"میں جانتا ہوں، دوسری یہودی ٹیم کا انتظار کر رہے ہو۔ میں تمہیں انتظار کرنے تک زندہ رکھوں گا۔ جتنی سانسیں لے سکتے ہو لے لو۔"
رسونتی چائے لے کر آ گئی۔ اس کا منہ بنا ہوا تھا وہ چائے میرے سامنے رکھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا: "رسونتی! تم بہت زیادہ خوبصورت ہو لیکن اس وقت بدصورت لگ رہی ہو۔ آخر یہ منہ کس لیے بنا ہے؟"
وہ ناگواری سے بولی: "مرد کو خوبصورتی مل جاتی ہے تو وہی خوبصورتی بدصورتی بن جاتی ہے یقیناً کوئی دوسری خوبصورتی ہاتھ آ گئی ہو گی۔ تبھی مجھ سے دور دور ہو۔"
"میں تم سے کہہ چکا ہوں، آج صبح بابا صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔"
"آخر یہ بابا صاحب کون ہیں اور جو بھی ہوں۔ انتقال یہاں تو نہیں ہوا ہے۔"
"تم اپنی زبان بند ہی رکھو۔"
میں چائے پینے لگا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ مجھے دیکھتے ہوئے وہاں سے پلٹ کر غصہ دکھلاتے ہوئے جانے لگی۔ جانے کے انداز میں بھی بڑی دلکشی تھی۔ وہی بیویوں والا صدیوں پرانا انداز تھا۔
میں نے حسرت سے ادھر دیکھا۔ جدھر وہ چلی گئی تھی لیکن مجبوری تھی۔ میں چائے کی پیالی اٹھا کر ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔
میں اس مٹھاس بھری گرمی کو پینے لگا۔ جی چاہتا تھا چائے پینے کے بعد خیال خوانی نہ کروں۔ تھکے ہارے انداز میں صوفے پر نیم دراز ہو جاؤں اور اپنے دماغ کو خالی کر کے بھول جاؤں کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں بھول جاؤں کہ ساری دنیا میں میرے جاننے والے ہیں اور چاہنے والوں سے رابطہ قائم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ میں سب کچھ بھول جاؤں۔

افسوس کہ نہیں بھول سکتا۔ میں جانتا تھا منجالی بخیریت اینجلو کی پناہ میں کسی رہائش گاہ تک پہنچ جائے گی لیکن ایسا بھی ہوا ہے کہ جس بات کی توقع ہم نہیں کرتے وہی سامنے آ جاتی ہے جیسے بنگلہ دیش میں منجالی کو خلاف توقع واقعات پیش آئے تھے۔
اسی طرح میں سونیا، مرجانہ اور پارس کی طرف سے مطمئن تھا وہاں بھی بڑے سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔ بابا صاحب کی تجہیز و تکفین کے بعد سونیا میرے پاس آئے گی، پارس، مرجانہ اور اعلیٰ بی بی کی پناہ میں رہے گا لیکن دنیا کی کوئی پناہ گاہ ہر لحاظ سے محفوظ اور مضبوط نہیں ہے۔
لیکن وقتاً فوقتاً اپنے لوگوں کی خبر رکھنا لازمی تھا اس لیے میں نے منجالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مسکرانے لگی فوراً ہی محسوس کر لیتی تھی۔ میں نے دیکھا وہ ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اینجلو کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مس منجالی! میں نے فرہاد صاحب سے تمہارے متعلق تفصیلی معلومات حاصل نہیں کیں۔ ان سے غیر ضروری باتیں پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی ویسے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ آپ بھی مادام سونیا اور مرجانہ وغیرہ کی طرح خاصی خطرناک ہیں۔"
منجالی نے مسکرا کر پوچھا: "آپ نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟"
"ان کوڈ ورڈز کے ذریعے۔ دیکھیے نا کتنا خوفناک جملہ ہے۔ زہر زندگی کا آخری اور موت کا دائمی ذائقہ ہے۔"
وہ ہنسنے لگی۔ اینجلو نے اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا: "ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ ائیر پورٹ پر جب آپ سے سامنا ہوا تو میں نے اپنی عجیب سی حالت محسوس کی۔ یوں لگا جیسے تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہوں۔ تمہارے اندر عجیب سی کشش ہے، آخر تم میں کیا بات ہے؟"
وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں کیا جانوں کشش آپ محسوس کرتے ہیں اور سوال مجھ سے کرتے ہیں۔"
اینجلو چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس نے کہا: "ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں۔"
منجالی بہت ہی ہنسنے والی لڑکی تھی۔ اپنی عادت کے مطابق پھر ہنستے ہوئے بولی: "جب منزل ایک ہو۔ راستہ لمبا ہو تو بات کرنے کی اجازت نہیں لینا چاہیے۔"
اس نے کہا: "ائیر پورٹ پر میں نے آپ سے مصافحہ کیا تو دستانے پہننے کے باوجود تمہارا ہاتھ بہت ہی گرم لگا جیسے تیز بخار ہو۔ بظاہر تو بیمار نظر نہیں آ رہی ہو۔"
"میں بچپن سے مسلسل بخار میں مبتلا ہوں۔"
"یہ کیسے ممکن ہے مسلسل بخار اچھے سے اچھے شہ زور کو مار ڈالتا ہے۔ آپ مذاق کر رہی ہیں۔"
"میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ یہ بخار مجھے بچپن سے ہے اور مرتے دم تک رہے گا۔ میرا جسم تپتے رہنے کا عادی ہے۔"
"یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے لیکن مجھے حیران نہیں ہونا چاہیے۔ فرہاد صاحب کے ساتھی بھی غیر معمولی ہوتے ہیں۔ شاید اس مسلسل بخار کے پیچھے کوئی غیر معمولی صلاحیت چھپی ہو۔"
منجالی نے کہا: "تمہارے لیے اتنا ہی سمجھنا کافی ہے کہ میرا بخار صرف فرہاد کے دشمنوں پر اترتا ہے۔"
میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کچھ گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ذرا سرکا کر دیکھا۔ کاٹیج کے احاطے میں دو گاڑیاں داخل ہو رہی تھیں، ان میں پولیس والے نظر آ رہے تھے۔ اتنی تعداد میں پولیس والے اور ان کے افسران کے آنے کا مطلب کوئی خاص بات ہو سکتی تھی اور میرے خلاف کوئی سخت قدم اٹھایا جا سکتا تھا۔
میں اپنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ رسونتی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بھی گاڑیوں کی آواز سنی تھی۔ میں نے کہا: "گھبرانے کی بات نہیں ہے، پولیس والے آئے ہیں۔"
"یہ تو آتے رہیں گے۔ یہودیوں کی دشمنی ہر لمحے مہنگی پڑ رہی ہے، وہ پریشان کرتے جا رہے ہیں۔ مارنے کے باوجود مرتے نہیں ہیں اور زیادہ دشمنی پر اتر آتے ہیں۔ انھیں دوست بنا کر اپنا کام کیوں نہیں نکالتے؟"
"فرصت ملی تو تمہارے مشورے پر غور کروں گا۔"
ایک مسلح جوان نے آ کر بتایا کہ پولیس کے افسران اندر آنا چاہتے ہیں۔ میں نے آنے کی اجازت دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے تمام افسران کمرے میں آ گئے۔ میں ان سے مصافحہ کرنے لگا۔ وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ رسونتی اس کمرے کے ایک گوشے میں جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ایک آفیسر نے پوچھا: "مسٹر فرہاد! آپ کا بیٹا پارس علی تیمور کہاں ہے؟"
میرا ماتھا ٹھنکا۔ پارس کی بات آئی ہے تو یقیناً دشمنوں نے کوئی نئی چال چلی ہو گی۔ میں نے کہا: "وہ جہاں بھی ہے۔ بخیریت ہے۔ حفاظت سے ہے۔"
"کیا آپ بتانا پسند نہیں کریں گے کہ وہ کہاں ہے؟"
دوسرے آفیسر نے پوچھا: "چلیے یہی بتا دیجیے کہ آپ نے بیٹے کو ماں سے دور کیوں رکھا ہے؟"
"ظاہر ہے میری بیوی کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ یہ اپنا ماضی بھول گئی تھیں اس لیے بچے کو اور مجھ کو پہچانتی نہیں تھیں۔"
آفیسر نے رسونتی کی طرف دیکھ کر پوچھا: "کیا اب بھی آپ اپنے شوہر کو نہیں پہچانتی ہیں یا بچے کو نہیں پہچان سکیں گی؟"

رسونتی نے کہا "میری یادداشت واپس آگئی ہے میں اپنی محبت اور خون کے رشتوں کو اچھی طرح پہچان رہی ہوں۔ اپنے بیٹے کو تو ایک نظر میں پہچان سکتی ہوں۔"

"جب آپ بیٹے کو پہچانتی ہیں تو اسے دور کیوں رکھا ہے؟"

رسونتی نے جواب دیا "ابھی مجبوری ہے۔ وہ پاکستان میں ہے۔ پرسوں تک یہاں آئے گا۔"

ایک آفیسر نے مسکرا کر کہا "وہ پاکستان میں نہیں برما میں ہے۔"

رسونتی اچھل کر کھڑی ہوگئی "کہاں ہے میرا بیٹا؟"

"مادام! آرام سے بیٹھیں۔ ہمیں جو اطلاع ملی ہے اسی کے مطابق آپ کو بتانے آئے ہیں کہ فرہاد صاحب نے پارس علی تیمور کو برما کے ایک دور افتادہ علاقے میں چھپا رکھا ہے۔ شاید اس لیے کہ دشمن ان کے بیٹے کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ کے شوہر نے آپ سے بھی اسے چھپائے رکھا ہے؟"

میں نے غصے سے کہا "یہ بکواس ہے۔ میرا بیٹا یہاں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ کہاں ہے؟"

"سوری، مسٹر فرہاد! ہمیں یہودی تنظیم کے ان افراد نے بتایا ہے جو آپ کے ہاتھوں سے زندہ بچ گئے ہیں۔"

میں نے اعتراضاً پوچھا "میرے ہاتھوں سے بچنے کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں نے دوسروں کو قتل کیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہم وہ کہہ رہے ہیں جو یہودی ہم سے کہہ رہے ہیں وہ آج رات دس بجے اپنے بیان کے مطابق پارس علی تیمور کو رنگون سے لے آئیں گے۔"

رسونتی کی بے چینی قابلِ دید تھی۔ میں نے غصے سے پوچھا۔ "رات کے دس بجے کیوں لائیں گے؟ کہاں سے لائیں گے؟ آخر وہ کہاں ہے؟"

"وہ یہ بتانے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر آپ کو معلوم ہوگیا کہ پارس علی تیمور کہاں ہے اور کہاں سے لایا جا رہا ہے تو آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پھر اپنے بیٹے کو ماں سے دور کر دیں گے۔"

میں نے کن انکھیوں سے رسونتی کو دیکھا۔ وہ مجھے گھور کر غصے سے دیکھ رہی تھی، میں نے آفیسر سے کہا "رسونتی میری شریکِ حیات ہے، پارس میرا بیٹا ہے۔ میں بھلا ماں بیٹے کو کیوں جدا کروں گا؟"

"یہودی کہتے ہیں آپ مادام رسونتی کو بے وقوف بنا رہے ہیں یا بلیک میل کر رہے ہیں۔ بیٹے کو ماں سے دور رکھ کر ماں کو عدالت میں اپنے حق میں بیان دینے پر مجبور کر رہے ہیں اگر یہ یہودیوں کے خلاف نہیں بولیں گی اور آپ کی حمایت نہیں کریں گی تو آپ بیٹے کو ماں سے کبھی نہیں ملائیں گے۔"

"رسونتی! تم ان لوگوں کو بتاؤ کہ میں نے تمھیں مجبور نہیں کیا ہے میں نے مقدمے سے متعلق کوئی بات تم سے نہیں کی ہے۔"

اس نے مجھے بدستور غصے سے دیکھتے ہوئے کہا "بے شک تم نے مقدمے کے متعلق بات نہیں کی ہے لیکن میں ان کی حمایت میں بولتی ہوں تم سے میں نے بارہا کہا ہے کہ ان سے دشمنی نہ کرو۔ دوستی کر لو۔ میرا یہ اصرار بڑھتا رہے گا تو ایک دن وہی نوبت آئے گی جو یہودی کہہ رہے ہیں تم مجھے میرے بیٹے سے بدستور دور رکھ کر بلیک میل کرو گے مجھے اپنے موافق عدالت میں بیان دینے پر مجبور کرو گے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم مجھے ایسا سمجھتی ہو؟"

"میں تمھیں ایسا سمجھتی ہوں یا نہیں۔ آج رات دس بجے کے بعد اپنا فیصلہ سناؤں گی۔ میرا بیٹا مجھے یہاں مل جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم جھوٹ بولتے رہے اسے پاکستان میں نہیں بلکہ برما کے کسی دور افتادہ علاقے میں رکھا گیا تھا تم نے رکھا تھا اور مجھے دھوکا دیتے رہے تھے۔"

میں نے جھنجلا کر کہا "تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ دشمنوں کی چال ہے۔"

وہ جواباً جھنجلا کر بولی "دشمنوں کی چال ہے۔ جب دیکھو میرے دوستوں پر غصہ اتارتے ہو۔ کوئی بات ہوتی ہے۔ کوئی دشمنی ہوتی ہے۔ کوئی قاتلانہ حملہ ہوتا ہے تو ساری تان یہودیوں پر ٹوٹنے لگتی ہے۔ میں پوچھتی ہوں تمھارے پاس کیا ثبوت ہے تم پر بارہا قاتلانہ حملے ہوئے۔ دو برس چار برس پہلے بھی تم پر قاتلانہ حملے ہوتے رہے، دشمنیاں بڑھتی رہیں اور یہ سب سپر ماسٹر کی طرف سے تھا کیا ثبوت ہے کہ اب بھی سپر ماسٹر کے آدمی تم پر قاتلانہ حملے نہیں کرتے ہیں تمھیں جانی مالی یا کسی اور طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین دونوں ہی ہمیشہ سے تمھارے کھلے دشمن رہے مگر تمھاری کیا پالیسی ہے کہ ان دشمنوں سے دوستی کر رہے ہو اور جن یہودیوں نے مجھے پناہ دی۔ جن کی پناہ میں میں نے تمھارے بیٹے کو جنم دیا، تم انھیں دشمن کہہ رہے ہو، کیا وہ میرے بیٹے کو پیدا ہوتے ہی ہلاک نہیں کر سکتے تھے؟ کیا میرے ماں بننے سے پہلے ہی مجھے جان سے نہیں مار سکتے تھے؟"

"رسونتی! یہ سب ان کی چالیں ہیں اس وقت بھی انھوں نے میرے خلاف گہری چال چلی ہے ابھی میں تمھیں ان کی مکاری کا یقین نہیں دلا سکتا۔"

"فرہاد! مجھے معاف کرو۔ میں نے جتنی مکاریاں تمھاری دیکھی ہیں ان ہی کا حساب کرو۔ دوسروں کے گریبان میں پھر کبھی نظر ڈالنا۔"

وہ غصے سے جانے لگی۔ ایک آفیسر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "مادام! پلیز ایک منٹ۔ آپ کے نام یہودی تنظیم کی طرف سے ایک خط ہے۔"

میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا "میری بیوی کو کوئی غیر شخص خط نہیں دے سکتا، یہ مجھے دیں۔"

رسونتی نے آگے بڑھ کر کہا "ایسی باتیں وہ مرد کرتے ہیں جنھیں اپنی بیویوں کے کردار پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ لائیے یہ خط مجھے دے دیجیے۔"

آفیسر نے وہ خط بڑھا دیا، رسونتی نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ خط انگریزی میں تھا اور میں رسونتی کی سوچ کے ذریعے پڑھ رہا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"قابلِ احترام ہماری مادام!

ہمیں بڑی دیر سے اطلاع ملی کہ آپ کی یادداشت واپس آگئی ہے، یقیناً آپ کو ہماری دوستی اور خلوص کا ایک ایک لمحہ یاد آگیا ہوگا، آپ جب تک ہم سے غافل رہیں تب تک ہم نے فرہاد صاحب کو اپنا دوست بنانے کی حتی الامکان کوشش کی مگر پہلے کی طرح ناکام رہے یہ آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں۔ آپ کے فرہاد صاحب کچھ ممالک کے آلۂ کار ہیں ہم سے محض اس لیے دشمنی کرتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں اور آپ کو محض اس لیے دھوکے پہ دھوکا دیتے رہتے ہیں کہ آپ ہندو ہیں۔

اس کے باوجود ہم ان سے دشمنی نہیں کریں گے وہ آپ کے محبوب ہیں اس لیے ہمارے بھی محبوب ہیں کوئی آپ کے شوہر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھیں نکال لیں گے کوئی حملہ آور ہوگا تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ آپ کے شوہر کی سلامتی، آپ کی خوشی ہماری خوشی ہے لیکن فرہاد صاحب آپ سے دشمنی کریں گے تو یہ ہم سے برداشت نہیں ہوگا۔ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے ماں بننے سے پہلے ہم فرہاد صاحب کو آپ سے ملا دیں گے۔ ہم نے انھیں آپ کے پاس آنے کی دعوت دی۔ اس وقت تک آپ نے ایک خوب صورت سے بیٹے کو جنم دیا تھا لیکن افسوس انھوں نے ہماری دوستی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور موقع پا کر آپ کو اور بچے کو ہم سے چھین کر لے گئے۔

ان حالات میں بھی ہم نے برا نہیں مانا۔ کیونکہ آپ بھی کسی حد تک راضی خوشی گئی تھیں پھر یہ کہ بچہ آپ کے پاس تھا ہم نے سوچا۔ آپ کی ممتا، آپ کی اولاد سلامت رہے اسی میں ہماری خوشی ہے۔

پھر ایک بار افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرہاد صاحب نے اس کے بعد آپ کو دھوکا دینا شروع کیا، جب آپ کی ذہنی حالت بگڑنے لگی تو انھوں نے آپ کے بیٹے پارس کو آپ کے پاس سے غائب کر دیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا بچہ لے آئے یقیناً ان کا منصوبہ یہی تھا کہ پارس مسلمان باپ کا بیٹا ہے اس لیے ہندو ماں کے پاس نہ رہے اور اگر آپ کی ذہنی حالت درست ہو جائے تو اس نقلی بچے کو آپ کی گود میں دے کر سمجھا دیا جائے کہ وہی آپ کا پارس ہے۔

آپ کے علاج کے بعد جب آپ کی یادداشت گم ہو گئی تو فرہاد نے اس نقلی بچے کو وہیں پاکستان میں اپنے عزیزوں کے پاس چھوڑ دیا اور آپ کو برطانیہ لے آئے، بعد میں ہم نے آپ کے اصل بیٹے کا پتہ لگا لیا جس کے دائیں شانے پر نئے پیسے کے برابر نشان ہے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آج رات دس بجے تک آپ کا بیٹا آپ کی گود میں پہنچ جائے گا۔ لیکن اس بات کی ضمانت ہونا چاہیے کہ فرہاد صاحب آپ کے بیٹے کو پھر آپ سے دور نہیں کریں گے۔"

خط کو اتنا پڑھنے کے بعد رسونتی نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی نظریں کہہ رہی تھیں۔ اب میں ان پر اعتماد نہیں کروں گی، یہ میرے بچے کو پھر مجھ سے جدا کر دیں گے۔ ان کے دماغ میں یہی بات ہے کہ بچہ صرف مسلمان بن کر پروان چڑھے اور مجھ جیسی ہندو ماں کے سائے میں نہ رہے آہ، میں کتنی نادان تھی، ان کی محبت کے فریب میں آ کر یہ نہیں سوچا کہ یہ نہایت خود غرض ہیں۔

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی! یہ خط جھوٹ کا پلندہ ہے۔ یہ بدگمانی اچھی نہیں ہے۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا "آج رات دس بجے پتہ چل جائے گا کہ یہ بدگمانی ہے یا حقیقت؟"

یہ کہہ کر وہ پھر خط پڑھنے لگی، آگے لکھا تھا۔

"اگر ہم پارس کو وہاں پہنچاتے ہیں جہاں اس وقت آپ موجود ہیں تو ہم آپ کے بیٹے کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ فرہاد صاحب کی ٹیلی پیتھی کے آگے ہماری حفاظتی تدابیر ناقابلِ عمل ہو جاتی ہیں، آپ اب بھی ان کی محبت کے طلسم سے نکل سکتی ہیں تو ہمارا نیک مشورہ ہے کہ آپ ہماری بتائی ہوئی جگہ پہنچ جائیں لیکن آپ کے ساتھ فرہاد صاحب ہوں۔ اگر انھیں یہ اعتراض ہو کہ ہم دھوکا دے کر آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں تو آپ احتیاطاً پولیس والوں کو اپنے ساتھ لا سکتی ہیں۔ مادام! بچہ ماں کی گود میں پرورش پاتا ہے اور باپ کی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے لیکن ماں کی عظمت بھی اس کے دل میں نقش رہتی ہے، بچے کو ماں اور باپ دونوں سے متاثر ہونا چاہیے۔ افسوس آپ کے خلاف یہی سازش ہو رہی ہے

کہ بچہ آپ کی ذات سے متاثر نہ ہونے پائے ابھی دس بجے تک سوچنے سمجھنے اور دانش مندانہ فیصلہ کرنے کا اچھا خاصا وقت ہے۔ حقیقتاً آپ اپنے بچے کے ساتھ ہمارے سائے میں محفوظ رہ سکتی ہیں، اور اپنے بیٹے کو اپنے مزاج کے مطابق پروان چڑھا سکتی ہیں فرہاد صاحب آپ کے ساتھ رہنا پسند کریں تو یہ بچے کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوگا۔ بچہ آپ دونوں سے برابر متاثر ہوتا رہے گا۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ بار بار دھوکا کھانے کے باوجود آپ فرہاد صاحب کے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہیں تو ہم بہ خوشی آپ کے بچے کو آپ کے حوالے کردیں گے اور آپ کی خوشی میں خوش رہیں گے لیکن اس پہلو پر بھی ضرور غور کریں کہ اب کی بار فرہاد صاحب نے بچہ چھین لیا تو وہ بہت ہی محتاط انداز میں اسے ایسی جگہ چھپا کر رکھیں گے کہ ہم بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے شاید آئندہ ہم آپ کے کسی کام نہیں آسکیں گے۔ ہم نے صرف آپ کے تحفظ کے لیے اور آپ کو اپنے سائے میں رکھنے کے لیے فرہاد صاحب پر مقدمہ دائر کیا تھا۔ اب آپ کی یادداشت واپس آگئی ہے۔ آپ دوست اور دشمن کی اچھی طرح تمیز کرسکتی ہیں۔ ایسی صورت میں عدالتی کارروائی نامناسب ہے۔ فیصلہ تو صرف آپ پر ہے۔ اس لیے ہم یہ کیس واپس لے رہے ہیں کل فرہاد صاحب کو قانونی طور پر یہ اطلاع پہنچادی جائے گی کہ ہم نے مقدمہ واپس لے لیا ہے آخر میں ہم اتنی سی التجا کرتے ہیں آپ ابتدا سے لے کر آج تک ہمارے ——— حسن سلوک پر غور کریں پھر خود بہ خود آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ دوست کون ہے اور آپ کے بیٹے کی حفاظت کہاں بہتر ہوسکتی ہے۔"

میں رسونتی کے دماغ سے واپس آگیا تمام افسران کبھی اسے اور کبھی مجھے دیکھ رہے تھے، اس نے خط پڑھنا ختم کردیا تھا ایک افسر نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "یہ خط ہمیں دے دیجیے یہ ہمارے پاس ایک دستاویز کی طرح محفوظ رہے گا اور اس بات کا ثبوت رہے گا کہ یہودی تنظیم کے لوگ آپ سے اور فرہاد صاحب سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے بچے کو آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں رات کے دس بجے ان کے دوستانہ جذبے کی تصدیق ہوجائے گی۔"

رسونتی نے وہ خط واپس کردیا، میں نے کہا۔ "یہ میرے خلاف سازش ہورہی ہے میری شریکِ حیات کو میری طرف سے متنفر کیا جارہا ہے اصل قصہ یہ ہے کہ جس بچے کو میں نے پاکستان میں اپنے ایک عزیز کے ہاں رکھا تھا۔ یہودیوں نے اس بچے کو وہاں سے اغوا کیا۔ اسے یہاں لے آئے یا پھر دس بجے رات تک کی اس لیے مہلت لی ہے کہ بچے کو یہاں تک لانے میں کوئی دشواری ہے۔ بہرحال وہ بچہ جو آج رات دس بجے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ پاکستان سے لایا جارہا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو، اب تک تم نے یہی کہا تھا کہ وہ بچہ پرسوں آئے گا۔ تم نے مجھے یہ نہیں کہا تھا کہ بچے کو اغوا کیا گیا ہے اب یہ باتیں کیوں بنا رہے ہو؟"

"میں نے مصلحتاً تم سے یہ بات چھپائی تھی، میں نے سوچا تھا ابھی بتاؤں گا تو میری بات کا یقین نہیں کرو گی۔ میں دو دن کے اندر ان لوگوں سے پارس کو چھین کر لے آنا چاہتا تھا جنھوں نے اسے اغوا کیا ہے۔"

"تمھاری مصلحت کو صرف تم ہی سمجھتے ہو۔ مجھے جواب دو وہ جھوٹ بولنے میں کیا مصلحت تھی کہ میرا اصلی بیٹا سونیا کے پاس ہے اور جس کے دائیں شانے پر پیسے کے برابر نشان ہے وہ کوئی فرضی پارس ہے۔ کیوں تم جھوٹ بول کر میرے پارس کو مجھ سے چھڑانا چاہتے تھے، جب میں راضی نہ ہوئی اور میں اپنے اس بیٹے کا تقاضا کرتی رہی جس کے شانے پر نشان ہے تو تم نے بھی اسے میرا بیٹا تسلیم کرلیا۔"

"میں نے تمھاری ضد سے مجبور ہوکر تسلیم کیا تھا۔"

رسونتی نے تمام افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ ان کی باتیں سن رہے ہیں، اب بھی یہ کہتے ہیں کہ مجبور ہوکر اسے میرا بیٹا تسلیم کیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ سب کے سامنے یہ کہہ رہے تھے کہ وہی میرا بیٹا ہے، اسے پاکستان میں رکھا گیا تھا اور پاکستان سے یہودیوں نے اسے اغوا کیا ہے، یہ کتنی بار کتنی باتیں بدلتے ہیں، یہ میں خوب جانتی ہوں۔"

"تم بے اعتمادی سے سوچ رہی ہو اس لیے ایسا کہہ رہی ہو، میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو، میں تمھیں سہولت سے سمجھا دوں گا۔"

میری بات سنتے ہی وہ سہم کر ذرا دور ہوگئی۔ پھر کہنے لگی "نہیں میں دس بجے تک تم سے دور رہوں گی، کسی کمرے میں بھی تمھارے ساتھ تنہا نہیں جاؤں گی تم بیٹے سے جدا کرنے کے لیے مجھے ہلاک کرسکتے ہو یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا محکوم اور فرماں بردار بنا سکتے ہو، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کرسکتے ہو، یہ تمھارے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

ایک آفیسر نے پوچھا۔ "مادام! آپ ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو تسلیم کررہی ہیں؟"

رسونتی نے چونک کر افسر کو دیکھا، پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، میں تسلیم نہیں کررہی بس یونہی غصے میں کہہ دیا ہے۔"

"اب آپ بات بنا رہی ہیں۔"

"دیکھیے آفیسر! جب تک مجھے میرا بیٹا نہیں ملے گا جب تک مجھے سچ اور جھوٹ کا پتہ نہیں چلے گا اس وقت تک میں کسی کو کہنا نہیں چاہتی۔ مجھے صرف اپنا بیٹا چاہیے۔"

"بیٹا آپ کو ضرور ملے گا۔ ہم یہاں نو بجے آپ کے پاس آئیں گے اور آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

"نہیں، میں یہاں اس کاٹیج میں ان کے ساتھ تنہا نہیں رہوں گی۔ مجھے ان سے دور اپنی نگرانی میں رکھیں۔"

ایک اور آفیسر نے پوچھا۔ "کیا یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری حفاظتی تدابیر کو ناکام نہیں بنا سکیں گے؟"

میں نے رسونتی کے دماغ پر قابض ہوکر اس کی زبان سے کہا۔ "میں نے کہا نا۔ میں ٹیلی پیتھی کے متعلق یونہی روانی میں کہہ گئی۔ یہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔ مجھے دور جانے کے بعد نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

میں نے رسونتی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ سمجھ گئی کہ میں اس کے دماغ پر قابض ہوا تھا۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں افسروں کے درمیان چلی گئی۔ پھر بولی "پلیز آپ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں چاہوں تو ابھی تمھارے دماغ پر قابض ہوکر تمھارے خوف کو مٹا دوں اور تمھارا بیان بدل دوں۔ تم ان افسران کے سامنے میرے ساتھ دس بجے تک رہنے پر راضی ہوجاؤ گی ——— اس سے بہتر ہے تم خود ہی راضی ہوجاؤ۔"

اس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "دیکھو فرہاد! میں نے تمھارے جھوٹ کا بھرم رکھ لیا ہے۔ میں تمھیں کسی مصیبت میں پھنسانا نہیں چاہتی۔ مجھے دس بجے تک جانے دو، تمھیں جو کہنا ہے تنہائی میں جا کر کہنے کی کیا ضرورت ہے، سوچ کے ذریعے باتیں کرسکتے ہو میں جارہی ہوں مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے کہتے رہنا۔ میں سنتی رہوں گی۔"

مجھے خاموش ہونا پڑا۔ آخر میں کب تک اس کے دماغ پر قابض رہ کر اسے قابو میں رکھ سکتا تھا۔ کسی وقت بھی وہ بے قابو ہوکر میرے خلاف بیان دے سکتی تھی۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا، لہٰذا میں نے چھوڑ دیا۔ وہ ان سب کے ساتھ چلی گئی۔

کاٹیج ایک دم سے ویران ہوگیا۔ پہلی بار یقین ہوا کہ میری کوئی شریکِ حیات نہیں ہے، جو تھی وہ ایک سپنا تھی، آنکھ کھلی سپنا ختم ہوگیا۔ میں نے اپنے ویران کاٹیج کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر دیکھا۔ وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر افسران کے ساتھ جارہی تھی میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! گھر ایسے ہی آباد نہیں ہوجاتا۔ بہت سے مرد اپنی بیویوں سے جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا بھی دیتے ہیں اور اپنی بیویوں کا اعتماد بھی کھو دیتے ہیں اس کے باوجود عورتوں کے دماغ کے تہہ خانے میں اور دل کی گہرائیوں میں اپنے مردوں کے لیے ایسا بھرپور اعتماد ہوتا ہے کہ جھوٹ سننے اور دھوکا کھانے کے باوجود وہ اعتماد کرتی ہیں، اگر مرد غلط راستے پر ہوں تو بیویوں کے صبر اور حالات کے طمانچے انھیں راہِ راست پر لے آتے ہیں، اگر میں غلط ہوں تو خدا مجھے راستی پر لائے اور تم دشمنوں کے فریب میں آرہی ہو تو تمھارے لیے بھی یہ دعا ہے کہ جلد ہی سنبھل جاؤ کہ عورت کا گھر اسی وقت شاد و آباد رہتا ہے جب وہ مرد کی آنکھ سے دیکھتی ہے، مرد کے دماغ سے سوچتی ہے اور مرد کی کسی غلط بات کو وقتی طور پر برداشت کرلیتی ہے، اگر یہ غلط ہے کہ میں نے پارس کو تم سے دور کردینے کی سازش کی ہے تو جلد ہی آنے والا وقت تمھیں سمجھا دے گا۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو اس کی ماں سے کبھی دور نہیں کرسکتا۔"

وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم میری باتوں کو اہمیت نہیں دے رہی ہو؟ کیا دشمن تمھیں اتنے پیارے ہوگئے ہیں؟"

اس نے سوچ کے ذریعے جواب دیا۔ "میرے لیے دنیا کا ہر وہ شخص پیارا ہے جو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے اور جو مجھ سے کبھی سونیا کا حوالہ دے کر بہانہ نہ کرے کہ بچہ پیرس میں ہے کبھی میری ضد سے مجبور ہوکر کہہ دے کہ وہ پاکستان میں ہے۔ اور ہر بہانے کے پیچھے یہی مقصد کارفرما ہو کہ بیٹا ماں سے دور رہے تو ——— مجھے ایسے شخص سے محبت کرنا چاہیے یا عداوت؟"

میں نے ہونٹوں کو بھینچ کر سوچ کے ذریعے کہا۔ "تمھیں مجھ سے عداوت کرنا چاہیے اور دشمنوں سے محبت۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے کہا۔ "دشمنوں کی چال بڑی کامیاب رہی ہے۔ تم پوری طرح ان کی گرفت میں آگئی ہو۔ میں اپنی محبت سے، اپنے خلوص سے، اپنی ٹیلی پیتھی سے تمھیں اپنا بنا کر نہیں رکھ سکوں گا۔ دس بجے تک انتظار کروں گا۔ بچے کو اپنے سینے سے لگا لو اور مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے کا فیصلہ کرو۔"

"میں تمھیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

"مگر کرلو گی۔ دشمنوں کی مہربانیاں تمھیں جیت چکی ہیں، جاؤ تمھارا خدا ہی حافظ ہے۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ جب بالکل تنہائی محسوس ہوتی ہے اور چاروں طرف یوں لگتا ہے جیسے میرا اپنا کوئی نہیں ہے تو پہلے یاد و مددگاری کے عالم میں سونیا ہی یاد آتی ہے۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر رسونتی کے متعلق بتایا۔

اس وقت بابا صاحب کو سپردِ خاک کیا جارہا تھا۔ سونیا

دوسری عورتوں اور طالبات کے ساتھ اس جگہ سے بہت دور سر جھکائے مغموم کھڑی ہوئی تھی اور دماغ کے اندر میری باتیں سن رہی تھی۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے کہا "حالات ایسے ہیں کہ رسونتی کی جگہ کوئی بھی عورت ہوتی تو وہ تم سے بدظن ہو جاتی اور دشمنوں کے فریب میں آ جاتی، قصور رسونتی کا نہیں ہے۔ کچھ حالات ایسے ہیں اور کچھ تم نے حالات ایسے پیدا کر دیے بہرحال یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ رسونتی ہاتھ سے گئی"۔

"جانے والوں کو کوئی نہیں روک سکتا میری ٹیلی پیتھی بھی نہیں روک سکتی، جب اسے بچہ مل جائے گا تو میں آخری بار سمجھانے کی کوشش کروں گا"۔

"فرہاد خود کو تنہا مت سمجھو میں پارس کے لیے حفاظتی انتظامات کرنے کے بعد جلد سے جلد تمہارے پاس آ رہی ہوں"۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں میرا دل نہیں لگا۔ وہاں سے نکل کر باہر برآمدے میں پہنچا۔ رات کی تاریکی کے باوجود بجلی کی روشنی میں دور تک باغیچہ نظر آ رہا تھا۔ تازہ ہوا اور کھلی فضا میں دل چاہتا تھا کہ آزادی سے گھومتا پھرتا رہوں لیکن مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی، ایک طرح سے میں قیدی تھا اور یہ بھی میرے لیے بہتر ہی تھا۔ باہر نہ جانے دشمنوں نے اور کیسے کیسے جال بچھا رکھے ہوں، ہو سکتا ہے کہ ان کا آخری جال مجھے موت کی طرف کھینچ کر لے جائے۔

میں کالج کے اندر واپس آگیا، وقت گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہودی تنظیم کے اہم افراد کو یکے بعد دیگرے ہلاک کرنے کے بعد میں نے خود کو قانون کی نظروں میں مجرم بنا رکھا تھا اگرچہ وہ ثبوت نہیں پیش کر سکتے تھے لیکن مجھ پر پابندیاں عاید کر سکتے تھے اور یہی کر رہے تھے اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھپی نہیں رہ سکتیں، یہ میں نے وقتی طور پر چھپا رکھا تھا۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین میری حمایت کر رہے تھے لیکن دشمن، رسونتی کا دل جیتنے کے بعد اس سے کسی طرح بھی یہ حقیقت اگلوا سکتے تھے اور وہ بے وقوف عورت ایسا کر سکتی تھی اس سے کچھ بعید نہیں تھا۔

میں نے کمرے کے اندر ٹہلتے ہوئے باس انجلو سے رابطہ قائم کیا، اسے بھی رسونتی کے متعلق بتایا۔ انجلو نے کہا "جناب! یقیناً وہ پلوس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ مادام رسونتی کو بالکل اپنی طرف کر لیں گے۔ آپ سے وہ بدظن ہو رہی ہیں چند گھنٹوں کے بعد یہ بدظنی مستحکم ہو جائے گی"۔

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ اگر وہ میرے خلاف جائے گی تو ایک دن پچھتائے گی۔ لیکن اگر رسونتی نے دشمنوں کے سامنے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا اقرار کر لیا تو یہاں جتنی قتل و غارت گری ہوئی ہے میں ان سب کا مجرم ٹھیرایا جاؤں گا۔ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے اور آپ کی اسی خفیہ رہائش گاہ میں پناہ لینا چاہیے"۔

"یہی دانش مندی ہوگی، اس سے پہلے کہ یہودی کوئی دوسری چال چلیں آپ کو وہاں سے نکل جانا چاہیے ورنہ قانون کی گرفت سخت ہو جائے گی"۔

"آپ کوئی تدبیر سوچیں۔ میں یہاں سے کس طرح نکل سکتا ہوں؟"

"مجھے تھوڑی سی مہلت دیں تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد رابطہ قائم کریں، میں کوئی عمدہ سی تدبیر سوچ لوں گا"۔

میں نے بیس منٹ کا وقت گزارنے کے لیے ماسٹر واٹسو کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "آپ نے تو ہمیں بالکل ہی بھلا دیا ہے۔ میں ہر وقت آپ کا انتظار کرتا رہتا ہوں"۔

"میں بہت مصروف ہوں، چند منٹ کی فرصت ملی تو سوچا آپ سے کچھ باتیں کر لوں، یومی کیسی ہے؟"

"بخیریت ہے۔ اکثر ہنستے ہنستے کہیں کھو جاتی ہے۔ میں اس کی سوچوں کو خوب سمجھتا ہوں حالانکہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا"۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یومی کو رفتہ رفتہ صبر آ جائے گا آپ اسے جو کچھ سکھا رہے ہیں وہ اس میں اپنے آپ کو گم کر دے گی"۔

"ہم نے آپ کے مشورے کے مطابق بابا فرید واسطی کے ادارے میں جا کر رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے، یومی جانے کے لیے راضی ہے۔ کہتی تھی۔ برلن سے نکل جانا ہی بہتر ہے شاید فرہاد سے ہزاروں میل دور رہ کر اس سے ملنے کی خواہش دل میں کچھ کم ہو جائے"۔

میرے تصور میں روما نہ کا چہرہ آگیا، روما نہ یا یومی وہ ایک ہی چہرہ تھا۔ میں نے پوچھا "کب تک جانے کا ارادہ ہے؟"

"آپ باس انجلو سے کہہ دیں۔ وہ جس طیارے میں سیٹ ریزرو کرائیں گے ہم اسی میں چلے جائیں گے"۔

"آپ دونوں بالکل تیار رہیں، ہو سکتا ہے کل کسی طیارے میں سیٹ مل جائے، میں ابھی انجلو سے بات کرتا ہوں"۔

میں پھر انجلو کے دماغ میں پہنچ گیا، اس نے کہا "آپ کے کالج کے احاطے میں ماسٹر کے مسلح افراد اور پولیس والے ہیں اس احاطے سے باہر آس پاس میرے آدمی چھپے ہوئے ہیں، یہ لوگ اچانک ہی ماسٹر کے آدمیوں اور پولیس والوں پر دھاوا بول دیں گے۔ ابھی خاصی جنگ شروع ہو جائے گی۔ وہ آپس میں لڑتے رہیں گے تو آپ کالج کے پچھلے حصے سے نکل جائیے گا۔ پچھلے حصے میں میرے زیادہ آدمی موجود ہوں گے وہاں مزاحمت کرنے والوں کو ختم کر دیں گے، آپ کے لیے فرار کا راستہ صاف ہوگا۔ کالج کے پیچھے جو سڑک ہے وہاں آپ کے لیے ایک کار تیار رہے گی"۔

"فرار کے لیے تدبیر اچھی ہے لیکن میں چاہتا ہوں آپ کے آدمی جب حملہ کریں تو اس کا الزام یہودیوں پر ہو کہ انھوں نے مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں کے مسلح افراد پر حملہ کیا اور مجھ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ میں اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا"۔

"آپ کی اس تدبیر پر عمل کرنے کے لیے مجھے مزید آدھے گھنٹے کی مہلت چاہیے۔ یہاں یہودی تنظیم کے دو چار لوگ ہماری نظروں میں ہیں۔ میں ان میں سے کم از کم دو آدمیوں کو ہلاک کرادوں گا۔ لڑائی کے دوران آپ کے کالج کے احاطے میں ان کی لاشیں پھینک دی جائیں گی۔ یہ تاثر دیا جائے گا کہ یہودیوں نے حملہ کیا تھا۔ سب تو فرار ہو گئے لیکن دو مارے گئے جن کی لاشیں کالج کے احاطے میں پائی گئیں"۔

"آپ یہ بتائیں۔ کالج کے پیچھے والی سڑک پر میرے لیے جو کار ہوگی کیا اس میں کیشو رہے گا؟"

"وہی آپ کو اس خفیہ رہائش گاہ تک پہنچا سکتا ہے"۔

"مسٹر انجلو! آپ کیشو کو وہ گاڑی لے کر کہیں دور جانے کے لیے کہہ دیجیے۔ میرے فرار ہونے کیلیے کوئی دوسری گاڑی بھیجیے میں اس گاڑی میں بیٹھ کر جاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ اگر تعاقب ہوگا تو اس تعاقب کرنے والی گاڑی کے پیچھے کیشو آتا رہے گا۔ میں دماغی رابطہ قائم کر کے اسے بتا دوں گا کہ میں کس طرح تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر اس کی گاڑی میں پہنچوں گا"۔

"اچھی بات ہے۔ میں ایسے ہی انتظامات کرتا ہوں"۔

"مسٹر انجلو! آپ سے ایک کام اور لینا ہے"۔

"آپ حکم دیں، میں ہزار بار خدمات کے لیے حاضر ہوں"۔

"کل فرانس جانے والے کسی طیارے میں دو سیٹیں ریزرو کرا دیں، مسٹر واٹسو دکی اور یومی پیرس جائیں گے"۔

"ان کے جانے کے متعلق انجلو کچھ بحث کرنا چاہتا تھا۔ اسے حیرانی بھی تھی کہ یومی کو میں اس سے چھین کر باہر بھیج رہا ہوں"۔ میں نے کہا "یومی آپ کی تنظیم سے چلی جائے گی۔ اس کا افسوس نہ کریں، ابھی وہ ایک ایسا ہیرا ہے جسے تراشنے کی ضرورت ہے اور میں اسے تراشنے کے لیے ہی بھیج رہا ہوں"۔

میں نے اسے سمجھایا، پھر اس کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت سات بج کر پینتالیس منٹ ہوئے تھے، ٹھیک آٹھ بج کر بیس منٹ پر ہنگامہ شروع ہو گیا۔ باہر سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں نے کالج کے پچھلے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھا، بجلی کی روشنی میں مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ میں ماسٹر کے آدمیوں کو پہچانتا تھا وہ آنے والوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جوابی فائر کر رہے تھے لیکن کالج کے پچھلے حصے میں ماسٹر کے آدمیوں کی تعداد کم تھی، اگلے حصے میں جو لوگ تھے۔ انھیں اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ پچھلی طرف آتے کیونکہ وہاں بھی وہ انجلو کے آدمیوں سے ٹکرا رہے تھے۔

ماسٹر کا ایک آدمی دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اس نے کہا "جناب! آپ یہاں نہ رہیں، اندر چلے جائیں، اس اندھا دھند فائرنگ سے آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہے"۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو کر میرے سامنے ہی فرش پر گر پڑا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ اب پچھلی طرف ماسٹر کا کوئی آدمی نہیں تھا، ایک شخص مجھے فرار ہونے کا سگنل دے رہا تھا۔ میں وہاں سے نکلا اور تیزی سے دوڑتا ہوا احاطے کی پچھلی دیوار کو پھلانگ کر سڑک کے پاس پہنچ گیا۔ قریب ہی ایک کار کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اس کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے مجھے آنے کا اشارہ کیا، میں دوڑتا ہوا آیا پھر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا میرے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ ہوئی پھر تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

فائرنگ کی آواز دور ہوتے ہوتے گم ہو گئی تھی، میں نے ماسٹر انجلو کو مخاطب کیا "میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اس گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جا رہا ہوں"۔

انجلو نے کہا "آپ کے پیچھے کیشو گاڑی لے کر آ رہا ہے۔ وہ بہت دور ہے، اسے وہ راستے معلوم ہیں جن راستوں سے آپ کی گاڑی گزرنے والی ہے، آپ صرف تعاقب کرنے والوں کا دھیان رکھیں"۔

یہ کہہ کر اس نے ایک ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ وہ معلوم کر رہا تھا کہ کالج کے احاطے میں فائرنگ کا نتیجہ کیا ہو رہا ہے اور اس کے لوگ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو رہے ہیں یا نہیں، تھوڑی دیر بعد ہی اطلاع ملی کہ اب کالج کے آس پاس سناٹا چھا گیا ہے، چار یہودیوں کی لاشوں کو مسلح کر کے اس احاطے میں مختلف جگہ ڈال دیا گیا ہے۔ انجلو کے دو آدمی مارے گئے ہیں لیکن پولیس والے اور سپر ماسٹر کے آدمی انھیں شناخت نہیں کر سکیں گے۔

میں نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی کو کسی ایسے ویران راستے پر لے چلو جہاں تعاقب کرنے والوں کا کچھ پتہ چل سکے"۔

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ میں نے کیشو سے رابطہ

قائم کیا۔ اس نے کہا: ”میں آپ کے پیچھے کافی فاصلے پر ہوں۔ ہمارے درمیان کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آ رہی ہے جسے ہم مشکوک کہیں۔“

میں نے کہا: ”گاڑی کو اب ویران راستے پر لایا جا رہا ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں، اسی طرف چلے آؤ۔“

میں راستے کے اطراف عمارتوں اور بڑے بڑے اشتہاری بورڈ دیکھ دیکھ کر بتانے لگا کہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں۔ کیشو اسی کے مطابق ہمارے پیچھے آنے لگا۔ بہت دور جانے کے بعد یقین ہو گیا کہ کوئی ہمارے تعاقب میں نہیں ہے۔ میں نے کہا: ”کیشو، تم کار کی رفتار بڑھاؤ اور ہماری گاڑی سے آگے نکل جاؤ گے۔“

اس نے یہی کیا۔ جب وہ ہماری گاڑی سے بہت دور نکل گیا تو میں نے کہا: ”اب تم گاڑی کو موڑ کر سڑک کے کنارے کھڑے رہو۔ میں آتا ہوں۔“

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب میری گاڑی اس گاڑی کے قریب پہنچی تو میں نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ میں اس میں سے اتر کر کیشو کی کار کی پچھلی سیٹ پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد پھر خفیہ رہائش گاہ کی طرف ہمارا سفر شروع ہو گیا۔

اس وقت تک پولیس کے کچھ افسران اور زنگون کا ماسٹر وغیرہ اس کالج میں پہنچ گئے تھے اور معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ آخر یہ جھڑپ کس سے ہوئی؟ یہ آدمی کیسے مارے گئے؟ میں نے زنگون کے ماسٹر کے دماغ میں سوچ پیدا کی: ”یقیناً یہودیوں نے یہ ہنگامہ کیا ہے۔ فرہاد نے ان کے آدمیوں کو مارا تھا۔ انھوں نے یہ جوابی کارروائی کی ہے۔“

ماسٹر نے یہی بات پولیس کے ایک آفیسر سے کہی۔ آفیسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: ”ایسا ہو سکتا ہے۔ مسٹر فرہاد اور یہودیوں کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ یہودی تنظیم کے جو لوگ مارے گئے ہیں، اگر ان کی موت میں فرہاد صاحب کا ہاتھ ہے تو پھر یقیناً انھوں نے بھی جوابی کارروائی کی ہے۔“

آفیسر کے حکم پر یہودی تنظیم کے کسی آدمی کو ٹیلی فون کر کے بلایا گیا۔ اس کے آنے میں ذرا وقت لگتا۔ اس لیے میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھی بے چینی سے دس بجنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت نو بجنے والے تھے۔ اس کے تصور میں فرضی پارس تھا۔ وہ سوچ رہی تھی: ”میں کیا کروں؟ جب میرا بیٹا مجھے مل جائے گا تو میں اسے کہاں چھپاؤں؟ میں کس مشکل میں پڑ گئی ہوں، نہ بیٹے سے دور رہ سکتی ہوں، نہ شوہر کو برا کہہ سکتی ہوں حالانکہ انھوں نے اب تک میرے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا ہے۔“

میں نے اس کی سوچ میں کہا: ”ہو سکتا ہے کہ وہ اچھے کرتے آ رہے ہوں اور دشمن ان کی اچھائیوں کو بگاڑتے چلے آ رہے ہوں۔ تجھے دوسرے پہلوؤں سے بھی غور کرنا چاہیے۔“

اس کی اپنی سوچ نے کہا: ”میں کیا غور کروں؟ کیسے ان کی حمایت میں سوچوں؟ جس پہلو سے بھی غور کرتی ہوں، ان کی خود غرضی ظاہر ہوتی ہے۔ بیٹے کو صرف اپنے مزاج کے مطابق پروان چڑھانے کے لیے وہ اتنی دشمنی پر اتر آئے کہ مجھ سے دور رکھا اور جھوٹ بولتے رہے کہ وہ پاکستان میں ہے۔“

میں اس کی سوچ میں پھر اسے سمجھانا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کہا: ”ہیلو!“

دوسری طرف سے کسی پولیس آفیسر کی آواز سنائی دی: ”مادام! جس کالج سے آپ آئی ہیں وہاں دو پارٹیوں کے درمیان زبردست فائرنگ ہوئی ہے۔ اس فائرنگ کے دوران فرہاد صاحب فرار ہو گئے ہیں یا فرار ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہم آپ سے پھر درخواست کرتے ہیں۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہوں تو اس بات کو نہ چھپائیں۔ اگر وہ آپ سے رابطہ قائم کرتے ہوں تو ان سے یہ ضرور معلوم کریں کہ کالج کے آس پاس جو مسلح افراد ان کی حفاظت پر مامور تھے، ان پر کس نے فائرنگ کی؟ کس نے انھیں ہلاک کیا یا وہ کہاں گم ہو گئے ہیں؟“

رسونتی نے حیران اور پریشان ہو کر پوچھا: ”کیا وہ کہیں گم ہو گئے ہیں؟ کالج چھوڑ کر بھلا کہاں جا سکتے ہیں؟ ان کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ ان کے دشمنوں کی چال ہے۔ انھیں کوٹھی سے باہر نکلنے اور سڑکوں پر بھٹکنے پر مجبور کیا گیا ہے تاکہ انھیں آسانی سے نشانہ بنایا جا سکے۔ پلیز! آپ لوگ انھیں تلاش کریں۔ ان کی اچھی طرح حفاظت کریں۔“

”ہم انھیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لیے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ کیا انھوں نے آپ سے دماغی رابطہ قائم کیا ہے؟“

”میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ انھوں نے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا ہے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔“

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ اب وہ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ دشمن مجھے کالج سے باہر نکال کر مار ڈالیں گے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: ”ایک طرح سے اچھا ہی ہے۔ اگر وہ مر جائیں گے تو میں کچھ دنوں تک ماتم کروں گی۔ پھر اپنے بچے سے مل جاؤں گی۔ میرا بچہ ان کی کمی پوری کر دے گا۔“

وہ بے اختیار چیخ کر بولی: ”نہیں۔ میری سوچ کو آگ لگ جائے۔ میرے دماغ میں یہ بات آئی کیسے؟ اس سے پہلے کہ

انھیں کچھ ہو، میں اپنی جان دے دوں گی۔“

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا: ”میں اپنی جان دوں گی تو میرے بیٹے کی پرورش کون کرے گا؟ وہ تو ہاتھ سے پلے ہوں گا۔ مجھے صرف اپنے بیٹے کے متعلق سوچنا چاہیے۔“

وہ نہیں نہیں کے انداز میں بار بار سر ہلانے لگی۔ انکار کرتے ہوئے بولی: ”نہیں، میری زندگی میں صرف میرا بچہ ہی اہم نہیں ہے۔ وہ بھی ہیں اور وہ نہیں ہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

میں نے اسے الجھتے رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر اس پولیس آفیسر کے دماغ میں آیا جس نے ابھی رسونتی سے فون پر بات کی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا: ”رسونتی نے ایسے وقت بھی فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا اقرار نہیں کیا۔ شاید فرہاد واقعی ٹیلی پیتھی نہ جانتا ہو۔ ایسے وقت جبکہ وہ دشمن کی فائرنگ سے ہراساں ہو کر کالج سے بھاگ گیا ہے تو کبھی نہ کسی سے رابطہ ضرور قائم کرتا۔ رسونتی کو ضرور بتاتا کہ جن دشمنوں کی وہ حمایت کر رہی ہے، انھوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔“

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ کیشو نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا: ”جناب! آپ کی رہائش گاہ قریب آ گئی ہے لیکن پورے علاقے میں بجلی گئی ہوئی ہے۔ اندھیرے میں کوٹھی کے اندر داخل ہونا مناسب نہیں ہے۔ میرے پاس ٹارچ نہیں ہے۔ آپ حکم دیں تو ہم شہر کی طرف واپس چل کر ایک ٹارچ خرید لیں۔“

”واپس چلو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں کسی اچھے سے ریستوراں میں بیٹھ کر کھانا کھا لوں؟“

اس نے گاڑی کو واپس موڑتے ہوئے کہا: ”ابھی کسی دکان سے میک اپ کا سامان مل جائے گا لیکن آپ گاڑی میں بیٹھ کر اس ناکافی روشنی میں میک اپ کریں گے تو کوئی خامی رہ جائے گی۔“

”تم میرے گیٹ اپ کو بدلنے کا سامان لے آنا۔ میں میک اپ نہیں کروں گا۔ مثلاً مونچھیں، داڑھی، آئی لینس، ایک چھوٹا سا مسّہ جسے میں چہرے کے کسی حصے پر چپکا لوں گا۔ اس طرح گیٹ اپ بدلے گا تو چہرہ پہچان میں نہیں آئے گا۔“

وہ کار ڈرائیو کرنے لگا۔ میں زنگون کے ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ کالج میں تھے۔ اس وقت یہودی تنظیم کے دو آدمی آ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے آدمیوں کی لاشوں کو شناخت کرتے ہوئے کہا: ”یہ ہمارے آدمی ہیں لیکن یہ خواہ مخواہ حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ یقیناً فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں یہاں آنے پر مجبور کیا ہوگا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی دوسروں سے فائرنگ کرائی ہے اور ان کے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس کے بعد یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔“

پولیس آفیسر نے غصے سے کہا: ”آپ بکواس کرتے ہیں۔ یہاں فائرنگ باہر سے آنے والوں نے کی تھی۔ اس کے گواہ یہاں موجود ہیں۔ فرہاد نے کالج میں بیٹھے بیٹھے باہر کن لوگوں سے فائرنگ کرائی جبکہ تمہارے یہ۔۔۔ آدمی یہاں فائرنگ کرتے ہوئے آئے تھے اور مارے گئے ہیں۔ جب کوئی بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہے تو ساری بات ٹیلی پیتھی پر توڑتے ہو۔ سارا الزام ٹیلی پیتھی پر آتا ہے۔ کوئی ہوش کی بات کرو۔“

اس یہودی نے کہا: ”جناب! یہ عجیب سی بات ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہے اور اس وقت ہم اس کے خلاف یہ ثابت نہیں کر سکتے لیکن جلد ہی ثابت کر دیں گے۔“

”جب ثابت کرو گے تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو تمہارے آدمیوں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور اسے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ ہم اسے کہاں تلاش کریں؟ وہ تو ہم پر بھی اعتماد نہیں کرے گا کیونکہ پولیس والوں کی نگرانی میں یہ سب کچھ ہوا ہے؟“

کیشو نے ایک دکان کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہاں سے کچھ خریدنے کے لیے گیا۔ پھر واپس آ کر پچھلی سیٹ پر تمام سامان رکھتے ہوئے بولا: ”یہی کچھ حاصل ہو سکا ہے۔ میں گاڑی آگے بڑھاتا ہوں۔ آپ اندرونی روشنی میں چہرے کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اگر یہ روشنی ناکافی ہوئی تو پھر کسی کمرے میں بیٹھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔“

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے کار کی اندرونی لائٹ کو آن کیا۔ پھر ان چیزوں کا جائزہ لینے لگا جو وہ لے کر آیا تھا۔ پہلے میں نے ڈیڑھ ڈیڑھ مونچھیں اٹھائیں، آئینہ دیکھ کر انھیں ناک کے نیچے لگایا۔ مونچھیں گھنی تھیں۔ اوپری ہونٹ کا کچھ حصہ چھپ گیا تھا۔ لوگ مجھے اس بدلتی ہوئی صورت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ کار تیزی سے گزرتی جا رہی تھی۔ جن گزرنے والوں نے مجھے بغیر مونچھوں کے دیکھا ہوگا، اگلے گزرنے والے مجھے مونچھوں کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ پھر اگلے گزرنے والوں نے میری بائیں آنکھ کے نیچے ایک مسّہ دیکھا ہوگا۔ کیشو نے ایک بہت بڑے ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس وقت تک آئی لینس کے ذریعے میری آنکھیں بدل گئی تھیں۔ بھویں کچھ گھنی ہو گئی تھیں۔ اب مجھے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

کیشو نے کہا: ”یہ ہوٹل آپ کے شایانِ شان ہے۔ یہاں مشرقی کھانے ملتے ہیں۔“

”کیا تم نہیں کھاؤ گے؟“

”میں بعد میں کھا لوں گا۔ یہاں آپ کا انتظار کروں گا۔“

”میرے ساتھ چلو۔ آج میرے ساتھ کھاؤ گے۔“

وہ خوش ہو کر بولا "جناب! میری اتنی عزت افزائی آپ نے تو مجھے آسمان پر چڑھا دیا ہے۔ میں آج کی رات کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

ہم کار سے باہر آ گئے۔ اس نے کار کو لاک کیا۔ پھر میں اس کی رہنمائی میں ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ ہوٹل کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازے سے داخل ہونے پر بار نظر آتا تھا۔ لوگ وہاں بیٹھ کر شراب پیتے تھے۔ جو لوگ شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ ان کے لیے دوسرا دروازہ تھا کیونکہ … اس دوسرے دروازے سے گئے۔ وہاں ایک بڑا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس بورڈ پر ہوٹل کے تمام حصوں اور ان میں ملنے والی اشیا کی فہرست موجود تھی۔ ایک جگہ "ریستوران" کے نیچے "دلکش مشرقی رقص ہو رہا ہے" لکھا تھا۔

ہم لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچے۔ وہاں ایک بہت بڑا ہال نظر آیا۔ ہال کے وسط میں ایک دائرہ نما اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس اسٹیج پر رقص اور موسیقی کا پروگرام جاری تھا۔

کیشو نے بیرے سے چند کھانوں کا انتخاب کیا۔ اس کے نمبر لکھ کے ویٹر وہاں سے چلا گیا۔ تو میں نے کہا "اب مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کار سے اتر کر کسی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ پولیس کے افسران تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ یہودیوں نے اسے اس کوٹھی میں بلایا ہے وہاں اس کا بچہ موجود ہے۔ ممتا کے جذبے سے بھرا ہوا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کوٹھی کے دروازے پر ایک یہودی اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور ایک کاغذ آگے بڑھا دیا۔ رسونتی نے اسے لے کر پڑھا۔ انگریزی میں لکھا تھا۔

"مادام! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ افسوس کہ زبان کھول نہیں سکتے۔ آپ کے فرہاد صاحب ہماری کھوپڑی کھول کر رکھ دیں گے۔ بہرحال تشریف لائیے۔"

وہ آگے بڑھ گیا۔ رسونتی اور دوسرے افسران اس کے پیچھے چلنے لگے۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ایک اور یہودی نے جھک کر نمستے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ پھر ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ رسونتی نے اسے بھی لے کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"مادام! ہم آپ کو آپ کی زندگی کا سب سے خوب صورت سب سے اہم تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ تحفہ جسے آپ کے جیون ساتھی نے پیدا ہوتے ہی چھین لیا تھا۔ ہم اسے پھر آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ آئیے تشریف لائیے۔"

وہ اس دروازے سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ رسونتی اور افسران اس کے پیچھے چلنے لگے۔ ایک کمرہ خواب گاہ کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس پر ریشمی چادر بچھی ہوئی تھی، مسہری کا باریک پردہ لہرا رہا تھا۔ اس پلنگ پر ایک ننھے سے بچے کے لیے ریشم ملائم بستر بچھا ہوا تھا اور اس بستر پر وہ نظر آ رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی رسونتی تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی "میرا بچہ، میرا لال، میرے جگر کا ٹکڑا۔"

اس نے اس بچے کو اٹھا لیا۔ سب سے پہلے اس کے داہنے شانے کو دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر اپنے سینے سے لگانے لگی۔ کبھی چومنے لگی۔ کبھی اپنے دل کی دھڑکنوں سے … اپنی ممتا کو تسکین پہنچانے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر … سوچ رہی تھی کہ فرہاد … یہ بھی تو سوچیں کہ یہ ننھا سا جگر کا ٹکڑا اپنی ماں سے دور کیسے … کے ہاتھوں میں رہا ہوگا۔"

میں خاموش رہا۔ ایک آفیسر نے پوچھا "مادام! کیا فرہاد صاحب اس وقت موجود ہیں؟"

رسونتی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں وہ نہیں ہیں۔ میں کتنی بدنصیب ہوں کہ بیٹا ملا ہے تو شوہر بچھڑ گیا ہے۔ ایک ملتا ہے دوسرا نہیں ملتا۔ پلیز! انہیں تلاش کریں۔ میں انہیں دکھانا چاہتی ہوں، بتانا چاہتی ہوں کہ میرا بیٹا میرے پاس آ گیا ہے۔ وہ بھی آ کر دیکھ لیں۔"

یہ کہنے کے بعد وہ سوچ کے ذریعے بولنے لگی "فرہاد! تم کہاں ہو؟ کہیں بھی ہو مگر سوچ کے ذریعے مجھ سے رابطہ تو قائم کر سکتے ہو۔ یہ تو دیکھ سکتے ہو کہ اس وقت ہمارا بیٹا میری گود میں ہے۔ تمہیں معلوم تھا کہ دس بجے مجھے میرا بیٹا مل جائے گا پھر تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آئے اور اگر آئے ہو تو خاموش کیوں ہو؟" وہ چپ ہو کر انتظار کرنے لگی۔ وہ پھر بولی "تم ناراض ہو، میں تمہارے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تم موجود رہو گے پھر بھی نہیں بولو گے، چپ چاپ تماشا دیکھتے رہو گے۔"

اس کمرے کا ایک اور دروازہ کھلا۔ وہاں ایک لانبے قد کا صحت مند آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی جسامت اور صحت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ورزش کرنے والا ایمن ہے اور وہ کوئی اچھا فائٹر ہوگا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا "میں یہاں کے پولیس افسران کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جناب! یہ بچہ یہاں سے بہت دور دریائے اراودی کے کنارے سرخ پیگوڈا میں لے جا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں فرہاد کے آدمی اس کی نگرانی کرتے تھے۔ ہم نے مقابلے میں ان سب کو ختم کر دیا۔ کچھ بھاگ گئے۔ میں اس بچے کو لے کر آیا ہوں۔ اب مسٹر فرہاد کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ موجود ہیں تو میرے دماغ میں پہنچ کر بتائیں۔"

میں سمجھ گیا وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ میرے دماغ میں پہنچتے ہی مجھے محسوس کر لے گا۔ اس لیے میں رسونتی کے پاس ہی رہا۔

ایک پولیس آفیسر نے اس قد آور شخص سے پوچھا "مسٹر! آپ کی تعریف؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یوں تو میرا نام جان اسٹیورڈ ہے لیکن فارایسٹ کے بڑے بڑے بدمعاش مجھے کلر آف دی … قاتل کہتے ہیں۔ میں یہودی تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں اور … کے لیے میں نے یہ خدمات انجام دی ہیں … میرے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا اس لیے آزادانہ گفتگو کر رہا ہوں۔ مادام سے پوچھتا ہوں اب وہ کیا کرنا چاہتی ہیں۔ کیا اس بچے کو پھر فرہاد کے پاس لے جائیں گی؟"

رسونتی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بچے کو سینے سے لگا کر بھینچ لیا … میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہوں … رسونتی بچے کو ان کے پاس لے جاتے ہوئے ڈرتی ہے … پھر مجھ سے جدا نہ کر دیا جائے۔"

کلر … نے کہا "میں ایک مشورہ دیتا ہوں۔ آپ اپنے بچے کے ساتھ اپنے جیون ساتھی کے ساتھ … جہاں آپ کے لیے یہ خطرہ نہ ہو کہ بچے کو آپ سے چھین لیا جائے گا۔"

"میں ایسی جگہ رہنا چاہتی ہوں جہاں وہ اعتراض نہ کریں۔"

"مادام! … ضرور اعتراض کریں گے کیونکہ وہاں وہ آپ کے بچے کو آپ سے جدا نہیں کر سکیں گے۔ ہم آپ کے چاروں طرف … نگرانی کرتے رہیں گے کہ بچے کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

"… طرح چاہتی ہوں تم لوگ میرے دوست ہو اور فرہاد کو بھی دوست بنانا چاہتے ہو لیکن وہ کسی بھی یہودی کے … نہیں کریں گے۔ میں کیا کروں سمجھ نہیں آتا۔"

"ایک آخری راستہ یہی ہے کہ آپ بچے کے ساتھ ہماری … میں رہیں۔ جب فرہاد صاحب سے ملنا چاہیں تو ان کے پاس … سے چلی جائیں۔ دو چار روز یا دو چار ہفتے ان کے ساتھ رہنے کے بعد پھر اپنے بچے کے پاس واپس چلی آئیں۔ اسی طرح بچے کی حفاظت ہوتی رہے گی۔ دوسری طرف شوہر کی محبت بھی ملتی رہے گی۔ ہمارا خیال ہے اگر فرہاد صاحب آپ سے اور بچے سے مخلص ہیں تو اتنے اچھے مشورے پر اعتراض نہیں کر سکیں گے کیونکہ اس میں دشمنی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں نے اپنے طور سے سوچا۔ واقعی جو چال وہ چل رہے تھے اس سے دشمنی کا اظہار نہیں ہوتا تھا، ہر طرح سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ رسونتی کے لیے بہت ہی مخلص ہیں اور مجھ سے بھی مخلصانہ طور پر دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ میں ہی ایک ضدی اور ہٹ دھرم ہوں کہ ان سے دشمنی کر رہا ہوں۔ ان کی چال بڑی کامیاب ہو رہی تھی۔ خصوصاً رسونتی بری طرح متاثر ہوتی جا رہی تھی۔

اس نے جان اسٹیورڈ سے کہا "یہ تدبیر بہت اچھی ہے۔ جب تک مجھے یہ اعتماد نہ ہو جائے کہ میرے شوہر میرے بچے کو آئندہ مجھ سے چھین کر نہیں لے جائیں گے اس وقت تک میں بچے کو آپ لوگوں کی نگرانی میں رکھوں گی۔ کبھی ان سے ملنے چلی جایا کروں گی اور کبھی اپنے بچے کے پاس آیا کروں گی۔"

میں اس کے دماغ سے باہر آ گیا۔ اسے سمجھانا یا اس سے رابطہ قائم کرنا فضول تھا۔ … دماغ میں یہودی … پھیلا ہوا تھا۔ … ایک ویٹر … لے آیا … نے کھانا شروع کرتے ہوئے سعید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ سلمیٰ سے ان کا نکاح پڑھایا جا چکا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر بہت پریشان تھے۔ سلمیٰ کو پالینے کی خوشی بھی تھی اور پارس کے … ہونے کا افسوس بھی تھا۔ میں نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ پارس یہاں پہنچ گیا ہے اور رسونتی کی گود میں ہے۔"

انھوں نے خوش ہو کر کہا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا میرا دل رکھنے کے لیے باتیں بنا رہے ہو؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ریحانہ اور کمالی بہت پریشان ہوں گی۔ انہیں یہ خوش خبری سنا دیں، شادی کے گھر کو ماتم نہ بنائیں۔"

"میں ابھی انہیں یہ خوش خبری سنا رہا ہوں۔ جاوید سے کہہ دیجیے کہ وہ دونوں پرسوں تک رنگون پہنچ جائیں گی۔ میں بتاؤں گا کہ کس فلائیٹ سے آ رہی ہیں۔"

میں نے تھوڑی دیر ان سے باتیں کیں۔ پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ رسونتی مجھ سے بدظن ہو گئی ہے اور آئندہ پتہ نہیں کتنے عرصے کے لیے ہم ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔

میں نے کیشو سے کہا "میری خیال خوانی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ اب میں سوچنا نہیں چاہتا۔ اس لیے باتیں کرو، میں باتیں سنتا رہوں گا۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا۔ میں اس کی باتیں سننے کے دوران کبھی کبھی اسٹیج کی طرف دیکھتا تھا جہاں مشرقی موسیقی پر مشرقی رقص پیش کیا جا رہا تھا ـــ میں اپنے آپ کو بہلانے اور رسونتی کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے اس ماحول میں دل چسپی لینے لگا۔ کھانے کے بعد میں نے عادت کے مطابق ایک کپ چائے پی

پھر بل ادا کرنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

میں کیشو کے ساتھ باہر آیا، پھر کار میں بیٹھ کر اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ وہاں بجلی آ گئی تھی۔ احتیاطاً ہم نے ٹارچ بھی لے لی تھی۔ اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے کیشو سے کہا "تم چاہو تو یہاں کوٹھی میں رات گزار سکتے ہو یا جا سکتے ہو، تمھاری مرضی ہے۔"

"جب آپ نے اجازت دی ہے تو میں دوسرے کمرے میں رات گزار لوں گا، آپ اطمینان رکھیں، میں نے دروازوں کو اندر سے بند کر دیا ہے۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر سونیا کو مخاطب کیا۔ سونیا نے کہا "تم مرجانہ سے رابطہ قائم کرو۔"

"میں نے مرجانہ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے دماغ میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچوں گا۔"

"وہ اعتراض نہیں کرے گی، تم اس کے پاس جاؤ۔"

میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا "فرہاد کیا تم ہو؟"

"ہاں، سونیا نے کہا تھا تم اعتراض نہیں کرو گی اس لیے آگیا ہوں۔"

"غیروں جیسی باتیں کر رہے ہو" میں نے کہا "میں تم سے ناراض نہیں ہوں، بس یہی کہا ہے کہ میرے پاس زیادہ نہ آیا کرو۔ میں اپنی زندگی کا راستہ بدل رہی ہوں اور کسی اچھے جیون ساتھی کی تلاش میں ہوں، اس کے بعد میں اپنی ایک الگ تھلگ زندگی گزاروں گی۔"

"یہ تو میں پہلے بھی تمھاری زبان سے سن چکا ہوں، کوئی نئی بات؟"

"ہاں تمھارا بیٹا خیریت سے ہے اور اس وقت ہم اسے یہاں سے نکال کر لے جا رہے ہیں۔"

"پارس کو کیسے لے جاؤ گی؟"

"یہاں بابا صاحب کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے جو لوگ آئے ہیں ان میں بچے والی عورتیں بھی ہیں، کئی عورتوں کی گود میں بچے نظر آ رہے تھے۔ ہمارے دماغ میں یہی تدبیر آئی کہ ہم کسی کا روپ اختیار کریں اور پارس کو یہاں سے نکال کر لے جائیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "اچھی تدبیر ہے۔"

"اگر یہ تدبیر پسند ہے تو...."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ایک عورت کمرے میں داخل ہوئی، اس نے مرجانہ سے کہا "میں جانے کے لیے بالکل تیار ہوں، بچہ مجھے دے دو۔"

مرجانہ نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! یہ جو مجھ سے باتیں کر رہی ہے یہ تمھاری سونیا ہے، سونیا کا لب و لہجہ بدلا ہوا ہے، تم ہی بدلے ہوئے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچ سکتے ہو۔"

میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا، تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ پھر آگے بڑھ کر جمیلہ سے بولی "بچہ مجھے دے دو۔"

بچہ اسے دے دیا گیا، مرجانہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "سونیا اپنے پارس کو اس یقین سے لے جاؤ کہ تمھارے آس پاس مسلح محافظ موجود ہیں، سب سے بڑی بات یہ کہ تمھارے دماغ پر ٹیلی پیتھی کی گرفت ہے اور ٹیلی پیتھی دشمنوں کو مارتی ہے، دوستوں کو زندہ رکھتی ہے۔"

سونیا بچے کو سینے سے لگا کر مرجانہ سے باتیں کرتے ہوئے کمرے سے باہر آئی، باہر کچھ مسلح طلبا اور طالبات نظر آ رہے تھے۔ وہ کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے آگے پیچھے چلنے لگے۔ ہوسٹل کی عمارت کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ مختلف ممالک سے بابا صاحب کے بہت سے عقیدت مند آئے ہوئے تھے۔ ایک عقیدت مند نے سونیا کی گود میں بچے کو دیکھ کر پوچھا "ہیلو مادام! آپ اتنی سردی میں بچے کو لے کر کہاں جا رہی ہیں؟"

سونیا نے جواب دیا "بابا صاحب کا حکم تھا کہ مجھے فرہاد کے پاس برما جانا چاہیے۔ میرا ذاتی طیارہ رنگون کے لیے چارٹرڈ ہو چکا ہے۔"

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک طالب علم سے کہا "اوہ پیڈرو! میں کچھ اپ سیٹ ہوں۔ کمرے میں باسکٹ بھول آئی ہوں، اس میں بچے کا دودھ اور گرم کپڑے وغیرہ ہیں۔"

"میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

پیڈرو چلا گیا، میں نے سونیا کے دماغ میں کہا "بہت اچھی ایکٹنگ کر رہی ہو اس طرح تمھیں یہاں سے جانے میں کچھ دیر ہو جائے گی۔ ابھی جس عقیدت مند نے تم سے بات کی تھی وہ جا چکا ہے اب اس کے ذریعے یہ خبر دور تک پھیل جائے گی کہ تم بچے کو لے کر یہاں سے نکل رہی ہو۔"

سونیا نے مرجانہ سے کہا "شاید میں ایئرپورٹ تک نہ پہنچ سکوں، مجھے راستے ہی میں گھیر لیا جائے گا۔"

مرجانہ نے کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا "کوئی بات نہیں، میں دوسری گاڑی میں تمھارے پیچھے آ رہی ہوں۔"

وہ دوسری گاڑی کی طرف چلی گئی، پیڈرو تمام پلاننگ سے واقف تھا۔ اس نے ذرا دیر سے باسکٹ لا کر دی۔ اس کے بعد سونیا وہاں سے پیرس کی طرف روانہ ہو گئی۔ ایئرپورٹ تک پہنچنے میں ڈھائی گھنٹے لگ گئے۔ میں اس کے دماغ میں برابر موجود رہا، کبھی اس سے باتیں کرتا رہا، کبھی خاموش رہا۔ ایئرپورٹ پر بابا صاحب کے ادارے کے چند اہم افراد پہلے سے موجود تھے انھوں نے طیارے کی روانگی کے سلسلے میں تمام قانونی کارروائیاں مکمل کر لی تھیں۔

سونیا اپنے نام کے ذاتی طیارے میں پہلی بار سوار ہوئی، وہ طیارہ کتنی حیرت انگیز خصوصیات کا حامل ہے یہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ اس میں سفر کرنے کے دوران مسافر اندرونی و بیرونی ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہتے تھے۔ طیارہ خواہ زمین پر ہو خواہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہو، ہر طرح کی سچویشن میں بچاؤ کی کئی تدابیر تھیں، پیراشوٹ کا معقول انتظام تھا۔ ہنگامی حالات میں تباہ ہونے والے طیارے سے پیراشوٹ کے ذریعے نجات حاصل کی جا سکتی تھی۔

بہرحال اس طیارے میں پہنچنے کے بعد سونیا کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ طیارہ اپنی منزل کی طرف پرواز کرنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا "برما میں یہودیوں نے میرے خلاف بڑی سازشیں کی ہیں، رسونتی کو ایک بار پھر میرے خلاف بھڑکا دیا ہے جس بچے کو میں نے پاکستان میں رکھا تھا اسے یہودیوں نے اغوا کیا اور رسونتی کے پاس پہنچا کر یہ تاثر دیا گیا کہ میں اس کا دشمن ہوں اور وہ دوست ہیں۔"

میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا نہ کہہ سکا۔ اس وقت اسپیکر سے آواز ابھر رہی تھی "مادام سونیا! ہم آپ کو آپ کے طیارے میں خوش آمدید کہتے ہیں، اس طیارے پر کتنی خوب صورتی سے جلی حرفوں میں آپ کا نام لکھا ہوا ہے، دنیا میں آپ کی کتنی شہرت ہے، خطرناک تنظیمیں آپ کو ذہین بھی کہتی ہیں اور مکار بھی لیکن کبھی کبھی عمدہ ذہانت اور خطرناک مکاریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔"

کہنے والا تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جہاز کا پائلٹ تھا۔ طیارے کو کنٹرول کرنے کے دوران سونیا کو مخاطب کر رہا تھا، میں نے اس سے پوچھا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں یہودی تنظیم کا ایک ادنیٰ خادم ہوں، تمھارا پائلٹ مر چکا ہے۔ اس کی جگہ میں نے لی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پرواز کے دوران صرف تم ہی سونیا کی مدد کے لیے پہنچ سکتے ہو، بلاوجہ مدد کرو، میرے دماغ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔ میں چشم زدن میں طیارے کو تباہ کر دوں گا، ایسا نہ کر سکا تو یہاں ایک ٹائم بم لگا ہوا ہے وہ اپنے مخصوص وقت میں بلاسٹ ہو جائے گا۔"

اسی وقت پائلٹ روم کا دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ سونیا گھبرا کر دروازہ پیٹ رہی تھی۔ میں پائلٹ کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں آگیا۔ اب اسپیکر سے آواز آ رہی تھی "سونیا! تم اپنی ذہانت اور مکاریوں کے باوجود یہ بھول گئیں کہ جب یہ طیارہ رنگون کے لیے چارٹرڈ کیا جائے گا اور اس سلسلے میں قانونی کارروائیاں ہوں گی تو یہ باتیں ہم سے چھپی نہیں رہیں گی۔ یہ خبر ہم تک پہنچ جائے گی۔ دیکھ لو ہم تم تک پہنچ گئے ہیں، اب تمھارا جو حشر ہوگا اس کے پیش نظر تم اپنے بچاؤ کی کوششیں کر سکتی ہو، میں کوشش نہیں کروں گا، مجھے تو تمھارے ساتھ مرنا ہی ہے، مجھے فخر ہے کہ اپنی تنظیم اور اپنی قوم کی خاطر میں دنیا کی سب سے مکار عورت اور فرہاد کی سب سے اہم ساتھی کو ختم کر رہا ہوں۔"

سونیا نے بچے کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ ایک ایک سیٹ کے پاس جا رہی تھی۔ ایک ایک بٹن کو دبا کر بچاؤ کا راستہ ڈھونڈ رہی تھی مگر سارے بٹن بیکار ہو گئے تھے۔ دشمنوں نے پہلے ہی تمام میکینزم کو ناقابلِ استعمال بنا دیا تھا۔

پھر اچانک ہی ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک بلا کی سناٹا چھا گیا۔ وہ مکمل دھماکا اس لیے سنائی نہیں دیا کہ کچھ سنانے کے لیے سونیا کا دماغ باقی نہیں رہا تھا دماغ اس لیے باقی نہیں رہا کہ سونیا اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی اس طیارے کا کیا حشر ہوا، میں نہیں جانتا، اندازہ کر سکتا تھا کہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر اس کے پرخچے اڑ گئے ہوں گے نہ پائلٹ بچا ہوگا، نہ سونیا اور نہ ہی بچہ۔

کل صبح سونیا اور پارس کی موت کی خبر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے گی تو تمام خطرناک تنظیمیں جشن منائیں گی، یہودی شراب کے جام کے جام لنڈھائیں گے۔ دیوانہ وار رقص کریں گے۔

اور وہ ایسا کیوں نہ کریں، انھوں نے سونیا کو مار کر آدھے فرہاد کو مار ڈالا تھا۔ فرہاد علی تیمور کی داستان کا وہ دل چسپ باب ختم کر ڈالا تھا جو سونیا کے دم قدم سے تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنی جانِ حیات سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ قہقہے لگاتے ہوئے ریوالونگ چیئر پر ادھر سے ادھر گھوم گئی۔ پھر اس نے بڑے متحکم لہجے میں کہا۔

"میں نے یہودیوں کو ان کی چال لوٹا دی۔ پھر نہ کہنا کہ سونیا کسی کا ادھار رکھتی ہے۔"

دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے ریوالونگ چیئر پر ادھر سے ادھر گھوم کر دیکھا۔ پیڈرو دروازہ کھول کر اندر آ رہا تھا، اس نے کہا۔
"مادام! میک اَپ کا سامان تیار ہے، آجائیے۔"
"تم چلو، میں آ رہی ہوں۔"
وہ چلا گیا۔ سونیا نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! میں ایک کیسٹ سنا رہی ہوں۔ تم اسے سُن کر ایک عورت کے دماغ میں پہنچو اور اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرو۔"
میں نے پوچھا "وہ عورت کون تھی جو طیارے میں بچے کے ساتھ ہلاک ہوگئی؟"
اس نے جواب دیا "دنیا کے بہت سے ممالک سے بابا کے عقیدت مند آتے تھے۔ ان کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے ان میں سے کچھ اب تک موجود ہیں ان میں عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی۔ ہم نے ایسی عورتوں کو نظر میں رکھا تھا جن کے ساتھ پارس کی عمر کے بچے تھے۔"
اس نے میز کی دراز کھول کر ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکالا۔ پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے کہا "ایسی چھ عورتیں تھیں۔ ان میں سے دو جو دشمن کی آلۂ کار تھیں، میرے قد اور جسامت کے مطابق تھیں۔ ہم نے ان دونوں میں سے ایک کو سونیا بنا کر اس کے بچے کے ساتھ طیارے میں روانہ کر دیا۔ جب تک میں اور پارس روپوش رہیں گے دشمن بغلیں بجاتے رہیں گے کہ انھوں نے ہمیشہ کے لیے ہمیں ختم کر دیا ہے۔"
"اس عورت کا نام کیا تھا جو اپنے بچے کے ساتھ ختم ہوگئی؟"
"اس کا نام جینیفر تھا۔"
"دشمن یہ سمجھ رہے ہیں کہ سونیا پارس کے ساتھ ختم ہوگئی ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن دشمن اپنی اس آلۂ کار جینیفر اور اس کے بچے کو ضرور تلاش کریں گے۔"
"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں، یہ کیسٹ سنو۔ یہ دوسری عورت کا کیسٹ ہے جسے ہم نے قید کر رکھا ہے۔ اس کا نام لِلی ہے۔ اس کے پاس بھی پارس کی عمر کا ایک بچہ ہے۔ ہم نے لِلی کے چہرے پر جینیفر کا میک اَپ کر دیا ہے اور اس کے بچے پر جینیفر کے بچے کا میک اپ ہو چکا ہے۔ اس طرح اب لِلی جینیفر بن کر جینیفر کے شوہر کے ساتھ جائے گی۔ اس کی روانگی کے وقت تم اس کے دماغ میں موجود رہو گے۔ انہیں منزل تک پہنچنے نہیں دو گے۔ انہیں ایسی موت مرنا چاہیے کہ لِلی یعنی جینیفر کی شناخت نہ ہوسکے۔"
"چلو، یہ تو سمجھ گیا۔ اب دشمنوں کے ذہن میں اپنی دوسری آلۂ کار لِلی کے متعلق سوال پیدا ہوگا کہ وہ کہاں گم ہوگئی ہے؟"
"رائٹ۔" سونیا نے کہا "اسی لیے میں لِلی کا میک اَپ کرنے جا رہی ہوں۔ پارس پر لِلی کے بچے کا میک اَپ ہو چکا ہے۔ میں اس کے شوہر کے ساتھ یہاں سے نکلوں گی بات سمجھ میں آگئی؟"
یہ کہہ کر اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ ذرا دیر خاموشی رہی پھر سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہی تھی "تمہارا نام کیا ہے؟"
تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر تڑاخ کی آواز سنائی دی۔ یقیناً سونیا نے لِلی کے طمانچہ مارا ہوگا۔ کراہنے کی آواز سنائی دی، پھر اس نے کہا "لِلی... میرا نام لِلی جون ہے۔"
سونیا کی آواز سنائی دی "لِلی اور جون دونوں ہی عورتوں کے نام ہیں۔ اگر تم اس بچے کی ماں ہو، تمہارا شوہر ہے تو تمہارے نام کے ساتھ تمہارے شوہر کا نام ہونا چاہیے۔"
پھر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ سونیا نے کہا "میں نازک عورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے پہلی بار طمانچہ مارتی ہوں مگر دوسری بار کراٹے کا ہاتھ رسید کر دیتی ہوں۔"
وہ سہم کر بولی "میری شادی نہیں ہوئی ہے پتہ نہیں یہ بچہ کہاں سے لایا گیا ہے۔ مجھے جیسا کہا جاتا ہے میں ویسا ہی کر رہی ہوں۔"
"تمہارے شوہر کا رول ادا کرنے کے لیے یہاں کون آیا ہے؟"
"مسٹر وِلسن۔ اس کا نام برائٹ وِلسن ہے۔"
"تم کس تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟"
وہ پھر خاموش رہی۔ کیسٹ خاموش تھا۔ پھر سونیا کی آواز سنائی دی "میں اچھی طرح جانتی ہوں، انگریز لڑکیاں مرجانا پسند کرتی ہیں مگر بدصورت ہونا پسند نہیں کرتیں اور مجھے خوبصورتی کو بدصورتی میں تبدیل کرنا آتا ہے۔"
وہ پھر سہم کر بولی "نن... نہیں، میں بتاتی ہوں میرا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔"
سونیا نے کیسٹ ریکارڈر کو آف کر دیا۔ پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا سنتے چلے جا رہے ہو۔ اتنا ہی سن کر اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتے؟"
"اتنا کافی ہے لیکن تم بڑے اچھے انداز میں معلومات حاصل کر رہی تھیں، پھر میری ضرورت کیا ہے؟"
"یہ کتنا سچ کہہ رہی ہے اور کتنا جھوٹ؟ اسے تم ہی دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے ہو۔ اچھا اب میں میک اپ کرنے جا رہی ہوں۔"

اس نے کیسٹ ریکارڈر کو دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔
"یہاں یورپ میں ہمارے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں۔ اس کے بعد سپر ماسٹر کے آدمی جو دوست نما دشمن ہیں۔ ان کی دوستی اور دشمنی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اب یہ کہہ رہی ہے کہ اس کا تعلق ریڈ پاور کی تنظیم سے ہے۔ بڑی طویل مدت کے بعد ریڈ پاور والے ہماری مخالفت میں آ رہے ہیں۔ تم لِلی کے دماغ سے اس تنظیم والوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہو۔"
وہ میک اَپ کرنے چلی گئی۔ میں لِلی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس اس ادارے کے چار طلبہ ہاتھ میں ریوالور لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بچہ بھی قریب ہی بستر پر پڑا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی "میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ان لوگوں نے میرے چہرے کو اور میرے لباس کو بدل دیا ہے۔ میں بالکل بدل گئی ہوں۔ آئینہ دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو پہچان نہیں سکوں گی۔ آخر یہ سونیا کیا کر رہی ہے کیسی چالیں چل رہی ہے؟"
وہ سوچنے کے دوران سہمی ہوئی نظروں سے ریوالور بردار کو دیکھتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ برائٹ وِلسن کیا کر رہا ہے؟ میری خبر کیوں نہیں لے رہا ہے۔ میں اتنی دیر سے ان کی قید میں ہوں۔"
اس کی اپنی سوچ نے کہا "وہ رات نو بجے تک میری طرف سے مطمئن رہے گا۔ ہمارے درمیان طے پایا تھا کہ نو بجے پارکنگ ایریا میں ملاقات ہوگی۔ اس وقت سات بج رہے ہیں۔ برائٹ نے کہا تھا، میری طرح کچھ اور عورتیں بھی ایسی ہی عمر کے بچوں کو لے کر ہوسٹل کی طرف جائیں گی۔ وہاں لڑکیوں سے دوستی کریں گی خصوصاً مرجانہ، سونیا اور کسی جمیلہ نام کی عورت کے قریب رہنے کی کوشش کریں گی۔ جب بھی پارس نظر آئے گا تو اسے اپنے بچے سے بدل دیں گی۔ ان عورتوں میں سے جو بھی پارس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگی وہ رات نو بجے تک پارکنگ ایریا میں پہنچ جائے گی۔ وہاں ہمارے ساتھ آنے والے مرد موجود ہوں گے اور ہمیں پارس کے ساتھ یہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔"
میں نے لِلی کے خیالات پڑھ کر سوچا ادھر طیارے کے تباہ ہونے، سونیا اور پارس کے مرنے کی اطلاع خاص لوگوں کو مل چکی ہوگی یا ملنے والی ہوگی۔ ایسی صورت میں وہ لوگ یہاں کسی پارس کو حاصل کرنے کے چکر میں نہیں رہیں گے بلکہ بات بگڑ جائے گی۔ وہ سوچیں گے کہ لِلی کو یہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟ بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "اگر تمہاری موت کی خبر یہاں پھیل جائے گی تو برائٹ وِلسن لِلی کو تلاش کرے گا تاکہ اسے اس چکر سے باز رکھے اور اپنے ساتھ لے جائے۔ اسے لِلی نہیں ملے گی تو بات بگڑ جائے گی۔"
سونیا نے کہا "ابھی پیڈرو بتا رہا تھا، جن عورتوں کے ساتھ بچے ہیں انہیں ہاسٹل سے بلایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ واپس جانا چاہتے ہیں۔ پتہ نہیں انہیں طیارے کے تباہ ہونے کی اطلاع ملی ہے یا نہیں؟"
"تمہارے میک اَپ میں کم از کم ایک گھنٹہ صرف ہوگا۔ اتنی دیر لِلی کو کس طرح قید میں رکھو گی؟"
"یہاں کے طلبا و طالبات نادان نہیں ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی راہیں ہموار کر لی ہیں۔ پہلے ہی اعلان کر دیا ہے کہ جن بچوں والی عورتوں پر شبہ ہے انہیں ہاسٹل میں روک لیا گیا ہے جب تک شبہے کی تصدیق نہیں ہوگی، یا وہ بے قصور نہیں سمجھی جائیں گی، انہیں ہاسٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ بتاؤ، تم نے لِلی سے کیا معلومات حاصل کیں؟"
"ابھی آکر بتاتا ہوں۔"
میں پھر لِلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک جوان سے پوچھ رہی تھی "مجھے یہاں کب تک قید رکھا جائے گا؟"
"ہم نہیں جانتے۔"
"مجھے کس کا [illegible] بنایا گیا ہے۔ میرے چہرے کو کس کا ہمشکل بنایا گیا ہے؟"
"ہم نہیں جانتے۔"
وہ جھنجھلا کر بولی "سونیا کو بلاؤ، میں اس سے باتیں کروں گی۔"
ایک نوجوان طالب علم نے ڈانٹ کر کہا "سونیا نہیں مادام کہو۔ نام لینے کی گستاخی نہ کرو۔"
وہ چُپ ہوگئی، اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ غصہ دکھاؤں گی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔ برائٹ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے۔ یقیناً وہ مجھے سلامتی کے ساتھ یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔"
وہ ذرا ٹھنڈی ہوگئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے سونیا کے سوالات کے

کیا جوابات دیے ہیں۔ اسے کیا بتایا ہے۔ اگر کسی وقت فرہاد میرے دماغ میں پہنچے گا تو میری بہت سی باتوں کا سچ اور جھوٹ کھل جائے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں، جب سونیا سوالات کر رہی تھی تو اس وقت فرہاد ہمارے درمیان موجود نہیں ہوگا کیونکہ میری باتیں ریکارڈ کی جا رہی تھیں۔ شاید فرہاد کے لیے ایسا کیا جا رہا ہو تاکہ بعد میں اسے میری آواز اور لب و لہجہ سنایا جائے اور جب وہ سنے گا تو یقیناً میرے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کرے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "آخر وہ کیا معلوم کر سکتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "میں نے جھوٹ کہا تھا کہ میرا تعلق ریڈ پاور سے ہے جبکہ میں ان سب چکروں میں نہیں رہتی۔ میں تو ایک اسٹیج آرٹسٹ ہوں۔ برائٹ سے محبت کرتی ہوں۔ وہ بھی مجھے چاہتا ہے۔ اس نے مجھے اپنی محبت کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ میں اسٹیج سے باہر آ کر اپنی اداکاری کے جوہر دکھاؤں اور اس کے ساتھ چل کر ایک بچے کی ماں کا رول ادا کروں ——— پھر اس نے مجھے جو کچھ سمجھایا اور جو کچھ اب سمجھا رہا ہے میں اس کے مطابق عمل کرتی جا رہی ہوں۔"

میں نے کہا "لیکن یہاں تو سچویشن بدل گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں بدحواسی میں وہ ساری باتیں بھول جاؤں جو اس نے مجھے سکھائی ہیں۔ مجھے اطمینان سے تمام باتیں یاد کرنا چاہئیں۔ برائٹ نے کیا کہا تھا۔۔ کس طرح بچے تک پہنچنا چاہیے اور کس طرح اسے حاصل کر کے واپس آنا چاہیے؟"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "برائٹ نے کہا تھا کہ ہاسٹل میں پہنچنے کے بعد میں تین عورتوں کا خیال رکھوں۔ سونیا، مرجانہ اور جمیلہ۔ ان تینوں میں سے کسی کے پاس پارس ہوگا۔ پارس کا حلیہ بھی بتایا گیا تھا، اس نے تصویر بھی دکھائی تھی۔"

میں نے پوچھا "اگر میں پارس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور اسے یہاں سے لے کر نکلوں تو۔۔؟"

میری سوچ کی لہریں ادھوری رہ گئیں۔ اس کی سوچ نے کہا "اسے حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہاں پھنسی ہوئی ہوں۔ برائٹ نے ٹھیک ہی کہا تھا، سونیا بڑی مکار ہے۔ وہ شبہ کر سکتی ہے۔ اگر شبے کی تصدیق ہو جائے تو وہ مکار عورت ہمارے خلاف وہی چال چل سکتی ہے۔ ان باتوں کے پیش نظر کوڈ ورڈز مقرر کیے گئے تھے۔ برائٹ نے کہا تھا۔ جب میں بچے کو لے کر اس کے پاس آؤں گی تو وہ کہے گا، ہیلو بلی۔ بلی کے معنی کیا ہیں؟ اس پر میں جواب دوں گی۔ بلی ایک خوبصورت پھول ہے۔ یہ خوش نصیبوں کو ملتا ہے اور تم خوش نصیب ہو کہ میں تمہیں مل رہی ہوں۔"

میں بلی کو چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے ساری باتیں بتائیں، اس نے کہا "جینیفر کے ساتھ جو شخص آیا ہے وہ بہت دیر سے تقاضا کر رہا ہے۔ پوچھ رہا ہے کہ جینیفر کو اتنی دیر کے لیے کیوں روکا گیا ہے؟"

"تو پھر بلی عرف جینیفر کو اس کے پاس بھیج دو۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا اور اسے جینیفر کی ایکٹنگ کرنے پر مجبور کرتا رہوں گا۔"

"اس سے پہلے جینیفر کے ساتھ آنے والے آدمی کی آواز سن لو۔"

وہاں ایک کیسٹ ریکارڈر لایا گیا۔ پھر اسے آن کیا گیا۔ پہلے اس میں سے پیڈرو کی آواز ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر جیزی! آپ بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ فرہاد صاحب سے ہمارا رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے۔ جب وہ ہم سے رابطہ قائم کریں گے تو ہم ان کے ذریعے آپ لوگوں کی ساتھیوں کے دماغوں کو ٹٹولیں گے۔ اس کے بعد انہیں رہائی ملے گی۔"

جیزی کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا "آخر انتظار کی بھی حد ہوتی ہے۔ فرہاد صاحب کب رابطہ قائم کریں گے اور کب انہیں رہائی ملے گی؟"

"ہم نو بجے تک انتظار کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ نو بجے تک ان سے رابطہ قائم نہ ہوا تو ہم آپ کے ساتھ آئی ہوئی عورتوں کو آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

کیسٹ ریکارڈر آف کر دیا گیا۔ میں جیزی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ آپس میں دو دو چار چار کے گروپ میں باتیں کر رہے تھے۔ جیزی ایک شخص کے ساتھ بیٹھا ہوا گفتگو میں مصروف تھا۔ میں اس کے دماغ کے تہہ خانے میں پہنچ کر اپنے مطلب کی معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس نے بھی جینیفر سے کوڈ ورڈز مقرر کیے تھے اور وہ یہ تھے کہ جب جینیفر بچے کے ساتھ پارکنگ ایریا میں آئے گی تو جیزی کہے گا "ہیلو مائی ڈیئر جینیفر!" اس کے جواب میں جینیفر کہے گی "مائی لو! مجھے جینیفر نہیں صرف

جینی کہو۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا "تم جینیفر یعنی بلی کو جانے دو۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔"

سونیا نے ایک طالب علم سے کہا "جیزی سے کہو، جینیفر آ رہی ہے اور ادھر جینیفر کو جانے کی اجازت دے دو۔"

میں اس نقلی جینیفر یعنی بلی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی رہائش گاہ کا پتہ معلوم کرنے لگا۔ اس کی سہیلیوں اور بوائے فرینڈز وغیرہ کے متعلق بھی معلومات حاصل کیں۔ جب تک اسے جانے کی اجازت نہیں ملی میں مختلف قسم کی معلومات حاصل کرتا رہا۔ جب ایک شخص نے آ کر کہا "مادلم کا حکم ہے اسے یہاں سے جانے دیا جائے۔"

بلی فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سوالیہ نظروں سے سیکورٹی والوں کو دیکھنے لگی، ایک نے کہا "بچے کو اٹھاؤ اور جاؤ۔ کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔"

وہ فوراً ہی بستر کے پاس گئی۔ بچے کو اٹھایا پھر تیزی سے چلتی ہوئی باہر آ گئی۔ ہاسٹل کے برآمدے میں آ کر اس نے آس پاس دیکھا۔ کوئی اس کا پیچھا نہیں کر رہا تھا۔ وہ تیزی سے ہاسٹل کے باہر نکلی۔ پھر اسی تیزی سے پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔

میں نے اسے روک دیا کیونکہ پارکنگ ایریا میں اور بہت سے لوگ تھے۔ ان میں جیزی کون تھا۔ نہ تو میں جانتا تھا نہ بلی جانتی تھی جو جینیفر بنی ہوئی تھی۔ وہ تو سیدھی اپنے برائٹ ولسن کے پاس چلی جاتی۔

وہ میری مرضی کے مطابق اِدھر اُدھر یوں دیکھنے لگی جیسے جیزی کو تلاش کر رہی ہو۔ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ جیزی خود اس کی طرف آئے اور یہی ہوا۔ ایک شخص نے اس کے پاس آ کر کہا "ہیلو مائی ڈیئر جینیفر!"

بلی نے فوراً ہی مسکرا کر کہا "مائی لو! مجھے جینیفر نہیں صرف جینی کہو۔"

جیزی نے خوش ہو کر کہا "تھینکس گاڈ، آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اسے لے کر اپنی کار کے پاس آیا۔ اس کے لیے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ پھر اسے پارکنگ ایریا سے نکالتے ہوئے بولا "کیا فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ گیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ انہوں نے اچانک ہی مجھے رہا کر دیا ہے۔"

"ہوں۔ فرہاد تمہارے دماغ میں چپ چاپ پہنچا ہوگا۔ اس نے تمہارے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی۔ پھر تمہیں یہاں آنے کا موقع دیا گیا ہے تاکہ تمہارے ذریعے وہ میرے دماغ میں پہنچ جائے مگر میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔ ہمارا بہت بڑا کام ہو چکا ہے۔ تمہیں بھی خوشخبری سناؤں۔ سونیا اور پارس ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے ہیں۔ ہم نے آدھے فرہاد کو مار ڈالا ہے۔"

بے چاری بلی نہ تو یہ کہہ سکتی تھی کہ وہ جینیفر نہیں ہے اور نہ ہی یہ اطلاع دے سکتی تھی کہ سونیا ابھی زندہ ہے اور وہ لوگ بہت بڑا فریب کھا رہے ہیں۔ ان کی کار گیٹ سے نکل کر ایک شاہراہ پر تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ میں بلی کے دماغ میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا، ان لوگوں کی زبان ہمیشہ کے لیے کس طرح بند کی جائے تاکہ سونیا اور پارس دشمنوں کی نظروں میں مُردہ ہی رہ سکیں؟

میں نے ذرا دیر کے لیے بلی کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔

حسبِ دستور وہ بوکھلا گئی۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اس وقت جیزی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ پہلے تو للی نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچا "میں کار میں کہاں سے آ گئی ہوں؟ تو پیچھے کوئے کر ہاسٹل سے نکلی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میں دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئی تھی۔ اوہ مائی گاڈ! کیا... کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے؟"

یہ سوچتے ہی اس نے جیزی کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا مگر میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا "تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ میں فرہاد ہوں اور اس وقت تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ میری ایک بات کا جواب زبان سے نہیں سوچ کے ذریعے دو۔ زندگی چاہتی ہو یا موت؟"

وہ زبان سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے روک دیا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "[illegible]... تو نہیں جانتی کہ [illegible] جلدی سے دماغ میں آ کر کچھ بولتے ہیں۔ لیکن [illegible] اب [illegible] میں سمجھ گئی ہوں۔ مسٹر فرہاد! [illegible] دماغ میں ہیں۔ شاید فرہاد صاحب آپ [illegible] دیکھیے، اگر آپ ہیں تو پلیز مجھے معاف کر دیں۔ [illegible] میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اپنے [illegible] مجھے برائٹ سے محبت ہے۔ میں اس کی بات نہیں ٹال سکتی۔"

"اچھی بات ہے۔ تم خاموش رہو۔ تمہارے ساتھ جو شخص بیٹھا ہوا کار ڈرائیو کر رہا ہے اس سے کچھ نہ بولو۔ اگر بولنے کا موقع آئے تو خود کو جینیفر ظاہر کرو۔"

میں نے آزمائشی طور پر پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چپ چاپ سہمی سہمی سی بیٹھی رہی۔ جیزی نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو؟"

میں نے للی کی زبان سے جواب دیا "ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ ذرا سوچتے ہوئے بولا "شاید میرا اندازہ غلط ہے وہ تمہارے دماغ میں پہنچا ہوتا تو اتنی دیر نہ کرتا۔ اب تک ہمیں ختم کر دیتا۔ ایک بات بتاؤ، کیا وہاں تمہاری باتیں ریکارڈ کی گئی ہیں؟"

"ہاں ریکارڈ کرنے کے بعد ہی انہوں نے مجھے جانے کی اجازت دی تھی۔"

"پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری ریکارڈ کی ہوئی آواز فرہاد کو سنائی جائے، ہمیں جلد سے جلد پیرس پہنچ جانا چاہیے۔ ہمارے لوگ کسی نہ کسی طرح ہماری حفاظت اور سلامتی کا راستہ نکال لیں گے۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے ذرا انتظار کیا۔ شاید وہ میرے خلاف کچھ بولے لیکن وہ بری طرح دہشت زدہ تھی میرے خلاف بولنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ اسی وقت میں نے اس کے ذریعے سڑک کے کنارے ایک بورڈ کو پڑھا۔ کار کی روشنی میں وہاں لکھا ہوا نظر آیا "الیگزونا فارم"۔ مجھے فوراً ہی تدبیر سوجھی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "جیزی کار ڈرائیو کرتا ہوا الیگزونا فارم سے آگے نکل رہا ہے۔ وہ جتنا بھی آگے جاتے میں اسے واپس لے آؤں گا۔ تم یہ بتاؤ اس فارم میں کون لوگ ہیں؟"

"ہمارے ہی آدمیوں نے فارم پر قبضہ جما رکھا ہے۔ جب تک اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوگا اس پر ہمارا قبضہ رہے گا۔"

"اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرو۔ انہیں بتاؤ کہ ایک شخص کے دماغ میں فرہاد ان کے پاس پہنچ رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو فرہاد کہہ کر جو بھی حکم دے اس پر عمل کریں۔"

"میں ابھی ان لوگوں کو ہدایات دیتی ہوں۔"

میں پھر للی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے مجھے آواز دے رہی تھی "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ ذرا دیر بعد پھر اس نے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا آپ نہیں ہیں؟"

میں نے اب بھی جواب نہیں دیا۔ اس نے جلدی سے جیزی کی طرف پلٹ کر کہا "مسٹر! میں جینیفر نہیں ہوں۔ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ پلیز مجھے کسی طرح بچاؤ۔"

جیزی نے مسکرا کر کہا "جینیفر! میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میرے خلاف کوئی حرکت نہ کرنا۔ اس وقت میں فرہاد بول رہا ہوں اور میں نے تمہارے اس ساتھی کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ جیزی نے کار کی رفتار پہلے سست کی۔ پھر اسے ایک یوٹرن دے کر الیگزونا فارم کی طرف موڑ دیا۔ وہ گڑگڑا رہی تھی "پلیز فرہاد صاحب! مجھے معاف کر دیجیے۔ آئندہ میں آپ کے خلاف کچھ نہیں

[illegible] گی۔ میں آپ کی وفادار رہوں گی۔"

[illegible] نے جیزی کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایسا لمحہ تھا کہ [illegible] کے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ گاڑی ادھر سے [illegible] میں وہ سنبھل گیا۔ بریک لگا کر گاڑی [illegible] حیران ہو کر سوچنے لگا "اتنی دیر سے میں [illegible] غائب تھا؟ یہ گاڑی کیسے چل رہی تھی؟" [illegible] کو دیکھا۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے [illegible] معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ بیٹھا [illegible] رہا ہے یا اس کے دماغ سے فرہاد بول رہا [illegible] جیزی نے پوچھا "یہ مجھے کیا ہو گیا [illegible]"

[illegible] وہ چونک گیا۔ اس نے سڑک کی طرف [illegible] اسے میں ادھر جا رہا تھا۔ یہ گاڑی کیسے [illegible]

[illegible] اس کے بازو کو جلدی سے جھنجھوڑتے ہوئے [illegible] بتانے فرہاد اس وقت میرے اور تمہارے دماغ [illegible] نہیں ہے۔ اس نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ یہ سب [illegible] کیا ہے۔ میں جینیفر نہیں ہوں۔ میرا نام للی جون ہے۔"

جیزی نے فوراً ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کے خانے [illegible] ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی وہ اپنے آدمیوں کو فوری طور پر میری موجودگی کی اطلاع دینا چاہتا ہے اور کوڈ ورڈز کے ذریعے ان لوگوں کو [illegible] کے ساتھ ہی ان سے کہنا چاہتا ہے کہ دوسری [illegible] سے وہ اپنی آواز نہ سنائیں صرف جیزی کی باتیں سن لیں۔

جیزی نے فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد کوڈ ورڈز استعمال [illegible] اس سے پہلے کہ وہ میرے متعلق اطلاع دیتا۔ میں نے اس [illegible] سے "اوور" کہہ دیا۔

یہ کہتے ہی اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ پھر ریسیور کے بٹن [illegible] کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنائی دینے [illegible] اس نے بھی کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد "اوور" کہا۔

یعنی وہ جیزی کا پیغام سننا چاہتا تھا۔ میں نے جیزی کی [illegible] سے کہا "میں پیرس کی طرف آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ [illegible] مگر مجھے شبہ ہے کہ میری کار کا تعاقب کیا جا رہا ہے [illegible]"

"تم اس وقت کہاں ہو؟ اوور۔"

"میں الیگزونا فارم سے تقریباً پینتالیس میل آگے نکل چکا ہوں، اوور۔"

"مزید دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد لیک ویو ہوٹل کے سامنے ٹھہر جاؤ۔ ہمارے آدمی تعاقب کرنے والوں سے نمٹ لیں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے سوئچ کو آف کر کے جیزی کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر کبھی ٹرانسمیٹر کو اور کبھی للی کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں للی ہوں جینیفر نہیں ہوں اور تم اپنے آدمیوں کو بتا رہے تھے کہ جینیفر کے ساتھ آ رہے ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا، تم فرہاد ہو یا جینیفر کے شوہر؟"

"جس وقت میں ٹرانسمیٹر پر جینیفر کا نام لے رہا تھا تو تمہیں سمجھ لینا تھا کہ میرے دماغ سے فرہاد بول رہا ہوگا۔ تم اس وقت کچھ بولتیں تو تمہاری آواز اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے آدمیوں تک پہنچ جاتی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کیا کروں؟ پھر ٹرانسمیٹر آن کر دو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر ٹرانسمیٹر کو کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ للی نے کہا "ارے ارے یہ کیا کرتے ہو؟"

جیزی نے پلٹ کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ وحشت اور دہشت سے اسے دیکھنے لگی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے دونوں کو چھوڑ دیا اور اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو ٹرانسمیٹر پر جیزی سے جواباً گفتگو کر رہا تھا۔ وہ ایک بہت بڑے ہال میں تھا۔ چاروں طرف بڑی بڑی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ بڑے بڑے ٹرانسمیٹر اور ریکارڈنگ سیٹ بھی تھے۔ بہت سے لوگ کانوں میں ہیڈ فون لگائے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں جس شخص کے دماغ میں پہنچا اس نے ٹائپ رائٹر کے ذریعے جیزی کا پیغام نوٹ کر لیا تھا اور اسے ایک شخص کے حوالے کر رہا تھا۔ وہ شخص یقیناً ان کے کسی سربراہ یا کسی لیڈر کے پاس اس پیغام کو پہنچانے والا تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے کام کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ میں اس پیغام لے جانے والے کے دماغ میں نہ پہنچ سکا۔ کچھ کوشش کرتا تو شاید کامیاب ہو جاتا لیکن مجھے جیزی کے پاس پہنچنا تھا۔ پھر سونیا کے پاس بھی جانا ضروری تھا۔ پتہ نہیں وہاں کیا حالات تھے۔

میں جیزی کے پاس آگیا۔ اس وقت تک اس نے گاڑی کو پھر موڑ دیا تھا اور پیرس کی طرف جا رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سے جو ہدایات دی گئی تھیں، وہ اسی ہدایت کے مطابق لیک ویو ہوٹل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر الیکزونا فارم کی طرف جا رہا تھا اور بلی بار بار اسے جھنجھوڑ کر پوچھ رہی تھی: "تم نے یہ کیا آنا جانا لگا رکھا ہے؟ کبھی پیرس کی طرف بڑھتے ہو، کبھی واپس جانے لگتے ہو۔"

میں نے جیزی کی زبان سے کہا: "آنے جانے کی بات نہ کرو۔ دنیا سے جب جاتے ہیں تو دوسری بار واپس نہیں آتے۔ اب ہم دونوں کو جانا ہے اور جانے کے بعد نہیں آنا ہے۔"

ان کی کار اس سائن بورڈ تک پہنچ گئی جہاں الیکزونا فارم لکھا ہوا تھا۔ وہاں چند مسلح جوان نظر آ رہے تھے۔ گاڑی میں نے رکوا دی۔ جیزی کار سے باہر نکلا۔ پھر اس نے کہا: "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

یہ سنتے ہی سب اٹینشن ہو گئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر کہا: "جناب! ہمیں آپ کے متعلق اطلاع مل چکی ہے، آپ حکم دیں۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری مادام کے پاس پہنچنا ہے، لہٰذا مجھے اور میری ساتھی کو ختم کر دو۔ ایک بات یاد رکھو، اس لڑکی کا چہرہ ناقابلِ شناخت ہو جائے البتہ بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسے کسی یتیم خانے میں پہنچا دینا۔ میں جاؤں؟"

"آپ جا سکتے ہیں۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

میں نے جیزی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ادھر وہ پریشان ہوا، ادھر بلی کار کا دروازہ کھول کر بچے کو سیٹ پر چھوڑ کر بھاگنے لگی۔ دو جوان اس کے پیچھے آہستہ آہستہ دوڑنے لگے۔ جیزی نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ میں نے اسے ریوالور کو ان جوانوں کے سامنے پھینکنے پر مجبور کیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا: "تم لوگوں نے مجھے جانے کے لیے کہا تھا۔ کیا تم اسی طرح دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو؟ میں چلا جاتا تو یہ ریوالور سے فائرنگ شروع کر دیتا۔ یہ پیرس جانے والی شاہراہ ہے۔ ادھر گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں خون خرابہ نہیں ہونا چاہیے۔ اسے فوراً لے جاؤ جب تک سڑک سے دور نہیں ہو جاؤ گے میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا، جلدی کرو۔"

میں نے جیزی کو دوڑانا شروع کیا۔ ان کے ساتھ اسے سڑک سے دور لے جانے لگا۔ ادھر دو جوانوں نے بلی کو پکڑ لیا تھا اور اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ بلی نے ایک بار چیخ ماری، دوسری بار چیخ نہ سکی کیونکہ انہوں نے اس کے سر پر ایک ضرب لگا کر اس کی زبان بند کر دی تھی اگرچہ یہ غیر انسانی سلوک تھا لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ دشمن میرے ساتھ برلن سے لے کر پیرس تک کیا نہیں کر رہے تھے، سونیا کو مار کر جشن منا رہے تھے ـــــ ادھر رسوتی کو پوری طرح میرے خلاف بھڑکا دیا تھا۔ وہ مجھے طرح طرح کی ذہنی اذیتیں پہنچانا چاہتے تھے۔ میرا سکون برباد کر رہے تھے۔ میں ایسی حالت میں ان کے لیے گوتم بدھ بن کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا لازمی تھا۔

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کار کی اگلی سیٹ پر برائٹ ولسن کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے کہا: "تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔"

"مجبوری تھی۔ بلی اور اس کے ساتھی جیزی سے نمٹنا تھا۔ بہرحال تم برائٹ ولسن سے کوئی بات چھیڑو۔"

سونیا نے کہا: "کیا بات ہے برائٹ! تم خاموش ہو، کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولا: "آں، کچھ نہیں، میں سوچ رہا ہوں ہم اس وقت کہاں جائیں۔ تم اپنے گھر جاؤ گی یا میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

وہ ایک اندازِ دلربائی سے مسکراتے ہوئے بولی: "میں تمہارے بس میں ہوں۔ تم جہاں چاہو لے چلو۔"

اس وقت تک میں برائٹ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا: "یہ بلی نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ کا تجزیہ کیا۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ بلی کو جو بچہ دیا گیا تھا وہ بلی کا اپنا نہیں تھا۔ اس کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، وہ ماں کہاں سے بنتی؟ اس لیے بچے سے بھی دلی لگاؤ نہیں تھا۔ برائٹ ولسن اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں لے جا رہا تھا تو بلی نے پہلی بار بچے کو پچھلی سیٹ پر چھوڑ دیا تھا لیکن واپسی میں صورتحال بدل گئی تھی ـــــ اس وقت جو بلی، برائٹ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی وہ بچے کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

یقیناً سونیا کو پارس سے گہری محبت تھی۔ وہ اسے بلی کی طرح پچھلی سیٹ پر نہیں ڈال سکتی تھی۔ بس یہی ایک بات والی کمزوری کو برائٹ ولسن نے نوٹ کیا تھا۔ اس سے اندازہ لگا رہا تھا کہ اس کے پاس بیٹھنے والی عورت بلی نہیں ہے۔

میں نے اس کی سوچ کے ذریعے پوچھا: "پھر یہ کون ہو سکتی ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "سونیا تو مر چکی ہے۔ یہ مرجانہ ہوگی یا اعلیٰ بی بی۔"

میں نے سوال کیا: "اور یہ بچہ؟"

"یہ بچہ تو وہی ہے جسے میں اور بلی پیرس سے لائے تھے۔ صرف بلی نہیں ہے۔ یقیناً ان لوگوں نے اسے ہاسٹل میں قید کر کے رکھا ہے یا پھر مار ڈالا ہے۔ بہرحال یہ جو بھی ہے لیک ویو ہوٹل پہنچنے کے بعد میرے آدمی اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تمہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بلی کے پاس جو بچہ ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہے کہیں سے لایا گیا ہے۔ کیا تم نے اندازہ نہیں لگایا کہ بلی کو اس بچے سے کوئی لگاؤ نہیں ہوگا؟"

"ہاں، پرائے بچے سے دلی لگاؤ نہیں ہوتا۔"

"اور تم پارس کو اپنے دل سے لگائے بیٹھی ہو۔ اس بات کو برائٹ ولسن نے نوٹ کیا ہے۔ آتے وقت بلی نے اس بچے کو کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ اس کے برعکس تم نے برائٹ کو نظر انداز کر کے بچے کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ وہ تم پر شبہ کر رہا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ سونیا تو اس دنیا میں نہیں رہی لہٰذا بلی کے روپ میں مرجانہ ہوگی یا پھر اعلیٰ بی بی۔ یہاں ان لوگوں کا ایک اڈہ ہے ــ لیک ویو ہوٹل۔ کیا تم نے یہ نام سنا ہے؟"

"ہاں یہ راستہ اس ہوٹل کو جاتا ہے۔ تمام مسافر ہوٹل میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں، پھر آگے بڑھتے ہیں۔"

"وہاں دشمنوں کے آدمی ہیں اور وہ تمہاری اصلیت معلوم کریں گے۔"

"پھر بتاؤ، کیا ارادہ ہے؟"

"اسے یہیں ختم کیا جا سکتا ہے لیکن تمہارا پیرس پہنچنا ضروری ہے۔ بچے کو وہاں تک حفاظت سے لے جانا ہوگا۔ اگر گاڑی رک جائے گی، برائٹ ولسن ختم ہو جائے گا تو تمہارا سفر بھی ملتوی ہو جائے گا۔ تمہیں یا تو الیکزونا فارم میں پناہ لینا ہوگی یا بابا صاحب کے ادارے میں واپس جانا ہوگا۔"

"مجھے ہر حال میں پیرس پہنچنا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں برائٹ ولسن کے دماغ میں موجود رہوں گا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق چلاؤں گا۔"

میری باتوں کے دوران کار کی رفتار سست ہونے لگی۔ میں نے کہا: "ٹھہرو، میں ذرا برائٹ کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور کھڑی ہوئی کار کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا: "یہ جیزی کی کار ہے۔ وہ پیرس کی طرف جا رہا تھا، پھر اس کی گاڑی کا رخ الیکزونا فارم کی طرف کیوں ہے؟"

اس کے سوچنے کے دوران گاڑی وہیں جا کر رک گئی۔ وہ خالی نظر آ رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا: "یہ جیزی کی کار ہے اور برائٹ اس کے متعلق تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے۔ میں چند سیکنڈ کے لیے غیر حاضر ہو رہا ہوں، ابھی آتا ہوں۔"

میں نے جیزی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی، پھر بلی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ ان کے دماغ عرش پر تھے، فرش پر ہوتے تو میں پہنچ جاتا۔ اس لیے میں برائٹ ولسن کے پاس واپس آ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا: "ضرور کوئی بات ہے۔ فرہاد کچھ گڑبڑ کر رہا ہے یا اعلیٰ بی بی کے آدمیوں نے ہمارے اطراف اپنا گھیرا تنگ کر لیا ہے۔ یہ ہمیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔"

یہ سوچ کر اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ وہ بھی جیزی کی طرح اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا: "بلی! تم یہاں بیٹھی رہو، میں ذرا دور جا کر رابطہ قائم کرتا ہوں۔ باس کا حکم ہے کہ ہم کسی کے سامنے گفتگو نہ کریں۔ تم مائنڈ نہ کرنا۔"

میں نے سونیا سے کہا: "تم بیٹھی رہو، میں اس کے ساتھ ہوں۔"

وہ کار سے نکل کر دور چلا گیا۔ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ فرہاد دماغ میں موجود نہیں ہوگا تو اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی مرجانہ یا اعلیٰ بی بی بھی اس کی بات نہیں سن سکے گی۔

اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ وہی کوڈ ورڈز استعمال کیے۔ اسی شخص کی آواز سنائی دی جس نے جیزی سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی۔ برائٹ ولسن نے کہا۔ "ایلکزونا فارم کے سائن بورڈ کے قریب جیزی کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ جیزی اور جینیفر موجود نہیں ہیں۔ کار کو پیرس کی طرف جانا چاہیے تھا لیکن اس کا رخ واپسی کی طرف ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ سونیا اور پارس کی موت کی خبر فرہاد تک پہنچ گئی ہے اس نے شاید سونیا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی اور سونیا کے مُردہ دماغ میں جگہ نہیں ملی ہوگی۔ اب وہ انتقاماً یہ کارروائی کر رہا ہے۔ شاید وہ میرے دماغ میں بھی پہنچ جائے، میں جلد سے جلد لیک ویو ہوٹل پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میری حفاظت کے اور بھی انتظامات کیے جائیں۔ اپنے آدمیوں کو میری طرف بھیجا جائے تاکہ راستے میں کوئی واردات نہ ہو، اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ اندھیرے میں دور دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ "فرہاد میرے دماغ میں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ اپنے خلاف باتیں سن کر مجھے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے سے روک دیتا۔"

پھر اس کے دماغ میں دوسری سوچ پیدا ہوئی۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ اگر میرے ساتھ ملّی کے روپ میں بیٹھنے والی عورت مرجانہ یا اعلیٰ بی بی ہے تو یقیناً فرہاد اس کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا اور اگر پہنچ چکا ہے تو پھر یہ خاموشی کیوں ہے؟ وہ مجھے کیوں نہیں ڈرا رہا ہے؟ مجھے نقصان کیوں نہیں پہنچا رہا ہے یا میرے راستے کی دیوار کیوں نہیں بن رہا ہے؟"

اس کے اندر خوفزدہ کرنے والی بے چینی پیدا ہوگئی۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس نے دوسرے ہاتھ کو جیب میں ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ ذرا فاصلے پر کھڑی ہوئی کار کی اندرونی روشنی میں ملّی یعنی سونیا بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "یہ کوئی بھی ہو اسے ختم کر دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے ذریعے فرہاد میرے دماغ میں پہنچ جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اسے مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیک ویو ہوٹل پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔ رہ گئی یہ بات کہ فرہاد میرے دماغ میں نہ پہنچے، تو دانشمندی یہ ہے کہ میں اپنے ساتھ سفر کرنے والی عورت کے سامنے اب زبان نہ کھولوں، خاموش رہوں۔"

میری اس سوچ نے اسے قائل کر دیا۔ اس کی سوچ نے کہا "بے شک فرہاد ابھی تک میرے دماغ میں نہیں پہنچا ہے۔ اگر پہنچا ہوتا تو یہ ریوالور اپنی جیب سے میں نہ نکال سکتا اور اس کے خلاف رپورٹ نہ دے سکتا۔ نہیں، وہ ابھی مجھ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ بس میں اپنی زبان بند رکھوں۔"

اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ پھر کار کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "برائٹ ولسن بڑے تذبذب میں تھا۔ اس کے اندر گھبراہٹ اور بے چینی ہے کہ میں اس کے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ میں نے اسے بڑی طرح اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اب میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا وہ تم سے کچھ نہیں بولے گا۔ تم بھی خاموشی سے سفر کرو۔"

برائٹ نے آ کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ کار پھر آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ لوگ پیرس جانے کے لیے لیک ویو کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ میں ایلکزونا فارم والے ایک جوان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے جیزی اور عورت کی لاش کو کہاں چھپایا ہے؟"

"ایک جگہ برف میں دبا دیا ہے۔"

"ایسا نہ کرو۔ ان کی لاشوں کو نکال کر فوراً ان کی کار میں ڈالو۔ کار کا رخ پیرس کی طرف کرو بلکہ اس کار کو ڈرائیو کرتے ہوئے بہت دور آگے لے جاؤ اور اسے جلا ڈالو، یا بم سے اڑا دو۔"

"اچھی بات ہے جناب! ہم یہی کر رہے ہیں۔"

میں ان کے پاس سے آ کر برائٹ کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ ابھی تک پریشان تھا بلکہ پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کبھی یہ سوچتا تھا، فرہاد خاموش ہے اور اسے ڈھیل دے رہا ہے۔ دوسری سوچ کہتی تھی۔ فرہاد ہو یا نہ ہو، وہ ڈھیل دے یا نہ دے مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں اپنے ساتھیوں تک پہنچ جاؤں یا میرے ساتھی مجھ تک پہنچ جائیں۔ پھر میں اس عورت کو ان کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد مجھے اپنی موت کی پروا نہیں ہے۔

میں نے سونیا سے کہا۔ "اس طرح نکلنے سے پہلے تمہیں اپنے آگے پیچھے کچھ مسلح طلبہ کو ساتھ آنے کے لیے کہنا چاہیے تھا۔ تم بالکل تنہا نکل آئی ہو۔"

"تنہا کیوں، کیا تم میرے ساتھ نہیں ہو؟"

"صرف دماغی طور پر، جسمانی طور سے تو نہیں ہوں یا

"آخر تمہیں پریشانی کیا ہے؟"

"تم میرے بیٹے کو لے کر نکلی ہو اور سارا جہان اس کا دشمن ہے۔"

"میں تمہارے سمجھانے سے پہلے جانتی ہوں۔ میں بھی یہی سوچتی کہ اگلا قدم اٹھاؤں گی تو اس کا نتیجہ موت ہوگا۔ پھر اگلے قدم پر کیا ہوتا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں صرف تدبیر کرنا چاہیے اور تدبیر پر عمل کرنا چاہیے اور عمل کے لیے ذہانت اور حاضر دماغی ضروری ہے۔"

"یہ شخص تمہیں لیک ویو ہوٹل کی طرف لے جا رہا ہے۔ وہاں تمہاری اصلیت معلوم ہو گی یا پھر اس کے آدمی تمہیں راستے میں ہی مل جائیں گے۔ جب بھی ان سے سامنا ہوگا تو میں اپنی پلاننگ کے مطابق اس کے دماغ پر قابض ہو جاؤں گا۔ پھر اسے برائٹ ولسن نہیں رہنے دوں گا۔"

جیزی تیزی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس شاہراہ پر کبھی کبھی گاڑیاں پیچھے سے بھی آتی تھیں اور اوورٹیک کرکے گزر جاتی تھیں یا پھر برائٹ ولسن کی تیز رفتاری کے باعث پیچھے ہی رہ جاتی تھیں۔ کچھ گاڑیاں سامنے سے آ کر گزر رہی تھیں۔ ایک گاڑی پیچھے سے آ کر اوورٹیک کرنے کے دوران برائٹ ولسن کی کار کے برابر چلنے لگی۔ پھر اس میں سے ایک شخص نے مخاطب کیا۔ "ہیلو برائٹ! کیا تمہیں معلوم ہے......؟"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی برائٹ نے چیخ کر کہا۔ "مجھے مخاطب مت کرو۔ میرا خیال ہے، فرہاد میرے دماغ میں موجود ہے۔"

مخاطب کرنے والے نے شاید برائٹ کی بات نہیں سنی۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ہو گئی تھیں۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "برائٹ! تم کیا کہہ رہے ہو۔ پہلے میری بات سن لو۔ جب میں ایلکزونا فارم کے قریب سے گزر رہا تھا تو ایک بہت ہی زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ اندھیری رات میں دور تک روشنی پھیل گئی تھی۔ آگے جا کر ایک کار سے شعلے اٹھتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ کار کی رفتار بڑھا کر ادھر آیا ہوں۔ میں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو اس بات کی اطلاع دے دی ہے۔"

برائٹ ولسن نے سوچا۔ "یہ کمبخت اتنی باتیں کر چکا ہے۔ فرہاد کو اس کے دماغ میں پہنچنا ہوگا تو پہنچ چکا ہوگا۔"

اس نے مجبور ہو کر کہا۔ "میں تم سے کہہ رہا تھا، فرہاد ہمارے تمہارے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ جس گاڑی کو تم نے شعلوں کی لپیٹ میں دیکھا وہ جیزی کی گاڑی تھی۔ میرا خیال ہے، سونیا اور پارس کی موت کی اطلاع فرہاد کو مل چکی ہے اس کا جھنجھلایا ہوا ذہن یہ انتقامی کارروائیاں کر رہا ہے۔"

اس وقت ان کی گاڑیاں ایک پل پر سے گزر رہی تھیں شاہراہ اتنی چوڑی تھی کہ چار گاڑیاں بیک وقت اس پل پر سے گزر سکتی تھیں۔ میں نے دوسری گاڑی والے کے اسٹیئرنگ کو دوسری طرف بہکایا۔ وہ گاڑی ذرا الگ ہو کر دائیں طرف گئی۔ پھر بائیں طرف برائٹ کی گاڑی سے قریب آئی۔ برائٹ نے چیخ کر کہا۔ "اسٹیئرنگ قابو میں رکھو۔"

لیکن وہ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ اسٹیئرنگ کو کیسے قابو میں رکھتا۔ میں نے یکبارگی اسٹیئرنگ کو دائیں طرف گھمایا۔ گاڑی دائیں طرف گھومی، پل کی ریلنگ کو توڑ کے فضا میں جیسے چند ساعت کے لیے معلق ہوئی۔ موسم بہار میں پل کے نیچے پانی بہتا تھا۔ اب وہ موسم نہیں تھا۔ ہر طرف برف جمی ہوئی تھی اس لیے پانی کی سطح پر بھی برف ہی برف تھی۔ گاڑی برف کی سطح کو توڑتی ہوئی پانی میں ڈوب گئی۔

گاڑی کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ دروازے لاک تھے۔ گاڑی کے اندر فوراً ہی پانی نہیں بھر سکتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ذرا دیر کے لیے کس طرح دماغ غائب ہوا تھا اور اب حاضر دماغ ہوا ہے تو کہاں ہے؟ کس حالت میں ہے؟

تب اس نے دیکھا، گاڑی کے اندر آہستہ آہستہ پانی بھر رہا ہے۔ اس نے بوکھلا کر دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا اسے کھولنا چاہتا تھا ---- میں نے پھر اسے دروازے کی طرف سے پلٹا دیا۔ چند لمحوں کے لیے وہ پھر دماغی طور پر غائب رہا۔ پھر حاضر ہوا۔ پریشان ہو کر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس نے دوبارہ دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اسے دروازہ کھولنے کی مہلت نہیں دی۔ دور بہت دور سے برائٹ ولسن کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اسے آوازیں دے رہا تھا مگر الفاظ واضح نہیں تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بار بار دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر اس وقت تک پانی کار کے اندر بھر چکا تھا۔ وہ پہلے گردن تک ڈوبا، پھر اس کا سر ڈوبنے لگا۔ وہ پھڑپھڑا رہا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

جب دوسری گاڑی کے ساتھ وہ حادثہ پیش آ رہا تھا تو برائٹ نے آگے جا کر گاڑی روک دی تھی۔ پھر اسے یوٹرن دے کر پل کی طرف گھما دیا تاکہ اپنی گاڑی کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں دوسری گاڑی کا انجام دیکھ سکے۔ اب وہ پل کے پاس آ کر چیخ چیخ کر اپنے ساتھی کو آواز دے رہا تھا کہ کس طرح دروازہ کھول کر باہر نکلے اور تیرتا ہوا اوپر آئے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ برف کی سطح بہت دور تک ٹوٹ چکی تھی۔ اور جہاں کار ڈوبی تھی وہاں سے بلبلے اٹھ رہے تھے۔

میں نے برائٹ ولسن کے دماغ کو پڑھا —— اب اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ فرہاد پہنچ چکا ہے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پہلا شکار جیزی تھا جس کی کار شعلوں کی نذر ہو گئی۔ دوسرا شکار یہ ساتھی تھا جو کار کے ساتھ پانی کی تہہ میں چلا گیا۔ اور اب . . . اب شاید میں . . ."

وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ سے ریوالور نکالتے ہوئے سوچا۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی نہ کسی کے دماغ کی ضرورت پڑتی ہے۔ میرے دونوں ساتھیوں کے دماغ موت کی نیند سو چکے ہیں۔ تیسرا دماغ میرا ہی ہے۔ وہ میرے دماغ میں ہے، میرے پاس ہے۔"

اس کی گرفت ریوالور کے دستے پر مضبوط ہو گئی۔ وہ ایک دم سے پلٹ کر اپنی کار کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں اس کی للی، میری سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ موت اپنے آس پاس ہو، اپنے اندر ہو تو زندگی کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟ ہاتھ میں ریوالور ہونے کے باوجود موت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ کیا کرے؟

وہ سہمے ہوئے انداز میں ایک ایک قدم سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "پہلے میں اس عورت کو ختم کروں گا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو مار ڈالوں گا۔ اس کے بعد فرہاد کو کوئی دماغ نہیں ملے گا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے کسی اور ساتھی کے دماغ تک نہ پہنچا ہو۔ اس لیے وہ بھٹکتا رہ جائے گا۔ میرے دوسرے ساتھی اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں گے۔"

سونیا اگلی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھی تھی۔ پارس کو اس نے سینے سے لگا رکھا تھا۔ کار کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں اس نے برائٹ ولسن کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی نظر آ رہا تھا لیکن وہ مطمئن تھی۔ جانتی تھی کہ میں ان کے درمیان ایک دیوار کی طرح ہوں۔ ریوالور کی گولی اس کے پاس نہیں پہنچ سکے گی۔

برائٹ چند قدم آگے بڑھا —— کار کے قریب آیا پھر اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ اس نے جلدی سے جھک کر اسے زمین پر سے دوبارہ اٹھا لیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ریوالور میرے ہاتھ سے کیسے گر گیا؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "ہاں میں نے تو مضبوطی سے پکڑا تھا۔ یہ کیسے چھوٹ گیا؟ میں نے سنا ہے کہ فرہاد ہاتھ سے ریوالور گرا دیتا ہے اور ریوالور والے کو خودکشی پر مجبور کر دیتا ہے۔ شاید میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اگرچہ وہ اپنی جان دینے پر آمادہ تھا، لیکن قوم کے لیے قربانی دینے سے پہلے فرہاد نے اسے مار دیا تو وہ موت کسی کام کی نہ ہوتی۔ انسان مرنے پر آئے تو مر جاتا ہے لیکن وہ موت جو آس پاس ہو، نظر نہیں آ رہی ہو اور آدمی مرنا چاہے، مر نہ سکتا ہو تو ایسی موت دہشت زدہ کر دیتی ہے۔ یہی حال اس کا تھا۔

یکبارگی وہ دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا، لیکن دروازہ کھولتے ہی پھر اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ اس نے گھبرا کر ریوالور کی طرف دیکھا۔ کیا فائدہ ہے ایسے ہتھیار کا جو اپنے ہاتھ میں نہ رہے، چھوٹ چھوٹ جائے؟ نہ دشمن کو مار سکے نہ خود کو ہلاک کیا جا سکے۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ جھک کر سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے پھر ریوالور اٹھا لیا۔

اس بار وہ پوری طرح ہوش و حواس میں رہ کر سمجھنا چاہتا تھا کہ آخر ریوالور کیسے چھوٹ جاتا ہے لیکن سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وقت کے ایک سیکنڈ کے سوویں حصے میں عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے۔ بجلی کے سوئچ کی طرح بٹن پر انگلی رکھتے ہی ابھی اجالا، ابھی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ پلک جھپکنے سے پہلے ریوالور گرفت میں ہوتا ہے، پلک جھپکتے میں وہ گرفت سے نکل جاتا ہے۔ دماغ سوچنے نہیں پاتا۔ سمجھنے نہیں پاتا کہ اتنی تیز رفتاری سے کیسے عمل ہو گیا اور یہی بات برائٹ ولسن نہیں سمجھ سکا۔

سونیا اس کی حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے بیزار ہو کر کہا۔ "ریوالور اٹھا کر مجھے گولی مار دو یا اٹھا نہیں سکتے تو زمین پر رہنے دو۔ گاڑی کو تو آگے بڑھاؤ۔ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو؟"

اس نے ریوالور کو چھوڑ دیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر کار اسٹارٹ کی، اسے گھمایا اور لیک ویو ہوٹل کی طرف بڑھنے لگا۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس بار اس نے ایک دم سے گھبرا کر بریک لگائے۔ سونیا ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ پھر اس نے جھلا کر کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ گاڑی اس طرح روکی جاتی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "تت . . . تم کون ہو؟ فرہاد میرے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ مجھ سے طرح طرح کی حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ وہ مجھے مخاطب کیوں نہیں کرتا ہے؟ اپنے آپ کو ظاہر کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

سونیا نے انجان بن کر حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ فرہاد بھلا کہاں سے آ سکتا ہے اور کیسے آ سکتا ہے؟"

وہ چیخ کر بولا۔ "تمہارے ذریعے آ سکتا ہے۔ تم للی نہیں ہو۔ میں اچھی طرح جان گیا ہوں۔ تم مرجانہ یا اعلیٰ بی بی ہو۔"

"میں کون ہوں؟ یہ تمہارا باپ بھی نہیں سمجھ پائے گا۔ گاڑی چلاؤ۔"

وہ میری مرضی کے مطابق گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھنے لگا۔ اسی وقت سامنے سے آنے والی ایک گاڑی قریب رکنے لگی۔ اس نے بھی گاڑی روک دی۔ آنے والے نے مخاطب کیا۔ "ہیلو مسٹر برائٹ! ہم آ گئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کارڈینل نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ اس شاہراہ پر ایک کار شعلوں میں گھری ہوئی ہے۔"

برائٹ نے کہا۔ "اور وہ کارڈینل اپنی کار کے ساتھ پل کو توڑ کر دریا میں ڈوب گیا ہے۔"

آنے والے نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"درست کہہ رہا ہوں۔ فرہاد انتقامی کارروائی کر رہا ہے۔ کار شعلوں میں گھری ہوئی ہے وہ جیزی کی تھی اور ادھر کارڈینل کا یہ انجام ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کارڈینل تم سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے تو اس کے ذریعے فرہاد تمہارے دماغ میں بھی پہنچا ہو گا۔ شاید اس وقت بھی موجود ہو۔"

"اوہ برائٹ! کیوں خوفزدہ کر رہے ہو۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ فرہاد موجود ہوتا تو تمہیں کیسے زندہ چھوڑ دیتا جبکہ تم سے آگے آنے والے جیزی کو بھی نہیں چھوڑا۔ کارڈینل کو بھی ختم کر دیا۔ وہ ہمارے تمہارے درمیان نہیں ہے۔"

"اچھا! تو ہم ابھی اس کی موجودگی یا عدم موجودگی کی تصدیق کر لیتے ہیں۔ میں اس کے خلاف ایک رپورٹ دے رہا ہوں۔ تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے لیک ویو ہوٹل میں رہنے والے ہمارے آدمیوں کو اطلاع دو۔ رپورٹ یہ ہے کہ یہ جو میرے پاس بیٹھی ہوتی ہے، یہ للی نہیں ہے —— فرہاد کی کوئی ساتھی ہے۔ للی کو شاید انہوں نے مار ڈالا ہے یا اپنی قید میں رکھا ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "یو مسٹر! تمہارا برائٹ مجھے ریوالور سے ہلاک نہ کر سکا۔ بے چارہ بہت مجبوری کی حالت میں میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ کیا تم مجھے ہلاک کرنے میں اس کی مدد کر سکتے ہو؟"

برائٹ نے کہا۔ "دیکھو، دیکھو یہ خود اس بات کا اعتراف کر رہی ہے کہ میں نے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی اور نہ کر سکا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ فرہاد موجود ہے؟"

آنے والے نے کہا۔ "ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ عورت تمہیں چھیڑ رہی ہے یا اعلیٰ بی بی کی طرف سے تمہارے پیچھے جاسوس کی طرح لگا دی گئی ہے۔ اس کی موجودگی سے فرہاد کی موجودگی ثابت نہیں ہوتی۔ تم نے اس کے خلاف رپورٹ دی۔ اس نے اب تک ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تم اس کے نام سے بہت زیادہ دہشت زدہ ہو۔ تمہیں نارمل رہنے کی ضرورت ہے۔ جاؤ، سیدھی طرح ڈرائیو کرتے ہوئے لیک ویو ہوٹل پہنچو۔ اس عورت کو ہمارے آدمیوں کے حوالے کر دو۔ وہ اس کی اصلیت معلوم کر لیں گے۔"

"لیک ویو ہوٹل میں ہمارے اور کتنے آدمی رہ گئے ہیں؟"

"چار آدمی ہیں۔ وہ چاروں اس عورت سے اصلیت اگلوانے کے لیے کافی ہیں۔ میں آگے والے پل کا معائنہ کر کے آتا ہوں۔ اس کے متعلق رپورٹ دینا ہو گی۔"

"تم پل کی طرف نہ جاؤ، میرے ساتھ چلو۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن مجھ سے یہ تجسس، یہ اسرار برداشت نہیں ہو رہا ہے، وہ موجود ہے یا نہیں ہے؟ میرے لیے مرنا بہت آسان ہے لیکن ٹیلی پیتھی کے لانبے، تیز، نوکیلے ناخن مجھے اندر سے نوچ رہے ہیں، کھرچ رہے ہیں لیکن ان کی کھوج کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ یہ معلوم ہو جائے تو مجھے اطمینان ہو جائے گا۔ پھر میں اس ٹیلی پیتھی والے سے سمجھ لوں گا۔"

آنے والے نے پوچھا۔ "اگر میں تمہیں یقین دلا دوں کہ فرہاد تمہارے دماغ میں نہیں ہے تو تم نارمل ہو جاؤ گے؟"

"بے شک، مگر تم کیسے یقین دلاؤ گے؟"

آنے والے نے اپنی کار کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ریوالور نکالا۔ پھر اسے دکھاتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

برائٹ نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا مذاق کر رہے ہو۔ یہ ریوالور ہے۔"

"اب اس ریوالور کا رخ تمہاری طرف ہے۔ تم میرے نشانے پر ہو۔ اگر میں تمہیں گولی مار دوں تو سمجھ لینا کہ فرہاد موجود ہے۔"

وہ ایک دم سے سہم کر سیٹ کی پشت سے لگ گیا۔ پھر ہکلاتے ہوئے بولا۔ "یہ... یہ کیا حرکت ہے۔ ایسا مذاق نہ کرو۔ اگر فرہاد سچ مچ تمہارے دماغ میں پہنچ گیا تو بھی گولی چل جائے گی۔ پلیز، اسے ہٹاؤ یہاں سے۔"

آنے والے نے مسکرا کر کہا۔ "اگر میں تمہیں گولی ماروں تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ فرہاد موجود ہے اور تمہیں گولی نہ ماروں اور خود کو ہلاک کر دوں تو..."

کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی [illegible]

[illegible] گولی چلا [illegible]

[illegible] ایک [illegible] اچھا گیا۔ پھر برائٹ [illegible]

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "اس بے چارے نے تمہیں نہیں مارا، خود مر گیا۔ یہ ثابت کر دیا کہ فرہاد موجود نہیں ہے۔"

اچانک ہی برائٹ نے چیخ کر کہا۔ "موجود ہے۔ تم بکواس کرتی ہو۔ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو یہ خودکشی کیوں کرتا؟"

"اس نے خودکشی کی ہے۔ فرہاد موجود ہوتا تو وہ تمہیں گولی مارتا۔ پس ثابت ہوا کہ فرہاد موجود ہو یا نہ ہو تمہاری زندگی سلامت رہے گی۔ تم بخیریت لیک ویو ہوٹل تک پہنچو گے۔ چلو اچھے بچوں کی طرح ڈرائیو کرو۔"

"تت... تم کون ہو؟ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ، اگر فرہاد سے تمہیں کوئی لگاؤ ہے تو تمہیں فرہاد کا واسطہ، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں وہ موت ہوں جو دشمن کے ساتھ ساتھ چلتی ہے مگر مارنے میں جلد بازی نہیں کرتی۔ پہلے اپنے دشمن کو جگہ جگہ موت کا تماشا دکھاتی ہے۔ اسے ہلکان کرتی ہے، پھر مارتی ہے۔ جانتے ہو ایسی موت کو کیا کہتے ہیں؟"

وہ دہشت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "دشمن اس موت کو سونیا کہتے ہیں۔"

برائٹ نے ایک زور کی چیخ ماری۔ "نہیں۔" اس نے ہڑبڑا کر دروازے کو کھولا۔ پھر پیچھے ہٹ کر گر پڑا۔ اس کے بعد خوفزدہ انداز میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "نن... نہیں، تم سونیا نہیں ہو۔"

سونیا نے قہقہہ لگایا۔ "میں ہر دشمن کے لیے مردہ ہوں اور ہر اس دشمن کے لیے زندہ ہوں جو اب تب میں مرنے ہی والا ہو۔ آؤ، بیٹھو، میں تمہیں بڑے پیار سے ماروں گی۔"

وہ چیخ کر وہاں سے پلٹتے ہوئے بھاگنے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "میں آرہا ہوں، انتظار کرو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ کوئی سوچ اپنی جگہ قائم نہیں تھی۔ عجیب سی سوچوں کا ٹکراؤ تھا، دہشت تھی۔ وہ جدھر سے کار ڈرائیو کرتا آیا تھا ادھر ہی بھاگ رہا تھا۔ پھر وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ اتفاق سے ایسی جگہ گرا جہاں وہ اپنا ریوالور چھوڑ آیا تھا۔ ٹھیک اس کے سامنے اس کو وہ نظر آ رہا تھا۔ تب اس کے خیالات مجتمع ہونے لگے۔ اس کے دماغ میں یہ بات گونج رہی تھی۔ اس کے کسی باس نے کہا تھا۔ "ہم سونیا اور بابا صاحب کی موت کی اطلاع ضرور دے رہے ہیں، لیکن اسے کنفرم نہ سمجھا جائے۔ ماضی میں فرہاد کے متعلق بارہا ایسا ہو چکا ہے۔ بارہا یہ خبر ملی کہ وہ مر چکا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد دنیا کے کسی دوسرے حصے میں وہ زندہ پایا گیا۔ ایکبار جاپان میں اسے فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا گیا تھا۔ اسے جو موت کی سزا دی گئی تھی اس کی باقاعدہ دستاویزی فلم تیار کی گئی تھی۔ ساری دنیا کی خطرناک تنظیموں نے اس فلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرہاد کی لاش دیکھی تھی۔ اسے دفناتے ہوئے دیکھا گیا تھا، لیکن کچھ عرصہ بعد وہ پھر نمودار ہو گیا۔ لہٰذا سونیا کے متعلق خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔"

برائٹ ولسن سڑک پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ریوالور تھا۔ اسے تمام باتیں یاد آرہی تھیں۔ یقین ہو رہا تھا کہ سونیا موت ہے اور موت اس کے پیچھے چلی آرہی ہے یا اس کے ساتھ بیٹھ کر بڑی دور تک سفر کرنے والی ہے۔ اس میں اب اتنا حوصلہ نہیں رہا تھا کہ سونیا کے برابر بیٹھتا۔ ایک تو میری دہشت تھی، دوسرے سونیا کی موجودگی نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔ ——— اس کا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھا۔ اس نے ریوالور کو تھام لیا۔ ذرا دیر بعد ہی رات کے سناٹے میں ایک فائر کی آواز گونجی۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ "بچے کو اپنے پاس سیٹ پر لٹاؤ اور کار ڈرائیو کر کے لیک ویو ہوٹل پہنچو۔ تم یہاں تنہا ہو۔"

بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ لیک ویو ہوٹل کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں اس نے کار سے اترتے وقت بارس کو گود میں لے کر ایسی ایکٹنگ شروع کی جیسے بہت زیادہ دہشت زدہ اور پریشان ہو۔ وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ہوٹل کے اندر داخل ہوئی۔ ایک کیبن میں بیٹھ کر اس نے کافی کا آرڈر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ دشمن برائٹ ولسن کی کار کو پہچان کر یا اس کو پہچانتے ہوں تو اس حوالے سے اس کے پاس آجائیں۔

یہ اندازہ درست تھا۔ کافی آنے سے پہلے ہی دو آدمی کیبن میں داخل ہوئے۔ ایک نے کہا۔ "ہیلو بی بی! تم [illegible]"

سونیا نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ [illegible] نے کہا۔ "گھبراؤ مت۔ ہم برائٹ کے دوست ہیں۔ ہمیں معلوم ہے تم ہماری تنظیم سے تعلق نہیں رکھتی ہو مگر برائٹ کے کہنے پر ہمارے لیے کام کر رہی ہو۔ ہم تمہارے محافظ ہیں۔ رپورٹ دو۔"

وہ دونوں اس کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "میں کیا بتاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا ہے وہ دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ مجھے پانی پلاؤ۔"

ایک نے گلاس میں تھوڑا سا پانی اس کی طرف بڑھایا۔ وہ دو گھونٹ پینے کے بعد ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "جب ہم وہاں سے چلے تو سب سے پہلے [illegible] جینیفر کی گاڑی خالی نظر آئی۔ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ شاید برائٹ نے کسی کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع بھی دی تھی۔"

دوسرے آدمی نے کہا۔ "ہاں اس نے ہمیں اطلاع دی تھی۔ تم آگے کہو۔"

"آگے [illegible] ایک دو [illegible]"

[illegible]

اپنی گاڑی کو پُل کی ریلنگ سے جاکر ٹکرا دیا اور گاڑی سمیت پُل کے نیچے پانی میں گر گیا۔ تھوڑی دیر بعد یہاں سے کوئی ساتھی گیا اور اس نے برائٹ سے بات کرنے کے بعد اپنی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھ کر گولی چلا دی اور خود مر گیا۔ یہ دیکھتے ہی برائٹ نے مجھ سے کہا کہ میں کار تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی لیک ویو ہوٹل جاؤں اور اس کے ساتھیوں کو ان وارداتوں کی اطلاع دے دوں۔ وہ وہاں ٹھہر گیا ہے، تم لوگوں کا انتظار کر رہا ہے۔"

ایک نے پریشان ہو کر کہا۔" اسے اکیلے وہاں رکنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس نے مجھ سے جو کہا میں نے اس پر عمل کیا۔"

اتنے میں کافی آگئی۔ ایک شخص نے اس کے لیے پیالی میں کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔" تم بہت پریشان ہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ رات کو کار میں سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔"

اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔" فرینک اور جوڈی کو برائٹ کی تلاش میں بھیج دو۔ تم کال اٹینڈ کرتے رہو۔ میں للی کو ہوٹل کے کمرے میں پہنچا دیتا ہوں۔ یہ کل صبح یہاں سے جائے گی۔"

سونیا نے کہا۔" نہیں، میرا اس وقت پیرس پہنچنا بہت ضروری ہے۔ میرے اپنے لوگ پریشان ہوں گے۔"

"للی! تم نہیں جانتی ہو، دشمن بہت ہی مکار ہے۔ موت کی طرح نادیدہ ہے۔ کس وقت کیسے چلا آتا ہے، ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ ہم تمہیں کسی خطرے سے دوچار نہیں ہونے دیں گے۔"

اس کے ساتھی نے اٹھتے ہوئے کہا۔" للی! اب اس بچے سے نجات حاصل کر لو۔ مجھے دو، میں اسے کہیں چھوڑ آؤں گا۔"

سونیا نے بے اختیار پارس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔" نہیں، بچہ میرے پاس رہے گا۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا۔" یہ تمہارا نہیں ہے۔ تمہیں اس سے محبت کیسے ہو گئی؟"

"کیسے نہ ہوگی۔ آخر میں عورت ہوں۔ بچہ کسی کا بھی ہو، میں اسے ہاتھ سے بے ہاتھ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں اپنے گھر لے جاؤں گی۔ اسے پالنے والے بہت ہیں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگا۔ انہیں سونیا پر شبہ ہو رہا تھا۔ جب للی کو بچے کی ماں بننے کے لیے کہا گیا تھا تو اس نے برا سامنہ بنایا تھا۔ اعتراض کیا تھا۔ صرف برائٹ کے اصرار پر راضی ہو گئی تھی ورنہ وہ خواب میں بھی اپنے آپ کو کسی بچے کی ماں تصور نہیں کر سکتی تھی۔

ایسی صورت میں بچے کے ساتھ اس کا ہمدردانہ رویہ ان کی نظروں میں اسے مشکوک کر رہا تھا۔ سونیا نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔" تم لوگوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا؟"

ایک نے کہا۔" مجھے لاری کہتے ہیں اور یہ الفریڈ ہے۔"

الفریڈ نے کہا۔" میں ابھی فرینک اور جوڈی کو وہاں بھیجتا ہوں۔"

الفریڈ وہاں سے جانے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "پارس کے ساتھ تمہارا جو لگاؤ ہے وہ دشمنوں کو شبے میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہ تمہاری مجبوری بھی ہے اور محبت بھی۔ بہر حال میں ذرا الفریڈ کے پاس جا رہا ہوں۔ تم لاری کو ہینڈل کر لینا۔"

میں الفریڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دن کے وقت ہوٹل کے باہر جھیل کے کنارے مردوں اور عورتوں کا میلہ سا لگا رہتا تھا۔ لوگ مختلف تفریحات میں مصروف رہتے تھے۔ رات کو زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔ صرف پینے پلانے والے جوڑے جھیل کے کنارے گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ وہاں چھوٹے چھوٹے بار بنے ہوئے تھے جس کی جہاں مرضی آتی تھی، وہاں ایک پیگ پیتا تھا۔ پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔ فرینک اور جوڈی ایک بار میں بیٹھے پی رہے تھے۔ الفریڈ نے وہاں پہنچ کر انہیں للی اور برائٹ ولسن کے متعلق تفصیلات بتائیں۔ تمام باتیں سننے کے بعد جوڈی نے کہا۔" للی جیسی حسین، نوجوان، مشہور و معروف ہیروئن کے ساتھ وقت گزارنے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ اسی لیے تم اور لاری اس کے ساتھ ہوٹل میں رہنا چاہتے ہو۔ مجھے اور فرینک کو برائٹ کی تلاش میں بھیج رہے ہو۔ ہم اتنے بے وقوف تو نہیں ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں جوڈی کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ الفریڈ نے پوچھا۔" تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا ہم یہاں تفریح کے لیے آئے ہیں؟"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔" یہ کہتے ہی جوڈی نے ایک گھونسہ الفریڈ کے منہ پر جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر اس نے فوراً ہی جیب سے ریوالور نکال کر کہا۔" جوڈی! ہوش میں ہو۔

میں تمہیں حکم دیتا ہوں اب تم ایک گھونٹ بھی نہیں پیو گے۔ زیادہ پیتے ہی تم کھوپڑی سے باہر ہو جاتے ہو۔"

جوڈی نے گلاس اٹھا کر کہا۔" تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟"

"یہ ڈیوٹی کا وقت ہے۔ اگر تم پینا چھوڑ کر فرض انجام نہیں دو گے تو میں گن پوائنٹ پر کام لینا جانتا ہوں۔"

جوڈی نے وہ شراب سے بھرا گلاس اس کی طرف پھینک دیا۔ الفریڈ ایک طرف ہٹ گیا۔ گلاس دوسری طرف جا کر گرا۔ اس کے ساتھ ہی جوڈی نے اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔" ریوالور واپس رکھ لو، ورنہ۔۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں الفریڈ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے جوڈی پر فائر کر دیا۔ یہ سب کچھ پلک جھپکتے میں ہوا۔ اس کے بعد میں نے الفریڈ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا کیونکہ پلک جھپکنے میں جتنی دیر لگتی ہے اتنی دیر میں وہ یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی کی کارستانی ہے۔

اس کے سامنے جوڈی فرش پر تڑپ رہا تھا۔ آخری سانسیں لے رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا۔" یہ میں نے کیا کیا؟ میں نے فائر کیسے کیا؟ کیوں کیا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔" اگر میں فوراً ہی فائر نہ کرتا تو جوڈی نشے میں تھا، وہ مجھ پر گولی چلا دیتا۔ یہ سب کچھ میں نے بے اختیار اپنی حفاظت کے لیے کیا تھا۔"

اتنی دیر میں فرینک الفریڈ کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس نے اپنے ریوالور کی نال اس کی پشت پر لگاتے ہوئے کہا۔ "اپنا ریوالور پھینک دو، ورنہ میں گولی مار دوں گا۔"

الفریڈ نے کہا۔" فرینک! میری بات کا یقین کرو، میں نے اپنے تحفظ کے لیے ایسا کیا۔ تم دیکھ رہے تھے کہ جوڈی کس قدر نشے میں تھا۔ وہ مجھ پر گولی چلا دیتا۔"

"بکواس مت کرو، ریوالور پھینک دو۔"

فائرنگ کی آواز سن کر ہوٹل کے لوگ جمع ہو رہے تھے میں نے ایک ساعت میں الفریڈ کے دماغ میں داخل ہو کر بڑی تیزی کے ساتھ فرینک کی طرف یوں پلٹایا جیسے وہ فائر کرنا چاہتا ہو۔ میں دوسری ساعت میں فرینک کے پاس تھا۔ اس بار فرینک نے فائر کر دیا۔

لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ دور جا جا کر کسی نہ کسی چیز کی آڑ میں چھپنے لگے تاکہ فائرنگ کی زد میں نہ آسکیں پھر ایک طرف سے للکار کر کہا گیا۔" مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو، ریوالور پھینک دو۔ ہم قانون کے محافظ ہیں اور تم ہمارے نشانے پر ہو۔"

فرینک نے ریوالور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنے تحفظ کے لیے ایسا کیا ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا تھا کہ یہ ریوالور لے کر میری طرف پلٹ رہا تھا۔"

ایک پولیس آفیسر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "ہم تمہیں صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیں گے۔ فی الحال تم قانون کی حراست میں رہو گے۔"

میں ان لوگوں کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لاری کے ساتھ ایک لفٹ کے ذریعے پانچویں منزل پر آئی تھی اور وہاں ہوٹل کے ایک کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ لاری نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "مس للی! کیا تم بچے کو بستر پر لٹا کر منہ ہاتھ دھونا پسند کرو گی؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔" کیا تم میرا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتے ہو؟"

لاری نے بھی سفاکی سے مسکرا کر کہا۔" اصلی چہرہ مجھے پسند نہ آیا تو اسے کسی کو دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

سونیا نے پارس کو بستر پر لٹا دیا۔ پھر لاری کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔" تو پھر آؤ، خود ہی میرے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے نوچ کھسوٹ کر دیکھ لو۔"

لاری قریب آیا مگر زیادہ قریب نہیں آسکا۔ اچانک ہی ایک گھونسہ اس کے منہ پر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، دوسرا اور تیسرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی اور چہرے پر پڑا۔ آخری گھونسہ پیٹ پر۔ پھر وہ پیٹ کو پکڑ کر جھکا تو منہ پر گھٹنا پڑا۔ لاری کے لیے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ للی کے پیچھے جو عورت چھپی ہوئی ہے وہ بجلی کی طرح ہاتھ پاؤں چلانا جانتی ہوگی۔

وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا مگر کبھی تو پیٹ پکڑ رہا تھا۔ کبھی چہرے پر یوں ہاتھ پڑ رہے تھے جیسے ہتھوڑے پڑ رہے ہوں۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے ذرا سی دیر میں وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرایا، پھر فرش پر بیٹھ گیا۔

سونیا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا۔" تمہاری جیب میں ریوالور ہے۔ تم جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے نکال سکو تو میں مرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں، پھر تم پر

ہاتھ نہیں اٹھاؤں گی۔ شرط یہ ہے کہ ریوالور نکال لو۔"

دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا، مگر ریوالور نکالنے کی حسرت ہی رہ گئی۔ منہ پر اتنی زبردست ٹھوکر پڑی تھی کہ وہ تلملا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ سہلانے لگا۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ اس طرح سونیا فریب میں آجائے گی۔ اس نے فرش پر جھک کر جیسے اوندھے منہ گرنے کی ایکٹنگ کی لیکن اس کا دوسرا ہاتھ جیب کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں موجود تھا لیکن میں نے مداخلت نہیں کی۔ اُدھر سونیا چوکنے والی عورت نہیں تھی۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ دشمنوں کو پانی پلا پلا کر مارنا جانتی تھی۔ اس نے دو چار ایسی ٹھوکریں لگائیں کہ وہ اپنا ہاتھ جیب کی طرف لے جانا بھول گیا۔

میں نے کہا۔ "سونیا! بس کرو۔ فوراً پارس کو اٹھا کر کمرے سے نکل جاؤ۔ اُدھر میں نے تین دشمنوں کو ایک دوسرے سے الجھا کر ان کو ختم کر دیا ہے۔ ایک کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔ اس کا بیان سن کر پولیس والے تمہاری طرف ضرور آئیں گے۔"

سونیا نے پارس کو اٹھایا، پھر دروازے کو کھول کر وہاں سے نکل گئی۔ میں کبھی سونیا کے پاس پہنچ جاتا اور کبھی لاری کے دماغ کو پڑھنے لگتا ——— سونیا کی طرف سے میں اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ اپنی کار میں پہنچ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ہوٹل سے آگے نہ نکل جاتی۔

لاری کی طرف بھی دھیان رکھنا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر سونیا پر پیچھے سے حملہ کر سکتا تھا لیکن اس کی بُری حالت تھی۔ وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اسے جبراً فرش پر سے اٹھایا۔ پہلے اس نے کمرے کی کھڑکی کھولی، پھر آواز دی۔ "کون ہے؟ اندر آجاؤ۔"

دروازہ کھلا، چار پولیس والے نظر آئے۔ فرینک دو پولیس والوں کی گرفت میں تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نظر آرہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی لاری تیزی سے پلٹ کر دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ پھر وہ کھڑکی کی چوکھٹ پر چڑھ گیا۔ پولیس آفیسر نے چیخ کر کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم فرار ہونے کی کوشش نہ کرو۔ ادھر سے چھلانگ لگاؤ گے تو زندہ نہیں بچو گے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہوتے لاری نے پانچویں منزل کی بلندی سے چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد کیا نتیجہ ہوا، یہ دیکھنا ضروری نہیں تھا۔

تقریباً چالیس منٹ کے بعد سونیا پیرس پہنچ گئی۔ ایفل ٹاور کے پارکنگ ایریا میں اس نے کار روک دی۔ وہاں سے پارس کو لے کر نکلی۔ پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ میں اس کے پاس موجود رہا جب تک وہ پارس کو محفوظ پناہ گاہ تک نہ پہنچا تی، میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "دیکھو فرہاد! تمہارا یہ بیٹا ابھی بالشت بھر کا ہے اور اس نے اتنے ہنگامے برپا کر رکھے ہیں۔ دشمنوں کو اپنے پیچھے پیچھے لیے پھرتا ہے۔ پتہ نہیں بڑا ہو کر کیا کرے گا؟"

یہ کہہ کر وہ پارس کو چومنے لگی۔ وہ آنکھیں کھولے سونیا کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا، مسکرا رہا تھا۔ سونیا کے چومنے پر کبھی کبھی قہقہے لگا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! مسکراتے رہو، ہنستے رہو، لیکن فرہاد اور سونیا کی قسمت لے کر پروان نہ چڑھو، ورنہ آخری سانس تک دشمن پیچھا کرتے رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ایک عام شریف آدمی کی طرح دنیا کے کسی ایک حصے میں ایک چھوٹے سے مکان میں پُرسکون زندگی گزارو۔ ہم ایسی زندگی کے لیے ترس رہے ہیں۔"

پارس ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "مم۔۔ ماں۔ ماں۔۔ ماں۔۔۔"

میں نے کہا۔ "یہ تمہیں ماں کہہ رہا ہے۔"

سونیا نے اسے بھینچ لیا پھر چوم کر کہا۔ "یہ میرا بیٹا ہے میں اس کی ماں ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے وہ اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم نے رسونتی کی خبر لی؟"

"میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ کوئی بدنصیب بننا چاہے تو دوسرا اسے خوش نصیبی کی طرف نہیں لا سکتا۔"

"ایسا نہ کہو فرہاد! وہ حالات کی ماری ہے۔ اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ غلط فہمی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ تم اسے دشمنوں کے جال سے نکالو۔"

"میں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ میری محبت، میری نصیحت، میری ٹیلی پیتھی، سارے ہی ہتھیار زنگ آلود ہو گئے۔ وہ کسی کی نہیں سنتی۔ اسے اس کا بیٹا مل گیا ہے۔ اسے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

سونیا نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا تم اسے ہمیشہ کے لیے

چھوڑ دو گے؟ اسے دشمنوں کے طلسم سے نہیں نکالو گے؟"

"میں نہیں صرف خدا نکال سکتا ہے۔ اسے جب کوئی زبردست ٹھوکر لگے گی تب ہی وہ سنبھلنا چاہے گی تب ہی ہم اسے سنبھال لیں گے۔ ہمیں صرف صبر و تحمل سے وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ پارس کو لے کر سائرہ بانو کی رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔ اس رہائش گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد وہ مختلف کمروں اور کوریڈورز وغیرہ سے گزرتی ہوئی ایک خفیہ دروازے کے پاس آئی۔ وہ دروازہ مخصوص نمبروں کی ترتیب سے کھلتا تھا۔ یہ سارے نمبر مرجانہ نے سونیا کو بتا دیے تھے۔ وہ اس دروازے کو کھول کر تہہ خانے میں پہنچی پھر ایک سرنگ سے گزرنے لگی۔ اس سرنگ میں جگہ جگہ رکاوٹیں تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے آگے جا کر وہ سرنگ بند ہو چکی ہے لیکن مخصوص نمبروں کی ترتیب سے راستے کھلتے جاتے تھے۔ اس طرح وہ ان راستوں سے گزرتے ہوئے پھر زینے پر چڑھتے ہوئے جب اوپر پہنچی تو اُدھر دوسری رہائش گاہ تھی جو سائرہ بانو کی تھی ——— اس رہائش گاہ کا علم دشمنوں کو نہیں تھا، وہ یہی سمجھتے تھے کہ وہ بنگلہ ایک عرصے سے ویران پڑا ہوا تھا۔ اب دوسرے لوگ کرایہ دار کی حیثیت سے آگئے ہیں۔ وہاں مرجانہ، جمیلہ اور سائرہ بانو پارس کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس وقت صرف سائرہ بانو موجود تھیں، مرجانہ جمیلہ کے ساتھ وہاں پہنچنے والی تھی۔

سونیا نے کہا۔ "اب ہمارے پارس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد مرجانہ آکر اس کی محافظ بن جائے گی۔ میں آزاد ہو جاؤں گی۔ تم کہو تو میں تمہارے پاس چلی آؤں؟"

"میں چاہتا ہوں، تم ابھی اُڑ کر میرے پاس آجاؤ۔ لیکن حالات بدل گئے ہیں۔ دشمن تمہیں مُردہ سمجھ رہے ہیں۔ میری طرف آؤ گی تو کسی نہ کسی طرح بھید کھل جائے گا، یا میرے قریب رہو گی تو دشمن تمہاری ٹوہ میں رہیں گے کہ تم کون ہو؟ تمہاری اصلیت کیا ہے؟ لہٰذا کچھ روز وہیں رہو۔ پارس کی حفاظت بھی کرتی رہو اور میرے دشمنوں سے حساب کتاب بھی ہوتا رہے۔ ابھی کچھ دشمنوں کا سراغ لگا کر آتا ہوں پھر تمہیں ان کے نام اور پتے بتاؤں گا۔"

میں اس آپریٹر کے پاس پہنچ گیا جس سے جیزی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پہلی بار گفتگو کی تھی اور اس نے جیزی کی رپورٹ اپنے دوسرے اعلیٰ افسران تک پہنچائی تھی۔ اس شخص کا نام گوسک تھا۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر نہیں تھا ——— اپنے مکان کے ایک کمرے میں اپنا ضروری سامان پیک کر رہا تھا۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ اسے ڈیوٹی سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اس نے جیزی سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی تھی اور اس کی رپورٹ بھی اپنے افسران تک پہنچائی تھی لیکن جیزی اور جینیفر مارے گئے تھے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی آدمی ایسے مارے گئے جن سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گوسک کا رابطہ قائم رہا تھا۔ اسی لیے اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوراً لندن چلا جائے۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔

میں نے اس کی سوچ کو کریدنا شروع کیا۔ معلوم کرنے لگا کہ اس نے کبھی اپنے سربراہ کو دیکھا ہے؟ اس کی سوچ نے انکار کیا۔ "میں نے کبھی اپنے باس کو نہیں دیکھا۔ ہاں ایک بار اس کی گاڑی دیکھی تھی۔ وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اس عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ سوٹ پہنے ہوئے تھا اور فلیٹ ہیٹ سر پر جھکا ہوا تھا۔ میں اسے چہرے سے آج تک نہیں پہچان سکا۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "اگرچہ میرا باس بہت پُراسرار ہے، کسی سے ملتا نہیں ہے۔ تاہم اس کے دوست احباب اور رشتے دار تو ہوں گے؟"

گوسک کی سوچ نے کہا۔ "ہاں، ایک بار ایک عورت اپنی کار سے اتر کر اس کے دفتر میں جا رہی تھی۔ وہ پیرس کی اتنی مشہور عورت ہے کہ میں نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔"

وہ اس عورت کا نام سوچنے لگا۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "نام صحیح طرح یاد نہیں ہے لیکن پورے فرانس میں وہ شی سپر کہلاتی ہے یعنی فرانس کی عورتوں میں سب سے افضل۔ پتہ نہیں اس میں افضل ہونے کی کون سی بات ہے۔ دیکھنے میں وہ بے حد خطرناک لگتی ہے۔ بنجامن کہہ رہا تھا کہ ایک بار اس عورت نے اسے گھور کر دیکھا تھا تب اس نے محسوس کیا تھا جیسے اس کے اندر جھرجھری پیدا ہو رہی ہے، جیسے شی سپر کی نظریں تیز ناخنوں کی طرح اس کے دل کو کھرچ رہی ہوں۔ بہت ہی خطرناک عورت ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جب وہ پورے فرانس میں شی سپر کہلاتی ہے تو یقیناً مشہور معروف ہستیوں میں اس کا شمار ہوتا ہوگا اور ٹیلیفون ڈائرکٹری میں اس کا نام اور فون نمبر بھی ضرور ہوں گے۔ مجھے ان نمبروں کو تلاش کرنا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "مگر میں کیوں اس کا فون نمبر تلاش کروں؟"

چند لمحوں کے بعد وہ اپنی مرضی کے خلاف ٹیلی فون

ڈائرکٹری کھول کر شی سُپر کا نام اور ٹیلیفون نمبر تلاش کر رہا تھا
میں ایسی عورتوں اور مردوں سے محتاط رہتا ہوں جو خطرناک
یا غیر معمولی نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔
اس لیے فوراً ہی ان کے دماغ پر دستک دینا نادانی ہوتی
ہے۔ میں سوچنے لگا کہ شی سُپر تک کیسے پہنچا جائے؟
میں یہ تمام باتیں گوسک کے دماغ سے سوچ رہا تھا۔
اس نے اس کا نام اور نمبر ڈھونڈ نکالا۔ اس کے چھ مختلف فون
تھے۔ سونیا میری ہدایت کے مطابق کاغذ قلم لے کر نوٹ
کرنے لگی۔ میں اس کے پاس سے گوسک کے پاس واپس
آیا تو وہ بہت ہی بدحواس تھا۔ سوچ رہا تھا، اس نے ٹیلیفون
ڈائرکٹری کیوں کھولی؟ وہ شی سُپر کے متعلق معلومات کیوں
حاصل کر رہا تھا جبکہ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیا فرہاد
میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے؟
میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"
اس کی سوچ نے کہا "ایسے وقت مجھے ہدایت کی گئی
ہے کہ جب بھی شبہ ہو یا یقین ہو تو میں فرہاد کی موجودگی کے
متعلق فوراً اطلاع دوں۔"
اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کس فون نمبر پر اطلاع دینے
والا ہے۔ میں نے وہ فون نمبر سونیا کو نوٹ کرا دیا۔ پھر واپس
آیا تو وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر چکا تھا۔ میں نے اس کی زبان
سے [illegible] کر دی۔ ریسیور واپس رکھوا دیا۔ اس کی سوچ نے بتا دیا تھا کہ
[illegible] وقت تک [illegible] طرف سے کوئی شخص ریسیور اٹھا کر صرف اس کا
[illegible] پہنچ کر [illegible] گا۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولے گا اور میں کسی
[illegible] سے رابطہ قائم کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔
گوسک اب یقین کر چکا تھا اور میری موجودگی سے
[illegible] رہا تھا۔ میں نے کہا "میں موجود ہوں۔ تم اپنے دماغ
میں مختلف لب و لہجہ محسوس کر رہے ہو۔ یہ فرہاد علی تیمور کا لہجہ
ہے۔ بولو جان عزیز ہے یا دوسرے ساتھیوں کی طرح اپنی
قوم پر قربان ہونا چاہتے ہو؟"
وہ گھبرا کر بولا "نن نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ میری
ایک بیوی ہے۔ میرے پیارے پیارے بچے ہیں۔ وہ لندن
میں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں ان کے لیے زندہ رہنا
چاہتا ہوں۔"
"گوسک! میں دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اگر آئندہ تم میرے
متعلق کسی کو نہ بتاؤ تو میں تمہیں آزادی سے جانے کی
اجازت دیتا ہوں۔ تم جاؤ اور بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی
خوشی زندگی گزارو۔"

وہ فوراً ہی گڑگڑا کر بولا "میں آپ کا یہ احسان کبھی
نہیں بھولوں گا۔ کیا آپ سچ مچ مجھے زندہ چھوڑ دیں گے؟"
"میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔ تم آزاد ہو۔ جاؤ۔"
میں نے سونیا کے پاس آ کر تفصیلات بتائیں کہ
شی سُپر کس قسم کی عورت ہے اور وہ جو آخری فون نمبر لکھایا
ہے اس نمبر سے جواب موصول نہیں ہوتا ہے۔ صرف پیغام سنایا
جاتا ہے۔"
"تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ان نمبروں کے ذریعے نمبر والوں
کا پتہ ٹھکانہ معلوم کر لوں گی اور خود ان سے نمٹ لوں گی۔ میرا
خیال ہے اس وقت برما میں صبح ہونے والی ہوگی۔ تمام رات
جاگتے رہے ہو، اب سو جاؤ۔"
ہم نے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ پھر میں اس سے
رخصت ہو کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ کمرے میں ہلکی
نیلی خواب آور روشنی تھی۔ میری اس خفیہ رہائش گاہ کے
ایک کمرے میں کیشو گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے ریڈ پاور
کے باس اینجلو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی سو
رہا تھا۔ میں منجالی کے پاس پہنچا۔ وہ بے چاری میرا انتظار
کرتے کرتے سو گئی تھی۔ ساری دنیا ہی سو رہی تھی۔ ایک
میرے ہی نصیب میں جاگنا لکھا ہوا تھا۔
منجالی کے دماغ میں پہنچتے ہی وہ مجھے خواب میں
دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "میں اتنا مصروف رہا کہ تم سے رابطہ
قائم نہ کر سکا۔ میں کل تمہیں بلاؤں گا۔ تم میرے ساتھ رہو گی؟"
میں نے اسے اپنے پاس بلانے کی بات کہی تو خواب
رنگین ہو گئے۔ وہ رنگا رنگ پھولوں کے درمیان سے گزرتے
ہوتے اپنی زلفیں لہراتے ہوئے میری طرف چلی آ رہی تھی۔
لیکایک اس کے بڑھتے ہوتے قدم رک گئے۔ پہلے اس کا
چہرہ مسرتوں سے دمک رہا تھا، اب وہ بجھ گئی تھی۔ لوا اس
ہو کر سر کو جھکا لیا تھا۔ میں نے اسے تسلی دی "منجالی! ہم
بہترین دوست ہیں۔ میں نے سوچا ہے، برما میں جو موجودہ
قاتل ہے وہ تمہارے ہاتھوں سے مارا جائے۔"
"وہ کہاں ہے۔ آپ مجھے ابھی بتائیں۔ میں ابھی اس
کے پاس جاؤں گی۔"
"میں سب کچھ بتا دوں گا۔ وہ ایک اندھا ہے مگر
ایسے جدید آلات سے لیس رہتا ہے کہ آنکھوں والوں سے
زیادہ دیکھ سکتا ہے۔ بہت ہی غیر معمولی قسم کا آدمی ہے۔"
"ایک اندھے کو میں جانتی ہوں۔ وہ میرا پڑوسی ہے
قریب والے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔"

"نہیں، تم اسے نہیں جانتیں۔ وہ دوسری جگہ رہتا ہے۔
[illegible] اس کا پتہ بتاؤں گا۔ پہلے میں اسے ایک وارننگ دینا
[illegible] ہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد پھر تمہارے پاس آؤں گا
[illegible] ابھی سوتی رہو۔"
میں اسے چھوڑ کر اندھے ڈیوڈ سولجر کے دماغ میں پہنچا۔
[illegible] جانتا تھا کہ وہ سو رہا ہوگا۔ آرام سے سانسیں لے رہا
ہوگا۔ میں بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچ جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا۔
[illegible] دماغ میں پہنچا لیکن وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے وہ
[illegible] کی حالت میں تھا، سمجھ نہ سکا۔ پھر اس نے سانس روک لی۔
میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔
[illegible] نے پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے کہا "آ جاؤ
[illegible] یہ کیا تک ہے۔ اس وقت رات کے...!"
اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر کلائی کی گھڑی
[illegible] کے ایک ننھے سے بٹن کو دبایا۔ اس میں سے چار بار ہلکی ہلکی
[illegible] آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "چار بج چکے ہیں۔ تھوڑی
[illegible] دیر بعد صبح ہونے والی ہے۔ اس وقت لوگ گہری نیند
[illegible] تے ہیں۔ کیا تم الّو کی طرح جاگتے رہتے رہو اور دوسروں
[illegible] بھی نیند حرام کرتے ہو؟"
میں نے کہا "آج کے بعد تم الّو کی طرح بھی نہیں جاگ
[illegible] سکو گے۔"
"فرہاد! میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ ہمارا
[illegible] ہمارا جھگڑا ختم ہو چکا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں
[illegible] نہ کروں۔ تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں۔"
"یہ ممکن نہیں ہے ـــــ کل ہمارے درمیان طے
[illegible] تھا کہ ہم ایک رات اور ایک دن آزادی سے زندگی
[illegible] گزاریں گے اور اپنی رہی سہی حسرت پوری کریں گے۔ یہ مہلت
[illegible] ہو چکی ہے۔ مجھے اصولاً آج رات کو ہی تم سے نمٹ لینا
[illegible] چاہیے تھا لیکن مصروفیات نے موقع نہیں دیا۔ اب بھی وقت
[illegible] ہے۔ رات پوری طرح نہیں گزری ہے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟
[illegible] مجھے قتل کرنے آؤ گے یا میں پہنچوں؟"
اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم مجھ تک نہیں
پہنچ سکو گے۔ میں نے رہائش گاہ بدل دی ہے۔ اب ایسی
جگہ ہوں جہاں تمہاری ٹیلی پیتھی بھی نہیں پہنچ سکے گی۔"
"دیکھو، سانس نہ روکنا۔ پہلے مجھے بتاؤ، تم نے ارادہ
[illegible] کیوں بدل دیا ہے؟"
"تم نے رنگون شہر میں جو ہنگامے برپا کیے ہیں اور یکے
[illegible] بعد دیگرے یہودیوں کو قتل کیا ہے تو اس کے بعد تمہارے خلاف
بہت ہی سخت کارروائی کی جا رہی ہے۔ تمہیں ذہنی اور جسمانی
اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔ شاید ذہنی اذیتیں پہنچانے کا عمل
شروع ہو چکا ہے۔ مجھے معلوم ہے سونیا اور تمہارا بیٹا
پارس دونوں مارے گئے ہیں۔ تمہاری رسونتی تم سے چھین لی
گئی ہے۔ اب تمہارے پاس کیا رہ گیا۔ تم رفتہ رفتہ پاگل ہو کر
خود سڑکوں پر نکل آؤ گے اور یہودیوں کو آوازیں دو گے کہ
وہ آئیں اور تمہیں ہلاک کر دیں۔"
"اچھا تو تم میرے مرنے کے بعد اپنی خفیہ پناہ گاہ سے
نکلو گے؟"
"ہاں، اب جاؤ۔"
اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔
اس اندھے کی باتوں سے ظاہر ہو گیا تھا کہ دشمن اب مختلف
انداز میں مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے میرے
مقابلے میں آنے والے قاتلوں کا انجام دیکھ لیا تھا۔ اس
لیے اندھے ڈیوڈ سولجر کو چھپا دیا تھا۔ ایسی بات نہیں ہے
کہ میں کسی یہودی قاتل کی نظروں میں آؤں گا تو وہ مجھے
زندہ چھوڑ دے گا۔ یقیناً نامعلوم قاتل میری تاک میں لگے
ہوں گے۔ اس کے علاوہ وہ سب خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے۔
شاید جشن بھی منا رہے ہوں۔
انہیں اپنی کامیابی کا بڑی حد تک یقین ہو گیا تھا۔
سونیا اور پارس مارے گئے ہیں۔ رسونتی چھین لی گئی
ہے تو ان کے خیال کے مطابق میں رفتہ رفتہ بالکل مایوس ہو
جاؤں گا۔ اگر کھل کر شکست تسلیم نہیں کروں گا تو چپ چاپ
کہیں منہ چھپا کر بیٹھ جاؤں گا۔ اس طرح ان کے راستے کی
ایک بہت بڑی دیوار گر جائے گی۔
میں نے منجالی سے کہا تھا کہ میں ڈیوڈ سولجر سے باتیں
کرنے کے بعد اس کے پاس آؤں گا لیکن اب اس کے پاس
جانا فضول تھا۔ وہ اندھا کہیں روپوش ہو گیا۔ وہ سو رہی
تھی۔ اسے میں نے سونے دیا۔ چار بج کر دس منٹ ہوئے
تھے۔ اب مجھے بھی سو جانا چاہیے تھا۔ میں کرسی پر سے اٹھ
کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے
چونک کر بند دروازے کی طرف دیکھا۔ اس خفیہ رہائش گاہ
میں کیشو کے علاوہ اور کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے
پوچھا "کیا بات ہے کیشو؟"
"جناب! میں پاکٹ ٹرانسمیٹر اپنے سرہانے رکھ کر سو رہا تھا۔
اس کے ذریعہ باس نے کہا ہے کہ میں آپ کو ابھی نیند سے بیدار کروں۔
وہ آپ سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز آپ ان

سے رابطہ قائم کریں۔"

"تم آرام کرو۔ میں ان سے بات کرتا ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے اینجلو سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "جناب! پتہ نہیں آپ کو یہ بُری خبر ملی ہے یا نہیں۔ میرا تو دل لرز رہا ہے۔ میں آپ کو کیسے سناؤں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر بہت ہی غمزدہ لہجے میں کہا "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ سونیا اور پارس دونوں ہی مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہیں۔ میں ان دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

"میں آپ سے کن الفاظ میں اپنی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کروں۔ ایک تو ان کمبختوں نے مادام سونیا کو آپ سے چھین لیا۔ دوسرے اتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ ٹیلی پیتھی کو بھول جاتا۔ اپنے ہوش و حواس میں نہ رہتا۔ آپ بڑے حوصلہ مند ہیں۔"

"حوصلہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اسی حوصلے سے میں ایک دشمن کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"[illegible] ہمارے ماسک مین نے آپ کے نام پیغام بھیجا ہے [illegible] ماسک مین نے لکھا تھا۔

"[illegible] فرہاد [illegible]

[illegible] آپ کو [illegible] بڑی خبر [illegible]

[illegible]

[illegible] مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری سب سے اہم بات یہ کہ آپ کا [illegible]..."

آہ، کس طرح میں اس تعزیتی پیغام میں آپ کے بیٹے پارس کی موت کا ذکر کروں۔ میرا حوصلہ نہیں ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ کو صبر آئے اور آپ ذہنی طور پر نارمل رہیں۔ ہم ہمہ وقت آپ کی خدمت کے لیے تیار ہیں۔ یہودی تنظیم کے سربراہ شاید جشن منا رہے ہیں اور اپنے طور پر اسے خوشخبری سمجھ کر دنیا کی مختلف خطرناک تنظیموں تک یہ خبر پہنچا رہے ہیں۔ جب انہوں نے یہ بُری خبر ہم تک پہنچائی تو ہم نے فوراً ہی کہہ دیا کہ کوئی یہودی اس وقت تک ہم سے رابطہ قائم نہ کرے جب تک ہم ان سے بات کرنا ضروری نہ سمجھیں۔ ہم نے ایک غیر معینہ مدت کے لیے ان سے تعلقات ختم کر دیے ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں، اس سے زیادہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟ ان سے انتقام لینے کے سلسلے میں ہمارے تمام ممالک کے باس اور ماتحتوں کو آپ جس طرح استعمال کرنا چاہیں، آپ کو کھلی اجازت ہے۔ وہ سب در پردہ آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔

میں پھر ایک بار دل کی گہرائیوں سے اپنی طرف سے اور اپنے ملک کی طرف سے آپ کے لیے گہرے رنج و غم کا اظہار کر رہا ہوں اور آپ کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ جب بھی کوئی ضرورت ہو آپ اینجلو کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

فقط آپ کا ایک پرستار، ایک عقیدت مند اور ایک بے لوث دوست، ماسک مین!

وہ تعزیت نامہ سننے کے بعد میں نے کہا "اپنے ماسک مین سے کہہ دینا، انہوں نے میرے ساتھ جس ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا ہے اس کے لیے میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ ماسک مین اور ان کی پوری تنظیم کے لوگ کسی وقت بھی میرے کام آنے کے لیے تیار رہیں گے۔"

اینجلو نے کہا "جناب! کسی وقت کی بات نہ کریں۔ میں اسی وقت سے آپ کے کام آ رہا ہوں۔ میں نے اپنے تمام ماتحتوں کو حکم دے دیا ہے۔ یہاں جو یہودی تنظیم میں نئے لوگ آئے ہیں اور خود کو بڑا اسرار بنا کر یا آپ سے دہشت زدہ ہو کر اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں، انہیں بے نقاب کیا جائے۔ ان کے نام، پتے اور ان کے ٹیلیفون نمبر معلوم کیے جائیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ چار پانچ گھنٹے کے اندر میں بہت سے یہودیوں کو ان کے بلوں سے نکال لاؤں گا۔"

"مسٹر اینجلو! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ واقعی میرے بہی مخلص ہیں۔ تمام رات جاگنے کے باوجود سونے کو دل نہیں چاہتا ہے لیکن دشمنوں سے نمٹنے کے لیے تازہ دم رہنے کے لیے تھوڑی سی نیند ضروری ہے۔ میں جب سو کر اٹھوں گا تو آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ سوچنے لگا۔ جب یہودی تنظیم کے لوگ دوسری تمام خطرناک تنظیموں تک سونیا اور پارس کے متعلق اطلاعات پہنچا رہے ہیں۔ رسوتی کے سلسلے میں بھی اپنی فتح کا یقین دلا رہے ہیں تو یقیناً رنگون کے ماسٹر تک بھی یہ خبر پہنچی ہو گی اور وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین ہو گا۔

یہ سوچتے ہی میں رنگون کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ وہ جاگ رہا تھا اور جادید سے کئی بار رابطہ قائم کر چکا تھا۔ اس سے بار بار کہہ رہا تھا کہ جب بھی فرہاد صاحب سے رابطہ قائم ہو تو رنگون کے ماسٹر سے بات کرنے کے لیے ضرور کہا جائے۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے چونک کر کہا "جناب! آپ غائب ہو جاتے ہیں۔ کوئی اہم اطلاع دینا ہو تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا، آپ کو کہاں تلاش کریں؟"

"ماسٹر! میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ مجھے کون سی بُری خبر سنانے والے ہیں۔ میں تمام رات جاگتا رہا ہوں جو شدید صدمہ مجھے پہنچا ہے۔ دشمنوں نے جو نقصانات پہنچائے ہیں اس کے بعد میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ماسٹر نے کہا "مجھے یقین تھا کہ آپ نے مادام سونیا سے رابطہ قائم کیا ہو گا اور رابطہ قائم نہیں ہوا ہو گا تو آپ کو ساری حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی۔ میں آپ کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو آپ ابھی حکم دیں۔ میں یہودیوں کے خلاف کھل کر سامنے تو نہیں آ سکتا لیکن در پردہ آپ کی طرف سے انہیں نقصان پہنچانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ آپ میرے بہت اچھے دوست ہیں اور میرے لیے ایسے وقت بہت کچھ کرنا چاہیں گے۔"

"[illegible] ہمارے [illegible] ماسٹر آپ کے [illegible] آپ [illegible] ایک پیغام آپ کے نام ہے۔ وہ پیغام پڑھ [illegible]"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! ابھی ہمارے ماسٹر نے آپ کو ایک نہایت بُری خبر سنائی ہو گی یا آپ پہلے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر چکے ہوں گے۔ میں اپنے صدمے کا اظہار لفظوں میں نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر جو گزر رہی ہے، اس سے آپ کے دل پر گزرنے والے صدمات کا اندازہ کر سکتا ہوں۔

آج تک کسی دشمن نے آپ کو اتنا شدید نقصان نہیں پہنچایا۔ مادام سونیا آپ کی دست راست بھی تھیں اور آپ خود بھی لیکن افسوس ہم دشمنوں اور شیطانوں کو مار سکتے ہیں [illegible] کو نہیں مار سکتے۔ ہم سب کو ایک دن فنا ہونا ہے۔

اگرچہ اس وقت نصیحت نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ موقع مناسب بھی ہے لہٰذا میں کہنا چاہتا ہوں، آپ نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اتنے دشمن پال رکھے ہیں کہ کسی بھی لمحے آپ کی جان بھی جا سکتی ہے۔ آج آپ کے چاہنے والے گئے، کل دشمن آپ پر شب خون مار سکتے ہیں۔ میں آپ کی بھلائی اور سلامتی کے لیے یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ آپ اپنے مزاج میں، اپنے رویے میں لچک پیدا کریں۔ کبھی دشمنوں سے سمجھوتے کا موقع آئے تو

سمجھوتہ کریں۔ جہاں دشمنی کا موقع آئے وہاں دشمنی کریں۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں بھی یہی کرتی ہیں۔ اپنی طاقت پرناز کرنے کے باوجود ڈپلومیسی ان کے لیے لازمی ہوتی ہے۔ آپ بھی ذرا ڈپلومیسی سے کام لیں۔ اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ ہر گھڑی آپ کو جان کا خطرہ نہیں رہے گا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ یہودیوں کو گلے لگالیں۔ نہ ان سے دوستی کریں نہ دشمنی۔ آپ بڑے بڑے اسلامی ممالک کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہودیوں کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کرتے۔ اگر اسرائیلی حکومت کبھی ایک اسلامی ملک پر حملہ آور ہوتی ہے تو دوسرے صرف بیانات دیتے ہیں احتجاج کرتے ہیں۔ پھر اپنے معاملات میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ کیا وہ بے شمار دولت کے بل بوتے پر متحد ہوکر ایک چھوٹی سی اسرائیلی حکومت کا مقابلہ نہیں کرسکتے ؟ بے شک کرسکتے ہیں لیکن ایسا نہیں کرتے۔ پھر آپ تنہا کیوں اپنی جان کو اور اپنے عزیزوں رشتے داروں کو داؤ پر لگا رہے ہیں ؟ ایسا نہ ہو کہ یہ یہودی آپ کے عزیز رشتوں تک بھی پہنچنا شروع کردیں۔ آپ کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ ہم نہیں چاہتے کہ سونیا اور پارس کے بعد کوئی اور بڑا صدمہ آپ اٹھائیں۔

ہم نے جیسے ہی یہ بری خبر سنی، تمام یہودی تنظیموں کو یہ پیغام پہنچا دیا کہ ہم سے اس وقت تک رابطہ قائم نہ کریں جب تک کہ ہم ضروری نہ سمجھیں۔ ہم سے رابطہ قائم کرنے اور باہمی تعاون کو برقرار رکھنے کی ایک شرط یہ ہے کہ مادام رسونتی کو فوراً فرہاد صاحب کے پاس واپس پہنچایا جائے۔ ہم جانتے ہیں مادام سونیا کی جگہ دنیا کی کوئی عورت نہیں لے سکتی تاہم مادام رسونتی کی موجودگی سے آپ کے پریشان دل و دماغ کو ڈھارس ضرور بندھے گی۔

آہ فرہاد صاحب! کسی کو کیا معلوم تھا کہ جو طیارہ میں آپ کو تحفے کے طور پر پیش کررہا ہوں اور جس پر مادام کا نام جلی حرفوں میں لکھا جارہا ہے، وہی طیارہ انہیں لے ڈوبے گا۔ میرا تحفہ آپ کے لیے بڑا ہی منحوس ثابت ہوا ہے۔

میں وہ تحفہ دے کر پچھتا رہا ہوں۔

فرہاد صاحب! ایک اور بات کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ ماضی میں کئی بار آپ کی موت کے چرچے ہوئے۔ دستاویزی فلم کے ذریعے آپ کی موت کی تصدیق بھی ہوگئی۔ اس کے باوجود خدا آپ کو سلامت رکھے، آپ سلامت ہیں۔ کیا ہم توقع کریں کہ آئندہ کبھی مادام سونیا کی موت کی اطلاع بھی غلط ثابت ہوگی ؟ اور وہ ہمارے لیے دوستی کی علامت بن کر زندہ سلامت نظر آئیں گی۔ دیکھیے، میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ اگر وہ زندہ ہیں، راز میں رکھی گئی ہیں، تو آپ انہیں ظاہر کردیں ــ آپ کا اپنا طریقۂ کار ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف آپ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مادام کی زندگی اور موت کا پتہ کرسکتے ہیں ــــ ہماری تو دعا ہے کہ وہ اور آپ کا بیٹا پارس دونوں زندہ سلامت ہوں۔

آخر میں ہم آپ کے گہرے رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں اور ہمہ وقت اس انتظار میں ہیں کہ آپ ہمیں کسی بھی خدمت کے لیے آواز دیں گے، ہم حاضر ہوجائیں گے۔ تمام ممالک کے ماسٹر اور ماتحت آپ کے کسی حکم سے انکار نہیں کریں گے۔ آپ کسی بھی وقت آزما کر دیکھ لیں۔

فقط آپ کا پرستار، آپ کا عقیدت مند، آپ کا بے لوث خدمت گزار اور دوست ۔ سپر ماسٹر"!

وہ تعزیت نامہ سننے کے بعد میں نے ماسٹر سے کہا۔ "اپنے سپر ماسٹر کے لیے میرا جواب لکھو۔"

وہ لکھنے لگا۔ میں بولنے لگا۔ "سپر ماسٹر! آپ میرے سُکھ میں بھی شریک رہے اور دکھ میں بھی شریک ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ آپ یہودیوں سے رسونتی کی واپسی کی شرط نہ رکھیں۔ میں دشمنوں سے اپنی بیوی کو نہ تو بھیک کے طور پر لوں گا نہ تحفے کے طور پر اور نہ ہی کسی خیرسگالی کی بنیاد پر۔ میری بیوی اس طرح میرے پاس آئے گی تو وہ اسی طرح سر چڑھی رہے گی میری کسی بات کا یقین نہیں کرے گی۔ اگر دشمنوں سے ٹھوکر کھا کر آئے گی تو اس کی آنکھ کھلے گی اور وہ اپنے شوہر پر اعتماد کرنا سیکھ لے گی۔ لہٰذا آپ رسونتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

رہ گئی یہ بات کہ ماضی میں میری موت کی خبر غلط ثابت ہوئی، آپ کی زبان مبارک ہو۔ سونیا کی موت کی اطلاع بھی غلط ثابت ہو۔ تاحال میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا اور میرا یہ پکا تجربہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں جس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ وہ دماغ مُردہ کہلاتا ہے۔

سپر ماسٹر! میں آپ کی یہ بات مانتا ہوں کہ بڑے بڑے اسلامی ممالک اسرائیلی حکومت سے کتراتے ہیں۔ اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ رہنما راستے سے ہٹ جائے تو قافلہ بھی بھٹک جائے۔ ہر شخص پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ذاتی طور پر صحیح اور سچے راستے کا تعین کرے اور اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش

کرے۔ میں بھی ایسے ہی ایک راستے پر چل رہا ہوں۔ اس راستے پر جو بھی دشمن سامنے آئے گا، میں اس کی لاش پر سے گزر کر آگے بڑھوں گا۔

آپ نے مجھے ڈپلومیسی کا مشورہ دینے میں دیر کردی۔ جب میں سونیا اور پارس کو ہار چکا ہوں۔ رسونتی کو کھو چکا ہوں تو اب سمجھوتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــ انہوں نے میرے ساتھ جو کیا ہے، اس کے نتیجے میں وہ آئندہ کیسے زبردست نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

مجھے جب بھی آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی، میں آپ کو ضرور یاد کروں گا۔ فقط۔ آپ کا اپنا فرہاد علی تیمور"!

ماسٹر نے میرا جواب لکھنے کے بعد کہا۔ "آپ مجھے حکم دیں، میں آپ کے لیے کیا کرسکتا ہوں ؟"

"فی الحال کچھ نہیں کرسکتے۔ کیونکہ آپ لوگ نہ تو یہودیوں کے خلاف میری مدد کرسکتے ہیں نہ میرے خلاف یہودیوں کی۔ پھر کچھ کہنا ہی فضول ہے۔"

"جناب! آپ ایسا نہ سمجھیں۔ ہم چھپ چھپا کر تو آپ کی مدد کر ہی سکتے ہیں۔ اگر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنا ہو تو آپ ہمیں بتائیں۔ ہم اس سلسلے میں کیا کرسکتے ہیں ؟"

"کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو یہاں یہودی تنظیم میں جو نئے لوگ آتے ہیں ان کے نام، پتے، فون نمبر وغیرہ معلوم کرکے مجھے بتا دیں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ چار چھ گھنٹے کے اندر یہ معلومات حاصل کرلوں گا۔ پھر کب رابطہ قائم کریں گے ؟"

"میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ اب بھی سونے کو جی نہیں چاہتا۔ صدمے سے بُری طرح نڈھال ہوں۔ سوچتا ہوں، سو جانے سے شاید دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوجائے۔ اس لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو سُلاؤں گا۔ بیدار ہونے کے بعد آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ صبح ہوچکی تھی۔ باہر چڑیوں کے چہچہانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے جوتے اور موزے اتارے۔ پھر بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے جانے کیوں منجالی یاد آئی۔ منجالی کے ساتھ اس کی یہ بات بھی یاد آئی کہ اس کے پڑوس میں کوئی اندھا رہتا ہے۔ اچانک میں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بیدار ہوگئی تھی۔ مجھے محسوس کررہی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم نے اپنے پڑوس والے بنگلے میں جس اندھے کو دیکھا ہے۔ کیا اس کا حلیہ بیان کرسکتی ہو ؟"

"ہاں، کل میں یہاں آئی تو اپنے اس بنگلے کو اندر اور باہر سے گھوم پھر کر دیکھا۔ پھر بنگلے کے پچھلے حصے میں گئی۔ وہاں ذرا فاصلے پر ایک اور بنگلہ نظر آیا۔ ایک کار سے دو آدمی اتر کر باہر آئے۔ اس بنگلے کے احاطے سے گزرنے لگے۔ ان میں سے ایک کی چال سے پتہ چل رہا تھا جیسے وہ اندھا ہو۔ اس نے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے جوتے عجیب ساخت کے تھے اور وہ چلتے وقت چھڑی کو اپنے ہاتھ میں یوں پکڑے ہوئے تھا جیسے وہ چھڑی نہ ہو کوئی ٹارچ لائٹ ہو اور وہ اندھیرے میں اس کی روشنی سے آگے جارہا ہو۔"

میں نے کہا۔ "منجالی! یہ وہی اندھا قاتل ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ پھر مجھ سے چھُپنے کے لیے وہاں پہنچ گیا ہے۔ سچ کہتے ہیں گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف جاتا ہے۔ اس کی موت آگئی ہے، لہٰذا وہ تمہاری طرف آگیا ہے۔"

میری باتوں کے دوران منجالی اپنے بنگلے کے پیچھے آگئی تھی اور دوسرے بنگلے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "اس بنگلے کے برآمدے میں ایک شخص نظر آرہا ہے لیکن وہ نہیں ہے جسے میں نے کل اندھے کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"میرا خیال ہے، اندھے کے ساتھ محافظ رکھے گئے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ کل کوئی اور محافظ تھا، آج دوسرا ہے۔"

منجالی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "یہی ہوسکتا ہے۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بنگلے کی پچھلی دیوار تک آئی۔ پھر چھوٹے سے گیٹ پر پہنچ گئی۔ جو شخص برآمدے میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا، اسے دیکھ کر اٹھ گیا۔ اس کی کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور رکھا ہوا تھا۔ منجالی نے اسے ذرا اونچی آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مسٹر! میں دارالسلام سے آئی ہوں۔ اس بنگلے میں رہتی ہوں۔ کیا آپ کے ہاں ٹیلیفون ہوگا ؟"

اس نے پوچھا۔ "مس! اتنی صبح ٹیلی فون کی ضرورت کیوں پیش آگئی ؟"

"میں کسی ٹیکسی کو کال کرنا چاہتی ہوں اور کسی اچھے ہوٹل میں جاکر ناشتہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا [illegible] مجھے بغیر ناشتے کے رہنا چاہیے ؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بالکل نہیں۔ تم مائنڈ نہ

کرو تو میں اپنے ساتھ ناشتہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔"
منجالی نے ذرا شرماتے ہوئے کہا۔ "اوہ نہیں مسٹر! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"
"شرمندگی کی کیا بات ہے۔ تم ہمارے ملک میں مہمان ہو۔ محض ناشتے کے لیے پریشان ہو۔ میں تمہاری اس مشکل کو دور کر سکتا ہوں۔"
وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں ابھی لباس تبدیل کر کے آتی ہوں۔ آپ کی اس آفر کا شکریہ۔"
منجالی بڑے ناز و انداز سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے ہوتے وہاں سے پلٹ کر سو بل کھاتے ہوئے اپنے بنگلے میں داخل ہوئی۔ پھر بنگلے کے پچھلے دروازے پر پہنچ کر اس نے دور سے پلٹ کر اس شخص کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھتے جا رہا تھا۔ منجالی نے ہاتھ ہلایا، اشارہ کیا۔ پھر اندر چلی آئی۔
میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بہت اچھی اداکارہ ہو۔"
"کیا آپ اس کے دماغ میں جا رہے ہیں؟"
"ابھی نہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ یوگا کا ماہر ہو اور ہماری چال سمجھ لے۔"
منجالی نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اس نے مجھے ناشتہ کرنے کے لیے کہا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے علاوہ وہاں کوئی باورچی بھی ہوگا جو ان کے لیے کھانا تیار کرتا ہے۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ سکیں گے۔ میں ابھی جاتی ہوں۔"
میں نے کہا۔ "میں جا رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ دوبارہ کتنی دیر میں واپس آ جاؤں۔"
"صرف پندرہ منٹ کے بعد۔"
میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ ... نے مشیر ... بلا کر منجالی کے بنگلے کا پتہ بتایا پھر کہا۔ "تم ... کا ... بنگلے کے پچھلے راستے کے کسی مقام پر کھڑی کر دو۔ اس بنگلے سے پیچھے بنگلہ ہے۔ منجالی وہاں جانے والی ہے۔ ہو سکتا ہے تمہاری کار کی ضرورت پیش آئے۔ تم کتنی دیر میں پہنچو گے؟"
"بیس منٹ میں۔"
"جب میں کہوں تو منجالی کے بنگلے سے اس کا تمام ضروری سامان نکال کر اپنی کار کی ڈگی میں رکھ لینا۔"
"جی بہت اچھا۔"
"اب جاؤ۔"
وہ چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد میں منجالی کے پاس پہنچا۔ وہ لباس بدل کر اپنے بنگلے سے نکلنے کے لیے تیار تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اپنے بنگلے کا اگلا دروازہ لاک نہ کرنا۔ صرف اسے بند کر کے چھوڑ دینا۔ ہو سکتا ہے تمہیں یہاں سے جانا پڑے۔ میرا آدمی تمہارا سامان نکال کر لے جائے گا۔ تمہارے اور اندھے کے بنگلے کے درمیان جو گلی ہے اس گلی کے کونے پر وہ کار کھڑی رہے گی۔ تم کسی وقت بھی اس کار کو استعمال کر سکو گی۔"
وہ ڈیوڈ سولجر کے بنگلے کی طرف جاتے ہوتے بولی۔ "یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس اندھے کا جو مسلح گارڈ ہے وہ یوگا کا ماہر ہے یا نہیں؟"
"کوئی چال چلنی ہوگی۔ میں سوچتا ہوں۔ تم بھی سوچو۔"
وہ بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ مسلح شخص اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اس کے لیے احاطے کے گیٹ کو کھولا۔ پھر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ... "مجھے بھوشن موسس کہتے ہیں۔ دراصل پہلے میں ہندو تھا اب یہودی بن گیا ہوں۔ ہندو کی حیثیت سے میرا نام بھوشن تھا اور یہودی ہونے کے بعد میں نے موسس کا اضافہ کر لیا ہے۔"
"مجھے منجالی کہتے ہیں۔ ناگا ولے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میں نے سینئر کیمبرج تک تعلیم حاصل کی ہے۔ ایشیائی ممالک کی سیر کے لیے نکلی ہوں۔ برما میں چند روز قیام کر کے بنکاک اور سنگاپور کی طرف جاؤں گی۔"
وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "معلوم ہوتا ہے ساری باتیں یہیں بتا کر واپس چلی جاؤ گی۔"
وہ ہنستی ہوئی اس کے ساتھ بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ پھر وہ ایک کمرے میں پہنچے۔ ایک دیوار کے پاس ایک بڑی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ بھوشن نے کہا۔ "مس منجالی! کچھ مائنڈ نہ کرنا۔ ذرا اس مشین کے سامنے کھڑی ہو جاؤ۔ ہمارے بہت سے دشمن ہیں۔ ہم معلوم کرتے ہیں، کوئی یہاں ہتھیار لے کر تو نہیں آیا ہے۔"
منجالی مسکراتے ہوئے مشین کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ ایک منٹ کے بعد بھوشن نے کہا۔ "بس آ جاؤ، بہت بہت شکریہ۔"
منجالی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے سنا ہے ایشیا کے لوگ جڑی بوٹیوں کے ماہر ہوتے ہیں اور ایسے ایسے دائمی امراض کا علاج کرتے ہیں کہ یورپ کے لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔"
"ایسے باکمال لوگ ایشیا میں موجود ہیں۔"
وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا تم مجھے کسی ایسے باکمال سے

ملا سکتے ہو؟ دراصل مجھے سانس کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ مشورہ دے رہا تھا کہ مجھے یوگا کی مشقیں کرنا چاہئیں۔"
بھوشن نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک اگر تم روز ایسی مشقیں کرتی رہو تو اس بیماری پر قابو پا سکتی ہو۔"
"کیا ایسے شخص سے ملا سکتے ہو جو مجھے یوگا کی مشقیں کرا سکے اور اس سلسلے میں معلومات فراہم کر سکے؟"
وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "میرا ایک دوست شیو کا نیپالی تھا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ افسوس اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔"
میں نے منجالی کے دماغ میں چپکے سے کہا۔ "شاباش! تم نے ثابت کر دیا ہے کہ واقعی ذہین ہو۔ اب میں بھوشن کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"
اور میں بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یوگا کی دیوار حائل نہیں تھی۔ وہ منجالی سے باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک نوجوان عورت ناشتے کی ٹرالی لے کر آ گئی۔ میں بھوشن کے دماغ کی تہہ میں اتر کر اس کے چور خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔
پتہ چلا کہ اندھے ڈیوڈ سولجر کی نگرانی اور حفاظت کے لیے ایک مرد اور ایک عورت کو مقرر کیا گیا تھا۔ عورت بنگلے کے اندر ڈیوڈ سولجر کے قریب رہتی تھی اور اس کا ہر حکم بجا لاتی تھی۔ بنگلے کے باہر بھوشن مسلح گارڈ کے فرائض انجام دیتا تھا۔ ڈیوٹی بدلنے کے بعد دوسرا مسلح شخص اس کی جگہ آ جاتا تھا۔ ادھر اس عورت کی جگہ دوسری عورت لے لیتی تھی۔
جس وقت منجالی کو اس دیوار کے پاس مشین کے سامنے کھڑا کیا گیا تھا، اس وقت وہ عورت اندھے ڈیوڈ سولجر کے پاس تھی۔ اور اسے ایک اسکرین پر دیکھ کر بتا رہی تھی۔ "ایک نیگرو لڑکی نظر آ رہی ہے۔ اس کے لباس کے اندر کوئی ہتھیار چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں پرس بھی نہیں ہے۔ وہ بالکل نہتی ہے۔"
منجالی نے اس عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھوشن سے کہا۔ "آپ نے ان کا تعارف نہیں کرایا۔ کیا یہ آپ کی وائف ہیں؟"
بھوشن نے مسکرا کر کہا۔ "جی نہیں، یہ مس رنجیتا ہیں۔ ہمارے اندھے باس کی پرائیویٹ سیکریٹری۔"
رنجیتا ناشتے کی ٹرالی پہنچانے کے بعد وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ منجالی نے اٹھ کر جبراً مصافحہ کرنے پر مجبور کیا۔ پھر ہاتھ ملاتے ہوئے بولی۔ "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آیئے نا ہمارے ساتھ چائے پیجیے۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"
رنجیتا نے جواباً کہا۔ "مجھے بھی تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے لیکن میں مصروف ہوں مجھے باس کے پاس جانا ہے۔"
وہ معذرت چاہتے ہوئے جانے لگی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت بھوشن کہہ رہا تھا۔ "مس منجالی! پتہ نہیں تمہاری شخصیت میں یا تمہارے سراپے میں کیا بات ہے۔ میں کئی بار محسوس کر چکا ہوں کہ تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہوں۔ تم بلاشبہ بہت ہی پرکشش ہو۔ کہیں تم میری بات کا برا..."
اس کی بات پوری نہ ہو سکی کیونکہ میں رنجیتا کے دماغ میں رہ کر باتیں سن رہا تھا اور رنجیتا ان سے دور ہو گئی تھی۔

ان کی آواز ڈوب گئی تھی۔ وہ کچن میں آ گئی۔ پلٹ کر اس دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ابھی داخل ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ لڑکی کچھ عجیب سی ہے۔ غیر معمولی سی لگتی ہے۔ میرا بھی دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ آخر اس کالی کلوٹی میں کیا بات ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھی۔ کچن کے دوسرے دروازے سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے اندھے ڈیوڈ سولجر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس نے دو بار دستک دی۔ اندھے نے کہا "آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر گئی، وہ اپنے ہاتھ میں وہی غیر معمولی سی چھڑی لیے کھڑا ہوا تھا، اس نے پوچھا "ہاں بتاؤ وہ کون ہے؟ کیسی ہے؟"

"وہ بہت ہی غیر معمولی لگتی ہے۔ جانے اس میں کیا بات ہے، دل چاہتا ہے اس کے قریب پہنچ جائیں۔ اس کے گلے لگ جائیں۔"

"کیا بہت خوبصورت ہے؟"

"نیگرو ہے، کالی ہے مگر ناک نقشہ بہت ہی اچھا ہے۔ ہمارے ہاں حسن کا معیار گورا رنگ ہوتا ہے۔ وہ اس کے پاس نہیں ہے۔"

اندھے نے ہنستے ہوئے کہا "میرے لیے کیا اندھیرا، کیا اجالا؟ کیا گورا؟ کیا کالا؟ تھوڑی دیر پہلے بھوشن نے اس کی تعریفیں کیں اب تم اس کے گن گا رہی ہو۔ میں اس لڑکی سے ضرور ملوں گا۔ دیکھتا ہوں، مجھے اس میں کشش محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟"

اس کی بات سنتے ہی میں کیشو کے پاس آیا۔ وہ گاڑی لے کر منجالی کے بنگلے کے پاس پہنچ گیا تھا، میں نے کہا "تم بنگلے میں داخل ہو جاؤ۔ دروازہ کھلا ملے گا۔ منجالی کا جتنا سامان ہے وہ ڈگی میں رکھ لو، پھر اس بنگلے کے پیچھے والی گلی کے کونے پر گاڑی کھڑی کر دو۔"

منجالی بھوشن کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔ وہ ایسی باتیں کر رہی تھی جیسے بھوشن کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہو۔ اس سے پہلے بھوشن نے اس سے متاثر ہونے کا اظہار کیا تھا۔ رنجیتا وہاں پہنچ گئی۔ اس نے منجالی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "تم نے مجھے اپنے ساتھ چائے پینے کے لیے کہا تھا، سو میں آ گئی۔"

منجالی نے خوشی کا اظہار کیا اس کے لیے ایک پیالی میں چائے انڈیلنے لگی۔ رنجیتا نے پیالی لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنے باس سے تمہارا ذکر کیا۔ تمہاری بڑی تعریفیں کیں وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا تم ملنا پسند کرو گی؟"

"اوہ، میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھوں گی۔ یہاں آتے ہی مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں اپنوں میں آ گئی ہوں۔"

میں نے کہا "منجالی! میں نے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ تمہارا سامان کار کی ڈگی میں رکھا جا رہا ہے۔ تم یہاں سے نکلو گی تو اسی گلی کی سیدھ میں چلی جانا۔ سامنے ایک گاڑی کھڑی ہوئی ملے گی۔ ویسے میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

بھوشن نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "ایکسکیوزمی! میں ذرا باس سے مل کر آ رہا ہوں۔"

میں بھوشن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ منجالی میں بے حد کشش محسوس کر رہا ہے۔ یہ بات اسے گوارا نہیں ہے کہ اندھا اسے اپنے پاس بلائے۔

وہ اندھا ان کا باس نہیں تھا لیکن وہ اس بنگلے میں عارضی رہائش اختیار کرتے ہوئے دوسروں پر یہی ظاہر کرتے تھے منجالی سے بھی انھوں نے یہی کہا تھا۔ وہ کچن سے گزرتا ہوا ڈیوڈ سولجر کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس سے پہلے رنجیتا نے دروازے پر دو بار مخصوص انداز میں دستک دی تھی اور اسے اندر جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس بار بھوشن نے تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "بھوشن! ریوالور باہر چھوڑ کر آؤ۔"

بھوشن نے ریوالور کو وہیں ایک فلاور اسٹینڈ پر رکھ دیا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ اندھا اپنے ہاتھ میں اسی غیر معمولی چھڑی کو لیے کھڑا تھا، بھوشن نے کہا "مسٹر ڈیوڈ! یہ کیا حماقت ہے۔ جس لڑکی کے متعلق سنتے ہو، اسے بلانے کی ضد کرتے ہو۔"

ڈیوڈ سولجر نے مسکرا کر پوچھا "تمہیں کیا اعتراض ہے کیا اس کی طرف سے کوئی خطرہ ہے؟"

"خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں اسے یہاں قدم نہ رکھنے دیتا۔ وہ ایک بہت ہی کمسن لڑکی ہے۔ معصوم ہے۔ غیر ملکی ہے۔ کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو ہمیں قانون کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

"اونہہ۔" ڈیوڈ سولجر نے حقارت سے کہا "یہ ہمارے یہودی آقا آخر کس دن کے لیے ہیں؟ یہ ہمیں ہر

طرح کا تحفظ دیتے ہیں، پھر ڈرنے کی کیا بات ہے بس صرف اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کے ذریعے فرہاد ہم تک نہ پہنچ سکے اور جب تم نے اسے یہاں تک بلا لیا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ فرہاد کا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

بھوشن نے ایک گہری سانس لے کر کہا "لیکن مجھ سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" ڈیوڈ سولجر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"مطلب یہ کہ وہ لڑکی مجھے بے حد پسند ہے پتہ نہیں کیسے میرے دل میں گھر کر لیا ہے۔"

"تم اسے تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ لڑکی بہت معصوم، بہت پیاری ہے۔ اگر تم آنکھ والے ہوتے تو تمہیں پتہ چلتا۔ کبھی کبھی آنکھوں کے سامنے ایسے پھول کھلتے ہیں کہ انہیں بس دیکھتے رہنے کی خواہش ہوتی ہے یا زیادہ سے زیادہ اس پھول کو اپنے کالر میں سجانے کا شوق ہوتا ہے۔"

"بھوشن! میرے سامنے شاعری نہ کرو۔ میں نے رنجیتا سے کہا تھا کہ اسے یہاں بھیج دے۔ تم جاؤ۔"

"مسٹر ڈیوڈ! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اسے بھول جاؤ؟"

"میں اتنی سی دیر میں اس کی اتنی تعریفیں سن چکا ہوں کہ اب اسے بھول نہیں سکتا۔ جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ ورنہ میں تمہیں ڈسچارج کر کے کسی دوسرے محافظ کو بلا لوں گا۔"

بھوشن اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ میں چاہتا تو اس کے ذریعے حملہ کرا دیتا، اندھے سے دو دو ہاتھ ہو جاتے لیکن میں نے اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کیا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر کمرے سے نکل آیا۔ جب وہ کچن کی طرف جا رہا تھا تو رنجیتا منجالی کو لے کر آ رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے منجالی کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ یہودی بڑے بارسوخ اور بڑے بااثر ہیں۔ وہ اندھے ڈیوڈ سولجر کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا یا منجالی کو اس کے پاس جانے سے روکے گا تو وہ لوگ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

منجالی اس کے پاس سے گزر کے رنجیتا کے ساتھ ڈیوڈ کے کمرے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اس نے مخصوص انداز میں دو بار دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "رنجیتا! چلی آؤ۔"

وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولی "میرے ساتھ ایک خوبصورت مہمان بھی ہے۔"

اندھے نے مسکرا کر کہا "ویلکم مس منجالی! میں نے سنا ہے تم آنکھ والوں کے لیے بڑی کشش رکھتی ہو دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہو۔"

منجالی نے اس کے کمرے میں قدم رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "شمع اپنی آگ سے، اپنی حرارت سے پروانوں کو بلاتی ہے، کوئی ضروری نہیں کہ پروانہ آنکھ رکھتا ہو لیوں بھی عشق اندھا ہوتا ہے۔"

ڈیوڈ سولجر نے جھوم کر کہا "واہ واہ، کیا خوب بولتی ہو۔ تمہاری آواز میں بھی رس ہے۔ بلا کا ترنم۔"

منجالی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "کیا میں مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کر سکتی ہوں؟"

ڈیوڈ سولجر نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھڑی کو بائیں ہاتھ میں لیتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "آؤ میں اعتراف کرتا ہوں آج تک کسی لڑکی نے پہلی ملاقات کے پہلے ہی فقرے میں مجھے اتنا متاثر نہیں کیا۔"

منجالی نے اس سے مصافحہ کیا تو اس کا ہاتھ تھامتے ہی ڈیوڈ سولجر کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ چہرے پر سنجیدگی آ گئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "مس منجالی! کیا تمہیں بخار ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"میں بالکل نارمل ہوں۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "کیا تمہارا وجود واقعی شمع کی طرح روشن اور جلتا جلتا سا ہے؟"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی "نہیں یہ حرارت جو تم محسوس کر رہے ہو یہ ٹیلی پیتھی کی آنچ ہے۔"

ڈیوڈ سولجر کا مصافحہ کرنے والا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ ہونٹوں سے پہلے ہی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ وہ تقریباً ہکلاتے ہوئے بولا "ٹک۔۔۔ کیا بول رہی ہو؟"

"بول رہی نہیں، رہا ہوں۔"

اچانک وہ جیسے پتھر کا بن گیا۔ اس نے منجالی کے ہاتھ کو پہلے محبت سے مصافحہ کے لیے لیا تھا اب سختی سے گرفت میں لے لیا۔ چھڑی والے ہاتھ کو اٹھاتے ہوئے کہا "فرہاد! میں جانتا ہوں یہ لڑکی بالکل نہتی ہے۔ یہ مجھ پر حملہ نہیں کر سکے گی لیکن اگر تم نے میرے محافظ کے ذریعے حملہ کرانے

کی کوشش کی تو وہ جان سے جائے گا۔ یقین نہ ہو تو اسے اپنا آلۂ کار بنا کر دیکھ لو۔“

پھر اس نے چھڑی کو رنجیتا کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ”تم جہاں کھڑی ہو وہیں رہنا۔ حرکت کرو گی تو زندہ نہیں رہو گی۔ یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ فرہاد تمہیں بھی آلۂ کار بنا سکتا ہے۔“

اس کی بات کے دوران میں بھوشن کے پاس پہنچ گیا تھا وہ بیڈ روم کے باہر کھلے دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ دروازے کے ایک طرف فلاور اسٹینڈ رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا جو بھی چیز تیزی سے حرکت کرتے ہوئے اندھے کی طرف جاتی ہے۔ اچانک ہی فائرنگ ہوتی ہے اور وہ چیز اس کے قریب پہنچ نہیں پاتی میں یہ تماشا ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں دیکھ چکا تھا۔ جب ایک بہت ہی خونخوار قسم کا بلڈ ہاؤنڈ اس پر حملہ آور ہوا تھا۔

میں نے پھر ایک بار آزمانے کے لیے بھوشن کو آمادہ کیا اس نے فلاور اسٹینڈ کو اٹھایا پھر پوری قوت سے اندھے کی طرف پھینک دیا۔ اِدھر وہ فلاور اسٹینڈ اپنی پوری تیز رفتاری سے آیا۔ اُدھر اندھے کی چھڑی سے بے آواز فائرنگ ہوئی اس غیر معمولی چھڑی سے خارج ہونے والے مخصوص قسم کے کارتوس یقیناً فلاور اسٹینڈ کی لکڑی کے تختے کے آرپار ہو گئے ہوں گے لیکن وہ کوئی جاندار چیز تو نہیں تھی کہ گولیاں کھاتے ہی گر پڑتی۔ وہ لکڑی کا بے جان اسٹینڈ تیزی سے آ کر اندھے سے ٹکرایا۔ یہ بات اس کے لیے خلافِ توقع تھی۔ وہ ٹکراتے ہی لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف ہٹا پیچھے ایک پلنگ تھا وہ اس پر چاروں شانے چت گر پڑا۔

میں اسے اٹھنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسی وقت بھوشن تیزی سے دوڑتا ہوا گیا۔ دور ہی سے چھلانگ لگائی پھر اندھے پر آ کر چھا گیا۔ اس پر پہنچتے ہی اس نے چھڑی والے ہاتھ کی کلائی کو ایک ہاتھ کی گرفت میں لے لیا تھا۔ اب دونوں میں زور آزمائی ہو رہی تھی۔ منجالی چاہتی تھی کہ آگے بڑھ کر چھڑی کو اس کے ہاتھ سے چھین لے۔ میں نے فوراً ہی اسے ٹوک دیا۔ ”خبردار! ایسی حماقت نہ کرنا۔ اس اندھے کے خلاف کوئی حرکت کرنے سے پہلے دوسروں کے ذریعے اسے آزمانا چاہیے۔ ذرا تماشا دیکھو۔“

میں نے رنجیتا کے دماغ پر قابض ہو کر اسے آگے بڑھا دیا وہ تیزی سے اس چھڑی کو چھیننے کے لیے بڑھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا چھڑی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہا اور وہ کیسے نہ چھین پاتی جبکہ میں اس کے دماغ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے چھڑی نکل تو گئی لیکن نکلتے نکلتے گولی چل گئی۔

بے آواز فائرنگ تھی سے بے آواز موت تھی۔ وہ بڑی خاموشی سے فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ اس کے پاس ہی وہ چھڑی پڑی ہوئی تھی۔ منجالی نے مجھ سے اجازت طلب کی۔ پھر دوڑتے ہوئے وہاں گئی اور چھڑی کو اٹھالیا۔ میں نے کہا۔ ”اسے آپریٹ نہ کرو۔ پتہ نہیں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ کتنے بٹن ہیں اور کون سا بٹن کس مقصد کے لیے ہے۔ اسے ایسی جگہ رکھ دو جہاں وہ اندھا نہ پہنچ سکے۔“

منجالی نے ایک طرف جا کر اسے الماری کے اوپر رکھ دیا۔ بھوشن ابھی تک اندھے سے لپٹا ہوا تھا۔ اور وہ اندھا خود کو چھڑا کر اپنی چھڑی تک پہنچنا چاہتا تھا وہ چھڑی اس کی آنکھیں تھی۔ وہ آنکھیں اب الماری کے اوپر پہنچ گئی تھیں وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ ہاتھ سے چھوٹ کر گری ہے تو کہیں آس پاس ہو گی۔

اس نے اچانک ہی بھوشن کو ٹانگوں پر رکھ کر دور اچھال دیا۔ بھوشن ایک طرف جا کر فرش پر گرا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے دوبارہ اسے حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کی سوچ میں کہا۔ ”ذرا تماشا دیکھنا چاہیے۔ یہ چھڑی کے بغیر کیا کر سکتا ہے؟“

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اندھا اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر چھڑی کو ٹٹولتا ہوا نیچے فرش پر آ گیا تھا۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ رنجیتا کی لاش پر پڑا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد لاش کے آس پاس اسے ڈھونڈنے لگا۔ میں منجالی کے دماغ میں رہ کر یہ دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ بھوشن اچانک ہی حملہ کرے گا تو میں اسے روک دوں گا۔ لیکن بھوشن کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

وہ اپنے یہودی آقاؤں کو اس واردات کی اطلاع نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ منجالی سے بے حد متاثر تھا۔ اس کے خلاف رپورٹ نہیں دے سکتا تھا۔ بلکہ اسے خوشی تھی کہ جیسے وہ چاہتا ہے وہ اس اندھے ہوس پرست کے ہاتھ نہیں لگ رہی ہے۔ تاہم میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بیڈ روم میں داخل ہونے سے پہلے ریوالور کو باہر

چھوڑ کر آیا تھا اس نے ریوالور کو اٹھالیا تھا وہ اندھے کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے نہیں روکا۔ اسے بیڈ روم کے اندر داخل ہونے دیا جیسے ہی وہ ریوالور لے کر اندر آیا الماری کے اوپر سے خطرے کی سیٹی سنائی دی۔ وہ چھڑی اس بات کا الارم دے رہی تھی کہ یہاں ایک ہتھیار آگیا ہے۔

اندھا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ آواز کی طرف رخ کر کے صحیح سمت کا تعین کرنے لگا۔ پھر اس کا رخ ٹھیک الماری کی طرف ہو گیا میں نے منجالی سے کہا۔ ”تم اس سے نمٹ لو۔ میں بھوشن کو اپنے کنٹرول میں رکھوں گا میں نہیں چاہتا کہ وہ فائر کرے۔“

میں بھوشن کے پاس آیا اور صحیح وقت پر آیا کیونکہ وہ فائر کرنا ہی چاہتا تھا میں نے اسے روک دیا۔ ادھر منجالی نے کہا۔ ”ڈیوڈ تم نے آنکھ نہ ہونے کے باوجود صحیح اندازہ لگایا ہے۔ لیکن وہاں پہنچنے کے لیے تمہیں میرے پاس سے گزرنا ہو گا۔“

ڈیوڈ سولجر نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ”مجھے فرہاد کا یہ انداز سمجھ میں نہیں آیا۔ جب چھڑی سے الارم موصول ہو رہا ہے کہ یہاں ایک ہتھیار ہے تو وہ اس ہتھیار سے مجھے ہلاک کیوں نہیں کر رہا ہے؟“

اس کی باتوں کے دوران میں نے بھوشن کے ذریعہ ریوالور کے چیمبر سے پانچ گولیاں نکال لیں۔ صرف ایک رہنے دی۔ پھر اسے ڈیوڈ سولجر کے قدموں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا۔ ”یہ ریوالور تمہارے لیے ہے۔ تم کسی ایک شخص کو ختم کرنا چاہتے ہو تو بھوشن کو ختم کرو۔“

ایسا کہتے ہوئے بھوشن نے مٹھی میں پکڑی ہوئی پانچ گولیاں کمرے کے باہر پھینک دیں۔ ڈیوڈ سولجر نے جھک کر اپنے قدموں کے پاس ٹٹولتے ہوئے ریوالور کو اٹھالیا پھر کہا۔ ”میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں اپنے سامنے کی دیوار کو گرا دوں اور چھڑی تک پہنچوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے ادھر رُخ کیا جہاں اسے منجالی کی آواز سنائی دی تھی۔ میں نے بھوشن کی زبان سے کہا ”گولی ضائع نہ کرو۔ منجالی وہاں نہیں ہے۔“

وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ میں نے قہقہہ لگایا اور کہا ”ڈیوڈ! منجالی ادھر بھی نہیں ہے۔“

اچانک بھوشن کا قہقہہ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گیا۔ اندھے نے قہقہے کی سمت گولی چلا دی تھی۔ چند لمحوں کے لیے گہرا سناٹا چھا گیا جیسے وہاں صرف لاشیں ہی لاشیں ہوں اور زندگی نام کو نہ ہو۔ پھر میں نے منجالی کو اس کے اور چھڑی کے درمیان لا کر کہا۔ ”ڈیوڈ! میں یہاں ہوں۔“

اس نے فوراً ہی آواز کی طرف گھوم کر فائر کیا۔ ٹریگر پر انگلی دبائی لیکن فائر نہ ہو سکا۔ چیمبر خالی تھا۔ اس نے جھنجلا کر ریوالور اس کی طرف پھینکا وہ بیٹھ گئی۔ ریوالور الماری سے ٹکرا کر نیچے گر گیا۔ منجالی نے کہا۔ ”انسان بیماری سے بچنے کے لیے دوائیں کھاتا ہے۔ موت سے بچنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے۔ دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے سخت پہرے لگاتا ہے اور ایسے ہتھیاروں سے لیس رہتا ہے جیسے موت کبھی اس کے پاس نہیں آئے گی۔ ڈیوڈ! کہاں ہیں تمہارے حفاظتی انتظامات یہاں ایک کمسن، نوخیز دوشیزہ تمہارے سامنے نہتی کھڑی ہے۔ یہ موت ہے۔ ایسی موت جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

اچانک ڈیوڈ نے آواز کی سمت حملہ کیا اس حملے کو منجالی نے دونوں ہاتھوں سے روکا۔ پھر اس کے پیٹ پر ایک لات ماری۔ وہ کراہتا ہوا پیٹ پکڑ کر پیچھے ہٹا پھر بولا۔ ”میں صرف نہتا نہیں اندھا بھی ہوں۔ یہ کوئی بات نہ ہوئی کہ مجھے بالکل ہی بے بس کر دیا جائے۔“

محبت اور جنگ میں یہی ہوتا ہے۔ محبت کرنے والے دل

کے ہاتھوں بے بس ہوتے ہیں اور جنگ کرنے والے ہتھیاروں سے خالی ہو کر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تم بھی خالی ہو۔ منجالی بھی خالی ہے۔ تم اپنی صلاحیتوں کو آزما نہیں سکتے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے نہیں ماروں گا۔"

"تم زبان سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟"

"فرہاد جب زبان دیتا ہے تو اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ یاد ہے، میں پہلی بار فلورا کو آلۂ کار بنا کر لایا تھا۔ تم نے کہا تھا۔ فرہاد! آؤ میرے گلے لگ جاؤ کیا یاد کرو گے کہ کسی دشمن نے گلے لگایا تھا۔"

وہ اندھا چپ چاپ میری باتیں سنتا رہا۔ میں نے کہا "آج میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ اس لڑکی کے گلے لگ جاؤ یہ موت کی طرح پرکشش ہے۔ موت جو ہر لمحہ زندگی کو اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔"

منجالی نے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ اپنے ہاتھ اس کے دونوں شانوں پر رکھے تو وہ ایک دم سے بدک گیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر منجالی کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کچھ سوچنے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟ کیا دماغ میں آکر خیالات پڑھوں؟"

"نہیں میں تمہیں نہیں آنے دوں گا میں سوچ رہا ہوں، تم اس لڑکی کو میرے گلے سے لگانے کیوں لائے ہو جبکہ پہلی بار دیکھ چکے ہو میرے گلے لگنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"میں اس لڑکی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔ یہ افریقہ سے میرا پیچھا کرتی ہوئی یہاں پہنچ گئی ہے۔ میں نے سوچا چلو، یہ کام تم سے ہی لے لیا جائے۔ آگے بڑھو۔ گلے لگ جاؤ اور اس سے میرا پیچھا چھڑا کر مجھ پر احسان کر دو۔"

وہ آگے بڑھی۔ اس بار اس نے اندھے کو پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں دیا۔ گلے سے لگ گئی اسی وقت میں نے منجالی کے دماغ میں محسوس کیا کہ اس کے سینے میں کوئی چیز چبھی ہے۔ یقیناً وہی لاکٹ تھا جس میں سے زہریلی سوئی ابھرتی تھی اور اپنے شکار کو سے ڈوبتی تھی۔ فلورا اسی زہریلی سوئی کا شکار ہوئی تھی۔ منجالی کے اندر اس سوئی کے ذریعے زہر سرایت کر رہا تھا۔

میں نے محسوس کیا وہ ہولے ہولے مدہوش ہو رہی ہے۔ اس پر نشہ طاری ہو رہا ہے۔ وہ نشے کی حالت میں مسکرائی اس کے ہونٹ کھلے۔ دانت نمایاں ہوئے پھر وہ آہستہ آہستہ سر کو جھکاتے ہوئے اپنے دانتوں کو اس کے شانے تک لائی پھر دوسرے ہی لمحے اس کے سفید، چمکیلے دانت اس کے شانے کے گوشت میں جذب ہو گئے۔

یکبارگی اندھے ڈیوڈ سولجر کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کے ہاتھ پاؤں تھرتھرائے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا منجالی سے الگ ہوا پھر اندھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں اِدھر اُدھر ٹٹولتا ہوئے یوں جانے لگا جیسے زندگی کو سہارے کے لیے ڈھونڈ رہا ہو۔

میں نے کہا "خون کا بدلہ خون۔ زہر کا بدلہ زہر۔ جو تم اپنے شکار کو دیتے ہو وہی تمہیں واپس ملا ہے۔ تمہاری لاش کو دیکھ کر تمہارے آقا یہ ضرور سمجھ لیں گے کہ جو قاتل میرے پیچھے آتا ہے وہ قتل کرنا بھول جاتا ہے۔ قتل ہونا سیکھ لیتا ہے۔"

وہ لڑکھڑا کر فرش پر گرا۔ پھر آہستہ آہستہ ایڑیاں رگڑنے لگا۔ اس کا جسم سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔ میں منجالی کے ذریعے اسے پوری طرح دیکھ نہ سکا۔ وہ بھی نشے میں ڈگمگا رہی تھی۔ درو دیوار اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے تھے۔ میں نے کہا "منجالی! ہوش میں رہو۔ تمہیں سامنے والی گلی سے گزر کر ایک کار میں جا کر بیٹھنا ہے۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھی۔ پھر دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر رک گئی اس کے سینے سے ایک آہ نکلی "ہائے ایسے وقت یہ دنیا کیسی خوبصورت لگتی ہے۔ میں نشے میں ایک ایسی خواب دیکھنے والی لڑکی بن جاتی ہوں، جس کے خواب ہر صبح پورے ہو جاتے ہیں۔

میری نگاہوں کے سامنے پھول کھل رہے ہیں ہائے میں خوشبو کی طرح اڑی جا رہی ہوں۔ مجھے کوئی سنبھالے۔"

"منجالی! خود سنبھلنے کی کوشش کرو۔ میں تمہارے دماغ میں ایسی حالت میں تمہیں سنبھال نہیں سکتا۔ نشے کی حالت میں تمہارا دماغ بے قابو ہے۔"

وہ خمار آلود ادھ کھلی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "کون بول رہا ہے؟ یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟ چلے جاؤ کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ بولے گا تو میرا وہی دیوتا بولے گا۔"

میں نے کیشو کے پاس پہنچ کر کہا۔ "گاڑی کو اس گلی میں لے جاؤ اور بنگلے کے گیٹ کے پاس روک دو اس کے بعد اس بنگلے میں داخل ہو جاؤ میں منجالی کے دماغ میں

موجود رہوں گا۔ تم اسے سنبھال کر کار کی پچھلی سیٹ تک پہنچا دینا۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں پھر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے کچن میں پہنچ گئی تھی۔ پھر وہاں سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ نشے کی حالت میں اکثر یوں ہوتا ہے کہ اپنا ہوش نہیں رہتا۔ پھر بھی اپنے راستے کی پہچان دماغ میں نقش رہتی ہے۔ ہر شرابی مے خانے سے اپنے گھر تک بخیریت پہنچ جاتا ہے۔ جو نہیں پہنچ پاتے، کسی گندی نالی میں گر پڑتے ہیں۔ وہ شراب نہیں پیتے، بلکہ شراب انہیں پیتی ہے۔

کیشو ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ میں نے منجالی کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "آؤ مجھے سنبھال کر لے چلو۔"

وہ آگے بڑھ کر منجالی کو سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ وہ لڑکھڑا رہی تھی لیکن میں اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اسے سہارا دے کر آگے بڑھا۔ آخر ہم نے اسے بنگلے سے باہر لے جا کر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ کیشو نے دروازے کو بند کیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ آس پاس کے بنگلوں سے کچھ لوگ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے کیشو سے کہا "یہ لوگ کار کا نمبر نوٹ کر لیں گے۔"

اس نے کار آگے بڑھا کر، رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ اس کار کے نمبر بدلتے رہتے ہیں اور جتنے نمبر بدلتے ہیں وہ قانون کے رجسٹر میں نہیں ہوتے۔"

میں پھر پچھلی سیٹ پر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہولے ہولے گنگنا رہی تھی میں نے کہا "منجالی! سو جاؤ میں تمہیں سلاتا ہوں۔ آنکھیں بند کر لو۔"

وہ کار کی چھت کو تک رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس کے دماغ کو تھپکنے لگا ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا وہ کچھ نشے میں تھی۔ کچھ میں نے نیند غالب کر دی۔ ذرا سی دیر میں وہ سو گئی۔

میں نے کیشو کے پاس پہنچ کر کہا "اسے مخاطب نہ کرنا وہ سو رہی ہے۔"

اس نے کہا "جناب! کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے زندگی میں ایسی لڑکی نہیں دیکھی۔ اس میں عجیب سی حرارت ہے۔ یہ پچھلی سیٹ پر ہے مگر مجھے یہاں تک گرمی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"موت کا فاصلہ ایک سانس سے دوسری سانس تک ہوتا ہے۔ تم موت سے اتنے ہی فاصلے پر ہو۔ اسی لیے میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ سو رہی ہے۔ سونے دو۔"

وہ گھبرا سا گیا۔ عقب نما آئینے کا زاویہ بدل کر پچھلی سیٹ پر پڑی ہو منجالی کو دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "اسے نہ دیکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آگے راستے کا خیال کرو۔ اور عقب نما آئینے کا زاویہ بدل کر یہ دیکھتے رہو کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ اسے اطمینان تھا کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔ اس نے گاڑی کو مختلف راستوں پر ڈالا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو وہ میری خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔

وہ گاڑی پورچ میں آ کر رکی۔ میں اسی کا منتظر تھا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا میں نے کار کے پچھلے دروازے کو کھول کر پہلی بار منجالی کو دیکھا۔ وہ نیند کی حالت میں بہت ہی معصوم لگ رہی تھی اور عمر کے لحاظ سے بھی معصوم ہی تھی۔ اگرچہ وہ کالی تھی مگر اس کے چہرے کے نقوش بہت ہی دلکش تھے۔ اس نے سفید ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔ پاؤں میں سفید کینوس کے جوتے اور موزے تھے۔ ہاتھوں میں سفید دستانے ابھی تک چڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کار کے اندر ذرا جھک کر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا۔

منجالی کی صلاحیتوں نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ میں اور سونیا کبھی اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتے۔ وہ مکاری سے جیت لیتی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی سے فتح حاصل کرتا ہوں۔ منجالی بھی ایسی ہی تھی۔ بغیر کسی ہتھیار کے موت کی طرح دشمنوں کے اندر چپ چاپ اتر جاتی تھی۔ اس کے علاوہ اس میں ذہانت بھی تھی۔ باتیں بنانے کا فن جانتی تھی۔ اور ایک اچھی فائٹر بھی تھی۔ میں نے اسے ایک بیڈروم میں لے جاکر بستر پر لٹا دیا۔

منجالی ٹیلی پیتھی اور نشے کے زیرِ اثر سو رہی تھی۔ جب تک میں نہ چاہتا۔ وہ بیدار نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں نے کیشو سے کہا۔ ”میرے لیے دو سلائس اور انڈے کا پوچ لے آؤ۔ بھوک لگ رہی ہے۔“

وہ کچن میں چلا گیا۔ میں نے منجالی کے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آکر باس اینجلو کو مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولا۔ ”جناب! آپ بہت مصروف رہتے ہیں۔ اس لیے کچھ باتیں بھول جاتے ہیں۔ ماسٹر وانسوروکی، پومی کو لے کر پیرس جا رہے ہیں۔ اس وقت وہ طیارے میں سوار ہو چکے ہیں۔ سب جاتے جاتے آپ کا انتظار کرتے رہے۔“

”اوہ مسٹر اینجلو! میں تو بالکل ہی بھول گیا۔ میں ابھی ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں لیکن آپ کو یہ بتا دوں کہ آپ نے منجالی کو جس بنگلے میں ٹھہرایا تھا۔ وہ خالی ہو چکا ہے —— منجالی کو اس کے سامان کے ساتھ میں اور کیشو خفیہ رہائش گاہ میں لے آئے ہیں۔ اس بنگلے کے پیچھے والے بنگلے میں یہودیوں کا وہ اندھا قاتل آکر ٹھہرا ہوا تھا جسے ہم نے اس کے محافظوں کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں اگر انکوائری ہوگی تو آپ سے بھی پوچھ گچھ ہوگی؟“

”آپ اس کی پروا نہ کریں —— ہم پوچھنے والوں سے نمٹ لیں گے۔“

”شکریہ، میں ماسٹر روکی کے پاس جا رہا ہوں۔“

میں نے وانسوروکی سے رابطہ قائم کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ اس نے کہا۔ ”آپ کے مشورے کے مطابق پومی کو لےکر جا رہا ہوں۔ آپ اعلیٰ بی بی کو ہمارے متعلق اطلاع دیں اور بتا دیں کہ ہم وہاں کب پہنچ رہے ہیں۔“

”میں انہیں سب کچھ بتا دوں گا آپ واقعی بہت اچھے پروقت جا رہے ہیں۔ وہاں میرا بچہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ سونیا اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ آپ کی موجودگی اسے بہت سہارا دے گی۔“

”میری تمنا ہے کہ پارس علی تیمور کے تمام دشمن میرے وہاں پہنچنے تک زندہ رہیں —— یاد ہے آپ نے کہا تھا کہ آپ کے اس اندھے دشمن ڈیوڈ سولجر کو ہلاک نہ کروں میں نے آپ کی بات مان لی تھی مگر آپ کے بیٹے کے دشمنوں کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔“

”آپ کو یہ خوشخبری سنا دوں کہ ڈیوڈ سولجر اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔“

”خس کم جہاں پاک۔“

”مسٹر روکی! ایک بات یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں میں یہ خبر پھیل چکی ہے کہ سونیا اور پارس علی تیمور مر چکے ہیں۔ یہودیوں نے انہیں مار ڈالا ہے۔ آپ وہاں جائیں تو یہی تاثر دیں کہ سونیا اور پارس کی موت سے آپ مغموم اور دل برداشتہ ہیں۔ اور دشمنوں پر جھنجھلائے ہوئے ہیں۔ یہ بات صرف آپ کو، اعلیٰ بی بی کو اور مرجانہ کو معلوم ہے ہے۔“

پومی اپنے استاد وانسوروکی کے ساتھ دوسری سیٹ پر بیٹھی ایک رسالے کا مطالعہ کر رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اگر کرتا تو راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کو بھڑکانے والی بات ہوتی۔ اس لیے چپ رہا۔ وانسوروکی سے تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔

اعلیٰ بی بی اگرچہ باباصاحب کی موت پر بہت غمزدہ تھی لیکن میری آمد پر اپنی اندرونی مسرتوں کو نہ چھپا سکی۔ فوراً ہی کہا۔ ”کہاں کھو گئے تھے؟ کیوں مجھے بھلا دیا تھا؟ اتنا تو سوچتے کہ باباصاحب کے بعد مجھے قدم قدم پر تمہاری ضرورت پیش آسکتی ہے۔ مجھے یہاں کے کتنے ہی معاملات سے نمٹنا ہے۔ ایک اچھے، مخلص، مشورہ دینے والے کی ضرورت ہے اور وہ تم ہی ہو۔“

”میں کیا بتاؤں کہ کتنا مصروف رہا۔ اتنا مصروف کہ کل سے اب تک سو نہیں سکا۔“

میں نے مختصر طور پر سونیا کے متعلق اسے بتایا کہ وہ کس طرح دشمنوں کی چال میں آگئی ہے۔ اندھے ڈیوڈ سولجر کے متعلق بتایا۔ منجالی کی آمد کا ذکر کیا۔ پھر اسے اطلاع دی ”وانسوروکی، پومی کو لے کر وہاں پہنچ رہا ہے۔ تم معلوم کرو وہ طیارہ پیرس کب پہنچے گا۔ وانسوروکی کا استقبال تمہیں اور مرجانہ کو کرنا چاہیے۔ مرجانہ کے لیے یہ بہت بڑی خوشخبری ہوگی۔ اس کا استاد وہاں پہنچ رہا ہے۔“

میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر کیشو میرے لیے ناشتہ لے کر آگیا۔ میں نے کھانے کے دوران بھی اعلیٰ بی بی سے باتیں کیں۔ آخر اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پیرس میں صبح کے چھ بجے تھے۔ سونیا پچھلی رات کی تھکی ہوئی تھی۔ بہت دیر بعد سوئی تھی۔ اس لیے اب تک سو رہی تھی۔ میں نے اسے بیدار نہیں کیا اس کے خوابیدہ ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ وہ دشمنوں کے سامنے خوب سوچ سمجھ کر جائے۔ شی سپر کے متعلق پہلے مکمل معلومات حاصل کرے۔ اسے ضروری باتیں سمجھانے کے بعد مرجانہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ عادت کے مطابق صبح ورزش کے بعد لباس تبدیل کرنے جا رہی تھی۔ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی ٹھٹک گئی۔ میں نے کہا۔ ”میں ضروری کام سے آیا ہوں۔ اعتراض نہ کرنا۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”پھر طعنے دے رہے ہو۔ میں بھلا اعتراض کرتی ہوں؟ مجھے تو خوشی ہے کہ تم مجھے یاد رکھتے ہو۔ ویسے بات کیا ہے؟“

میں نے وانسوروکی کے متعلق بتایا وہ خوش ہو گئی میں نے کہا۔ ”یہی خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ اجازت ہے۔“

اس نے مسکرا کر کہا۔ ”اجازت ہے لیکن دوبارہ میرے دماغ میں آنے کے لیے اجازت حاصل نہ کرنا۔“

میں رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ناشتہ کر چکا تھا۔ کیشو نے چائے لا کر دی۔ میں نے کہا۔ ”صرف پانی پیوں گا۔ اور سو جاؤں گا۔ تم اب جاؤ۔ میں کوٹھی کے دروازوں کو اندر سے بند کر لوں گا۔ ہم شام کے چار بجے دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔“

میں نے پانی پیا۔ وہ کوٹھی کے باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اپنی خوابگاہ میں آکر بستر پر لیٹنے کے بعد دماغ کو ہدایت دی اور سکون سے سو گیا۔

انسان سو جاتا ہے۔ دنیا کبھی نہیں سوتی۔ جب میں سو رہا تھا تو مجھ سے دور میرے دوست اور دشمن جاگ رہے تھے۔ سونیا بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے شی سپر سے متعلق جتنے ٹیلیفون نمبر معلوم کیے تھے وہ ان کے متعلق معلومات حاصل کر رہی تھی کہ وہ ٹیلیفون کن رہائش گاہوں، تجارتی اداروں یا دفاتر وغیرہ میں ہیں۔ ان کے تمام پتے نوٹ کرتی جا رہی تھی۔

وہ یہودی آپریٹر جو ٹرانسمیٹر سے موصول ہونے والے پیغامات اپنے کسی ان دیکھے باس کے پاس پہنچاتا تھا۔ میں نے اس کی جان بخشی کی تھی اس کا نام گوسک تھا۔ گوسک نے آخری بار اپنے اس آدمی سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ خاص بات اپنے آقاؤں تک پہنچاتا تھا۔ اس ٹیلیفون نمبر پر جو بھی شخص ریسیور اٹھاتا تھا وہ صرف پیغام سنتا تھا اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ وہ نمبر بھی سونیا کے پاس موجود تھا اور سونیا نے اس کا پتہ معلوم کیا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے کاٹیج کا پتہ تھا۔ وہاں ایک فرانس کا باشندہ رہتا تھا وہ فرانسیسی زبان کے سوا کوئی اور زبان نہیں جانتا تھا۔ ایسے شخص کا انتخاب اس لیے کیا گیا تھا کہ میں فرانسیسی زبان نہیں جانتا تھا۔ سونیا جانتی تھی اور ان کے خیال کے مطابق سونیا اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔

مرجانہ اپنی والدہ سائرہ بانو سے یہ زبان سیکھ رہی تھی۔ جب تک اسے زبان پر عبور حاصل نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ فرانسیسی لڑکی بن کر سونیا کے لیے کوئی کام نہیں کر سکتی تھی یوں بھی سونیا اسے اور اعلیٰ بی بی کو اپنے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ مرجانہ کی ذمے داری پارس کی حفاظت تھی اور اعلیٰ بی بی باباصاحب کے ادارے میں مصروف تھی۔ اس نے باباصاحب کے ایک شاگرد کو اس کاٹیج کی طرف روانہ کیا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ پھر اس نے رپورٹ سنائی۔

اس کاٹیج میں رہنے والے فرانسیسی کا نام تو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ اس کا نام ہیرالڈ تھا۔ وہ صبح سات بجے سے دو بجے تک کاٹیج میں نہیں رہتا تھا کہیں چلا جاتا تھا۔ ایک گاڑی اسے لینے آتی تھی۔ پھر دو بجے اسے کاٹیج میں پہنچا دیتی تھی اس کے بعد وہ کاٹیج میں بند رہتا تھا۔ دوسری صبح تک نہیں نکلتا تھا کبھی تفریح کا موڈ ہو تو پھر وہی گاڑی آجاتی تھی اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔

یعنی وہ اتنا پابند تھا کہ اس سے کوئی اجنبی مل نہیں سکتا تھا اور وہ خود کسی سے ملنا چاہے تو شاید اس کے آقاؤں کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔ جو شخص اتنی پابندی میں رہتا ہو اس کی غیر موجودگی میں یقیناً کاٹیج کی بھی نگرانی ہوتی ہوگی۔ غرض سونیا کو اس کے قریب پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ”اس کی نگرانی کرو۔ ورنہ

ہی دور سے دیکھتے رہو کہ وہ کس گاڑی میں کہاں جاتا ہے۔ جہاں بھی جاتا ہو اور جہاں بھی وہ گاڑی پارک ہوتی ہو۔ موقع پاکر اس کے اندر ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر چھپا دیا جائے۔ ہیرالڈ اپنی گاڑی میں بیٹھنے کے بعد مطمئن ہو کر یقیناً اپنے لوگوں سے باتیں کرتا ہوگا۔ میں وہ باتیں ٹرانسمیٹر کے ذریعہ سن لوں گی۔"

شی سپر کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ وہ روسی نژاد یہودی تھی یورپ کے لوگ کتے پالنے کے شوقین ہوتے ہیں اس لیے اس کا باپ فرانس میں کتوں کا کاروبار کرنے لگا تھا۔ شی سپر کا بچپن خونخوار کتوں میں گزرا تھا۔ جوانی بھی کتوں کی پرورش اور ان کی تربیت میں گزر رہی تھی۔ وہ کتوں کو ایسی تربیت دیتی تھی کہ سراغرساں ایجنسیاں اور خطرناک تنظیموں کے سربراہ منہ مانگی قیمت پر اس سے کتے خریدے جاتے تھے۔ شی سپر کے متعلق مشہور تھا کہ وہ کتوں کی طرح غراتی ہے۔ باتیں کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جیسے بھونک رہی ہو اور ابھی کاٹنے کے لیے لپکنے ہی والی ہو۔ سب اس سے ڈرتے تھے، دور دور رہ کر باتیں کرتے تھے۔ کسی بھی شخص کو اس کی خوابگاہ میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں تھی۔ وہاں ہمیشہ ایک السیشین کتا موجود رہتا تھا۔

شہر سے تقریباً بیس میل دور اس نے چار ایکڑ کے رقبے میں قلعہ نما مضبوط چار دیواری بنائی تھی۔ اس چار دیواری کے ایک حصے میں اس کا شاندار محل تھا۔ باقی حصے میں مختلف نسل کے کتوں کے لیے الگ الگ آہنی کمرے بنائے گئے تھے۔ ان کی تربیت کے لیے بڑے تجربہ کار ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اس قلعے کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا۔ شی سپر کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا کاروباری لوگ پہلے رابطہ قائم کرتے تھے۔ ملاقات کا وقت مقرر کرتے تھے۔ اس کے بعد اس سے ملاقات ہو سکتی تھی۔

میرے پڑھنے والوں نے سونیا کے بچپن کو فراموش نہیں کیا ہوگا۔ اس کا بچپن بھی کتوں میں گزرا تھا۔ جب وہ ننھی سی بچی تھی تو اس کی پرورش مختلف کتوں کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک ڈاکٹر نے اس پر تجربہ کیا تھا کہ انسان میں کتوں کی کتنی خاصیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سونیا میں سونگھنے کی حس بہت تیز ہو گئی تھی۔ جو بعد میں رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ لیکن تجربات کبھی ختم نہیں ہوتے ذہن کی ڈائری میں محفوظ رہتے ہیں۔ وہ ہر نسل کے کتوں کو ان کی خاصیتوں کو اور ان کی عادات و اطوار کو خوب سمجھتی تھی۔

اس نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا۔ خود کو سر سے پاؤں تک مرجانہ بنایا۔ پھر مرجانہ، سائرہ بانو، جمیلہ اور پارس سے رخصت ہو کر زمین دوز راستے سے اس رہائش گاہ میں آئی جہاں سائرہ بانو رہا کرتی تھیں اور دشمنوں کو اس رہائشگاہ کا علم اچھی طرح تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ اس کوٹھی سے باہر نکلی پورچ میں کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ دشمن دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہوں گے تو مرجانہ سمجھ کر تعاقب کریں گے اور اس کی عدم موجودگی میں کوٹھی کی تلاشی لیں گے تو انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

میری اور سونیا کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ جب وہ مجھ سے ناراض ہو کر سپر ماسٹر کی تنظیم میں شامل ہو گئی تھی۔ اس نے مجھ سے دور رہ کر پیرس میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا۔ پیرس کے ایک سابقہ ماسٹر کے ساتھ رہ کر بڑی معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ سپر ماسٹر کی تنظیم کے لوگ ریڈ پاور کے باس اور اہم ماتحتوں کی رہائش گاہوں سے بخوبی واقف ہوتے تھے۔ مگر دونوں تنظیموں کے لوگ ایک دوسرے کے زمین دوز اڈوں سے ناواقف رہتے تھے۔

بہرحال سونیا کی کار ایک بنگلے کے بیرونی پھاٹک پر پہنچ گئی۔ بنگلے کے احاطے میں دو مسلح محافظ نظر آرہے تھے۔ ایک چوکیدار کھڑا ہوا تھا۔ سونیا نے کار کا ہارن بجایا۔ چوکیدار نے قریب آکر پوچھا "کس سے ملنا چاہتی ہیں؟"

"باس کو خبر کر دو۔ مرجانہ آئی ہے۔ فرہاد کی مرجانہ"

چوکیدار چلا گیا۔ اس نے مسلح جوانوں سے کچھ کہا پھر ان میں سے ایک بنگلے کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک کھل گیا۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی بنگلے کے بیرونی برآمدے کے پاس آکر رک گئی۔ کار سے اتر کر باہر آئی ایک شخص نے اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں ایک پہلوان نما صحت مند شخص نظر آیا۔ اس کے ساتھ آنے والے مسلح جوان نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "مس! خود کو مرجانہ ثابت کرنا ہوگا یہ تمہارے سامنے ایک آہنی دیوار ہے۔ اس دیوار کو گرا کر آگے بڑھ جاؤ پھر ہم تسلیم کر لیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پہلوان نما شخص نے پینترا بدل کر یوں پوز بنایا جیسے سونیا کے حملے کا جواب دینے کے لیے بالکل تیار ہو۔ وہ ایک ذرا یوں آگے بڑھی جیسے حملہ کرنا چاہتی ہو لیکن ریوالور والا دھوکا کھا گیا۔ سونیا نے یکبارگی پلٹ کر اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلا

فضا میں اچھلا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ریوالور نیچے آتا سونیا نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا اور ایک طرف کھڑے ہو کر بولی۔ "کیا ضروری ہے کہ صرف ایک دیوار گرائی جاسکے؟"

اتنے میں ایک ادھیڑ عمر شخص اندرونی دروازے سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے مسکرا کر کہا "مس مرجانہ! ریڈ پاور کا باس اسحاق وال وچ۔ آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ تم لوگ یہاں سے جاؤ۔"

وہ جانے لگے۔ سونیا نے اس شخص کی طرف ریوالور اچھالا۔ اس نے کیچ کر کے اپنے ہولسٹر میں رکھ لیا۔ پھر جھینپتا ہوا چلا گیا۔ اسحاق وال وچ نے آگے بڑھ کر سونیا سے مصافحہ کیا۔ پھر افسوس کرتے ہوئے بولا "آپ کے ریوالور حاصل کرنے کے انداز کو دیکھ کر اچانک ہی مادام سونیا یاد آگئیں۔ ہم ان کے لیے بہت غمزدہ ہیں۔ ان کا بھی یہی انداز ہوتا تھا۔ دشمنوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ کس لمحے وہ کیا کرنے والی ہیں۔ کمال ہے ہمارا آدمی یہی سمجھ رہا تھا کہ آپ سامنے والے سے لڑنے جا رہی ہیں لیکن آپ نے الٹا ہی داؤ کھیلا ہے۔"

سونیا نے فخر سے سینہ تان کر کہا "میں مرجانہ ہوں مجھے اس بات پر ناز ہے کہ میں نے سونیا کے ساتھ رہ کر اس کی مکاریاں سیکھ لی ہیں بہرحال میں ان باتوں کے لیے نہیں آئی ہوں۔"

"آپ کی آمد کا مقصد جو کچھ بھی ہو یہ ہمارے لیے باعثِ فخر ہے کہ آپ کے ذریعہ فرہاد صاحب کی خدمت کا موقع ملنے والا ہے۔ آئیے تشریف رکھیے۔"

سونیا ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بند تھا۔ اسحاق وال وچ نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ ہماری گفتگو کوئی نہیں سنے گا۔"

سونیا نے کہا "آپ یہ جانتے ہیں، فرہاد سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اس لیے آپ مجھ سے کچھ نہ چھپائیں سب سے پہلے یہ بتائیں۔ کیا آپ یہودی ہیں؟"

"میں مسلمان ہوں۔"

"یہودی بھی اپنا نام اسحاق رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ سوال کیا ہے۔ اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اس کی تصدیق فرہاد کے ذریعے ہو جائے گی۔"

"کیا اس وقت فرہاد صاحب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں۔ میں آپ سے ضروری باتیں کرنے آئی ہوں۔ آپ کے دو چار جملے پاکٹ کیسٹ ریکارڈر میں ریکارڈ کر کے لے جاؤں گی۔ فرہاد جب نیند سے بیدار ہوں گے تو آپ کی آواز سننے کے بعد رابطہ قائم کریں گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے۔ ان کے ذریعے آپ کو میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔"

سونیا نے آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا "میں جس مقصد کے لیے آئی ہوں اس کے لیے سپر ماسٹر کے آدمیوں سے بھی رابطہ قائم کر سکتی تھی۔ یہاں کے ماسٹر سے بھی کام نکال سکتی تھی لیکن فرہاد نے تاکید کی ہے، میں کسی بھی خاص موقع پر ریڈ پاور کے باس سے رجوع کروں۔"

"مس مرجانہ! یہ سن کر بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ فرہاد صاحب ہمیں اس قابل سمجھتے ہیں۔ آپ حکم دیں۔ ابھی اس کی تعمیل ہوگی۔"

سونیا نے پوچھا "آپ شی سپر کے متعلق کیا جانتے ہیں؟"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا "وہ ایک انتہائی خطرناک عورت ہے۔ کتوں کے ساتھ رہ کر خونخوار کتیا بن گئی ہے۔ اول تو وہ کتے خریدنے والے گاہکوں سے خود نہیں ملتی ہے۔ جس نسل کے کتے پسند کیے جاتے ہیں انہیں اپنے گاہکوں کے پاس اپنے آدمیوں کے ذریعے بھیج دیتی ہے۔

کوئی گاہک اگر یہ کہے کہ وہ قلعے میں جا کر مختلف نسل کے کتوں کو پسند کرنا چاہتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے لیکن اس کے لیے بھی ایک شرط ہے۔"

سونیا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "شی سپر لیسے کسی گاہک سے پہلے اس کا رومال یا کوئی کپڑا طلب کرتی ہے۔ اس کے بعد اسے قلعے میں آنے کی اجازت دیتی ہے۔ ایک وقت تھا جب مادام سونیا سونگھنے کی حیرت انگیز حِس رکھتی تھیں۔ شی سپر بھی وہی حِس رکھتی ہے۔ آنے والے گاہک کے رومال سے پہلے اس کی بو سونگھ لیتی ہے۔ ہم تو دشمنوں کو میک اپ کے پیچھے ڈھونڈ ڈھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ صرف بُو سے ڈھونڈ لیتی ہے۔"

"میں مرجانہ ہوں۔ اگر میں اپنے چہرے پر کسی لڑکی کا میک اپ کروں اور اسے مرجانہ کی بُو ملتی رہے۔ وہ تو یہی سمجھے گی کہ جو لڑکی اس کے سامنے آئی ہے اس کی بُو ہے۔"

اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "دراصل وہ قلعے کے اندر آنے والے کسی بھی گاہک کو اپنے محل کے ایک مخصوص حصّے تک محدود رکھتی ہے۔ اس حصّے سے نکل کر کوئی گاہک کسی دوسرے حصّے کی طرف جانا چاہے تو وہ اس کی بُو کے ذریعے معلوم کر لیتی ہے کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔"

"شی سپر کی کوئی اور خاصیت بتائیں۔ کیا فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں؟"

باس تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ یوگا کی ماہر ہے یا نہیں؟ لیکن کتوں میں ایک خاص حِس ہوتی ہے جو انہیں انجانے خطرات سے آگاہ کرتی ہے۔ اس لیے وہ تاریکی میں یوں سر اٹھا کر بھونکنے لگتے ہیں جیسے خطرے کو اپنی طرف آتا ہوا محسوس کر رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے، ٹیلی پیتھی کی لہریں شی سپر کے دماغ میں پہنچیں تو وہ چوکنا ہو جائے۔"

"کیا آپ اس قلعے کا اندرونی نقشہ فراہم کر سکتے ہیں؟ شی سپر کے محل کے اندرونی حصّے کا بھی نقشہ مل جائے تو بہتر ہے۔"

"میں ایک بار وہاں گیا تھا۔ مجھے کتّوں کی ضرورت تھی میں نے جو کچھ دیکھا۔ اس یادداشت کی بنیاد پر ایک خاکہ کھینچ سکتا ہوں مگر وہ تفصیلی نقشہ نہیں ہوگا۔ شاید کہیں غلطی بھی ہو جائے اس طرح میری رہنمائی آپ کے لیے غلط ثابت ہو گی۔ ویسے آپ چاہتی کیا ہیں؟"

"میں قلعے کے اندر جانا چاہتی ہوں۔"

اسحاق وال ورچ نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر کہا۔ "آپ وہاں جا کر کیا کریں گی؟"

"کیا آپ نہیں جانتے کہ یہودی تنظیم سے اس کا گہرا تعلق ہے؟"

"جانتا ہوں۔ اب سے چار گھنٹے پہلے ہمارے ماسک مین کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا ہے۔ مجھے یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ فرہاد صاحب یا ان کے ساتھیوں کے خلاف جو سازشیں ہو رہی ہیں ان کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ میں نے ماسک مین کو جو سب سے اہم اطلاع دی ہے وہ میں آپ کو بھی بتا رہا ہوں۔ فرہاد صاحب کو قتل کرنے کے لیے یہودیوں نے جن قاتلوں کی فہرست بنائی ہے ان میں چھ عدد خونخوار کتوں کے نام شامل ہیں۔ اور یہ کتے، شی سپر سپلائی کرے گی یا شاید کر چکی ہے۔"

سونیا سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "مس مرجانہ! میرا مشورہ ہے کہ آپ اس قلعے میں جانے کا خیال چھوڑیں۔ ہمارا ماسک مین ان کتوں کے متعلق فرہاد صاحب تک یہ خبر پہنچا دے گا۔ آپ بھی انہیں بتا دیں کہ وہ کتّوں سے ہوشیار رہیں اور اپنی حفاظت کے لیے پہلے سے تدابیر کر لیں۔ ہمارے وہاں کے باس اور دوسرے ماتحت بھی ان کی حفاظت کریں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "اگر سیلاب کا پانی گھر میں آ جائے تو یقیناً گھر سے پانی کو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس سے پہلے وہاں بند ھ باندھا جاتا ہے جہاں سے پانی آ رہا ہو۔ اس لیے میرا اس قلعے میں جانا ضروری ہے۔"

"آپ ہمیں بتائیں، ہم آپ کو کس طرح وہاں پہنچا سکتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ یہ اطلاع شی سپر تک پہنچا دیں کہ ریڈ پاور والوں کو چند کتّوں کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی پسند سے کتّے خریدنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے وہ اپنی ایک ماتحت کو بھیج رہے ہیں۔ ماتحت کا نام اور اس کی شکل و صورت کا آپ تعین کر لیں۔ میں اسی میک اپ میں، اسی نام کے ساتھ اس قلعے میں جاؤں گی۔ بائی دی وے۔ اس سے پہلے ریڈ پاور کے لیے کتّے خریدنے کون گیا تھا؟"

"میں ہی گیا تھا۔ سوچ رہا ہوں اس بار بھی آپ کی خاطر جانا ہوگا بشرطیکہ شی سپر میرے ساتھ کسی لیڈی سیکرٹری کو برداشت کرے۔ آپ سیکرٹری کے روپ میں چل سکتی ہیں۔"

"لیڈی سیکرٹری ضروری نہیں ہے۔ آپ شی سپر سے یہ بھی

کہہ سکتے ہیں کہ آپ کسی دوست ملک کے لیے کتّے خریدنا چاہتے ہیں جس ملک کے لیے خریدنا چاہتے ہیں وہاں کتوں کی انچارج ایک عورت ہے جو آپ کے ساتھ اس قلعے میں آئے گی اور اپنی پسند کے مطابق خرید کرنے جائے گی۔"

اسحاق وال ورچ نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایسا ممکن ہے۔ میں ابھی فون کے ذریعے ان لوگوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اسی شہر کا نمبر ہے پہلے یہاں سے معلومات حاصل کی جاتی ہیں کہ شی سپر سے براہِ راست کس نمبر پر گفتگو ہو سکے گی۔ یا ہو بھی سکے گی یا نہیں؟"

سونیا نے اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے آن کر لیں اور گفتگو کے دوران ریسیور پیس کے قریب رکھیں آپ دونوں کی آواز ریکارڈ ہوتی رہے گی۔"

باس نے یہی کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ریکارڈر کو آن کر کے ریسیور کے قریب رکھا۔ دوسری طرف کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ اس نے باس کے پوچھنے پر بتایا کہ فلاں نمبر پر شی سپر کی پرسنل سیکرٹری سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔

باس نے اس رابطے کو ختم کیا۔ پھر دوسرے نمبر ڈائل کیے اس کے بعد پھر کسی لیڈی سیکرٹری سے رابطہ قائم ہوا۔ دو خطرناک تنظیمیں ایسی تھیں کہ ان کے ماسٹر یا باس کو کسی بھی اہم شخصیت سے رابطہ قائم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی۔ دوسری طرف سے جب پرسنل سیکرٹری کو معلوم ہوا کہ باس اسحاق وال ورچ شی سپر سے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو تھوڑی دیر بعد ہی اس سے سلسلہ ملا دیا گیا۔ اس کیسٹ ریکارڈر میں شی سپر کی آواز بھی ریکارڈ ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد باس نے ریسیور رکھتے ہوئے ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ملاقات کے لیے راضی ہے۔ اس نے آج شام چار بجے کا وقت دیا ہے۔ وہ قلعے کے اندر انتظار کرے گی۔ شرط یہی ہے کہ پہلے ہم اپنے رومال اس کے پاس بھیج دیں۔"

سونیا نے اپنے پرس میں سے رومال نکالا اسے اپنے چہرے اور گردن سے یوں لگایا جیسے پسینہ خشک کر رہی ہو حالانکہ وہاں بلا کی سردی تھی۔ پسینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس رومال کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے رگڑا۔ پھر اسے باس کے حوالے کر دیا۔

وہ رومال لے کر بولا۔ "میرے ساتھ آئیے۔ میں آپ کو مادام زارینہ کی تصویر دکھاؤں۔ ابھی میں نے فون کر کے شی سپر سے یہی کہا ہے کہ پولینڈ کے شہر وارسا کی مادام زارینہ میری مہمان ہیں اور اپنی پسند کے مطابق یہاں سے کتّے خرید کر لے جانا چاہتی ہیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے۔ وہاں باس نے اس رومال کو پہلے ایک پلاسٹک کی چھوٹی سی تھیلی میں پیک کیا تاکہ اس کی بو محفوظ رہے۔ اس کے بعد ایک البم نکالی۔ اس میں مادام زارینہ کی مختلف تصویریں تھیں کئی زاویوں سے لانگ شاٹ اور کلوز اپ میں زارینہ کے چہرے کا ایک ایک نقش واضح تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا آپ یہ میک اپ کر سکتی ہیں؟"

"بیشک، آپ مطمئن رہیں۔ میں اپنے آپ کو تبدیل کر لوں گی۔"

اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "میں مادام زارینہ کی ہسٹری شیٹ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ اس کا مطالعہ کریں ایک کیسٹ میں ان کی آواز ریکارڈ کی گئی ہے۔ اس آواز کی بھی اچھی طرح نقل کر لیں۔ اس کے بعد پروجیکشن کے ذریعے ان کی فلم دکھاؤں گا۔ آپ ان کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے طور طریقے معلوم کر لیں گی۔"

سونیا نے ڈرائنگ روم میں آ کر مرجانہ کو فون کیا۔ پھر جاپانی زبان میں اس سے کہا۔ "بچے کے تمام کپڑے حفاظت سے رکھے جائیں۔ کوئی کپڑا میلا یا پسینہ آلودہ ہو۔ دشمن ہماری موت کی تصدیق کرنے کے لیے شکاری کتوں سے کام لے سکتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی سے بھی کہہ دو کہ بابا صاحب کے ادارے میں پارس کے کچھ کپڑے رہ گئے ہوں تو انہیں اچھی طرح چھپا دے۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "کیا ہمارے پارس کا کوئی کپڑا دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ جسے شکاری کتے سونگھ کر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ بابا صاحب کی وفات پر بہت سے دشمن ادارے کے اندر آئے تھے۔ شاید کسی کے ہاتھ پارس کا کوئی کپڑا لگ گیا ہو۔ اس لیے میں احتیاطی تدابیر کا مشورہ دے رہی ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے جان بوجھ کر جاپانی زبان میں گفتگو کی تھی تاکہ فون کے ذریعے اس کی باتیں ریکارڈ ہو رہی ہوں یا اسحاق وال ورچ سن رہا ہو تو اس کی باتوں کو

نہ سمجھ سکے۔ ادھر یہ اپنے معاملات میں مصروف تھی ادھر میں سو رہا تھا۔ جاگنے کے بعد اس کی تمام مصروفیات کا مجھے علم ہوا۔

جب میری آنکھ کھلی تو تین بجکر تیس منٹ ہو رہے تھے میں تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت پڑا چھت کو تکتا رہا۔ تھوڑی دیر تک پُر سکون رہا۔ کسی طرح کی سوچ کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر مجھے منجالی کا خیال آیا۔ اسے میں نے ہدایت دی تھی، جب تک میں اسے بیدار نہ کروں۔ وہ سوتی رہے یا پھر بیدار نہ کر سکوں تو چار بجے اس کی آنکھ کھل جائے، چار بجے کیشو ہمارے لیے کھانا لے کر آنے والا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے دوران میں نے منجالی کو بیدار کیا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بھی چند لمحوں تک بالکل ساکت پڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ کہاں ہے؟ تب اسے پچھلی باتیں یاد آئیں: "میں اس اندھے ڈیلو ڈسولجر کو ہلاک کرنے کے بعد نشے کی حالت میں بنگلے سے نکلی تھی۔ یہ بھی یاد ہے کہ کوئی مجھے سہارا دے کر کسی کار میں لے گیا تھا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی میں نے کہا: "ہیلو منجالی!"

وہ خوش ہوگئی: "جناب! آپ کہاں ہیں اور اس وقت میں کہاں ہوں؟"

"تم میرے ساتھ ہو۔ میری رہائش گاہ میں ہو۔ تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر لو۔ پھر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ بہت خوش تھی — شاید ایسے دن کے لیے برسوں سے سوچتی آئی تھی۔ اس نے سوٹ کیس سے سفید لباس نکالا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ ٹھیک چار بجے میں نے کیشو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا — وہ باہر کوٹھی کے برآمدے میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے بیرونی دروازہ کھول کر اسے اندر بلایا۔ وہ کھانا گرم کرنے کے لیے کچن میں چلا گیا میں نے کمرے میں منجالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ لباس تبدیل کر چکی تھی، اب سفید موزے اور جوتے پہن رہی تھی۔

معاً اسے خیال آیا کہ بے ہوش ہونے یا نیند میں ڈوبنے سے پہلے وہ جوتے، موزے اور دستانے پہنے ہوئے تھی۔ پھر یہ سب کس نے اتارے؟ کیا فرہاد صاحب نے؟ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ تو کبھی میرے شہر تک پہنچنے کی امید بھی نہیں کرتی تھی۔ ہمارے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ رہا۔ یہ فاصلہ کم ہوا تو اتنا کم ہوا کہ جو دیوتا کہلاتا تھا اس نے اس کے دستانے اور جوتے اتارے تھے یہ اتنا بڑا اعزاز تھا، اتنی بڑی خوشی تھی جو اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی لیکن خوشی کے ساتھ ندامت بھی ہو رہی تھی۔

"آقا نے میرے جوتوں کو ہاتھ لگایا۔ میں ہوش میں ہوتی تو ان کے ہاتھ پکڑ لیتی۔ ہائے مجھ سے اس قدر عظیم ہونے، غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہونے اور بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے کے باوجود مغرور نہیں ہیں جنھیں اپنا سمجھتے ہیں ان کے سامنے جھکنا بھی جانتے ہیں۔

وہ پوری طرح تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلی۔ میں نے سوچ کے ذریعے اس کی رہنمائی کی۔ وہ میرے کمرے میں پہنچ گئی۔ دروازے پر پہنچ کر مجھے سر سے پاؤں تک یوں دیکھنے لگی جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ میرے سامنے پہنچ گئی ہے اور اب مجھے چھونے والی ہے۔

چھونے کے لیے آگے بڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک قدم آگے نہ بڑھ سکی۔ مجھ سے اس حد تک متاثر تھی۔ میری ایسی عقیدت مند تھی کہ وہیں آہستہ آہستہ جھکتے ہوئے دو زانو ہوگئی۔ زمین پر گھٹنے ٹیک دیے۔ اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کو قینچی بنا کر رکھا اور سر کو جھکا کر کہا: "آقا! میرے آقا! میں اپنے دل کا حال بیان نہیں کر سکتی۔ آپ میرے دل اور دماغ کو پڑھ لیں۔ اس لمحے میرا جی چاہتا ہے، میں مر جاؤں۔ انسان جب اپنی زندگی کی سب سے بڑی اور سب سے آخری تمنا کرے اور وہ تمنا پوری ہو جائے تو پھر جی چاہتا ہے، کچھ نہ چاہیں بس مر جائیں۔"

میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا۔ وہ عجب شعلہ نما تھی دور سے دیکھو تو معصوم بھولی بھالی، کمسن اور بے ضرر نظر آتی تھی قریب آؤ تو زندگی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی تھی۔ میں نے جھک کر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ پھر اسے اٹھاتے ہوئے کہا: "تم بہت اچھی ہو، بہت پیاری ہو۔ تم نے میرے پاس آنے سے پہلے مجھے اپنی صلاحیتوں سے متاثر کیا ہے۔ کئی بار اپنی ذہانت کا ثبوت بھی دیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔" پھر اس کے بازو چھوڑ کر بولا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں جوتے پہن لوں۔ پھر ہم ڈرائنگ روم میں چلیں گے۔"

میری بات سنتے ہی وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پلنگ کے پاس میرے جوتے اور موزے رکھے ہوئے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر انہیں اٹھا کر لے آئی۔ میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "لاؤ، مجھے دو۔"

وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے ہوئے بولی: "یہ میرا فرض ہے۔ میں آپ کی خدمت کروں گی۔"

وہ مجھے جرابیں اور جوتے پہنانے لگی۔ اگرچہ وہ افریقہ کے ایک حبشی قبیلے سے تعلق رکھتی تھی لیکن اس کا ناک نقشہ حبشیوں سے ذرا مختلف تھا۔ شاید اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک حبشی نہ ہو کسی ایک کا تعلق کسی اور ملک سے ہو۔ اسی لیے وہ مختلف تھی۔ رنگ سیاہ تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت ہی خوبصورت تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیاہ چہرے پر سفید دیدے رات کے وقت خوفناک لگتے ہیں لیکن وہ جن کے دلوں میں محبت سے اتر جاتی تھی ان کے لیے خوفناک نہیں تھی ہونٹ موٹے تھے مگر بھدے نہیں تھے۔ مشرقی شاعر اس کی زلفوں پہ شاعری نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کے بال عام حبشی دوشیزاؤں کی طرح گھنگھریالے اور چھوٹے چھوٹے سے تھے۔

ہم ڈرائنگ روم میں چلے گئے وہاں کیشو نے میز پر کھانا چن دیا تھا۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں نے کیشو کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کے لیے کہا۔ اس نے خوش ہو کر کہا: "جناب! میں آپ کی یہ عزت افزائی کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ آپ نوکر کو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ میں اپنے وقت پہ کھانا کھا چکا ہوں۔ البتہ آپ کھانے کے بعد چائے پینے کے عادی ہیں، میں چائے میں شریک ہو جاؤں گا۔"

میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "منجالی! اس وقت میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ اس لیے ہم خاموشی سے کھاتے رہیں گے۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں وہی معلومات حاصل کیں جو میں بیان کر چکا ہوں۔ کھانا ختم ہونے تک سونیا کے متعلق تمام باتیں معلوم ہو چکی تھیں۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ پیرس کے وقت کے مطابق چار بجے میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا جب وہ شی سپر کے قلعے میں داخل ہو رہی ہوگی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ کھانا ختم ہو چکا تھا اس وقت کیشو برتن اٹھا رہا تھا۔ منجالی نے اپنے برتنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: "انہیں رہنے دو۔ میں اپنے ہاتھوں سے دھونا۔

چاہتی ہوں۔"

میں نے پوچھا "تم کسی ہوٹل میں، کسی تقریب میں جاکر کھاتی ہو تو وہاں کے برتن یقیناً زہریلے ہوتے ہوں گے۔ ایسے وقت میں کیا کرتی ہو؟"

"اوّل تو میں کسی ہوٹل کے ڈائننگ روم یا ہال میں بیٹھ کر نہیں کھاتی۔ کمرے میں اپنے لیے کھانا منگواتی ہوں اور کھانے کے بعد خود انہیں اچھی طرح دھو ڈالتی ہوں۔"

"کبھی راہ چلتے پیاس لگے، ٹھنڈی بوتل پینا چاہو تو؟"

"ایسے وقت کے لیے میں اپنے بیگ میں ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا گلاس اور ایک پلیٹ رکھتی ہوں۔ ٹھنڈی بوتل کو منہ لگا کر نہیں پیتی۔ بوتل کا مشروب گلاس میں انڈیل کر پیتی ہوں۔ بھوک لگے اور راستے میں کھانا پڑ جائے تو کھانا خرید لیتی ہوں۔ پھر اسے اپنی پلیٹ میں استعمال کرتی ہوں۔"

وہ اپنی کھائی ہوئی پلیٹوں کو اور گلاس کو اٹھا کر دھونے کے لیے کچن میں چلی گئی۔ کیشو نے کہا "جناب! یہ میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ میرے باس ان کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی بس اتنا سمجھ لو کہ یہ زہریلی ہے۔ اس کے استعمال کی پلیٹ یا گلاس کو کبھی منہ نہ لگانا۔"

وہ کچھ حیران سا، کچھ خوفزدہ سا مجھے تک رہا تھا پھر اس نے کہا "آپ ایسی زہریلی لڑکی سے بھی دوستی رکھتے ہیں؟"

"سانپ کو بھی دوست بنایا جا سکتا ہے۔ اگر سانپ کی کھوپڑی میں انسانی عقل اور ذہانت ہو۔"

کیشو نے اپنی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ باس اینجلو نے دیا ہے۔"

وہ پلیٹیں سمیٹ کر جانے لگا۔ میں اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگا۔ اینجلو نے لکھا تھا۔

"آپ نے حکم دیا تھا کہ میں یہودی تنظیم کے نئے افراد کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ لکھ رہا ہوں۔

اندھے ڈیوڈ سولجر کی موت نے پھر یہودیوں اور پولیس والوں میں ہلچل مچادی ہے۔ وہ پریشان ہیں۔ پولیس والے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ یقیناً یہودی بھی آپ کی تلاش میں ہیں۔ اگرچہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ اندھا آپ کے ہاتھوں مارا گیا ہے تاہم اب آپ کے خلاف سخت کارروائی کا آغاز ہو رہا ہے۔ ہمیں بھی آپ کو تلاش کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب آپ نے اندھے کو قتل نہیں کیا ہے یا کسی بھی یہودی کی موت میں آپ کا ہاتھ نہیں ہے تو آپ خود کو ظاہر کر دیں۔ اس بار پولیس والے آپ کی حفاظت پوری طرح کریں گے۔ اگر آپ نے خود کو قانون کی نظروں میں لانے سے گریز کیا تو ممی مار تھا کی جتنی دولت اور جائداد آپ کے نام ہے وہ ضبط کر لی جائے گی۔

جناب! میرا مشورہ ہے کہ آپ جاوید صاحب کو پاکستان واپس بھیج دیں۔ پولیس والے قانونی طور پر انہیں یرغمال نہیں بنا سکتے لیکن یہودی ایسا کر سکتے ہیں۔ جاوید صاحب کو مصیبتوں میں مبتلا کر کے آپ کو اس خفیہ پناہ گاہ سے نکلنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ آپ جاوید صاحب کے کام آنا چاہتے ہیں تو اس کی دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں کی تمام دولت اور جائداد پاکستان منتقل کر دی جائے یا فروخت کر کے ساری رقم وہاں جاوید صاحب کو دے دی جائے۔

برما انٹیلی جنس والوں کو یہ بات پہلے سے معلوم ہو گئی تھی کہ تل ابیب سے تقریباً دس مسافر یہاں پہنچنے والے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں آنے والے یہودی تنظیم کے نئے افراد پولیس والوں سے چھپ نہ سکے۔ انہیں قانونی طور پر کاغذات کی خانہ پُری کے لیے انٹیلی جنس والوں سے بھی ملاقات کرنا پڑی اس طرح ہمیں ان کی مختلف رہائش گاہوں کا اور ان کے ناموں کا پتہ چل گیا ہے۔ اس کاغذ کے پیچھے ان دس افراد کے نام اور موجودہ پتے درج ہیں۔

یہ خط لکھنے کے دوران ابھی میرے ایک ماتحت نے جان اسٹیورٹ عرف کلر آف دی کلرس کے متعلق ایک اطلاع دی ہے۔ وہی جان اسٹیورٹ جو آج کل مادام سونتی کا محافظ بنا ہوا ہے۔ اس جان اسٹیورٹ سے آج ایک شخص ملنے آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بہت ہی خونخوار قسم کا کتا تھا۔ میرے ماتحت نے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ وہ ایک سیاح کی حیثیت سے خشکی کے راستے رنگون پہنچا ہے اور وہ بھی یہودی ہے۔"

کتے کا ذکر سن کر میں سوچنے لگا۔ کیا اس کا تعلق شی سپر سے ہے اور وہ خشکی کے راستے خونخوار قسم کے کتے یہاں پہنچا رہی ہے؟ میں نے اس خط کو پلٹ کر دیکھا۔ وہاں ترتیب سے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کیشو چائے لے کر آ گیا۔ منجالی بھی میرے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ

گئی تھی۔ اس نے چائے کا ایک گھونٹ پینے کے بعد پوچھا "مادام سونیا اور ہمارا پارس بیٹا خیریت سے تو ہیں؟"

"وہ سب خیریت سے ہیں۔ تمہاری مادام یہاں کے وقت کے مطابق رات کے ساڑھے نو بجے بہت ہی خطرناک مہم پر روانہ ہو رہی ہیں۔ مجھے اس وقت ساری مصروفیات کو ترک کر کے ان کے ساتھ رہنا ہوگا۔"

منجالی نے اطمینان سے کہا "ایک تو مادام تنِ تنہا خطرناک مہمات سے گزر جاتی ہیں۔ دوسرے آپ ساتھ رہیں گے تو فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں جس مہم کا ذکر کر رہا ہوں وہاں شاید میری ٹیلی پیتھی کام نہ آسکے۔ وہ ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں خطرناک کتوں کے درمیان جا رہی ہے اور کتے ٹیلی پیتھی سے متاثر ہونا نہیں جانتے۔"

اس کا اطمینان کافور ہو گیا۔ پریشانی سے بولی "آپ انہیں ایسی جگہ جانے کی اجازت کیوں دے رہے ہیں؟"

"ہم اپنی مرضی سے کسی خطرناک مقام کی طرف نہ جائیں تو تقدیر ادھر لے جاتی ہے۔ ہم خطرات سے کھیلنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ویسے سونیا کا بچپن اور جوانی کے ابتدائی ایام خطرناک کتوں کے درمیان گزرے ہیں۔ شاید وہ ان کتوں کو ہینڈل کر سکے۔"

میں نے پھر سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ ایک تاریک کمرے میں بیٹھی ہوئی پروجیکشن کے ذریعے اسکرین پر ایک فلم دیکھ رہی تھی۔ اسکرین پر اسے مادام زارینہ نظر آ رہی تھی۔ اس کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے طور طریقے دکھائے جا رہے تھے۔ میں نے اسحاق وال ورچ کے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھا۔ اس کی اندرونی چھپی ہوئی سوچوں کو ٹٹولا، وہ سونیا کے معاملے میں دیانت دار ثابت ہوا۔ میں نے اس سے کہا "مسٹر وال ورچ! میں فرہاد آپ سے مخاطب ہوں۔"

وہ چونک گیا۔ پھر اس نے تاریکی میں سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مادام! مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے فرہاد صاحب مجھے مخاطب کر رہے ہیں۔"

"تو پھر آپ ان سے باتیں کریں۔"

میں نے کہا۔ "ہاں، میں تم سے مخاطب ہوں۔ شی سپر سے ٹیلیفون کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے سے پہلے اس کی جس لیڈی سیکریٹری سے بات ہوئی تھی، مجھے اس کی آواز سناؤ۔" باس اسحاق وال ورچ نے سونیا سے وہ کیسٹ لے کر ایک پلیئر پر لگا کر اسے آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اس لیڈی سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔

میں نے کہا "کافی ہے پلیئر بند کر دیں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے باس اینجلو کے خط کو منجالی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تم اسے پڑھو۔ تھوڑی دیر بعد میں تم سے باتیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں رنگون کے ماسٹر کے پاس پہنچ گیا اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "جناب! میں سمجھ رہا تھا آپ پچھلی رات کے جاگے ہوئے ہیں، سو رہے ہوں گے۔ آپ نے مجھے یاد کیا آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے یہودی تنظیم کے نئے افراد کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں نے بڑی حد تک معلومات حاصل کی ہیں۔ میرے ماتحتوں نے یہ رپورٹ مجھے دی ہے۔"

وہ سنانے لگا۔ پہلے ہی اس نے ایک ایسے شخص کا نام لیا جس کا نام باس اینجلو کے خط میں بھی لکھا ہوا تھا۔ میں نے منجالی سے کہا "ذرا وہ کاغذ مجھے دو۔"

میں نے کاغذ لیا۔ پھر اسے الٹ کر ان لوگوں کے نام اور پتے دیکھنے لگا۔ اُدھر رنگون کا ماسٹر یکے بعد دیگرے ان کے نام اور پتے بتا رہا تھا۔ ان میں سے دو اشخاص کے نام وہ صحیح نہ بتا سکا لیکن ان سب کے پتے وہی تھے جو اینجلو نے لکھ کر بھیجے تھے۔

اس کے علاوہ، وہ اس یہودی کے متعلق نہیں بتا سکا جو خشکی کے راستے ایک کتے کے ساتھ آیا تھا اور جس نے جان اسٹیورٹ عرف کلر آف دی کلرس سے ملاقات کی تھی میں نے ماسٹر کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا، وہ دانستہ کوئی بات نہیں چھپا رہا تھا۔

ماسٹر نے کہا "جناب! یہ یہودی نئے افراد کو یہاں پہنچا رہے ہیں۔ ان کے ارادے خطرناک نظر آ رہے ہیں لیکن زبان سے یہی کہہ رہے ہیں کہ اب آپ سے چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے بلکہ مادام رسونتی کو آپ کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"آپ رسونتی کا نام میرے سامنے نہ لیں۔ میں اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔"

"آپ نے کہہ دیا ہے تو ہماری کیا مجال ہے کہ ہم ان کے متعلق کوئی بات کریں لیکن اجازت ہو تو میں کچھ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"مادام دشمنوں کی چال میں آ گئی ہیں انہیں اب بھی اپنا دوست اور ہمدرد سمجھتی ہیں۔ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ

انہیں صحیح راستے پر لائیں۔ اپنی سچائی ثابت کریں۔"

"میں نے آخری کوشش کر ڈالی ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تقدیر ہی انہیں عقل دے سکتی ہے اور میرے پاس لا سکتی ہے۔ بس اور کوئی بات نہ کریں۔"

"میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔"

"آپ یہاں کی انٹیلی جنس والوں، پولیس والوں اور دیگر اعلیٰ حکام کو یہ سمجھانے کی کوشش کریں کہ یہودیوں نے مجھے کتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے میری دست راست سونیا اور میرے بیٹے کو ہلاک کیا ہے۔"

"آپ یقین کریں ہم نے یہ بات اعلیٰ حکام تک پہنچائی ہے اور یہاں کے متعلقہ افسران سے یہی بحث کرتے رہتے ہیں انہیں سمجھاتے رہتے ہیں کہ یہ جھگڑا اس طرح کبھی ختم نہیں ہوگا۔"

"انہیں یہ بھی سمجھائیں کہ جھگڑا ختم کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اور تمام یہودیوں کو برما سے نکل جانے کا حکم دیں۔ یہاں امن و امان قائم ہو جائے گا۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں اینجلو کے پاس پہنچا۔

"میں نے آپ کا خط پڑھا ہے اور آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے تمام دشمنوں کے نام اور پتے لکھ بھیجے ہیں۔"

"مجھے ابھی اس شخص کا نام اور پتہ معلوم ہوا ہے جو خشکی کے راستے کتے کے ساتھ آیا ہے۔ اس کا نام جیفرسن ہے خشکی کے راستے آنے والے سیاح سرکس گراؤنڈ کے پاس اپنی بڑی بڑی گاڑیوں میں رہتے ہیں۔ وہاں کچھ روز تک قیام کرتے ہیں پھر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جیفرسن نے بھی اپنی بڑی سی ٹریلر کار وہاں کھڑی کر رکھی ہے۔ اس ٹریلر میں وہ کتا بھی ہے۔"

"مسٹر اینجلو! آپ بلاشبہ دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ آپ نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے اسے میں کبھی بھلا نہ سکوں گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں ++++++++++++++

میرے ماتحت نے تھوڑی دیر پہلے مجھ سے کہا ہے کہ وہ جلد ہی ایک بہت اہم اطلاع دینے والا ہے۔ آپ تھوڑی دیر بعد پھر مجھ سے رابطہ قائم کریں۔"

میں واپس آ گیا۔ منجالی بڑی محویت سے مجھے دیکھ رہی تھی میں نے مسکرا کر کہا "میرے ساتھ رہو گی تو اسی طرح گم صم بیٹھی رہو گی۔ میرا سارا وقت خیال خوانی میں گزرتا ہے۔ تم بور ہو جاؤ گی۔"

"آزما کر دیکھ لیں۔ میں ساری زندگی اسی طرح آپ کے سامنے بیٹھے بیٹھے گزار سکتی ہوں۔"

میں اس کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا۔ پھر میں نے کہا "میں نو بجے رات سے مصروف ہوں گا۔ اس وقت پانچ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم تین گھنٹے تک کہیں آزادی سے تفریح کر سکتے ہیں۔ میں ذہنی طور پر تازہ دم رہوں گا کیا خیال ہے؟"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر جھکا کر بولی "کنیز حاضر ہے۔ انکار کی مجال نہیں۔"

میں پچھلی رات کا ریڈی میڈ میک اپ کرنے کے لیے آئینے کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ میک اپ تو نہیں تھا مگر کچھ ایسی چیزیں تھیں جن سے چہرے کا گیٹ اپ بدل جاتا تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ بھویں کچھ گھنی ہو جاتی تھیں۔ دائیں آنکھ کے پاس ایک مسّہ لگا لیا تھا۔ سر پہ بالوں کی ایک وگ چڑھالی گئی جس کی وجہ سے بالوں کا اسٹائل بدل گیا۔ کچھ ہپیوں جیسا لگ رہا تھا۔ آئینہ دیکھنے کے بعد میں خود کو اجنبی سا محسوس کر رہا تھا۔ منجالی نے ہنستے ہوئے کہا "آپ تو بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ ایک سیاہ چشمہ آنکھوں پہ لگا لیں۔ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔"

میں نے آئی لینس نکال کر آنکھوں پہ لگاتے ہوئے کہا "چشمے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے اس کی طرف پلٹ کر پوچھا۔ "اب دیکھو، کیا آنکھیں بدل گئیں؟"

"ریلی" اس نے خوش ہو کر کہا "دشمن تو الگ رہے میں خود سوچ رہی ہوں کیا آپ ہی میرے سامنے کھڑے ہیں!"

اچانک میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا "اوہ چھ بجنے میں دس منٹ رہ گئے ہیں۔ مسٹر اینجلو نے تھوڑی دیر میں رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں ابھی ایک منٹ میں آتا ہوں!"

میں منجالی کے سامنے سے دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ اینجلو کے پاس پہنچا تو وہ اس کاٹج میں تھا جہاں میں کل تک رہ چکا تھا اور پولیس والے میری نگرانی کر رہے تھے۔ اینجلو نے کہا "جناب! آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ میرا ماتحت یہی اطلاع دینے والا تھا —— اطلاع ملتے ہی میں اس کاٹج میں پہنچ گیا ہوں۔ یہاں کے انٹیلی جنس والوں نے یہودیوں

کا یہ مشورہ مان لیا ہے کہ شکاری کتوں کے ذریعے آپ کو تلاش کیا جائے۔ جیفرسن کے پاس ایک بہت ہی خونخوار کتا ہے۔ یہ لوگ اسے اس کاٹج کے اندر لے گئے ہیں۔ آپ جس کمرے میں اور جس بستر پر سوتے تھے اور جو کپڑے یہاں چھوڑ گئے ہیں وہ اس کتے کو سونگھائے ہیں —— اب وہ آپ کی بو کی طرف دوڑنے والا ہے۔ یقیناً دشمنوں کو اس خفیہ رہائش گاہ کی طرف پہنچا دے گا۔ پلیز آپ وہاں سے فوراً چلے جائیں۔"

میں نے کیشو کو آواز دی۔ وہ دوڑا ہوا آیا۔ میں نے کہا "تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

"جی ہاں۔" وہ اپنی جیب سے ریوالور نکالنے لگا۔ منجالی نے حیرانی سے پوچھا "آپ ریوالور استعمال کریں گے؟ میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ اور ریوالور......"

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "بات ہی کچھ ایسی ہے۔ دشمنوں نے ایک خطرناک قسم کے سراغرساں کتے کو میری بو پر لگا دیا ہے وہ ٹیلی پیتھی سے نہیں ریوالور سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔"

منجالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "کیشو! ریوالور اپنے پاس رکھ لو اور تم یہاں سے جاؤ۔"

کیشو نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "تم نے سنا نہیں۔ منجالی نے جب کہہ دیا ہے تو یہ فرہاد کا حکم ہے۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "آپ خیال خوانی کی پرواز کریں اور دیکھیں، وہ کتا کیا کر رہا ہے؟"

میں نے حیرانی سے منجالی کو دیکھا۔ پھر اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک جیفرسن کتے کو کاٹج سے باہر لے آیا تھا۔ کتے نے میری بو اچھی طرح سونگھ لی تھی اور اب وہ منہ اٹھائے فضا میں مجھے ڈھونڈ رہا تھا۔

وہاں دو یہودی، دو انٹیلی جنس کے افسران، ان کے ماتحت موجود تھے۔ ان کے علاوہ رنگون کا ماسٹر بھی تھا۔ وہ سب کے سب توجہ اور دلچسپی سے اس کتے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ منہ اٹھا کر سونگھ رہا تھا۔ پھر وہ رنگون شہر کے جنوب مشرق کے رخ پر ٹھہر گیا۔ سونگھتے ہوئے غرانے لگا۔ پھر ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ جیفرسن نے کہا۔ "کتے نے بو پالی ہے۔ آپ اپنے آدمیوں سے کہیں گاڑیوں کا اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لیں۔ ہم اس کتے کو اوپن جیپ میں لے جائیں گے۔"

اب کتے نے سر کو جھکا لیا تھا۔ اس کی غراہٹ دھیمی پڑتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی وجہ سے کمزور پڑتا جا رہا ہو۔ پھر وہ زمین پہ لوٹنے لگا۔ ایک آفیسر نے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہا ہے؟ ہم کدھر جائیں گے؟ اس کے ذریعے کسی سمت کا تعین ہونا چاہیے۔"

جیفرسن پریشانی سے کتے کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "آپ ذرا صبر کریں۔ یہ ابھی بتائے گا کہ ہمارا شکار کدھر ہے۔"

اس کے ہاتھ میں کتے کی زنجیر تھی۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر اکڑوں بیٹھا تھا۔ پھر چٹکی بجا کر پچکارنے لگا "اٹھو ٹائیگر اٹھو، تم نے بو پالی ہے۔ کم آن ہری اپ۔ اٹھ جاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسی سمت دیکھنے لگا۔ جس سمت سے اسے میری بو مل رہی تھی مگر جلد ہی اس نے منہ پھیر لیا اور دوسری طرف گھوم گیا۔ جیفرسن پریشان ہو کر بولا۔

"کیا بات ہے۔ ایسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟ کم آن، ہری اپ۔ ٹائیگر! اب اٹھ جاؤ۔"

وہ پھر چٹکی بجانے لگا۔ آخر اس نے پچکارتے ہوئے کہا۔

"شی سپر یہاں آجائے گی۔ دیکھو، وہ آرہی ہے۔ شی سپر...."
کتا ایک دم سے چونک گیا۔ جیسے اس کے اندر بجلی کی لہر دوڑ گئی ہو۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اِدھر اُدھر یوں دیکھنے لگا جیسے اپنی مالکہ کو تلاش کر رہا ہو۔ جیفرسن نے کہا "تمہاری مالکہ ابھی آجائے گی۔ تم بتاؤ شکار کدھر ہے۔ کیری آن یور ڈیوٹی۔"

کتے نے پھر جنوب مشرق کی طرف سر اٹھا کر ذرا سا سونگھا پھر تڑپ کر دوسری طرف پلٹ گیا۔ اچانک بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی زنجیر جیفرسن کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اسے روک رہا تھا اور کہہ رہا تھا "آفیسر! ہم لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے۔ فرار جنوب مشرق کی سمت ہے۔ یہ کتا ذرا ہدک رہا ہے۔ کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہے۔"

آفیسر نے کہا "مسٹر جیفرسن! جنوب مشرق کی طرف رنگون شہر سولہ، سترہ میل تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم اسے کتنے گھروں اور عمارتوں میں ڈھونڈتے پھریں گے۔ پھر کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ ہم اسے ڈھونڈنے نکلیں تو وہ چھپا بیٹھا ہے۔ وہ وہاں سے نکل کر کسی دوسری سمت چلا جائے گا۔ آپ پہلے کتے کو کنٹرول کریں۔"

وہ کتے کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اس کے سر کو اور گردن کو سہلاتے ہوئے پچکار رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا "اٹھو! ٹائیگر! شی سپر آرہی ہے۔"

شی سپر کے نام پر وہ پھر مستعد ہوگیا لیکن اس نے جنوب مشرق کی طرف رُخ نہیں کیا، دوسری طرف جانے لگا۔ جیفرسن اس کی زنجیر کھینچ رہا تھا لیکن وہ زنجیر کو بھی کھینچتے ہوئے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر اس نے کہا "آئی ایم سوری، آفیسر! فرار کی طرف کوئی ایسا خطرہ ہے جسے یہ جانور محسوس کر رہا ہے اور ادھر جانا نہیں چاہتا۔"

تمام لوگ حیران ہو کر جنوب مشرق کی طرف یوں گھورنے لگے جیسے مجھے دیکھ رہے ہوں۔ پھر ایک آفیسر نے کہا "یہ فرہاد علی تیمور آخر ہے کیا چیز؟ انسان تو انسان، حیوان بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔"

انجیلو نے کہا "سوری آفیسر! سارے انسان نہیں صرف دشمن اس سے بھاگتے ہیں یا وہ حیوان جو دشمن سمجھ کر اس کے تعاقب میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ کے سامنے اس کتے کی مثال موجود ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ان تمام لوگوں سے زیادہ حیران ہو کر منجالی کو دیکھنے لگا۔ منجالی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ فرطِ عقیدت سے، فرطِ مسرت سے کہا "منجالی! یو آر گریٹ۔ سو گریٹ۔ ویسے کیا یہ عجیب اور ناقابلِ یقین بات نہیں ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کون سی بات؟"

"یہی کہ تم میرے پاس ہو اور وہ کتا ہم سے کئی میل دور پر تم سے خوفزدہ ہے۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "انسان ہو یا حیوان۔ کوئی بھی کسی زہریلی بُو کو کتنی دیر تک سونگھنے کی سکت رکھتا ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "کوئی زہریلی بُو سونگھ نہیں سکتا۔"

"جب وہ کتا اتنی دور سے کسی انسان کی بُو سونگھ سکتا ہے تو زہر کی بُو کیسے نہیں سونگھ سکتا؟ اور وہ سونگھ رہا ہے اسی لیے ادھر رُخ نہیں کرنا چاہتا۔ جب بھی تمہیں سونگھنا چاہے گا تمہارے ساتھ میری زہریلی بُو اسے پریشان کرتی رہے گی۔ مجھ سے دور بھاگنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

میں نے پھر اسے بڑی محبت سے، بڑی عقیدت سے دیکھا اور کہا "منجالی! تم باکمال ہو۔ بے مثال ہو۔ تم نے مجھے بہت ہی متاثر کیا ہے۔"

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ بلب کی تیز روشنی میں اس کی بڑی بڑی آنکھیں پانی سے چمک رہی تھیں ـــ وہ پانی آنسوؤں کی دھار بن کر اس کے رخساروں پر بہنے لگا۔ وہ یکلخت مڑتے ہوئے آگے بڑھی۔ پھر میرے قدموں میں جھک کر میرے دونوں پاؤں سے لپٹ گئی "میرے دیوتا! میری ساری دنیا میری ساری زندگی آپ پر قربان۔ ہائے میں کیسی جنم جلی ہوں۔ آپ کو ایک ذرا سی محبت نہیں دے سکتی۔ مجھے معاف کر دیجیے مجھے ٹھوکر ماریے۔ میں اسی قابل ہوں۔"

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "منجالی! اٹھ جاؤ۔ پہلے میں نے تمہیں پسند کیا۔ پھر تم سے متاثر ہونے لگا۔ اب میں پورے یقین سے اور دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ تم ایک بے مثال دیوی ہو۔"

پندرہ منٹ کے بعد ہم باہر آ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کیشو نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔

ہم نے دونوں طرف کی کھڑکیوں کے شیشے نیچے کر دیے

تھے۔ ٹھنڈی ہوائیں آرہی تھیں۔ منجالی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سر کو ایک طرف ڈھلکائے بے حال سی بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم ایسے راستے پر چل پڑے تھے جس کی کوئی منزل نہیں ہوسکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے منجالی کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ اس نے مجھے محسوس کرلیا۔ اپنی سوچ کے ذریعے کہنے لگی۔ "میں آپ سے دور تھی تو قریب آنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اب اتنے قریب آگئی ہوں کہ گھبرا کر دور بھاگ جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "حالات اگر تمہیں دور لے جائیں تو یہ اور بات ہے۔ حالات میری سونیا کو بھی مجھ سے دور لے جاتے ہیں لیکن میں اپنی دانست میں نہ تو اسے دور کرسکتا ہوں۔ نہ تمہیں دور ہونے دوں گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ ساڑھے چھ بجے ہی اندھیرا پھیل گیا تھا۔ میں نے ایک ڈرائیو ان سینما کے پاس پہنچ کر کہا۔ "اندر چلو۔ شاید فلم دیکھ کر دل بہل جائے۔"

ہم وہاں پہنچے تو بڑی سی اسکرین پر فلم شروع ہوچکی تھی کوئی جاسوسی فلم تھی۔ ایک جاسوس مجرموں کا تعاقب کر رہا تھا تعاقب کرنے کے مناظر بدلتے جارہے تھے۔ ایک مقام پر مجرم کہیں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ وہ انہیں تلاش کرتا ہوا پہاڑی کے ایک ایسے حصے میں آیا جہاں ایک غار نظر آرہا تھا لیکن اس غار کے اندر سے شعلے لپک رہے تھے۔ یوں لگتا تھا اندر کسی نے بہت ساری لکڑیاں جلا رکھی ہوں۔

جاسوس نے ایک ٹرانسمیٹر کو آن کرکے کسی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے۔ مجرم سامنے والی پہاڑی کے غار میں داخل ہوگئے ہیں۔ میرا راستہ روکنے کے لیے انہوں نے وہاں آگ بھڑکا دی ہے۔ میں ان کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس غار میں داخل ہونے جارہا ہوں۔ میرے اسسٹنٹ کو یہاں فوراً بھیجا جائے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کا رابطہ ختم کیا۔ پھر کار کی ڈگی سے فائر پروف لباس نکال کر پہننے لگا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سر سے لے کر گردن تک گیس ماسک کو چڑھایا۔ پھر آگے بڑھ کر اس دہکتے ہوئے غار کے اندر داخل ہوگیا۔

منجالی نے اپنے رومال سے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "یہاں بہت گرمی محسوس ہورہی ہے۔ ذرا کھلی فضا میں ٹہلنے جارہی ہوں۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "میرے پاس رہو۔ فلم کوئی خاص نہیں ہے۔ کیشو واپس چلو۔"

گاڑی واپس ہوئی پھر تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے ہمیں سکون پہنچانے لگے۔ راستے میں ایک دکان کے سامنے میں نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ پھر گاڑی سے اتر کر دکان کے اندر گیا۔ دشمن آخر دشمن ہوتے ہیں اور دشمن جذباتی ہوتے ہیں۔ خود ڈوبتے ہیں ساتھ دوسروں کو بھی ڈبو دیتے ہیں۔ خود آگ سے کھیلتے ہیں۔ دوسروں کو بھی جلا دیتے ہیں۔ اس لیے میں نے احتیاطاً گیس ماسک خرید لیا۔ پھر منجالی کے پاس واپس آکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

⁕

رات کے آٹھ بجکر تیس منٹ ہوچکے تھے۔ کمرے کی چھت کا پنکھا پوری تیز رفتاری سے گردش کر رہا تھا۔ اگرچہ سردی کا موسم تھا پھر بھی گرمی محسوس ہورہی تھی۔ میں پنکھے کو پوری رفتار سے چلا کر اس کے نیچے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ میرا دماغ ہلکا ہوگیا تھا —— میں بہت سکون محسوس کر رہا تھا۔

میں نے منجالی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہولے ہولے گنگناتے ہوئے اپنے سر کے بھیگے ہوئے لوائے کٹ بالوں کو تولیے سے خشک کر رہی تھی اور میرے کمرے کی طرف آرہی تھی۔ اس نے لباس بھی بدل لیا تھا۔ دروازے پر پہنچتے ہی اس کی گنگناہٹ ختم ہوگئی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی وہ بہت خوش تھی جب میرے قریب آنے لگی تو اس کی چال میں ہلکی سی لغزش یوں تھی جیسے بنگلہ دیش کی طرح پھر سانپ نے ڈس لیا ہو۔ وہ میرے سامنے آکر فرش پر بیٹھ گئی۔

میں نے اس کے گیلے بالوں کو چھو کر کہا۔ "بہت آرام کرچکے نو بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں۔ میں بیس منٹ کے لیے مرجانہ کے پاس جاؤں گا۔ اس کے بعد سونیا کے پاس، تم ذرا اچھی سی چائے بنا کر لے آؤ۔"

وہ مسکرا کر اٹھ گئی۔ اور چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف چلی گئی۔

مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی کہا۔ "یہ کیا ضروری ہے کہ تم دو دن، چار دن کے بعد اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آؤ۔ پارس کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو تو بہتر ہے۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "ناراض کیوں ہو رہی ہو؟"

"کیا یہ ناراضگی کی بات نہیں ہے؟ تمہیں پتہ ہے اس وقت جمیلہ اور پارس کہاں ہیں؟"

میں نے اس کے دماغ کو ٹٹولا، پتہ چلا کہ وہ اپنی کوٹھی کے تہہ خانے میں ہیں۔ میں نے پوچھا۔ "یہاں کیوں ہو کیا دشمن تمہاری دوسری کوٹھی تک بھی پہنچ گئے ہیں؟"

"ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنی پہلی کوٹھی میں آئے تھے امی وہاں تنہا ہیں۔ میں پارس کا تمام سامان لے کر جمیلہ کے ساتھ یہاں آگئی ہوں۔ تم امی کی خبر لو۔"

میں دوسرے ہی لمحے سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا پھر میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "امی! اسلام علیکم۔"

وہ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ مگر آرام سے نہیں تھیں۔ کچھ پریشان تھیں۔ وہ سیدھی بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "بیٹے فرہاد! کیا تم ہو؟"

"میں ہوں۔ آپ بتائیں، یہاں کیا ہوا تھا؟"

"ابھی ایک گھنٹہ پہلے باہر سے چوکیدار نے آکر کہا کہ چار پولیس والے آئے ہیں اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مرجانہ کسی کے سامنے جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ یہ دشمن ہی ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ پارس اور جمیلہ کو لے کر تہہ خانے میں چلی گئی۔

میں نے سوچا، اگر دشمن ہیں تو مرجانہ کو تلاش کریں گے۔ یا پھر سونیا اور پارس کی موت کی تصدیق کریں گے۔ ان کے تہہ خانے میں جانے کے بعد میں نے دروازے کو کھلوا کر پولیس والوں کو آنے کی اجازت دی۔ ایک آفیسر نے ریوالور نکال کر مجھے دھمکی دیتے ہوئے پوچھا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ یہاں اور کون رہتا ہے؟"

میں نے کہا۔ "میں اپنی بیٹی مرجانہ کے ساتھ رہتی ہوں۔ وہ موجود نہیں ہے۔"

وہ میرے کمرے کی تلاشی لینے لگے۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں گئے۔ وہاں بھی الماری وغیرہ کھول کر دیکھنے لگے۔ اس کے بعد آفیسر نے کہا۔ "میڈم! ہم آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ رہے ہیں تاکہ آپ ہماری کارروائی نہ دیکھ سکیں۔ ہم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بشرطیکہ آپ خاموشی سے ہمارے حکم کی تعمیل کریں۔"

میں نے اعتراض نہیں کیا۔ خاموش رہی۔ انہوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ میں کچھ دیر تک ان لوگوں کے آنے جانے کی آوازیں سنتی رہی۔ کبھی الماری کھلتی رہی کبھی بند ہوتی رہی۔ اس کے بعد مجھے آواز آئی۔ "ہم جارہے

ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد اپنی آنکھوں سے پٹی کھول لینا۔"
میں نے پانچ منٹ کے بعد باہر نکل کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ چوکیدار برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میڈم! میں کیا کر سکتا تھا۔ وہ ریوالور لیے ہوئے تھے۔"

میں نے چوکیدار سے کچھ نہیں کہا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا لیکن میں نے مرجانہ کو تہہ خانے سے ابھی تک نہیں بلایا ہے۔ جانے کیوں ڈر لگ رہا ہے جیسے دشمن کہیں آس پاس ہوں۔ شاید وہ پارس کی تلاش میں ہیں۔ بیٹے تم ہی مشورہ دو۔ میں کیا کروں؟"
"آپ اور مرجانہ یہاں کیوں آئی تھیں جبکہ آپ لوگ دوسری کوٹھی میں رہتی ہیں؟"
"ہم وہاں رہنے، کھانے پینے اور سونے کے لیے جاتے ہیں۔ لباس وغیرہ بدلنا ہوتا ہے۔ غسل کرنا ہوتا ہے تو تہہ خانے کے راستے اس کوٹھی میں آ جاتے ہیں۔ ہم پہننے اوڑھنے کی کوئی چیز دوسری کوٹھی میں نہیں لے جاتے۔"
میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ بھی اچھی تدبیر ہے آپ یہاں سے اپنی دوسری کوٹھی کا نمبر ڈائل کریں۔ وہاں کوئی دشمن آپ لوگوں کی تاک میں ہو گا تو فون سننے کے لیے چپ چاپ ریسیور اٹھائے گا۔"
انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ریسیور اٹھا کر اپنی دوسری کوٹھی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر کان سے ریسیور لگا کر سننے لگیں۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی ــــ کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا ــــ "ریسیور رکھ دیجیے۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔ میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں۔"
میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر سائرہ بانو کے حالات بتائے۔ پھر اسے مشورہ دیا "تم تنہا دوسری کوٹھی میں جاؤ۔"
وہ تہہ خانے کے راستے سے گزرتے ہوئے پھر زینے پر چڑھتے ہوئے چور دروازے سے دوسری کوٹھی میں پہنچ گئی۔ دبے قدموں چلتے ہوئے مختلف کمروں میں گئی۔ تمام کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ کوئی اندر نہیں آیا تھا۔ پھر اس کھڑکی کے پردوں کو ذرا سا ہٹایا اور باہر کی طرف دیکھا باہر احاطے میں ویرانی تھی۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ دوسری کوٹھی کا علم دشمنوں کو نہیں ہے۔ پھر میں نے سائرہ بانو کے پاس پہنچ کر کہا "آپ دوسری کوٹھی میں جا سکتی ہیں۔"
یہی بات میں نے جمیلہ سے کہی۔ وہ پارس کو لے کر مرجانہ کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے مرجانہ سے کہا "سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ پھر تم سے ملاقات کروں گا۔ میری طرف سے میرے بیٹے کو پیار کرو۔"
وہ مسکرا کر بولی "تمہارے بیٹے نے ہمارے دن کا چین اور راتوں کی نیند اڑا دی ہے۔ پتہ نہیں بڑا ہو کر کیا کرے گا۔ جاؤ اور بے فکر ہو کر جاؤ۔"
میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے منجالی ٹرے میں چائے لیے کھڑی تھی۔ میں نے پوچھا "ارے۔ تم کب سے کھڑی ہو؟"
"بہت دیر سے۔ اگر میں کیتلی میں چائے نہ لاتی تو پیالی میں ٹھنڈی ہو چکی ہوتی۔"
اس نے ایک اسٹول پر ٹرے رکھی۔ پھر کیتلی سے پیالی میں چائے انڈیل کر مجھے دی۔ میں گرم گرم چائے کی چسکیاں لینے لگا۔ تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی ختم کر دی صرف منجالی کو دیکھتا رہا۔ مسکراتا رہا۔ اس کی باتیں سنتا رہا۔ جب چائے ختم ہو گئی تو میں نے پیالی واپس کرتے ہوئے کہا۔ "میں پھر مصروف رہوں گا۔ پتہ نہیں کتنی دیر لگ جائے گھنٹہ دو گھنٹہ یا پھر ساری رات۔"
"میں اسی طرح آپ کے سامنے دوزانو بیٹھی رہوں گی۔"
"نہیں۔ آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ، نیند نہ آئے تو باہر باغیچے میں ٹہلو ــــ کیشو سے باتیں کرتی رہو۔ بہرحال کسی طرح وقت گزارو۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی تکلیف اٹھاؤ۔"
اسے سمجھانے کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک کار میں باس اسحاق وال واچ کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ان کی منزل شی سپر کا قلعہ تھی۔ انہیں وہاں تک پہنچنے میں ابھی دیر تھی اس لیے میں پھر واپس آ گیا۔ مجھے جاوید کا خیال آ گیا تھا۔
میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ شاپنگ میں مصروف تھا۔ اس کی سوچ کے ذریعے پتہ چلا، رنگون کے ماسٹر نے اسے پاکستان بھیجنے کے انتظامات کر دیے ہیں۔ وہ صبح کی فلائٹ سے جانے والا ہے۔ اس لیے خریداری میں مصروف ہے۔
میں نے رنگون کے ماسٹر کے پاس پہنچ کر کہا "آپ جاوید کو پاکستان بھیج کر اچھا کر رہے ہیں۔"
اس نے کہا "میں بہت مجبور ہو گیا تھا۔ آپ سے جب

چاہتا ہوں، ملاقات نہیں ہو سکتی۔ حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، دشمن آپ کو نہیں پائیں گے۔ بہت زیادہ جھنجھلائیں گے تو آپ کا غصہ جاوید صاحب پر اتاریں گے۔ اس لیے میں نے آپ سے پوچھے بغیر کل صبح کی فلائٹ میں ان کے لیے سیٹ ریزرو کرا دی ہے۔"
"اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں، جاوید خالی ہاتھ واپس نہ جائے۔ جب حالات میرے قابو میں ہوں گے تو میں یہاں کی تمام جائداد فروخت کر دوں گا فی الحال بنک میں جتنی بھی نقد رقم ہے کیا وہ جاوید کو نہیں مل سکتی؟"
"انٹیلی جنس کے اعلیٰ حکام نے بنک والوں پر پابندی عائد کی ہے۔ جب تک آپ خود کو ظاہر نہ کریں اور خود اپنا چیک کیش کرانے نہ آئیں، اس وقت تک وہ رقم بنک میں محفوظ رہے گی۔"
"آپ سپر ماسٹر کی طرف سے پچاس ہزار ڈالر جاوید کو دیجیے تاکہ وہ پاکستان پہنچ کر بے روزگار نہ رہے۔"
"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی ــــ پچاس ہزار ڈالر کی مناسبت سے کل شام تک جاوید صاحب کو پاکستانی کرنسی میں رقم مل جائے گی۔"
میں ریحانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ بہت خوش ہوئی۔ وہ ابھی تک بھابی کے ساتھ شاہینہ کے ہاں تھی۔ میں نے کہا "کسی کو نہ بتانا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ اپنی بہن شاہینہ وغیرہ سے گفتگو کروں گا تو اخلاقاً اس کے تمام سسرال والوں سے بھی باتیں کرنا پڑیں گی۔"
"بھائی جان، میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ آپ نے صرف مجھے یاد کر کے میری نظروں میں میری اہمیت بڑھا دی ہے۔"
"کل دوپہر تک تمہارے بھائی جان تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہاں حالات سازگار نہیں ہیں اس لیے انہیں واپس بھیج دیا ہے۔ یہ خوشخبری چپکے سے بھابی کو سنا دو اور لاہور سے آج ہی پنڈی چلی جاؤ۔ جاوید وہیں پہنچنے والا ہے۔"
ریحانہ نے بھابی کو ایک طرف لے جا کر یہ بات بتائی تو وہ بے یقینی سے ریحانہ کو دیکھنے لگیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کہیں یہ تمہارے اپنے دماغ کی سوچ تو نہیں ہے؟"
میں نے بھابی کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ریحانہ درست کہہ رہی ہے۔ میں آپ کا فرہاد ہوں۔ آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ آپ کے جیون ساتھی کل وہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں انہیں سمجھا کر جاوید کے پاس آیا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، تم یہاں سکون سے نہ رہ سکے اور نہ ہی میرے ساتھ اچھا وقت گزار سکے۔ بہرحال تمہاری واپسی ہو رہی ہے۔ تمہیں کل شام تک پاکستان میں تقریباً ڈھائی لاکھ روپے مل جائیں گے۔ تم وہاں کاروبار شروع کرنا۔ میں یہاں تمام جائداد فروخت کروں گا تو یہ تمام رقم تمہارے اور ریحانہ کے کام آئے گی۔"

"بھائی جان! آپ مجھ پر اتنا احسان نہ کریں۔ میں اپنی محنت سے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہارے بڑے بھائی کا حکم ہے اور بڑے بھائی کا دیا ہوا انعام ہے۔ اس انعام سے اپنی زندگی۔ اپنا مستقبل بناؤ مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں پھر ملاقات کروں گا۔ دعا کرو، مجھے اللہ تعالیٰ اتنی فرصت دے کہ میں اپنوں کے ساتھ تھوڑا سا ہنس بول کر وقت گزار سکوں۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دور سے اس قلعے کو دیکھ رہی تھی۔ قلعے کے سامنے بہت سے خیمے نظر آ رہے تھے کتنی ہی ٹریلر گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ سونیا کے پوچھنے پر اسحاق وال واچ نے کہا۔ "یہ جو خیمے نظر آ رہے ہیں ان میں کتے خریدنے والے سوداگر ہیں۔ یہاں سے خرید کر لے جاتے ہیں اور دوسرے ممالک میں فروخت کرتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا یہ سوداگر قلعے کے اندر شی سپر سے ملنے جاتے ہوں گے؟"

"وہ شاید ہی کسی سے ملاقات کرتی ہے۔ ہماری یا سپر ماسٹر کی تنظیم خطرناک بھی ہے۔ اور کاروباری لحاظ سے اہم بھی۔ اس لیے وہ ہم سے ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتی۔ ان سوداگروں کی فرمائش کے مطابق کتوں کو قلعہ سے باہر لایا جاتا ہے وہاں جیسے کتوں کی منڈی لگتی ہے ـــ تاجر ان میں سے اپنی پسند کے کتے خرید کر لے جاتے ہیں۔"

ان کی کار قلعے کے دیو قامت دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ اس دروازے کے دو طرف مسلح گارڈز کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر اسحاق وال وچ کو دیکھا پھر اٹینشن ہو کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ذرا ایک منٹ انتظار کریں۔ میں ابھی لیڈی ایس ایس کو اطلاع دیتا ہوں۔"

وہ واپس کیبن میں گیا اور فون کا ریسیور اٹھا کر قلعے کے اندرونی محل میں کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، لیڈی ایس ایس کا مطلب لیڈی شی سپر ہے۔ رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری بول رہی تھی جب اسے پتہ چلا کہ اسحاق وال وچ مادام زارینہ کے ساتھ آیا ہوا ہے تو اس نے ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا۔

پھر وہ اپنا ریسیور رکھ کر ایک کمرے کے خوبصورت سے دروازے کے پاس پہنچی۔ اس کے ذریعے میں بے شمار کتوں کی آوازیں سن رہا تھا۔ کتے بھونک رہے تھے۔ یہ آوازیں قلعے کے باہر بھی سنائی دی تھیں لیکن وہاں دھیمی آوازیں تھیں۔ یہاں اندرونی ماحول تھا۔ میں نے حیرانی سے سوچا یہ شی سپر کس مزاج کی عورت ہوگی؟ کیا کتوں کے بھونکنے کی آوازوں کو موسیقی سمجھ کر برداشت کرتی ہوگی۔

پرسنل سیکرٹری نے دروازے کے کنارے لگے ہوئے ایک بٹن کو آن کیا۔ پھر بڑے ادب سے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "مادام! باس اسحاق وال وچ اور مادام زارینہ تشریف لا چکے ہیں۔ اجازت ہو تو ان کے لیے بیرونی دروازہ کھولا جائے۔"

بٹن کے ساتھ ہی ایک اسپیکر لگا ہوا تھا۔ اسپیکر سے آواز ایسے آئی جیسے کوئی کتیا غرا رہی ہو۔ وہ شی سپر تھی اس نے اندر سے "جاؤ" کا لفظ یوں ادا کیا جیسے کتیا بھونکنے کے انداز میں "بھوں" کہہ رہی ہو۔

وہ پلٹ کر ٹیلیفون کے پاس آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا۔ "انہیں آنے دو۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسحاق وال وچ نے اپنی کار ایک طرف پارک کر دی تھی اور سونیا کے ساتھ گاڑی سے اتر آیا تھا۔ ان کے سامنے دیو قامت دروازہ آہستہ آہستہ کھلتا جا رہا تھا مگر کھلنے کے باوجود آگے بڑھنے کا راستہ نہیں تھا۔ آہنی جالیوں کی دیوار سی نظر آ رہی تھی۔ اس دیوار کے پیچھے بیشمار کتے نظر آ رہے تھے۔ ان کے درمیان ایک چوڑی راہداری دور تک نظر آ رہی تھی۔ وہ راہداری ویران تھی۔ کتے وہاں اس لیے نہیں آ سکتے تھے کہ راہداری کے پاس آہنی رکاوٹیں بنی ہوئی تھیں۔

پھر ایک چھوٹی سی بند گاڑی دیو قامت دروازے کے پاس آئی۔ آہنی جالی والی دیوار اوپر اٹھنے لگی۔ مسلح گارڈ نے سونیا اور وال وچ کو اندر جانے کے لیے کہا۔ وہ دونوں اس دروازے سے گزر کر آگے بڑھے۔ گاڑی کا دروازہ ان

کے لیے کھول دیا گیا۔ وہ اندر بیٹھ گئے۔ گاڑی چاروں طرف سے بند تھی اس کے آس پاس شیشے لگے ہوئے تھے پھر وہ آگے بڑھنے لگی۔ سونیا اپنے دائیں بائیں کتوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ گاڑی مختلف راہداریوں سے گزرتی ہوئی محل کی طرف جا رہی تھی۔

دور دور تک کتوں کے بڑے بڑے کٹہرے نظر آ رہے تھے۔ ہر کٹہرے پر بڑی بڑی تختیاں لگی ہوئی تھیں جن سے پتہ چل رہا تھا کہ کس کٹہرے میں کس نسل کے، کس مزاج کے اور کس خصلت کے کتے رکھے گئے ہیں۔ کسی تختی پر "دی ہنٹرز" لکھا ہوا تھا۔ کہیں "بل ڈاگ" کہیں "بلڈ ہاؤنڈ" اور کہیں "السیشن" لکھا ہوا تھا۔

وہ چھوٹی سی گاڑی "بلڈ سیکر" کے کٹہرے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہاں "سب کیج" یعنی ضمنی کٹہرے میں ایک گائے کو پہنچایا جا رہا تھا۔ جب وہ اس ضمنی کٹہرے میں پہنچ گئی تو اسے بند کر دیا گیا۔ پھر اس کٹہرے کو کھولا گیا جو ضمنی کٹہرے سے منسلک تھا اور جس میں تقریباً پچاس بلڈ سیکر موجود تھے۔ گائے کو اپنے سامنے دیکھتے ہی وہ بھونکتے ہوئے اس پر لپکے۔

معلوم ہوتا تھا سب کے سب بھوکے ہیں۔ گائے بھڑک کر پہلے تو بھاگنے کا راستہ تلاش کرتی رہی۔ پھر اس بڑے کٹہرے میں داخل ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کتوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں۔ اسے گرا دیا۔ کوئی قصائی ہوتا تو کھال اتارنے کی زحمت گوارا کرتا۔ وہ کتے کھال کے ساتھ ہی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔ یہ صرف پندرہ منٹ کا تماشا تھا۔ اس کے بعد وہاں گائے نظر نہیں آ رہی تھی صرف اس کی ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔

اسحاق وال درچ رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھنے لگا۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔ "تم کہاں آ کر پھنس گئی ہو۔ کیا تمہاری ہڈیوں کا ڈھانچہ میرے پاس پہنچ سکے گا؟"

وہ مسکرائی۔ پھر اس نے کہا۔ "شاید تم بھول گئے۔ جب پہلی بار پاکستان میں تم سے ملاقات ہوئی تھی، اس وقت میں بھی ان بلڈ سیکر کی طرح کچا گوشت کھاتی تھی اور دودھ پیتی تھی تمہاری محبت نے رفتہ رفتہ مجھے انسانوں کی طرح کھانا پینا سکھا دیا۔

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میں نے پوچھا "کیا پھر جانور بننے کا ارادہ ہے۔ ہائے۔ میں کس دل سے تمہیں کتیا کہوں گا۔"

وہ چپ چاپ مسکراتی رہی۔ ان کی گاڑی ایک بہت ہی شاندار محل نما عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ ایک مسلح گارڈ نے آگے بڑھ کر اس کا دروازہ کھولا۔ وہ دونوں باہر آئے پھر اس گارڈ کی رہنمائی میں ایک ہال نما کمرے تک پہنچے۔ وہاں کا تمام آرائشی سامان اتنا قیمتی اور ایسا دیدہ زیب تھا کہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ دونوں ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ مسلح گارڈ واپس چلا گیا۔ دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ اس کے بعد دوسری طرف سے اندرونی دروازہ کھلا۔ وہاں سے وہی پرسنل سیکرٹری داخل ہوئی اس نے قریب آ کر ادب سے کہا۔ "مسٹر اسحاق وال ورچ! آپ کو مادام نے یاد فرمایا ہے۔ مادام زارینہ سے انتظار فرمانے کی درخواست کی جاتی ہے۔ ہماری مادام ایک وقت میں ایک ہی مہمان سے ملاقات کرتی ہیں۔"

وال درچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پرسنل سیکرٹری کے ساتھ چلتا ہوا ہال نما کمرے سے باہر ایک کوریڈور میں پہنچا وہاں سے گزر کر ایک بڑے سے کمرے میں آیا۔ وہ کمرہ پرسنل سیکرٹری کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے بعد کاریڈور میں شی سپر کے کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ پرسنل سیکرٹری نے دروازے کے ساتھ لگے ہوئے بٹن کو دبانے کے بعد کہا۔

"مادام! مسٹر اسحاق وال ورچ تشریف لا چکے ہیں۔"

اندر سے غراتے کی آواز سنائی دی۔ پھر "آنے دو" یوں کہا گیا جیسے کتیا "بھوں بھوں" کر رہی ہو۔

سیکرٹری نے کہا۔ "مسٹر وال ورچ! دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔"

وہ واپس جانے لگی۔ اسحاق وال ورچ نے دروازے کو کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے سے ایک بہت بڑی خوابگاہ نظر آ رہی تھی۔ اس خوابگاہ کے ایک دور افتادہ حصے میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ لانبا قد تھا صحت مند جسم نظر آ رہا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پلٹنے لگی۔ جب اس کا چہرہ وال ورچ کے سامنے آیا تو میں نے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا۔ وہ چہرہ جیسے کسی چڑیل کا تھا۔ ویسے رنگ گورا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ دانت ذرا سے بڑے تھے اور ناک کے نتھنے یوں پھیلے ہوئے تھے جیسے کوئی بلڈاگ زور زور سے سانس

لے رہا ہو۔

وہ پتلون اور بنیان پہنے ہوئے تھی۔ اس کی دو انگلیوں کے درمیان لانبا سا پائپ تھا جس سے ایک سگریٹ منسلک تھا وہ اس کا ایک کش لگا کر دھواں چھوڑنے کے بعد غرائی پھر اسی غراہٹ کے ساتھ بولی۔ "کیا مجھے اندر آنے کے لیے کہنا ہوگا؟" پھر ڈانٹ کر کہا۔ "کم اِن۔"

وال ورچ اندر چلا گیا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ وہ اسے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "یو بلڈی فول! کیا تم شی سپر کو نادان بچی سمجھتے ہو۔"

اسحاق وال ورچ نے کہا۔ "مادام! میں ریڈ پاور کا باس ہوں میرے شایان شان گفتگو کرو ورنہ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کیسے جاؤ گے؟ کیا تم نہیں جانتے، جو میرے مزاج کے خلاف ہوتا ہے میں اسے کتوں کے آگے ڈال دیتی ہوں۔"

"ذرا سوچ سمجھ کر بولو۔ تم نے مجھے نقصان پہنچایا تو ماسکو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"یہ نہ بھولو کہ میرا تعلق صرف ایک خطرناک تنظیم سے نہیں ہے۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کے سربراہ مجھ سے رابطہ رکھتے ہیں اور مجھ سے اپنی پسند کے کتے حاصل کرتے ہیں میں تمہیں مار کر شیر ماسٹر کو خوش کر سکتی ہوں اور اس سے انعام بھی حاصل کر سکتی ہوں۔"

"مگر میرا قصور کیا ہے؟"

"تم کس کتیا کو اپنے ساتھ لائے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں وہ وارسا کی مادام زارینہ ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ کیا تم نے اس کتیا کا رومال میرے پاس بھیج کر یہ سمجھ لیا تھا کہ میں اس رومال کو کسی فریم میں سجا کر رکھوں گی؟ میں نے اس رومال کو اپنے ایک کتے کے حوالے کیا اسے سونگھایا۔ پھر اپنے چار آدمیوں کو اس کتے کے ساتھ بھیجا۔ میں نے تاکید کر دی تھی کہ وہ کتا ریڈ پاور کے باس اسحاق وال ورچ کی رہائش کی طرف جائے تو اسے دوسری طرف لے جانا کیونکہ وال ورچ کی رہائش گاہ میں وہ رومال والی موجود ہوگی۔"

شی سپر ایک ذرا چپ ہوئی۔ وہ دو قدم آگے بڑھی پھر ایک ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر سگریٹ کا کش لگانے کے بعد بولی۔ "میرے کتے چٹکیوں کی آوازوں پر اپنا رخ بدلتے ہیں۔ جب اسے چٹکیوں کا اشارہ کیا گیا تو وہ اپنا رخ بدل کر اسی رومال کی بو کو کسی دوسری سمت سونگھنے لگا۔ ایک طرف اسے بہل گئی۔ وہ اسی

طرف میرے آدمیوں کو لے گیا۔ پتہ چلا، جس کوٹھی سے وہ لوٹ رہی ہے وہاں پیرس کی ایک امیر ترین ایشیائی خاتون سائرہ بانو رہتی ہے۔"

شی سپر کہہ رہی تھی اور میں وال وریچ کے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اب وہ وہی باتیں بتا رہی تھی جو میں سائرہ بانو سے سن چکا تھا۔ شی سپر کے چاروں آدمی پولیس کے روپ میں وہاں گئے تھے۔ ایسے وقت میں انہوں نے کتے کے منہ پر بیلٹ باندھ دیا تھا تاکہ اس کے بھونکنے کی آواز کسی کو سنائی نہ دے۔ سائرہ بانو کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے بعد وہ کتے کو کوٹھی کے اندر لے گئے تھے اور الماری وغیرہ کھول کر کپڑے سونگھا رہے تھے۔ پھر میلے کپڑوں کی باسکٹ میں ایک ایسا لباس مل گیا جسے کتے نے پہچان لیا وہ اس لباس کو بھنبھوڑنے لگا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لباس اسی رومال والی کا ہے۔ ادھر سائرہ بانو نے بیان دیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی مرجانہ کے ساتھ اس کوٹھی میں رہتی ہے اور مرجانہ موجود نہیں ہے۔

شی سپر نے بڑے ہی ظالمانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "اور مرجانہ کا نام سنتے ہی میں سمجھ گئی، یہ سارا کھیل ——— فرہاد علی تیمور کا ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں مجبور کیا اور تم نے مرجانہ کو مادام نازنینہ بنا دیا۔ اسے یہاں لے آئے۔ میرے ساتھ دھوکا کرنا آسان نہیں ہے۔ تمہاری سزا موت ہے لیکن پہلے میں اس کتیا سے نمٹ لوں پھر تمہیں کتوں کے آگے ڈالوں گی۔" اس نے ایک اندرونی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس دروازے کو کھول کر چلے جاؤ۔"

وال وریچ کچھ کہنا چاہتا تھا وہ غرا کر بولی "چپ چاپ چلے جاؤ ورنہ اس کتیا سے پہلے تمہارا ہی انجام تمہیں دکھاؤں گی۔"

وہ سر جھکا کر اس دروازے کے پیچھے گیا۔ وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس کمرے کے دوسری طرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا ہوا اس دروازے کی طرف گیا اور اسے کھولنے لگا لیکن وہ باہر سے بند تھا۔ وہ پلٹ کر پھر پہلے دروازے کی طرف آیا لیکن وہ بھی باہر سے بند ہو چکا تھا۔ یعنی اب وہ اس کمرے میں قیدی تھا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر مختصر طور پر بتا دیا کہ بھید کھل چکا ہے اور شی سپر اسے مرجانہ سمجھ رہی ہے ——— اتنے میں پرسنل سیکریٹری نے آکر کہا "مادام نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ اطمینان سے چلتے ہوئے اسی دروازے تک پہنچ گئی پھر اندر سے اسی طرح غرانے کی آواز سنائی دی

سونیا نے دروازے کو کھولا اور اندر پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کو دیکھا پھر اسے خود ہی اندر سے بند کر دیا۔ شی سپر نے غرا کر کہا "زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہ کرو۔ دروازہ باہر سے بند ہے تو بند ہی رہے گا۔ میری مرضی کے بغیر نہیں کھلے گا۔"

سونیا نے پلٹ کر کہا "اور دروازہ اندر سے بند ہے تو بند ہی رہے گا۔ یہ میری مرضی کے بغیر نہیں کھلے گا۔"

"بہت زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ سنا ہے کسی جاپانی بلیک بیلٹر نے تمہیں فولاد بنا دیا ہے لیکن کتے کسی انسانی فولاد کو فولاد نہیں مانتے۔ گوشت سمجھ کر چبا ڈالتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ ایک دیوار کی طرف گئی۔ ایک بٹن کو دبایا۔ دائیں طرف کی ایک دیوار کا دروازہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ وہاں ایک جالی دار کٹہرا نظر آ رہا تھا۔ اس آہنی جالی کے پیچھے ایک قد آور السیشن موجود تھا۔ شی سپر نے کہا "گھبراؤ نہیں یہ کتا پہلے تمہارے چہرے پر سے مادام زارینہ کے چہرے کو نوچے گا زندہ بچ رہو تو میری ڈریسنگ ٹیبل میں میک اپ کا جدید سامان موجود ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر ایک بٹن کو دبایا۔ وہ جالی دار دروازہ اوپر کی طرف اٹھ گیا۔ اب وہ کتا آزاد تھا۔ وہ آہستگی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ شی سپر نے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ کتا ایک دم سے چونک کر سونیا کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے اسے شکار پر جھپٹنے کا اشارہ مل گیا ہو۔

اسی وقت سونیا نے ٹھیک اسی انداز میں سیٹی بجائی۔ کتا آگے بڑھتے بڑھتے ٹھہر گیا۔ چونک کر شی سپر کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے اس کی مالکہ بھی ایک شکار ہو جیسے بازی پلٹنے والی ہو۔ شی سپر نے فوراً ہی دوسری سیٹی بجائی اسے سنتے ہی کتے نے سر جھکا لیا۔ جواباً سونیا نے اپنے ہونٹوں سے ایک مخصوص سیٹی کی آواز سنائی۔ کتا پیچھے چلتا ہوا اسی کٹہرے کے اندر چلا گیا۔

سیٹیوں کے تبادلے میں شی سپر کو یہ خیال نہ رہا کہ سونیا آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس نے غصے اور نفرت سے پوچھا "تم کون ہو؟ کیسے جانتی ہو کہ کتے کس قسم کی سیٹی پر کس قسم کی خدمات انجام دیتے ہیں؟ کیا تم نے یہ ٹریننگ کہیں سے حاصل کی ہے؟"

سونیا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟ فرہاد کی ساتھیوں میں ایسی کون عورت ہے جس نے یہ ٹریننگ حاصل کی ہو؟"

اس نے نہایت اطمینان سے کہا "صرف ایک سونیا تھی جو جہنم میں پہنچ گئی ہے۔"

"اور مرجانہ کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"مجھے یقین ہو چکا ہے تم مرجانہ بھی نہیں ہو۔"

"تو پھر میں سونیا ہی ہو سکتی ہوں۔ جہنم سے واپس آئی ہوں، تمہیں جہنم میں پہنچانے کے لیے۔"

وہ اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگی۔ شی سپر اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ ماسک اترتا جا رہا تھا اور سونیا کا چہرہ طلوع ہوتا جا رہا تھا۔ پھر جیسے ہی سونیا یقین کے ساتھ سامنے آئی۔ شی سپر نے یکبارگی اچھل کر اسے ایک فلائنگ کک ماری۔ سونیا اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ کک کھاتے ہی پیچھے کی طرف لڑکھڑائی۔ پھر اس نے پلٹ کر جوابی حملہ کیا۔ اس حملے کو شی سپر نے روک لیا۔ روک کر پھر اس پر جوابی حملہ کیا۔ سونیا پھر لڑکھڑا کر پیچھے چلی گئی۔

شی سپر نے دیوار کے بٹن کو دبا کر کتے کے کٹہرے کو بند کر دیا۔ پھر کہا "میں تمہیں مرجانہ سمجھ کر کتے سے نچوانا چاہتی تھی۔ وہ فولاد ہے۔ شاید اس سے ٹکرا نہ سکتی۔ تم یقین کر لو کہ آج میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے اب تک زندہ رہ گئی ہو۔"

سونیا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "میں دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں کے لیے ایک راز ہوں۔ ان کے سامنے مردہ ہوں۔ صرف ان کے سامنے زندہ ہو کر آتی ہوں جن کے متعلق یقین ہو جاتا ہے کہ وہ میرے سامنے سے زندہ واپس نہیں جائیں گے اور نہ دنیا والوں کو میرے متعلق کچھ بتا سکیں گے۔ تم واقعی لڑنے کا فن جانتی ہو اور حملہ کرنا بھی جانتی ہو۔ دیکھو حملہ ایسے نہیں ایسے کیا جاتا ہے۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے حملے کے لیے چھلانگ لگائی۔ مگر دوسری طرف جا کر یوں کھڑی ہو گئی جیسے غلطی ہو گئی ہو۔ بس یہی غلطی شی سپر سے ہوئی۔ اچانک ہی سونیا نے گھوم کر ایک ٹھوکر اس کے منہ پر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی اس کے بعد دونوں میں ٹھن گئی۔ کبھی یہ اس پر غالب آتی تھی کبھی وہ اسے گھونسوں اور کراٹوں کے ہاتھ دکھاتی چلی جاتی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک دونوں کے لڑنے کا تماشا دیکھتا رہا۔ پھر شی سپر کی پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کی سوچ کے ذریعے معلوم ہوا کہ شی سپر کے محل کے اندرونی حصے میں کوئی مرد مسلح گارڈ نہیں آتا ہے۔ شی سپر اپنی حفاظت کے لیے ایک تو خود ہی خوش فہمی میں مبتلا تھی وہ ایک اچھی فائٹر تھی۔ دوسرے کتے اس کے محافظ ہوتے تھے۔ اس لیے اتنے بڑے محل کے اندر صرف پرسنل سیکریٹری اس کی خدمت کے لیے رہا کرتی تھی۔

مجھے اُدھر سے اطمینان ہو گیا، سونیا پر حملہ کرنے کے لیے کوئی اور نہیں آئے گا۔ پرسنل سیکریٹری تجسس میں مبتلا تھی وہ پہلے دیکھ چکی تھی کہ پہلے اسحاق وال وریچ اندر گیا۔ پھر باہر نہیں آسکا۔ اس کے بعد مادام زارینہ گئیں تو وہ بھی نہیں آسکیں وہ پہلے بھی ایسے تماشے دیکھ چکی تھی کوئی اندر جائے اور باہر سے دروازہ بند ہو جائے تو اس کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ وہ اب زندہ واپس نہیں آئے گا۔

پرسنل سیکریٹری اسی تجسس میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ کان لگا کر اندر کی آواز سننے لگی لیکن چاروں طرف سے کتوں کا شور بھی سنائی دے رہا تھا اور اندر دھیمی دھیمی سی آواز تھی جیسے کچھ چیزیں گر رہی ہوں۔ کوئی کراہ رہا ہو۔ ایک بار کوئی اسی دروازے سے آکر ٹکرایا جہاں پرسنل سیکریٹری کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ ذرا دور چلی گئی لیکن وہ دروازہ پھر بھی نہ کھلا۔ وہ بے چاری دہشت زدہ سی کھڑی رہی انتظار کرتی رہی کہ اس کی مالکہ اسے کب طلب کرے گی۔

اب میں شی سپر کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور میں پہنچ گیا۔ اس کے دماغ کے تہہ خانے میں پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کیں۔

اس کے بعد اسحاق وال وریچ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا خوفزدہ تھا۔ میں نے کہا "مسٹر اسحاق وال وریچ! جب فرہاد آپ کے ساتھ ہے تو گھبرانے کی کیا بات ہے؟ میں جانتا ہوں دوسرے دروازے کے پیچھے شکاری کتے ہیں۔ اگر وہ دروازہ کھل گیا تو کتے تمہیں بھنبھوڑ دیں گے۔ تم اطمینان رکھو ایسا نہیں ہو گا۔"

اسے اطمینان ہوا۔ وہ آگے بڑھ کر اس دروازے سے کان لگا کر سننے لگا جہاں سے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ گہری خاموشی تھی۔ ادھر یہ دروازے سے کان لگائے ہوئے تھا۔ ادھر پرسنل سیکریٹری پھر دروازے کے پاس پہنچ گئی تھی اور کوئی آواز سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس طرح تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔

پھر وہ دروازہ کھلا جہاں اسحاق وال وریچ قید تھا۔ وہ

ہڑبڑا کر کھلے ہوئے دروازے سے شی سپر کی خوابگاہ میں پہنچا۔ سامنے ہی ایک زخمی عورت فرش پر اوندھے منہ نظر آئی۔ لباس کے ذریعہ پہچانا جا سکتا تھا۔ وہ زخمی مرجانہ تھی وہی مرجانہ جو صبح اس سے ملنے آئی تھی اور شی سپر کے قلعہ میں داخل ہو کر اس سے انتقام لینے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن شی سپر نے اس بری طرح اس کی پٹائی کی تھی کہ فرش پر گرنے کے بعد اس میں اٹھنے کی سکت بھی نہ رہی تھی۔

خوابگاہ کے دور افتادہ حصے میں شی سپر اسی انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی دو انگلیوں میں لانبا سا پائپ تھا اس پائپ سے ایک سگریٹ منسلک تھا۔ اس نے سگریٹ کا ایک کش لگا کر فضا میں دھوئیں کو چھوڑا۔ پھر دیوار کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبا دیا اس کے ساتھ ہی کتے والا کٹہرا کھل گیا۔ ایک بڑا السیشن باہر نکلا۔ اسے دیکھتے ہی —— اسحاق وال وچ دوڑ کر شی سپر کے پاس چلا گیا پھر گھگھیاتے ہوئے پوچھنے لگا "یہ، یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ جواب میں شی سپر کے ہونٹوں سے مخصوص سیٹی کی آواز سنائی دی۔ کتے نے چونک کر زمین پر پڑی ہوئی مرجانہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس پر چھلانگ لگا دی۔ بے چاری مرجانہ کے حلق سے زندگی کی آخری چیخ نکلی۔ پھر جو تماشا نظروں کے سامنے آیا اسے اسحاق وال وچ دیکھ نہ سکا —— نظریں چرانے لگا۔ کبھی کبھی چور نظروں سے بھی دیکھنے لگا۔ وہاں ایک لاش کو بھنبھوڑا جا رہا تھا۔ بوٹیاں نوچی جا رہی تھیں اور شی سپر، پائپ کو ہونٹوں میں دبائے سگریٹ کا گہرا کش لے رہی تھی اور دھواں چھوڑ رہی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میری سونیا! تم واقعی جانِ فرہاد ہو بڑے ہنر سے جیسے کا تیسا کرنا جانتی ہو۔"

وہ ایک شانِ بے نیازی سے کمر پہ ہاتھ رکھے سگریٹ کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات دسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں!